
Payambar
ماہوار میگزین
پیامبر
نئی دہلی
ایڈیٹر:- محفوظ الحق علمی
ASHRAF

پیامبر

ماہنامہ نئی دہلی

۱۹۴۰ء و ۱۹۴۱ء و ۱۹۴۲ء و ۱۹۴۳ء

جلد اوّل — بابت ماہِ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء — نمبر اوّل

سُن او پیامبر

دُنیا میں جا کے سب کو سُنا دے تو یہ خبر ———— سُن او پیامبر
اُٹھو کہ ہوگئی ہے شبِ ہجر کی سحر ———— سُن او پیامبر
کہنا کہ زندگی کا نیا دِن شروع ہے ———— وقتِ طلوع ہے
وہ آفتابِ یومِ تجلّی ہے جلوہ گر ———— سُن او پیامبر
نیچر میں ارتقا ہے۔ ترقی کا زور ہے ———— دُنیا میں شور ہے
کہنا کہ ہے یہ جلوۂ قیّوم کا اثر ———— سُن او پیامبر
کیا دیکھتے ہو دورِ قیامت یہی تو ہے ———— ساعت یہی تو ہے
کہدے کہ آشکار ہوا سِرِّ مُستتر ———— سُن او پیامبر
بزمِ وصالِ یار ہے اور وقتِ دید ہے ———— اِک تازہ عید ہے
حاضر ہوں سب حضور میں کہدے پکار کر ———— سُن او پیامبر
کہتا ہوا "الست" جو آیا وہ دِلربا ———— سب نے کہا "بلیٰ"
ہر حُسن شیفتہ ہے اُسی کے جمال پر ———— سُن او پیامبر
سُنتے ہی اُس کا نام جو بے ہوش ہوگئے ———— مدہوش ہوگئے
اِس عالمِ تراب میں ایسے ہیں بیشتر ———— سُن او پیامبر
دے کر پیامِ وحدتِ حق صُور پھونکدے ———— ناقور پھونکدے
خاموش ہو تمام یہ کثرت کا شور و شر ———— سُن او پیامبر
اہلِ حجاب تیرے مقابل اُٹھیں اگر ———— پرواہ بھی نہ کر
اُلفت سے تو پکار اُنھیں شام اور سحر ———— سُن او پیامبر

قیامت اِسی دُنیا میں

قیامت کے معنی فنا ہو جانا نہیں ہیں۔ برپا ہونا ہیں، اس لئے اس دنیا کی فنا یا تمام کائنات ہستی کے معدوم ہو جانے کا نام قیامت نہیں ہے۔ خدا کی کسی کتاب میں فنا یا عدم ہو جانے کو قیامت نہیں کہا گیا ہے۔ یہ ایک عام غلطی پھیلی ہوئی ہے کہ لوگ تمام عالم ہستی کے فنا ہونے کو قیامت کہتے ہیں۔ یہ کلام الٰہی پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ فنائے عالم کو قیامت کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی کوئی ایک آیت ایسی نہیں ہے جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا گیا ہو۔ سالہا سال سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ کوئی آیت ہی دکھا دی جائے جس میں کائنات ہستی کے بکلّی فنا ہو جانے کو قیامت کہا گیا ہو۔ لیکن آج تک کوئی صریح آیت ہمارے سامنے اس کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکی۔ جس قدر آیات اس سلسلہ میں بیان کیجاتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی قیامت کے معنیٰ کائنات ہستی کی فنا و کلّی ثابت نہیں۔

قیامت کے لغوی معنیٰ برپا ہونے کے ہیں اور خدا کے کلام میں قیامت کی حقیقت یہ ہے کہ خداوند قیوم کی ایک نئی تجلّی آشکار ہو۔ مظہر قیوّمیت یعنی پیغمبر حق قیام فرما ہو جس کے ذریعے ایک نئی قوم برپا ہوتی ہے۔ قوموں کا حساب و کتاب ہوتا ہے، وہ اپنے اعمال کی جزا سزا میں ترقی و تنزل پاتی ہیں جو کچھ کیفیت اعمال اور ان کے اثرات لوگوں کی زندگی میں ہوتے ہیں۔ اسی کے مطابق لوگ آخرت میں یعنی مرنے کے بعد سکھ یا دکھ پاتے ہیں۔ مرنے کے بعد کا انجام اسی دنیا کے اعمال پر موقوف ہے وہ کوئی الگ مستقل چیز نہیں۔ اس دنیا میں جو کچھ انسان اپنے آپ کو بناتا ہے روحانی لحاظ سے تندرست یا مریض بلند یا پست ہوتا ہے۔ یہی حالت اس کے ساتھ جاتی ہے اور مرنے کے بعد وہ راحت یا عذاب پاتا ہے۔

قیامت جس کا ذکر بار بار کلام الٰہی میں آتا ہے وہ یہیں دنیا میں ہوتی ہے۔ ہر پیغمبر صاحب شریعت جب دنیا میں قائم ہو کر ایک نئی قوم برپا کرتا ہے۔ اسی کو کلام الٰہی میں قیامت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید پر جس قدر غور و تدبر کیا جائے گا۔ اسی قدر یہ حقیقت عیاں ہوتی جائیگی۔ انجیل میں بھی یہی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ جہاں حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ "قیامت اور زندگی میں ہوں" بھگوت گیتا میں بھی سری کرشن نے صاف صاف کہا ہے۔ کہ "پہلے اور رہا پرلے میں ہوں" حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "انا الحاشر احشر الناس علیٰ قدمی" حشر برپا کرنے والا میں ہوں۔ اپنے قدموں پر لوگوں کا حشر کر رہا ہوں قرآن مجید میں سورہ حشر میں وضاحت سے فرمایا ہے کہ "خدا نے منکرین حق کو اوّل حشر میں ان کے شہروں سے نکال دیا" اس سے صاف ظاہر کر دیا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کے ایام حشر کے ایام ہیں نیز سورہ نحل کے آخری رکوع میں ایک آیت یوں نازل ہوئی ہے جو بعثت رسول کے

زمانہ کو یوم القیمۃ قرار دیتی ہے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

اور بے شک تیرا رب ان لوگوں کے اندر یوم قیامت حکم و فیصلہ کر رہا ہے ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

یہاں صاف فرماتا ہے کہ خدائے تعالیٰ یوم قیامت میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے۔ کہ یہاں صیغۂ حال استعمال ہوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ ظہور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یوم القیمۃ ہے اور خدائے تعالیٰ اپنا کلام نازل کر کے لوگوں میں فیصلہ کر رہا ہے کیونکہ ہر رسول پر اسی لیے کتاب نازل کی جاتی ہے لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ تاکہ وہ لوگوں میں فیصلہ کرے۔ رسول کو حکم ہوتا ہے۔ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ تو لوگوں میں خدائی بصیرت کیساتھ حکم و فیصلہ کر یعنی خدا کا حکم و فیصلہ رسول کے ذریعے ہوتا ہے۔ آیت سورۂ نحل میں اسی بات کو یوں فرماتا ہے کہ بیشک تیرا رب ان لوگوں کے اندر یوم قیامت میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے اس ترجمہ کی صحیح دلیل یہ ہے کہ "لَيَحْكُمُ" میں لام حال ہے جو مضارع کو خاص حال کے لیے کر دیتا ہے (ملاحظہ ہو علم القرآن جلد اول صفحہ ۱۷۱) اس قانون علمی کے مطابق یہ ترجمہ بالکل درست ہے کہ خدا یوم قیامت میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے۔ ظہور رسول اکرم کا زمانہ کو یہاں یوم قیامت قرار دیا ہے۔

ایک اور نصّ قطعی سورۂ آل عمران رکوع ۶ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے پیرو **یوم قیامت** تک منکروں پر غالب رہیں گے۔ پھر لوگوں کا رجوع خدا کی طرف ہوگا۔ خدا ان کے اختلافات میں حکم و فیصلہ کریگا۔ اس طرح کہ جو منکر ہوں گے ان کو عذاب شدید دیگا۔ دنیا میں اور آخرت میں اور مومنوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیگا۔ یہاں توجہ کے قابل یہ بات ہے کہ خدا یوم قیامت میں جب حکم و فیصلہ کریگا تو اس کے نتیجے میں اس فیصلہ قیامت کے بعد منکروں کو دنیا میں عذاب شدید دیگا۔

معلوم ہوا کہ قیامت دنیا میں ہی ہوگی جس کے فیصلہ کے بعد دنیا میں لوگوں کو عذاب دیا جائیگا۔ اگر دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد قیامت ہو اور اس میں فیصلہ ہو تو یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ منکروں کو دنیا میں عذاب دیا جاسکے دنیا تو موجود ہی نہ ہوگی۔ پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے محققین خوب غور و تامل سے ملاحظہ فرما دیں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جب خدا نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور منکروں کے الزامات سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو منکروں پر یوم قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں جو تمہارا رجوع میری طرف ہے۔ سو میں تمہارے درمیان حکم و فیصلہ کروں گا۔ ان باتوں میں جن میں تم اختلاف کرتے تھے (فیصلہ کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ منکروں کو سخت عذاب دوں گا۔ دنیا میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان اور عمل صالح پر قائم ہیں۔ خدا

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ　　انھیں عمل کے بدلے دیگا۔ اور خدا ظالموں سے محبت نہیں کرتا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مسیح کے متبعین کو منکرین پر یوم قیامت تک غالب رکھوں گا۔ پھر تمہارا رجوع میری طرف ہے۔ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرونگا۔ فیصلہ کے نتیجے میں منکروں کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا۔ اب یہ یوم قیامت جس میں خدا فیصلہ کریگا اور اس کے بعد منکروں کو دنیا میں عذاب دے گا اگر دنیا میں نہیں ہے تو پھر فیصلہ کے بعد دنیا میں عذاب دینا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ یہ آیت بہت ہی واضح ثبوت پیش کرتی ہے کہ یہ قیامت دنیا میں ہی ہوگی

اس آیت کا ترجمہ جناب مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنے ترجمۂ قرآن میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ تمہارے منکر ہیں روز قیامت تک۔ پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی سو میں تمہارے درمیان عملی فیصلہ کروں گا۔ ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے۔ تفصیل فیصلہ کی یہ ہے کہ جو لوگ ان اختلاف کرنیوالوں میں کافر تھے سو ان کو سخت سزا دونگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی"

مقصد یہ ہے کہ فیصلہ قیامت کے نتیجے میں منکروں کو دنیا میں بھی سزا ملیگی۔

یہ صاف اور بیّن ثبوت ہے کہ قیامت دنیا میں ہی ہوگی۔ ورنہ قیامت فنائے عالم ہو تو پھر فیصلۂ قیامت کے بعد عذاب دُنیا متصوّر ہی نہیں۔ یہ آیت قیامت کے اس مفہوم کے لیے جو ہم نے بیان کیا ہے زبردست دلیل ہے۔

پیغمبر کے ظہور کے وقت خدا فیصلہ کرتا ہے۔ وَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ۔

جب لوگوں کے پاس رسول آتا ہے ان میں سچا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس فیصلہ کے نتیجے میں خدائی احکام و دین کے منکروں کو دنیا میں بھی تنزّل و ادبار و ہلاکت کا عذاب نصیب ہوتا ہے اور آخرت یعنی مرنے کے بعد بھی عذاب ہوتا ہے۔

حقیقت کے شیدائیوں کو آزادی سے سوچنا چاہئے۔ آباء و اجداد کی تقلید میں مبتلا رہنے سے کبھی حقیقت کے اسرار منکشف نہیں ہوتے۔ جو آزادیٔ فکر سے کام لیتے ہیں آخرکار حق سے فائز ہوتے ہیں۔

بہائی کتابوں کا مطالعہ

گمان و یقین

(از جناب اسفندیار بختیاری کراچی)

یہ گمان نہ کیجئے کہ اگر آپ خدا سے غافل ہو گئے ہیں تو خدا بھی آپ سے غافل ہو گیا ہے۔ یقین کیجئے کہ خدا ہر وقت آپ کے خیالات اور اعمال سے باخبر ہے۔

یہ گمان نہ کیجئے کہ آپ خدا سے غافل ہو کر ناشائستہ اعمال کے مرتکب ہو گئے ہیں تو خدا بھی آپ کے گناہ سے غافل ہو کر آپ کو بے سزا چھوڑ دیگا۔ یقین کیجئے کہ ضرور سزا دیگا۔ ؎

ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد

یہ گمان نہ کیجئے کہ آپ نے جو گناہ دیدہ و دانستہ خدائی عفو و مغفرت کی امید پر کیا ہے آپ اس گناہ سے ضرور بری ہو جائیں گے یقین کیجئے کہ خدائی اوامر و نواہی جو پیغمبر وقت کے ذریعے دیئے جاتے ہیں ان سے بال برابر بھی تجاوز کرنا قابل مواخذہ ہے۔ اور ان کے متعلق باز پرس ہوگی

یہ گمان نہ کیجئے کہ حضرت آدم کے زمانہ میں بھی لوگ انسانیت کا دعوی کرتے ہوئے حضرت آدم سے بڑے خوش تھے۔ یقین کیجئے کہ لوگ اس وقت حضرت آدم سے بھی خوش نہ تھے۔ بلکہ عملاً انسانیت سے گریزاں تھے۔

ایں کہ می بینی خلاف آدم اند

نیستند آدم غلاف آدم اند

گمان نہ کیجئے کہ حضرت نوح کے زمانے میں لوگ اُن سے خوش تھے۔ یقین کیجئے اس وقت بھی لوگ اپنے باپ دادا کے عقیدوں اور کاموں کو ہی بہتر سمجھتے تھے۔ اور حضرت نوح پیغمبر کو برا کہتے اور تکلیف پہونچاتے تھے۔

گمان نہ کیجئے کہ لوگوں نے یہ سمجھنے کے بعد ہم نے حضرت آدم و نوح کی مخالفت میں غلطی کھائی ہے۔ حضرت ابراہیم کو بلا تامل قبول کر لیا تھا۔ بلکہ یقین کیجئے کہ پھر بھی لوگوں نے حضرت ابراہیم سے وہی برا سلوک کیا جو حضرت آدم و نوح سے کیا تھا۔

گمان نہ کیجئے کہ صرف حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ہی فرعون تھا۔ بلکہ یقین کیجئے کہ حضرت بہاء اللہ کے وقت میں بھی ایسے کئی فرعون تھے جنہوں نے امر حق کی مخالفت میں بہت زیادہ کوشش کیں

گمان نہ کیجئے کہ صرف وہی فرعون رسوائے جہان ہوا ہے جو حضرت موسیٰ کا مخالف تھا بلکہ یقین سے جانئے کہ حضرت بہاء اللہ کے مخالف فرعون کا بھی وہی انجام ہوا اور ہوگا۔

گمان نہ کیجئے کہ صرف یہودی حضرت مسیح کی مخالفت میں ٹھوکر کھا کر اوندھے گر گئے اور ہلاک ہو گئے بلکہ یقیناً حضرت بہاء اللہ کی مخالفت کرنے والے بھی اسی گڑھے میں گر گئے ہیں۔

گمان نہ کیجئے کہ صرف حضرت زرتشت ہی وہ آسمانی آگ لائے تھے جس نے ایرانیوں کے دلوں اور روحوں کو گرم کر دیا تھا بلکہ یقین کیجئے کہ تمام پیغمبر وہ آسمانی آگ لائے تھے جس کے ذریعے دنیا میں بہت سی

قوموں کے دل حرارت محبت سے گرم ہو گئے۔

گمان نہ کیجئے کہ جو آگ حضرت بہاءاللہ کے کلام کے آتشدان میں روشن ہے وہ حضرت زرتشت کی آگ سے کم نہیں ہے بلکہ یقین کیجئے کہ حضرت زرتشت کی آگ نے صرف ایران کو روشن کیا تھا اور حضرت بہاءاللہ کی آگ نے تمام دنیا کو روشن کر دیا ہے اور کر دے گی۔

گمان نہ کیجئے کہ جو باتیں اس مضمون میں کہی گئی ہیں وہ اگر آپ کو پسند نہیں تو بالکل بیکار ہیں۔ نہیں بلکہ لکھنے والے کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے اپنے فرائض کو سمجھ سکیں۔ جو کچھ عرض کیا گیا ہے صرف ہمدردی اور محبت سے کہا گیا ہے

ہوائی لڑائی

اُف کیا غضب ہو رہا ہے۔ موجودہ لڑائی کی خبریں سن کر بڑی حیرت ہو رہی ہے کہ انسان کس طرح انسان کو فنا کر رہا ہے۔ رات کو جو شہر بڑی شان سے آباد تھا صبح کو ویران و برباد ہو گیا۔ بسنے والے ہلاک ہو گئے۔

اگر ایک صدی پہلے کہا جاتا کہ آئندہ ایسی ہوائی لڑائی ہو گی کہ سپاہی ہوا میں اُڑتے ہوئے آسمان پر جنگ کریں گے اور فوجیں آسمان سے زمین پر اترا کرینگی تو یہ سن کر لوگ یقین نہ کرتے۔ مگر آج یہ واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں نہ صرف یہ کہ ہوا میں لڑائی ہوتی ہے اور سپاہی چھتریوں کے ذریعے اتر اتر کر زمین پر آتے ہیں بلکہ اس ہوائی لڑائی میں ایسی چیزیں ایجاد ہوئی ہیں جو ہوا میں پھیلا دی جائیں تو تمام ہوا زہریلی ہو جاتی ہے اور لوگوں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ لوگ بیہوش اور بے حس ہو جاتے ہیں یا بے اختیار رونے لگتے ہیں یا بے تحاشا ہنستے ہنستے بے دم ہو جاتے ہیں یا ایسا ہوتا ہے کہ زہریلی گیس سے ایک بادل سا بن جاتا ہے اور وہ جب کسی عمارت پر گرتا ہے تو آگ لگ جاتی ہے اور عمارت جل جاتی ہے۔ تمام آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہوا سے ایسے بم پھینکے جاتے ہیں جو زمین پر آکر تمام عمارت کو اڑا دیتے ہیں بلکہ جلا کر خاک سیاہ کر ڈالتے ہیں۔

یہ وہی بات ہے جو خداوند عالم نے کتاب مقدس بائبل میں فرمائی تھی کہ میں آخری زمانہ میں آسمان سے گندھک اور آگ برساؤنگا اور قرآن مجید کی سورہ دخان میں فرمایا تھا کہ ایسا وقت آنیوالا ہے جب فضا میں ایک کھلا دھواں چھا جائیگا وہ لوگوں کو گھیر لیگا۔ یہ دردناک دکھ ہوگا۔ موجودہ جنگ کے واقعات نے خدائی پیشگوئیوں کو ہمارے سامنے مجسّم کر کے رکھدیا ہے۔ ایک زمانہ میں ایسی پیشگوئیوں کی تاویلات کیجاتی تھیں مگر اب کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ صریح۔ صریح واقعات نمودار ہیں اور پیشگوئیاں لفظی طور پر بلا تاویل واقعات بن کر پوری ہو رہی ہیں۔ چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ جنگ کی نسبت یہ کہنا بجا ہے کہ واقعی دوزخ بھڑک رہی ہے اور نفوس انسانی پیشگوئی کی مانند اسمیں گر گر کر فنا ہو رہے ہیں۔

(۲) ہوائی لڑائی

آہ - یہ ہوائی لڑائی کیسی خطرناک اور ہولناک ہے لیکن اس لڑائی کی ماں ایک اور ہوائی لڑائی ہے جو پہلے سے سرزمین پر موجود تھی یعنی ہوا و ہوس کی لڑائی جس کی آگ دلوں میں لگی ہوئی تھی - اگر ہوا و ہوس نہ ہوتی تو انسان اس بے دردی سے انسانوں کا خون نہ کرتے - ہوا کے معنی نفسانی خواہش بھی ہیں - سو در اصل نفسانی خواہش ہی وہ خطرناک آگ ہے جس نے نئی نئی چیزیں پیدا کر دی ہیں - ہوا و ہوس ہی نے غرور اور تعصب کے آتشین اسلحہ پیدا کر دیے ہیں - ہوا و ہوس نے ہی یہ ساری بربادی پھیلا رکھی ہے - ہوا و ہوس کی آگ سے گرم ہو کر انسان دوسرے انسانوں کو مغلوب کرتا، لوٹتا اور تباہ و برباد کرتا ہے - انسان ایسے خطرناک کام جبھی کرتا ہے جب نفس ناری اسے بگولہ بنا دیتا ہے وہ دوسروں کو ہلاک کر کے خوش ہوتا ہے وہ دوسروں کو تباہ کر کے فخر کرتا ہے - در اصل ہوائی لڑائی جو اب پیدا ہوئی ہے وہ اس ہوائی لڑائی یعنی ہوا و ہوس کی جنگ کا ایک اثر اور ثمر ہے جو قلوب انسانی کے اندر زہریلی گیس پیدا کر چکی تھی۔

(۳) ہوائی لڑائی

افسوس ہوائی لڑائی یعنی ہوا و ہوس کی جنگ ایسی عالمگیر ہے کہ کوئی قوم کوئی ملک، کوئی سوسائٹی - کوئی انجمن - کوئی مسجد و مندر، کوئی کوچہ و بازار بلکہ کوئی گھر اس نفسانی لڑائی کے زہریلے اثر سے بچا ہوا نہیں ہے - ہر جگہ نفسا نفسی کی پکار ہے، ہر شخص اپنے فائدے کے لئے دوسروں کو نقصان پہونچانا اپنا اصولی فرض سمجھتا ہے - گھر گھر میں صبح سے شام تک غیبتوں، بہتانوں اور برے خیالوں کی لہریں چلتی ہیں، یہ لہریں مادی زہریلی گیسوں سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ وہ زہریلی گیس اگر جسموں کو ہلاک کرتی ہیں تو یہ زہریلی گیسیں روحوں کو ہلاک کرتی ہیں - مادی زہریلی گیسیں اگر ایک خاص وقت میں چھوڑی جاتی ہیں تو برے خیالات کی زہریلی گیسیں ہر وقت جاری رہتی ہیں مادی گیسیں اگر ایک ملک یا ایک شہر پر چھوڑی جاتی ہیں تو یہ روحانی گیسیں ہر ملک اور ہر شہر بلکہ ہر گھر میں برابر پھیلائی جا رہی ہیں - اور ہر زندہ انسان کا دم گھٹ رہا ہے لیکن جو روحانی مردے ہیں ان کے نزدیک کوئی بات نہیں، کیونکہ ان کی حس باطل ہو چکی ہے - عجیب بات ہے کہ ان روحانی زہریلی گیسوں کی ہولناکی سے لوگ اکثر غافل ہیں بلکہ بسا اوقات ان کو انصاف، انتظام اور مذہب کے نام سے پھیلایا جا رہا ہے -

(۴) ہوائی لڑائی

ہوائی باتیں یعنی بے بنیاد باتیں - اسی طرح لڑائی جن باتوں پر ہو رہی ہے وہ نری ہوائی ہیں - ملک یا زمین کے لئے لڑائی ہوتی ہے - زمین خود انسان کو کھا جاتی ہے، غلبہ اور بڑائی کے لئے لڑائی ہوتی ہے جس کا ایک دن مٹ جانا ضروری ہے - غالب ہونے والے یقیناً ایک دن فنا ہو جاتے ہیں اور سب غلبہ خاک میں مل جاتا ہے - غرضیکہ لڑائی خواہ بادشاہوں کی ہو - خواہ غریبوں کی - قوموں کی لڑائی ہو یا شخصوں کی اس کی بنیاد صرف ہوائی ہے - جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہاں باہمی محبت ضرور ایک حقیقی چٹان ہے - اتحاد و اتفاق ایک زبردست بنیاد ہے - اس کے لئے جدوجہد کرنا انسان کا فرض ہے - یہی زندگی کی روح اور روح کی زندگی ہے -

---

سید محفوظ الحق علمی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیامبر - نئی دہلی سے شائع کیا۔

تبلیغ ونداء

"اے اہل بہاء اپنے پروردگار کے امر کی تبلیغ کرتے رہو۔ خدا نے ہر فرد پر اپنے پیغام کی تبلیغ فرض قرار دی ہے۔ اور یہ سب اعمال سے محبوب ترین اور بلند عمل ہے۔"

"خدا کی قسم تم اس بڑی خبر کا ذکر کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔"

"کہدو آج ٹھہرے رہنے کا دن نہیں ہے۔ مبارک ہے وہ جس نے اُفق اعلیٰ سے ندا سنی اور بول اُٹھا کہ اے میرے پروردگار رحمن میں حاضر ہوں۔"

"کہدو اُس کے لئے جو اس ہوا میں پرواز کرنا چاہتا ہے یہ ندا پرِ پرواز ہے اور عالم ہستی والوں کے لئے چراغ ہے اہل کائنات کے لئے تیرے پروردگار کی فرات رحمت ہے یہ ندا بیمار دل کے لئے شفا ہے۔ زندہ درگور کے لئے حیاتِ تازہ ہے۔ مبارک ہے وہ جس نے قبلۂ آفاق کی طرف متوجہ ہوکر اس ندا کو دل کے کان سے سنا۔"

(کتاب مبین صفحہ ۱۷۰)

اگر آپ روح کی غذا چاہتے ہیں تو امر اللہ کی ندا سنئے اور دوسروں کو سنائیے، اس سے روح تازہ اور زندہ ہوگی۔ روحانی کیف و سرور حاصل ہوگا۔ دل میں طاقت پیدا ہوگی۔

تبلیغ یا نداء سب سے بڑی قوتِ حیات ہے۔ جو دلوں کو توانا اور روحوں کو تندرست کر دیتی ہے۔ جب آپ دوسروں کو تبلیغ کرینگے تو آپ روح القدس کی تاثیرات پائیں گے۔ اور روحانی زندگی میں ترقی کرتے جائینگے۔

صداقت کی ندا بلند کرنا انسان کا سب سے بڑا کام ہے۔ خدا نے اُسے انسانیت کا مقام اسی لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ حق کی نمائندگی کرے۔ کان اس لئے دئے ہیں کہ وہ آوازِ حق سُنے۔ زبان اس لئے دی ہے کہ وہ صدائے حق بلند کرے۔ دل و دماغ اسی لئے بنائے ہیں کہ انسان حق و حقیقت کو سمجھے اور سمجھائے۔ انسان کے وجود کی سب سے بڑی غایت یہی ہے کہ وہ حق شناسی و حق پرستی کے مقام پر فائز ہو۔

انسان کے درختِ وجود کا پھل۔ محبت۔ صدق و صفا۔ حق کہنا اور حق سننا ہے۔ جو درخت پھل نہیں لاتا وہ کاٹا جاتا ہے اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوموں نے سچائی کی تبلیغ چھوڑدی ہے۔ وہ خشک ہوگئی ہیں ان کی روحیں بھوکی رہ رہ کر مر چکی ہے۔

آزمانے والے آزما چکے ہیں کہ جب انسان سچے دل سے سچائی کی تبلیغ میں کوشش کرتا ہے تو اس کی ذاتی اصلاح بھی ہوتی جاتی ہے۔

تمام روحانی بیماریاں آہستہ آہستہ دور ہوجاتی ہیں، ہر ایک روحانی بیماری کا علاج تبلیغ میں مضمر ہے بشرطیکہ تبلیغ خلوص نیت سے ہو اچھی باتوں کی نصیحت کرتے ہوئے خود نصیحت کرنے والے کے دل پر بھی اچھے اثرات پڑتے ہیں

جب انسان سچائی کی تبلیغ میں لگا رہتا ہے تو اس میں بہت سی صفات کمال پیدا ہوجاتی ہیں۔ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے، شجاعت پیدا ہوجاتی ہے، استقلال پیدا ہوجاتا ہے، ملنساری پیدا ہوجاتی ہے، فہم وذکا ترقی کرتی ہے۔ پاکیزگی خیال پیدا ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اگر انسان حق وحقیقت کی تبلیغ وندا پر مستقیم رہے تو بہترین صفاتِ کمال کا مالک بنجاتا ہے، اور اعلیٰ ترین ثمرات زندگی حاصل کرتا ہے۔!

امر الٰہی کی تبلیغ ذرہ کو آفتاب بناتی ہے ملاحظہ کیجئے پطرس ہفتہ کے دن بھی شمار نہ کرسکتے تھے جب حضرت مسیح پر ایمان لاکر تبلیغ میں مصروف ہوئے اور خلوص دل سے کام کیا تو حضرت مسیح نے پطرس کو اپنی کلیسا کا سنگ بنیاد قرار دیا۔ اور آج مسیحی دنیا میں پطرس ایک آفتاب عزت بنکر چمک رہا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور بادشاہوں کو بھی وہ شان ورفعت نصیب نہیں ہوئی جو خدمت امر حق کیوجہ سے پطرس کو نصیب ہوئی۔ اگر آپ بھی اپنے ذرہ وجود کو آفتاب عالمتاب بنا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ خدا کی آواز پر لبیک کہئے اور ندائے حق بلند کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوجائے۔

آپ کسی دین ومذہب سے بھی تعلق رکھتے ہوں، اخلاص سے کام کیجئے اصول دین ایک مشترک حقیقت ہیں۔ اصول الٰہی سب کو سنا دیجئے اور سمجھا دیجئے۔ یقیناً آپ کی زندگی میں مبارک انقلاب پیدا ہوگا۔ اور آپ منزل مقصود کے قریب تر ہوتے جائیں گے

ہم نے بھی تبلیغ وندائے حق پہلے کو کب ہند کی بارہ جلدیں شائع کی تھیں۔ پھر بہائی میگزین کی چھ جلدیں طبع ونشر کیں اب "پیامبر" کی صورت میں اسی مقصد عظیم کی خدمت کرینگے امید ہے کہ بہت سے مستعد نفوس فائدہ اٹھائیں گے۔ ہم خلوص نیت سے خدمت کرتے چلے جارہے ہیں۔ اس کے ثمرات ضرور بڑے پیمانہ پر نمودار ہوں گے۔

خدا کے فضل سے ہوا یہ جلوہ گر پیامبر
سنائے گا جہاں کو نئی خبر پیامبر
یہ اک نئی نوید ہے کہ دورۂ جدید ہے
بنائیگا نئے دل وجگر پیامبر
ہر ایک کو بلائے گا پیام حق سنائے گا
ہر ایک سمت جائیگا۔ اِدھر اُدھر پیامبر
نئی ادائے خاص سے، نئی تجلیات سے
دلوں پہ کر دکھائے گا نیا اثر پیامبر



دِلوں کی اِصلاح انسانی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے

دنیا ترقی کر رہی ہے۔ پہلے سے بہت آگے نکل آئی۔ نئے مادی اسباب و آلات نے حالات کو بدل دیا ہے۔ زمین پر چلنے والا انسان آسمان پر پرواز کر رہا ہے۔ گھر بیٹھے بیٹھے مشرق و مغرب کی باتیں سن رہا ہے نئی نئی ایجادات نے عالم کا نقشہ بدل کر رکھدیا ہے۔ یہ سب کچھ انسان کے دماغی و ذہنی ارتقا کا ظہور ہے، دماغی ترقی تو اس قدر ہوئی جس کا کسی کو انکار نہیں، تو کیا اب دل کی دنیا میں کچھ انقلاب ہونا چاہئے بے شک سائنس اور علوم و فنون نے دماغ انسانی کو بہترین ترقی کے مقام پر پہونچا یا ہے۔ لیکن دل کا بنانا سائنس کا کام نہیں ہے نیچرل طور پر قطعاً ضروری ہے کہ جب نوع انسان کے دماغ نے کافی ترقی کی ہے تو انسان کے دل کو بھی ترقی کرنی چاہئے۔ دماغی ترقی نے ہزاروں آلات ایسے پیدا کر دے۔ جن سے انسان بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن اگر دل ٹھیک نہیں ہے تو ان آلات کو بربادی و ہلاکت کا ذریعہ بنا لیگا۔ مثلاً ہوائی جہاز کو ہی لیجئے جس کے ذریعے انسان تجارتی و معاشرتی تعلقات بڑھا کر دنیا کو فائدہ پہونچا سکتا ہے مگر دل کے خراب ہونے کی وجہ سے اسی ہوائی جہاز کو انسانوں پر آسمان سے زہریلی گیس۔ بم اور آگ برسانے کے لئے استعمال کرتا ہے اور تباہ کاری کا وہ ہولناک منظر پیش کرتا ہے جسکی مثال چشم عالم نے ابھی تک نہ دیکھی تھی۔

یہ ساری خرابی صرف اسی لئے ہے کہ دماغ تو ترقی کر گیا لیکن دل نہایت پست حالت میں ہے۔ دل درندگی و خونخواری کے جذبات سے بھرا ہوا ہے اور جب تک دماغ کی ترقی کیا تھ دل بھی ترقی نہ کرے دنیا میں فساد مچا رہیگا۔

اس لئے آج دنیا کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ انسان کے دل کو صحیح معنیٰ میں انسان کا دل بنا یا جائے۔ فطرت پکارتی ہے کہ جب دماغی ترقی ہوئی ہے تو دل کی ترقی کیوں نہ ہو۔ قدرت جواب دیتی ہے بیشک بیشک دل کی ترقی ہونی چاہئے اور لازماً جس چیز کی ضرورت ہے قدرت اسے مہیا کرتی ہے۔ دل کی اصلاح و ترقی انسانی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ کیا اس ضرورت کو قدرت پورا نہ کرگی۔

دل کی اصلاح و ترقی کا کام بادشاہوں کے بس کا نہیں ہے وہ تو خود محتاج اصلاح ہیں۔ اور نہ یہ کام فلسفیوں اور منطقیوں کا ہے وہ تو تخیلات کی اُدھیڑبن میں لگے ہوئے ہیں ان کے دل خود اصلاح یافتہ نہیں۔ اور یہ کام مولویوں۔ پنڈتوں۔ پادریوں اور دستوروں سے بھی نہیں ہوسکتا۔ وہ چند ظاہری رسموں میں پابند ہیں اور باہمی منافرت میں گرفتار ہیں:۔

دل کی اصلاح و ترقی کا کام صرف خدا کے ہاتھ میں ہے خدا اپنے پیغمبر کو بھیجکر اُسے طبیب روحانی بناتا ہے اور اس کے ذریعے دلوں کی اصلاح و ترقی کا کام کرتا ہے۔ جو لوگ خدائی تربیت قبول کرتے ہیں ان کے دل درست ہو جاتے ہیں۔ خدا اپنا کلام نازل کرتا ہے اور اس میں شفا بخش تاثیر رکھدیتا ہے جو لوگ اس کلام الٰہی کو توجہ سے سنتے اور قبول کرتے ہیں۔ ان کے دل پاک اور قوی ہو جاتے ہیں:۔

اب ہم تمام انسانی برادری کو مژدہ سناتے ہیں کہ رب العلمین نے اس دور ترقی میں دلوں کے بنانے کا کام بھی بڑی خوبی سے کیا ہے حضرت بہاءاللہ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ الہی قوت سے دلوں کو درست کریں اور انسانی دنیا کا مقصد عظیم حاصل ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ دلوں کے بنانے کا کام خوبی کیساتھ ہو رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسان جو تعصب و نفرت میں ڈوبے ہوئے تھے اس مہلک بلا سے نجات پا گئے ان کے دل پاک ہو گئے اب وہ محبت و الفت سے لبریز ہیں وہ دن رات کوشش کر رہے ہیں کہ دنیا سے کجدلی کا خاتمہ ہو۔ اور سب لوگ ایک زندہ اور پاکیزہ دل حاصل کریں الغرض دن رات یہی دھن ہے اور دنیا میں کوئی دن ایسا نیا دن نہیں ہوتا جب کہ بہت سے دل نئی زندگی و ترقی حاصل نہ کر لیتے ہوں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس پاک عمل میں شریک ہیں۔

آسمان کی باتیں

نعیم اور سلیم دونوں نہایت سنجیدہ نوجوان ہیں۔ کالج میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان کا گھرانہ مذہبی عالموں کا خاندان ہے جہاں اکثر مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی۔ نعیم و سلیم بھی ایسی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہیں

ایک دن خاندان کے بزرگ مولینا شاہ رفیع الدین صاحب اپنی مسند پر تشریف رکھتے تھے۔ چند معزز حضرات تشریف لائے اور سلام و ادب کے بعد بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا۔

"حضور آج عجیب واقعہ پیش آیا پروفیسر حمید الدین صاحب کے مکان پر ایک صاحب مہمان آئے ہوئے ہیں آج مذہبی گفتگو کے سلسلہ میں انہوں نے فرمایا کہ آسمان جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ صرف فضا کا نام ہے اور یہ نیلا نیلا جو نظر آتا ہے نقطہ حد نظر ہے اور کچھ بھی نہیں پھر یہ کہنا کہ معراج میں حضرت رسول آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ یا حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں۔ یا حضرت الیاہ آسمان پر چلے گئے تھے۔ سب فضول باتیں ہیں:

شاہ صاحب نے یہ باتیں سن کر فرمایا کہ آزادی کا زمانہ ہے جو شخص جو کچھ چاہتا ہے کہدیتا ہے نئی نئی باتیں کرنا آجکل عقلمندی کا نشان قرار پایا ہے خواہ وہ باتیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ قران و حدیث میں صاف صاف آسمانوں کا ذکر ہے۔ تمام سلف صالحین مانتے چلے آئے ہیں مگر نئے فلسفے کے شیدائی ایسی مسلمہ باتوں کا انکار کرنا بڑی دانائی سمجھتے ہیں۔ ہوشیار رہنا چاہئے ایسے لوگوں کی باتیں سننے سے عقیدے خراب ہو جاتے ہیں آپ لوگوں کو وہاں سے جلد اٹھ آنا چاہیئے تھا"

ان حضرات نے فوراً ہی کہا۔ جی ہاں حضور ہم وہاں سے جلد ہی اُٹھ آئے۔

(۲)

نعیم و سلیم بھی اس مجلس میں موجود تھے اور یہ تمام گفتگو سن رہے تھے چند منٹ بعد دونوں خاموشی کے ساتھ وہاں سے اُٹھکر باہر چلے گئے دار المطالعہ میں جا کر کتب بینی میں معروف ہو گئے۔ نعیم نے جس

کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ چند ورق پڑھنے کے بعد سر اٹھایا اور سلیم سے کہا کہ بھائی اتفاق سے اس کتاب میں کچھ تھوڑی سی بحث آسمان کے بارے میں آگئی ہے آج ہی اس پر کچھ تذکرہ مجلس میں ہو رہا تھا اور معلوم ہوا تھا کہ ڈپٹی حمید الدین کے مکان پر ایک صاحب مہمان آئے ہوئے ہیں جو آسمان کے بارے میں بہت کچھ فرماتے ہیں، بہتر ہے کہ پروفیسر صاحب کے مکان پر چل کر ان صاحب سے ملاقات کریں اور آسمان کے بارے میں کچھ گفتگو کریں۔ سلیم نے کہا ضرور چلئے ایسے مسائل کی تحقیق لازم ہے۔ حضرت قبلہ نے جو کچھ ان لوگوں سے فرمایا وہ بزرگانہ نصیحتیں ضرور تھیں لیکن آزاد خیال لوگوں کو ایسی باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا وہ تو اس قسم کی باتیں سن کر کہدیتے ہیں کہ یہ لوگ اولڈ فیشن ہیں اور بے دلیل باتوں کو ماننا ان کی عادت ہے۔ اور واقعی اگر کسی ایسے ہی شخص سے گفتگو کرنا پڑے تو ہم اُسے صرف پُرانے بزرگوں کا حوالہ دیکر مطمئن نہیں کر سکتے۔ اور نہ قران و حدیث کا نام لیکر تسلی کر سکتے ہیں وہ تو آزادی سے کہدیتا ہے کہ میاں ہم کوئی حضرت قبلہ شاہ صاحب کے مرید تو ہیں نہیں جو ان کی بات بے چون و چرا تسلیم کر کے چپ ہو جائیں۔ قران حدیث کا صرف نام لینا ہی ہمیں مرعوب نہیں کر سکتا۔ ہم بھی قران و حدیث کو سمجھ سکتے ہیں

(۳)

ڈپٹی حمید الدین صاحب کا مکان چھ بجے شام

فہیم و سلیم اُس معزز مہمان پروفیسر سے گفتگو کر رہے ہیں۔

مہمان پروفیسر نے کہا آسمان کے متعلق میرا تو یہی خیال ہے کہ یہ صرف حد نظر ہے اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ٹھوس یا دلدار چیز ہے۔ یہ بات کسی کلام الٰہی سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ عقل و تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے۔ بے ثبوت بات کو مان لینا ہی زبردست غلطی ہے۔

فہیم! بیشک بے ثبوت بات کو مان لینا غلطی ہے مگر آسمان کا وجود تو بے ثبوت بات نہیں۔

پروفیسر! تو آسمان کا کیا ثبوت ہے؟

فہیم - یہ جو نیلی نیلی پھیلی ہوئی چیز ہمیں اوپر نظر آتی ہے۔ یہی آسمان ہے

پروفیسر - یہ تو فضا ہے۔ چونکہ ہماری حد نظر ایک حد تک جا کر رہ جاتی ہے وہی حد نظر ہے اسی کو لوگوں نے آسمان کہدیا اور پھر یہ بھی فرض کر لیا کہ وہ ٹھوس ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ فضا کیا ٹھوس ہوگی؟

فہیم! یونانی فلاسفہ کہتے ہیں کہ آسمان ایک ٹھوس چیز ہے اور تلے اوپر نو آسمان ہیں۔

پروفیسر - یہ عجیب بات ہے یونانی لوگوں نے رصدگاہ میں یہ دیکھ لیا کہ آسمان ہے وہ بھی نیلگوں حد نظر تھی۔ اچھا رصدگاہ میں پہلا آسمان دیکھ لیا تو اب بتائیے کہ جب آسمان ٹھوس چیز ہے تو پہلے آسمان کے اوپر دوسرا اور تیسرا الخ آسمان تک انھوں نے کیسے دیکھ لیا خود اسی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فلاسفروں کا خیال بے دلیل ہے

فہیم - اگر یہ نیلگوں چیز صرف حد نظر ہے تو مہربانی کر کے یہ بتائیے کہ دریا کے پانی میں ہمیں اس نیلگوں چیز کا عکس کیوں نظر آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آسمان ایک واقعی چیز ہے۔ جس کا عکس پانی میں نظر آتا ہے۔ صرف ہماری حد نظر نہیں:۔

پروفیسر - عکس نظر آنے کے متعلق عرض ہے کہ فضا میں چونکہ غبار اڑتا رہتا ہے جو رقیق ابر کی طرح سے اپنا عکس پانی میں ڈالتا ہے کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب فضا میں کثیف غبار زیادہ پھیلا ہوتا ہے تو پانی میں مٹیالے رنگ کا عکس پڑتا ہے اور جب کہر ہوتا ہے تو اس کا عکس پانی میں نظر آتا ہے۔

فہیم - قران مجید میں لفظ سماء اور سموات بار بار آتا ہے اس سے مراد آسمان نہیں تو اور کیا ہے۔

پروفیسر! بے شک "سماء" اور "سموات" قران مجید میں بار بار

آتے ہیں لیکن غور طلب بات کہ اس سے مراد آسمان اس مفہوم میں کہ وہ کوئی ٹھوس چیز ہے کس طرح ثابت ہے؟

نہیم: - اگر یہ نہیں تو اور کیا ہے؟

پروفیسر: "کلّ ما علاک فہو سماء"

عربی زبان میں ہر اونچی چیز کو سماء کہتے ہیں حتیٰ کہ جوتے کے اوپر والے حصّے کو "سماء النعل" کہتے ہیں یعنی جوتے کا آسمان اور تلے کو ارض النعل کہتے ہیں یعنی جوتے کی زمین۔ اس لحاظ سے قرآن مجید میں سماء بہت سی اونچی چیزوں پر اطلاق ہوا ہے مثلاً بادل کو سماء کہا ہے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بادل سے خدا نے پانی اتارا۔ ظاہر ہے کہ بادل سے ہی پانی برستا ہے۔ اسی طرح "سموات" کا اطلاق اُن بلند کرّوں پر ہوا ہے جو فضا میں موجود ہیں اور وہ بے شمار ہیں اسی طرح اور بھی اطلاقات ہیں!

نہیم! یہ جو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے کیا یہ درست نہیں!

پروفیسر جب آسمان زمین کی طرح کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ صرف خالی فضا ہے تو فضا میں کسی کا اٹھایا جانا اور رہنا بے معنیٰ ہے اور کسی کلام الٰہی میں ایسا لکھا بھی نہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے

نہیم: - قرآن مجید میں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ - خدا نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا - اور تفسیروں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں۔

پروفیسر: - تو کیا خدا آسمان پر بیٹھا ہے - اگر ایسا مانا جائے تو خدا کا مجسّم اور محدود ہونا لازم آتا ہے جو بالکل صریح غلط اور ناقابل تسلیم ہے - کیونکہ اگر خدا کہیں آسمان یا عرش پر بیٹھا ہے تو اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ وہ محدود و مجسّم ہے اور جو محدود و مجسّم ہے وہ مرکب ہے اور جو مرکب ہے وہ حادث ہے - اس عقیدہ سے خدا کا حادث ہونا لازم آتا ہے جو قطعًا اور یقینًا غلط ہے۔

حضرت عیسیٰ کا آسمان پر ہونا ایسا ہی ہے جیسے اور سب پیغمبروں کا آسمان میں ہونا حضرت عیسیٰ نے انجیل میں صاف فیصلہ فرما دیا ہے کہ آسمان پر کوئی نہیں جا سکتا بجز اس کے جو آسمان سے آیا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس فرضی آسمان سے نہیں آئے تھے جو لوگوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ زمین پر رہتے ہوئے وہ اپنے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے کہ اب بھی ابن آدم آسمان میں ہے۔

یہ باتیں نہایت قابل غور ہیں - آئندہ کسی وقت یہ بھی عرض کروں گا کہ کلام الٰہی میں سماء اور سموات سے کیا حقیقت مقصود ہے - چونکہ یہ ایک گہرا اور زبردست مسئلہ ہے اس لئے ذرا تفصیل کی ضرورت ہوگی:-

معاصرین کرام کی خدمت میں

رسالہ پیامبر جلد اول نمبر اول حاضر خدمت ہے - امید ہے کہ معاصرین کرام کشادہ دلی سے اس پر ریویو فرمائیں گے اور تبادلے میں اپنے پرچے بھی ارسال فرمائیں گے - کوئی معاصر اگر پیامبر میں سے کوئی مضمون نقل کرنا چاہے تو ہماری طرف سے بخوشی اجازت ہے اگر کسی مضمون پر تنقید کی جائے تو ہم فراخ دلی سے سنیں گے - اور اگر ضرورت ہوئی تو مزید تبادلہ افکار بھی کریں گے۔

جس پرچے میں ریویو - یا تنقید ہو وہ ضرور دفتر پیامبر میں بھیجا جائے ہم بھی وقتًا فوقتًا معاصر رسالوں پر نقد و نظر کرتے رہیں گے آپ دیکھیں گے کہ ہمارا رویہ کس قدر خوشگوار ثابت ہوگا جو محبت و مسرت ہی کا موجب بنے گا۔

رسالہ پیامبر - پوسٹ بکس نمبر ۱۹

نئی دہلی۔

روحانیت و مادّیت

روحانی آدمی! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انسان دنیا میں خواہ کتنا ہی عیش و آرام کھانے پینے میں کامیاب ہو لیکن اس کی روح۔ بیداری۔ نیکوکاری۔ ہمدردی وغیرہ اعلیٰ صفات سے خالی ہو تو ایسا شخص صرف ایک خول ہے۔ یا یوں کہئے کہ ایک جسم بے جان ہے۔ روحانیت کے بغیر انسان صحیح معنیٰ میں انسان نہیں۔

مادی شخص:- میرے خیال میں یہ سب باتیں فضول ہیں کھانا پینا آرام و عزت سے رہنا یہی ماحصل زندگی ہے روحانیت ایک لفظ بے معنیٰ ہے۔ آجکل دیکھئے کیسی کیسی نئی ایجادات ہو رہی ہیں۔ جو انسان کی آسایش کا وہ سامان فراہم کرتی ہیں۔ جسے پہلے بڑے بڑے بادشاہوں نے بھی نہ دیکھا تھا۔

روحانی! ایجادات جو انسان کی ہمدردی اور بہبودی میں کام آ رہی ہیں وہ بہت مبارک ہیں جو چیزیں انسان کی صفاتِ انسانیت کو زندہ و پایندہ بناتی ہیں وہ روحانی امور کی مخالف نہیں بلکہ مددگار ہیں، ہاں جو چیزیں انسان کی انسانیت کو ضائع کر دیں وہ روحانی زندگی کی دشمن ہیں۔ ملاحظہ کیجئے سائنس کی وہ ایجادات جو عالم انسانی کو ہلاک و تباہ کرنے کے لئے جاری کی گئی ہیں کس قدر خطرناک ہیں۔

مادی! اور یہ آپ کے روحانی لوگ جو مسجدوں۔ مندروں۔ گرجوں اور مدرسوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور دن رات باہمی کفر بازی میں لگے ہوئے ہیں ذرا ذرا سی بات پر بائیکاٹ کا فتویٰ لگا کر لوگوں میں پھوٹ ڈالتے رہتے ہیں۔ کیا یہ ہلاکت و بربادی نہیں پھیلاتے؟

روحانی! انصاف کی نظر میں یہ لوگ بھی روحانی نہیں۔ روحانیت کے جھوٹے دعویدار ہیں

مادی۔ پھر روحانی لوگ کون ہیں؟

روحانی:- وہ جو پاک دل رکھتے ہیں نوع انسان کی خدمت و ہمدردی میں مصروف ہیں۔ خدا کے امر پر عامل ہیں

مادی:- خوب کماؤ خوب کھاؤ۔ اس سے بڑھکر اور کچھ روحانیت نہیں:-

روحانی:- خوب کمانا اور خوب کھانا بُری بات نہیں ہے۔ مگر خوب کمانے اور خوب کھانے میں اگر انسان اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ کس طریقہ سے کما رہا ہے۔ جائز ہے یا ناجائز تو ایسا کمانا اور کھانا آگ ہے:-

مادی! ایک انسان محنت کرتا ہے اور کھاتا ہے۔ اس میں کیا اعتراض ہے۔

روحانی:- صحیح عمل پر تو کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں کھانے کمانے میں اگر دوسروں کو ستایا جائے اور ناجائز طور پر پیسہ پیدا کیا جائے تو یہ بُرا ہے۔ مثلاً تجارت میں کم تول کر دینا۔ خراب چیز دینا۔ دام زیادہ لے لینا۔ ملازمت میں رشوت لینا یا اور کسی طرح سے کسی کا مال لے لینا۔ یہ کھانا کمانا انسان کے لئے روحانی موت کا ذریعہ ہے!

مادی:- جناب یہ تو اپنی اپنی ہوشیاری ہے

روحانی:- دراصل یہ ہوشیاری نہیں عیاری ہے جو انسان کے لئے نہایت قابل شرم ہے۔

مادی:- شرم کیجئے اور مرتے رہئے دنیا تو ایک میدان جنگ ہے

جو اپنی چالاکی سے بازی لے گیا وہ جیت گیا۔

روحانی:- ایسے ہی خیالات کو ہم مادہ پرستی کہتے ہیں اور جب تک دلوں میں ایسے خیالات ہیں دنیا میں امن و امان نہیں ہوگا۔

مادی:- آپ دیکھتے نہیں کس زور کی جنگ ہو رہی ہے اور کیسی توت سے لوگ اپنے آپ کو غالب اور دوسروں کو مغلوب کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

روحانی:- کیا یہ غلبہ جو ظلم و جور سے کیا جاتا ہے کوئی حقیقت رکھتا ہے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ اور ان کی فوجیں جس زمین کے ٹکڑے کے لئے بے شمار انسانوں کو خاک میں ملاتی ہیں وہی زمین غلبہ حاصل کرنے والوں کو بھی کھا جاتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ہزاروں لاکھوں بادشاہ ہوگئے اور دوسروں کو ہلاک کرکے خود بھی ہلاک ہوگئے

مادی:- یہ تو زندگی کی جدوجہد ہے۔

روحانی:- زندگی تو محبت و اتحاد میں ہے اور قتل و غارت۔ دغا۔ فریب ہلاکتیں ہیں۔ مادہ پرست لوگ اسی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ زندگی کی جدوجہد کے نام سے ہلاکت برپا کرنا کیسا خوفناک کام ہے یہی تو غضب ہے کہ دنیا میں الفاظ کے نام سے ظلم۔ محبت کے نام سے فریب۔ مذہب کے نام سے بیدینی۔ تجارت کے نام سے لوٹ مار ہو رہی ہے۔ روحانی لوگ سمجھاتے ہیں تو کوئی نہیں سمجھتا۔

مادی:- ایسی روحانی باتوں کو اگر سنا جائے تو بھوکا مرنا پڑتا ہے۔

روحانی:- یہ غلط ہے ایمانداری سے کام کرکے انسان بہترین زندگی گذار سکتا ہے جو سوداگر ایمانداری میں مشہور و مسلم ہو جاتے ہیں وہ بڑی خوبی سے اپنے کاروبار میں کامیاب ہوتے ہیں

مادی:- کوئی ایسا ہوتا ہوگا۔

روحانی:- اچھا اگر بہت سے لوگ یا سب لوگ ایمانداری سے کام کرنے والے ہو جائیں تو کیسا ہے ؟

مادی:- اگر ہو جائیں تو اچھا ہی ہے۔

روحانی:- جب ایماندارانہ پاک زندگی اچھی ہے تو اس کے لئے سب کو جدوجہد کرنی چاہئے۔ اور جب ہمارا ضمیر ایمانداری کی زندگی کو اچھا سمجھتا ہے تو معلوم ہوا کہ ایمانداری کی خواہش ہمارے لئے نیچرل اور فطری خواہش ہے۔ نیچرل اور فطری امور کو قائم کرنے سے ہی دنیا میں سچی راحت میسر ہو سکتی ہے۔ ورنہ ایذا رسانی، قتل و غارت ہی کا بازار گرم رہے گا۔

مادی:- صاحب بات یہ ہے کہ تنازع للبقا کا مسئلہ بالکل درست ہے یعنی اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے دوسروں کو ہضم کر جانا جیسے بڑی مچھلیاں دریا میں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں

روحانی:- مادہ پرست لوگوں کا یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ اپنی زندگی کے لئے دوسروں کو نقصان پہونچانا یہ پست فطرتی ہے۔ ہزاروں پرند اور جانور ایسے ہیں جو اپنے بچوں اور اپنے جنس کے جانوروں کے لئے سخت سے سخت قربانی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی جان بھی دیدیتے ہیں۔ تو انسان کو ذرا اونچی نظر کرکے بلند صفات کی چیزوں کو بھی دیکھنا چاہئے۔ ہمیشہ پست چیزوں کی پیروی اور پست خیالات کی تقلید ہی مادہ پرست بناتی ہے۔ انسان کا مقام بہت بلند ہے۔ محبت ایثار قربانی۔ اتحاد۔ نیکی۔ صداقت۔ شجاعت وغیرہ اس کی اعلیٰ صفات ہیں۔ انہیں اختیار کرنا انسان کی شان امتیاز ہے:۔

مزدور اور سرمایہ دار کا مکالمہ

مزدور
مفلس ہوں تنگدست ہوں اور فاقہ مست ہوں
سرمایہ دار قوم کے ہاتھوں سے پست ہوں

سرمایہ دار
افسوس کچھ نہیں ہے۔ یہ قسمت کی بات ہے
تقدیر سے لڑائی۔ نری واہیات ہے

مزدور
قسمت نہیں۔ میں تیرِ جفا کا شکار ہوں
تم ظالموں کے ظلم سے میں بے قرار ہوں

سرمایہ دار
تیرے نصیب نے تجھے لاچار کر دیا
میں کیا کروں۔ خدا نے تجھے خوار کر دیا

مزدور
تو نے خدا کے نام سے دھوکہ دیا مجھے
اور مال و زر کے زور سے پسپا کیا مجھے

سرمایہ دار
میری طرح جو عیش میسر نہیں تجھے
اس پر بھی اعتقادِ مقدر نہیں تجھے

مزدور
تقدیر کا بہانہ بنا کر نہ کر ستم
کھا جائے گا۔ تجھے یہ تیرا پر شرر ستم

سرمایہ دار
تو غفلتوں میں عمر کو برباد کر چکا
میرا نہیں قصور کہ تو آپ مر چکا

مزدور
تو نے دبا دبا کے مجھے چور کر دیا
مجبور کر دیا مجھے رنجور کر دیا

سرمایہ دار
مزدور! جھوٹ موٹ بُرائی نہ کر مری
میں نے تو ایک پائی بھی رکھی نہیں تری

مزدور
کافی ہے میرے ساتھ تری ایک ہی بدی
معقول میرے کام کی اُجرت کبھی نہ دی

سرمایہ دار
میری طرف سے تجھ پہ ذرا بھی ستم نہیں
اُجرت جو تیرے کام کی دیتا ہوں کم نہیں

مزدور
وقت آگیا ہے۔ میرا تمہارا ہو فیصلہ
انصاف اور حق سے ہمارا ہو فیصلہ

کیا ہونے والا ہے؟

عالم غیب سے نورِ حق بہاء اللہ کی شکل میں جلوہ گر ہوا ہے خدا کے امر کی آواز بلند ہے ۔ تمام جہان میں قدرت کے کرشمے نمودار ہیں ۔ نئی تجلّیات سے عالم ارواح و قلوب میں روشنی پھیل رہی ہے ۔ مخفی اسرار ظاہر ہو رہے ہیں ۔ محبت و روحانیت کی افواج پاکیزہ دلوں کی بستیوں کو فتح کر رہی ہیں ۔ ایک طرف نئی زندگی کی لہریں اٹھ رہی ہیں تو دوسری طرف انسانی دنیا میں اضطراب و انقلاب برپا ہے ۔ سیاسی پیچیدگیاں بڑھ رہی ہیں اقتصادی تباہیاں آ رہی ہیں ۔ بڑی بڑی قوموں کے تمدن خطرے میں ہیں ۔

دنیا میں ہر جگہ خود غرضی ۔ بیوفائی ۔ جفاکاری کا دور دورہ ہے گناہ اور عصیاں شعاری عام ہے ۔ جنگ نے اہل عالم کے دلوں میں خوف و خطر ڈال دیا ہے ہر شخص یہی کہتا ہے کہ نہ معلوم کیا ہونیوالا ہے؟ ۔ دہریت اور بے دینی کی زہریلی ہوا چل رہی ہے مشرق حیران ہے ۔ مغرب پریشان ہے ۔ جنوب و شمال گریاں و نالاں ۔ الٰہی کیا ہونیوالا ہے ۔

دین کی مخالفت میں منظّم پروپیگنڈا جاری ہے ۔ دین کے ماننے والے شل ہو رہے ہیں ۔ بڑے بڑے دینداروں کی اولاد دین سے نہ صرف بے خبر بلکہ متنفّر ہو رہی ہے ۔ دین کے نام سے پرانے رسم و رواج کی پوجا ہو رہی ہے ۔ حقیقت دین کا سمجھنا بہت سے لوگوں کے لئے دشوار ہو گیا ہے ۔ لڑائی کی جہنّم بھڑک رہی ہے ۔ وہ وہ آلات جہنّمیہ پیدا کئے گئے ہیں جو آجتک وہم و گمان میں بھی نہ آسکے تھے ۔

ہزارہا لیڈر قومی منافرت پھیلانے میں دن رات مصروف ہیں ۔ علماء دین ایک دوسرے کو گمراہ بنانے میں لگے ہوئے ہیں اصلاح اخلاق کی فکر کسی کو نہیں ہے ۔ نئی پود بگڑتی جا رہی ہے حالات روز مرّہ خراب ہوتے جا رہے ہیں ۔ گھر گھر یہی چرچا ہے کہ اب کیا کیا جائے اور کیونکر سدھار ہو! اگر حالت اسی طرح بگڑتی گئی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب ہوگا ۔ ایک طرف حکومتوں میں جنگ و پیکار ہے ۔ تو دوسری طرف لاکھوں تعلیم یافتہ بیکاری میں بھوکے مر رہے ہیں ۔ گویا اُدھر روزانہ کروڑوں روپیہ بم ۔ گولے اور آتشیں ہتھیاروں پر خرچ کر کے ہزاروں لاکھوں جانیں فنا کر دی جاتی ہیں تو ادھر بیکاری ۔ ناداری ۔ لاچاری میں بے شمار جانیں تباہ ہو رہی ہیں ۔ اُف کیسا افسوسناک منظر ہے ۔ کیسا خوفناک حال ہے ۔ الٰہی کیا ہونیوالا ہے

جنگ ہے ۔ بھوک ہے ۔ پریشانی ہے اور پھر تعصب بھی زوروں پر ہے ۔ ایک قوم دوسری قوم کو قہر کی نظر سے دیکھتی ہے ۔ محبت اٹھ گئی ۔ الفت گم ہو گئی ۔ حمیت جاہلانہ شدت اختیار کرتی جا رہی ہے ۔

سرمایہ دار دولت کے نشے میں مست ہیں ۔ مزدور

فاقہ مستی میں پست اور بے بس ہیں۔ تنگ آکر مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہڑتال کرتے ہیں۔ شور مچاتے ہیں۔ کاروبار خراب ہو جاتے ہیں۔ تجارتی دنیا سر پیٹ رہی ہے جہاں جائیے نقصان کا رونا ہے۔

غرضیکہ چھوٹے بڑے سب الجھن میں ہیں۔ حکومتوں کی عقلیں چکر کھا رہی ہیں۔ انسانی دنیا کی بیماری و خرابی روزافزوں ہو رہی ہے۔

"یہ تاریکیاں دور نہ ہونگی اور یہ پرانی بیماریاں ختم نہ ہونگی۔ بلکہ روز بروز بڑھتی جائیں گی اور حالت بد سے بدتر ہوجائیگی بلقان سکھ چین نہ پائیگا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جائیگا۔ جنگ عظیم میں شکست خوردہ طاقتیں آرام سے نہ بیٹھینگی۔ وہ کوشش کرینگی کہ جس طرح ممکن ہو لڑائی کی آگ دوبارہ بھڑک اٹھے۔ نئی پبلک تحریکات اپنی تمام قوتوں کو اپنے مقاصد کے لئے خرچ کرینگی۔ حرکت شمالی بہت اہمیت حاصل کریگی۔ اور اپنا اثر پیدا کریگی.......... مستقبل میں ایک بڑی سخت لڑائی یقیناً واقع ہوگی۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے" (حضرت عبدالبہاء)

جنگ عظیم کے بعد جس دوسری بڑی خطرناک لڑائی کی خبر فقرات مذکورمیں دی گئی تھی وہ آج دنیا کی آنکھوں کے سامنے بے نقاب ہوتی جارہی ہے۔ یہ تمام خرابیاں پہلی جنگ عظیم کا ثمر ہیں جس کے غالب و مغلوب آجتک متاسف ہیں۔ یہ خرابیاں لامذہبی کی تبلیغ کا نتیجہ ہیں۔ یہ خرابیاں قومی، مذہبی، وطنی، سیاسی تعصبات کا پھل ہیں۔ یہ خرابیاں وحدت عالم انسانی کو بھول جانے کی وجہ سے ہیں۔ یہ خرابیاں دین حقیقی کو چھوڑ دینے کے باعث ہیں۔

"عالم انقلاب میں مبتلا ہے اور اس کا انقلاب روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ دنیا کا رخ غفلت و لامذہبی کی طرف ہے۔ اور یہ بات سخت ہوتی جائیگی اور بڑھتی جائیگی اس قدر کہ ابھی اس کا ذکر مناسب نہیں اور عرصہ تک اسی طرح دن گذرینگے اور جب وقت پورا ہو جائیگا تو یکلخت وہ چیز ظاہر ہوگی جس سے تمام جہان کے جوڑ بند لرز اٹھینگے۔ تب جھنڈے بلند ہوں گے اور بلبلیں اونچی ٹہنیوں پر نغمہ سرائی کرینگی۔

(حضرت بہاءاللہ)

بیشک قدرت کے لگائے ہوئے باغ عالم میں محبت و وحدت کے پھل آئیں گے۔ فسادات دور ہوں گے۔ اتحادِ نسلِ انسانی کا دور دورہ ہوگا۔ یہ جنگ و فساد، تعصب و گناہ نابالغی کی حرکات ہیں۔ عالم انسانی بالغ ہو کر ان حرکات سے شرمندہ ہوگا۔ اور پھر وحدت و اتحاد کے مقام پر قدم جمائے گا۔ سب پیغمبروں نے یہی خبر دی ہے۔ فطرت کی بھی یہی آرزو ہے کہ نوع انسانی ایک ہو کر زندگی بسر کرے۔ لڑائی اور جھگڑے آخر تھکا کر مجبور کر دینگے کہ انسان میل ملاپ سے رہنا ہی پسند کرلیگا۔

ہر رات کے بعد دن ہوتا ہے اور ہر تخریب کے بعد تعمیر ہے۔ یقیناً امن و سلامتی کا دور آئیگا۔ مبارک ہیں جو اس کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

اطلاع

دفتر پیامبر سے خط و کتابت کا پتہ صرف یہ ہے "پوسٹ بکس ۱۹ نئی دہلی"

خدمتِ خلق

انسان فطرتاً محتاج امداد ہے!

یہ مانا کہ جنگل کا سادھو دسمبر کی سردی اور مئی کی لوئیں جلاہے کے کپڑے کا محتاج نہیں۔ یہ تسلیم ہے کہ وہ اوک ہی سے پانی پی لیتا ہے۔ اسے بلورین گلاس یا کمہار کے جام سفالی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ شیشہ گردں یا کمہار کا محتاج نہیں ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ وہ پیٹ کا تنور جنگل کی گھاس پتی اور پھلوں سے بھر لیتا ہے اسے حلوا پوری کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ کسان کا احسانمند ہونا پسند نہیں کرتا۔

مگر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ جب جنگل کے سادھو پر چیچک یا ہیضہ۔ طاعون یا بخار وغیرہ موذی امراض حملہ کرکے اسے بیکس وبے بس بنا دیتے ہیں۔ تو جنگل کے سادھو کی دلی تمنا یقیناً یہی ہوتی ہے۔ کہ "کاش اسوقت کوئی انسان ہوتا۔ جو میرے سوکھے حلق میں پانی ٹپکاتا۔ اور میری دکھی جان کو آرام پہونچاتا!"

"کاش کوئی انسان موجود ہوتا جو میرے پیشاب، پاخانے اور قے کو جن کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جاتا ہے، یہاں سے اٹھا کر دور پھینک دیتا"

"کاش کوئی انسان موجود ہوتا۔ جو میرے گندے اور بدبودار جسم کو دھو ڈالتا۔"

الغرض یہ واقعات ثابت کرتے ہیں۔ کہ انسان گوشہ نشینی کی زندگی میں بھی دوسروں کی خدمت اور امداد کا محتاج ہے یا بہ الفاظ دیگر یوں کہئے کہ ہر انسان خواہ وہ بستی میں ہو۔ یا جنگل میں وہ فطرتاً ایک دوسرے کی امداد کا طلبگار ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسانیت کا جوہر یہی ہے۔ کہ انسان ہر حال میں ایک دوسرے کی مدد کرے۔

امداد کا پہلا حقدار

امداد کے فطری تقاضے میں سب سے پہلا حقدار ہمارا اپنا جسم ہے۔ اگر ہم اپنے جسم کی امداد نہیں کرینگے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہم دوسروں کی امداد نہیں کرسکیں گے۔

مثلاً ہم اپنے دانتوں کو اگر صبح شام صاف نہیں کرتے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دانتوں پر میل جمیگا۔ منہ بدبودار ہوگا۔ دانتوں میں کیڑے پیدا ہو جائیں گے۔ پیپ پیدا ہو جائیگی۔ درد اٹھیگا تیس بیہوش کریگی۔ مسوڑے پھولیں گے۔ منہ سوج جائیگا۔ زنبور کا ستم دیکھنا پڑیگا۔ دانت منہ سے گیا۔ خدا کی نعمت سے محروم ہوئے دانت جیسی مفت کی دولت جو دنیا کے سارے خزانوں کے عوض بھی نہیں مل سکتی۔ وہ ہمیشہ کے لئے کھوئی گئی۔

ملاحظہ کیجئے اوّلاً اپنی امداد آپ نہ کرنے کا کتنا نقصان ہوا؟ خدا کی بیش بہا نعمت سے محروم ہوئے۔ اور بیمار ہو کر دوسروں کی خدمت کے فرائض کی ادائیگی بھی نہ کرسکے پس یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ امداد کے فطری تقاضے کے سلسلے میں امداد کا سب سے پہلا حقدار ہمارا اپنا جسم ہے۔ کیونکہ یہ وہ مشین ہے جس کا کوئی کل پرزہ دنیا میں کسی قیمت پر بھی نہیں مہیا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ذیل کے آسان اور سادہ عمل کو اپنی زندگی کا عملی اور ضروری حصّہ قرار دیں۔

صحت افزاء عملی زندگی

(۱)۔ ہم روزانہ ایک مرتبہ غسل کریں۔ اور اپنے جسم کو صاف تولیہ سے خشک کریں۔

(۲)۔ کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئیں اور اپنے ناخنوں کو صاف رکھیں۔

(۳)۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد اپنے ہاتھوں اور منہ کو صاف پانی سے اچھی طرح صاف کریں۔

(۴)۔ روزانہ کھلے میدان میں کھیلیں اور ہمیشہ ناک کے راستے سانس لیں

(۵)۔ تازہ پھل اور ترکاری خوب کھائیں اور اچھی طرح چبا کر کھائیں۔

(۶)۔ تازہ دودھ پئیں کیونکہ یہ مکمل خوراک ہے۔

(۷)۔ سوتے وقت کھڑکیاں اور روشندان کھلے رکھیں۔ سوتے وقت مچھر دانی کا استعمال کریں۔ تاکہ مچھر نہ کاٹ سکیں۔ منہ ڈھانپ کر کبھی نہ سوئیں۔ رات بھر میں نو دس گھنٹہ تک سوئیں

(۸) رفع حاجت کے لئے وقت کی پابندی کریں۔

(۹)۔ ہمیشہ صاف پانی پئیں۔ کھانا کھانے کے درمیان پانی کبھی نہ پئیں۔ کھانا کھانے سے آدھ گھنٹہ پہلے یا کھانا کھانے سے ایک گھنٹہ بعد پانی پئیں۔

(۱۰)۔ جس وقت کھڑے ہوں یا بیٹھیں اپنے بدن کو ہمیشہ سیدھا رکھیں۔

(۱۱)۔ فرش پر نہ تھوکیں کیونکہ اس سے بیماری پھیلتی ہے۔

(۱۲)۔ کھانسی زکام کے بیمار سے بچیں۔ کھانسنے چھینکنے کے لئے کمرے سے باہر چلے جائیں۔

(۱۳)۔ ہر پانچ سال کے بعد ٹیکہ کرائیں۔ اور اس وقت بھی جبکہ چیچک کی بیماری ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی ہو۔

(۱۴)۔ ہر مہینے ایک دفعہ اپنا وزن کرائیں اور سال میں دو دفعہ اپنا قد ناپیں۔ اور ان کا ریکارڈ رکھیں۔

یہ روزانہ عملی زندگی اپنے جسم کی امداد یا حفاظت کرنا ہے۔ جو بچے سے لیکر بوڑھے تک ضروری ہے۔ اپنے جسم کی یہ عملی امداد ہمیں دوسروں کی امداد یا حفاظت کے لئے مستعد بنا دیگی

امداد کا دوسرا حقدار

پس جب ہر انسان اوپر کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریگا تو وہ یقیناً تندرست اور توانا رہے گا۔ اور اپنے فرائض کو ادا کر سکے گا۔ اب ہر انسان کو چاہئے کہ وہ امیر یا غریب۔ دیسی یا بدیسی۔ گورے یا کالے کی تفریق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب انسانوں کو اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھے۔ کیونکہ جس طرح جسم کا ہر ایک عضو ایک دوسرے کی امداد کا محتاج ہے۔ ٹھیک اسی طرح پر انسان فطرتاً ایک دوسرے کی امداد کا محتاج ہے۔

دعوت الی الخیر

پس تمام جہان کے انسانوں کو ہمیں یہ تعلیم دینی چاہئے۔ کہ وہ

(۱)۔ مذہبی۔ قومی۔ جنسی۔ لسانی۔ لونی۔ وضعی۔ ملکی۔ سیاسی تعصب اور نفرت کو چھوڑ دیں اور روح محبت سے معمور ہوں

(۲)۔ ہمیں لڑتی ہوئی دنیا کو صلح کی تعلیم دینی چاہئے۔ امن و امان اور روح و ریحان سے زندگی بسر کرنیکی تلقین کرنی چاہئے۔

(۳)۔ ہمیں بیماروں کو آرام پہونچانا چاہئے۔ مصیبت زدوں کا

کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔غریبوں کے لئے مالی قربانی کرنی چاہیئے۔

(۴) ہمیں صحت اور صفائی کی پابندی کرنی اور کرانی چاہیئے۔اس حدتک کہ ہمارا چہرہ تازہ نظر آئے۔اور ہمارے لباس پر کوئی داغ اور دھبہ نہ ہو۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نسل انسانی خوبصورت، تندرست۔امن دوست۔نیک اور پاکیزہ سیرت ہو جائیگی۔ کیونکہ ظاہر کا باطن پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔

اے آدم کے بیٹو! کیا تم مغرب میں ان قوانین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے؟ یا مشرق میں تمہیں اس سادہ اور عملی زندگی کی ضرورت نہیں؟

پس اگر ہر انسان کو فطرتی طور پر ان قوانین کا پابند رہنا اور دوسروں سے پابندی کرانا ضروری ہے۔تو آج ہی سے اس سادہ پروگرام کو اپنی زندگی کا عمل اور ضروری حصہ قرار دو تاکہ آرام پاؤ۔

فقط۔

ایم۔اے صمدانی

فارسی کتابیں

جو بہائی ہال۔بوری بندر بمبئی سے ملتی ہیں

نام کتاب	روپیہ	آنہ
(۱) مفاوضات حضرت عبدالبہاء	۲	۸
(۲) مکاتیب حضرت عبدالبہاء جلد سوم	۴	۔۰
(۳) مکاتیب حضرت عبدالبہاء جلد دوم	۲	۸
(۴) کواکب الدریہ جلد اول و دوم	۴	۔۰
(۵) مناظرات الدینیہ	۱	۔۰
(۶) جواب پروفسر المانی	۰	۸
(۷) مثنوی زرندی	۱	۔۰
(۸) ترجمہ اشراقات (وغیرہ) عربی	۱	۔۰
(۹) رسالہ مدنیہ		
(۱۰) تاریخ امر بہائی	۰	۸
(۱۱) تاریخ شہداء یزد	۳	۔۰
(۱۲) کتاب ابن ذئب	۱	۲
(۱۳) خطابات حضرت عبدالبہاء	۱	۸
(۱۴) ہفت وادی و چہار وادی	۱	۔۰
(۱۵) شرح آیات مورخہ		۸
(۱۶) دیوان نعیم اصفہانی	۱	۔۰
(۱۷) دیوان خازن بختیاری	۱	۔۰
(۱۸) سفرنامہ بدائع الآثار جلد اول و دوم	۵	۔۰

بہائی ہال۔کرشنا بلڈنگ۔بوری بندر۔بمبئی۔

عورت مذہب کی نظر میں

یہ مضمون بہائی ہال بمبئی کے ایک جلسہ میں محترمہ مس قمر ایس اے قادری نے پڑھکر سنایا۔

مذہب انسانی زندگی کے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے جسم کے لئے روح - بلکہ میرے ناقص خیال میں مذہب کے بغیر زندگی بھی ناقص ہے - جس طرح روح سے جسم میں زندگی کی طاقت احساس، عقل، اور ہوش وحواس قائم رہتے ہیں اور روح نکلتے ہی یہ ساری قوتیں سلب ہو جاتی ہیں - جس طرح مادی زندگی کا انحصار روح پر ہے - اسی طرح روحانی زندگی مذہب سے وابستہ ہے مذہب روح میں پاکی، دل میں روحانیت - اخلاق میں بلندی معاملات میں صفائی - خیالات میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے انسان جب مذہب سے روگرداں ہونے لگتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کے اخلاق پست - روح تاریک، دل سیاہ - خیالات گناہ آلود ہو جاتے ہیں اور اسکی لامذہبیت گھن کیطرح اُس کی روحانی زندگی کو تباہ کرنے لگتی ہے۔

آجکل چاروں طرف اس مسئلہ پر زور دیا جا رہا ہے کہ زمانہ حال میں مذہب کی کوئی ضرورت نہیں - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس انکار سے کیا مقصد ہے؟ کیا منکرین مذہب مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ ترک مذہب کر کے وہ زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟

مذہب انسان کے لئے ایسا ہی ضروری بلکہ لازمی ہے جیسے دیگر لوازمات زندگی - اگر زندہ رہنا ضروری ہے تو پھر مذہب بھی یقیناً ضروری ہے کیونکہ مادی زندگی کی اصلاح تعلیم و تربیت اور استاد و معلم کے ذریعے ہو سکتی ہے - مگر روحانی زندگی کی اصلاح مذہب کے بغیر بالکل ناممکن ہے -

مذہب کی ضرورت پر مذکورہ بالا خیالات کے اظہار کے بعد میں اپنے نفس مضمون کی طرف رجوع کرتی ہوں - میرا موضوع "عورت اور اسکا وجود مذہب کی نظر میں" ہے - چنانچہ اس ضمن میں مذاہب عالم کی روشنی میں عورت کے وجود کو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں -

ابتدائے عالم سے یہ سنت الہی ہے کہ اُس نے اپنے بندوں کو اپنے کلام سے وقتاً فوقتاً مشرف کیا ہے اور اس وقت تک جتنے مذاہب دنیا میں موجود ہیں سب نے اپنے اپنے رنگ میں عورت کے متعلق کم وبیش احکام جاری کئے ہیں - ان مذاہب عالم کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ کس کس مذہب نے عورت کو کیا کیا درجے عطا کئے اگر ہم "ہندو مت کی موجودہ تعلیم کو جو زمانہ حال میں ہمیں میسر آسکتی ہے - غور سے دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ عورت کو مرد کا بالکل تابع بنا دیا گیا ہے - اور عورت کی فطری آزادی سلب کر لی گئی ہے - اور اس کو جائداد غیر منقولہ کی صورت میں مرد کی ملکیت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ منوجی مہاراج کے قانون کے مطابق کوئی عورت خاوند کے مرنے کے بعد عقد ثانی کرنے کی مستحق نہیں -

اس کے بعد جب ہم عیسائی مذہب کی تعلیم کو بہ نظر غائر دیکھیں تو وہاں بھی عورت کی پوزیشن مرد کی نسبت بہت کمتر نظر آتی ہے

جیسا کہ موجودہ انجیل مقدس میں عورت کو گناہ کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ اور مرد کو وہ فضیلت دی گئی ہے جسکو عقل سلیم ہرگز گوارہ نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اور مذاہب عالم بھی ہیں۔ جن میں عورت کا درجہ نہایت پست رکھا گیا ہے۔ البتہ اسلام نے اپنے زمانے کے مطابق ان سب مذاہب کے مقابلے میں عورت کو بہت کچھ حقوق عطا کئے۔ مرد عورت کے مساوات کا اظہار کرنے کے لئے مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا لباس قرار دیا گیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرد عورت کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ عورت کی سماجی زندگی کے درجے کی فوقیت ظاہر کرنے کیلئے شارع اسلام نے اپنے مقدس الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ "تمہاری جنت تمہاری ماؤں کے قدموں میں ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ارشاد کیا کہ تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہے" جس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ عورت کا درجہ کس قدر بلند ہونا چاہیئے تھا۔ مگر ان کی بدبختی ہے کہ اس نے اس مقدس تعلیم سے روگردانی کی اور مطعون خلائق بنا۔

اس پُر آشوب زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کے حق میں یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ مرد عورت کا درجہ مساوی ہے۔ اور کسی صورت سے مرد کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ اس امر کا مدعی ہو کہ عورت اس کی مطیع بنائی گئی ہے یا اس کو مرد کی ملکیت قرار دیا گیا ہو۔ یا یہ کہ عورت مرد کے مقابلے میں گناہوں کا سرچشمہ ہے۔

مبارک ہے وہ ہستی جس نے ہماری صنف کے حق میں مساوات کی آواز بلند کی اور عورت کو اس طرف متوجّہ کیا کہ وہ اپنی خودداری کو مرد کے ہاتھوں تباہ نہ ہونے دے بلکہ اس کے مقابلے میں اپنے وجود کے قیام و بقا کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائے۔ یہ ذات گرامی حضرت بہاء اللہ ہیں۔

اب میں اپنی ان بہنوں سے جو حضرت بہاء اللہ کی پیرو ہیں بخلوص اپیل کرتی ہوں کہ وہ اس تعلیم کو وسیع سے وسیع تر بنانے کی کوشش کریں اور اپنی ان بہنوں کی خبرگیری کریں جو مذہب کی آڑ میں بدترین مظالم اور تختۂ مشق بنی ہوئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میری اس مخلصانہ اپیل کا اثر ان بہنوں پر جو اس وقت جلسہ میں موجود ہیں خاطر خواہ ہوگا۔ اور وہ اپنے اپنے طور پر سعی و عمل کے لئے گامزن ہوں گی۔ اگرچہ آپ سب بہنیں جناب طاہرہ کے عظیم الشان کارناموں سے ناواقف نہیں۔ تاہم اتنا اور عرض کرونگی کہ ہم سب بہنیں اپنے اوقات فرصت میں حضرت طاہرہ کی بے مثال زندگی پر چند لمحات صرف کرتی رہیں اور اپنے اندر ان کی سی اولوالعزمی سچائی، بلند ہمتی۔ جاں نثاری اور پاکیزگی پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ دنیا پر روشن ہو جائے کہ عورت جب کبھی میدان عمل میں آتی ہے تو کسی مرد سے پیچھے نہیں رہتی۔ بلکہ اس سے کہیں بالاتر ہو جاتی ہے

اتنا عرض کرنے کے بعد میں اپنے اس طولانی مضمون کو ختم کرتی ہوں اور جناب صدر کی مشکور ہوں کہ مجھے ان خیالات کے اظہار کا موقعہ دیا گیا۔

آنسہ۔ قمر۔ ایس لے۔ قادری

خریداروں کی خدمت میں

رسالہ پیامبر کی سالانہ قیمت تین روپے ہے۔ جو صاحبان خریدار بننا چاہتے ہیں وہ مبلغ تین روپے کا منی آرڈر اس پتہ پر ارسال فرمائیں۔

بنام جناب اسفندیار بختیاری۔ خزینہ دار ملّی۔
کارنر ہاؤس۔ پریڈی روڈ۔ کیمپ۔ کراچی۔

امریکہ میں تبلیغ

امریکہ میں مختلف ایسے مقامات پر جہاں پہلے کوئی بہائی موجود نہ تھا۔ بہت سے بہآئی احباب اقامت پذیر ہو رہے ہیں حال ہی میں ' ولادز' ۔ ایلنڈ و الاسکا وغیرہ میں چند احباب مقیم ہوئے ہیں اور تبلیغی مراکز قائم کر دیئے ہیں

امریکہ میں بہآئیوں کی مشہور عالم عبادت گاہ مشرق الاذکار کی تعمیر اب قریب الاختتام ہے۔ اسکا ماڈل بہت سی نمائش گاہوں میں رکھا جاتا ہے، جسکو ہزارہا آدمی بڑے شوق سے دیکھنے آتے ہیں خاص طور پر نیویارک اور کناس میلوالی اور نیو لندن میں نمائشوں کے موقعوں پر اس کے لئے نہایت اہتمام کیا گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے دیکھنے سے ماہرین تعمیرات حیرت و مسرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

بوسٹن میں وہاں کی محفل روحانی کے زیر اہتمام دس ہزار کے قریب بہآئی کتابیں اور پمفلٹ متعدد لائبریریوں میں رکھے گئے۔

سالہائے گذشتہ کی طرح اس سال بھی امریکہ میں بہت سی نئی محافل اور بہآئی جمعیتیں قائم ہوگئی ہیں۔ اٹلانٹا اور آدماہا میں ایک ہسپانوی زبان جاننے والے مبلغ کے ذریعہ نہایت نتیجہ خیز تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ مسز بولس مقام دلیشتا میں تین ماہ تک پبلک لیکچر دیتی رہیں اور ایک مذہبی درس کی کلاس چلاتی رہیں یہاں کام کرنے والے مبلغین کے گرد اسقدر محققین جمع ہوتے رہتے ہیں کہ مبلغین میں سے ہر ایک یہ آرزو کرتا ہے کہ کاش میں دس آدمی ہوتا۔ کارلیفورنیا میں مسز مرضیہ کارپینٹر مصروف تبلیغ رہیں مختلف کلب اور کلیساؤں میں بارہ لیکچر دئے۔ مقام ادجائے اور دنتورہ میں بھی مسز موصوفہ نے ندائے امر اللہ بلند کی۔

مسز لوئیز کردیل نے شہر نکزویل میں ایک جلسہ خواتین کے اندر اس امر پر کہ دین بہآئی میں عورت کے حقوق کیا ہیں ایک مفصل لیکچر دیا اور حضرت قرۃ العین طاہرہ کے موثر حالات بیان کئے۔ اسیطرح مقام میاآمی جاکسونویل اور اٹلانٹا میں مفصل لیکچر دئیے ہر لیکچر کے بعد مفصل سوال و جواب ہوتے تھے۔ امریکہ کی بہائی جمیتوں میں ہر ہفتہ مختلف قسم کی مجالس ہوتی ہیں۔ مقام منہانان میں محققین کے لئے ہفتہ میں دس مجلسیں کیجاتی ہیں

مقام باربادوس عنقریب مبلغین بہآئی کا ایک زبردست مرکز ہوجائیگا۔ فلپائن میں بھی نہایت عمدگی سے سلسلہ تبلیغ جاری ہے ارجنٹائن میں بھی روح بہآئی خوبی سے کام کر رہی ہے۔

مسز لوئیس اور مسز کورا اولیور شہر پناما میں ایک بین المللی کانگرس میں پہونچیں اور امر اللہ کی تبلیغ کی۔

امریکہ کی بہآئی پبلشنگ کمیٹی بھی نہایت منظم ہے ہر سال متعدد بہترین کتابیں شائع کرتی ہے جو اپنی نوعیت میں نہایت بے مثل ہوتی ہیں ورلڈ آرڈر ماہوار میگزین بھی امریکہ نیویارک سے نہایت خوبی سے شائع ہو رہا ہے۔

قسمتِ فارسی

یکی از الواحِ مبارکہ حضرتِ عبدالبہاء

ہُوَ اللہ

ای احبّای الہی از آثارِ فضل و الطافِ الہی وخصائص بل اعظم دلائل ظہور آیاتِ قدرتِ نامتناہی جمع طیورِ مختلف الاجناس ومتنوّع الانواع والالوان بر معینِ حیوان است ہر طیرے را آشیان در شاخے بود ہر مرغے را لانہ در کاشخے چون این عینِ تسنیم ومآء معین عذب فرات وشیرین بود جمیع مُرغان از اطرافِ جہان در حوالیش جمع شدند طیرے از حدیقۂ خلیلِ جلیل وطیرے از ریاضِ اسرائیل طیرے از گلستانِ مسیح و طیرے از بوستانِ حبیب مرغے از چمنستانِ زردشتِ عظیم وطیرے از گلزارِ حضرتِ امیر جمیع بر این معین جمع شدند و ازین چشمۂ شیرین نوشیدند و در ظلِّ سدرۃ منتہٰی ماوی گزیدند و در سایۂ شجرۂ طوبیٰ لانہ وآشیانہ نمودند ملاحظہ فرمائید کہ این چہ قدرتِ معنویہ است کہ جمیع این شیاہہاے الوانِ مختلفہ را گرفتہ و در این خمِ یکرنگِ الہی غوطہ داد کُل لونہا لونِ واحد شدہ وآن لباسہای رنگارنگ رنگِ بیرنگی گرفتہ۔ مُرغ شرقی در آشیانۂ غرب منزل نمود وطیرِ غربی در لانۂ شرق ماوی نمود نصیری را با اسرائیلی جمع نمودہ این چہ سلطنتِ کلیہ است و این چہ نفوذ وقوّتِ لاہوتیہ الٰہی الٰہی بما جمعت ہٰذا الطیور فی حدیقۃ تقدیسک وریاض توحیدک ثبّت اقدامہم علیٰ صراطک واجعلہم ثابتین علیٰ عہدک ومیثاقک القدیم یاربّ العٰلمین حتّیٰ لایتزلزلوا من ارياح الافتتان والامتحان۔ انّک انت الکریم۔

ع ع

بیاناتِ مبارکه حضرتِ ولیّ امر الله ارواحنا فداه

شارعین جمیع ادیان و شرائعِ الٰهیه را که از ازمنهٔ بسیار قدیم متوالیاً هریک با قوّتی مبشّر در ادوارِ مختلف که حاکی از سیرِ تکاملِ عالمِ انسانی و رشد بجانبِ بلوغ بوده پرتوِ انوار و بهای ظهورِ کلّی بعالم مبذول میداشتند ازین نظر ممکن است بظهوراتِ مقدماتیِ الٰهی تعبیر نمود که از برای ظهورِ یومِ کلّی و ملیکِ ایّام که بسیطِ غبرا در آن روز باید بثمر آید و شجرهٔ انسانیت فواکه مطلوب ببار آرد راه باز نموده و نفوس را منتظر می فرموده اند.

این حقیقتِ مسلّم که مستغنی از بحث و بیان و غیر قابلِ انکار است نباید بهیچوجه نظر باختلاف داعیه ائکه با ادوارِ سابقهٔ الٰهیه وارد و سببِ انحرافِ مقصود و سوءِ تعبیر تعالیمِ منزّله در بیاناتِ حضرتِ بهاء الله بیاناتی که در جمیع احوال مؤسّس بر وحدتِ صرفهٔ جمیع انبیای الٰهی اعم از انبیای قبل و بعد و همچنین خود حضرتِ بهاء الله است اگرچه رسالتِ انبیای الٰهی قبل از حضرتِ بهاء الله را میتوان بآن نظر ملاحظه نمود و آن هیاکلِ قدسیه را ظهوراتِ مقدماتیِ الٰهیه دانست و هرچند درجهٔ عظمتِ شرائعِ الٰهیه که هریک از انبیای سلف بر آن مبعوث گشتند در نتیجهٔ این تکامل لازم بوده است مختلف و متفاوت باشد ولی اساسِ کلّی و وحدتِ اصلی و یگانگی مقصود و منظورِ جمیع انبیای الٰهی هیچگاه و در تحتِ هیچ عنوان نباید محلِ سوءِ تفاهم و یا انکار گردد.

جمیع انبیای الٰهی را باید در یک رضوان ساکن و در یک هوا طیّار و بر یک بساط جالس و بر یک کلام ناطق و بر یک امر آمر" دانست و هر آنچه عظمتِ ظهورِ الٰهی را که درین مرحلهٔ اعلیٰ از تکاملِ حیاتِ بشر بعالمِ انسانی عطا شده بستائیم باز باید اصل فوق اساس لن یتغیّر محورِ اصلی عقایدِ آئینِ بهائی باشد تفاوتِ انوار و اشراقِ تجلیّاتیکه از قبل این مظاهرِ الٰهی بعالم مبذول گشته نباید حمل بر مزیتِ ذاتی و فضلیتِ صفات و سجایای شخصی هیچیک ازین مظاهرِ الٰهی بر دیگری گردد بلکه این فرق و امتیاز را باید نتیجهٔ ترقّیِ ظرفیت و استعدادِ روز افزون روحانی که نوعِ بشر در سیرِ تکاملِ خویش بجانبِ رشد و بلوغ پیوسته از خود ابراز میداشته دانست.

فقط کسانی میتوانند باهمیتِ کلماتِ حضرتِ بهاء الله که اشاره بجلال و عظمتِ این یومِ موعود و امتدادِ عصرِ بهائی فرموده پی برند که امر آنحضرت را کمال و اعلیٰ رتبه چنین تکاملِ بدیع در حیاتِ اجتماعیِ عالمِ انسان مانند. میفرماید (ترجمه) "الیوم ملیکِ ایّام است روزیست که محبوب که در تمامی اعصار به مقصود و آرزوی عالم تعبیر و اخبار گشته ظاهر شده." و همچنین میفرماید (ترجمه) "کتبِ مقدسهٔ ادوارِ سالفه در تهنیتِ این یومِ اعظمِ الٰهی به تسبیح و تحلیلِ عظیم مشغولند طوبیٰ از برای نفسیکه این یوم را دید و شأن و

مقامِ آنرا دریافت" و در مقام دیگر میفرماید (ترجمه) واضح است که هر قرن که یکی از مظاهر الهیه در آن نازل شده اند از جانبِ خداوند مقرر بوده و ممکن است از یک نظر به یوم موعود الهی تعبیر شود ولی الیوم بے شبه و نظیر است و باید آنرا متمایز از ایامِ سابقه دانست عنوان خاتم النبیین رتبهٔ سنی و مقامِ بلندِ خود را ظاهر فرمود دورهٔ نبوت حقیقةً منقضی گشت و حال حقیقت سرمدیه ظاهر شده و علمِ قدرت برافراشته است و اینک بے ستر و حجاب جلال و بهای ظهورِ خویش را بعالم مبذول میفرماید۔ و با بیانِ صریح و قطعی میفرماید (ترجمه) جمیع ادوارِ سابقه باعلیٰ درجه و نهایت کمالِ خویش رسیده اند انچه درین ظهور امنع اعلیٰ ظاهر گشته در وقائع سلفِ سابقه نداشته است و قرونِ آتیه هم مثل و شبه آنرا مشاهده نخواهد نمود۔

و همچنین بیانِ موثق حضرت عبدالبهاء را که بالحنی اکید امتدادِ بی نظیر دورهٔ بهائی را تائید فرموده اند باید بخاطر آورد میفرماید (ترجمه) "قرنها بلکه اعصاری بے حد و شمار باید بگذرد تا شمسِ حقیقت مجدداً باشد اشراق در منطقهٔ قلب الاسد بدرخشد و یا آنکه با جلوه و شکوهِ ربیعی بارِ دگر پدیدار گردد...... نفوسِ مقدسه در قرونِ ماضیه فقط بتصور و یادِ این کور که جمالِ مبارک تاسیس فرمودند راضی و مشعوف بودند نفوسِ مقدسیکه آرزو میکردند برای یک لحظه عظمت و جلال این ایام را درک کنند"۔ و در مقامِ دیگر با بیانی صریح تر میفرماید (ترجمه) راجع بمظاهریکه بعد فی ظللٍ من الغمام

مبعوث گردند براستی بدان که از حیث کسبِ فیوضات و منبع الهام در ظلِ جمالِ قدم هستند و نسبت باقتضای زمانیکه در آن زمان ظهور مینمایند هر یک از ایشان یفعل ما یشاء است ۔ این کور (اشاره بظهور) حضرت بهاء الله میفرماید (ترجمه) باشعهٔ تابان شمسِ حقیقت که در اعلیٰ نقطهٔ احتراق باشد اشراق و حرارت و جلال ساطع گشته منور است" (صفحه ۳-۸)

اگرچه بحکوماتِ مربوطهٔ خویش صدیق اند و نسبت بآنچه در آسایش و رفاه و سعادتِ ایشان تاثیر نماید۔ علاقه مند و بسیار مشتاقند در هر امریکه سببِ پیشرفتِ مصالحِ مفیده بهائیان باشد شرکت نمایند ولی در عین حال امری که پیروانِ حضرت بهاء الله بآن متمسک اند باعتقادِ کامل بهائیان آئینی است که خداوند آن را مافوق انقلابات و اختلافات و رقابتهای عرصهٔ سیاسی قرار داده بهائیان معتقدند که آئین شان اساساً غیر سیاسی و مافوق افکار و نوایای ملی است بکلی منزه از احزاب و بالمره مبرا از هرگونه جاه طلبی و اعمال مقاصد و باغراض ملی است۔ در چنین آئین تقسیماتِ حزبی یا طبقاتی راه ندارد بلکه این امر بدون پرده پوشی و ابهام هرگونه مصالح خصوصی را اعم از انکه شخصی یا محلی و یا ملی باشد تابع مصالح عالیهٔ عالم انسانیت قرار میدهد و موقن و معتقد است که مصالحِ جزء در ضمنِ مصالحِ کل بهتر و نیکوتر محفوظ خواهد ماند و ممکن نیست با جزاء مرکبهٔ یک هیکل فوائدی مفید و پایدار اعطا نمود درصورتیکه مصالح عمومیهٔ خودِ هیکل مراعات نشود و محل توجه و اعتنا قرار نگیرد۔

(۳۸)

شہادت مستشرقین و دانشمندان دربارۂ امر بہائی

(بقلم پروفسور جاوت اکسفورد)

نقل از کتاب "زندگی و حیات دلیرانہ" صفحہ ۳۰۵

پروفسور جاوت اکسفورد رئیس دار الفنون بالیول کہ مترجم کتاب افلاطون است در این امر خوض و غور نمود و بطوری مجذوب گشت کہ اظہار نمود "نہضت بابی (بہائی) متضمن وعود آتیۂ بشر و سعادت و نجاح عالم انسان است" دکتر جی استلین کارپنتر از قول پروفسور ادوارد کیرد کہ جانشین پروفسور جاوت رئیس دار الفنون بالیول است نقل میکند او (یعنی پروفسور جاوت) میگفت دیانت بابی (نظر باینکہ امر بہائی در آنوقت باین اسم خواندہ میشد) بہترین نہضت دینی است کہ از بدو طلوع مسیحیت تا حال ظہور نمودہ" خود پروفسور کارپنتر شمۂ راجع بہ نہضت بہائی در کتاب اخیر خود موسوم بہ مقالہ ادیان (کامپرتیو ریلیجنز) درج نمودہ و سوال میکند "آیا ایران در بحبوحۂ مذلت و بدبختیہای خویش ولادت بشرع مقدسی ندادہ کہ عنقریب سراسر جہان را احاطہ خواہد نمود۔

بقلم پروفسور جیمز دارمستتر

اقتباس از قسمت صنائع جمیلہ کتاب "ایران، روس مسائل تاریخی و ادبی" ترجمہ جی. ک. نرمیان کہ در قسمت اول مجلہ ایران و پارسیان تالیف جی. ک. نرمیان نقل و در تحت سرپرستی مجمع اتفاق ایرانیان بمبئی در سنہ ۱۹۲۵ طبع شدہ (نشریۂ ادبی ایران شمارہ ۲)

تمہیدات سیاسیہ کہ بوسیلۂ صوفیہ بعمل آمد نتیجہ در اصلاح افکار و تجدید نسل نبخشید ولی در قرن اخیر کہ دورۂ آخر حیات ایران را نشان میداد احیای این کشور و انتباہ آن از نظر ادبی و دینی ظاہر گشت مراسم تعزیت کہ قرنہا است در ایران ہمہ سال معمول بودہ بعبارۃ اخری عزاداری دہم محرم کہ در آن روز حسین بن علی آخرین نفس حیات را در کربلا کشید موضوع پیش نمائشی عمومی شد و زمینہ از برای نظم اشعار و مراثی مؤثر بدست داد کہ از نظر وفاداری شایان ابراز ہنر و سخن رانی شعراء و ارباب فنون است۔ در ہمین اوقات دیانت بابی تصمیم باصلاح و تجدید دیانت گرفت مملکتی کہ قرنہا و کرارا دہ بار مورد ہجوم و غلبۂ اجانب واقع شدہ بود و در نتیجہ فاسد و تباہ گردیدہ و در زیر بار و فشار دیانت آمیختہ باغراض و تصرفات فقط بظلم و جفا خو گرفتہ و در نتیجۂ فلسفہ ای مرموز کہ فعالیت اشخاص را منتفی مینمود و نہالی مقاصد و آمال را ازبن بر میانداخت حس نشاط و فعالیت از دست دادہ

اینک در پنجاه و پنج سال اخیر مساعی فوق العاده و بی نظیر
در سبیل احیای خویش و ایجاد و افکار برومند و پرنشاط بروز داد
دیانت بابی عاری از عقائد وهمیه و تعصبات است و مبادی مرموز
و مستعار آن از تصوف و معتقدات اهل حقه (تیره های قدیمی
علی اللهی) که بفیوضات الهی و تجلیات مجلی قائلند سرچشمه گرفته
تعالیم اخلاقی در این دیانت انقلابی جدید در روش و آداب
ایجاد نمود دارای عادات و اخلاق غربی است حکم دون طهارت
را که بزرگترین مانع و اعظم سدی است که اسلام را از مسیحیت
جدا نموده محو مینماید و تعدد زوجات را که منبع اصلی خرابی و فساد
نسل در مشرق زمین است منع کرده باصلاح خانواده و تشکیل
عائله علاقه ای مخصوص ابراز میدارد مقام رجال را در جامعه بلند
نموده و در عین حال نساء را هم سطح رجال قرار میدهد این دیانت
در ظرف مدت قلیل کمتر از پنج سال از یکسوی مملکت بسوی دیگر
انتشار یافت و سراسر ایران را فرا گرفت تا آنکه در ۱۸۵۲ء
در سیل خونین دماء شهدا خویش شسته شد و اینک با کمال
آرامش و وقار بنشر افکار و اشاعت آثار خویش مشغول است
ایران اگر بنا باشد وقتی احیاء و تجدید نسل گردد یقیناً
در ظل این دیانت جدید و تعالیم آن خواهد بود.

(بقلم دکتر هانری ایچ جلسوب - دکتر الهیات)

نقل از کتاب "پارلیمان بین المللی ادیان" جلد دوم سیزدهمین
جلسه تحت عنوان انتقادات و بیان طرق تبلیغات مبشرین
صفحه ۱۱۲۲ در اکسپوزیسیون ۱۸۹۳ء کلمبیا در شیکاغو
تالیف جان هانری باروز کشیش - دکتر در الهیات (نشریات پارلمانی شیکاغو ۱۸۹۳ء)

بنابرین این وظیفه ما که بمثال الهی خلق شده ایم آنست
که همواره در نظر آوریم کافه بشر بمثال الهی آفریده شده اند.
و تمامی وجود و هستی و نوایای ما مرهون این عرفان است.
پیوسته بجانب آن مثال نزدیک و در ظل مجد و بهای الهی و
تائید جمال مبارک به هم نوعان خویش از برای وصول بآن
مقام بلند اعلی خدمت کنیم این فرصت موهبت سماوی است
و مسئولیت عظیمی از برای ما ایجاد میکند که احدی را مجال فرار نیست
در قصر بهجی یا "کاخ بهجت و سرور" خارج قلعه عکا در سواحل
سوریه چند ماه قبل شخصی بزرگوار از اعاظم ایرانیان و مقدسین بهائی
صعود فرمود که اسمش حضرت بهاءالله است یعنی "بهاء و جلال
الهی" رئیس نهضت بزرگ و عظیمی که از اسلام ایران برخواسته
کتاب مقدس عهد جدید را کلام الله میداند و حضرت مسیح را
نجات دهنده نوع انسان. جمیع قبائل و ملل عالم را ملت واحده
و افراد بشر را برادر و عضو یک خاندان میشمارد. سه سال قبل یکی
از فضلای کامبریج در محضر مبارکش وفود نمود و حضرت بهاءالله
بیاناتی باو فرمودند که از نظر عواطف و احساسات مانند کلمات
حضرت مسیح بسیار شیرین و لطیف است و ما در پایان کلام
آن بیانات مبارکه را تکرار میکنیم:

"آیا اگر جمیع ملل عالم در ظل یک دین متحد و مجتمع گردند
و ابنای بشر چون برادر بهم پرور شوند روابط
محبت و یگانگی بین نوع انسانی استحکام یابد
و اختلافات مذهبی و تباین نژادی محو و زائل
شود چه عیبی و چه ضرری دارد........ بلی
همین قسم خواهد شد جنگهای بی ثمر و نزاعهای مهلکه
منقضی شود و صلح اعظم تحقق یابد .... آیا شما

در ممالکِ اروپ محتاج بهمین نیستید و آیا همین نیست که حضرت مسیح خبر داده با وجود این مشاهده میشود ملوک و نامداران ممالکِ شما کنوزِ ثروت و خزائن را در عوض آنکه در سبیل آسایش و سعادتِ نوعِ انسان انفاق کنند بکمال آزادی و خودسرانه در راهِ اضمحلال و هلاکتِ اهلِ عالم صرف نمایند نزاع و جدال و سفکِ دما باید منتهی شود و جمیع بشر یک خانواده گردند.

...... لیس الفخر لمن یحب الوطن بل لمن یحب العالم"

بقلم لورد کرزن

(نقل از جلد اول کتاب ایران صفحه ۴۹۶-۵۰۴ (که در سال ۱۸۹۲ء نگاشته شد)

حد اقل احصائیه بابیان ایران نیم ملیون است و نگارنده از قرار مذاکراتی که با نفوس مطلع و بصیر نموده معتقد است جمیع نفوس بابیان در این اقلیم نزدیک بیک ملیون باشد تابعینِ این دیانت در بین جمیع طبقاتِ مردم از وزراء و درباریان تا سپور و مهتران وجود دارد و دامنهٔ اقداماتشان به تبلیغ اربابِ عمائم و ملاهای اسلام نیز تجاوز نموده چنانچه مومنین اولیه این دیانت جمع کثیری از سادات و حجاج و روحانیون لعبارةٍ اخری نفوسی بوده اند که برحسب اصل و نسل و تمائل باعمال ثواب و دینی یا اقتضائی شغل علاقه واقعی و مخصوص بمعتقداتِ اسلام داشته و تابعین این دیانت پیوسته در تبلیغ نفوس سعیِ بلیغ مبذول میدارند........ اخیراً موفقیتِ بزرگ نصیب بابیان گشته و بر خصمی دیگر فائق آمده اند عدهٔ کثیری از یهودیانِ شهرهای ایران در سلکِ مومنینِ این دیانت وارد گشته و بقرار مسموع در طی سنه گذشته (سال ۱۸۹۱)

۱۵۰ نفر از کلیمیان طهران و ۱۰۰ نفر از همدان ۵۰ تن از کاشان و ۷۵ از کلیمیانِ گلپایگان باین دیانت اقبال کرده اند......

...... دو نفر از فدائیانِ این دیانت موسوم به حاجی میرزا حسن و حاجی میرزا حسین که از طرف بابیان به سلطان الشهداء و محبوب الشهداء ملقب شدند مرقدِ ساده و بی آرایششان در قبرستان زیارتگاهِ نفوس است و بسا سیل دموع از مظلومیت "شهدای اصفهان" از عیون جاری میگردد .... این وقائع که گاه گاه باقامتِ ناسازِ خود عرض اندام مینماید ثابت میکند هنوز ایران از خوابِ غفلت برنخاسته و از قیدِ مذلت و خواری نجات نیافته است و انسان را در مقابل سخنانِ پر از لاف و گزاف آنان که از مدنیت ایران دم میزنند دچار شک و تردید مینماید مهمترین مسئله که بسبب امعانِ نظر در احوال گذشتهٔ این دیانت چنانچه نگارنده متذکر شد جلب توجه و دقتِ نفوس را مینماید فداکاریِ فوق العاده و عبادت و اخلاص واقعی است که این دیانت در تابعینِ خود تعلیم و تلقین نموده نگارنده معتقد است فقط در یک مورد یکی از بابیان در تحت فشار و تهدید از دیانتِ بابی احتراز جست بارِ دیگر باز بعقیدهٔ خود پیوست و پس از دو سال شهید گشت صفحاتِ خونین تاریخ این امر با داستانهای مشعشعِ بی نظیر از شهامت و استقامتِ اتباع خود منور و درخشان گشته و پیروانِ این دیانت اگرچه بسیاری برحسب ظاهر عامی و از کمالاتِ ظاهره بی بهره هستند معذالک در سبیل دیانتِ خویش مرگ را هر آن استقبال مینمایند آتش سوزان سمت فیلد (انواع شکنجه که در قرن شانزدهم نسبت بکشیشهای مسیحی در شهر سمت فیلد انگلستان مجرا شد و چند صد تن از کشیشان را در آن آتش سوزاندند) هرگز بآن اندازه همت و شهامت که پیروانِ این دیانت بآن

مبعوث گشتند در قلوب نیافروخت و این قدر شکنجه و عذاب که ظالمان طهران ایجاد و اختراع نمودند تولید نکرد اینست که نمیتوان سول و عقاید دیانتی را که چنین روح جانبازی و فداکاری بی نظیر در پیروان خود ایجاد کرده ناچیز گرفت نظر بوقایع و محارباتی که در سنین اولیه بین بابیان و حکومت بوقوع پیوست و سوء قصدی که بحیات شاه ابراز شد بغلط تعبیر گشت که این دیانت نهضت سیاسی بوده و دارای روح مفسده جوئی است درصورتیکه از مطالعه آثار و نوشته جات حضرت باب و جانشینهای حضرتش بخوبی ثابت میشود که این اتهام بکلی بی اساس و موجبی برای استنباط ابداً در دست نیست .... اتهام فساد اخلاق افترائی دیگر و نمونه ای بزرگ از نوع بداندیشی مخالفین این دیانت است که ظاهراً بواسطه حریت مبشرتی که حضرت باب بنسوان عطا فرموده اند و نظر بفساد اخلاق عمومی در نظر شرقیان نامطبوع میآید ایجاد شده ...... اگر این دیانت براین نهج و بهمین پایه از موفقیت پیشرفت نماید بلا درنگ دقیق اسلام را از صفحهٔ ایران محو خواهد نمود .... از انجا که نیروی جدید و سپاهیان تازه این دیانت از بهترین سربازخانه ها وارد و های که بر آن دست یافته اختیار شده است شکی نیست که عاقبت شاید فتح و ظفر را در آغوش خواهد گرفت ....

زندگانی پاک و مشقت بار حضرت باب و شهامت فجیع آن حضرت در شهادت و جانبازی پیروان دلداده اش که در وقایع معاصر اسلام بی مثل و نظیر است انظار بسیاری از نفوس را جلب و متوجه خواهد نمود .... "

(باقی دارد)

آرزو

دردا که دردمندم و درمانم آرزوست — چشمان مست و زلف پریشانم آرزوست

دارم امید آنکه بر افروزیم شبی — روشن ز جلوهٔ رخت ایوانم آرزوست

منعم مکن ز درگهت ای پادشاه حسن — افکنده سر چه گوی بمیدانم آرزوست

هشیار در گریز ز مستان باده نوش — یارب چه حالت است که مستانم آرزوست

شد تشنه نیم شب ز می دوشم ساقیا — یکقطرهٔ ز چاه زنخدانم آرزوست

گرچه گدای بی سر و پایم بکوی عشق — لیکن خیال دیدن سلطانم آرزوست

مرآت دل بشوئیم از زنگ غیر دوست — تا بنگرم در آن رخ جانانم آرزوست

جانم به تنگ آمده زین جسم ناتوان — پرواز زین قفس بگلستانم آرزوست

سیرم ز علم و فضل و کمالات شهریان — طیر و وحوش و دشت و بیابانم آرزوست

اخبار یا خموش که فرموده گنج فضل — کز دیو و دد ملولم و انسانم آرزوست

کانونشن یاکانِ گلشن

حضرت بهاءالله جل ذکره میفرماید

اشرب کوثر السرور من قدح بیان مطلع الظهور

ترجمه

بنوش آب مسرت از جام گفته های سرچشمهٔ ظهور

از تأییدات خداوند تبارک تعالی دوازدهمین کانونشن بهائیانِ هند و برما در پونه منعقد و باحسن وجوه صورت گرفت نمایندگان از اطرافِ هند و برما مجتمع و از تاریخ ۲۷ ماهِ اپریل مراسمِ جشنِ کانونشن بتلاوت مناجات افتتاح گردید نخست موجب پروگرامیکه قبلاً از طرفِ محفل مقدس روحانی ملی سنه قبل پیشنهاد شده بود تلگرافی بساحت اقدس حضرت ولی عزیز امرالله معروض و التماس دعا و طلب تأیید گردید و بعد شروع بمشاوره و تبادلِ آرا در پیشرفت امر تبلیغ و تبشیر امرالله در قطعات وسیعهٔ هند و برما و تحکیم انتظام اداری جامعهٔ اهل بهاء گردید صبح و عصر ساعاتی چند در این انکارپر آثار اوقاتی شیرین تر از شهد و انگبین بسر بردیم چون مقصودی جز نشر نفحات الله و اتحاد و اتفاقِ جامعه نداشتیم کردوای امروزهٔ جهان است محفلِ مقدس روحانی دوستانِ پونه درحقیقت از حسن پذیرائی و انتظام امور داخلی هیچ فروگذار نفرموده بودند سکنِ نمایندگانِ کانونشن و کسانیکه از اطراف آمده بودند در نشنل هتل که مالِ یکنفر از دوستانِ خالص مخلص پونه و یادگار بهشتی روان خسرو بمان است بود جمعیت باندازه شده بود که هتل باین بزرگی با وجودیکه در این سه روز کانونشن هیچ مسافر بیرونی را قبول نمیکردند باز هم جای همگی نبود و صاحبِ هتل و سایر احبار پونه عده از گلشنیان را در منازل و خانه های خود جای داده بودند -

روز دوم کانونشن ۲۸ اپریل تلگرافِ مبارک حضرت ولی امرالله درجوابِ تلگراف کانونشن واصل و قلوب اهل بهاء را مسرت و امتنانی زائدالوصف بخشود که در مشاوره و مذاکره آثار پیروزی مشاهده مینمودند عصر ۲۸ بعد از غروب جلسهٔ نطق عمومی درگوکلا هال منعقد صدر جلسه جناب نارین رار شلجی وکیل و ناطقین محترمه شیرین خانم فوجدار و جناب ضیاء علی بت و بیه و فسر [illegible] بودند انتظامِ این نطق و اعلانِ آن بواسطهٔ روزنامه ها و اعلان دستی نیز از طرف محفل مقدس روحانیِ پونه بود حتی لودسپیکر "آواز رسان" هم در اطراف هال ترتیب داده بودند و طالبین حتی عابرین هم ندای امرالله و تعالیم مبارکه را بگوشِ خود می شنیدند راپورت آن نطق در روزنامه های متعدد بالسن مختلفه طبع و نشر گردید -

روز ۲۹ بمناسبت نهم عید سعید رضوان عموم احبای شهر پونه کارهای خود تعطیل نموده در گلشنِ کانونشن با یاران و مهمانان شریک و همنشین گشتند. از عده که صبح توانستند در ساعت هشت حاضر گردند عکسی هم گرفته شد که انشاءالله در مجلهٔ کانونشن طبع خواهد شد عصر آنروز بمناسبت جلسهٔ عید رضوان مجلس کانونشن منعقد نشد و یاران بجشن سرور مشغول بودند جناب بهمن بهی جی آقای موبدزاده نیز بصوابدید محفل مقدس روحانی محلی وقت را غنیمت دانسته در این فیروز بواسطهٔ رئیس محفل مقدس روحانی ملی عقد ازدواج فیما بین جناب شاه بهرام موبدزاده و رضوانیه خانم صبیهٔ بهمن بهی جی نیز بستند و ابواب فرح و انبساط بر روی طرفین کشودند روز سیم اپریل اعضای جدید الانتخاب محفل مقدس روحانی ملی بکارهای لازمهٔ دیانتی خود قائم و در انجام وظائف روحانیهٔ خود مشاوره و راز و نیاز آغاز نمودند عصر آنروز مجلس نطقی در لغت اردوی در هال وسیع نشنل هتل منعقد و جناب سید محفوظ الحق علمی و آقای عباس علی بت دادِ سخن دادند-

نمایندگان کانونشن و شکفته گلهای این گلشن پس از انجام وظائف هر یک بمحل مراجعت و مامورین و زمامدارانِ امور روحانیه شروع بخدمات موکوله نموده از تأییداتِ غیبیهٔ ربانیه امیدواریم کل کامران گردند - (فدای یاران ربانی اسفندیار بختیاری)

ماہنامہ
پیامبر
نئی دہلی

جلد اوّل — اگست سنہ ۱۹۴۰ء — شمارہ دوم

اسمِ اَعظم

خوشیاں مناؤ نعرے لگاؤ دُنیا میں جاؤ سب کو بلاؤ
سب کو سناؤ اللہُ ابھیٰ سب کو سکھاؤ اللہُ ابھیٰ

جانِ جہاں ہے رازِ نہاں ہے رُوحِ رواں ہے نورِ عیاں ہے
آوازِ جاں ہے اللہُ ابھیٰ وردِ زباں ہے اللہُ ابھیٰ

پیغامِ اُلفت رمزِ اخوّت آوازِ رحمت تکبیرِ وحدت
جانِ محبّت اللہُ ابھیٰ شانِ تحیّت اللہُ ابھیٰ

سُلطانِ حق ہے فرمانِ حق ہے ایمانِ حق ہے عرفانِ حق ہے
بُرہانِ حق ہے اللہُ ابھیٰ اعلانِ حق ہے اللہ ابھیٰ

صدقِ مجسّم قولِ مُسلّم اظہارِ اَقوم وردِ مُعظّم
لفظِ مُکرّم اللہُ ابھیٰ ہے اسمِ اعظم اللہُ ابھیٰ

خوش دل رہو تم عارف بنو تم ہمّت کرو تم آگے بڑھو تم
پڑھتے رہو تم اللہُ ابھیٰ سب سے کہو تم اللہُ ابھیٰ

تبلیغ و نصرت

خداوندعالم جب دنیا کو گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہے تو اپنی مہربانی سے ہدایت و رہنمائی کرتا ہے سب سے اول خود اپنے بندوں کو تبلیغ شروع کرتا ہے۔ بندوں میں سب سے پیشتر ایک وجود کو مخصوص کرتا ہے اور اسے اپنے کلام سے تبلیغ فرماتا ہوا حکم دیتا ہے کہ اٹھ اور میری مخلوق کو میرا پیغام پہونچا!

پیغمبر وقت اٹھتا ہے اور تبلیغ حق کے علم بلند کر دیتا ہے اور سب لوگوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ اے خدا کے بندو! اٹھو۔ خدا کا حکم آگیا۔ خدا کے دین کو قبول کرو۔ اور کمر ہمت باندھکر خدا کے امر کی تبلیغ میں مصروف ہو جاؤ۔ یہی تمہارا سب سے بڑا فرض ہے۔ یہی عمل تبلیغ تمہیں تمام دنیا میں سربلند کر دیگا۔ تبلیغ تمہارے لئے زندگی کا جام کوثر ہے تبلیغ ابدی عزت کا تاج ہے۔ تبلیغ قومی ارتقا کیلئے پختہ شاہراہ ہے تبلیغ تمہارے سارے نظام ملت کا مرکز حیات ہے۔ اسی میں دونوں جہان کی کامیابی مضمر ہے۔

میثاق تبلیغ

خدا نے سب نبیوں سے عہد و میثاق لیا ہے کہ جب انہیں کتاب و حکمت دیجائے اور پھر کوئی رسول آئے جو اُن کا مُصدّق ہو تو ان کا فرض ہے کہ اس رسول پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت و امداد کریں۔ یعنی اسے قبول کرکے اس کے دین کی تبلیغ و اشاعت کریں۔ یہ عہد خدا نے سب نبیوں سے لیا ہے اور نبیوں کے ذریعے ان کی اُمتوں کا بھی یہی فرض ہوا کہ وہ رسالت الٰہی کے ہر ایک ظہور کو قبول کرکے اسکی نصرت و تبلیغ میں جان و دل سے جدوجہد کریں۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ اے مومنو! تم بہترین جماعت ہو جو انسانوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کئے گئے ہو تاکہ تم بھلائی کا حکم دو۔ اور برائی سے روکو یعنی اچھائی اور بھلائی کی تبلیغ کرتے رہو اور لوگوں کو بُری باتوں سے بچاتے رہو!

اس سے ثابت ہوا کہ ہر زندہ اُمت کی زندگی تبلیغ حق میں ہے جس سے دنیا امن و سلامتی۔ بہبودی و ترقی حاصل کرتی ہے اور فساد۔ خرابی۔ بربادی سے بچتی ہے۔ اگر کوئی قوم تبلیغ حق سے غافل ہو جاتی ہے تو صاف الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ وہ معطل ہو جاتی ہے۔ بیکار چیز کی مانند بے قدر و قیمت رہ جاتی ہے اپنے وجود کی غرض و غایت کھو بیٹھتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حقیقتہً فنا ہو جاتی ہے۔

فرض تبلیغ

دور حاضر میں خداوند عالم نے حضرت بہاءاللہ کو مبعوث فرمایا ہے اور اپنے تازہ کلام پاک میں جو احکام دیئے ہیں ان میں سے تبلیغ کا حکم قطعی بھی ہے۔ کتاب مبین میں نازل ہوا ہے قَدْ کَتَبَ اللّٰہُ لِکُلِّ نَفْسٍ تَبْلِیْغَ اَمْرِہٖ خدا نے ہر شخص پر اپنے امر کی تبلیغ فرض قرار دی ہے۔

کتاب اقتدار میں فرمایا ہے، اِنَّا اَمَرْنَا الْکُلَّ بِالتَّبْلِیْغِ۔ ہم نے سب کو تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ نیز فرمایا حکم تبلیغ از سماء امر مخصوص کل نازل یعنی کل باآں مامورند ص۱۱ تبلیغ کا حکم آسمان امر سے سب کے لئے نازل ہوا ہے۔ یعنی بلا استثناء سب کے سب تبلیغ کرنے کے لئے مامور ہیں۔

بگو الیوم یوم اصغا است۔ بشنوید ندای مظلوم را باسم حق ناطق باشید و بطراز ذکرش مزین و بانوار حبش مستنیر این است مفتاح قلوب و صیقل وجود والذی غفل عما جری من اصبع الارادة انه فی غفلة مبین۔ .. ..
کتاب اقتدار ص۲۹۶

کہدو آج کان لگا کر سننے کا دن ہے مظلوم کی ندا سنو۔ حق کے نام سے بولتے رہو ذکر حق کی زینت سے آراستہ رہو اسکی محبت کے انوار سے جگمگاتے رہو۔ یہ ہے دلوں کے کھولنے والی کنجی اور یہ ہے وجود کو چمکا دینے والی صیقل اور جو شخص خدائی ارادہ کی انگلی سے جاری شدہ حکم سے غافل رہا وہ ایک کھلی ہوئی غفلت میں مبتلا ہے

تبلیغ جاذبِ تائید ہے

یَا اَھْلَ الْاَرْضِ اِذَا غَرَبَتْ شَمْسُ جَمَالِیْ وَسُتِرَتْ سَمَاءُ ھَیْکَلِیْ لَا تَضْطَرِبُوْا قُوْمُوْا عَلٰی نُصْرَةِ اَمْرِیْ وَارْتِفَاعِ کَلِمَتِیْ بَیْنَ الْعَالَمِیْنَ۔ اِنَّا مَعَکُمْ فِیْ کُلِّ الْاَحْوَالِ

اے اہل ارض جب میرے جمال کا آفتاب غروب ہوجائے اور میرا ہیکل کا آسمان پوشیدہ ہوجائے تو تم مضطرب نہ ہوجانا۔ میرے امر کی نصرت و تبلیغ کے لئے اور میرے کلمہ کو تمام جہانوں میں بلند کرنے کیلئے کھڑے ہوجانا تمام حالات میں

اِنَّا کُنَّا قَادِرِیْنَ۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں یقیناً ہم قادر ہیں (کتاب اقدس ص۱۱) نیز فرمایا ہے

وَنَرٰیکُمْ مِنْ اُفُقِیَ الْاَبْھٰی وَنَنْصُرُ مَنْ قَامَ عَلٰی نُصْرَةِ اَمْرِیْ بِجُنُوْدٍ مِنَ الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَقَبِیْلٍ مِنَ الْمَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ (کتاب اقدس ص۱۶)

اور ہم اپنے افق ابہیٰ سے تمہیں دیکھ رہے ہیں اور جو کوئی ہمارے امر کی مدد و تبلیغ کیلئے کھڑا ہوگا تو ملاء اعلیٰ کے لشکروں سے اور مقرب فرشتوں کی جماعت کے ذریعے ہم اسکی مدد کرینگے

ہر حالت میں تبلیغ فرض قطعی اور ضروری ہے

قُوْمُوْا عَلٰی خِدْمَةِ الْاَمْرِ فِیْ کُلِّ الْاَحْوَالِ اِنَّہٗ یُؤَیِّدُکُمْ بِسُلْطَانٍ کَانَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ مُحِیْطًا۔

امر حق کی خدمت پر تمام حالات میں قائم رہو۔ سارے جہانوں پر چھائی ہوئی قوت سے خدا تمہاری تائید و مدد فرمائیگا۔ (اقدس ص۳۳)

تبلیغ و استقامت

باید اہل بہاء کہ از اصحاب سفینهٔ حمراء در قیوم اسماء مذکورند باستقامتی ظاہر شوند کہ لائق این امر اعظم و یوم مبارک است امروز روز خدمت و استقامت است (کتاب اقتدار ص۲۷۱)

اہل بہاء جو قیوم اسماء میں سرخ کشتی والے کہلاتے ہیں انھیں ایسی استقامت سے ظاہر ہونا چاہئے جو اس عظیم الشان امر اور یوم مبارک کے لائق ہو۔ آج خدمت و استقامت کا دن ہے۔

اعظم از کل امور استقامت و اتفاق بر کلمهٔ جامعهٔ الہیہ است اقتدار ص۲۴۱

سب کاموں سے بڑھکر استقامت اور خدائی کلمہ جامعہ پر اتحاد و اتفاق ہے

باید نفسی مستقیم باشند کہ نفحات آں مضطربین و متزلزلین

اس طرح سے مستقیم رہنا چاہئے کہ اس کے اثرات مضطرب اور

راستقیم نماید

(اقتدار ص۲۴۱)

بایستید برامر اللہ بثانیکہ ہر مضطربے مستقیم شود و ہر عظم رمیمی بحرکت آید

اقتدار ص۲۶۴

اگر استقامت نباشد نفس ذاکر موثر نخواہد بود

مجموعہ الواح ص۲۲۵

متزلزل لوگوں کو بھی مستقیم بنا دیں

اللہ کے حکم پر اس شان سے قائم ہوجاؤ کہ ہر مضطرب مستقیم بنجائے اور ہر بوسیدہ ہڈی متحرک ہوجائے

اگر استقامت نہ ہوگی تو ناصح و مبلغ کی باتیں اثر نہ کرینگی

تبلیغ باعمال و اخلاق

دریکے از الواح نازل یاحزب اللہ بخود مشغول نباشید - در فکر اصلاح عالم و تہذیب امم باشید - اصلاح عالم از اعمال طیبہ طاہرہ و اخلاق راضیہ مرضیہ بودہ ناصر امر اعمال است و معین اخلاق -

مجموعہ الواح مبارکہ ص۲۸۹

باید احبائے الہی بحکمت و بیان براین امر خطیر اقدام کنند بعضے را باقوال و بعضے را بافعال و اعمال و بعضے را باخلاق تبلیغ نمایند و بشطر احدیہ کشانند اعمال حسنہ و اخلاق روحانیہ

ایک لوح میں نازل ہوا ہے کہ اے خدائی جماعت! اپنے میں ہی مشغول نہ رہو - تمام عالم کی اصلاح اور قوموں کی شائستگی کی فکر میں ہو عالم کی اصلاح پاک و پاکیزہ اعمال اور اچھے پسندیدہ اخلاق سے ہوتی ہے - دین کے یار و یاور اعمال اور اس کے مددگار اخلاق ہیں: احبائے الہی کو حکمت و بیان کے ذریعے اس عظیم الشان کام کے لئے قدم بڑھانا چاہئے - کسی کو اقوال سے کسی کو افعال و اعمال سے کسی کو اخلاق سے تبلیغ کرنی چاہئے اور بارگاہ احدیت کی جانب

بنفسہا و مبلغ امرند

اقتدار ص۱۶۶

اُنْصُرُوا مَالِكَ الْبَرِيَّةِ بِالْأَعْمَالِ الْحَسَنَةِ ثُمَّ بِالْحِكْمَةِ وَالْبَيَانِ كَذٰلِكَ أُمِرْتُمْ فِي أَكْثَرِ الْأَلْوَاحِ مِنْ لَدَى الرَّحْمٰنِ إِنَّهُ كَانَ عَلَى مَا أَقُولُ عَلِيمًا (اقدس ص۳۱)

لانا چاہئے - اچھے اعمال اور روحانی اخلاق تو خود ہی مبلغ امر ہیں:-

اچھے اعمال پھر حکمت و بیان سے مالک جہان کی مدد کرو - خدائے رحمن کی طرف سے اکثر الواح میں تمہیں ایسا ہی حکم ہوا ہے - یقیناً خدا میری باتوں کو خوب جانتا ہے -

تبلیغ بحکمت و بیان

إِنَّا نُوصِي الْكُلَّ بِالْحِكْمَةِ وَالْبَيَانِ فِي أَمْرِ رَبِّهِمِ الرَّحْمٰنِ كَمَا وَصَّيْنَاهُمْ مِنْ قَبْلُ - إِنَّهُ لَهُوَ النَّاصِحُ الْأَمِينُ

(اقتدار ص۲۷۹)

اقتدار ص۲۷۹

إِنَّمَا تُعْمَرُ الْقُلُوبُ بِاللِّسَانِ كَمَا تُعْمَرُ الْبُيُوتُ بِالْيَدِ وَأَسْبَابٍ أُخَرَ - قَدْ قَدَّرْنَا لِكُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا مِنْ عِنْدِنَا تَمَسَّكُوا بِهِ وَتَوَكَّلُوا عَلَى الْحَكِيمِ الْخَبِيرِ ہ

(اقدس ص۴۳)

.. .. ..

.. .. ..

ہم سب کو پروردگار رحمن کے امر کے بارے میں حکمت و بیان کی وصیت و نصیحت کرتے ہیں جیسا کہ ہم انھیں پہلے بھی یہی وصیت کرچکے ہیں - یقیناً خدا ناصح امین ہے

بات یہی ہے کہ جس طرح ہاتھ اور دوسرے آلات سے مکان تعمیر کئے جاتے ہیں اسی طرح زبان کے ذریعے دل تعمیر کئے جاتے ہیں - ہم نے اپنی جانب سے ہر چیز کے لئے ایک ذریعہ مقرر کیا ہے اسکو مضبوط تھام لو اور خدائے حکیم و خبیر پر بھروسہ رکھو:-

خیمہ امر الہی عظیم است جمیع
حزاب عالم را فرا گرفتہ و خواہد
رفت - روز - روز شماست
ہزار لوح گواہ شما - بر نصرت
مر قیام نمائید و بجنود بیان بہ
تسخیر افئدہ قلوب اہل عالم
مشغول شوید -

مجموعۂ الواح ص ۲۸۶

امروز باید اولیاء بخدمت امر
مشغول باشند و خدمت
تبلیغ است و آں ہم بحکمت
بیان کل بآں متمسک باشند

کتاب فردوس ص ۲۱۸

امر الہی کا خیمۂ عظیم الشان ہے وہ دنیا
کی تمام قوموں پر چھا گیا ہے اور
چھا جائیگا - آج تمہارا دن ہے
اور ہزار لوح تمہاری گواہ - امر کی
مدد و تبلیغ پر قائم ہو جاؤ بیان کے
لشکروں کے ذریعے اہل عالم
کے دلوں کو مسخر کرنے میں مصروف
ہو جاؤ -

آج خدائی دوستوں کو خدمت
امر میں مشغول رہنا چاہیئے - اور
خدمت تبلیغ ہے اور وہ بھی حکمت و
بیان سے سب اسے مضبوط تھامے
رہیں -

شرائطِ مبلغین

بنز شرائط مبلغین بمثابہ آفتاب
ز آفاق سموت الواح الہی
ساطع و لائح و مشرق

کتاب اقتدار ص ۱۱

قل الملک انا امرنا الکل
بالتبلیغ و انزلنا فی شرائط
المبلغین ما ینصف بہا
کل بصیر علی فضل ہذا
الظہور و عزہ و عطائہ
مواہبہ و الطافہ -

شرائط مبلغین کا سورج آفتاب
کی مانند الواح الہی کے آسمانوں
سے بلند و نمودار اور روشن
ہے -

کہدو اس بات کو جان رکھو کہ ہم نے
سب کو تبلیغ کا حکم دیا ہے اور شرائط
مبلغین میں ہم نے وہ بات نازل
کی ہے جس سے ہر ایک صاحب
نظر اس ظہور کی فضیلت عزت
عطاء و بخشش و مہربانی پر انصاف

ینبغی لکل نفس اراد
ان یتوجہ الی الافق الاعلی
ان یطہر ظاہرہ و باطنہ
عن کل ما نہی فی کتاب
اللہ رب العلمین و فی اول
القدم یتمسک و یعمل
بما انزلہ الرحمن فی
الفرقان بقولہ قل اللہ
ثم ذرہم فی خوضہم
یلعبون ہ و یری ما سوی
اللہ کقبضۃ من التراب
کذالک اشرق نور الامر
من افق سماء امر اللہ
المقتدر العزیز الوہاب
و فی قدم اخر یتوجہ
بکلہ الی الوجہ و بلسان
السر و الحقیقۃ مقبلا
الی البیت الاعظم یقوم
و یقول ترکت ملۃ
قوم لا یؤمنون باللہ
و ہم بالاخرۃ ہم
کافرون -

اذا فاضت نفس
بالمقاصین والامرین

سے گواہی دیتا ہے ہر اس شخص کو
جو افق اعلی کیطرف متوجہ ہونا چاہتا
ہے واجب ہے کہ اپنے ظاہر و باطن
کو اُن تمام چیزوں سے پاک صاف
کرے جو خدائے رب العلمین کی کتاب
میں ممنوع ہیں اور پہلے قدم پر ہی
اسے اُس بات کو مضبوط تھام کر
عمل کرنا چاہیئے جو خدائے رحمن
نے قرآن میں یوں فرمائی ہے کہ
کہدے اللہ پھر اُنھیں انکی اُدھیڑ
بُن میں کھیلتا چھوڑ دے اور مُبلغ
کو چاہیئے کہ وہ تمام ماسوی اللہ کو
ایک مُشت خاک سمجھے - اِس طرح
انجام میں خدائے مقتدر عزیز
وہاب کے آسمان سے امر کا نور
چمکا ہے

اور دوسرے قدم پر مبلغ ہمہ تن
جلوۂ جمال حق کی طرف متوجہ ہو اور
بیت اعظم کی طرف رخ کر کے اپنے
اندرون و حقیقت کی زبان سے
یوں کہے کہ میں نے ان لوگوں کی
ملت کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان
نہیں لاتے اور وہ آخرت کے
منکر ہیں -

اِنَّھَا کَانَتْ مَرْقُوْمَۃً مِنْ اَھْلِ الْبَھَآءِ مِنَ الْقَلَمِ الْاَعْلٰی فِی الصَّحِیْفَۃِ الْحَمْرَآءِ -

جب کوئی ان دونوں مقاموں اور دونوں باتوں سے فائز ہو جائے تو وہ قلم اعلیٰ سے سُرخ صحیفے کے اندر اہل بہآء میں مرقوم ہے۔

طوبیٰ از برائے نفسیکہ امام کعبۂ الہیٰ قیام نمود و عمل نمود بانچہ از آمر حقیقی و مشرق وحی الہیٰ دراین حین نازل شد

اقتدار ص۱۰

مبارکباد اس کیلئے جو کعبۂ الہیٰ کے روبرو کھڑا ہوا اور جو کچھ حاکم حقیقی اور مشرق وحی الہیٰ کی طرف سے ابھی نازل ہوا ہے اس پر عمل پیرا ہوا۔

درمقامی این کلمات عالیات نازل یَنْبَغِیْ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُبَلِّغَ اَمْرَ مَوْلَاہُ اَنْ یُزَیِّنَ رَاْسَہٗ بِاِکْلِیْلِ الْاِنْقِطَاعِ وَھَیْکَلَہٗ بِطِرَازِ التَّقْوٰی

ایک مقام پر یہ بلند کلمات نازل ہوئے ہیں جو اپنے مولیٰ کے امر کی تبلیغ کرنا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے سر کو انقطاع کے تاج سے آراستہ کرے اور اپنے بدن کو تقوی کے لباس سے سجائے۔

وَفِیْ مقام اٰخر

یَنْبَغِیْ لِکُلِّ مُبَلِّغٍ اَنْ یَدَعَ مَا عِنْدَہٗ وَمَا عِنْدَ الْقَوْمِ نَاظِرًا اِلٰی مَا عِنْدَ اللّٰہِ الْمُھَیْمِنِ الْقَیُّوْمِ (اقتدار ص۱۱)

ایک اور مقام پر ہے - ہر مبلغ کو لازم ہے کہ وہ اپنے خیالات کو اور لوگوں کی باتوں کو چھوڑ دے اس چیز کی طرف نظر رکھے جو خدائے غالب و قیوم کے پاس ہے

مُبلّغ کو صاف گو اور شیریں زبان ہونا چاہیئے

کُنْ عَضْبَ اللِّسَانِ وَعَذْبَ الْبَیَانِ فِیْ ذِکْرِ رَبِّکَ الرَّحْمٰنِ بَیْنَ مَلَاِ الْاَکْوَانِ کَذٰلِکَ

اہل جہان کے اندر اپنے پروردگار رحمن کے ذکر میں صاف گو اور شیریں زبان رہو خدائے مقتدر و قدیر

یُعَلِّمُکَ قَلَمُ التَّقْدِیْرِ مِنْ لَّدُنْ مُقْتَدِرٍ قَدِیْرٍ ۝ قَدْ کَتَبَ اللّٰہُ لِکُلِّ نَفْسٍ تَبْلِیْغَ اَمْرِہٖ - وَالَّذِیْ اَرَادَ مَا اُمِرَ بِہٖ یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَتَّصِفَ بِالصِّفَاتِ الْحَسَنَۃِ اَوَّلًا ثُمَّ یُبَلِّغُ النَّاسَ لِتَنْجَذِبَ بِقَوْلِہٖ قُلُوْبُ الْمُقْبِلِیْنَ فَمِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ لَا یُؤَثِّرُ ذِکْرُہٗ فِیْ اَفْئِدَۃِ الْعِبَادِ کَذٰلِکَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

کتاب مبین ص۱۷

کی طرف سے تمہیں قلم تقدیر اسی طرح تعلیم دے رہا ہے - (مبین ص۲۵)

خدا نے ہر شخص پر اپنے امر کی تبلیغ فرض قرار دی ہے جو شخص ماموریت تبلیغ کو ادا کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ اوّلاً آپ اچھی صفات سے متصف ہو پھر لوگوں کو تبلیغ کرے تاکہ اسکی باتوں کے اثر سے متوجہ ہونیوالوں کے دل کھچے چلے آئیں اور اس کے بغیر مبلغ کا بیان بندوں کے دلوں میں اثر نہ کریگا۔ اس طرح خدا تمہیں تعلیم دیتا ہے یقیناً وہ غفور رحیم ہے۔

تبلیغ بلا جدال و نزاع

قَدْ مُنِعْتُمْ فِی الْکِتَابِ عَنِ الْجِدَالِ وَالنِّزَاعِ وَالضَّرْبِ وَ اَمْثَالِھَا عَمَّا تَحْزَنُ بِہِ الْاَفْئِدَۃُ وَالْقُلُوْبُ - اقدس ص۳۵

جدال و نزاع اور مار پیٹ اور اس قسم کی سب باتوں سے جن سے دل غمزدہ ہوں تمہیں کتاب میں منع کیا گیا۔

قُلْ اِنَّا قَدَّرْنَا التَّبْلِیْغَ بِالْبَیَانِ اِیَّاکُمْ اَنْ تُجَادِلُوْا اَحَدًا وَالَّذِیْ اَرَادَ التَّبْلِیْغَ خَالِصًا لِوَجْہِ رَبِّہٖ یُؤَیِّدُہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ وَیُلْھِمُہٗ مَا یَسْتَنِیْرُ بِہٖ صَدْرُ الْعَالَمِ وَکَیْفَ صُدُوْرُ الْمُرِیْدِیْنَ

کہدے ہم نے تبلیغ بیان کے ذریعے مقرر کی ہے خبردار کسی سے جھگڑا نہ کرنا اور جو کوئی محض اپنے خدا کے لیے تبلیغ کرنا چاہتا ہے روح القدس اسکی تائید و مدد کرتا ہے اور اسکو وہ الہام کرتا

يا اهل البهاء سخّروا
مدائن القلوب بسيوف الحكمة
والبيان انّ الّذين يجادلون
باهواء انفسهم اولئك
في حجاب مبين قل سيف
الحكمة احرّ من الصّيف
واحدّ من سيف الحديد
لو كنتم من العارفين
(کتاب مبین ص۲۷)

کتاب مبین ص۳۲

ينبغي لكلّ نفس ان ينصر
الله بما يرتفع به امره
بين العباد قد حرّم
في الكتاب حكم الجدال
يشهد بذلك امّ الكتاب
في اعلى المقام -

فردوس ص۱۱

اے اہل بہا آن شما مشارق محبت
ومطالع شفقت بوده و هستید
چشم را از آنچه لائق نیست باز
دارید۔ لسان را بسبّ ولعن

ہے جس سے تمام جہان کا سینہ
روشن ہو جارہے تو ارادتمندوں
کے سینے کیسے روشن نہ ہوں گے
اے اہل بہا! دلوں کی بستیوں
کو حکمت و بیان کی تلواروں سے
مسخر کرتے رہو۔ یقیناً وہ لوگ
جو اپنی خواہش نفسانی کے باعث
جھگڑتے ہیں وہ نمایاں پردے
میں گرفتار ہیں۔
کہدے حکمت کی تلوار
موسم گرما سے بھی زیادہ گرم ہے
اور لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز
ہے۔ کاش تم عارفوں میں سے
ہو جاؤ۔

ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ خدا کی
مدد ان کاموں سے کرے جن سے
بندوں میں خدا کا امر بلند ہو کتاب
میں جدال حرام کیا گیا ہے۔
ام الکتاب اپنے اعلیٰ مقام میں
اسکی شہادت دے رہی ہے۔

اے اہل بہا! تم محبت کے
چمکنے کی جگہ اور شفقت کے طلوع
کے مقام ہو۔ نامناسب کاموں
سے آنکھ کو روکے رہو۔ اپنی زبان

احدے میالائید۔ آنچہ
را کہ دلالائید بنمائید۔ اگر قبول
افتاد مقصود حاصل والّا
تعرض باطل ذرہ وکلا بنفسہ
مقبلین الی اللہ
المہیمن القیوم
سبب حزن مشوید
تا چہ رسد بفساد
و نزاع

يا اهل البهاء طيروا
بقوادم الانقطاع في هواء
محبّة ربّكم الرّحمن
ثمّ انصروه بما نزّل في
لوح محفوظ۔ ايّاكم
ان تجادلوا مع احد
من العباد ان اظهروا
بعرف الله وتبيانه بهما
يتوجّه كلّ الوجوه وانّ
الّذين غفلوا اليوم اولئك
في سكر الهوى وهم
لا يفقهون ٥
سورة القلم

کو کسی گالی اور لعنت سے آلودہ
نہ کرو۔ جو کچھ تم اپنے پاس رکھتے
ہو دکھا دو اگر قبول ہو جائے تو
مقصد حاصل ہے ورنہ پیچھے پڑنا
بیکار ہے۔
تم اسے اسکی حالت پر چھوڑ دو
اور خدائے مہیمن و قیوم کی طرف
متوجہ ہو جاؤ۔ تم کسی کے لئے رنج
کا سبب بھی نہ بنو۔ فساد اور نزاع
کی تو گنجائش ہی کہاں ہے؟
اے اہل بہا! انقطاع کے
بازوؤں سے اپنے پروردگار
رحمن کی ہوائے محبت میں پرواز
کرو۔ پھر جو لوح محفوظ میں نازل
کیا گیا ہے اس کے ذریعے خدا
کی نصرت کرو۔ خبردار کسی بندے
سے جھگڑا نہ کرنا۔ خدا کی خوشبو
اور اس کا بیان لیکر ظاہر ہو انہیں
دونوں چیزوں سے تمام لوگ متوجہ
ہوں گے جو لوگ آج غفلت میں
پڑے ہیں وہ اپنی خواہش نفسانی
کے نشے میں مبتلا ہیں اور وہ سمجھتے
نہیں۔

مُبلّغ کے اعمال و اقوال کتاب الٰہی کے مطابق ہوں

اے اہل بہاء تقویٰ مظلوم واقع شدہ کہ چہ بے انصافیہائے عالم ازآں گذشتہ اند۔ و بفحشاء تمسک جستہ اند۔ امروز باید کل بتقدیس و تنزیہ حق را نصرت نمایند نفوذ و تاثیر کلمہ از تقویٰ و انقطاع مُتکلّم است۔ بعضی از عباد باقوال کفایت می نمایند۔ صدق اقوال باعمال منوط و مشروط از عمل انسان رتبہ و مقامش معلوم می شود اقوال ہم باید مطابق بما خرج من قلم ارادۃ اللہ فی الالواح باشد برحسب ظاہر ظاہر۔

فردوس ص ۱۰۳

اے اہل بہاء تقویٰ مظلوم ہو رہا ہے کیونکہ دنیا کے بے انصاف لوگوں نے اسے چھوڑ کر بے حیائی کی باتوں کو اختیار کر لیا ہے۔ آج سب کو چاہئے کہ تقدیس و تنزیہ سے خدا کی نُصرت کریں۔ بات کا اثر و نفوذ بولنے والے کے تقویٰ اور بے نیازی سے ہی ہوتا ہے۔ بعض بندے صرف باتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اقوال کی صداقت اعمال سے ہی وابستہ اور مشروط ہے۔ انسان کے عمل سے ہی اسکا رتبہ و مقام معلوم ہو جاتا ہے۔ اقوال بھی صاف صاف طور پر اُسی کے مطابق ہوں جو کچھ الواح میں ارادہ الٰہی کے منہ سے نکلا ہے۔

مبلّغ کو سیاسی معاملات میں گفتگو نکرنی چاہیئے

اے احبّائے حق از مغازۂ ضیّقۂ نفس و ہویٰ بفضاہائے مقدسہ احدیہ بشتابید و در حدیقۂ تقدیس و تنزیہ مأویٰ گیرید تا از نفحات اعمالیہ کل بریہ بشاطی عزّ احدیہ توجہ نمایند۔ ابداً در امور دنیا و ما یتعلق بہا و روسای ظاہرہ آں تکلّم جائز نہ۔ حق جلّ و عزّ مملکت ظاہرہ را بملوک عنایت فرمودہ براحدے جائز نہ کہ ارتکاب نماید۔ امرے راکہ مخالف رائے روسائے مملکت باشد وانچہ از برائے خود خواستہ مدائن قلوب عباد بودہ احبائے حق الیوم بمنزلۂ مفاتیح اند۔ انشاء اللہ باید کل بقوت اسم اعظم ان ابواب را بگشایند این ست نصرت حق کہ در جمیع زبر و الواح از قلم فالق اصباح جاری شدہ

اقتدار ص ۳۲۴

اے احبائے حق! نفس و ہویٰ کے تنگ مقام سے نکل کر احدیت کی پاک فضاؤں میں جلد جلد آؤ اور پاکی و پاکیزگی کے گلشن میں آرام گاہ بناؤ تاکہ اعمال کے خوشگوار رنگوں سے تمام جہان دریائے احدیت کے شاندار کنارے کی طرف رخ کرے۔ دنیا اور اسکے متعلق معاملات اور دنیا کے ظاہری حاکموں کی نسبت بات چیت جائز نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ظاہری حکومت بادشاہوں کو عنایت فرمائی ہے کسی کو ایسا کام کرنا جائز نہیں جو حکام مملکت کی رائے کے خلاف ہو خدا جو چیز اپنے لئے چاہتا ہے وہ بندوں کے دلوں کی بستیاں ہیں۔ احبائے حق آج کُنجیاں ہیں۔ انشاء اللہ سب احباب اسم اعظم کی قوت سے دلوں کے دروازے کھول دیں گے یہ ہے وہ خدا کی نُصرت و تبلیغ جس کا ذکر تمام زبر و الواح میں صبح نمودار کرنے والے خدا کے قلم سے ہو چکا ہے

فردوسِ عرفان

آہا باغ فردوس ہے رنگارنگ پھول کھلے ہوئے ہیں خوشبو مہک رہی ہے۔ بلند درخت بقا کی اونچی شاخ پر بلبل خوش الحان چہک رہی ہے یہ کیا گا رہی ہے؟

کہتی ہے کہ وہ محبوب جس کے سب مشتاق تھے بہت۔ قریب آگیا ہے۔ چلے چلو۔ بڑھے چلو۔ دید کا وقت ہے۔ جان و دل کے مالک کا دربار عام ہونیوالا ہے۔ جلد جلد قدم بڑھاؤ۔ باریابی کا موقع ہے۔ آج وہ پیارا آقا اپنے سب چاکروں سے باتیں کریگا سب کو اپنا جلوۂ شان جمال دکھائیگا۔ سب مشتاقوں کے دل باغ باغ ہو جائیں گے۔ آؤ آؤ کیسی سبھ گھڑی ہے۔ کیسا پیارا سماں ہے۔ نورانی منظر کا روشن راستہ آراستہ ہے۔ بزم قدسی نور کی کرنوں سے جگمگا رہی ہے یہی تو وہ جلوہ گاہ ہے جس کی دھوم دھام کا انتظام بڑی شان سے ہو رہا تھا۔ جس کے شوق میں پاک روحیں سرشار تھیں جس کی خوش خبری سب مژدہ رساں آجتک دیتے آئے ہیں۔ سب کتابیں اسی محبّت بھرے ذکر سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ وہ تجلی ہے جو روشنی کا مرکز ہے ظلمت اس کے سامنے معدوم ہو جاتی ہے۔ ہر ایک علم و حکمت کا جوہر اسی سے نمودار ہوتا ہے یہ روح اور حقیقت کا وہ لازوال شجر بے مثال ہے جو باغبانِ کائنات کی نگرانی میں قدرت و عظمت کے پھلوں سے لدا ہوا ہے

اس بارگاہ کے سامنے اس تجلی کی روشنی میں درختِ رحمت کے سایہ تلے بے شمار پاک روحیں حاضر ہیں ایک دل اور ایک زبان ہو کر کہہ رہی ہیں خدائے واحد ہی ہمارا معبود ہے اس کے سوا کوئی محبوب نہیں وہی سب پر غالب و نگراں ہے وہی عزّت و قدرت کا مالک ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اُسی خدائے قادر نے حضرت سیّد علی محمد باب کو اپنا حکم دیکر دنیا میں بھیجا ہم حکم الٰہی پر عمل کرتے ہیں کتاب "بیان" واجب التسلیم ہے بیشک حضرت باب تمام رسولوں کے شہنشاہ ہیں اور انکی کتاب اُمّ الکتاب ہے۔ جو لوگ اہل معرفت ہیں وہ اس راز کو خوب سمجھتے ہیں۔

یہ بلبل فردوس جو بلند شاخوں پر نغمہ سرا ہے (یعنی ظہور حق بہاء اللہ) اپنی روح میں آزاد ہے خوش ہے اگرچہ سرزمین کے ظالموں نے اُسے قید خانے میں بند کر رکھا ہے لیکن وہ نصیحت و تبلیغ کے کام میں سرشار ہے پوری آزادی روح کیساتھ اپنی صدا بلند کرنے میں مصروف ہے جو لوگ نا اہل ہیں وہ اسکی نصیحتوں سے منہ پھیر لیتے ہیں جو لوگ حق پرست ہیں وہ خدا کی جانب چلتے ہیں

پھر بلبل قدس کی صدا سنو اور سب لوگوں کو سناؤ کہ اے لوگو! اب جو کلام الٰہی نازل ہو رہا ہے اگر تم اس کی آیتوں سے منکر ہو رہے ہو تو بتاؤ کہ آیات الٰہی کو ترک کرکے تم خدا کو کس دلیل سے قبول کرتے ہو۔ اے جھوٹے لوگو! وہ بات تو ہمارے سامنے پیش کرو جس کے ذریعے تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری اور سب

کی جان ہے۔ یہ لوگ آیات کو چھوڑ کر کوئی ایسی بات پیش نہیں
کر سکیں گے۔ اگرچہ سب مل کر کوشش کریں تب بھی ایسی بات
بنانے پر ہرگز قادر نہیں ہوں گے۔

اے سچے دوستو! جب ظہورِ حق ظاہری صورت میں تمہارے
سامنے نہ ہو تو بھی سچائی پر ڈٹے رہو اور اس کے فضل کو ایک لمحہ
کیلئے بھی فراموش نہ کرو ظہورِ حق کے واقعات، اخلاق، مصائب
وحالات یاد رکھو اور جو کچھ انکا لیف قید و بند اور جلاوطنی کی شکل میں پیش
آئیں ان میں ظہورِ حق کے تحمل و صبر کو دیکھو اور سچائی کے لئے دکھ
اٹھانے کو خوشی سے تیار رہو۔ صداقت اور محبتِ حق پر ایسے
مضبوط و مستقیم رہو کہ اگر تیز تلواروں سے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے بھی
کر دیا جائے تو بھی تمہارے دل سے حق کی محبت نہ نکلے۔ ہر بلند
و پست بلکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے بسنے والے بھی اگر تمہیں
محبتِ حق سے روکیں تو بھی تم اس کی محبت سے ایک قدم پیچھے نہ
ہٹو۔ تم میں وہ حرارتِ محبت ہو کہ اس محبت سے روکنے والے
تم میں ایک شعلہ آتش محسوس کریں اور حق کے پرستاروں
کے حق میں تمہاری ہستی کوثرِ بقا ثابت ہو۔ تم ہرگز ہرگز ان لوگوں
میں سے نہ ہونا جو شک و اضطراب کی خار دار جھاڑیوں میں الجھ کر
حیرت کے جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔

دوستو! اگر تمہیں محبتِ حق میں قربانی دینے کا موقع پیش آئے
تو جان کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا۔ اگر راہ محبت میں رنج و غم حملہ
کریں اور حزن و ملال گھیر لیں تو شکستہ دل نہ ہونا۔ محبوب حقیقی کے نام
کی وجہ سے ذلت و رسوائی پہنچے تو مضطرب نہ ہونا خداوند عالم پر بھروسہ
رکھنا وہی تمہارا پورا سہارا ہے

آہ! دنیا کے لوگوں کی کیا بری حالت ہے؟ وہم و تقلید کے
تاریک راستوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں دیکھنے والی آنکھیں نہیں
کہ وہ کیسے اپنے محبوب کا جلوہ دیکھیں۔ سننے والے کان نہیں وہ
کیسے خدائی نغمے سن سکیں۔ سب دیکھنے والے سمجھ رہے ہیں کہ
دنیا والوں کی یہی حالت ہے کہ دلوں پر وہم چھائے ہوئے ہیں
بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل ان کے پہلو میں باقی
نہیں رہے۔ لوگوں کے وہم ایک سنگین دیوار بنکر انھیں راہ حق
سے روک رہے ہیں۔

اے متلاشیانِ حق! یہ یقینی بات ہے کہ تمام خدائی پیغمبر ایک
ہی حقیقت کے مظاہر ہیں۔ جو شخص ایک پیغمبر کو قبول کرنے سے انکار
کرتا ہے وہ پیغمبر کی شناخت کا مادہ اپنے اندر نہیں رکھتا اس کی حس
باطنی مردہ ہے۔ اسی لئے وہ آج بھی ظہورِ حق کو نہیں پہچانتا اور سچ
یہ ہے کہ جو آج ظہورِ حق کو نہیں پہچانتا وہ اپنی بصیرت کے ساتھ کسی
ایک پیغمبر کو بھی نہیں مانتا جو آج ظہورِ حق سے منہ پھیرتا ہے اس نے
تمام ظہورات حق سے منہ پھیر لیا ہے آج اس جمال سے بے پروائی
کرنے والا تمام پیغمبروں سے بے رخی کر چکا ہے اور وہ خداوند عالم کے
روبرو اپنا کبر و غرور ظاہر کر رہا ہے

اے صداقت کے پرستارو اور رحمت کے طلبگارو بارگاہ خداوندی
میں یوں التجا کریں کہ

"اے ہمارے معبود۔ اے ہمارے مولیٰ! ہم تجھے تیری محبت
کے شہیدوں کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنی راہ محبت میں تیز رفتار اور
فداکار بنا ہم تیری عنایت کے سمندر کی جانب آ رہے ہیں۔ ہمیں ناامید
نہ کر۔ تیری رحمت کا دروازہ تمام آسمان و زمین والوں کے لئے کھلا ہوا
ہے ہمیں محروم نہ رکھ۔ اپنی پاک بارگاہ میں عزت کی جگہ عطا فرما۔ اپنی
عظمت کے خیمے تلے ہمیں اطمینان سے بٹھا۔ اے مہربان آقا، اپنے
فضل کے قلم سے ہمارے حق میں وہ حکم لکھدے جس سے ہمیں تیرے
قرب کا مقام حاصل ہو۔ ہماری ان خطاؤں پر اپنی قدرت سے

قلم نسخ پھیردے جو تیری حضوری کے راستہ میں حائل ہیں ہماری کمزوریاں دور کردے تو قادر ہے تو مالک و مختار ہے۔

اے خداوند توانا گرے ہوؤں کو اٹھا لے۔ سوتے ہوؤں کو شفقت و مہربانی کے ہاتھ سے جگادے۔ غافلوں کو ندائے حق شنوا دے تاکہ سب تیری طرف متوجہ ہوں۔ اپنے فضل کی نئی بہار سے سب کو ترو تازہ کردے

آمین آمین

اخباری برادری

آوازِ نسواں دہلی۔ البیان امرتسر۔ المائدہ لاہور۔ البشریٰ حیفا۔ اہلحدیث امرتسر۔ سنت نگ الٰہ آباد۔ ورلڈ آرڈر امریکہ

ماہوار رسالہ آوازِ نسواں دہلی جناب رابعہ غلام احمد خاں صاحبہ کی ادارت میں شائع ہوتا ہے حقوقِ نسواں کا زبردست حامی ہے مضامین اچھے ہوتے ہیں لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے ترقی پسند خواتین اسے ضرور خرید فرمائیں۔ نمونہ منیجر صاحب آوازِ نسواں لال کنواں دہلی سے منگائیے۔

(۲) البیان امرتسر اُمتِ مسلمہ کا تبلیغی صحیفہ ہے اس نقطہ خیال سے کہ دینِ اسلام کا مدار صرف قرآن مجید ہے مضامین درج ہوتے ہیں حدیثوں کا انکار کیا جاتا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کی مرکزیت کا سوال ہے البیان کے مضامین لوگوں کے لئے ایک تنبیہ کا کام دیتے ہیں۔ مذہبی تحقیقات سے دلچسپی رکھنے والے مسلمانوں کے لئے البیان کا مطالعہ بیدارکن ثابت ہوگا۔

(۳) المائدہ لاہور جناب ایم کے خاں کی ادارت میں شائع ہوتا ہے اور ہم نہایت وثوق کیساتھ کہتے ہیں کہ جناب خان بہت ہی محنت سے اسے ترتیب دیتے ہیں وہ مسیحی جماعت کی ایک قابل قدر خدمت کررہے ہیں المائدہ میں مسیحی ذوق کیلئے بہترین مواد ہوتا ہے قیمت [illegible] صرف عہر سالانہ۔ دفتر المائدہ میکلن روڈ لاہور سے نمونہ منگائیے۔

(۴) ماہوار رسالہ البشریٰ جماعت احمدیہ حیفا جبل کرمل سے شائع کرتی ہے البشریٰ عربی زبان میں ہے احمدی خیالات کی تبلیغ واشاعت اس کا مقصد ہے نمونہ الشیخ الاسلامی محمد شریف الاحمدی مدیر البشریٰ جبل کرمل حیفا سے منگائیے۔

(۵) اہلحدیث امرتسر ۳۰ سال سے متواتر اسلام اور جماعت اہلحدیث کی خدمت کررہا ہے جناب مولانا ثناء اللہ مولوی فاضل مدیر مسئول ہیں یہ اخبار اپنے مقاصد کیلئے پوری کوشش کررہا ہے۔ اسمیں بہائی دین پر بھی معقول مضامین ہوتے ہیں جماعت اہلحدیث میں سے ہر شخص کو یہ اخبار خریدنا چاہیئے سالانہ قیمت پانچ روپیہ۔ نمونہ دفتر اہلحدیث امرتسر سے منگائیے۔

(۶) ماہوار سنت نگ الٰہ آباد ہندی میں ایک اچھا رسالہ ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایک مذہب نہیں چاہتے ہیں ہندوؤں میں ایک روحانی بیداری کی کوشش کررہا ہے کبھی کبھی بہائی دین پر بھی عمدہ مضامین شائع کرتا ہے گذشتہ دنوں مطرجیب اللہ بخش آف بمبئی کے چند اچھے مضامین دین بہائی کے متعلق نکل چکے ہیں۔ ہندی داں حضرات کو ضرور منگانا چاہیئے

(۷) ورلڈ آرڈر ایک ماہوار بہائی میگزین ہے جسے بہائی پبلشنگ کمیٹی نیویارک امریکہ سے شائع کرتی ہے ایک بہترین رسالہ ہے اچھے اچھے اہل قلم مضامین لکھتے ہیں بہائی دین کے متعلق معلومات حاصل کرنیکے [illegible] ضرور اس کا مطالعہ کریں۔ منگانے کا پتہ:-

نیشنل سپرچول اسمبلی بہائیان ہندوبرما پوسٹ بکس ۱۹ نئی دہلی

چند سوالات کے جوابات

(سید ابوالعباس رضوی بجارچوی)

سوال۔ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے
اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام بیشک دین خدا کے نزدیک اسلام ہے
دوسری جگہ یوں فرمایا
وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کریگا تو اسکا وہ دین قبول نہ کیا جائیگا ۔۔۔

جب خدا کے نزدیک اسلام کے علاوہ دوسرا دین مقبول نہیں تو قرآن کے بعد دوسری شریعت کا آنا کیونکر ممکن ہے اور کس قاعدہ سے بہائی شریعت کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

جواب:۔ اسلام کے معنی ہیں "گردن نہادن بطاعت" یعنی احکام الٰہی کی اطاعت کرنا۔ آپ نے اسلام کو صرف قرآنی احکام میں کیوں محدود کر دیا کیا شریعت عیسوی احکام الٰہی سے خارج ہے کیا موسیٰ پر احکام الٰہی نازل نہ ہوئے تھے۔ کیا حضرت ابراہیم کو خدائی احکام عطا نہ ہوئے تھے کیا آدم و نوح کو شریعت نہ دی گئی تھی احکام الٰہی ہمیشہ نازل ہوتے رہے ان احکام پر عمل کرنے اور انکی اطاعت کرنے کو اسلام کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں جس رسول پر احکام الٰہی نازل ہوئے ان پر عمل کرنے کو اسلام اور عمل کرنیوالوں کو مسلم کہا گیا ہے۔ آدم و نوح و ابراہیم موسیٰ و مسیح و حضرت محمد اور ان میں سے ہر ایک کے نازل شدہ احکام کے ماننے والے مسلم تھے چنانچہ خدا فرماتا ہے اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؁ جب ابراہیم سے اس کے خدا نے کہا کہ اطاعت کر تو ابراہیم نے کہا کہ میں رب العالمین کی اطاعت کرتا ہوں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ (ترجمہ) "اے خدا ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار اور ہماری نسل کے لوگوں کو اپنا مطیع بنا۔"

قرآن مجید میں بے شمار آیات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام پیغمبروں نے احکام الٰہی کی اطاعت کا اقرار کیا ہے اور ان تمام پیغمبروں کے ذریعے سے صرف اسلام یعنی اطاعت احکام الٰہی ہی کا پیغام لوگوں کو دیا گیا ہے۔ جب گذشتہ انبیاء و رسل اور انکی امت کے لوگ بھی مسلم تھے اور انکا دین اسلام تھا تو سوال ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا عمل اپنی اپنی شریعتوں پر تھا یا شریعت قرآن پر۔ اگر اپنی اپنی شریعتوں پر عمل تھا تو لفظ اسلام صرف شریعت قرآن میں محدود نہیں بلکہ تمام گذشتہ امتوں کا دین بھی اسلام اور ان کا نام بھی مسلمان تھا چنانچہ واضح طور پر قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا ۔ "اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اب بھی۔"

اور اگر ان سب امتوں کا عمل شریعت قرآن پر تھا تو یہ واقعات کے خلاف ہے۔ ابراہیم کی شریعت کے احکام شریعت نوح سے مختلف تھے موسیٰ و مسیح کی شریعتوں کے احکام احکام قرآن سے جدا تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام احکام الٰہی کی اطاعت کو کہتے

ہیں خواہ وہ احکام ابراہیم پر نازل ہوں یا موسیٰ پر مسیح پر نازل ہوں یا حضرت محمد پر حضرت زرتشت پر نازل ہوں یا حضرت بہاءاللہ پر۔ اس لئے آپکی پیش کی ہوئی آیات جدید شریعت کے نزول کو مانع نہیں اور بہائی شریعت کا درست و صحیح ہونا قاعدہ کے اندر ہے۔

سوال۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے اسلام کو اچھا دین قرار دیا۔

جب دین کامل اور نعمت تمام ہوگئی اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیدیا گیا تو پھر کسی اور شریعت کی کیا ضرورت باقی رہی کیا کامل دین کے بعد دوسری شریعت کا آنا تحصیل حاصل نہیں؟ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قرآن سے پہلے کی شریعتیں کامل نہ تھیں صرف قرآن نے کامل دین کا اعلان کیا۔

جواب: میں اس خیال سے متفق نہیں کہ پہلی شریعتیں کامل نہ تھیں اگر انکو کامل قانون نہیں دیا گیا تو پھر ان سے مواخذہ کیا اور سزا و جزا کیا معنیٰ۔ اکثر مسلمان پہلی شریعتوں کو ناقص کہتے ہیں اور ذرا خیال نہیں کرتے کہ اب کہکر وہ کس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں کیا خدا کا دیا ہوا قانون ناقص ہوسکتا ہے کیا اس ذات مقدس سے ایسا صریح ظلم عمل میں آسکتا ہے کہ وہ کسی اُمت کو ناقص قانون دے اور کسی کو کامل ہرگز نہیں۔ خدا نے ہر زمانہ کے لوگوں کو ان کی ضرورت کے مطابق دین کامل ہی عطا فرمایا تمام شریعتیں کامل تھیں۔ ہر اُمت کا دین کامل تھا چنانچہ فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۝ (سورہ یوسف)

اور اسی طرح وہ تجھ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت تمام کرے گا جس طرح تیرے آباواجداد ابراہیم و اسحق پر نعمت تمام کی تھی دین کا کامل ہونا اور نعمت کا تمام ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے ابھی آپنے اس آیت میں پڑھا کہ مسلمانوں سے پہلے اولاد یعقوب پر اور اس سے بھی پہلے ابراہیم و اسحق پر نعمت تمام ہوچکی ہے۔ جب قرآن سے پہلے اولاد یعقوب اور ابراہیم و اسحق کو کامل دین دیدیا گیا اور نعمت تمام کردیگئی تو پھر قرآن کا آنا تحصیل حاصل کیوں نہیں ہے۔ پس اکمال دین اور اتمام نعمت سے یہ مطلب نہیں کہ اب کوئی شریعت نہیں آسکتی اور جو کچھ دینا تھا وہ قرآن کے ذریعے سے دیا جاچکا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے اگلے لوگوں کو انکی ضرورت کے مطابق کامل دین دیا تھا اسی طرح اے مسلمانو! تمہاری ضرورت کے لائق تمہیں آج کامل دین دیدیا گیا ہے۔ خود ضمیر خطاب (کم) بتا رہی ہے کہ صرف مسلمانوں سے خطاب کیا جارہا ہے کہ تمہیں جس چیز کی ضرورت تھی وہ میں آج تم کو سب دے چکا اور تمہارے لئے میں نے یہی دین قرار دیا کہ ان احکام الہی کی اطاعت کرو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آیندہ جو اُمتیں آئیں گی ان کے لئے بھی آج کے دئے ہوئے احکام کافی و کامل ہیں۔ پس اکمال دین اور اتمام نعمت کے الفاظ سے بہائی شریعت کی حیثیت کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

سوال لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وفیہ تفصیل کل شیٔ۔

قرآن میں ہر خشک و تر چیز کا بیان ہے اور اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے

جس کتاب میں ہر خشک و تر چیز کا بیان ہو اور جس میں کل شئی کو کھول کھول کر بیان کردیا گیا ہو ایسی جامع کتاب کے ہونے

ہوئے کسی دوسری شریعت کی کیا ضرورت پیش آئی انصاف لازم ہے

جواب سورہ اعراف کے حسب ذیل الفاظ پر غور فرمائیے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اور ہم نے موسیٰ کی الواح میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھدی تھی۔

دوسری جگہ یوں فرمایا۔

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جو نیک عمل کرنے والوں کے لئے کامل تھی اور ہر چیز کی تفصیل تھی اگر کسی کتاب میں ہر خشک و تر کا بیان ہونا اور ہر چیز کی تفصیل کا ہونا دوسری کتاب اور جدید شریعت کے نازل ہونے کو مانع ہے تو کتاب توریت جس کے متعلق خود آپ کی کتاب کا اعتراف ہے کہ وہ کامل و تمام تھی اور اس میں کل شئی کی تفصیل تھی اس کے بعد قرآن کا نازل ہونا تحصیل حاصل کیوں نہیں ہے اور توریت جیسی جامع کتاب کے ہوتے ہوئے شریعت قرآن کے نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی جس طرح توریت میں ہر چیز کی تفصیل کے باوجود شریعت قرآن کی ضرورت پیش آئی اسی طرح قرآن میں ہر چیز کی تفصیل کے باوجود شریعت بہائی کی ضرورت پیش آگئی۔ آپ بھی انصاف کریں۔

حقیقت وہی ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ توریت میں تمام ان چیزوں کی تفصیل موجود تھی جن کی بنی اسرائیل کو ضرورت تھی اسی طرح قرآن میں ان تمام چیزوں کو تفصیل کیساتھ بیان کر دیا گیا ہے جنکی امت محمدیہ کو ضرورت تھی بعینہ آج شریعت بہائی میں ان تمام قوانین کو تفصیل کیساتھ بیان کر دیا ہے جن کی آج متمدن اقوام عالم کو ضرورت ہے

سوال:۔ گذشتہ شریعتیں صرف ایک قوم کے لئے نازل ہوتی تھیں لیکن قرآن تمام عالم کے لئے نازل ہوا ہے جب قرآن تمام دنیا کی ضروریات کے لئے کافی ہے تو پھر بہائی شریعت کی کیا ضرورت ہے۔

جواب ہیں آپ کے اس خیال سے بھی متفق نہیں کہ گذشتہ شریعتیں صرف ایک قوم کے لئے مخصوص تھیں۔ ہم انجیل متی باب ۱۸۔ آیت ۱۹ میں حضرت مسیح کی یہ ہدایت پڑھتے ہیں کہ، جاؤ اور تمام قوموں کو شاگرد بناؤ اور انکو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو" جب شریعت انجیل تمام قوموں کے لئے نازل ہو چکی تھی تو پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی اگر شریعت قرآن کو تمام قوموں کے لئے تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ دوسری شریعت نازل نہ ہوگی خدا کا کلام جب بھی نازل ہوتا ہے تمام دنیا ہی کیلئے نازل ہوتا ہے اگر کہیں کسی کلام میں قوم کی تخصیص نظر آتی ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ مخاطب اول وہی قوم ہوتی ہے جس میں رسول پیدا ہوتا ہے چنانچہ سورہ انعام میں فرمایا ہے۔

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ۔

"یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں اور اس کو جس تک یہ پہونچے"

پس خدا کا کلام جہاں تک بھی وہ پہونچ جائے وہاں تک کے لوگوں کے لئے کافی ہے لیکن تمام لوگوں کے لئے کافی ہونے کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ بس اب شریعت کا دروازہ بالکل بند ہے چنانچہ آپ نے انجیل کی آیت ملاحظ فرمائی کہ انجیل تمام قوموں کیلئے تھی لیکن پھر بھی قرآن نازل ہوا اس لئے کہ لوگوں کی ضروریات تبدیل ہو چکی تھیں۔ اسی طرح قرآن تمام لوگوں کیلئے تھا لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں آجکی ضروریات کیلئے شریعت قرآن کافی نہیں موجودہ مشکلات کا حل صرف بہائی شریعت پیش کرتی ہے:۔

اہلِ عالم سے خطاب

ازقلم مارسیا سٹوٹرڈ ابٹا واٹر

ماخوذ از ورلڈ آرڈر (امریکہ) ماہ مارچ ۱۹۴۰ء — مترجمہ پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے

دینیات کے طالب علم کو اس بات سے تعجب ہوتا ہے کہ مذاہب عالم بنیادی اصولوں میں توبلحاظ روحانی حقیقت کے بالکل متفق ہوں مگر بظاہر ان میں اختلاف ہو اور صرف اختلاف ہی نہ ہو بلکہ اس قدر منافرت ہو کہ انسان کی عقل حیران ہوتی ہے

یہ تو وہی پرانی دقیانوسی بات ہوئی کہ ہم رنگ اور لباس سے اس بات کا فیصلہ کریں کہ یہ شخص انسان ہے یا غیر انسان ایسا کرنا تو عقل سے بالکل بعید ہے اس کے تو یہ معنیٰ ہوئے کہ ہم مطابقت کی بجائے اختلاف کو ایک معیار قرار دیتے ہیں

عجب بات تو یہ ہے کہ ہر بڑا دین اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ ایک عالمگیر دین ہوگا اور موجودہ جنگ بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ قومیں ایکدوسرے کی مدد کے بغیر گذارہ نہیں کرسکتیں پھر صلح وامن کس طرح قائم ہو؟ جہاں مذہبی منافرت ہوگی وہاں بھلا قوموں اور جنسیتوں میں کس طرح دوستی ہوسکتی ہے؟

اصلی مقصد اتحاد قائم کرنا ہے۔ سب انبیاء وحدت عالم انسانی پر ہی زور دیتے رہے ہیں وہ مذہب ہی کیا ہوا جو اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا؟ گویا مذہب اپنے مقصد میں ناکام رہا اور اختلافات بڑھتے ہی گئے اگر ہم سب ملکوں کی متبرک کتابوں کا مطالعہ کریں تو اُن میں کیا پائیں گے؟ سب میں انصاف، دیانت داری۔ محبت اور کلام الٰہی کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔ اصلی دین تو یہی ہے۔ رسم ورواج، احادیث اور تفسیریں زوائد میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور انکا ذمہ دار کلیسیا ہوتا ہے اور ان باتوں کا کلام الٰہی سے جو پیغمبر کے ذریعے ہم تک آتا ہے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اقتضائے وقت سے فروعات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اور بجائے اس کے کہ کلام حقیقت کو واضح کرے فروعات کیوجہ سے ایک حجاب بنکر دشمنی اور عناد کا باعث ہو جاتا ہے۔

مذہبی تعصب بھی عجب چیز ہے۔ بھلا اگر ایک شخص کی آنکھ کی پتلی کا رنگ نیلا ہو اور دوسرے کی آنکھ کا رنگ بھورا اس پر کیا جھگڑا اور کیوں نفرت؟ خدا کی مخلوق کس قدر گوناگوں ہے آخر ان اختلافات کی بنا پر نفرت کس لئے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ عالم انسانی حقیقت میں واحد ہے۔

ایک عالمگیر مذہب کی اشد ضرورت پر ہم کچھ کہہ چکے ہیں اگر مذاہب عالم متحد ہو جائیں تو مختلف اقوام کا متحد ہونا بھی ممکن ہے کیونکہ آخر روحانی حقیقت پر ہی ایسا اتحاد ہوسکتا ہے۔ ضرورت کا احساس بھی ہے اور ایک عالمگیر مذہب بھی موجود ہے مگر اتحاد قائم نہیں ہوتا یہ کیوں۔ وجہ ظاہر ہے۔ ہر مذہب اسی جرم کا مرتکب ہے جس جرم کا اپنے سے پہلے مذہب کو مجرم ٹھہراتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بس اب خدا کے ہاتھ بندھ گئے۔ اور ہر مذہب جب کوئی نیا مذہب آتا ہے تو یہی کہتا سنائی دیتا ہے کہ بس اب دین کامل ہے حالانکہ ہر مذہب میں ایک موعود کے آنے کی خبر بھی دی گئی ہے۔ مثلاً موسیٰ کے ماننے

والوں نے مسیح سے انکار کیا اور عیسیٰ کے ماننے والوں نے حضرت محمدؐ
سے اور حضرت محمدؐ کے ماننے والوں نے حضرت باب سے جن کا ظہور
۱۸۴۴ء میں ہوا اور سب مذہبوں نے ملکر سختی سے حضرت بہاء اللہ
کا انکار کیا جو موجودہ زمانے کے موعود ہیں۔

سب مذہبوں کا یہی حال ہے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو تقلید سے
بچتے ہیں اور صرف وہی پیغمبر وقت کی شناخت کر لیتے ہیں اور چونکہ
بصیر ہوتے ہیں۔ جاہل لوگ اُن کو جام شہادت پلاتے ہیں بلکہ خود
پیغمبر مصائب اور تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور خود پسند اور بے
علم لوگ اُسے بڑی ایذا پہونچاتے ہیں، جوں جوں نیا دین پھیلتا
ہے مخالفت بڑھتی ہے بلکہ بعض دفعہ ہم خود ہی اُسی حماقت کا شکار
ہو جاتے ہیں۔ آخر امر الٰہی ہماری آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیتا ہے اور
ہم پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ پیغمبر خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے
رہتے ہیں اور ہوتے رہینگے۔ سچ پوچھو تو حضرت بہاء اللہ نے اس راز
سربستہ کو ہم پر کھولا ہے اور اس حقیقت یعنی وحدت ادیان کو ظاہر
فرمایا ہے۔ یہ امر بھی اُسی خداء ذوالجلال کی طرف سے ظاہر ہوا ہے
اور حضرت بہاء اللہ سب اہل عالم کو ایک خدا اور ایک دین اور
وحدت عالم انسانی کے جھنڈے تلے لا رہے ہیں

اس سے زیادہ اور کیا انصاف اور رحمت ہو سکتی ہے کہ خداوند
تعالیٰ بجائے اس کے کہ کسی ایک قوم کو ہمیشہ کے لئے برگزیدہ قرار دے
مختلف اقوام میں سے اور مختلف زبانوں میں اپنی تعلیم کو بنی نوع
انسان کے لئے اُن کے استعداد کے مطابق ودیعت کرتا رہے کیا
ہم سب اُسی کی مخلوق نہیں کیا وہ ہمارا سب کا خالق نہیں؟ کیا وہ
بعضوں کو بغیر ہدایت کے ہی چھوڑ دیگا؟ اگر ایسا کرے تو بندوں
کا کیا قصور؟ یہ تو بڑی بے انصافی ہوگی کیا کوئی شخص سکول میں تعلیم حاصل
کئے بغیر کالج میں جا سکتا ہے۔ خدا کے دار العلوم میں بھی پروفیسر یا مربّی
لازم ہوا کرتے ہیں اور طلبا میں بھی درجات کا ہونا لازمی ہے۔ یہ
خیال کہ صرف ہم خدا کے برگزیدہ ہیں مذہبی دنیا میں نقصان دہ ثابت
ہوا ہے اور عقلمند لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت عبد البہاء
نے فرمایا ہے کہ اگر مذہب آشتی پیدا نہیں کرتا تو لامذہبی بہتر ہے۔
آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تحقیق کیجائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب
مذاہب کی تہ میں ایک ہی حقیقت ہے۔

فی زمانہ ہماری اصطلاحات بھی بدلتی جا رہی ہیں عالمگیر جنگ، عالمگیر
صلح، لسان عمومی، اقتصادیات عالم وغیرہ، ہم ایک ایسی دنیا
میں رہ رہے ہیں جہاں قومیں ایک دوسرے کے نزدیک آگئی ہیں
بین الاقوامی میل جول نے قوموں کو ایکدوسرے کا محتاج بنا دیا ہے
پھر کس لئے ایک عالمگیر پیغمبر اور ایک عالمگیر مذہب ہونے کا امکان
نہیں؟ وجہ یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگ اپنی مشکلات کا حل مذہب کے باہر
ڈھونڈتے ہیں۔ خود مذاہب کے اندر جھگڑا ہے کسطرح مذہب لوگوں کو متحد کر سکتا ہے
جب یہ حالت ہو تو عقل کہتی ہے کہ مذہب کو ہی چھوڑ دو۔ کم ہی کم گرجا کو جاتے ہیں مذہب کے
اصلی مقصد کو تو سمجھتے نہیں اُنہیں کیا معلوم کہ مظہر الٰہی ظاہر ہو گیا ہے کون اُنکو اس
بات کی خبر دے وہ تو پہلے ہی مذہب سے دور بھاگتے ہیں مگر کچھ لوگ عقل و فہم رکھتے
ہیں وہ جان لیتے ہیں کہ موعود آگیا، عالم انسانی بلوغ کو پہونچ گیا ہے۔ مذہب
دل و دماغ دونوں کی تشفی کرتا ہے۔ مذہب عقل اور سائنس کے مطابق ہونا
چاہئے۔ ہماری اقتصادیات پر بھی اس زمانے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

کون جانتا ہے کہ مظہر ظہور آگیا؟ بتلائے کون عقلمند دین سے بیزار ہیں مذہب
والے بیخبر ہیں علاج ہے تو صرف یہ کہ حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق تم ڈھونڈو
اور تم پاؤ گے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اندر کی آواز کو سنتے ہیں جو کہتی ہے تلاش کرو تو
ملیگا۔ ایسے لوگوں کیلئے حضرت بہاء اللہ کا یہ فرمانا صادق آتا ہے۔

"اہل عالم سے کہدو کہ موعود آیات اور نشانات کے ساتھ ظاہر
ہو گیا ہے۔ -:-

حضرت بہاء اللہ کا ادعائے وحی والہام و ماموریت چالیس سال تک

سنہ ۱۲۶۹ھ سے سنہ ۱۳۰۹ھ تک

ذیل میں حضرت بہاء اللہ عزّ اسمہٗ کا ادعائے وحی والہام و ماموریت من عند اللہ دکھایا گیا ہے جو اُن لوگوں پر قطعی اور آخری حجت ہے جو اس امر کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص ۲۳ سال تک اپنا ادعاء وحی و الہام اور ماموریت من عند اللہ لوگوں میں شائع کرتا رہے اور ہلاک نہ ہو۔ اس کے صادق ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ایسے مدعی پر ایمان لانا ہر دیندار کا فرض ہے۔

دعویٰ کا پہلا سال

"مقالہ سیاح" کا مصنف اپنے رسالہ میں بعنوان "بغداد میں حضرت بہاء اللہ کا ورود اور ادعا" لکھتا ہے:۔

"جس وقت حضرت بہاء اللہ بغداد میں پہنچے تو ماہ محرم کا چاند دکھائی دیا اور سنہ ۱۲۶۹ھ شروع ہوا۔ اور وہ زمانہ آ گیا جس کی تعبیر حضرت باب نے اپنی کتابوں میں سنہ "بعد حین" کے ساتھ کی تھی۔ اور اسمیں اپنی حقیقتِ حال اور اسرار کے ظاہر ہونے کا وعدہ فرمایا تھا۔ قرار داد مذکور کے موافق یہ سربستہ راز ملک اور غیر ملک میں ہر جگہ کھل گیا۔" ص ۵۶

(۲) آقا میرزا حسین ابن اسم اللہ المہدی اپنی کتاب میں حضرت بہاء اللہ کے ادعاے در بغداد کے متعلق لکھتے ہیں:۔

شد طلوعِ طلعتِ ربُّ الانام ۔۔۔ از مبارک مشرقِ دارالسلام (بغداد)

از قضا اوّل جمادی یوم خمس ۔۔۔ سالِ غین و را و ستین و طا چو شمس

(۵ رجمادی الاوّل سنہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۴ فروری سنہ ۱۸۵۳ء)

ملاحظہ ہو رسالہ بہائی میگزین دہلی بابت ماہ نومبر۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۸ء

(۳) ششش الواح مطبوعہ آگرہ ص ۴۲ پر حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"جن دنوں ہم عراق (بغداد) میں وارد ہوئے تھے اُن دنوں خدائی دین کی مشعل بجھی ہوئی تھی۔ وحی کی مہکتی ہوائیں بند تھیں۔ اور اکثر اشخاص پژ مردہ بلکہ مُردہ دکھائی دیتے تھے۔ اس لئے دوبارہ صوُر پھونکا گیا اور یہ مبارک کلام زبانِ عظمت سے جاری ہوا نفخنا فی الصور مرّۃً اُخریٰ۔ یعنی ہم نے دوبارہ صور پھونکا۔ ہم نے وحی اور الہام کی خوشبودار ہواؤں سے جہان کو زندہ کیا۔"

(۴) لوحِ ابن ذئب اُردو ترجمہ کتاب الشیخ کے ص ۱۶/۱۷ پر حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"جب مظلوم جیل سے باہر آیا تو بحکم حضرت بادشاہ حرسہ اللہ تعالےٰ ایران اور حکومتِ بہیّہ روس کے آدمی کے ہمراہ ہم نے عراق عرب (بغداد) کا رُخ کیا۔ اور وہاں پہنچنے پر خدائی مدد اور فضل ورحمتِ ربّانی سے آیات موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوئیں اور ہر طرف بھیجی گئیں۔"

(۵) لوح ابنِ ذئب ص ۹۶/۹۷ پر حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"سنہ ۹ میں یہ ظہور اعظم ارادۂ الٰہی کے مشرق سے نمودار روشن اور آشکارا ہوا۔ اس بات کا سوائے شک کرنیوالے غافلوں کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔"

نوٹ :- سنہ ۹ بیانی سنہ ۱۲۶۹ ہجری کے مطابق ہے۔ کیونکہ سنہ بیانی سنہ ۱۲۶۰ھ یعنی حضرت باب جل ذکرہ کے دعوائے مہدویت سے شروع ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت بہاءاللہ نے ۵ رجمادی الاول سنہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۴ر فروری سنہ ۱۸۵۳ء کو دارالسلام (بغداد) میں اپنے دعویٰ کا اظہار فرمایا کہ وحیِ الٰہی نے مجھے "نفخ صُور ثانی" قرار دیا ہے۔

بیرونی شہادت

(۱) ایک احمدی گجراتی محقق لکھتے ہیں :-

"بہاءاللہ جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سنہ ۱۲۶۹ھ میں کیا وہ سنہ ۱۳۰۹ھ تک زندہ رہا۔ اور آخر دم تک اس دعوے پر قائم رہا۔ اور اپنے تئیں مہبطِ روح الٰہی بتاتا رہا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

(۲) جناب مدیر مجلہ الفیض امرتسر لکھتے ہیں :-

"بہرحال مرزا حسین علی الملقب بہ بہاءاللہ ۲ر محرم سنہ ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۵ر جمادی الاول سنہ ۱۲۶۹ھ میں مدعی بنا۔" (الفیض امرتسر فروری سنہ ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۵)

دعویٰ کا آخری سال

سنہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۹ر مئی سنہ ۱۸۹۲ء کو حضرت بہاءاللہ نے اپنے محل قصر بہجی واقع عکا ملک شام میں صعود فرمایا۔ اور اس چالیس سالہ مدت میں اپنے وحی والہام کو برابر شائع فرماتے رہے۔ چنانچہ کتاب اقدس اور کتابِ مبین سنہ ۱۳۰۸ھ ہی کی شائع شدہ ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں ہی شائع ہوئیں۔ چنانچہ کتاب اقدس صفحہ ۱۳/۱۴ میں فرماتے ہیں :-

مَنْ یَدَّعِیْ اَمْرًا قَبْلَ اِتْمَامِ اَلْفِ سَنَۃٍ کَامِلَۃٍ اِنَّہٗ کَذَّابٌ مُفْتَرٍ۔ نَسْئَلُ اللّٰہَ بِاَنْ یُّؤَیِّدَہٗ عَلَی الرُّجُوْعِ۔ اِنْ تَابَ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ وَاِنْ اَصَرَّ عَلٰی مَا قَالَ یَبْعَثُ عَلَیْہِ مَنْ لَّا یَرْحَمُہٗ اِنَّہٗ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ مَنْ یَّاَوَّلُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَوْ یُفَسِّرُھَا بِغَیْرِ مَا نُزِّلَ فِی الظَّاھِرِ اِنَّہٗ مَحْرُوْمٌ مِّنْ رُّوْحِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہِ الَّتِیْ سَبَقَتِ الْعَالَمِیْنَ۔ خَافُوا اللّٰہَ وَلَا تَتَّبِعُوْا مَا عِنْدَکُمْ مِّنَ الْاَوْھَامِ۔ اِتَّبِعُوْا مَا یَاْمُرُکُمْ بِہٖ رَبُّکُمُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ سَوْفَ یَرْتَفِعُ النُّعَاقُ مِنْ اَکْثَرِ الْبُلْدَانِ۔ اِجْتَنِبُوْا یَا قَوْمِ وَلَا تَتَّبِعُوْا کُلَّ فَاجِرٍ لَئِیْمٍ۔ ھٰذَا مَا اَخْبَرْنَاکُمْ بِہٖ اِذْ کُنَّا فِی الْعِرَاقِ وَفِیْ اَرْضِ السِّرِّ وَفِیْ ھٰذَا الْمَنْظَرِ الْمُنِیْرِ ۝

جو شخص ہزار سال سے پہلے کسی امر کا مدعی ہو وہ جھوٹا مفتری ہے ہم خدا سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ایسے مدعی کو رجوع و توبہ کی توفیق دے۔ بیشک خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے اور اگر وہ شخص اپنی بات پر اصرار کرے تو خدا اس پر ایسا شخص مسلط کریگا جسے اس پر رحم نہ آئیگا۔ وہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔ جو کوئی اس آیت کی تاویل کرے یا ظاہری معنی کے خلاف تفسیر کرے تو وہ خدا کی اس روح و رحمت سے محروم ہے جو تمام جہانوں سے پیش پیش ہے۔ خدا سے ڈرو اور اپنے اوہام کے پیچھے نہ لگو۔ اس کی پیروی کرو جس کا حکم تمہارا پروردگار غالب حکیم دے رہا ہے عنقریب اکثر شہروں سے شور اٹھیگا۔ اے قوم اس سے الگ رہنا۔ اور کسی بدکار ملامت شدہ کے پیچھے نہ لگنا۔ یہ وہی بات ہے جس کی خبر ہم نے تمہیں اسوقت دی تھی جبکہ ہم عراق (بغداد) میں تھے۔ اور جبکہ اڈریانوپل میں تھے اور جبکہ ہم اس روشن منظر (عکا) میں ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت بہاءاللہ عزّ اسمہٗ نے سنہ ۱۲۶۹ھ میں بغداد میں اپنے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ جس کا بغداد۔ اڈریانوپل۔ عکا میں سنہ ۱۳۰۹ھ تک برابر چالیس برس لوگوں میں اعلان ہوتا رہا۔

پس حضرت بہاءاللہ کے ادعائے وحی والہام و مامور من عنداللہ پر ایمان نہ لانے والے صاف صاف بیان کریں کہ کیا کوئی ایسی ہستی دنیا میں ہوئی ہے جس نے چالیس سال تک لگاتار لوگوں کے سامنے اپنے ادعائے وحی و الہام اور ماموریت من عنداللہ کو پیش کیا ہو اور ایک شریعت خدا کے نام سے دنیا میں پیش کی ہو اور اس شریعت کو من عنداللہ سمجھکر دنیا کے بچے، بوڑھے جوان، عالم، جاہل، امیر، غریب، مرد، عورتیں ایمان لائے ہوں۔ اگر دنیا میں

کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے تو ٹھیک اسی طرح اس مدّعی کی شائع شدہ تحریروں سے اس کا ادّعائے وحی والہام و شریعت و ماموریت من عند اللہ پیش کیا جائے۔ جس طرح ذیل میں ہم نے حضرت بہآء اللہ جل ذکرہ الاعظم کی شائع شدہ تحریروں سے پیش کیا ہے اور ساتھ ہی اس جماعت کے وجود کا پتہ دیا جائے جو ان تحریرات کو من عند اللہ سمجھتی اور اس کی تبلیغ کرتی ہو۔

حضرت بہآء اللہ کا دعوائے وحی والہام اور ماموریت اُن کی شائع شدہ تحریروں سے نہایت تندومد سے ثابت ہے۔ تفصیلات ذیل بطور مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں:۔

ایمان باللہ

حضرت بہآء اللہ عزّ اسمہٗ لوح سلطان ناصر الدین شاہ قاجار مشمولہ بہ رسالہ مقالہ سیاح میں فرماتے ہیں:۔

یا ملک الارض اسمع نداء ہذا المملوک انّی عبد آمنت باللہ وآیاتہ وفدیت بنفسی فی سبیلہ
صفحہ ۱۰۵/۱۰۶

اے شاہِ ایران! اس غلام الٰہی کی آواز سُن۔ یقیناً میں وہ بندہ ہوں جو اللہ اور اس کی آیات پر ایمان لایا اور اپنی جان اُس کی راہ میں قربان کی۔

ایمان باللہ والکتب

اسی لوح سلطان صفحہ ۱۴۸ پر لکھا ہے:۔ "و آن نفوس کہ ملاقات نمودہ اند۔ شہادت میدہند کہ این عبد بغیر ما حکم اللہ فی الکتاب تکلم ننمودہ و باین آیۂ مبارکہ ذاکر قولہ تعالیٰ ھل تنقمون منّا الّا ان آمنّا باللہ وما انزل الینا وما انزل من قبل (ترجمہ) جن شخصوں نے مجھ سے ملاقات کی ہے وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس بندے نے اس حکم کے سوا جو اللہ نے کتاب میں دیا کبھی کوئی دوسری بات زبان سے نہیں نکالی اور اس آیۂ مبارکہ کی یاد دہانی کراتا ہے قولہ تعالیٰ "کیا تم نے ہم سے محض اس لئے بیر باندھا ہے کہ ہم خدا پر اور اُس حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لاتے ہیں۔

(۲) وَاُصَدِّقُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ مِنْ کُتُبِ اللّٰہِ وَصَحَائِفِہٖ (اقتدار ۵۳)
اور میں تمام کتب و صحائف الٰہی کی تصدیق کرتا ہوں جو تمھارے پاس ہیں۔

ایمان باللہ والرسل

پھر اسی لوح میں فرمایا:۔

وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدَ اِذْ شَهِدَتْ جَوَارِحِيْ بِاَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالَّذِيْنَ بَعَثَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَرْسَلَهُمْ بِالْهُدٰى اُولٰئِكَ مَظَاهِرُ اَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى وَمَطَالِعُ صِفَاتِهِ الْعُلْيَا وَمَهَابِطُ وَحْيِهِ فِيْ مَلَكُوْتِ الْاِنْشَاءِ وَبِهِمْ تَمَّتْ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى مَا سِوَاهُ وَنُصِبَتْ رَايَةُ التَّوْحِيْدِ وَظَهَرَتْ رَايَةُ التَّجْرِيْدِ وَبِهِمْ اتَّخَذَ كُلُّ نَفْسٍ اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا نَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَمْ يَزَلْ كَانَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ مِنْ شَيْءٍ وَلَا يَزَالُ يَكُوْنُ بِمِثْلِ مَا قَدْ كَانَ تَعَالَى الرَّحْمٰنُ مِنْ اَنْ يَرْتَقِيَ اِلٰى اِدْرَاكِ كُنْهِهٖ اَفْئِدَةُ اَهْلِ الْعِرْفَانِ اَوْ لِيَصْعَدَ اِلٰى مَعْرِفَةِ ذَاتِهٖ اِدْرَاكُ مَنْ فِي الْاَكْوَانِ

اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے خدا کا انکار کیا۔ حالانکہ میرے تمام اعضاء اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور جنھیں اس نے سچا دین دیکر مخلوق کی ہدایت کیلئے بھیجا وہی اس کے اسماء حسنیٰ کے سچے مظہر ہیں۔ انھیں کے ذریعے اس کی اعلیٰ صفات کا ظہور ہوا۔ اور وہی اس عالم میں اس کی وحی کے نزول کا محل ہیں انھیں کے ذریعے مخلوق پر خدا کی حجت پوری ہوئی۔ توحید کا جھنڈا کھڑا ہوا۔ تجرید کی نشانی ظاہر ہوئی۔ انھیں کے ذریعہ ہر شخص نے مالکِ عرش کی طرف پہنچنے کا راستہ پایا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بجز خدا کے کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا وہ اسوقت بھی موجود تھا جب اسکے ساتھ کوئی شی نہ تھی اور جس طرح تھا اسی طرح رہیگا۔ وہ خدائے رحمٰن اس بات سے بالاتر ہے کہ اہل عرفان کے قلوب اس کی کنہ کا ادراک کر سکیں یا دنیا کے لوگوں کا فہم و ادراک اس کی ذات کی معرفت کے بلند مقام تک پہنچ سکے۔

هُوَ الْمُقَدَّسُ عَنْ عِرْفَانِ	وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی ذات
دُوْنِهٖ وَالْمُنَزَّهُ عَنْ اِدْرَاكِ	کے سوا کوئی اس کی معرفت اور کنہ
مَا سِوَاهُ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ اَزَلِ	کا ادراک کر سکے۔ بیشک وہ اپنی
الْاٰزَالِ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ غَنِيًّاهٗ	ازلیت میں تمام جہان سے
ص ۱۱۶/۱۱۸	بے پرواہ ہے"

ادّعائے ماموریت

اس ایمان باللہ۔ ایمان بالکتب اور ایمان بالرسل کی کھلی ہوئی شہادت کے بعد حضرت بہاء اللہ عزّ اسمہٗ کا ادعائے ماموریت ملاحظہ ہو رہی لوح سلطان میں فرماتے ہیں:۔

(۱) يَا مَلِكَ الْاَرْضِ اسْمَعْ نِدَاءَ	اے شاہ ایران! اس غلام الٰہی کی
هٰذَا الْمَمْلُوْكِ اِنِّيْ عَبْدٌ	آواز سن۔ یقیناً میں وہ بندہ ہوں
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهٖ وَفَدَيْتُ	جو اللہ اور اس کی آیات پر ایمان لایا
بِنَفْسِيْ فِيْ سَبِيْلِهٖ يَشْهَدُ	اور اپنی جان اس کی راہ میں قربان
بِذٰلِكَ مَا اَنَا فِيْهِ مِنَ الْبَلَايَا	کی۔ اس بات کی گواہ وہ بلائیں ہیں
الَّتِيْ مَا حَمَلَهَا اَحَدٌ مِنَ الْعِبَادِ	میں جن میں مبتلا ہوں۔ وہ بلائیں
وَكَانَ رَبِّيَ الْعَلِيْمُ عَلٰى مَا اَقُوْلُ	میرے سوا کسی بندے پر نہیں پڑیں
شَهِيْدًا ۝ مَا دَعَوْتُ النَّاسَ	جو بات میں کہتا ہوں اس پر میرا
اِلَّا اِلَى اللّٰهِ رَبِّكَ وَرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	پروردگار جس کو ہر ایک بات کا علم ہے
(ص ۱۰۵/۱۰۶)	گواہ ہے۔ میں نے لوگوں کو سوائے اس

خدا کے جو تیرا اور تمام جہان کا پروردگار ہے اور کسی کی طرف نہیں بلایا"

(۲) پھر اسی لوح سلطان کے ص۱۱۱ پر لکھا ہے:۔

يَا سُلْطَانُ اِنِّيْ كُنْتُ كَاَحَدٍ	اے بادشاہ! میں بھی خدا تعالیٰ کے
مِنَ الْعِبَادِ وَرَاقِدًا عَلَى الْمِهَادِ	معمولی بندوں کی طرح اس کا ایک
مَرَّتْ عَلَيَّ نَسَائِمُ السُّبْحَانِ	بندہ تھا اور راحت کے بستر پر
وَعَلَّمَنِيْ عِلْمَ مَا كَانَ	آرام سے سویا ہوا تھا کہ یکا یک خدا کی
لَيْسَ هٰذَا مِنْ عِنْدِيْ بَلْ	نسیم لطف مجھ پر ہو کر گذری اور جو کچھ
مِنْ لَدُنْ عَزِيْزٍ عَلِيْمٍ وَاَمَرَنِيْ	ابتدائے آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا
بِالنِّدَاءِ بَيْنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ	اس کا اس نے مجھے علم دیا۔ یہ بات میری
بِذٰلِكَ وَرَدَ عَلَيَّ مَا ذَرَفَتْ	طرف سے نہیں ہے بلکہ اسی غالب با خبر
بِهٖ عُيُوْنُ الْعَارِفِيْنَ ۝	کی طرف سے ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں

دنیا میں اس کے نام کی منادی کروں۔ اس حکم کی بجا آوری میں مجھے وہ وہ مصیبتیں جھیلنی پڑی ہیں کہ انہیں دیکھ کر حق آگاہ لوگوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔"

(۳) اس سے آگے فرمایا:۔

هٰذِهٖ وَرَقَةٌ حَرَّكَتْهَا اَرْيَاحُ	یہ میرا (وجود) ایک پتا ہے جسکو
مَشِيَّةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝	اس پروردگار نے حرکت دی ہے جو
هَلْ لَهَا اسْتِقْرَارٌ عِنْدَ هُبُوْبِ	سب پر غالب اور ہر طرح قابل تعریف ہے
اَرْيَاحٍ عَاصِفَاتٍ لَا وَمَالِكِ	کیا تیز و تند ہواؤں کے جھونکوں کے
الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ بَلْ تُحَرِّكُهَا	سامنے ایک پتا کبھی ٹھہر سکتا ہے؟ نہیں
كَيْفَ تُرِيْدُ لَيْسَ لِلْعَدَمِ وُجُوْدٌ	اسماء و صفات کے مالک کی قسم ہرگز
تِلْقَاءَ الْقِدَمِ قَدْ جَاءَ اَمْرُهُ الْمُبْرَمُ	نہیں۔ بلکہ وہ ہوائیں جس طرف اور
وَاَنْطَقَنِيْ بِذِكْرِهٖ بَيْنَ الْعَالَمِيْنَ	جس طرح چاہیں گی اسے اڑائے لئے
اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ اِلَّا كَالْمَيِّتِ تِلْقَاءَ	پھریں گی۔ قدیم کے سامنے فانی چیز کا
اَمْرِهٖ قَلَّبَتْنِيْ يَدُ اِرَادَةِ رَبِّكَ	وجود نہیں۔ اسی کا حکم آیا جو کسی طرح
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - هَلْ يَقْدِرُ	ٹل نہیں سکتا اور اسی نے مجھے جہان والوں
اَحَدٌ اَنْ يَتَكَلَّمَ مِنْ تِلْقَاءِ	میں اپنے ذکر کے ساتھ گویا کیا۔ میں اسکے
نَفْسِهٖ بِمَا يَعْتَرِضُ عَلَيْهِ	حکم کے آگے بے اختیار ہوں۔ تیرا پروردگار
الْعِبَادُ مِنْ كُلِّ وَضِيْعٍ وَشَرِيْفٍ	جو نہایت مہربان۔ رحم والا ہے اسی
لَا وَالَّذِيْ عَلَّمَ الْقَلَمَ اَسْرَارَ الْقِدَمِ	کے ارادے کے ہاتھ نے مجھے جدھر
اِلَّا مَنْ كَانَ مُؤَيَّدًا مِنَ	چاہا پھیر دیا۔ کیا کسی شخص کو جرات ہو سکتی ہے

لَدُنْ مُقْتَدِرٍ قَدِيرٍ (باب الحیات ص ۱۱۱/۱۱۲)

کہ وہ اپنی طرف سے ایسی باتیں زبان سے نکالے جس کو سنتے ہی خدا کے تمام اعلیٰ اور ادنیٰ بندے اس پر اعتراض کی بوچھاڑ کرنے لگیں قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے قلم کو عالمِ قدم میں اسرار سکھائے ایسی باتیں بجز اس شخص کے جو خدائے قادر و مقتدر کی طرف سے مؤید ہو اور کوئی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔"

مُلاحظہ کیجیے! کس شان اور تحدّی سے مؤکد بقسم اپنی ماموریت کا اعلان فرمایا ہے اور اعلان بھی کس کے سامنے؟ ایک جلیل القدر سلطان کے سامنے۔ یہ الفاظ اسی لوح کے ہیں جس کے کلامِ الٰہی ہونے کی شہادت حضرت بہاء اللہ کے قاصد میرزا بدیع نے اپنے خون سے دی ہے۔ یعنی جب یہ لوح میرزا بدیع نے بے خوف و ہراس انتہائی جرأت اور وقار کے ساتھ حضرت سلطان ناصر الدین شاہ قاچار کی خدمت میں پیش کی۔ تو علماء نے حضرت بدیع کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ یہانتک کہ نہایت بیدردانہ اور سفاکانہ طریق پر اُن کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل اسی کتاب "باب الحیات" میں موجود ہے۔

(۳) اسی لوح میں کتاب مذکور کے ص ۱۲۴/۱۲۶ پر ایک مناجات کے یہ الفاظ ہیں:

وَأَنْتَ تَعْلَمُ يَا إِلٰهِي بِأَنِّي مَا أَرَدْتُ فِي أَمْرٍ إِلَّا أَمْرَكَ وَمَا تَحَرَّكَ قَلَمِي إِلَّا وَقَدْ أَرَادَ بِهِ رِضَاءَكَ وَإِظْهَارَ مَا أَمَرْتَنِي بِهِ بِسُلْطَانِكَ تَرَانِي يَا إِلٰهِي مُتَحَيِّرًا فِي أَرْضِكَ إِنْ أَذْكُرُ مَا أَمَرْتَنِي بِهِ يَعْتَرِضُ عَلَيَّ خَلْقُكَ وَإِنْ أَتْرُكُ مَا أُمِرْتُ بِهِ مِنْ عِنْدِكَ أَكُونُ مُسْتَحِقًّا لِسِيَاطِ قَهْرِكَ وَبَعِيدًا عَنْ رِيَاضِ قُرْبِكَ لَا وَعِزَّتِكَ أَقْبَلْتُ إِلَى رِضَائِكَ وَأَعْرَضْتُ عَمَّا تَهْوَى الْأَنْفُسُ عِبَادُكَ وَقَبِلْتُ مَا عِنْدَكَ وَتَرَكْتُ مَا يُبْعِدُنِي عَنْ مَكَامِنِ قُرْبِكَ وَمَعَارِجِ عِزِّكَ وَعِزَّتِكَ بِحُبِّكَ لَا أَجْزَعُ مِنْ شَيْءٍ وَفِي رِضَائِكَ لَا أَفْزَعُ مِنْ بَلَايَا الْأَرْضِ كُلِّهَا لَيْسَ هٰذَا إِلَّا بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَفَضْلِكَ وَعِنَايَتِكَ مِنْ غَيْرِ اسْتِحْقَاقٍ بِذٰلِكَ ۝

اے میرے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے حکم کے سوا کبھی کسی دوسری بات کا ارادہ نہیں کیا۔ اور تیری یاد کے سوا میرا اور کچھ مقصود نہیں۔ میرے قلم نے جب کبھی کوئی حرکت کی ہے اس سے میرا مقصد صرف تیری رضاجوئی اور اُن احکام کا اظہار ہوا ہے جن کا تو نے مجھے اپنے شاہی دربار سے حکم صادر کیا۔ اے میرے معبود! تو دیکھتا ہے کہ میں ملک میں کس طرح مارا مارا پھرتا ہوں۔ اگر وہ بات بیان کرتا ہوں جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے تو تیری مخلوق مجھ پر اعتراض کی بھرمار کرتی ہے اور اگر میں اس خدمت کے بجالانے میں کوتاہی کروں جس کا مجھے تیری طرف سے حکم ملا ہے تو میں تیرے قہر کے تازیانوں کا مستحق ٹھہرتا ہوں اور تیرے قرب کے مقام سے دور ہوتا ہوں۔ تیری عزت کی قسم! کہ میں تیری رضا کا خواہاں اور اُن نفسانی خواہشوں سے بیزار ہوں جس پر تیرے بندے چل رہے ہیں۔ میں نے اُن چیزوں کو قبول کیا جو تیرے پاس ہیں اور اُن چیزوں کو چھوڑا جو مجھے مقاماتِ قرب اور بلند مراتب سے دور کریں قسم ہے تیری عزت کی کہ میں تیری محبت میں کسی بات سے نہیں گھبراتا اور تیری رضا میں دنیا کی کسی بلا سے نہیں ڈرتا۔ مجھکو یہ بات تیری ہی مدد و قوت اور فضل و عنایت سے حاصل ہے ورنہ دراصل میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔"

(۴) الواح مبارکہ ص ۲۳۲/۲۳۳ پر ایک عالم سے یوں خطاب ہے:۔

اِنْصِفْ يَا عَبْدُ هَلِ اللهُ هُوَ الْفَاعِلُ عَلَى مَا يَشَاءُ أَوْ مَا سِوَاهُ تَبَيَّنْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الصَّامِتِينَ لَوْ تَقُولُ مَا سِوَاهُ مَا انْصَفْتَ فِي الْأَمْرِ يَشْهَدُ بِذٰلِكَ كُلُّ الذَّرَّاتِ وَعَنْ وَرَائِهَا

(ترجمہ) اے بندے انصاف کر کیا فاعلِ مطلق صرف خدا ہے یا اس کے سوا کوئی اور؟ (صاف صاف) بیان کر اور چپ رہنے والوں میں سے نہ ہو۔ اگر تو یہ کہے کہ اس کے سوا کوئی اور ہے تو اس بات میں تو نے انصاف سے کام نہ لیا۔ کُل ذرات

رَبُّكَ الْمُتَكَلِّمُ الصَّادِقُ الْاَمِيْن وَلَوْتَقُوْلُ اِنَّهٗ هُوَالْمُخْتَارُ قَدْ اَظْهَرَنِیْ بِالْحَقِّ وَاَرْسَلَنِیْ وَ اَنْطَقَنِیْ بِالْاٰيَاتِ الَّتِیْ فَزِعَ عَنْهَا مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ اَخَذَتْهُ نَفَحَاتُ الْوَحْیِ مِنْ لَّدُنْ رَبِّكَ الْعَفُوْرِ الرَّحِيْمِ ۝

اِس بات کے شاہد ہیں اور علاوہ ازیں تیرا پروردگار کلام فرمانے والا صادق امین خود گواہ ہے اور اگر تیرا قول یہ ہے کہ بیشک وہی مختار ہے تو اسی مختار مطلق نے مجھے بر حق طور پر ظاہر فرمایا اور بھیجا اور ایسی آیات کے ساتھ مجھے گویا کیا۔ جس سے تمام آسمانوں اور زمینوں والے گھبرا اُٹھے۔ سوا اس کے جسے تیرے پروردگار غفور الرحیم کی بارگاہ سے وحی کے جھونکوں نے سرشار کر دیا۔"

متذکرالصدر ہر دو حوالجات کو بغور ملاحظہ کیجئے۔ قسمیں کھا کھا کر مختار مطلق کے ماننے والوں کے سامنے اپنے آپ کو صرف اور صرف مختار مطلق ہی کا بھیجا ہوا بتا رہے ہیں اور مختار مطلق کے آیات نازل کرنے اور ان کے ذریعے گویا ہونے کا ادعاء انتہائی تحدی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(۵) پھر اسی لوح میں کتاب مذکور کے صـ۲۴۴ـ پر اپنا وحی الٰہی سے بیدار ہونا، داعی الی اللہ ہونا نہایت زوردار الفاظ میں بیان کیا ہے۔ فرمایا:-

تَاللّٰهِ قَدْ كُنْتُ رَاقِدًا اَهَزَّتْنِیْ نَفَحَاتُ الْوَحْیِ وَكُنْتُ صَامِتًا اَنْطَقَنِیْ رَبُّكَ الْمُقْتَدِرُ الْقَدِيْرُ لَوْلَا اَمْرُهٗ مَا اَظْهَرْتُ نَفْسِیْ قَدْ اَحَاطَتْ مَشِيَّتُهٗ مَشِيَّتِیْ وَاَقَامَنِیْ عَلٰی اَمْرٍ بِهٖ وَرَدَ عَلَیَّ سِهَامُ الْمُشْرِكِيْنَ اِقْرَأْ مَا نَزَّلْنَاهُ لِلْمُلُوْكِ لِتُوْقِنَ بِاَنَّ الْمَمْلُوْكَ

خدا کی قسم میں سویا ہوا تھا۔ وحی کے نفحات نے مجھے بیدار کیا۔ میں خاموش تھا تیرے پروردگار نے مجھے گویا فرمایا اگر اس کا حکم نہ ہوتا، میں اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا۔ بیشک اس کی مشیت نے میری مشیت کو گھیر لیا اور مجھے ایسے امر پر کھڑا کیا جس کے سبب مجھ پر مشرکوں کے تیر برسے۔ ہم نے جو ملوک کے لئے نازل کیا ہے اسے پڑھ تاکہ تجھے یقین ہو

يَنْطِقُ بِمَا اُمِرَ مِنْ لَّدُنْ عَلِيْمٍ خَبِيْرٍ وَتَشْهَدُ بِاَنَّهٗ مَا مَنَعَهُ الْبَلَاءُ عَنْ ذِكْرِ مَالِكِ الْاَسْمَاءِ۔ فِی السِّجْنِ دَعَا الْكُلَّ اِلَی اللّٰهِ وَمَا خَوَّفَتْهُ سَطْوَةُ الظَّالِمِيْنَ۔ اِسْتَمِعْ مَا يُنَادِيْكَ بِهٖ مَطْلَعُ الْاٰيَاتِ مِنْ لَّدُنْ عَزِيْزٍ حَكِيْمٍ ۝

کہ یہ (مملوک) وہی باتیں کرتا ہے جن کا علیم و خبیر کی بارگاہ سے حکم ہوا ہے اور تو آگاہ ہو جائے کہ بیشک بلاء اسے مالک اسماء کے ذکر سے نہ روک سکی۔ قید خانے میں بیٹھکر سب کو خدا کی جانب بلایا اور ظالموں کی سطوت اُسے بالکل خوفزدہ نہ کر سکی۔ سُن کہ بارگاہ عزیز و حکیم سے مطلع آیات تجھے ندا فرما رہا ہے۔"

اسی لوح میں کتاب مذکور کے صـ۲۴۳ـ پر حضرت مسیح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

ثُمَّ انْظُرْ اِذْ اَتَی الْمَسِيْحُ اَفْتٰی عَلٰی قَتْلِهٖ اَعْلَمُ عُلَمَاءِ الْعَصْرِ وَاٰمَنَ بِهٖ مَنِ اصْطَادَ الْحُوْتَ كَذٰلِكَ يُنَبِّئُكَ مَنْ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ بِاَمْرِهِ الْمُبْرَمِ الْمَتِيْنِ اِنَّ الْعَالِمَ مَنْ عَرَفَ الْمَعْلُوْمَ وَفَازَ بِاَنْوَارِ الْوَجْهِ وَكَانَ مِنَ الْمُقْبِلِيْنَ۔ لَا تَكُنْ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اللّٰهُ رَبُّنَا فَلَمَّا اَرْسَلَ مَطْلَعَ اَمْرِهٖ بِالْبُرْهَانِ كَفَرُوْا بِالرَّحْمٰنِ وَاجْتَمَعُوْا عَلٰی قَتْلِهٖ كَذٰلِكَ يَنْصَحُكَ قَلَمُ الْاَمْرِ بَعْدَ اِذْ جَعَلَهُ اللّٰهُ غَنِيًّا عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

پھر غور کر کہ جب مسیح تشریف لائے تو جو سب سے بڑے علماء زمانہ تھے انھوں نے آپ کے قتل کا فتویٰ دیدیا اور مچھلیاں پکڑنے والے آپ پر ایمان لائے۔ اسی طرح تجھے خبردار کر رہا ہے وہ جسے خدا نے اپنے امر مبرم متین کے ساتھ بھیجا۔ بے شک عالم وہی ہے جس نے معلوم کو شناخت کیا۔ اور انوار جمال سے فائز ہوا۔ اور اقبال کرنے والوں میں شامل ہوا۔ اُن لوگوں میں سے نہ ہو جن کا قول تو یہ ہے کہ خدا ہی ہمارا پروردگار ہے اور جب اُس نے اپنے مطلع امر کو برہان کے ساتھ بھیجا تو وہ رحمٰن کے منکر ہو گئے اور مطلع امر کے قتل پر مجتمع ہوئے۔ اسی طرح قلم امر تجھے نصیحت فرما رہا ہے باوجودیکہ خدا نے اُسے تمام جہانوں سے بے نیاز بنایا ہے۔"

کتاب اقتدار صفحہ ۴۵ پر فرمایا :-

قَدْ بَعَثَنِیَ اللّٰہُ وَاَرْسَلَنِیْ اِلَیْکُمْ بِاٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ وَاُصَدِّقُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ مِنْ کُتُبِ اللّٰہِ وَصَحَائِفِہٖ وَمَا نُزِّلَ فِی الْبَیَانِ وَقَدْ شَہِدَ لِنَفْسِیْ رَبُّکُمُ الْعَزِیْزُ الْمَنَّانُ۔

(ترجمہ) مجھے خدا نے مبعوث فرمایا اور کھلی کھلی آیات دیکر تمھاری طرف بھیجا ہے۔ میں تمام کتب صحف الٰہی اور بیان کی تصدیق کرتا ہوں اور تمھارا غالب محسن پروردگار میری گواہی دے رہا ہے۔"

ملاحظہ کیجئے کس صراحت اور وضاحت سے اپنا مبعوث من عند اللہ اور مرسل من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے اور جملہ کتب مقدسہ کا اپنے آپ کو مصدق کہا ہے۔

(۸) الواح مبارکہ حضرت بہاء اللہ صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے :-

هٰذَا یَوْمٌ فِیْهِ اَتٰی مَشْرِقُ الْوَحْیِ بِاٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ عَجَزَ عَنْ اِحْصَائِهَا الْمُحْصُوْنَ سطر ۱-۲ ...... اَظَنَنْتَ بِالشُّهَدَاءِ یَنْحَطُّ شَاْنُ الْاَمْرِ لَا وَالَّذِیْ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَهْبِطَ الْوَحْیِ اِنْ اَنْتَ مِنَ الَّذِیْنَ هُمْ یَفْقَهُوْنَ ۵ سطر ۷ تا ۹

یہ وہ دن ہے جس میں مشرق وحی ایسی آیات بینات کے ساتھ آگیا جس کے اندازے سے حساب والے عاجز آگئے۔ ...... کیا تو نے یہ گمان کیا کہ شہادت سے شان امر گھٹ سکتی ہے؟ نہیں اس کی قسم جس کو خدا نے ہبط وحی بنایا (ہرگز نہیں) اگر تو سمجھنے والوں میں سے ہے (تو سمجھیگا)

ملاحظہ کیجئے کس زور اور تحدی سے اپنے آپ کو مشرق وحی الٰہی بتایا ہے اور مشرق وحی بھی وہ جسے خدا نے ہبط وحی قرار دیا۔

(۹) "ادعیہ محبوب" کے صفحہ ۳۱۰ پر ایک مناجات کے الفاظ ہیں :-

یَا لَیْتَ یَا اِلٰهِیْ وَجَدْتُ اُذُنًا وَاعِیَةً وَقُلُوْبًا مُطَهَّرَةً وَ اَنْفُسًا زَکِیَّةً وَصُدُوْرًا مُنِیْرَةً وَاَبْصَارًا حَدِیْدَةً وَاَلْقَیْتُ عَلَیْهِمْ مَا اَلْهَمْتَنِیْ بِجُوْدِكَ وَعَلَّمْتَنِیْ بِفَضْلِكَ وَاَلْطَافِكَ وَاَنْتَ یَا اِلٰهِیْ اَیْقَظْتَنِیْ بِجُوْدِكَ وَاَقَمْتَنِیْ عَلٰی مَقَامِ نَفْسِكَ وَاَنْطَقْتَنِیْ بِثَنَاۤئِكَ وَاَمَرْتَنِیْ بِخَرْقِ الْاَحْجَابِ

یا الٰہی کاش میں سننے والے کان اور پاک دل اور پاکیزہ جانیں اور روشن سینے اور تیز نظریں پاتا۔ اور جو کچھ تو نے مجھے اپنی بخشش سے الہام کیا اور اپنے فضل و الطاف سے سکھایا اُن پر القا کرتا۔ یا الٰہی تو نے مجھے اپنے جود و کرم سے بیدار کیا اور اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اپنی تعریف میں مجھ کو گویائی بخشی اور تمام پردے چاک کردینے کے لئے مجھے مامور فرمایا۔

اس مناجات میں خدا سے الہام پانے اور اس سے سیکھنے اور اپنے مامور من عند اللہ ہونے کا صاف صاف اقرار ہے۔

کیفیت نزول وحی

لوح ابن ذئب اُردو ترجمہ کے صفحہ ۱۶ پر کیفیت وحی کا یوں ذکر ہے۔

راتوں میں سے ایک رات عالم رویا میں ہر سمت سے یہ بلند کلمہ سُنائی دیا۔ "اِنَّا نَنْصُرُكَ بِكَ وَبِقَلَمِكَ لَا تَحْزَنْ عَمَّا وَرَدَ عَلَیْكَ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ۔ سَوْفَ یَبْعَثُ اللّٰهُ كُنُوْزَ الْاَرْضِ وَهُمْ رِجَالٌ یَنْصُرُوْنَكَ بِكَ وَبِاسْمِكَ الَّذِیْ بِهٖ اَحْیَا اللّٰهُ اَفْئِدَةَ الْعَارِفِیْنَ"

(ترجمہ) ہم تیرے اور تیرے قلم کے ذریعہ تیری مدد کرینگے۔ جو کچھ مصیبت تجھ پر آئی ہے اس سے غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر۔ یقیناً تجھے امن ملیگا۔ عنقریب خدا زمین کے خزانے برپا کریگا۔ اور وہ وہ لوگ ہیں جو تیرے ذریعے اور تیرے اس نام کے ذریعے تیری مدد کرینگے جس سے خدا نے عارفوں کے دلوں کو زندہ کر دیا ہے"

(۲) الواح مبارکہ صفحہ ۴۹ پر فرمایا :-

اِنَّا لَا نُحِبُّ اَنْ نَذْكُرَ اَزْیَدَ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ وَنَذْكُرُ مَا اَلْقَی الرُّوْحُ

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے زیادہ ذکر کرنا ہم پسند نہیں کرتے اور ہم اس چیز کا ذکر

عَلٰی قَلْبِی اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَالِمُ الْمُقْتَدِرُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْحَمِیْدُ ہ ......

کرتے ہیں جو روح نے میرے دل پر ڈالا کہ، کوئی معبود نہیں مگر وہی عالم مقتدر مہیمن۔ عزیز۔ حمید ؛

(۳) الواحِ مبارکہ صفحہ ۵۰ پر ارشاد ہوتا ہے

وَاَنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّا مَا قَرَأْنَا کُتُبَ الْقَوْمِ وَمَا اطَّلَعْنَا بِمَا عِنْدَھُمْ مِنَ الْعُلُوْمِ کُلَّمَا اَرَدْنَا اَنْ نَذْکُرَ بَیَانَاتِ الْعُلَمَآءِ وَالْحُکَمَآءِ یَظْھَرُ مَا ظَھَرَ فِی الْعَالَمِ وَمَا فِی الْکُتُبِ وَالزُّبُرِ فِی لَوْحٍ اَمَامَ وَجْہِ رَبِّکَ نَرٰی وَنَکْتُبُ اِنَّہٗ اَحَاطَ عِلْمُہٗ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِیْنَ ھٰذَا لَوْحٌ رُقِمَ فِیْہِ مِنَ الْقَلَمِ الْمَکْنُوْنِ عِلْمُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ مُتَرْجِمٌ اِلَّا لِسَانِیَ الْبَدِیْعِ اِنَّ قَلْبِیْ مِنْ حَیْثُ ھُوَ ھُوَ قَدْ جَعَلَہُ اللّٰہُ مُطَھَّرًا عَنْ اِشَارَاتِ الْعُلَمَآءِ وَبَیَانَاتِ الْحُکَمَآءِ اِنَّہٗ لَا یَحْکِیْ اِلَّا عَنِ اللّٰہِ وَحْدَہٗ یَشْھَدُ بِذٰلِکَ لِسَانُ الْعَظَمَۃِ فِیْ ھٰذَا الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ ہ

اور تو جانتا ہے کہ ہم نے لوگوں کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ اور ہم اُن کے علوم سے واقف نہیں۔ مگر جب کبھی ہم علماء حکماء کے بیانات ذکر کرنا چاہتے ہیں تو جو کچھ دنیا میں ظاہر ہو چکا اور جو کچھ کُتُب و الواح میں ہے تیرے مربی کے روبرو ایک صاف لوح میں ظاہر ہوتا ہے جسے ہم دیکھتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ یقیناً اس کا علم تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے یہ ایک لوح ہے جسمیں قلم مکنون نے گذشتہ اور آئندہ کا علم لکھ دیا ہے اور جس کا سوائے میری زبانِ بدیع کے اور کوئی مترجم نہیں۔ میرے دل کو خدا نے اسکی شان و حیثیت میں علماء کے اشارات اور حکماء کے بیانات سے صاف رکھا ہے۔ یہ صرف خدا ہی کی طرف سے حکایت کرتا ہے۔ اس بات کی گواہی اس کتاب مبین میں عظمت کی زبان دے رہی ہے۔

(۴) الواحِ مبارکہ ص $\frac{۱۹۵}{۱۹۶}$ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے :۔

قُلْ اَتَظُنُّوْنَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ بِاَنَّ

کہدے کیا تم اپنے جی میں خیال کرتے ہو کہ

ھٰذَا الْفَتٰی یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی لَا فَوَجَمَالِہِ الْاَبْھٰی بَلْ کَانَ وَاقِفًا بِالْمَنْظَرِ الْاَعْلٰی وَیَنْطِقُ بِمَا نَطَقَ رُوْحُ الْاَعْظَمِ فِیْ صَدْرِہِ الْمُطَھَّرِ الْاَصْفٰی تَاللّٰہِ الْحَقِّ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْاَمْرِ فِیْ جَبَرُوْتِ الْقُصْوٰی وَعَرَّفَہٗ قَوِیُّ الرُّوْحِ فِیْ مَلَکُوْتِ الْاَسْنٰی وَیَنْطِقُ بِالْحَقِّ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ بِمَا نَطَقَ لِسَانُ الْاَمْرِ فِیْ سُرَادِقِ الْاَخْفٰی ہ

یہ نوجوان (بہاء اللہ) اپنے ہوا و ہوس سے بولتا ہے۔ اس کے جمال روشن کی قسم ایسا نہیں۔ بلکہ وہ تو منظرِ اعلیٰ کے سامنے کھڑا ہے اور وہی کچھ کہہ رہا ہے جو روحِ اعظم نے اس کے پاک صاف روشن سینے میں کلام کیا۔ خدا کی قسم! اسے شدید الامر نے تعلیم دی ہے جبروتِ قصوٰی میں۔ اور قوی الروح نے اسے ملکوتِ اسنیٰ میں عرفان دیا ہے اور ہر دم حق و راستی کیساتھ وہی کچھ بولتا ہے جو سُرادقِ اخفیٰ میں لسان الامر نے کلام فرمایا۔

.. .. ..

(۵) "ادعیہ محبوب" ص $\frac{۱۰۹}{۱۱۰}$ پر فرمایا:۔

رَبِّ اَیْ تَرٰی حِیْنَ الْوَحْیِ یَتَحَرَّکُ قَلَمِیْ وَتَرْتَعِشُ اَرْکَانِیْ:

(ترجمہ) اے پروردگار! تو دیکھتا ہے کہ وحی کے وقت میرا قلم چلتا ہے اور میرے اعضاء مرتعش ہوتے ہیں۔

.. .. ..

اِس ارتعاش حین الوحی کی کیفیت کتاب الشیخ میں یوں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا:۔

"ارضِ طا کے قیدخانہ میں ٹھہرنے کے ایام میں بیڑیوں کی تکلیف اور بدبودار ہواؤں کے باعث نیند بہت ہی کم آتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سر کے اوپر سے کوئی چیز سینے پر گر رہی ہے۔ جیسے کوئی بڑی نہر بلند پہاڑ کی اونچی چوٹی سے زمین پر گر رہی ہو۔ اور اسی سبب سے تمام اعضا سے آگ کے آثار ظاہر ہوتے تھے اور اسوقت زبان وہ کچھ پڑھتی تھی جسے سُننے کی کسی کو تاب و طاقت نہیں۔"

(اُردو ترجمہ کتاب الشیخ موسوم بہ لوحِ ابن ذئب صفحہ ۱۷، سطر ۶ تا ۱۰)



قسمتِ فارسی

اشراقِ نیّرِ آفاق

(اقتباسِ کلمات از کتابِ مستطاب اقتدار)

این مظلوم بہمتِ تمام در لیالی و ایّام بعد از ورود عراق باذنِ حضرتِ سلطان بتہذیبِ نفوس وتطہیرِ افئدہ وقلوب برخاست و از فضل و عنایتِ حق جلّ جلالہٗ نزاع و فساد وجدال را منع نمود منعاً عظیماً فی الکتاب و عباد را باعمالِ طیّبہ و اخلاقِ مرضیّہ امر نمودیم قریب چہل سنہ می شود کہ در ہیچ محل نارِ حرب مشتعل نشدہ بلکہ بکوثرِ نصائحِ الٰہی وحکمتِ ربّانی علیٰ قدر مقدور سکون دخاموشی پذیرفت (صفحہ ۹۸)

اگر بصرِ عباد از رمدِ ہویٰ وقلب شان از نارِ بغضا فارغ و طاہر شود مشاہدہ نمایند انچہ راکہ الیوم ازان محرومند (صفحہ ۱۰)

بعضی از سائلین کہ در مجالس وارد میشوند و مقصود شان اطلاع براحکامِ الٰہی است و برخے محض استہزاء والقاءِ شبہ در قلوبِ بعضی ان ربّك معھم یسمع ویریٰ وھو السمیع البصیر (صفحہ ۱۱) این خلق را دیدہ و میشناسی اکثرے لطنینِ ذباب مشغول واز تغرّداتِ حماماتِ فردوسِ اعلیٰ ممنوع ومحروم (ص ۱۳)

اگر این امرِ اعظم را انکار نمائید چہ امرے لائقِ اقرار است ویاقابلِ اثبات ۔ بگو این اثبات را محواخذ نمایدد

این قیام مقدس از جلوس وقعود بودہ وہست (ص ۱۷)

توشاہد و عالم گواہ کہ این مظلوم بعدازاشراقِ نیّرِ آفاق از اُفقِ عراق بدو قاصدِ حقیقی و پیکِ معنوی در لیالی و ایّام اہلِ ایران را باُفقِ عنایتِ مقصودِ عالمیان دعوت نمود وآن دو پیک آمہ وخامہ بود۔ در جمیع احیان کوثرِ نصح از قلم جاری وسلسبیلِ بیان بارادہ امام وجوہ ظاہر ومقصودی جز اصلاحِ عالم وتہذیبِ نفوسِ اُمم نبودہ (ص ۲۱)

امروز بحر مواج وشمس مشرق و نور ساطع۔ ہر نفسے باقبال وبخدمتِ اولیا فائز گشت او از اہلِ بہاء۔ در قیومِ اسماء از قلمِ اعلیٰ مذکور و مرقوم (صفحہ ۲۵)

از مطلعِ امر ظاہر نمی شود مگر آنچہ سبب علوّ وسموّ ومحبت والفت واتحادِ عباد است انّہ ھو الآمر الحکیم (ص ۲۸)

این ظہور ظہورِ رحمتِ کبریٰ وعنایتِ عظمیٰ است چہ کہ حکمِ جہاد را از کتاب محو نمودہ ومنع کردہ ومعاشرت با جمیع ادیان بروح وریحان امر فرمودہ ۔ (ص ۲۸)

شهادت مستشرقین و دانشمندان درباره امر بهائی

نقل از کتاب گلیم (سال ۱۹۳۳ء) - بقلم سر فرانسیس یانگ هزبند

داستان حضرت باب موسوم به میرزا علی محمد داستان شهامت و شجاعت روحانی د بی نظیر است که در تاریخ سوابهاوا Savbhava نیز سابقه نداشته روحانیتی که روح حضرتش را با آتش عشق و محبت برافروخت جوانی با عدم نفوذ و مقام اجتماعی دفاقد فضائل و کمالات صوری که فقط در پرتو بصیرت و قوهٔ معنوی توانست درون و حقائق اشیاء را کشف و حقیقت اصلیه را مشاهده نماید و بعد با عزمی راسخ و ایمانی بلند به بصیرت خویش تمسک جسته امر خود بعالم و عالمیان عرضه داشت چندانکه نفوس با دل و جان بسویش اقبال نموده حضرتش را رجوع مسیح دانستند و در متابعت اوامر و احکامش انواع محن و بلایا و حتی مرگ را استقبال نمودند۔ ظهورش در تاریخ بشریت از وقایع بسیار بزرگ و درخشان بشمار میرود۔ د سوابهاوا آرزوی وصول ذیل با ینمقام را داشته و نیازمند بوده است. به اثر اقدام این نابغهٔ عظیم مشی کند و داستان حیرت انگیز حضرت باب را سرمشق و دستور زندگی خویش قرار دهد۔ اخلاص و صمیمیت فوق العادهٔ حضرت باب قابل انکار نیست زیرا حضرتش در این سبیل جان خویش نثار فرمود۔ د حتماً در پیام حضرت باب حقیقتی موجود است که سبب اطمینان قلوب و انجذاب ارواح گشته۔ هزاران نفوس لمشهد فداشتافتند و اینک ملیونها راه بندگی و عبودیتش پیش گرفته۔

اگر جوانی فقط در طی شش سال رسالت بواسطه پاکی نیت وجاذبهٔ شخصیت خویش توانست اینگونه نفوس را از غنی و فقیر و عالم و جاهل بایمان خود در متابعت تعالیم خویش مبعوث نماید بطوریکه جان هدف گلوله و رصاص کنند و بلا درنگ و محاکمه بقربانگاه فداشتافتند و یا عرضهٔ هجوم اعدا گشته با تیغ دارهٔ جسمشان قطعه قطعه گردد یا بدار آویخته شوند و خفه گردند و یا آنکه با تیر بلا صدرشان مشبک گردد۔ و جسمشان در جلو توپ و گلوله قرار داده شود و هنوز جمّ غفیری از طبقات ممتازه در ایران و ترکیه و مصر فوج فوج بسوی دیانتش بشتابند و پیروی و اطاعتش را گردن نهند۔ یقیناً حیات گرانبهایش از وقائع بسیار مهمه در قرون اخیره است که شایان تحقیق و مطالعه بسیار میباشد و خوشبختانه این تحقیق و مطالعه را گوبینوی فرانسوی Gobineau و پرفسور ای. جی. براون جمع و تعقیب نموده اند و اینک ما میتوانیم بسهولت رؤس مسائل را با نظر بی طرفی تحصیل و مطالعه نمائیم۔

با اینکه حضرت باب فقط در سن سی سالگی یعنی در ۱۸۵۰ء دورهٔ رسالت خویش بپایان رسانید نسبت بحقانیت امر و صدق گفتارش که ادعا نمود من عندالله مبعوث گشته طرز شهادت و جانبازی حضرتش اقوی دلیل و برهان و در قبال این داعیه که از برای نجات و استخلاص بشر ظاهر شده با شعف جان، جان خود نثار فرمود جاذبهٔ حضرتش در نفوس بگواهی صد ها بل هزاران نفوس که نقد جان برکف نهادند حجتی واضح و برهانی قاطع است۔

خضوع و محویت حضرتش چنان بود که خود را فقط ترجمه

ونقطه ای ازان کتابِ عظیم وشبنمی ازان بحرِ نامتناهی (یعنی شخص بزرگواری که درپسِ پردهٔ عزت است وتمامی اسرار و معضلات را بیان خواهد فرمود) خواند. حقیقةً ازین ظهوراثراتِ عظیمه ظاهر شد امرش روز بروز وسیع شد و بر بزرگی وعنایت بیافزود وهنوز مستقبلِ عظیم و درخشان درپیش دارد.

در اثنای شش سال رسالت که چهار سنه با سارت گذشت تمامی ایران را بحکم واسرار خود مملو فرمود وپس از ختمِ حیات وشهادت دامنهٔ نفوذِ این امر به ترکیه ومصر وهند وحتی اروپا وامریکا کشید وامروزه عدد تابعینِ این دیانت بملیونها نفوس بالغ است و در بین عموم روحی کارفرما که بگفتهٔ پروفسور برون نفوذِ فوق العادهٔ این روح ممکن نیست در تمامیِ بشر وابنای انسان تاثیر ننماید.

—— ۲ ——

چندین سال است من بطلوعِ دیانتِ بهائیٔ وپیشرفت آن علاقه مند شده ام. اساس ومنشارِ این امر متعلق بگذشته است ولی بآینده نیز بانظر بسیار صائب و وسیع نظر دارد پیامش وحدتِ عالمِ انسانی است و باکمال همت ونشاط پیروانش از برای پیشرفت صلح وسعادت وفلاحِ اُمم کار میکنند دست حق پناه شان وکامیابی وموفقیت نصیبِ شان باد.

—— ۳ ——

(نقل از کتاب "اسرار ورموزِ جدید" (سال ۱۹۳۵ صفحه ۱۴۲)

شهادتِ حضرت باب در ۹ ژوئیه ۱۸۵۰ یعنی سی ویکسال پس از انقضای ولادتِ شریفشان واقع شد. جسمِ عنصریِ حضرت باب ازین جهان رخت بربست ولو روحِ حضرتش همچنان زنده و جاوید بماند. حسین در اثنای محاربه مقتول شد وقدّوس با حالتِ اسارت شهید گشت ولی حضرت بهاءالله حیات داشتند من یظهره الله در عالم بود ونائرهٔ عشق ومحبتِ حقیقی نسبت بحضرت باب ومقصدِ اعلایش در طلعتِ الهی و سائرین شعله ور محبتی که بزعم مورخین ووقائع نگاران چشمِ ابداع تاکنون شبیهش را ندیده وقلبِ اختراع نظیرش را مشاهده ننموده است اگر جمیع اغصانِ عالم به اقلام وبحار به مرکب وزمین وآسمان بطومار کاغذ تبدیل شود وجمیع بوصف وبیانِ انمیقام برخیزند از عهدهٔ شرح وتبیینِ این عشق برنیایند این عشق وعلاقهٔ دینی هنوز وجود داشت واز برای پیشرفتِ امر کافی بود حضرت بهاءالله هستی واموال بتاراج دادند از آشنا وپیوند گذشتند واز وطنِ مالوف منفی وسرگون گشتند حتی در نفی وزندان بزندانی دیگر مبتلا واز معاشرت با ناس ممنوع شدند. معذالک روحِ امر در وجودِ مبارکشان حیات داشت بلکه در اثر شدائد وناملائماتی که پیوسته تحمل می فرمودند بر تلئلؤ وصفای این روح بیافزود.

حضرت بهاءالله باحسن اراده وکمال عقل ونُهیٰ امر خویش را که امروزه بدیانتِ بهائیٔ معروف گشته اول در زیر حبس وزندانِ بغداد وبعد از سجنِ عکّا در سوریه بلند فرمود. وروز بروز آن را تقویت کرد تا آنکه باکمال سکون ووقار در عالم انتشار یافت. وامروزه در اروپا وامریکا وهمچنین هندوستان ومصر نفوذ نموده. وبقایای جسم حضرت باب که سالها در نهایت مراقبت سرّاً حفظ ونگاهداری شده بود اکنون در مقامِ اعلیٰ در جبلِ کرمل که زیارتگاهِ زائرین از جمیع اقطار عالم است قرار داد.

نقل از روزنامه کرسچین کامان ولت مورخه ۲۲ ژانویه ۱۹۱۳ء
در تحت عنوان "حضرت عبدالبهاء در اکسفورد"

حضرت عبدالبهاء در ۱۳ دسامبر درحضورعده ای کثیر که بسیار علاقه مند باستماع بیاناتشان بودند در کلیهٔ منچستر در اکسفورد نطق

نمودند زعیم ایرانی بزبانِ ملّیِ خویش القای خطابه فرمود و میرزا احمد سهراب ترجمه میکرد اسلین کارپنتر ESTLin carpnter رئیس دار الفنون ریاست جلسه را بعهده داشت و ناطق بزرگوار را باین نحو معرفی نمود که حضار نیل باین افتخار و سعادتِ عظیم را که زیارت حضرت عبد البهاء است مرهون محبت دوست روحانی خود دکتور چاین Dr. Cheyne میباشند که فوق العاده مجذوب تعالیم بهائی گشته این امر در اواسط قرونِ اخیر از افقِ ایران بواسطه طلوع جوانی بین اهل اسلام که خود را به باب موسوم فرمود (یعنی باب فیوضات که در پرتو اقبال بحضرتش نفوس بعرفان الٰهی و حقیقتِ کلیه فائز خواهند شد) طلوع نمود. حضرت باب در ۱۸۴۴ء شروع باشاعه تعالیم خویش فرمود طهارتِ اخلاق و نفوذ و تأثیر رفتار و گفتارِ شان بطورے بود که نهضت و نشاطی عجیب در نفوس پدید آورد اگرچه اولیای امور حضرتش را شکنجه و عذاب فراوان دادند مسجون و اسیر ساختند و بالآخره بسال ۱۸۵۰ شربتِ شهادت نوشانیدند ولے امرش روز بروز بلندتر شد و دامنهٔ نفوذ و اقتدارش وسعت یافت آیات و نوشته جاتِ بیشمارِ حضرتِ باب در جمیع نقاط منتشر شد و نفوس از تلاوتش بهره و نصیب بردند تا آنکه این امر بهندوستان و اروپا و ممالکِ متحده امریکا سرایت کرد - دیانت بهائی فرقهٔ جدیدی تأسیس ننموده بل ساعی است جمیع فرق و ادیان را با روحِ محبت و یگانگیِ واقعی التیام دهد مرحوم دکتور جاوت Dr. Jowett ہمین اظہار میداشت که طورے تعالیم و رفتار حضرت باب او را شیفته و مجذوب نموده که معتقد است بدایتِ بابی. نظر بآنکه این امر در آن وقت باسم بابی معروف بود - پس از میلادِ حضرت مسیح بزرگترین نهضتِ دینی است که در عالم طلوع نموده و بمنتهای عظمت و جلالِ خویش خواهد رسید -

نفحاتِ امریّه

(ترجمه از مجلهٔ حیاتیات نیو ورلڈ اوردر لندن فروری ۱۹۴۲ء)

مطالعه کنندگان باید بخوبی براهین واضحه را در نشر معنویاتی که مینمائیم ادراک نموده باشند در عددِ ماه نومبر ذکر شد که عبارت ورلڈ آرڈر در عنوان معروفی شده حتی قبل از طبع کتاب مستر ولز مسمی به نیو ورلڈ اوردر این عنوان یک محل عمومی برای تعیینِ رادیو بود و جائیکه نطقهای بندگانِ مملکت و رجال کنیسه را میخواندند کم کم هیبتِ این عبارت از میان رفت ولی تحققش برای اکثر خلق عالم بیش از پیش مطلوب و پسندیده آمد -

آنچه از نقشه ها برای وضعیتِ حقیقی حیات جدیدهٔ امروزه در عالم موجود مختلف و بیشمار است ولے چون ما متمسک و متشبث بمشروعِ حضرتِ بهاءالله هستیم در انتشار تعالیمِ روحانیه که علتِ تأسیس چنین نظامی است مداومت خواهیم نمود و در رفعِ حجباتِ نفوسی که خود شان باعثِ انسداد طرقِ هدایت شده اند میکوشیم -

منظورِ نظر وحدتِ عالم و صفاتِ حیاتِ روحانیست. هیچ نفسی گمان نکند که مقصود از کلمهٔ روحانی چیزے مبهم و مستور است روحانی چیزیست متعلق بروحِ انسانی و صفات و اخلاقِ معنوی که انسان را از حیوان تمیز دهد و او را نزدیکتر بآن شکلی نماید که مصوّر شده تمام اخلاقِ حسنه و صفاتِ مرضیه از عالمِ روحانیست که روابطِ هیئتِ جامعهٔ بشری را منظم مینماید معدنِ این جواهرِ نفسیه و اخلاق و رفتار ممدوحه مظهرِ الٰهی است مسیحِ ابدی است که در هر عصری اراده روحانی و شریعتِ ملکوتی را بحسب استعداد خلقِ زمان ظاهر میفرماید - خلقِ امروزه تشنهٔ این سلسبیلِ معرفت و هدایتند و آنرا در ظهور حضرت بهاءالله خواهند یافت

ترجمه تقریر کنفرانس جوانانِ بهائی ایالات مرکزی در دلیمت امریکا

حضرت عبد البهاء میفرماید - ای حواریون حضرتِ بهاءالله روحی لکم الفدا،

ملاحظه نمائید حضرت بهآءالله چه ابوابی بر وجوهِ شما مفتوح ساخته به چه مقام و رتبه عالی را برای شما خواسته چه عظیم است عنایات و الطاف او که شاملِ حالِ شما شده انتصارات کاملهٔ شما هنوز تحقق نیافته و حقائق آن بروز و ظهور نکرده از حال بعد با چشمِ خود خواهید دید که چگونه هر یک چون کوکبِ لامع فضائی آن مملکت را روشن و درخشان نماید و الواح و ایات ملکوتی و فیوضاتِ حیاتِ ابدی آن سرزمین را احاطه کند."

در لوحی از الواحِ نازل میفرمایند "هر خیری را برای نفوسیکه از شر در اجتناب نمایند و بحبلِ عفت تشبث جویند در کتاب خود مقدر فرمودیم انّه هو المعطی الفیّاض"

ترتیب مذاکرات - اولاً ابلاغیهٔ محفل روحانی ملی، و ظائفِ خدماتِ عسکریه که با مر حکوماتِ عالم بر رعایای خود تکلیف شده نوعی از وفا پدری بحکومتِ خویش است که بهآئیان باید آنرا قبول نمایند ولی یارانِ الهی میتوانند بواسطهٔ محفل ملیِ خود طلب استثنائیت از خونریزی مباشر کرده مسئلهٔ وحدانیت از حکومتِ خود که معترف بحقوق هیئت دینی صلح پرورانه است بنمایند و خواهشِ خدماتی دیگر در شعبه‌های غیر از حمل سلاح کنند.

ثانیاً ایضاً ابلاغیهٔ محفل ملی روحانی - مقصد اصلی از مدارس تابستانی بهآئی چه در شرق و چه در غرب اینست که یاران خود را آشنا بحقائق اساسی اداریِ امر نمایند تا بتوانند کاملاً به اعلاءِ امر الله قیام کنند.

ثالثاً حضرت شوقی آفندی میفرمایند حوادث و وقوعات تاریخیهٔ ابدیه حیرت بخشِ الهی را برای ظهور عدالت و شفقتِ کبری نسبت بمظلومین همواره بیاد و خاطر آرید و در تأسیس وحدتِ نوعِ انسانی و حب طامح او در حق اعضای عائله در این سبیل و عدم رضایتمندی از معارضین یا اراده او و مستهزئین بقوانین او و نفوسیکه مقاومت تعالیم اساسیه یا به تضییع احکام او قیام کردند تفکر کنید"

رابعاً حضرت بهآءالله میفرماید نفوسیکه بتبلیغ امر قیام نمایند باید بنفحاتِ آن جمالِ مطلق نفوس را باهتزاز آرند و با عزم تمام و توجه کامل و انقطاع و تنزیه از شئونِ فانیه و دنیویه امر الله را منتشر سازند."

خامساً - حضرت بهآءالله میفرمایند "ای اهل بهآ با جمیع خلقِ عالم با دوستی و الفت معاشرت نمائید - اگر نزدِ شما کلمه یا جوهریست که دیگران از آن محروم بکمال شفقت و مهربانی القا کنید - اگر مقبول افتاد مقصود حاصل و الّا او را باو واگذارید و در بارهٔ او دعا نمائید. لسانِ شفقت جذاب قلوب است و مائده روح - طراز معانیست برای کلمات و سرچشمهٔ نور حکمت بصیرت است.

سادساً چون این پیام ملکوتی را یارانِ امریک با خود بجهات دیگر ببرند و در تمام قطعاتِ خمسه عالم اروپ و آسیا و آفریقا و استرالیا الی اقصی حدود جزائر پاسیفیک این امر منتشر شود آنوقت جامعهٔ امر خود را مستقر بر عرشِ سلطنتِ ابدی ملاحظه کند (از مستخدم الکل محفل مقدس معانی عینا)

اشعارِ امری در ظهور بهآئی

از طبع جناب علی اکبر هاتف از احباب بند دلنگه

مستِ عشقت صنما کی حذر از تیر کند ‌ ‌ ‌ دل ز کف دادهٔ حق سینه بشمشیر کند

حاجتِ تیغ کشیدن نبود مهدی را ‌ ‌ ‌ تیغ نطقش همه روی کره تسخیر کند

همچو ایوب بصبر است و چو یعقوب بامر ‌ ‌ ‌ در بلا شیفتگان حکم به تصبیر کند

آن طوائف که ز تفسیر نبی واماندند ‌ ‌ ‌ گو بیایید که باز آمده تفسیر کند

معجز آتش چو کلیم است و مسیحی نفسش ‌ ‌ ‌ همچو احمد بت اوهام سرا زیر کند

علمائیکه ز سوئند و دجاجیل القوم ‌ ‌ ‌ لال گرداند و کور و کر و تحقیر کند

هر که شد شیفته و آشفتهٔ آن زلف و رخش ‌ ‌ ‌ چاره دیگر تو مپندار که زنجیر کند

بوی ایمان ز سر زلفِ وی آورد صبا ‌ ‌ ‌ زان سبب نه فلک این کره تکبیر کند

هاتف از جام نهم نیست خمارت تا حشر
که دل و دیده و هم عقلِ تو تنویر کند

متصاعد الی الله

عواطفِ قلبی میس مارتا روت

(اردی بهشت ماه سنه ۱۳۰۹)

روائح لطیف اردی بهشتی فضا را معطر نموده در طول خیابانی که از دو طرف بمزارع سبز احاطه شده یک اتومبیل با کمال تانی راه میپیماید گویا الهاماتِ قلبیه بسر نشینان میرساند که داود راه مقاماتِ مقدسی را طی میکند و باید نسبت بآن مقامات بحالت ادب و وقار آهسته حرکت کرده از سرعتِ سیر اتومبیل خودداری نماید هرچه اتومبیل بشهر نزدیک تر میشود ضربان قلب مسافرینش شدید تر گشته گوئی همه میدانند عنقریب دلبر آمال را در آغوش گرفته و آستان مقدسی که قبله گاهِ ملاءِ اعلی است خواهند بوسید عواطفِ شدید تر از همه عواطفِ خانم امریکائی حضرت میس مارتا روت است که از اقصای بلاد امریک حرکت نموده پس از طیِ اقیانوسهای کبیر و راههای ممتد طولانی اینک از دوازده فرسخی روائح لطیف خاکِ مقصود را استشمام نموده و چون بلبل خوش الحانی اریج گلِ خوشِ گل از چند فرسخی مست شود با نغماتِ ملیح خود زیادتر دلِ همراهانش را از جا میکند - در این اثناء از دور گردی بلند است و پس از مرتفع شدن گرد سر و صورت چند سوار پیدا است که با سرعتِ غریبی رو باتومبیل میایند و عجله آنها از برای آنست که هرچه زودتر پیام محبتِ هزاران بهائی صادق متوطن کعبهٔ مقصود را باین خانم امریکائی و همراهانش ابلاغ نمایند. پس از چند دقیقه سواران اطراف اتومبیل را احاطه نموده تبادل اشواقاتِ قلبیه کرده سپس دو قسمت شده یک قسمت که حامل خبر وصول خانم بودند ثانیاً مدد فرسخی مراجعت نموده و قسمتِ دیگر در جلو اتومبیل در حالیکه اتومبیل در سیر و حرکت بود مشغول اسپ دوانی شدند -

اسپ دوانیهای بی نظیر شجاعتهای خارق العاده هر تماشا کننده را بحیرت انداخته و همچو میمنود که این سواران بکلی از خود بیخبر و از هر شکنجه و ناسیبی که در راهِ ابراز محبتِ قلبیهٔ خود متحمل میشوند باک نخواهند داشت

پس از ۱۵ دقیقه اتومبیل با هیئتِ سواران مواجه با یک جمعیت دویست نفری گشته و فریادهای الله ابهی و یا بهاء الابهی از هر طرف بگوش میرسید قبل از انکه ملاقات خانم امریکائی را با این جمعیت بیان نمائیم لازمست بخوانندگانِ محترم این جمعیرا که مجتمع گشته و این محلی که در آن مجتمع شده اند معرفی کنیم — این جمع نمایندهٔ هزاران بهائی فارسند که قبلاً مطلع شده اند این خانم امریکائی فرستادهٔ یگانهٔ غصن دوحهٔ بقاء حضرت ولی امر الله و حامل پیام محبت و مهر پدرانهٔ آن مولای مهربان است حال باستقبال او آمده و با بی صبری تمام عازمند آن پیامهای روحانی را استماع نمایند این محل که در آن مجتمع شده اند در ده فرسخی شهر شیراز از ابنیهٔ قدیمهٔ ایران و در قدیم الایام محل جلال و عظمت و فرمانفرمائی جمشید پادشاه بزرگ ایران بوده حال بواسطهٔ طولِ زمان از صورتِ اصلی افتاده فقط ستونهای بلند ان نمونهٔ عظمتِ قدیم نیاکان ماست. چون تختِ جمشید در ان ایام در این بنا استوار یافته هنوز هم مخروبهٔ آن را تختِ جمشید مینامند.

اشخاصی که از تفصیل تاریخ این بنا مسبوقند بخوبی میدانند که از دیر زمانی باین طرف حسیتش کلی خاموش گشته و نغمهٔ دلنوازی دیگر از ان بگوش نمیرسید تا آنکه این طیر خوش الحان الهی سرور مبلغین و مبلغات (خانم امریکائی) وارد این محل گشته با الحانِ ملکوتی خویش کشورِ مقدس ایران را تمجید نمود و نغمهٔ بدیعی از نو در اطرافِ تقدیس این خاکِ پاک سرود هلهله و ولوله مستمعین صراحت لهجه و استحکام بیان آن طیر قدسی روحِ جمشید را بحرکت آورده گویا سر از قبر برداشته چنین میگفت ایران ایران - روزگاری بود که آتش دانشت خاموش شد و اختر بزرگواریت در زیر روپوش دیر زمانی نام و نشانی از تو نبود و آوازه و سروش شهر یارانت خاموش گشته بود بیم آن میرفت که

تامت از صفحهٔ روزگار محو شود و ذکر نیاکانت از دفتر جهان پاک گردد. وبلے اے خاک مقدس بودے که در خود جواهر گرانبهائے پروردے رفته رفته سرپوش از روے جواهر گرانبهایت برداشته شد شعاع او تا بأقصی بلاد امریک رسید نفوسی را برانگیخت که از برای زیارت این خاک با ذوقِ تمام عازمِ ایران شوند. ای فارس تو که مهد مرا در آغوش کشیدی و هنوز خرابهٔ تختِ مرا برای نشانهٔ عظمت و جلالِ من نگاه داشتی فخر کن که در تو بارگاهِ سلطنتِ حقیقی استقرار یافت و قصرِ مشیدِ الهی مرتفع شد نه هرگز نامت محو نشود و صیتِ بزرگواریت سرتاسر جهان را احاطه نماید. حجاری و صنایعِ مستظرفه زبردست ترین صانعین من مدتی سیاحان و دانشمندان غرب را بملاقات محل تختِ سلطنتِ من کشید ولی بارگاهِ سلطنتِ حقیقی را که یدِ قدرتِ الهی درین خاک مرتفع نمود رفته رفته ملوک و سلاطینِ عالم را بوسیدنِ این خاکِ پاک خواهد کشانید. باش تا صبحِ دولت بدمد

کین هنوز از نتایجِ سحر است

باری خانم ملکوتی از ملاقاتِ جمعیتِ مستقبلین مسرور و هیئتِ مستقبلین از زیارتِ او مشعوفند جمعی از ذوقِ اینکه عظمتِ امر باین پایه رسیده گریه میکنند و جمع دیگر سراپا چشم شده تا آنکه روحِ خلوص و انقطاعی که این چنین در خانم امریکائی جلوه میکند بهتر بنگرند. درین اثنا چوپانی از دور پیدا شده گلهٔ خود را واگذارده جمعیتِ تماشاچیان را پیش و پس نموده بنزدیکِ خانم رسید و هرچه زودتر دستهای مشارالیها را با دستهای زبر و خشنِ خود فشرد در موقعیکه دستِ خانم در دستش بود با آنکه هیچ سواد نداشت و هر از بر نمیشناخت با زبانِ چوپانی درین جمعیت نطقِ غرائی نمود مبنی بر اینکه در ایامِ جوانی او همیشه موردِ لطمهٔ سایرِ چوپانان بوده و بجرمِ اینکه بابی است ریگ در گوشِ او گذاشته فشار میدادند حال آن چوپانان خوبست سر از قبر بدر آورده فرمانفرمائی سلطانِ حقیقی را بتختِ عظمت و جلالش در تختِ جمشید مشاهده نمایند.

بارے پس از آنکه چند جملهٔ ساده که خاکی از لطافتِ قلبِ چوپانی بود از او شنیده شد کلاهِ خود را چند قدم بآسمان پرتاب نموده با صدای شعف فریاد برآورد — یا بهاء الابهیٰ — یا بهاء الابهیٰ

سپس فریادهاے شعفِ او در نتیجهٔ صدای کف زدنِ جمعیت قطع شد و خود او نیز بواسطهٔ ازدحامِ جمعیت از نظر محو گشت)

هیئتِ مستقبلین و واردین پس از رفعِ خستگی و صرفِ چای و نهار برای حرکت بشهر سوار شدند از تختِ جمشید تا شهر اتومبیلها بتأنی حرکت میکردند چه که هر دقیقه و ساعت مواجه با یک جمعی از مستقبلینِ تازه میشدند که از شهر آمده بودند و خانم نیز مقدار زیادی عکسهای حضرت عبدالبهاء را در کیف داشت که در راه و بین راه تقسیم مینمود رفته رفته اتومبیلها راه میپیمودند تا آنکه منظرهٔ شهرِ شیراز نمودار شد. به به چه منظرهٔ زیبائی و چه شهرِ قشنگی. گوئی دستِ طبیعت مهدِ ربِ اعلیٰ را چنان مجلل و ریاحین و مراتعِ سبز و باغاتِ مشجر مزین نموده که عکسِ فردوسِ اعلیٰ را از دور بوارِدین شهر ارائه دهد گویا بلبلانِ خوش الحان مانند حافظ و سعدی که در اینجا از دیر زمانی بچکامه سرائی مشغول بودند از رائحهٔ لطیفی که از خاکِ وطنِ حضرتِ اعلیٰ بمشامشان رسیده مست شده و این همه اشعارِ زیبا سروده اند.

خوشا تفرجِ نوروز خاصه در شیراز

که برکند دلِ مردِ مسافر از وطنش

حق با آن ادیبِ دانشمند بوده چه که شیراز موطنِ مولای عالمست خوبست نظرِ قارئینِ محترم را از منظرهٔ زیبائے شهرِ شیراز برگردانده یک چندے بعواطفِ لطیفهٔ خانم ملکوتی معطوف سازیم باغاتِ مشجر ابنیه و عماراتِ شیراز چون منسوب بآستانِ محبوب این خانم است. رفته رفته آتشِ عشقِ درونی او را شعله ور نموده و گاهی با ریزشِ چند قطره اشک همراهانش را میرساند که تا چه اندازه بزیارتِ بیتِ مبارک علاقه مند است و چه گونه منتظر است هرچه زودتر روی و مویش را بخاکِ آن آستانِ مقدس منور و معطر نماید. پس از چند دقیقه خانم با همراهانش بمنزلِ آقایان دهقان که

THE BOMBAY BAHAI YOUTH GROUP

97-98 B. E.--1940-41 A. D.



Sitting Left to Right :—Miss Meherangiz Boman, Mrs. Nayerra Khawari, Mr. Faridoon Aidun, Dr. K. M. Irani, Mrs. Homai Jehangi

Standing Left to Right :—Mr. J. Sheshberaderan, Mr. Behram B. Irani, Mr. Rostem M. Naimi, Mr. K. M. Akhtare Khawari

که از متولیین درجهٔ اول شیراز و خانوادهٔ فوق العادهٔ روحانی و با خلوص هستند وارد میشود. هر چند وسائل پذیرائی مشارٌ الیها با نهایت دقت و ملوکانه تهیه گشته و اطاق شخصی او با انواع مبلهای گرانبها و بهترین اثاثیه مزین شده بود ولی گریه بخانم مهلت نمی داد که لااقل ازین همه وسائل اسائش که از برای او فراهم شده استفاده نماید - آن شب غالباً اشک از چشمانش جاری بود و انتظار صبح را میکشید که استحمام نموده و لعتبه بوسی آستان مقدس فائز شود -

سه شنبه ۹ اردی بهشت ساعت هشت رسید - خانم و همراهانش از برای تشرف بیت عازم . بازار طیر گشتند . کوچه های تنگ ، دیوارهای بلند زمینهای ناهموار غبار این را بحیرت میانداخت که چگونه ازین سرزمین شخصی متولد شد که اقصی بلاد عالم را بحرکت آورد - بارالها ! خیابانهای وسیع امریکا از برای این خانم تنگ بود - حال چگونه کوچه های تنگ میلادگاه محبوبش را با نهایت سرور میپیماید -

البشارت

(از آقای مهربان زائر شرقی بمبئی)

البشارت بجهان پیک پیمبر آمد ... بر همه خلق جهان هادی و رهبر آمد
روح امکان همه را تازگی از نو بخشید ... چون بهائی بگزین نام پیمبر آمد
جمله مقصود پیمبر ز پیام حق است ... امر حق است که از مشرق هنوز آمد
داد عرفان که همه برگ و بر یک دارید ... این زمان حکم خداوند مقدر آمد
بی تعصب همه کوشید به تحقیق خدا ... بر همه فرد بشر فرض مکرر آمد
هیچ فرقی نبود بین زن و مرد امروز ... خلعت از جانب حق هر دو برابر آمد
نبود سرخ و سیاه و نبود زرد و سفید ... بگذر از رنگ که این رنگ مکدر آمد
کرهٔ ارض همه ملک خدا - مسکن خلق ... از چه افریک تو گوئی ز تو کمتر آمد
تربیت گر نبود جنس بشر حیوان است ... همه تصدیق نمایند که بد تر آمد
تربیت بر همه فرض است خصوصاً بر زن ... زانکه آیندهٔ نسل تو ز مادر آمد
همه ابنای بشر هیکل واحد گردند ... زانکه فرمان ده کل واحد داور آمد
جنگ را ترک نمائید و بصلح آمیزید ... اندرین دوره که آن مصلح اکبر آمد
خیر آفاق بجوئید که آن خیر شماست ... بد مگوئید که از بد همه دم شر آمد
گر تعالیم بهاء را همگی گوش کنید ... بخدا مشرق و مغرب چو برادر آمد
همه چون عاشق و معشوق هم آغوش شوید ... همچو دلدار که در پرسش دلبر آمد
سالها جنگ نمودید چه دیدید ثمر ... حال اصلاح نمائید که مثمر آمد
کینه و بغض و حسد را نه بُن و بیخ کنید ... تخم الفت بفشانید که خوشتر آمد
همه اغنام الهی چه ذکور و چه اناث ... همگی بندهٔ یک خالق اکبر آمد
مهرا شکر بهاء کن که در این دور جدید ... غصن ممتاز بهاء منجی و یاور آمد

محفوظ الحق علمی اڈیٹر پرنٹر پبلشر نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیامبر نئی دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد ۲ دوم | جون سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۶ ششم

مناجاتِ افتتاحِ محفلِ مقدسِ روحانی

اِلٰهي اِلٰهي هؤلاءِ عِبادٌ انجذبوا بِنفحاتِ قُدسِكَ واشتعلوا بِنارِ مَحبّتِكَ

الٰہی! الٰہی! یہ بندے تیرے نفحاتِ قدس کے ذریعے منجذب ہوئے ہیں اور تیری محبت کی آگ سے مشتعل ہو گئے ہیں

وَاَخلصوا وُجوهَهُم لِوَجهِكَ الكَريمِ وَسَلَكوا في المَنهَجِ القَويمِ وَهُدوا اِلی صِراطِكَ

اور انھوں نے اخلاص کے ساتھ اپنے چہروں کو تیرے باعظمت چہرے کی طرف متوجہ کیا ہے اور مضبوط درست راستے پر چلے ہیں اور تیری راہِ راست

المُستَقيمِ. رَبِّ اجعَلهُم سُرُجَ الفَضلِ وَالاِحسانِ في عالَمِ الاِنسانِ يَتَلألأُ

کی ہدایت پا گئے ہیں اے پروردگار! انھیں عالمِ انسانی میں فضل و احسان کے چراغ بنا دے اُن کے چہروں سے

مِن وُجوهِهِم اَنوارُ التَّقویٰ وَيَتَشَعشَعُ مِن جَبينِهِم نورُ الهُدیٰ وَاجعَلهُم

تقوے کی روشنیاں نمودار ہوں اور اُن کی پیشانی سے ہدایت کا نور جگمگائے اور انھیں اپنی تمام خلق

آياتِ رَحمَتِكَ لِعُمومِ خَلقِكَ وَرایاتِ مَوهِبَتِكَ لِجَميعِ بَرِيَّتِكَ وَاَيِّدهُم

کے لئے اپنی رحمت کے نشان مقرر کر دے اور اپنی تمام خلقت کے لئے اپنی بخشش کے علم بنا دے اور تمام

في جَميعِ الشُّئونِ اِنَّكَ اَنتَ الكَريمُ العَزيزُ الوَدودُ ؕ

حالات میں انھیں تائید و توفیق عطا فرما۔ یقیناً تو ہے کرم فرمانے والا غالب مہربان

(از مکاتیب حضرت عبد البہاء جلد ثالث ص ۵۰۸)

اتحادِ مذاہب عالم

اس نئے زمانے میں نئے نئے علوم نمودار ہو رہے ہیں۔ عجیب عجیب ایجادیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ وہ وہ انکشافات رونما ہو رہے ہیں جن سے دُنیا بدل رہی ہے۔ مشرق و مغرب متّصل ہو گئے ہیں۔ گھر بیٹھے اِنسان دُنیا بھر کی باتیں سُن لیتا ہے اور سارے جہان سے گفتگو کر سکتا ہے۔ جب مادّی پہلو سے انسان کی سماعت و بصارت تمام جہان پر محیط ہو گئی ہے تو روحانی پہلو سے بھی ضرور شنوائی اور بصیرت کا ارتقاء نمودار ہونا چاہیئے۔ چنانچہ واقعہ یہی ہے کہ انسان کا دِل و دماغ پہلے زمانوں کے مقابلہ میں آج بہت بلند و روشن ہو گیا ہے۔ علم و عرفان میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے۔ حکمت و صنعت میں کمال پیدا کر دیا ہے۔ دینی، دُنیاوی، جسمانی، روحانی ہر پہلو سے انسان پہلے کی بہ نسبت آگے بڑھا ہوا ہے۔

مذہبی دُنیا میں دینِ بہائی نے ایک نیا اور عظیم الشان پروگرام پیش کیا ہے جو تمام گذشتہ ادیان کی تعلیمات کا جوہر اور ثمرۂ برتر ہے۔

آج یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے کہ تمام ادیانِ عالم ایک ہی دین ہیں۔ سب کی اصلیت ایک ہی۔ سب اپنی حقیقت میں ایک ہیں۔ سب اپنے مقاصد میں ایک ہیں۔ اتحاد مذاہب کا علم روز بروز مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ لوگ دوسرے مذاہب پر اعتراضات کرنے کی بجائے مذاہب کی باہمی یگانگت پر گہری نظر ڈال رہے ہیں۔ ردّ و کد سے دِل بیزار ہوتے جا رہے ہیں۔ اتحاد کی باتیں زیادہ پسند آتی ہیں سچ تو یہی ہے کہ حق ہمیشہ ایک ہی ہے جسے طرح طرح سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر قوم اور ہر زمانہ اُسے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اخذ کر سکے۔ اس حقیقت پر نظر رکھنی چاہیئے تاکہ انسان وحدتِ حق سے غافل ہو کر رنگِ کثرت سے متحیّر نہ ہو جائے۔

جب تک اِنسان ذہنی اعتبار سے مقامِ جنین میں ہوتا ہے تو جو کچھ اُس نے اپنی جماعت میں سُنا اور سیکھا ہوتا ہے اُسی کو سب سے بہتر اور برتر سمجھتا ہے۔ اگر کسی اچھے خیال کے متعلق دوسروں سے کوئی بات سُنتا ہے تو اُسے ناگوار ہوتی ہے۔ وہ اپنے خیال کو ہی اعلیٰ اور دوسرے کے خیال کو ادنیٰ ثابت کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور جب انسان درجۂ بلوغ فہم کو پہنچتا ہے تو ہر اچھی بات سُن کر خوش ہوتا ہے خواہ کسی کے منہ سے سُنے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ حقیقت ایک عالمگیر روشنی ہے۔ جہاں بھی ظاہر ہو قابلِ عزت ہے۔ پہلے وہ دوسرے مذاہب کی خوبیوں سے بھی خوش نہیں ہوتا تھا۔ اب جبکہ فہم پختہ ہو گئی اور حقیقت کی وسعت پر نظر پہنچ گئی تو وہ دیکھتا ہے کہ حق و حقیقت عالمگیر چیز ہے۔ اگر میرے مذہب میں بھی وہی بات بیان ہوئی ہے جو دوسرے مذہب میں ہے تو یہ خوشی کی بات ہے کہ

حقیقت کی روشنی اپنی قدرت ہر جگہ دکھا رہی ہے۔

اِس زمانے میں ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ یہ نہ دیکھے کہ مذاہب میں اختلافات کیا کیا ہیں بلکہ یہ تلاش کرے کہ تمام مذاہب میں متفقہ باتیں کون کون سی ہیں۔ اگر یہ مطالعہ مسلسل جاری رہے تو معلوم ہو جائے گا کہ سب مذاہب اصل میں متحد ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ وہ کسی مذہب سے نفرت نہ رکھے۔ سب مذاہب کی مقدس کتابوں کا مطالعہ کرے اور آزادی سے غور و فکر میں مصروف رہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام جھگڑے نظر سے غائب ہو جائینگے۔ اور سب مذاہب میں وحدت نظر آئے گی۔ دل مطمئن ہو جائے گا۔ روح خوش ہوگی یقین کا نور چمکے گا۔ انسان اپنے اندر ایک بڑی قوتِ قلب محسوس کرے گا۔ نفرت کے کانٹے دل کی کیاری میں سے دور ہو جائینگے۔ محبت و الفت کے پھول کھلیں گے۔ زندگی خوشگوار معلوم ہونے لگیگی۔

سارا جھگڑا "ہی" اور "بھی" کا ہے۔ یہ نہ کہو کہ ہمارا مذہب ہی سچا ہے بلکہ یہ کہو کہ ہمارا مذہب بھی سچا ہے۔ سچائی کی روشنی سب میں ہے۔ جب تک کہتے رہو گے کہ "یہی ٹھیک ہے" تب تک لڑائی رہیگی۔ جب کہہ دو گے "یہ بھی ٹھیک ہے" لڑائی ختم ہو جائے گی۔ سچائی کے دائرہ کو اس قدر تنگ نہ کرو کہ سکیں تم اکیلے رہ جاؤ۔ سچائی ایسا وسیع مقام ہے کہ سب اسمیں سما سکتے ہیں۔ جس قدر حقیقت پر سچا غور کرنے والے ہیں وہ سب ایک ہی نتیجے پر پہنچتے ہیں جیسے امتحانی سوالات کو حل کرنے والے طالب علم جتنے غلط جوابات لکھتے ہیں، ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہیں اور اگر صحیح جوابات لکھتے ہیں تو سب کے جوابات ایک ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح مذاہب کا سچا مطالعہ کرنے والے لوگ اتحادِ مذاہب کے قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں ؎

تفرقے سب قوم اور ملت کے مٹنے والے ہیں
ساری دنیا کی بھلائی ایک ہو جانے میں ہے

نقد و نظر

البیان:- امت مسلمہ امرتسر کا ماہوار رسالہ - جو فقہ اور حدیث کو دین سے خارج قرار دیکر صرف قرآن مجید کو کافی سمجھتا ہے - اپریل ۱۹۴۱ء کا پرچہ "براہین وحی" کے نام سے شائع کیا گیا ہے ۱۸۲ صفحات ہیں مضامین عمدہ ہیں - جناب مولنا سید سلیمان ندوی - جناب مولانا عبد الماجد دریابادی - جناب مولنا محمد ادریس صاحب ندوی - جناب ڈاکٹر تاثیر - ایم اے پی - ایچ - ڈی - جناب مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری - جناب مولنا محمد منظور صاحب نعمانی، جناب مولنا سعید احمد صاحب اکبرآبادی - ایم اے جناب محمد حسین عرشی کے مقالات بہترین ہیں، بعض مقالات کا لہجہ اچھا نہیں ہے - بعض استدلالات کمزور ہیں - غالب پہلو کے لحاظ سے البیان کا یہ خاص نمبر اپنے موضوع پر قابل قدر کتاب ہے
قیمت ایک روپیہ ہے - دفتر البیان امرتسر سے مل سکتا ہے ؛-

تحریکِ بہائی پر تبصرہ اس نام سے مولوی ابو العطاء صاحب مبلغ قادیان نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں غلط بیانی، بدکلامی اور الزام و افتراء سے کام لیا گیا ہے۔ امر بہائی کے مقابلہ میں بالکل وہی رویہ اختیار کیا ہے جو متعصب یہودی مسیحیت کے مقابلہ میں اور متعصب مکذبین اسلام اسلام کے مقابلہ میں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت بہاء اللہ پر دعویٰ الوہیت کا افتراء ہی ایسا ہے جس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں مگر اہل قادیان ضد و تعصب سے باز نہیں آتے - تاریخ بہائی کو اس قدر مسخ کر کے بیان کیا گیا ہے جس کی امید بجز ایک متعصب شخص کے کسی سے نہیں ہو سکتی۔
قیمت ایک روپیہ ہے۔

سید محفوظ الحق علمی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر چابی گنج - کشمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

اعلانِ قیامتِ کبریٰ

سو برس ہونے کو آئے جب سے یہ اعلان ہو چکا ہے کہ پیغمبروں نے جس قیامت کے آنے کی خبر دی تھی وہ آچکی ہے "الیوم الموعود"۔ "الساعۃ"۔ "یوم القیٰمۃ" "اجل اللہ"۔ "یوم البعث"۔ "یوم الفصل" "الیوم الآخر"۔ "یوم التلاق"۔ جس موعودہ زمانے کے نام ہیں وہ آگیا ہے۔ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ نے اس حقیقت کا اعلان فرمایا اور اس کے متعلق تمام حقائق بیان فرما دیئے۔ حضرت رسول اللہ نے قرآن مجید میں اس قیامت کے متعلق پیشگوئی کو حدِ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے ظہور نے وعدے اور خبر کو واقعہ بنا دیا۔ اب اہلِ نظر قیامت کی تمام بشارتوں کو واقعات کی شکل میں نمودار دیکھتے ہیں۔

یہ امر قدرت کے عجائبات میں سے ہے کہ دینِ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک زبردست عقیدۂ قیامت کو مسلمان اس قدر بھول گئے کہ اس کا سچا مفہوم بھی ذہن میں نہ رہا بلکہ ایک خیالِ موہوم دماغوں پر چھا گیا۔ قرآن مجید کی آیاتِ بیّنات کچھ کہتی ہیں اور مسلمان کچھ سمجھ رہے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ قیامت کی حقیقت کو نہ صرف عام مسلمان ہی بھول گئے بلکہ علمائے اسلام بھی حقیقتِ قیامت سے بے علم ہو گئے۔ اور نہ صرف چند علماء۔ بلکہ جس دن سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی آجتک تمام علمائے امت اس غلط فہمی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید جو کچھ قیامت کی حقیقت بتا رہا ہے وہ علماء کے حاشیۂ خیال میں بھی باقی نہیں رہی۔ علماء محض تقلید اور عدمِ تدبّر کے باعث کائناتِ ہستی کے فنا ہو جانے کو قیامت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کے ایک لفظ سے بھی یہ ثابت نہیں۔ ہم اس امر پر بارہا روشنی ڈال چکے ہیں اور آجتک کوئی عالم ایسا نہ نکلا جو فنائے کائنات کو قیامت ثابت کر سکتا۔ کسی عالم نے قرآن مجید سے آجتک ایک بھی ایسی آیت اس مدعا کے ثبوت میں پیش نہیں کی جس سے مبرہن ہو جاتا کہ قرآن مجید میں فنائے کائنات کو قیامت کہا ہے۔ جو بعض آیات ہمارے سامنے پیش کی گئیں ہم نے ان سب کا مدلل جواب دے دیا۔ جس کے بعد ابھی تک کوئی آیت پیش نہیں کی گئی جو ثابت کرتی کہ فنائے کائنات کا نام قیامت ہے۔ ہم نے لغت کے لحاظ سے بھی واضح کر دیا ہے کہ قیامت تو قیام و بقا کو کہتے ہیں۔ گرنے اور مٹنے کا نام قیامت ہو ہی نہیں سکتا۔

علمائے امت میں سے وہ ائمۂ ھدیٰ بھی ہیں جو قیامت کے حقیقی مفہوم کے لئے بعض اشارات فرما گئے ہیں۔ مگر قرونِ اولیٰ کے بعد جب قیامت سے مراد فنائے کائنات قرار دی گئی تو یہ غلط فہمی اس قدر عالمگیر ہو گئی کہ تمام علمائے خلف اس میں مبتلا ہو گئے۔ اور آجتک اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ جو عقیدہ قرآن سے ثابت نہیں ہوتا اُسے اسلامی عقیدہ قرار دے رہے ہیں اور جو حقیقت قرآن سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار کر رہے ہیں۔

یہ ہمہ گیر ذہنی تاریکی اور ہولناک دینی غلط فہمی نہایت حسرت و افسوس کے قابل ہے اور ایسی عالمگیر فراموشی و بے راہی میں فطرتًا

ایسے ظہورِ پُرنور کی ضرورت پیدا ہوئی جو حجاباتِ اوہام کو اٹھاکر چہرۂ حقیقت کو بے نقاب کردے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس قدر عالمگیر غلطی کا پردہ اٹھانا کوئی معمولی کام نہیں یہ کام صرف خداوندِ عالم کی تائید پانے والا مصلح و مامور ہی کرسکتا ہے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں یوں ظاہر فرمایا ہے کہ :-

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ

قیامت قریب آگئی ہے خدا کے سوا کوئی اس کے چہرے سے نقاب نہیں اٹھا سکتا"

حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کی حقانیت پر یہی امر ایک شاہد ناطق ہے کہ انھوں نے خدا کے حکم سے قیامت کی نقاب کشائی فرمائی اور وہ حقیقت جو سب کی نظر سے پوشیدہ ہوگئی تھی ظاہر و آشکار فرمادی۔ اس نئے زمانہ میں یقیناً یہ ایک زبردست علمی معجزہ ہے جو حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے خدائی علم کا شاندار نشان ہے۔

اس معجزہ کا دوسرا عجیب پہلو یہ ہے کہ موعودہ قیامتِ کبریٰ کی نہ صرف حقیقت حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ نے ظاہر فرمائی بلکہ یہی دو وجود مقدس ہیں جنھوں نے یہ اعلان فرمایا کہ ہمارے ظہور سے قیامتِ کبریٰ نمودار ہوگئی ہے۔ دنیا کی ابتدا سے آج تک یہ نہیں ہوا کہ کسی مدعی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ قیامتِ کبریٰ کا وقت یہی ہے جسمیں ہم ظاہر ہوئے ہیں۔ کسی سچے مدعی نے تو اس لئے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ امر الٰہی کے بغیر کچھ دعویٰ نہیں کرتا اور خداوندِ عالم نے کسی کو حکم نہ دیا تھا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ میرا ظہور اور میرا زمانہ قیامتِ کبریٰ ہے۔ بلکہ ہر سچے پیغمبر نے یہی اعلان فرمایا کہ قیامتِ کبریٰ کا زمانہ آنے والا ہے کوئی سچا پیغمبر کیونکر کہہ سکتا تھا کہ میرا زمانہ قیامتِ کبریٰ کا زمانہ ہے جبکہ اُسے خدا کا حکم نہ ملا تھا۔ سچا پیغمبر تو سرِ مو اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس کا تو یہی قول ہوتا ہے ؎

اگر یک سرِ موے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

اب رہے جھوٹے مدعیانِ نبوت و رسالت۔ تو ان میں سے بھی کسی کو یہ کہنے کی مجال نہ ہوئی کہ قیامتِ کبریٰ کا زمانہ آگیا ہے۔ کیونکہ جھوٹا مدعی تو اندھا ہوتا ہے۔ اُسے عالمِ حقیقت کی کیا خبر۔ اس لئے ممکن ہی نہ تھا کہ جس امر کا اعلان قبل از وقت کوئی سچا پیغمبر نہیں کرسکتا تھا کوئی جھوٹا کرسکتا کاذب مدعی تو اندھا اور مُردہ ہوتا ہے۔ اس کی دسترس حقائقِ الٰہیہ تک نہیں ہوسکتی۔

دنیا کی تاریخ میں جس طرح یہ واقعہ ہے کہ سچے پیغمبر قیامتِ کبریٰ کے آنے کی خبر دیتے رہے ہیں ویسے یہ بھی قطعی ہے کہ صرف حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ نے اپنے ظہور میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ قیامتِ کبریٰ آگئی ہے۔ دنیا نے پہلی بار یہ آواز اسی دور میں سنی ہے اور یہی آخری بار ہے۔ کیونکہ قیامتِ کبریٰ جس کا وعدہ تھا ظاہر ہوچکی ہے اور اس کا اعلان ہوچکا۔ اب کیا باقی رہا۔ اب یہ دور چل رہا ہے۔

بہرحال ہم تمام علمائے کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حقیقتِ قیامت پر غور فرمائیں۔ صرف تقلید پر قانع نہ رہیں ہم نے آج تک بہائی میگزین اور پیامبر میں قیامت کے متعلق جو مقالات لکھے ہیں انھیں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ علم و عرفان کی نئی دنیا کس طرح آراستہ ہورہی ہے۔

کائنات کے فنا ہوجانے کا نام قیامت نہیں ہے اور لوگ مرکر قبروں میں نہیں پڑے رہتے نہ کوئی ایسا دن آئیگا جب

لوگ زمین کی قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائینگے۔ اور میدانِ محشر میں خدا کے تخت کے سامنے لائے جائینگے اور وہ خدا کو اس طرح دیکھیں گے جیسے کسی مادی چیز کو دیکھتے ہیں"۔۔۔ یہ باتیں خلافِ قرآن اور خلافِ علم و عرفان ہیں۔ ہم ان کے متعلق بارہا لکھ چکے ہیں۔ علمائے کرام ہماری تحریرات ملاحظہ فرماکر کھلے دل سے تنقید فرمائیں۔ ہم ہر تنقید کو نہایت آزادی اور خوشی سے پڑھیں گے۔

یاد رہے کہ ہم عالمانہ بحث کو پسند کریں گے۔ یہ عامیانہ باتیں کہ "سب لوگ ایسا مانتے ہیں" یا "تفسیروں میں ایسا لکھا ہے" یا ہمارے بزرگوں کا یہ عقیدہ تھا ہمارے لئے قابلِ التفات نہیں۔ ہم حجت و برہان چاہتے ہیں جو کلامِ الٰہی سے پیش کی جائے۔ اگر کلامِ الٰہی میں کوئی ایسی آیت ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ فنائے کائنات کا نام قیامت ہے تو پیش فرمایئے ہم نہایت ممنون ہونگے۔ پھر جو کچھ ہم عرض کریں اسے بھی غور سے سنئے گا۔

اس وقت تک جناب "مولوی فاضل" ثناء اللہ صاحب مدیر اہلحدیث امرتسر نے ہمارے مقالاتِ قیامت "اہلحدیث" میں نقل فرماکر جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ ہم نے بھی جواب الجواب میں اپنے دلائل پیامبر میں شائع کئے ہیں۔ ہمارے آخری مقالے کے بعد جناب موصوف نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔ ہم منتظر ہیں۔ بہتر ہو کہ جو بات شروع کی جائے اسے آخری حد تک پہنچا دیا جائے۔

فاضل مدیر اہلحدیث کی خدمتِ عالی میں یہ بھی گذارش ہے کہ نفسِ مطلب کی تحقیق کا رنگ محض عالمانہ ہونا چاہیے یہ کہنا کہ بہائی تحریف کر رہے ہیں یا یہ کہ وہ قرآن کو نہیں سمجھتے۔ یہ عالمانہ گفتگو نہیں ہے۔ ایسی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ اصل مطلب پر علمی دلائل آپ جس قدر زبردست اور جتنے زیادہ تحریر فرماسکیں ہمارے لئے باعثِ مسرت ہیں اور اس سے تمام لوگ فائدہ اٹھائینگے اور جناب کا شکریہ ادا کریں گے۔

ناظرین کرام! پیامبر اور اہلحدیث کے درمیان جو علمی مذاکرہ قیامت کے متعلق ہو رہا تھا اس کے متعلق خود جناب مولانا ثناء اللہ صاحب مدیر اہلحدیث نے ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء کے اہلحدیث میں ایک اپنے نامہ نگار کا مضمون شائع فرمایا ہے جسے آپ کی اطلاع کے لئے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:-

قیامت کی حقیقت

اور

بہائی عقیدہ

(از قلم جناب بابو محمد حسین صاحب صابری از بیلی)

گذشتہ ایام میں جناب محترم مدیر اہلحدیث مدظلہ نے رسالہ بہائی اور پیامبر کے جواب میں مسئلہ قیامت کے متعلق لکھنا شروع کیا تھا۔ میں جو مذہبی مضامین پڑھنے کا شائق ہوں طرفین کے دلائل کو بغور دیکھ رہا تھا۔ لیکن مدیر محترم نے کچھ دنوں سے بالکل خاموشی ہی اختیار کرلی۔ اور مسئلہ زیر بحث ادھورا سا رہ گیا۔

کئی سال ہوئے ایک بہائی نے رسالہ بہائی میگزین میں اسی مسئلہ قیامت کے متعلق ایک سوال کیا تھا جس میں علمارِ دیوبند بریلی اور مونگیر نیز مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان اور محترم مدیر صاحب اہلحدیث کو

مخاطب کیا گیا تھا۔ میرے نزدیک دیوبندی علماء ہوں یا بریلوی اور مونگیری ۔۔ اس مسئلہ قیامت کے متعلق کچھ بہتر نہیں لکھ سکتے کیونکہ ان کو ان مناظرات سے دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ امیر جماعت احمدیہ لاہور اور خلیفہ صاحب قادیان کو ضرور دعویٰ ہے کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب پر ریویو کرسکتے ہیں۔ نیز قرآن دانی میں بھی اپنے آپ کو باقی فرق اسلام سے اعلیٰ پایہ پر خیال کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے راستے میں ایک بہت بڑا پتھر حائل ہے جسے ہٹا دینا ان کی طاقت سے باہر ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب مدعی مسیحیت نے خود اپنی کتابوں میں قیامت کی آیات کو اپنے اور اپنے زمانے پر چسپاں کیا ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ کسی خوف سے یہ بھی فرما گئے ہیں کہ قیامت کی آیات دونوں طرف کام میں لائی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں :-

" وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَا[1] شَاءَ اللّٰهُ ۔ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ۝ یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں۔ قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی" (شہادۃ القرآن ص۲۵ طبع۲)

ظاہر ہے کہ جب ان کے پیرومرشد نے اس اہم مسئلہ میں دو کشتیوں میں پاؤں رکھا ہوا ہے تو مرید بیچارے کیا کر سکتے ہیں اور ان کا ذاتی علم یہاں کس کام آسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی اور لاہوری اصحاب اہل بہار سے اصولی بحث نہیں کرسکتے۔ میں یہ الفاظ علیٰ وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد، مولوی عمرالدین، مولوی اللہ دتا مولوی فضل الدین وغیرہم نے وقتاً فوقتاً کیا لکھا ہے اور کیا لکھتے رہتے ہیں۔ گویا وہ بہائیت پر اعتراض تو کرسکتے ہیں۔ لیکن اصولاً اپنے عقائد کو ان کے مقابل صحیح ثابت نہیں کرسکتے۔ انصاف سے دیکھئے تو یہ بات کس قدر افسوسناک ہے۔

الغرض لے دیکر حضرت مولانا مدیر اہلحدیث مدظلہ کی ذات گرامی پر بھروسہ تھا۔ بقول شخصے ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

چنانچہ آپ نے جواب دیا اور بحث میں وقتاً فوقتاً حصہ لینے لگے۔ لیکن آخر کار نامکمل چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ پیامبر بابت فروری ۱۹۴۱ء بایں الفاظ ایک مضمون بعنوان "قیامت اسی دنیا میں" نکلا۔ جس کی پہلی سطور درج ذیل ہیں :-

" ہم نے مختلف دلائل سے یہ ثابت کردیا ہے کہ فنائے عالم کا نام قیامت نہیں ہے نہ اس کرہ کے فنا کے بعد قیامت ہے۔ بلکہ قیامت اسی دنیا میں ہوتی ہے۔ ہر صاحب شریعت پیغمبر کی آمد سے گذشتہ امت کا حساب وکتاب لیا جاتا ہے۔ انھیں جزا سزا، ترقی وہلاکت ملتی ہے۔ ایک نئی امت برپا ہوتی ہے۔ عالم انسانی کا ایک نیا قیام ہوتا ہے۔ قیامت کی حقیقت یہی ہے۔ کائنات ہستی کے فنا ہونے اور معدوم ہوجانے کا نام قیامت نہیں ہے۔" (صفحہ ۲۴)

سچ بات یہ ہے کہ اب تک کی بحث کا تو یہی نتیجہ صحیح ہے جو پیامبر نے لکھا ہے آئندہ خدا بہتر جانتا ہے کہ کب وہ آیات قرآن مجید سے پیش ہونگی جو اہل اسلام کے متفقہ عقیدہ قیامت کو ثابت کرتی ہونگی۔

میں ان سطور کے ذریعے سے حضرت مولانا صاحب مدظلہ کے

[1] قرآن مجید میں مَا کا لفظ نہیں بلکہ اس کی جگہ مَن ہے (صابری)

علاوہ دیگر محقق علماء کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے متعلق بہائی عقیدہ معلوم کرنے کے بعد اسلامی عقیدہ کو قرآن مجید سے ضرور ثابت کرنے کی کوشش فرماویں۔ کیونکہ تقلیداً کسی بات کو ماننا تو درست نہیں ہے۔ ایمان کی بنیاد تحقیق پر ہونا چاہیے۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ جب مرزا صاحب قادیانی جیسے شخص کے پیچھے ہندوستان اور پنجاب کے ہزاروں مسلمان محض مسئلہ وفاتِ مسیح کی وجہ سے لگ گئے۔ حالانکہ حیات و مماتِ مسیح نہ تو جزوِ ایمان ہے اور نہ ہی مرزا صاحب نے اِسے اپنے الہام سے منکشف کیا ہے تو جب مسئلہ قیامت کی بہائیت کے عقیدے کے مطابق اشاعت ہو جائے گی اور علمائے کرام مُسکت جواب نہ دے سکیں گے تو اہلِ اسلام کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ یہ مسئلہ قیامت مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے اور قرآن مجید میں توحید باریتعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ اسی کا بیان ہوا ہے

نیز یہ کہ اس کا انکشاف بھی بہائی پیشواؤں نے کیا باقی سب تفاسیر اس کے خلاف ہیں۔"

علمائے کرام سے چند سوالات

یہ جو کہا جاتا ہے کہ دینِ اسلام مکمل ہے۔ اب اس کے بعد کسی نئی تعلیم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ میں نے اس کے متعلق پیام صبح مئی ۱۹۴۱ء میں علمائے کرام سے چند سوالات کئے تھے۔ اسی سلسلہ میں چند اور سوالات بھی عرض کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ علمائے کرام ضرور جواب باصواب سے ممنون فرمائیں گے۔ پہلے چھ سوال پیش کر چکا ہوں اب آگے چلتا ہوں۔

ساتواں سوال قرآن مجید میں خداتعالیٰ فرماتا ہے

مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ۔

اے محمدؐ! آپ کو وہی کہا جا رہا ہے جو پہلے رسولوں سے کہا جا چکا ہے۔ مقصد یہ کہ آپ جو تعلیم دنیا کو دے رہے ہیں وہی ہر جو گذشتہ پیغمبروں نے دی ہے۔ جو کچھ آپ کو خدا نے کہا ہے یہی سب کچھ پہلے پیغمبروں سے بھی کہا تھا۔ گذشتہ پیغمبروں کی تعلیم اور آپ کی تعلیم ایک ہی ہے۔ آپ کی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ دینِ محمدی وہی دینِ قدیم ہے جو گذشتہ پیغمبروں نے سکھایا ہے تو پھر آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کے یہ معنی کہ آج دین کامل ہوا ہے کیونکر درست ہو سکتے ہیں؟ اگر پہلے دین ناقص تھے تو یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ جو کچھ پہلے پیغمبروں کو تعلیم دی گئی تھی وہی آپ کو دی جا رہی ہے۔ اور اگر دونوں تعلیمات ایک ہی ہیں تو ایک ناقص اور ایک کامل کیسے ہوئی؟

آٹھواں سوال قرآن مجید میں خداتعالیٰ گذشتہ

رسولوں اور نبیوں کا ذکر فرماکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی سو آپ اُن کی ہدایت کی اقتداء کیجئے۔

اگر رسول کریمؐ کی لائی ہوئی ہدایت پہلے رسولوں اور نبیوں سے اس معنی میں کامل ہے کہ پہلے رسولوں کی ہدایت آپکے مقابلہ میں ناقص ہے تو آیت مذکورہ بالا کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑیگا کہ خدا نے کامل کو ناقص کی اقتدار کا حکم دیا ہے جو معقول نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس نکتہ کو نہایت خوبی سے حل کرنا چاہیئے۔

نواں سوال:- امتِ موسوی میں بہت سے فرقے ہوگئے اختلافات نے زور کیا۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ولقد آتینا موسی الکتاب فاختلف فیہ۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ اسمیں اختلاف کرلیا گیا۔ ایک کتاب کے ماننے والوں میں تفرقے ہوگئے۔ بہت سے گروہ بن گئے۔ ہر گروہ کتاب کا مطلب اپنے خیال کے مطابق بیان کرنے لگا ایسی حالت کا ذکر فرماکر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فَلِذٰلِکَ فَادْعُ اس لئے اے رسول! آپ دعوتِ حق دیجئے۔

اِس بیان سے واضح ہوگیا کہ ایک کتابِ شریعت رکھنے والی اُمت میں اختلاف ہوجانے پر خدا نے نئے صاحبِ شریعت پیغمبر کو بھیجدیا۔ تو اب جبکہ مسلمانوں میں یہودیوں سے زیادہ اختلاف برپا ہوگیا ہے۔ خدا تعالیٰ کیوں جدید صاحبِ شریعت پیغمبر نہ بھیجدے۔

کہا جاتا ہے کہ تورات میں تحریف ہوگئی تھی اور اصل تورات باقی نہ رہی تھی۔ مگر قرآن شریف حرف بحرف ویسا ہی موجود ہے جیسا نازل ہوا تھا۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو اور بھی شرم کی بات ہے کہ یہودیوں میں تو تورات کی تحریف کی وجہ سے اختلافات ہوگئے تھے۔ مگر مسلمانوں میں اصل کتاب بعینہٖ موجود ہوتے ہوئے یہود سے زیادہ اختلافات پائے جاتے ہیں۔

اگر کوئی دستاویز کرم خوردہ ہوجائے یا جگہ جگہ سے پھٹ جائے ایسا کہ اچھی طرح پڑھا نہ جاسکے اور اس کی عبارت صاف سمجھ میں نہ آئے تو اسمیں اختلافِ رائے ہوجانا کوئی نرالی بات نہیں۔ لیکن عجیب تو یہ ہے کہ دستاویز سنہری اور جلی حروف میں بحالتِ اصلی موجود ہو مگر اس کے پڑھنے والوں میں اس کے مطلب کی نسبت خراب شدہ دستاویز سے بھی زیادہ اختلاف پایا جائے۔

آپ سوال یہ ہے کہ صرف یہ بات کہ دستاویز اصلی اور مکمل ہے کیا مفید ہوسکتی ہے بے شک دینِ اسلام مکمل ہے۔ قرآن مجید محفوظ ہے مگر اُمت میں اس قدر عظیم اختلاف ہے جو گذشتہ اُمتوں کے اختلاف سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے۔ اب اُمت کا متحد ہونا محال نظر آتا ہے۔ پس واقعات پر نظر ڈالتے ہوئے صرف تکمیل و حفاظت کا خیال کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

دسواں سوال تورات کے متعلق بھی خدا نے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے تَمَامًا عَلَی الَّذِیْ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کہ تورات کامل اور ہر چیز کی تفصیل تھی؛

ظاہر ہے کہ جسمیں ہر چیز کی تفصیل [illegible] اسی کو کامل کہتے ہیں۔ اسی لئے بائبل مقدس میں لکھا ہے کہ "خدا کی تورات کامل ہے"

اب سوال یہ ہے کہ تورات کامل و مکمل اور ہر چیز کی تفصیل تھی پھر بھی اسکے بعد خدا نے اور کتاب و شریعت بھیجی تو قرآن شریف کے بعد کیوں نہیں بھیج سکتا۔ اگر یہودی انکارِ قرآن میں حق بجانب نہیں تو مسلمان یہودیوں کے نقشِ قدم پر چلکر کیونکر حق بجانب ہوسکتے ہیں؟ (محقق)

جنگ کے بعد امنِ عالم

انسان جواہرات کی کان ہے۔ کمالات کے قیمتی موتی اُس میں موجود ہیں۔ وہ موتی تربیت کے ذریعے جلا پاتے ہیں۔

جوہرِ انسانی کو جلا دینے والے رُوحانی مربّی ہوتے ہیں جیسے ایک نقطہ سے بے شمار حروف بن جاتے ہیں ویسے ہی روحانی تربیت حاصل ہونے پر انسان سے بے شمار کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ جو کثیر التعداد آدمیوں پر اپنے اثرات نمایاں کرتے ہیں۔

انسان ایک طلسمِ اعظم ہے۔ پیغمبر اسی لئے آتے ہیں کہ انسان کے مخفی کمالات کو عالمِ ظہور میں نمودار کریں۔ آج تک یہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی یہی ہوتا رہیگا۔ نوعِ انسان کو معراجِ کمال زیادہ سے زیادہ حاصل ہوگا۔

آسمانِ قدرت سے نازل شدہ کتابوں کو چشمِ بصیرت سے دیکھئے سب کا مقصد یہی ہے کہ انسان اپنے کمالاتِ ہستی میں ارتقار حاصل کرتا جائے یہانتک کہ تمام عالمِ انسانی وحدت کا جلوہ گاہ بن جائے اور سارا جہان ایمان و امان کا گہوارہ نظر آئے۔

اسوقت تک جو کچھ بہبودی و اصلاح دنیا میں ہوئی ہے وہ پیغمبروں اور رُوحانی مربیوں کے ذریعے ہوئی ہے۔ اگر پیغمبروں کی تاثیرات و تعلیمات نہ ہوتیں تو دُنیا اب بھی صرف وحشت کدہ ہوتی جہاں بربادی کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ رُوحانی مربیوں کے فیض سے دنیا گلزار بن گئی ہے۔ انھوں نے لوگوں کو مضرت رساں کاموں سے بچایا۔ اور امن و سلامتی کا راستہ دکھایا ہے۔ پیغمبروں نے نظمِ عالم کا پاک خیمہ بلند کر دیا ہے۔ قوموں کے درمیان عرفان اور دوستی کے جھنڈے لہرا دیئے ہیں۔

اب وہی لوگ اختلاف و فساد کرتے ہیں جو درحقیقت پیغمبروں کی صحیح تعلیمات سے بے خبر یا منکر ہیں یا عمل میں غافل ہیں۔ حالانکہ سب انسانوں کو اتحاد و اتفاق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ مگر وہ اپنی فطرتِ اصلیہ سے دور ہو کر لڑائی جھگڑے کی دوزخ میں گھستے چلے جارہے ہیں۔ دُنیا میں انقلابِ عظیم ہو رہا ہے۔ خوف و ہراس چھایا ہوا ہے۔ جنگ، فنا کا بگل بجا رہی ہے۔ ہر روز تباہی و بربادی کی خبریں آرہی ہیں۔

اگر انسان خدا اور پیغمبروں کی ہدایات کو قبول کرتے تو یہ ہلاکت نصیب نہ ہوتی۔ آپس میں صلح و صفائی ہوتی۔ محبت و مسرت سے مل کر زندگی بسر کرتے۔

مالکِ فطرت نے سب افراد و اقوام کو ایک ہی درخت کی شاخیں اور پتے بنایا ہے۔ لیکن کس قدر افسوس ہے کہ اقوامِ عالم کے اعمالِ بد اور بغض و حسد کی بادِ سموم نے نوعِ انسان کے تناور درخت کو جھلس دیا ہے۔ اس کے پتے فساد کی آندھیوں سے جھڑ جھڑ کر گر رہے ہیں۔ اس کی شاخیں خشک ہو رہی ہیں۔ بلکہ ایک شاخ دوسری شاخ کو کاٹ رہی ہے۔

چاہئے تھا کہ سب ایک ہوتے۔ سب امن و امان سے رہتے ہم سب کے ہاتھوں میں محبت کا جھنڈا اور مسرت کا پھریرا ہوتا۔ مگر اسوقت تو انصاف کا آفتاب ظلم و ستم کی بدلیوں میں چھپ گیا ہے اور اُفقِ عالم تاریک ہو رہا ہے۔ قہر و غضب کی بجلیاں چمک رہی ہیں

مصیبت وہیبت کے بادل گرج رہے ہیں۔ اس بلائے بیدرمان کا علاج صرف یہی ہے کہ دنیا اِس فرمان پر عمل کرے جو آج خدا نے حضرت بہاء اللہ کے ذریعے تمام اہلِ جہان کو دیا ہے جس میں حکم ہے کہ ہر قسم کا تعصب چھوڑ دو۔ مذہب اور وطن کے نام سے پھوٹ نہ ڈالو مساوات، اخوت، وحدت کے اصول کو مضبوط تھام لو۔ دلوں کو پاک کرو اور سب کی بھلائی چاہو۔ خود غرضی۔ فرقہ پرستی اور نفس پرستی سے دست بردار ہو جاؤ۔ یہ زمانہ نئی ترقیات کا زمانہ ہے۔ نئی تجلیات کا دَور ہے۔ سب کو متحد ہو کر رہنا چاہیئے۔ جو بات محبت و اتحاد کے خلاف ہو اُسے بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ تمام نوعِ انسان کو ایک دل ہو کر کام کرنا چاہیئے۔ تمام بادشاہوں کو آپس میں مل کر دُنیا کا انتظام کرنا چاہیئے

جب اس پیغام کو اہلِ عالم قبول کر کے عمل کرینگے، یہ جہنمی دُنیا فردوس بریں ہو جائے گی اور یہ یقینی بات ہے کہ خواہ جنگ و فساد کی کتنی ہی آندھیاں آئیں آخر کار صلح و سلامتی کا وقت آ کر رہیگا۔

بہائی بچّوں کا سبق

پیغمبر کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا حکم لانے والے پیغمبر ہوتے ہیں۔ پیغمبر لوگوں کو اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں اور بُری باتوں سے بچاتے ہیں۔ جو لوگ پیغمبروں کی باتیں مانتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں وہ خدا کے پیارے بندے ہوتے ہیں۔

پیغمبر آج تک آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی آتے رہینگے اور نئی شریعت بھی لاتے رہیں گے۔

خدا کی کتاب

پیغمبر خُدا کی کتاب لاتے ہیں۔ اس کتاب میں خُدا کے حکم ہوتے ہیں جو لوگ اُن حکموں کو قبول کرتے ہیں وہ مؤمن کہلاتے ہیں اور اچھے آدمی بن جاتے ہیں۔ خُدا کی کتاب سب کتابوں سے اچھی ہوتی ہے۔ کوئی آدمی ایسی کتاب نہیں بنا سکتا۔ اس زمانے میں حضرت باب خدا کی کتاب لائے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ بھی کتاب الٰہی لے کر آئے ہیں۔ ہر کتاب کے لئے ایک زمانہ مقرر ہوتا ہے۔ ہر زمانے میں خدا کی کتاب سے ہی تمام دُنیا کے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

سچّا دین

"دین" اُن باتوں کو کہتے ہیں جو خُدا کی طرف سے پیغمبر سب کو بتاتے ہیں۔ سچّا دین ہی دنیا میں سب لوگوں کو اچھا بناتا ہے۔ دین کو چھوڑ کر آدمی جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

سچّا دین ایک ہی ہے۔ سب پیغمبروں نے وہی سکھایا ہے۔ جو سب آدمیوں کو نیک بناتا ہے۔ خرابیوں کو دور کرتا ہے۔ دُنیا میں اچھائی اور بھلائی پھیلاتا ہے۔ سچّے دین میں کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔ سب اچھی باتیں ہوتی ہیں۔ سچّا دین ایک ہی ہے جو دنیا میں طرح طرح سے آیا ہے۔ مُلکوں کی زبانیں مختلف ہونے کی وجہ سے

دین کی باتیں بھی مختلف زبانوں میں بیان ہوئی ہیں۔ مگر سب کی حقیقت ایک ہی ہے۔ جیسے سورج کو عربی میں شمس کہتے ہیں۔ فارسی میں خورشید کہتے ہیں۔ انگریزی میں سَن کہتے ہیں۔ سنسکرت میں سوریہ کہتے ہیں نام کئی ہوگئے مگر سورج تو ایک ہی چیز ہے۔

نئی شریعت

جب سے دُنیا ہے تب سے خدا کی نئی شریعت آتی رہی ہے۔ آئندہ بھی جب خدا کی مرضی ہوگی نئی شریعت آسکے گی۔ کوئی آدمی خدا کی طرح شریعت نہیں بنا سکتا۔ ہر شریعت اپنے وقت کے لئے پوری اور کامل ہوتی ہے۔

اِس زمانہ میں حضرت بہاء اللہ جو شریعت لائے ہیں وہ سب آدمیوں کے لئے کامیابی کا راستہ ہے۔ سب قوموں کو اِسی شریعت پر چلنا چاہئے۔ یہی خدا کا حکم ہے۔ اِسی میں سب کی بھلائی ہے۔

قیامتِ کبریٰ

آج تک جتنے نبی آتے رہے وہ یہ خبر دیتے رہے کہ ایک نیا زمانہ آنے والا ہے جسے قیامتِ کبریٰ کا وقت کہتے ہیں۔ سب پیغمبروں نے بتایا تھا کہ اُس وقت حضرت بہاء اللہ ظاہر ہوں گے۔ پہلے حضرت باب آئیں گے اور کہیں گے کہ اب حضرت بہاء اللہ جلد ظاہر ہونے والے ہیں۔ سب لوگوں کو چاہئے کہ دل و جان سے تیار ہو جائیں کہ جس وقت حضرت بہاء اللہ ظاہر ہوں فوراً سب لوگ قبول کرلیں۔

حضرت باب نے ایران میں سب کو تیار کر دیا۔ لوگ دن رات انتظار کرتے تھے۔ حضرت باب کو جو لوگ مان لیتے تھے اُنھیں دوسرے لوگ بڑی تکلیف دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اُنھیں مار ڈالتے تھے۔ کبھی ماں باپ اور بچوں کو بھی ساتھ ہی مار ڈالتے تھے۔ مگر آپ پر ایمان لانے والے مرنے سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ خوشی خوشی شہید ہوجاتے تھے۔

حضرت باب کو بھی بُرے لوگوں نے شہید کر دیا۔ مگر حضرت باب کا دین پھیلتا چلا گیا۔

حضرت باب کے بعد جب ۱۹ برس ہوئے تو حضرت بہاء اللہ نے سب کے سامنے اعلان کر دیا کہ جس ظہور کی خبر سب پیغمبروں نے اور حضرت باب نے دی تھی وہ میرا ظہور ہے۔ اس بات سے پھر ایک بڑی ہل چل پیدا ہوگئی اور جس کا سب کو انتظار تھا وہ بڑا ظہور ہوگیا۔ پاک روحوں کی دُنیا میں یہ گیت سُنائی دینے لگا۔

عالمِ غیب سے آرہی ہے صدا — آج نورِ خدا جلوہ گر ہوگیا
دمبدم جا بجا کہہ رہی ہے صبا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا
اہلِ فردوس خوشیاں منانے لگے — آسمان و زمیں گیت گانے لگے
جملہ حور و ملائک نے مل کر کہا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا
باغِ رضواں میں بلبل چہکنے لگی — سارے عالم میں خوشبو مہکنے لگی
گلشنِ دہر میں کیا نیا گل کھلا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا
جس کے سب منتظر تھے نبی اولیا — کھل گئی اُس کی آمد سے دل کی کلی
عاشقوں کا دلی مدعا مل گیا — مرحبا مرحبا یا بہا یا بہا

حضرت بہاء اللہ نے جو جو باتیں سکھائی ہیں اُن میں سے تھوڑی سی باتیں یہ ہیں۔

پہلی بات

خدا نے فرمایا ہے کہ بندوں کو سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہئے

کہ وہ خدا کے پیغمبر کو پہچان لیں۔ جو کوئی پیغمبر کو پہچان لیتا ہے وہ ساری بھلائی پالیتا ہے۔

دوسری بات

ایمان اور عمل دونوں ساتھ ہیں۔ خدا کے سب حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

تیسری بات

خدا کے سب پیغمبر ایک ہیں۔ سب دین ایک ہیں۔

چوتھی بات

سب آدمی ایک ذات ہیں۔ مرد عورت کا درجہ برابر ہے

پانچویں بات

ساری دنیا ہمارا دیس ہے اور ہم سب ایک ہیں۔

چھٹی بات

ہر لڑکے اور ہر لڑکی کو پڑھانا اور لکھانا چاہئے۔

ساتویں بات

علم اور عقل کے خلاف کوئی بات قبول نہ کرنی چاہئے۔

آٹھویں بات

سب آدمیوں کو کھانا کپڑا اور گھر اچھا ملنا چاہئے۔ ہر ایک آدمی کو کام کرنا چاہئے۔ کوئی آدمی بھیک نہ مانگے۔ اپاہجوں کے لئے ہر جگہ ایک گھر بنا دیا جائے۔

نویں بات

ساری دنیا میں ایک زبان اور ایک ہی طرح کی لکھائی ہونی چاہئے۔

اِن باتوں کے سوا اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن پر عمل کرکے سب لوگ ترقی کر سکتے ہیں۔ دینِ بہائی اِس زمانہ میں خدا کا بنایا ہوا سیدھا راستہ ہے۔ والسلام

درسِ اخلاق

قَدْ حُرِّمَ عَلَیْکُمُ الْقَتْلُ وَالزِّنَا ثُمَّ الْغِیْبَۃُ وَالْاِفْتِرَاء

اُستاد۔ عزیزو! خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ "قتل۔ زنا۔ اور غیبت و افتراء قطعاً حرام ہیں" ان سے بچنا ہر آدمی کا فرض ہے۔ تمام دنیا کے لوگ بھی متفق ہیں کہ یہ برے کام انسان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ جو لوگ دینی اعتبار سے ان باتوں پر نظر نہیں ڈالتے وہ بھی مانتے ہیں کہ یقیناً قتل و زنا، غیبت و افتراء نہایت برے کام ہیں۔ سوسائٹی میں اِن باتوں سے ہلاکت کے جراثیم پھیلتے ہیں۔

شاگرد۔ غیبت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

اُستاد۔ کسی شخص کی پس پشت اُس کے وہ عیوب یا گناہ بیان کرنا جو واقعی طور پر اُس میں ہوں غیبت ہے۔

شاگرد۔ اچھا تو کسی شخص میں جو عیب یا گناہ ہے اس کو بھی بیان کرنا حرام ہے؟

اُستاد۔ جی ہاں۔ خدائی تعلیم یہی ہے کہ لوگوں کے عیوب و گناہ جو واقعی طور پر تمہیں معلوم ہوں وہ بھی کسی دوسرے کے سامنے ظاہر نہ کرو۔

شاگرد۔ اس طرح تو سوسائٹی میں گناہوں کی روک تھام مشکل ہو جائے گی۔ جب کسی کے گناہ کا ذکر بھی نہ کیا جا سکیگا تو خود اُس کی اصلاح کیسے ہوگی۔ اور سوسائٹی کو اس کے برے اثر سے کیسے بچایا جا سکے گا؟

اُستاد۔ کسی کے عیب و گناہ جو واقعی قانونِ شہادت و عدالت کے

ثابت ہوں اُن کا ذکر صرف ذمہ دار مصلح یا حاکم کے سامنے ہوسکتا ہے تاکہ اصلاح کی جاسکے اور سوسائٹی کو گناہگار کے بد اثرات سے بچایا جاسکے۔ یہ بھی اصلاح کی نیت سے اور پورے ثبوت کے ساتھ ہونا چاہئے ورنہ ہرگز اجازت نہیں کہ بے ثبوت باتیں کسی کے متعلق بیان کی جائیں۔ عدالت بھی کافی اور صحیح ثبوت کے بغیر کوئی بات قبول نہیں کرسکتی۔ جو لوگ عدالت کے لئے مامور ہیں وہی کسی کے متعلق ایسی باتیں سن سکتے ہیں اور جو لوگ ایسی ماموریت نہیں رکھتے انھیں کوئی حق نہیں کہ کسی کے عیب و خطا کو سنیں۔ اگر وہ کان لگا کر سنیں گے تو وہ خود ایک بڑے گناہ کے مرتکب اور خدا کی عدالت میں قابل مواخذہ ہونگے۔

شاگرد۔ معلوم ہوا کہ کسی آدمی کی خطاؤں کا ذکر پورے ثبوت کے ساتھ مامورین عدالت و اصلاح کے روبرو کیا جاسکتا ہے۔

استاد۔ جی ہاں۔ آپ نے درست سمجھا۔

شاگرد۔ کسی گناہ گار کو بدنام کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ سوسائٹی اس کے برے اثرات سے محفوظ رہے گی۔

استاد۔ یہی تو خدائی تعلیم ہے کہ عدالت و اصلاح کے مامورین کے سوا کسی کے روبرو کسی کی کوئی خطا ذکر نہ کی جائے۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ جھوٹے الزام لگانے والوں کی روک تھام ہوسکے ورنہ ہر ایک جھوٹا الزام لگانے والا دلیر ہو جائے گا۔ اور جس کے سامنے چاہے گا اور جس کی نسبت چاہے گا اور جو کچھ چاہے گا بیان کر دے گا۔ اس طرح سوسائٹی میں ایسی گڑبڑ پیدا ہوگی جو سوسائٹی کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دے گی۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ غیبت کرنے والا جب غیبت کرتا ہے اس وقت اس کا دل محبت سے خالی ہوتا ہے اور جب بار بار دل کو محبت سے خالی کیا جائے گا تو آخر ایک دن محبت بالکل ٹھنڈی پڑ جائے گی۔

غیبت کرنے والا اپنے منہ کی سانس سے اپنی بد باطنی کا زہریلا اثر دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اس طرح سوسائٹی میں زہرناک ہوا چلنے لگتی ہے۔

لوگوں کے عیوب کا ذکر و افشاء دوسرے کمزور لوگوں کے لئے ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔ کمزور لوگ خیال کرتے ہیں کہ جب فلاں فلاں اشخاص میں یہ خرابیاں ہیں تو ہم میں جو خرابیاں ہیں وہ کوئی عجیب چیز نہیں ہیں۔ اور اگر ہم خرابیاں کر رہے ہیں تو دوسرے بھی کر رہے ہیں۔ اگر لوگوں نے ہماری خرابیوں پر گرفت کی تو ہم اُن کی خرابیوں پر اُن کی گرفت کرینگے۔ اس طرح کمزور لوگ غلط روّیہ اختیار کرنے میں اپنے لئے سہولت و معذرت تلاش کرلیتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔

شاگرد۔ بعض لوگوں کو جب غیبت کے متعلق تنبیہ کی جاتی ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے جو بات کہی ہے وہ بالکل سچی بات ہے۔ اس لئے یہ غیبت نہیں بلکہ اظہار واقعہ ہے۔ غیبت تو جب ہوتی کہ ہم کوئی غلط بات کہتے۔

استاد۔ یہ ایک غلط فہمی ہے کہ جھوٹی بات کو غیبت کہتے ہیں نہیں۔ بلکہ غیبت اسی بات کا نام ہے کہ کسی کی ایک سچی بات جو عیب و گناہ ہے ظاہر کی جائے۔ اگر کوئی خراب بات کسی کے متعلق کہی جائے اور وہ سچ نہ ہو تو اُسے تو افترا کہتے ہیں افترا اپنی جگہ ایک بڑا گناہ ہے۔ غیبت تو اسی بات کا نام ہے کہ کسی کا واقعی عیب کسی کے سامنے ظاہر کیا جائے۔ اور یہ قتل۔ زنا اور افترا کی طرح حرام قطعی ہے۔ کسی کی غیبت کرنے والا خدا کا باغی ہے۔ انسانیت کا مجرم ہے۔ سوسائٹی کا دشمن ہے۔

شاگرد۔ کیا غیبت میں کوئی باطنی اثر ہے جو انسان کو

نقصان پہنچاتا ہے؟

استاد۔ ہر گناہ زہر ہے۔ غیبت بھی سمِ قاتل ہے۔ فطرت کا بنانے والا خداوند عالم فرماتا ہے کہ کسی کی غیبت کرنا ایسا ہے جیسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا۔ اب ظاہر ہے کہ مُردہ کا گوشت کھانا کس قدر خطرناک ہے۔ کھانے والا طرح طرح کی بیماریوں میں مُبتلا ہو جائے گا۔ اسی طرح ایک غیبت کرنے والا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھا کر اپنے آپ کو زہر آلود بنا لیتا ہے۔ یہ زہر آخر کار ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔

شاگرد۔ خدا کے فضل سے مجھے غیبت سے طبعی نفرت ہے

استاد۔ خدا کا شکر کیجئے کہ آپ سلیم الفطرت ہیں۔

حکیم فرفریوس اشراقی کا خط اپنی بیوی کے نام

ماہنامہ پیغام حق لاہور اپریل ۱۹۴۱ء میں جناب پروفیسر یوسف سلیم نے حکیم فرفریوس اشراقی کا ایک تاریخی خط "اپنی رفیقۂ حیات کے نام" شائع کیا ہے۔ فرفریوس نے ۳۰۱ء میں ایک سفر سے اپنی بیوی مارسلیا کو یہ خط لکھا تھا جو چوتھی صدی سے اٹھارھویں صدی تک دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔ ۱۸۱۶ء میں ایمبروسٹین لائبریری واقع شہر میلان (اطالیہ) میں مسٹر کارڈینل مائی کو یہ خط دستیاب ہوا۔ جو انھوں نے شائع کر دیا۔ ہم اس خط کے بعض اقتباسات قدر دانی کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔"

"میری پہلی مخلصانہ نصیحت یہ ہے کہ فلسفہ کا مطالعہ برابر جاری رکھو کیونکہ وہ رُوح کی غذا ہے۔"

عیش و عشرت کی زندگی اور نکوکاری میں بعد المشرقین ہے۔ جو شخص جسمانی لذتوں کا گرویدہ ہے وہ کبھی نیک نہیں بن سکتا جس طرح پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بہت مشقت درکار ہے اسی طرح نیکی کے بلند مرتبہ کو حاصل کرنے کے لئے سخت جدوجہد کی ضرورت ہے۔"

" دن رات اس کوشش میں لگی رہو کہ تمھارا طرزِ حیات تمھارے عقائد کے مطابق ہو۔ اگر عقیدہ اور عمل میں مطابقت نہ ہو تو پھر عقیدہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ اُس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔" "بدی کیا ہے؟ رُوح کا امراض میں مبتلا ہو جانا۔ اور ہر بدی انسان کے لئے موجبِ ذلت ہے۔ اب چونکہ خدا کی ذات سراپا خیر ہے اس لئے جو شخص خُدا سے ملنا چاہتا ہے اُسے لازم ہے کہ بدی سے بکلی اجتناب کرے۔"

"عقل سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ ہر شئی میں خدا کا جلوہ پایا جاتا ہے۔ لیکن عقلمند لوگ اپنے دل کو خاص اُسی کا مسکن بناتے ہیں۔ وہ اس کے سوا کسی اور کو اندر نہیں آنے دیتے۔"

" یاد رکھو۔ خدا کسی ناپاک رُوح سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا خُدا سراسر پاک ہے۔ وہ صرف پاکیزہ اَرواح کو پسند کرتا ہے۔"

" قول اور فعل میں مطابقت ہونی چاہئے۔ سچ بول کر ناکامی سے دوچار ہونا جھوٹ بول کر کامیابی حاصل کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ جو شخص جھوٹ بول کر کامیابی حاصل کرتا ہے وہ دراصل اپنی رُوح کو ناکام بنا دیتا ہے اور اپنی سیرت کو تباہ کر دیتا ہے۔ دراصل وہ گھاٹے میں ہے۔"

"جو شخص راستباز اور متقی نہیں وہ خدا کے احکام کی تعمیل نہیں کر سکتا خواہ وہ معبد میں جا کر قربانی اور عبادت کتنی ہی کیوں نہ پیش کرے۔"

"اگر تم خدا کی نظر میں محبوب بننا چاہتی ہو تو کوئی کلمہ زبان سے ایسا نہ نکالو۔ کوئی فعل ایسا مت کرو جو اس کی مرضی کے خلاف ہو۔"

"یاد رکھو۔ خدا صرف نیکوں کو اپنا محبوب بناتا ہے اور صرف انھیں کو نصرت عطا کرتا ہے۔ بدکار کی روح خدا سے متنفر ہوتی ہے اور وہ کبھی اس کا تقرب حاصل نہیں کر سکتی۔"

"خدا کو کسی کا قول پسند نہیں وہ صرف عمل کو دیکھتا ہے اور یہی چیز اس کی درگاہ میں مقبول ہو سکتی ہے۔"

"جو شخص عبادت کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے نہ کہ خدا کیلئے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا میری تعظیم و تکریم کا محتاج ہے وہ دراصل اپنے آپ کو خدا سے بھی بڑا قرار دیتا ہے۔ دن رات اس کوشش میں لگی رہو کہ خدا کی ذات کی معرفت حاصل ہو جائے کیونکہ یہی زندگی کا مقصد ہے۔"

"تمھیں قوانینِ ثلاثہ کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اولاً قانونِ الٰہی۔ ثانیاً قانونِ فطرت۔ ثالثاً قانونِ ملکی۔ اور تم پر ہر قوانین کی اطاعت فرض ہے۔"

"کوئی شخص قانونِ الٰہی کا علم حاصل نہیں کر سکتا جب تک پہلے قانونِ فطرت سے آگاہ نہ ہو جائے۔ اور جو شخص قوانین فطرت کی پابندی کرتا ہے وہ ملکی قانون سے کبھی خوفزدہ نہیں ہو سکتا۔"

حرص اور طمع ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جن کی روح اور طبیعت غیر تربیت یافتہ ہوتی ہے۔ جو ضبطِ نفس کی صفت سے محروم ہوتے ہیں۔ اور چونکہ حریص کبھی روحانیت میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اس لئے تم ضبطِ نفس پر خاص توجہ مبذول کرو تا کہ یہ بنیادی عیب تمھارے اندر نہ پیدا ہو۔"

"بہت سے لوگ بیوقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ دولت ہے۔ اس لئے وہ دولت جمع کرنے میں منہمک ہو جاتے ہیں حالانکہ دولت کی بدولت خواہشات کم نہیں ہوتیں بلکہ بڑھتی رہتی ہیں۔ کاش! تم اس نکتہ سے واقف ہو سکو کہ قناعت سب سے بڑی دولت ہے۔"

"تم کبھی پھولوں کی سیج کی تمنا میں اپنے دل کو مبتلائے رنج مت کرنا۔ پاکیزہ زندگی بسر کر کے چٹائی پر سونا، ناپاک زندگی بسر کر کے تختِ شاہی پر بیٹھنے سے کہیں بہتر ہے۔ یاد رکھو جن کے پاس دولت کے انبار ہیں ان کے دل و دماغ کو مطلق سکون نصیب نہیں ہے۔"

"جسمانی احتیاج ایک فطری امر ہے۔ اگر تمھارا جسم تم سے کھانا طلب کرتا ہے تو یہ بالکل قدرتی بات ہے۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ تم اپنی ساری زندگی جسمانی تقاضوں کے پورا کرنے میں صرف کر دو۔"

"تمھارا یہ جسم مقصودِ حیات نہیں ہے بلکہ تمھاری روح کیلئے بمنزلہ لباس ہے۔ اصلی چیز تو روح ہے۔ اس کی تزئین کی طرف اپنی پوری توجہ صرف کرو۔ لیکن بہت کم لوگ اس حقیقت کا احساس کر سکتے ہیں۔"

"پس تم جسم کی طرف زیادہ توجہ مت کرو بلکہ اس امر پر بھی زیادہ توجہ مت کرو کہ تم عورت ہو یا مرد؟ عورت ہو تو کیا۔ مرد ہو تمیں تو کیا؟ حقیقی شئے تو روح ہے جو نہ عورت ہے نہ مرد۔ اور میں نے تمھیں عورت سمجھ کر اپنی رفیقۂ حیات نہیں بنایا۔ بلکہ انسان سمجھکر۔ مجھے تم سے اس لئے رغبت نہیں کہ تم عورت ہو۔ بلکہ اسلئے کہ تم پاکیزہ خو ہو۔ نسائیت کا خیال دل سے نکال دو۔ انسانیت کو اپنا مطمحِ نظر بناؤ۔"

سفرِ تبلیغ

جناب ڈاکٹر ایم۔ اے صمد آئی۔ ایم۔ ایس۔ بمبئی کے سفرمیں کشمیر تشریف لیگئے۔ سید محفوظ الحق علمی مدیر پیامبر پال گڑھ گجرات ایک مذہبی کانفرنس میں گئے ہیں۔

حضرت سید کاظم رشتی کی مأموریت

میں نے آپ کے بارے میں لوگوں سے پوچھنا شروع کیا اور مجھے پتہ لگا کہ آپ شیراز کے رہنے والے ہیں اور سوداگری آپ کا پیشہ ہے۔ علماء کی جماعت سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ مجھے یہ بھی پتہ لگا کہ آپ اور آپ کے چچا اور رشتہ دار سب حضرت شیخ احمد اور حضرت سید کاظم کے سچے عاشق اور معتقد ہیں۔ اس جوان نے میرے دل کو آگ لگا دی۔ اس نظارہ و ملاقات کی یاد مجھے بے قرار کئے ہوئے تھی۔ میری اور اس کی روح میں ایک روحانی اُنس ہو گیا۔

پس جب میں نے سنا کہ شیراز سے ایک جوان نے باب ہونے کا اعلان کیا ہے تو فوراً میرے دل میں خیال گذرا کہ ہو نہ ہو یہ وہی جوان ہے جسے میں نے کربلا میں دیکھا تھا اور جو میرے دل کا مُدعا اور میری آرزو کی انتہا ہے۔

میں کربلا سے شیراز گیا۔ مگر مجھے پتہ لگا کہ آپ حج کے لئے مکہ و مدینہ تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے واپس تشریف لانے پر اگرچہ میرے راستے میں بہت سی رُکاوٹیں تھیں مگر میں آپ کے نزدیک ہی رہا۔ پھر جب آپ آذربائیجان کے قلعہ ماہ کو میں قید تھے تو میں وہ آیات لکھنے میں مشغول رہتا جو آپ اپنے کاتبِ وحی لکھوایا کرتے تھے۔ اس قلعہ میں اپنی قید کے نو ماہ تک متواتر ہر شام نماز کے بعد آپ قرآن کے ایک جُز یا پارے کی تفسیر فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح ہر مہینے کے آخر میں اس پاک کتاب کی ایک تفسیر مکمل ہو جاتی تھی۔ ماہ کو میں قید کے دوران میں سارے قرآن کی نو تفسیریں آپ نے نازل فرمائیں۔ یہ تفسیریں تبریز میں ایک شخص سید ابراہیم خلیل

(گذشتہ سے پیوستہ)

کی حفاظت میں دیدی گئیں۔ اور اُسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب تک ان کے چھاپنے کا وقت نہ آئے انہیں محفوظ رکھے۔ اب تک نہیں معلوم کہ وہ تفسیریں کیا ہوئیں۔

اِن تفسیروں کے بارے میں ایک دن حضرت باب نے مجھ سے پوچھا۔ "آپ کون سی تفسیر پسند کرتے ہیں۔ یہ تفسیر جو میں نے اب کی ہے یا احسن القصص سورۂ یوسف کی تفسیر جو میں نے پہلے کی تھی؟ آپ کے خیال میں کون سی تفسیر اعلیٰ ہے؟" میں نے جواب دیا "مجھ کو احسن القصص زیادہ پیاری اور پُر نفوذ دکھائی دیتی ہے"۔ میری اس کہنے پر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا "ابھی آپ اس پچھلی تفسیر کی سلاست اور معانی سے واقف نہیں ہوئے جو حقائق اس میں ودیعت کئے گئے ہیں وہ طالبِ حق کو مطلوب تک پہنچانے کیلئے زیادہ فوری اور مؤثر ہوں گے۔"

شیخ طبرسی کے واقعۂ عظیم تک میں آپ کے ساتھ ہی رہتا رہا۔ جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے سب ساتھیوں کو اس جگہ جانے اور اپنے ممتاز و بہادر شاگرد حضرت قدوس کی ہر طرح مدد کرنے کی ہدایت کی۔ ایک دن مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر میں اس جبلِ شدید، قلعۂ چہریق میں قید نہ ہوتا تو اپنے پیارے قدوس کی شخصاً جاکر مدد کرنا مجھ پر فرض تھا۔ مگر اس لڑائی میں شریک ہونا آپ کے لئے نہیں۔ آپ کربلا تشریف لیجائیں اور اُس مقدس شہر میں رہیں۔ کیونکہ آپ کے لئے یہ مقدر ہے کہ آپ حسینِ موعود کے حسین چہرے کو دیکھیں۔ جب آپ کی نظر اُس نورانی چہرے پر

پر پڑے تو مجھ بھی یاد کریں اور میری اس محبت بھری وفاداری کا بیان اُس سے کریں۔ پھر نہایت جوش سے بھر کر آپ نے فرمایا :۔

"یاد رکھیں کہ میں نے ایک بہت بڑا کام آپ کے سپرد کیا ہے خبردار۔ مبادا آپ کا دل کمزوری ظاہر کرے یا آپ اُس جلال کو بھول جائیں جو میں نے آپ کو دیا ہے۔

"اس کے کچھ عرصہ بعد میں کربلا چلا گیا۔ اور آپ کے حکم کے مطابق اس شہر میں رہنے لگا۔ اِس خوف سے کہ کبھی اس مقام زیارت میں میرا دیر تک رہنا شک پیدا نہ کرے میں نے شادی کر لی۔ اور کتابت کرکے گذارہ کرنے لگا۔ میں اُن مصیبتوں کا کیا بیان کروں جو اُن لوگوں نے مجھ پر وارد کیں جو اپنے آپ کو شیخی کہتے ہیں اور حضرت احمد کے پیرو ہونے کا دم بھرتے ہیں مگر حضرت باب کو نہیں پہچان سکے۔ اپنے جوان مولیٰ کی نصیحتوں کا خیال کرکے میں نے اس توہین و تکذیب کو نہایت صبر سے برداشت کیا۔ دو سال تک میں اس شہر میں رہا۔ اس عرصہ میں یہ جوان اپنے اس زمینی قید خانے سے آزاد کر دیا گیا اور اپنی شہادت کے ذریعہ اس ظلم و ستم سے چھوٹ گیا جو آپ کی حیاتِ زمینی کے آخری ایام میں آپ پر کیا گیا تھا۔

حضرت باب کی شہادت کے بائیس دن کم سولہ قمری مہینوں کے بعد ۱۲۶۷ھ عرفہ یعنی ذی الحجہ کے نویں دن (۵ اکتوبر ۱۸۵۱ء) میں حضرت امام حسینؑ کے روضۂ مبارکہ کے اندرونی صحن کے دروازہ سے گذر رہا تھا کہ میں نے حضرت بہاء اللہ کو پہلی دفعہ دیکھا۔ جو کچھ اُس چہرۂ مبارک کو دیکھنے سے مجھ پر اثر ہوا وہ زبان سے ادا نہیں ہو سکتا کوئی قلم اُس پیارے چہرے کے خط و خال کے جمال کا نقشہ نہیں کھینچ سکتی۔ آپ کی دل میں اُتر جانے والی نظر نے، آپ کے شگفتہ چہرے نے۔ آپ کی پُر جلال وضع نے، آپ کے دل آویز تبسم اور آپ کی بکھری ہوئی سیاہ زلفوں کی خوبصورتی نے میرے دل پر ایک نہ مٹنے والا اثر کیا۔ میں اس وقت بڈھا اور ضعیف ہو چکا تھا آپ نہایت پیار سے میری طرف بڑھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر عظمت و محبت کی آواز سے فرمایا :۔

"میں نے آج ہی یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ کو ساری کربلا میں بابی مشہور کر دوں"

میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے آپ مجھ سے باتیں کرتے رہے اور سارے بازار سے گذرتے ہوئے آپ میرے ساتھ رہے۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! آپ کربلا میں رہے اور آپ نے اپنی آنکھوں سے موعود حسین کے چہرہ کو دیکھ لیا۔ آپ ہی یہ سن کر مجھ معاً حضرت باب کا وعدہ یاد آگیا۔ اسی وقت یہ خیال کرکے کہ آپکا یہ وعدہ کسی دور کے مستقبل زمانہ کے متعلق ہے۔ میں نے کسی پر بیان نہ کیا تھا۔ آپ کے ان الفاظ نے مجھ پر بجلی کا سا اثر کیا۔ میں ایسا محسوس کر رہا تھا کہ اسی وقت اپنی ساری روح اور ساری قوت کے ساتھ ان بے خبر اور غافل لوگوں کے سامنے موعود حسین کی آمد کا اعلان کروں۔ مگر آپ نے مجھ حکم دیا کہ میں اپنے احساسات کو دباؤں اور اپنے جذبات کو ظاہر نہ ہونے دوں۔ آپ نے آہستہ سے میرے کان میں فرمایا :۔ "ابھی نہیں۔ مقررہ وقت آرہا ہے۔ یہ ابھی نہیں آیا۔ خاطر جمع رکھیں اور صبر سے انتظار کریں" اُس وقت سے میرے تمام تفکرات اور رنج و غم دور ہو گئے اور میری روح دائمی خوشی سے مسرور ہو گئی۔ اِن ایام میں میں اتنا غریب تھا کہ مجھے کھانے کو بھی کئی کئی دن نہ ملتا تھا۔ مگر اب میں اپنے آپ کو اتنا امیر محسوس کرتا تھا کہ وہ جو مجھکو ملا تھا اس کے سامنے ساری دُنیا کے خزانے ہیچ معلوم ہوتے تھے۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔ بیشک وہ فضال و کریم ہے"

سید حسن زنوزی کا یہ ضروری بیان لکھنے کے بعد اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ میں سید کاظم کی اُس گری کا بیان کر رہا تھا جس کے ساتھ آپ ان پردوں کے دور کرنے میں کوشاں تھے جو آپ کے زمانہ کے لوگوں اور موعود ظہور الٰہی کی پہچان کے درمیان حائل تھے۔ اپنی کتابوں شرح قصیدہ اور شرح خطبہ[1] کے دیباچہ میں آپ کنایۃً بہآءاللہ کے مبارک نام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اپنے آخری رسالہ میں آپ ذکر اللہ الاعظم کا بیان کرتے ہوئے آپ حضرت باب کے نام کی طرف کھلے لفظوں میں اشارہ کرتے ہیں۔ یہیں آپ لکھتے ہیں "اِس بزرگ ذکر (یاد دلانے والے) کو۔ خدا کی اِس زبردست آواز کو مخاطب کر کے میں کہتا ہوں۔ میں لوگوں سے ڈرتا ہوں مبادا وہ آپ کو گزند پہنچائیں۔ میں اپنے آپ سے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میں آپ کو گزند پہنچاؤں۔ میں آپ سے ڈرتا ہوں میں آپ کے اختیار کے خیال سے کانپتا ہوں۔ میں اُس زمانہ سے ڈرتا ہوں جس میں آپ آئینگے۔ اگر میں آپ کو قیامت تک اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح سے رکھوں تب بھی میں آپ کے لئے اپنی وفاداری کا پورا ثبوت نہ دے سکوں گا"۔

شریروں کے ہاتھوں حضرت سید کاظم نے کیا تکلیفیں سہیں کون سی اہانت تھی جو اِن پلید لوگوں نے آپ پر وارد نہ کی! سالہا سال تک آپ صبر سے برداشت کرتے رہے اور شجاعانہ تحمل کے ساتھ ہر توہین۔ بہتان اور رد و اعتراض کو سہا جو ان لوگوں نے آپ پر وارد کئے۔ مگر خدا کی مرضی یہ تھی کہ آپ اپنی عمر کے آخری ایام میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ خدا نے اُن کو جنھوں نے آپ کی مخالفت کی بُرا کہا اور آپ کے خلاف سازشیں کیں کس طرح ملیا میٹ کر دیا۔

(باقی) (ترجمہ عباس علی بٹ)

---

[1] اے - ایل - ایم نکولاس کی کتاب (ایسے سر لا شیخیزم) کے حصہ دوم کے دوسرے باب میں حضرت سید کاظم کی ۱۳۵ کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے۔ اُن میں سے یہ کتابیں خاص ذکر کے قابل ہیں (۱) شرح خطبہ ططنجیہ (۲) شرح قصیدہ (۳) تفسیر آیت الکرسی (۴) در اسرار شہادت امام حسین (۵) علم ہیئت (۶) دلیل المتحیرین۔

کہتے ہیں کہ آپ نے ۳۰۰ سے زیادہ کتابیں لکھیں (مقالہ سیاح انگریزی نوٹ ای صفحہ ۲۳۵)

مذاہب عالم

یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے ۱۹۳۱ء میں شائع کی ہے۔ اسلام، دینِ موسوی۔ دینِ مسیحی، ہندو دھرم۔ جین دھرم۔ بدھ دھرم، دینِ بہائی وغیرہ مذاہب عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے۔ بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے شائقین پڑھ کر خوش ہونگے۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ بہتر ہے۔

قیمت فی جلد بارہ آنہ

ملنے کا پتہ:- جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹمپل روڈ لاہور

ہمارے مربی اور اُن کی تعلیم

کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جس میں جملہ بانیانِ مذاہب عالم کی مختصر تاریخ اور اُنکی مفصل تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ یہ تعلیمات ثابت کرتی ہیں کہ تمام مذاہب دراصل ایک ہیں۔ اتحاد مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کیلئے بہترین کتاب ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کا ایک ایک نسخہ ہر گھر کے اندر ہونا ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت ۱۲؍ پتہ:- پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹمپل روڈ لاہور

اِس جنگ کے بعد آنے والی دُنیا

خدائی منصوبہ

مسٹر بی ایچ۔ ایم۔ مہتا کے قلم سے

نسلاً بعد نسل انسان خود اپنی کارگذاریوں سے بے خبر رہا ہے۔ لیکن اس وقت سے جب کہ تاریخ کے ورق تکمیل تک پہنچ رہے ہیں تو انسان کو معلوم ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس زمین کو فتح کر کے اسے متحد بنانے کا عظیم الشان کام کرتا رہا ہے۔

پندرھویں صدی میں کولمبس نے جہازوں کے ایک مختصر بیڑہ کے ساتھ براعظم امریکا کا کھوج نکالا اور اُسے فتح کرنا شروع کیا۔ دنیا آہستہ آہستہ ایک ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اُنیسویں صدی میں وحدتِ عالم کی رفتار تیز ہو گئی۔ سائنس میدان میں آئی اور اپنے ساتھ بجلی۔ ریل۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو اور تار برقی کے تاروں کو ساتھ لائی۔ جن سے زمین کی طنابیں ایسی کھچ گئیں کہ ساری زمین ایک مُلک ہو کر رہ گئی۔

جوں جوں اتحاد کی رفتار تیز ہوتی گئی توں توں زبان مذہب، رسم و رواج اور حقوق کے اختلافات نمایاں ہوتے گئے جب لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے تھے۔ آمد و رفت اور میل جول کے مواقع کم ملتے تھے تو یہ اختلافات اتنے نمایاں نظر نہ آتے تھے۔ دُنیا کے لوگ ایک دوسرے سے الگ تھلگ اپنے اپنے ملک میں رہتے تھے اور انھیں ان اختلافات کی کوئی خبر بھی نہ تھی۔

سائنس کی اختراعات جب اِن لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آئیں تو حالات بالکل بدل گئے۔ مختلف لوگوں میں محبت اور نفرت دونوں قسم کے جذبات رونما ہوئے۔

اتحادِ عالم، علاوہ سائنس کی ایجادات کے تلوار اور بشارت محبت اور بربادی۔ جنگ اور معاہدوں کے ذریعہ بھی عمل میں لایا گیا۔ اس طرح اتحادِ عالم کی رفتار جوں جوں بڑھتی گئی، دُنیا دیا سلائیوں کا بکس بنتی گئی۔ جسے جنگ کی آگ میں دھکیلنے کیلئے صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی۔ جس قدر بڑے بڑے فساد اور انقلابات ہوئے اور شہر تباہ کئے گئے اُتنا ہی انسانوں پر یہ حقیقت واضح ہوتی گئی کہ وہ سب ایک ہی جسم اور ایک ہی جان ہیں۔

چند مہینے قبل جب فرانس نازیوں کی یلغار کے آگے چاروں شانے چت گر گیا تو دنیا خوف سے کانپ اٹھی۔ گویا اس کا ایک عضو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہے۔ یہ بات اب روزِ روشن

کی طرح ظاہر ہوگئی ہے کہ سائنس اور اتحادِ عالم کی ترقی کے ساتھ
ساتھ یہ واحد ہستی مختلف اور غیر متحد عقائد کی رہنمائی میں امن اور
آرام کے ساتھ اس راستہ پہ گامزن نہیں ہو سکتی۔ یہ کُرۂ ارض
جو اب ایک واحد وجود بن گیا ہے فقط ایک ہی عقیدہ کے تحت
ترقی کر سکتا ہے۔ منفرد گروہوں پر حکومت کرنے کے دقیانوسی
طریقے اب قابلِ عمل نہیں رہے۔ کیونکہ انفرادیت اب معدوم
ہو چکی ہے۔ انسان جتنا پرانے خیالات اور طریقوں سے متمسک
رہیگا اتنی ہی مصائب اور جنگ کی لعنت اسپر اُترتی رہے گی
اور جس قدر جنگ زیادہ زور کی رہے گی اُسی قدر اپنے نتیجوں میں
ناکامیاب رہیگی۔

دُنیا اس وقت بین الاقوامی زندگی کے دو متضاد عقائد کے
سبب موت و حیات کی جنگ میں پڑی ہوئی ہے۔ دُنیا کے
بڑے بڑے اہلِ علم و قلم انسانوں کے لئے بہترین انتظام کے مسئلہ
پر خوب غور کرنے کے بعد ایک متفقہ نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ جیسا کہ
ماورینگا کی کتاب "تدبیرِ عالم" کلیرنس سٹریٹ کی کتاب "اب
اتحاد کی باری ہے"۔ سر رچرڈ آکلینڈ کی کتاب "عنصر کمیت" اور
بہت سی دوسری کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔ ایچ۔جی۔ویلز بیان
فرماتے ہیں یا تو ہمیں ساری دنیا میں امن پھیلا کر دنیا بھر کو ایک
حکومت، ایک عقیدہ۔ ایک سکہ۔ ایک پولیس۔ ایک زبان اور
ایک برادری بنانی پڑے گی عام اس سے کہ یہ کام کیسا ہی مشکل
کیوں نہ ہو یا ہمیں اس بات کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ غیر کی
آواز ہمیشہ ہمارے کانوں میں پڑے۔ غیر کی نظریں ہمارے گھروں
میں پڑیں۔ غیر کا خنجر ہمیشہ ہماری گردنوں پر رہے اور ہمیشہ موت
کے خوف میں زندگی گذاریں — ہم اس وقت دو باتوں سے
دو بدو ہیں۔ ایک بُری اور ایک اچھی۔ پہلی تو یہ ہے کہ جنگ
کے اثر سے توری اور بہت گہرے ہوگئے ہیں۔ دوسری یہ کہ
یہ تمام گول زمین، ایک قطعہ، ایک برادری اور ایک جماعت
بن سکتی ہے اور تمام دنیا کے لوگ بہت آسانی سے ایک بن سکتے
ہیں۔ ان کے لئے موجودہ زمانہ میں آزاد شہری بننا بہت آسان ہے
حالانکہ ایک صدی پہلے انگلستان جیسے چھوٹے ملک میں بھی
یہ بات ممکن نہ تھی۔

ایچ۔جی۔ویلز سے قریباً ۵۰ برس پہلے مشرق کے ایک
بزرگ حضرت بہاء اللہ نے جو دینِ بہائی کے بانی ہیں دنیا کے
خوفناک مصائب کو پہلے سے دیکھ لیا تھا۔ آپ کے کلام مبارک
سے آپ کی پُر قوت پیشگوئی کا پورا پتہ لگتا ہے۔ آپ نے نہ فقط
موجودہ جنگ کے متعلق ہی پیشینگوئی کی ہے بلکہ ان تمام واقعات
کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے جو آخرکار دنیا میں عالمگیر امن کے
قیام پر منتج ہونگے۔

آپ فرماتے ہیں کہ انسانی قوت تنہا دُنیا کی حالت کو درست
نہیں کر سکتی۔ انوارِ رُوح کا انسانی عقل کے انوار کے ساتھ شامل
ہونا ضروری ہے اور محبت و اتفاق کی فضا میں دُنیا کی آئندہ
حکومت جو ساری دنیا پر راج کرے گی تکمیل کو پہنچانی چاہئے۔ اس
حکومت کو برسرِ اقتدار لانے کا عمل بعض ادارات کے قیام پر مشتمل ہے
جو اتنے طاقتور ہوں کہ ہر ایک مقامی حکومت کے اندر امن قائم
رکھ سکیں اور دنیا بھر کی حکومت کے حکم کو قوموں کے قضیوں کے
موقع پر نافذ کر سکیں۔

ان ادارات میں سے اوّلی ادارہ کُل دنیا کی پارلیمنٹ ہے
جس کے ممبر ہر ایک مُلک کے لوگ انتخاب کیا کریں گے۔ دوسرا
ادارہ ایک عدالتِ عالیہ ہے جس کا فیصلہ تمام بین الاقوامی معاملات
میں قطعی ہوا کرے گا۔ یہ ادارہ ایک ضابطہ قوانین بین الاقوامی

ایسا بنائے گا جس سے تمام قوموں کے تعلقات کی دیکھ بھال ہوگی محصولات لگانے کے حقوق کی توضیح کریگا۔ محصولات لگائیگا۔ اسلحہ کی حد بندی کریگا۔ حدود ممالک کو نئے سرے سے قائم کرے گا معاشیات میں ایک نئے طریقہ سے مالک و مزدور کے تصفیوں کا فیصلہ کیا کرے گا۔ دُنیا بھر میں ایک سکہ جاری کرکے دنیا کی مالی حالت کو مضبوط بنائے گا۔ ایک دُنیا بھر کی زبان کے توسط سے عالمگیر سرشتۂ تعلیم قائم کرے گا اور عورت و مرد دونوں کو مساوی حقوق دے گا۔

ایک با اختیار بین الاقوامی محکمہ اس عدالتِ عالیہ کے فیصلوں کو جاری کرنے کے لئے قائم ہوگا۔

اِن ادارات کے اختیارات کا دارومدار ایک عالمگیر برادری کی بُنیاد پر قائم ہوگا۔ یہ عالمگیر برادری مختلف اقوام سے مل کر بنیگی اور اسمیں قومی تنگدلی کا نام ونشان بھی نہ ہوگا اور یہی برادری آہستہ آہستہ کُل دُنیا کے لوگوں میں وحدت و اتحاد کی جڑیں مضبوط کرکے اُنھیں دنیا بھر کی حکومت کے وفادار شہری بنا دے گی۔ نوعِ انسان فراخ دلی سے کام لے گی اور ایک ترقی پاتی ہوئی سوسائیٹی کے بدلتے ہوئے حالات کو جذب کرتی جائے گی۔ دنیا میں زندگی کا ایک نیا طریقہ اختیار کرے گی۔ علم و ہنر کے عوالم میں تازہ جوش و خروش پیدا ہوگا۔ اقتصادی تعلقات میں امن اور سب سے بڑھکر انسان اطمینانِ قلب کے ساتھ ایک ایسی دُنیا میں رہیگی جسمیں امن وامان۔ راحت و اطمینان کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ نقشہ جو ہم نے اوپر کھینچنے کی کوشش کی ہے موجودہ ادارات کو خراب کر دیگا۔ نہیں یہ نیا دین قدیم معاشرتی انتظام کو نئے سرے سے قائم کریگا۔ یہ لازمی وفاداریوں کو برباد نہ کریگا۔ اور نہ جائز اطاعتوں سے برسرِ پرخاش ہوگا۔ اِس کا مقصد نہ تو قلوبِ انسانی میں جائز اور دانائی آمیز حُبّ الوطن کے جوش کو بجھانا ہے اور نہ قومی آزادی کے سلسلہ کو آڑانا ہے جو حد سے بڑھی ہوئی مرکزیت کی بُرائیوں سے بچنے کے لئے از حد لازمی ہے۔ یہ آب وہوا۔ تاریخ۔ زبان۔ روایات۔ خیال اور عادت کے اختلافات کو جو دنیا کے لوگوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتے ہیں مٹانے اور دبانے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کا مقصد تو دنیا کے لوگوں کو ایک وسیع ترین محبت کی طرف بُلانا ہے اور دُنیا کے لوگوں کو ایسے شوق کی طرف لیجانا ہے جو نوعِ انسان نے آجتک محسوس نہیں کیا۔ اس کا تقاضا تو صرف اتنا ہے کہ ہم قومی خواہشات و مفاد کو دنیا کے اتحاد پر جو اشد ضروری ہے قربان کردیں۔ دنیا میں اس وقت قومی انقلابات سیاسی طوفانِ بے تمیزی۔ معاشرتی زندگی میں وسیع فرق۔ اور فرقہ وارانہ لڑائیاں سب اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اس دنیا میں اقوامِ عالم کی ایک ایسی مشترکہ حکومت قائم ہو جائے جو ہماری تہذیب اور ہمارے تمدن کو بربادی سے بچا سکے۔

اِس زمانہ کی مشکلات کا صرف ایک قابلِ عمل حل ہے۔ اور وہ ہم نے مختصراً اوپر بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق اگر مزید واقفیت حاصل کرنی ہو تو اہلِ بہاء کے مختلف ادارات سے حاصل ہو سکتی ہے سائنس کے انکشافات اور موجودہ صنعت نے بین الاقوامی امداد باہمی کی بنیادیں قائم کر دی ہیں۔ اب یہ انسان کا فرض ہے کہ اِن بنیادوں پر ایک ایسی عمارت تعمیر کرے جو ساری نوعِ انسان کی پناہ گاہ ہو۔ ایک ایسا نیا انتظامِ عالم قائم ہوگا جسمیں مشرق و مغرب۔ مومن و کافر۔ امیر و غریب۔ سیاہ وسپید کا فرق نہیں ہوگا۔ اس کا مقولہ وحدتِ عالمِ انسانی اور اس کا علم عالمگیر امن ہوگا۔ اور اس کی نتیجہ وہ سنہری زمانہ ہوگا جسمیں خدا کی بادشاہت اس دنیا میں قائم ہو جائیگی۔

کائناتِ محبّت

محبت اس کشش کا نام ہے جو زندہ وجودوں کے درمیان میل ملاپ پیدا کرتی ہے۔
محبت ایک نیچرل قوت ہے جو ہر جاندار میں پائی جاتی ہے۔
محبت ایک ایسا قانون ہے جو ذراتِ عالم کو باہم ملائے رکھتا ہے۔
محبت ستاروں اور سیاروں کے درمیان ایک عالمگیر مقناطیس ہے۔
محبت وہ شریعت ہے جو عالمِ وجود کے تمام باشندوں کا مشترکہ دین ہے۔
محبت عالمِ غیب میں خالق و مخلوق کے درمیان رشتہ ہے۔
محبت خدا اور بندے کے درمیان کلام و وحی کا موجب ہے
محبت تمام کائنات کے وجود و ظہور کا جوہرِ تاباں ہے
محبت ہر پیغمبر اور ہر دین کی جلوہ گری کا محرکِ اعظم ہے
محبت انسانیت و رُوحانیت کی تکمیل کا مرکز و مدار ہے
محبت وہ نغمۂ رُوح القدس ہے جو ارواحِ انسانی کو ابدی زندگی دیتا ہے
محبت خدا کے اسمِ الرحمٰن کی عظیم الشان تجلّی ظہوری ہے۔
محبت تمام رُوحانی و جسمانی دنیاؤں میں لطف و مسرت کی رُوح ہے
محبت رنج و غم حیرت و حسرت کی اندھیریوں میں برقی فانوس ہے
محبت دینی و دنیاوی ترقیات کا روشن زینہ ہے۔

محبت اقوامِ عالم کے بہترین تمدن کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔
محبت ہر راستباز کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔
محبت وہ پوشیدہ اسرار ظاہر کر دیتی ہے جو کائنات میں مخفی ہیں۔
محبت انسانوں کو اعلیٰ ترین مقاماتِ قُرب و لقاء میں پہنچاتی ہے۔
محبت وہ سفینۂ نجات ہے جو انسان کو ہلاکت سے بچاتا ہے۔
محبت وہ آسمانی پانی ہے جس سے تمام موجودات کی زندگی وابستہ ہے
محبت تمام نقائص سے پاک کر دیتی ہے۔
محبت نہ ہو تو انسان کیڑے مکوڑوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔
محبت نہ ہو تو انسان ہلاکت و ذلالت میں ڈوب جاتا ہے
محبت نہ ہو تو جنگ و فساد کی آگ قوموں اور ملکوں کو بھسم کر ڈالتی ہے۔
محبت نہ ہو تو خوف و خطر چاروں طرف سے حملہ آور ہوتے ہیں۔
محبت نہ ہو تو انسان مایوس اور پژمردہ ہو جاتا ہے۔
محبت نہ ہو تو دین بھی ایک لفظِ بے معنیٰ رہ جاتا ہے۔
محبت نہ ہو تو انسان کی زندگی بے رُوح ہوتی ہے۔
محبت نقد جنت ہے جو انسان کو اسی دنیا میں ملتی ہے۔
محبت وہ قانون ہے جسمیں کبھی تبدیلی نہ ہوگی۔ وہ ازلی ابدی قانون ہے ٭

محافل اور احباب کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

ہندوستان میں امر بہائی کے متعلق نشر و اشاعت کیلئے کوکب ہند، بہائی میگزین، اور پیامبر جاری کئے گئے جن میں ہر قسم کے بہترین مضامین کے ذخائر ہیں، الواح کے تراجم ہیں، تاریخی واقعات اور دینی و علمی مباحث پر زبردست مقالات ہیں یہ ذخیرے آیندہ نسلوں کے بھی بہت کام آئیں گے۔ بہت سے احباب نے تمام فائل باقاعدہ جلدیں بنوا کر محفوظ رکھتے ہیں جو ایک چھوٹی الماری کو پر کرتے ہیں

ہم تمام احباب کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان ذخائر کی جلدیں ابھی تک نہ بنوائی ہوں وہ اب اپنے اپنے فائل مکمل کرکے جلدیں بنوالیں۔ زیادہ وقت گذرنے پر کوکب ہند اور بہائی میگزین کے پرچے ملنے دشوار ہو جائیں گے۔

اس وقت ہم یہ انتظام کر رہے ہیں کہ جو احباب کوکب ہند اور بہائی میگزین کے متفرق پرچے طلب کریں گے انھیں مطلوبہ پرچے مہیا کر دینگے۔

جو احباب کوکب ہند اور بہائی میگزین کے مکمل فائل یا متفرق پرچے رکھتے ہوں اور انھیں فروخت کرنا پسند کریں وہ ہمیں اطلاع دیں۔

جو احباب کوکب ہند اور بہائی میگزین اور پیامبر کے مکمل فائل یا متفرق پرچے خریدنا چاہیں وہ بھی ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ ان کے لئے انتظام کیا جائے۔

یہ ایک ضروری کام ہے تمام احباب کرام کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

تمام محافل روحانی ہند و برما سے خاص طور پر درخواست ہے کہ وہ اس امر پر پوری توجہ فرمائیں عموم احبار کو بھی اس بات سے مطلع کرکے اُن سے جوابات لیکر ادارہ پیامبر کو لکھیں۔ نہایت باعث تشکر و امتنان ہوگا

(خادم امراللہ محفوظ الحق علمی مدیر پیامبر قرول باغ نئی دہلی)

کدام یکی ؟

از مقالات این نمرہ پیامبر بیش از ہمہ پسند فرمودید ؟ و چرا ؟

خوب نبود ؟ چرا ؟

کدام یکے از مقالات نہ پسندید۔ مرقوم فرمائید

بفرمائید

اگر مدیر مجلہ پیامبر بودید۔ البتہ نقشۂ بہتری طرح مینمودید۔ بہ حیثیت مدیرہ اعلام فرمائید۔ مشتاق اند۔

اِس مہینے

پیامبر میں کونسا مضمون آپ کو سب سے کم پسند آیا اور کیوں ؟

مشورہ دیجئے

اگر آپ پیامبر کے ایڈیٹر ہوتے تو اس میں کیا کیا بہترین تبدیلیاں کرتے ؟

فرمائیے

اس مہینے کے پیامبر میں آپ کونسا مضمون سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور کیوں ؟

قسمتِ فارسی

مقامِ انسان و اساسِ زندگانی

بقیۂ از شمارہ قبل

وہمچنین میفرماید "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا" یعنی تعلیم فرمودیم بآدم جمیع اسماءِ حسنیٰ وکلماتِ علیا و در حقیقت این اشارات بآنچه در آیۂ مذکورہ توراۃ از پیش گذشت مطابق است و در حدیث است "الانسان سرّی وانا سرّہ" و نیز "قلب المؤمن عرش الرحمٰن" وہمچنین مذکور است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرمود "عبدی اطعنی حتی اجعلک مثلی انا اقول لشیءٍ کن فیکون وانت تقول لشیءٍ کن فیکون"

وعندلیبِ بستانِ تجرید حضرت علی ابن ابی طالب علیہ التحیۃ والثناء درضمن اشعاری مقامِ انسان راچنین ستودہ وبدین نغمہ لب گشودہ کہ میفرماید:

اتزعم انک جرمٌ صغیر — وفیک انطوی العالمُ الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی — باحرفہ یظہر المضمر

واین بود خلاصہ واشارہ ای بجواہر مخزونہ در اوعیۂ حروفات وکلماتِ نورانیہ وچند نغمہ ای از نغماتِ ورقاتِ ہویہ در گلزار ہای کتبِ مقدسہ.

واما آنچہ در این عصرِ فخیم وقرنِ عظیم ودورِ جدید ربِ مجید کہ ایامِ بہارِ روحانی وطلوعِ انوار آئینِ مقدس بہائی وکشفِ حقائق ومعانی واستخراج جواہر معدن انسانی است در کتبِ لاتحصیٰ وزبر والواحِ بی منتہیٰ از کلکِ گہر بارِ جمالِ ابہیٰ ونقطۂ اولیٰ وحضرت عبدالبہاء روح الوجود لعظمتہم الفداء در فخامتِ شانِ انسان وعظمت ورفعتِ مقام او وحقائق مستودعہ در او ودقائقِ مکشوفہ از آثار وافکار او نازل وصادر شدہ بیش از حدِ احصاء واحاطۂ عباد است ونقل وبیانش درین مقام بخصوص خارج از حیطۂ اقتدار این ضعیفِ بی امداد. اینست کہ ناچار بذکر چند کلمۂ مبارکہ از کلماتِ نوراء اکتفا میشود وکشفِ اسرار باولوا الافکار واگذار میگردد دیگر تا غواصِ ہمت از بحرِ معانی چہ بیرون آرد ودر روضۂ مبارکۂ قلب چہ دانہ ہای علم وحکمتی انبات شود وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون.

آری حضرت بہاء اللہ جلّ اسمہ الاعلیٰ در مقامِ الوہیت وربوبیت مظاہرِ ظہور باین بیانِ علیا ناطق "لعمری انّ الانسان لدی المظلوم اعظم است از آنچہ ادراک نمودہ اند" ودر این کلمہ اشارہ باعتراضِ معترضین است کہ بیاناتِ الوہیت وربوبیتِ ظہورِ حق ایراد کردہ اند ولسانِ قدم میفرماید کہ کلمۂ انّی انا اللہ سرمایۂ افتخار عرفاء وکاملین بودہ نزد حق دارای فخر ومقامی نہ بلکہ انّی انا الانسان اعظم وافخم مرتبۂ عالمِ امکان بودہ وہست.

ودیگر در کلماتِ مکنونہ این کلمۂ مبارکہ موجود "یا ابن الانسان کنتُ فی قدم ذاتی وازلیۃ کینونتی عرفتُ حُبّی

فیك خلقتك و القیتُ علیك مثالی و اظهرتُ لك جمالی".

و در کلمهٔ فارسیه میفرماید "ای دوست من! تو شمس سماء قدس منی خود را بکسوف دنیا میالای. حجاب غفلت را خرق کن تا بی پرده و حجاب از خلف سحاب بدرآئی و جمیع موجودات را بخلعت هستی بیارائی"

و در کلمهٔ اخری باین بیان احلی ناطق :-

"یابن الوجود صنعتُك بایادی القوة و خلقتُك بانامل القدرة و اودعتُ فیك جوهر نوری فاستغن به عن کل شیء اِنّ صُنعی کامل و حُکمی نافذ لاتشك فیه ولاتکن فیه مُریباً-

در لوح مقصود موجود "انسان طلسم اعظم است"

و در کلمهٔ نصحیه در لوح احمد پارسی مسطور "ای بندگان اگر در بدائع جود و فضلم که در نفس شما ودیعه گذارده ام مطلع شوید البته از جمیع جهات منقطع شده بمعرفت نفس خود که نفس معرفت من است پی برید و از دون من خود را مستغنی بینید و طمطام عنایت و قمقام مکرمتم را در خود بچشم ظاهر و باطن چون شمس مشرقه از اسم ابهیه ظاهر و مشهود بینید این مقام امنع اقدس را بمشتهیات ظنون و هوا و افکیات وهم و عمی هلاك مگذارید مثل شما مثل طیری است که باجنحهٔ منیعه در کمال روح و ریحان در هواهای خوش سبحان با نهایت اطمینان طیران نماید و بعد بگمان دانه بآب و گل ارض میل نماید و بحرص تمام خود را بآب و تراب بیالاید و بعد که اراده صعود نماید خود را عاجز و مقهور مشاهده نماید چه که اجنحهٔ آلوده بآب و گل قادر بر طیران نبوده و نخواهد بود در این وقت آن طائر سماء عالیه خود را ساکن ارض فانیه بیند- حال ای عباد پرهای خود را بطین غفلت و ظنون و تراب غل و بغضا میالائید تا از طیران در آسمانهای قدس و عرفان محروم و ممنوع نمانید"

مرکز میثاق الهی حضرت عبدالبهاء روح الوجود لتراب عتبته الفداء در طی بیانی میفرماید :-

"انسان مطلع الفجر است یعنی بدایت روز وحدت و هدایت است و انتهای لیل کثرت و ضلالت و مرآت منطبعه از جمیع اسماء متضادهٔ متغایره است و منبع ظهور کل صفات الوهیه و ربوبیه است زیرا عالم انسانی عالم کلمات تامات است این است که میفرماید خلق الله آدم علی صورته ای علی هیئة اسمائه و صفاته".

و حال اگرچه کلمات درریاتی چند برحسب ظاهر مذکور آمد و از فواکه قدسیه نمونهٔ چند مذاق جان را شیرین نموده و از موائد بدیعه لقمه ای چند نصیب گردید ولکن عنقریب چون در سماء بدیع امرالله ستارگان عنایت بفرمان و اجازت منیع ولایت تابان شوند و از افق ایقان سر برزنند و مشاعل باقیهٔ عملهٔ اسرار پرتو انوار از مصابیح هدایت منتشر فرمایند البته بتلاوت و قرآت آیات اکتفا ننموده بمقصود و حقیقت متوجه شوند و گرد شمع هر کلمه پروانه وار الفت دور زنند و پرهای اوهام بآتش عشق بسوزانند که حقایق مالانهایه کشف نمایند و دقائق و رقائق بی اندازه ظاهر فرمایند و بنمود چه نکته های جدیده که خواهند بسنجند و چه اثمار جنیه که از اشجار معانی خفیه خواهند چید و چه لآلی درخشنده که در اصداف قلوب خواهند پرورید و از آنجمله در این میدان

یعنی عرفانِ نفسِ انسانی کہ عینِ عرفانِ نفسِ رحمان است و
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ شاہد این بیان۔
چہ جولانہا خواہند نمود و چہ بسیار از اسرار مکنونۂ حقائقِ اشیاء
کہ مکشوف خواہند ساخت گویا مشاہدہ میشود کہ الفاظ و
کلماتِ بدیعہ خلق خواہند نمود و معانیِ بدیعہ در نغماتِ بوتہ
خواہند سرود و ساقیِ احدیت کاس منیر تشبیہ را کہ لازال
جامِ جہان نمای عالَم بالا بودہ و ہست از شرابہای صافیہ
نورانیہ و مکاشفاتِ بدیعۂ علمیہ لبریز خواہد نمود و حینئذٍ
یشربون المخلصون من کاسٍ کان مزاجہا کافور
الحکمۃ والبیان وھنیئاً لمن شرب رحیق الحیوان
من تیل الطاف ربہ الرحمٰن طوبیٰ للفائزین۔
و شاید در آن ایام کہ علمِ علوم بدیعہ افراشتہ
گردد و انوارِ الہیہ صدورِ مردہ را منور سازد و امتزاجِ ملیحی
کہ از بیانِ مسیحِ آسمانی و کلامِ صریحِ قرآنی در الواحِ حضرتِ رحمانی
حاصل گشتہ کہ میفرماید "در ابتدا کلمہ بود و کلمہ نزد خدا بود
و کلمہ خدا بود" و آیۂ مبارکہ "قُلِ الرُّوحُ من امرِ ربی"
ستارہ جانِ سمای عرفان را باین بیان مشغول سازد کہ انسان
روحِ عالمِ کون است و کلمۂ خدا روحِ انسان۔
و نیز چون تاویلِ بدیعہ کلمۂ "اول ما خلق اللہ العقل"
را در آثارِ فارسیۂ الہیہ ملاحظہ نمایند ندا در دہند کہ انسان
حقیقتِ باقی ایست دارای ہیکلِ نامحدود و روحِ بے نہایت
ہیکلش خرد و روحش عشق است۔
و خلاصہ چون تجلی تامۂ الہیہ را در عالمِ شہود در کمال
جلا و استجلا مشہود ببینند فریاد برآرند کہ انسان لانہایہ ایست
کہ اگر زنجیرِ عشق گردنش را خم نمی ساخت ہیچکس بندگیِ او را
پی نبردہ و تا ابد خدا تصورش می نمود۔
ہمچنین شلہا زنند و داستانہا روایت کنند و گویند
انسانیت درختی است کہ در ہر عصر گلی ببار آرد و از این
گلہای اعصار در ہر دوری میوہ شود و درونِ آن میوہ یک
ہستہ بیش نباشد اما ہمیشہ سہ پوستہ جوانہ آنرا مخفی دارد
و بپوشانند و این سہ را حق و امر و خلق نامند۔
و چون کلامِ مبارک مسیح را بخاطر آورند کہ میفرماید "حق
از برای ظہورِ جواہرِ معانی از معدنِ انسانی آمدہ" باین نکتہ متوجہ
گردند کہ انسان مخزنِ اسراریست آنقدر مرموز کہ خودش
نیز برای درکِ اسرارِ خویش باید آنہا را در عالمِ طبیعت لانہایہ
بصورتِ اشیاء و موجوداتِ خارجیہ مطالعہ کند و ملاحظہ و
مشاہدہ نماید و چہ قدر عظیم و لطیف است این سرِ زندگی۔
و چون سندِ مکاشفات در مضمارِ مفاوضات رانند
مکشوف گردانند کہ انسان جوہر مجردیست کہ از پست ترین
نقاط تا اعلیٰ درجات سیر نمودہ شخصیتِ خویش را یکسان حفظ نماید
و خلاصہ ہر گروہی ببشری پی برد و ہر قومی برازے دمساز
شود و عاقبت اثبات نمایند کہ انسان ارتعاشی است کہ مستقیماً
از مبدأ ابدی ازلی سرچشمہ گرفتہ و مایۂ حرکت را بدنیا انتقال
میدہد و عالمِ امکان را پایندہ نگاہ میدارد و کانون مغناطیسِ
وجود است و سرچشمۂ ہستیِ کائنات (لولاک لما خلقت الافلاک)
و چہ پرسشہا کہ بمیان آید و چہ نکتہا کہ سنجیدہ شود چنانکہ دستہ
متحیرانہ سوال کنند و گویند۔ اگر خاصیتِ سمع و کیفیتِ نموِ الحان
در نفسِ انسان بذاتہ موجود نبود آیا تموجاتِ ہوا را صدائی می بود
و یا اگر خاطرۂ نور در طورِ قلب بنفسہ مشتعل نہ آیا حرکاتِ
اثیریہ را روشنی موجود و در این ہنگام قومی سر برآرند کہ

ممکنات تموجات تند کہ در خارج تشکل مجازی و در انسان وجود حقیقی دارند - و اما آنانکہ با عشق حق آمیختہ اند و جز کلمۃ اللہ ہیچ نیاموختہ پرچمے برافرازند و این کلمات دریات را جلوہ گر سازند کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرمودہ "دُنیا نمایشی است بی حقیقہ و نیستی است بصورت ہستی آراستہ دل باو مبندید و از پروردگار خود مگسلید و مباشید از غفلت کنندگان - براستی میگویم کہ مِثل دنیا مثل سرابی است کہ بصورت آب نماید و صاحبان عطش در طلبش جہد بلیغ نمایند و چون بدو رسند بی بہرہ و نصیب مانند و یا صورت معشوقیکہ از جان و روح عاری ماندہ و عاشق چون بدو رسد لایسمن و لایغنی مشاہدہ نماید و جز تعب زیاد و حسرت حاصل نیاید"

آرے دیر آرزوہا ست کہ علماء و دانایان این نکتۂ بدیعہ را بادقت معانی تشریح خواہند نمود و اثبات خواہند فرمود کہ مغز انسان محل تلاقی امواج مادی و امواج نفسانی است و در آنجا ہر تموج مادی موجب تحریک و ایجاد تموجی مشابہ خود در بحر نفس میگردد و تموجات نفسانی جذب مغناطیس معنوی نمودہ یعنی محاط در انوار روحانی شوند و لباس ابدیت پوشند و در این میان اثرات حقیقی مشابہ آن ارتعاشات مجازی اولی بر جای گذارند و جلوہ گر سازند و در این حین آشکار گردد کہ ہمہ نسبتی کہ بین ارتعاشات انعکاسی و حقایق نفسانی است عیناً بین انسان و مشیت الہی است۔

(بقیہ دارد)

عبداللہ فاضل

ترجمہ
کتاب بہاءاللہ و عصر جدید

در لغات اُردو - ہندی - سیندھی و بنگالی در تشکیل بوکستال موجود و قیمت آن مانند تسہیل جلدی یکروپیہ است و اصل کتاب کہ در لغت انگلیسی و از چاپ امریک است - قیمتش دو روپیہ است توسط منشی لجنۂ نشر نفحات اللہ کارنر ہاوس پریڈی روڈ کیمپ کراچی - طلب نمائید

تقویم بدیع

خاطر احبائیکہ تقویم جدید سنہ ۹۸ بیانی را خریداری نمودہ اند بیک اشتباہ کہ بواسطۂ کاتب مطبع بعمل آمدہ متوجہ میدارد۔

صعود حضرت بہاءاللہ
۱۳ سیزدہ شہر القدرة غلط
و باید
سیزدہ ۱۳ شہر العظمة صحیح باشد

دُرِ نایاب

قرۃ العین وقتی اشعارِ ذیل را سرود

که یکی از علمای ایران "ملا علی کنی" در حضور ناصر الدین شاه انکارِ فصاحت و بلاغتِ قرۃ العین را نموده میگفت اشعار و غزلیاتِ قرۃ العین اکتسابی و از گفتهٔ دیگرانست نه از طبع و فطرتِ خودش لهذا ناصر الدین شاه قرۃ العین را از زندان بایوان خواست و حکم نمود که اشعاری بمناسبتِ آن مجلس بگوید امینست که در این شعر اشاره می کند

محتسب است و شیخ و من صحبتِ عشق درمیان — باچه کنم مجابشان پخته یکی و خام دو

محتسب اشاره بشاه است و شیخ ملا علی کنی —

خال بکنج لب یکی طرهٔ مشک فام دو — وای بحالِ مرغ دل دانه یکی و دام دو

و از رخ و زلفت ای صنم روزِ من است همچو شب — وای بحالِ زارِ من روز یکی و شام دو

محتسب است و شیخ و من صحبتِ عشق درمیاں — باچه کنم مجابشان پخته یکی و خام دو

کشتهٔ تیغِ ابرویت گشته هزار همچو من — بستهٔ چشمِ جادویت میم یکی و لام دو

گاه بخوان سگِ درت گاه کمینه چاکرت — فرق بمن نمی کند بنده یکی و نام دو

توضیح از قارئین محترم استدعا میشود از نقل و طبع اشعارِ فوق خود داری نمایند و در هیچ یک از نشریاتِ هندوستان طبع نکنند تا تاریخ و غزلیاتِ حضرتِ طاهره که در ایران مشغول جمع آوری آن هستند تماماً بدست آید"

(مدیر)

شهادت مستشرقین و دانشمندان دربارهٔ امر بهائی

از مازاریک رئیس جمهور سابق چکوسلواک

بکار خویش ادامه دهید در نشر این تعالیم نوع پرورانه بکوشید و منتظر نشوید که سیاسیون عالم را اصلاح کنند. سیاسیون به تنهائی قادر بر استقرار صلح و سلام نیستند ولی مهم است که امروزه رجال عالم و مصادر امور شروع نموده اند در اطراف این تعالیم صلح آمیز بحث کنند. این تعالیم را به رجال سیاسی کلیه ها، دار الفنونها و سائر مدارس ابلاغ کنید و همچنین در اطراف آن لوایح و مقالات بنویسید زیرا بسبب قیام نفوس صلح بین المللی تحقق خواهد یافت

(در ضمن مصاحبه با یکی از جریده نگاران بهائی امریکا در پراگ ۱۹۲۸ء)

بقلم آرشدوشس آنتن اطریش

آرشدوشس آنتن اطریش که قبل از ازدواج ایشان والا حضرت شاهزاده خانم الیانا می رومانی بوده در ضمن ملاقاتی با مارتا ال. روت در ۱۹ ژوئن ۱۹۳۴ء در وین اعلانی بامضمون از برای درج جلد خامس کتاب عالم بهائی مرقوم نمود "من نهضت بهائی را دوست دارم زیرا سبب الفت و التیام تمام ادیان است و مروج این تعلیم که علم و دین هر دو از خدا است و منظور حقیقیش صلح و سلام میباشد."

بقلم دکتر هربرت آدمس جیبونز مورخ امریکائی

من در روی میز خود سه قسمت از پیام حضرت عبد البهاء را راجع باصلاح نوع بشر و تعدیل اوضاع اجتماعی نگاه داشته و مکرراً مطالعه نموده ام. بطور کلی از آن بیانات مستفاد میشود که تنها راه اصلاح عالم منوط و مربوط بمتابعت این تعالیم است و اگر ما این دستور را بکار بندیم حقیقةً دارای نظمی کامل و بدیع خواهیم شد.

(ترجمه) "اخلاق و طبائع نفوس باید تغییر کند دارویی جدید و علاج تازه از برای حل مسائل بشر اختیار شود و افکار و آمال تغییر یافته تابع اصلاح عالم گردد." این سه جمله حقیقةً تمام اصلاحات و سعادت جامعه را در بر دارد. (نقل از مراسلهٔ شخصی مورخه ۱۸ مه ۱۹۳۴م)

والاحضرت شاهزاده خانم اولگای یوگوسلاوی

والاحضرت شاهزاده خانم اولگا خانم والاحضرت شاهزاده ریجنت پول یوگوسلاویه که دختر والاحضرت شاهزاده نیکلای یونان و دختر عموی اعلیحضرت کینگ جورج دوم پادشاه یونان است بی اندازه بدیانت و معارف علاقمند میباشد. نوع دوستی و محبت فوق العاده والاحضرت شان نسبت بعموم در ضمن چند کتاب و مجلهٔ انگلیسی و همچنین در مطبوعات بالکان بنحو جالبی تبیین شده.

این شاهزاده خانم نیک اختر در ششم ژانویه ۱۹۳۶ء در ویلای دلربای خویش در تل توپاسی دور در بلگراد چنین اظهار داشت "من تعالیم بهائی را از برای معارف دنیا و صلاح عالم دوست دارم." نهضت بهائی و

جمعیت جوانان مسیحی که در هر دو پروگرام‌شان الفت و اتحاد و احیان است در نظر من بسیار محبوب میباشند بدون الفت و اتحاد هیچکس نمی تواند بخوشی و مسرت زیست کند. اگرچه والاحضرت خودشان شاهزاده خانم اند ولی همواره این اصل مهم را تائید می کنند که هر کس باید باکمال سعی کار خویش انجام دهد از بیانات والاحضرت است که "هر یک از ما برای منظور معینی باین عالم آمده‌ایم و طبایع بشری بسیار مستعد و مایل است از خدا و دین غفلت نموده و فراموش کند که حق جل جلاله در همه حال حاضر است من از صمیم قلب نهایت موفقیت را از برای نهضت بهائی در سبیل اجرای مقاصد و نوایای عالیه‌اش سائل و آرزومندم."

بقلم اوجن رگلیس

(نقل از کتاب کوسموتاپولیس طبع ۱۹۳۵ صفحه ۱۰۸-۱۰۹)

در این صفحات تاکنون شمه‌ای از دیانت بهائی ذکر شد بدون آنکه تعالیم این امر و پروگرام عملی آن تبیین گردد. تعالیم امر بهائی و افکار دینی این آئین موافق با منظور حقیقی و مقصود واقعی علم اجتماع است و باید با امعان نظر و فکر روشن و باز در این تعالیم دقت کنیم. مؤسسین این امر دین و علم را که سابقاً در ادیان معارض یکدیگر بوده اند با بصیرت معنوی باهم وفق داده و بسیاری از نفوس بشر را قوه تحمل و بردباری و نظر خویش بینی در امور بخشیده اند. حضرت عبدالبهاء در سال ۱۹۱۲ع در واشنگتن فرمودند :-

(ترجمه) "عالم انسانیت تاحال در مرحله صباوت بود. اکنون قدم بعالم بلوغ گذارده."

کیست که در بحبوحه این همه خصومت و وبال و بغض و عناد ملی و اجتماعی که عالم بشریت را فرا گرفته بتواند حکم بر ترقی جامعه انسانیت نماید. منادی این بیان شخصی از اهل مشرق زمین است که ما غربیان متکبر و خودبین و اهل شک و ارتیاب را باین حقیقت متوجه داشته اینک خوبست ملاحظه کنیم در آلمانیای عیسوی و ایتالیای که بواسطهٔ اصول فاشیسم در تحت فشار و تهدیدات قرار گرفته و یا نظر به رویه دیکتاتوری سیاسی بحال فلج مبتلا گشته است منظره‌ای نظیر آنچه اوگست فورل سویسی از قول سر اگ انگلیسی نقل کرده که در برمانی و هندوستان مشاهده نمود جماعتی از بودائیان و مسلمین و مسیحی یهود چون برادر و پدر بازو به بازوی یکدیگر داده در کمال انس و الفت باهم مشی مینمودند و این مسئله سبب تعجب و تحیر فوق العاده نفوس بود که تاکنون نظیر آن مشاهده نشده"

بقلم آرثور هندرسن

(نقل از مراسله‌ای مورخه ۲۶ ژانویه ۱۹۳۵)

من جزوه معروف به "نظم جدید عالم" اثر خامه حضرت شوقی افندی را زیارت نموده‌ام در این توقیع با بیان بسیار فصیح و بلیغ اصول عقائدی که همواره نسبت به نهضت بهائی شنیده ام مرقوم گشته اینک باکمال میل صمیمیت کامل خویش را نسبت به احساساتی که در سبیل وحدت عالم انسانی ابراز میشود و به تعالیم بهائی مسطور تقدیم میدارم.

بقلم پروفسور دکتر وی لسنی

امروزه اوضاع تغییر کرده است و عوامل کنونی سد موانع و مشکلاتی را که بسبب تفرقه ملل از یکدیگر شده درهم شکسته . عالم محتاج به استمداد از قوه ایست عظیم و روحانی که سبب وحدت انسان و جهت جامعه ارتباط بشر باشد و من معتقدم که دیانت بهائی دارای چنین

قوه و اثر است و باین درجه از موفقیت نائل خواهد شد و تا آنجا که از تعالیم حضرت بهاءالله اطلاع دارم و در این عقیده ثابت وصول این موفقیت را حتمی و یقین میدانم ..... در بین بشر مصلحین وجود داشته و حضرت بهاءالله ناجی و مصلح قرن مسیم اند - همه چیز باید باساس دموکراسی پیروی شود و اخوت بین المللی بین ابناء انسان محکم و استوار گردد اول باید بخود اعتماد نمود و بعد بسایرین - و راه وصول این مقصود تربیت روحانی داخلی است که تحقق آن فقط در ظل دیانت بهائی ممکن است.

من هنوز بعقیدهٔ چهار سال قبل هستم که نهضت بهائی بهترین اساس و پایهٔ خیرخواهی و محبت بین المللی است و حضرت بهاءالله خالق و موجد رابطهٔ ابدی بین شرق و غرب هستند ...... تعالیم بهائی دیانت زنده فلسفهٔ پاینده است .....

من دیانت مسیحی را توهین نمیکنم زیرا در اروپا وظائف مهمه در سبیل تربیت نفوس انجام داده است ولی در شریعت مسیح فعلاً بسیاری از اصول تعبدی و اوهام وجود دارد ...... دیانت بودا از قرن ششم قبل از میلادی برای هند بسیار نافع بود و تعالیم حضرت مسیح از برای عالم مفید بوده است ولی از آنجا که در عقول و افهام بشر ترقی حاصل شده نباید فیوضات و هدایت الهی متوقف گردد است که دیانت بهائی دنبالهٔ سیر ترقی و تکامل ادیان الهیه است.

بقلم شاهزاده خانم ماری انتوانت دبروگلی اوسناک

در این زمان که بنظر میاید عالم انسانیت از خواب عمیق برخاسته و بصرافت طبع فهمیده یا باجبار خود را برای زندگی در عوالم روحانی آماده مینماید نوع انسان بدلالت و راهنمائی علم و کمال در صدد تحری و طلب امدادات غیبیه و جهان نامرئی است.

هیچگاه جامعهٔ بشریت باین اندازه گرفتار محن و آلام دینی و شدائد و اختلافات مذهبی نبوده.

اینک نوع انسان در حال تکامل عظیم خویش حاضر و مستعد است پیام جانفزای حضرت بهاءالله را که منادی موافقت و التیام است قبول نماید این تعالیم ما را از روش قدیم تفرقه و اختلاف بآئین جدید توافق و ائتلاف دلالت مینماید چندانکه در ظل این تعالیم استعداد و قابلیت خواهیم یافت امواج روحانی متصاعد از عالم بالا و جهان پنهان را که نافذ در جمیع کائنات و محیط بر حدود و ثغور عالم انسان است جذب نمائیم.

هر جنگ و ستیزی که با تمایلات و اهوای خویش میکنیم حقیقةً پرده ای از دستگاه ناموزون خود که جهان مرئی ما را از عالم نامرئی جدا میسازد بر داشته و دستگاه خود را حاضر و مهیا نموده ایم با طول امواج عالم نامرئی که مخالف با نغمات عالم خلقت است تطبیق دهیم.

در عالم ایجاد آنچه از طبیعت مستقیماً بما میرسد نیکوست و موافق و مطلوب و ما را شایسته چنانکه آهنگ موزون جمیع اشیاء را در جمیع احوال مراعات نمائیم و بوسیلهٔ دستگاهی قادر بر اذاعهٔ آهنگ خوش روح و فواد و بهمان نوای جانفزا را در کافهٔ موجودات برآریم و در راه وصول بمعارج ترقی و کمال و اوج عالم انسانیت خویش را باهتزاز آورده رابطه بین ماضی و استقبال قرار دهیم.

در آئین حضرت بهاءالله که ظهور کلی الهی در عصر حاضر بشری است و با همان قوهٔ معنوی و شور قدسی که در حضرت مسیح جلوه نمو ظهور کرده است اساس دیانت و طاعت که با موافق با شریعهٔ حضرت مسیح است مناسب با نموع و تکامل کنونی عالم و در [illegible] گذشته.

ماہنامہ
پیامبر دہلی

جلد دوم | جولائی سنہ ۱۹۴۱ع | نمبر ہفتم

الٰہی الٰہی

اے میرے خدا! اے میرے خدا!

سراجِ امرت را بدھنِ حکمت برافروختی از اریاحِ مختلفہ حفظش نما

تو نے اپنے امر کے چراغ کو حکمت کے تیل سے روشن کیا۔ اُسے مختلف ہواؤں سے بچا۔

سراج از تو زجاج از تو اسباب آسمان و زمین در قبضۂ قدرتِ تو

چراغ تیرا ہے فانوس تیرا ہے آسمان و زمین کے اسباب سب تیرے قبضۂ قدرت

اُمرا را عدل عنایت فرما و عُلماء را انصاف توئی آں مقتدر کہ بحرکتِ قلم

میں ہیں۔ امیروں کو عدل عنایت فرما اور عالموں کو انصاف عطا فرما۔ تو ہی وہ صاحب اقتدار ہے کہ تو نے

امرِ مُبرمت را نصرت فرمودی و اولیاء را راہ نمودی توئی مالکِ قدرت

قلم کی حرکت سے اپنے قطعی امر کی تائید و نصرت فرمائی ہے اور اپنے دوستوں کو راہ دکھائی ہے۔ تو ہی ہے

و ملیکِ اقتدار لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْمُخْتَار

قدرت کا مالک اور اقتدار کا بادشاہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں تو غالب و مختار ہے۔

(ادعیۂ محبوب)

حقیقتِ دین

دُنیا میں جس قدر علوم فنون موجود ہیں اُن سب میں علمِ دین سب سے زیادہ بلند مقام رکھتا ہے۔ اور علمِ دین میں سب سے اہم اور اعلیٰ چیز یہ ہے کہ دین کی حقیقت معلوم کی جائے۔ کیونکہ اگر ہمیں دین کی حقیقت معلوم نہ ہو تو ہم اسکے متعلقات سے کیا بحث کر سکتے ہیں اور خود اس کے بارے میں کیا سمجھ سکتے ہیں؟ جب تک ایک چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو ہم اُس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

دین کے لفظی معنی زبانِ عرب میں معاملہ یعنی باہمی سلوک ہیں۔ عربی میں یہ فقرہ مشہور ہے "کَمَا تَدِینُ تُدَانُ" (تم جیسا معاملہ کروگے ویسا ہی معاملہ تم سے کیا جائے گا) "فَدِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوْا" ہم نے ان سے ویسا ہی معاملہ کیا جیسے انھوں نے ہم سے کیا تھا۔ دین سے مُراد اطاعت اور جزا بھی ہے۔ اسی لئے خدا کے احکام کی طاعت کو دین کہتے ہیں۔ یہ تو لُغوی لحاظ سے دین کے معنی ہوئے۔

اب آئیے ہم دین کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں خداوندِ عالم اپنے کسی مقدس پیغمبر کے ذریعے جو احکام بندوں کو دیتا ہے اُن پر عمل کرنا دین ہے۔ یعنی خدا کا معاملہ خلق سے اور خلق کا معاملہ خدا سے۔ خدا کی طرف سے یہ معاملہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی خلق کو اپنے احکام کی بجا آوری کا حکم دیتا ہے۔ خلق کا معاملہ خدا سے یہ ہوتا ہے کہ خلق احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہوتی ہے یا نافرمانی کرتی ہے۔ پھر خدا اور خلق کے درمیان یہ معاملہ ہوتا ہے کہ جو بندہ احکامِ الٰہی کو پورا کرتا ہے خدا اُس کو اچھا بدلہ دیتا ہے۔ جو بندہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی کرتا ہے خدا اُس سے یہ معاملہ کرتا ہے کہ اُسے سزا دیتا ہے

یہ معاملہ ایک قدرتی عمل ہے جو پورے لزوم کے ساتھ جاری ہے۔ فطرت میں خداوند عالم نے تاثیر اشیاء کا قانون رکھا ہے۔ زہر کھانے سے آدمی مر جاتا ہے۔ صحت افزا غذائیں کھانے سے تندرست ہوتا ہے۔ راحت و آرام کے اسباب سے خوش ہوتا ہے۔ تکلیف اور زحمت کے اثر سے محزون و مغموم ہوتا ہے۔ جیسے خدا کا یہ قانون عالمگیر ہے ویسے ہی فطرت انسانی کے دوسرے پہلو کا قانون ہے جو انسان کی روحانیت یعنی دل و دماغ کی نورانیت۔ عادات و اخلاق کی نیک تربیت سے متعلق ہے۔ فطرتِ انسانی کی ایسی تربیت جس سے وہ بہترین انسان بن کر تمام لوگوں سے اچھا معاملہ کرتا ہے۔

جس طرح چیزوں اور بوٹیوں میں تاثیرات ہیں اسی طرح نیک و بد اعمال میں تاثیرات ہیں۔ ہر ایک عمل اول عامل پر اثر کرتا ہے۔ پھر دوسرے لوگوں پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ اچھے عمل کے اچھے اثرات اور بُرے عمل کے بُرے اثرات ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے کسی کا ادب و احترام کیا اور شیریں زبانی کی بات چیت کی تو پہلے خود ایسا کرنے والے کا دل مسرت محسوس کرتا ہے۔ پھر جس سے یہ معاملہ کیا گیا اُس کو خوشی حاصل ہوتی ہے پھر تمام حاضرین اور متعلقین اس سے اچھا اثر لیتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی بے عزتی کرے اور سخت کلامی سے پیش آئے تو سب سے اول ایسا کرنے والے کے دل پر غم و غصہ کی لہر چلتی ہے۔ پھر جس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا اسے تکلیف ہوتی ہے۔ پھر تمام دیکھنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کو دکھ پہنچتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھے اور برے اعمال کے اثرات لازمی چیز ہیں۔

تاثیرِ اعمال کا یہ پہلو تو ایک عام مشہود و محسوس چیز ہے ہم ذرا اور گہری نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ نظر ہے جو تمام پیغمبروں کی تعلیمات میں ہمیشہ قائم رکھی گئی ہے۔ پیغمبر جو روحانی پہلو سے فطرتِ انسانی کے علوم و اسرار کے ماہر اور امراضِ روحانی کے طبیب و معالج ہوتے ہیں، انھوں نے دنیا کو بار بار یہ سمجھایا ہے کہ جیسے جسم کے لئے جان اصل چیز ہے جس سے جسم قائم ہے ویسے ہی روحِ انسان کی جان قوتِ ایمان ہے۔ ایمان جامع لفظ ہے جس میں یہ پورا مضمون آگیا کہ انسان تمام احکامِ الٰہی پر عامل ہے۔ اور ساری مخلوق سے اچھا معاملہ کرتا ہے جس سے انسان کی ذاتی تکمیل ہوتی ہے اور وہ بلند درجاتِ انسانیت حاصل کر لیتا ہے جو انسان کی زندگی کا ثمر اور مقصد ہیں۔ یہ ثمر و مقصد دین کے ذریعے ہی حاصل ہوتے ہیں۔

عمل بذاتِ خود ایک اثر رکھتا ہے، وہ عامل کو زندگی اور بہتری عطا کرتا ہے یا موت و ہلاکت میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے خدائی قانون یا دینِ حق کہنا بجا ہے۔ مگر اکثر لوگ اس بات کو مبالغہ یا استعارہ قرار دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اثرِ اعمال کوئی یقینی بات نہیں۔ جس شخص کے باطن میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اثرِ اعمال کوئی حقیقی چیز نہیں وہ بدعملی میں دلیر ہوتا ہے۔ پیغمبروں کی باتوں کو صرف بیوقوفوں کے ڈرانے کا ایک بہانہ سمجھتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پیغمبروں کی باتوں میں کوئی مبالغہ یا بناوٹ نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ حقائقِ اشیاء سے واقف نہیں وہ یقین نہیں کرتے۔ پیغمبر کہتے ہیں کہ جیسے سڑے ہوئے مردار کا گوشت کھانے سے انسان کی صحت خراب ہو جاتی ہے ویسے ہی غیبت کرنے سے انسان کی روحانی صحت یعنی دل کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ ہر گناہ ایک زہر ہے۔ جو انسان کو مسموم کر کے ہلاک کر دیتا ہے، اس قسم کی باتیں سن کر اہل حجاب کہتے ہیں کہ یہ باتیں سب فضول ہیں۔ دیکھو فلاں آدمی اتنے اتنے گناہ کرتا ہے پھر بھی اسے کوئی ہلاکت نصیب نہیں ہوئی۔ اس اعتراض میں بھی بڑا حصہ بے فہمی کا ہے۔ یعنی پیغمبر نے کہا کہ برے عمل سے انسان ہلاک ہوتا ہے اور ہلاکت سے اس کا مقصد انسان کی حقیقتِ انسانیت کا ضائع ہونا ہے۔ مگر معترض نے فوراً کہہ دیا کہ فلاں آدمی نے بڑے بڑے گناہ کیے مگر اس کا کچھ بھی نہ بگڑا۔ بات یہی ہے کہ پیغمبر حقیقتِ انسانیت کے بننے اور بگڑنے کا ذکر کرتے ہیں۔ لوگ اس امر کو سمجھنے کی بجائے صرف ظاہری بربادی ہی کو مدنظر رکھتے ہیں اگر دل کی آنکھیں کھل جائیں تو ہر گناہ گار گناہ کے وقت ہی چیخ پڑے اور جس طرح سانپ کے ڈسنے اور بچھو کے ڈنک مارنے سے انسان فوراً بلبلا اٹھتا ہے اسی طرح گناہ کے خیال سے ہی بلبلا اٹھے۔ اور اگر گناہ سرزد ہو جائے تو گناہگار اس قدر گھبرائے کہ رونے اور سر پیٹنے لگے بلکہ بسا اوقات پہاڑوں اور جنگلوں کو بھاگ جائے۔

انسان ظاہری اثرات کے ماننے پر تو مجبور ہے۔ مگر باطنی اثرات کا احساس بہت کم آدمیوں کو ہوتا ہے۔ قانونِ قدرت کے مطابق ہر باطنی اثر کا نتیجہ ظاہر میں بھی ملتا ہے۔ لیکن جو شخص ایسے اعمال کے سلسلہ کو پوری توجہ سے دیکھتا رہے اور اعمال کے نتائج پر

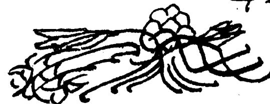
غور کرتا ہے تو یہ بھید کھل جاتے ہیں۔

پیغمبروں نے یہ حقائق لوگوں کو خوب سمجھائے بلکہ اپنی باطنی بصیرت کا اثر لوگوں پر ڈال کر انھیں مشاہدہ کرا دیا کہ گناہ زہر ہے۔ گناہ بیماری ہے۔ گناہ تباہ کاری ہے۔ گناہ موت و ہلاکت ہے۔ اور نیکی زندگی ہے۔ نیکی صحت و طاقت ہے۔ نیکی آزادی و راحت ہے۔ جیسے غذاؤں کا اثر انسان پر ہوتا ہے۔ ویسے ہی نیکی، بدی کا اثر ہوتا ہے۔ یہ اثر جو خوبی اور خوشی پیدا کرتا ہے وہ عمل کی اچھی جزا ہوتی ہے اور جو خرابی اور پریشانی لاتا ہے وہ برے عمل کی سزا ہوتی ہے۔

خدا کا یہ معاملہ منظم اور مسلسل عالمِ خلق میں جاری و ساری ہے۔ اسی حقیقت کو دلوں میں جاگزیں کرنے کے لئے پیغمبر آتے ہیں۔ اور وحی و الہامِ الٰہی اس حقیقت کو واضح اور موثر طریق پر بیان کرتا ہے جس سے لوگ اصلاحِ اعمال کرتے ہیں۔

بہرحال دین کیا ہے؟ — ایک قانون جس سے انسان کی ہستی اور زندگی وابستہ ہے۔ دین ایک علم ہے جو انسان کو صحیح راہِ عمل بتاتا ہے۔ دین، خدا کی بادشاہت کا نام ہے جہاں ہر ایک کو اس کے کام کا پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ دین کیا ہے؟ ایک کاشتکاری ہے۔ اچھے دانے بو کر اچھے پھل، برے دانے بو کر برے پھل ملتے ہیں۔ دین ایک تجارت ہے جس میں ایماندار نفع اٹھاتے ہیں اور بے ایمان گھاٹے میں رہتے ہیں۔

دین ایک زندہ طاقت ہے جس کے مظاہر ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ دین کے قالب بدلتے رہتے ہیں مگر روح ازلی، ابدی اور واحد ہے۔



اس لڑائی کا انجام کیا ہوگا؟

مختلف حکومتوں کی لڑائی بڑے زور سے ہو رہی ہے۔ ایک جہنم ہے جو بھڑک رہا ہے۔ روزانہ بے شمار نقصانات ہو رہے ہیں تباہی و ہلاکت کا دور ہے جو بری طرح فضا کا چکر چلا رہا ہے۔ آج تک دنیا کی آنکھ نے ایسی تباہ کاری کبھی نہ دیکھی تھی۔

لوگ پوچھتے ہیں کیا اس حالت سے بھی بدتر حالت ہونے والی ہے؟ ہاں واقعی بد سے بدتر حالت ہونے والی ہے۔ ایسی کہ دنیا گھبرا اٹھے گی۔ دنیا بھر کے رہنے والے تھرتھرا اٹھینگے۔ کپکپائینگے روئیں گے اور کہیں گے کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ کوئی ملک نہ بچیگا۔ کوئی قوم نہ بچیگی۔ سب دکھ پائینگے اور حیران ہو ہو جائینگے۔ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔

یہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ دنیا والوں نے قانونِ قدرت کو توڑ دیا۔ قدرت نے ان کی قوت کو توڑ دیا۔ لوگوں نے دین کو چھوڑ دیا۔ خدا نے انھیں بیابانِ ہلاکت میں چھوڑ دیا۔ خدا نے کہا صلح اور محبت سے رہو۔ لوگوں نے دشمنی اور عداوت پر کمر باندھی۔ دستِ قدرت نے ان کے دلوں کی آگ کو آتشیں گولوں کی شکل میں انھیں پر برسا دیا۔ خدا نے فرمایا لڑائی اور فساد سے الگ رہو۔ لوگوں نے زور شور سے لڑائی شروع کر دی۔ اب نافرمانی کی سزا مل کر رہے گی۔

اسی کی خبر یسعیاہ نبی کی معرفت خدا نے یوں دی تھی کہ میں آخری زمانے میں تم پر آسمان سے آگ اور گندھک برساؤنگا۔ اور دھوئیں کے ستون، یعنی یہی آتشیں گولے

اور طرح طرح کی زہریلی گیس جو پہلے دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور اب موجودہ لڑائی میں وہ سب موجود ہو کر ہلاکت پھیلا رہی ہیں۔

قانونِ قدرت ہے کہ بیج سے ہی پھل بن جاتا ہے۔ نافرمانی ایک بیج ہے جس کا پھل عذاب کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے۔ خدا نے صلح و محبت سے رہنے کے لئے انسان کو پیدا کیا۔ انسان نافرمانی کر کے جنگ و فساد کرنے لگا۔ اب یہی جنگ و فساد انسان کے لئے عذابِ الیم بن کر اُسے فنا کر دیگا۔

یاد رہے کہ قدرت کی طرف سے عذاب بھی ایک تنبیہ ہے جسے پاکر انسان ہوشیار ہو جائے تو نہایت ہی اچھا ہو کاش اس جنگ کے عذاب سے دنیا ہوشیار ہو کر سنبھل جائے اور ہر قسم کے فساد و تعصب کو چھوڑ دے اور خدا کا کہنا مان کر اتحاد و محبت کی زندگی اختیار کرے۔ اگر دنیا اس تازیانۂ الٰہی سے بھی ہوشیار نہ ہوئی تو انجام بہت دردناک ہوگا۔

حضرت مسیح کے فرمانے کے بموجب موجودہ جنگ ہلاکت ایک قدرتی کارروائی ہے۔ جیسا کہ جب فصل پک جاتی ہے تو کسان درانتی لے کر کھیت کاٹ ڈالتا ہے اور دائیں چلاتا ہے۔ دانے جمع کر کے رکھ لیتا ہے اور بھوسا جلا دیتا ہے۔ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آخری وقت میں ایسا ہی ہوگا۔ سو یہ وہی وقت ہے جس کی خبر حضرت مسیح نے دی تھی۔ دستِ قدرت کی درانتی بڑے زور سے چل رہی ہے۔ لیکن کیا اس کارروائی کا نتیجہ نوعِ انسان کی بربادی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اس کے بعد صلح و سلامتی کا وقت یقیناً آئے گا۔ جس کی خبر بھی پاک کتاب میں آئی ہے۔

مذاہب کانفرنس، پال گھر

۳۱ مئی اور یکم جون کو پال گھر علاقہ بمبئی میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی مقامی معززین نے بھی نہایت دلچسپی سے حصہ لیا۔ یہ کانفرنس بہائی احباب بمبئی کے انتظام سے ہوئی تھی۔ ہندو، بودھ، زرتشتی، یہودی، مسیحی، مسلمان اور بہائی سب محترم نمایندوں نے مفصل تقریریں فرمائیں۔ نہایت سنجیدگی سے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا کسی نے کسی دوسرے کے مذہب پر کوئی حملہ نہیں کیا۔ سامعین میں بھی ہر قوم کے افراد تھے سب نے نہایت سکون و اطمینان سے تمام لکچرز سنے۔ دوسرے دن بہائی بچوں نے ایک ڈرامہ کیا جس میں دکھایا گیا کہ تمام مذاہب کے لوگ آپس میں بات چیت کر کے حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ اور آخرکار اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حقیقت ایک ہے۔ اور بہائی پیغام سب کے لئے اتحاد کا مرکز ہے۔ اس لئے وہ سب آپس میں مل جل کر متحد ہو جاتے ہیں پھر صلح و اتحاد کا نغمہ گایا جاتا ہے۔

کانفرنس کے اوّل و آخر مناجات پڑھی جاتی تھی۔ کانفرنس خوشی اور مسرت کے ساتھ شروع اور ختم ہوئی۔

اس کانفرنس کے لئے جو پیغامات باہر سے موصول ہوئے اُن میں مہاتما گاندھی۔ گورنر صاحب بہادر بمبئی۔ مسٹر جیکر۔ آرچ بشپ آف بمبئی۔ مسٹر وکیل پریذیڈنٹ نیشنل بہائی اسپرچول اسمبلی کے پیغامات تائید و توفیق اور اظہارِ مسرت سے متعلق نہایت قابلِ قدر تھے۔

مدیر پیامبر اس کانفرنس سے فارغ ہو کر دو روز کے لئے بمبئی گئے۔ جہاں برادرانِ روحانی کی ملاقات سے نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ پال گھر میں تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ اچھے نتایج کی امید کی جاتی ہے:-

سرزمینِ چہار دین

(ترجمہ مقالہ حضرت روحیہ خانم)

آج ہفتہ کا دن ہے جس وقت ہم مسجد سلیمان کی شکستہ دیوار کے سامنے کھڑے ہیں اور یہودیوں کے اس معبد کی ویرانی و شکستہ حالی اور ان کی قومی تباہی و بربادی، ذلت و بیچارگی کو حیرت و استعجاب کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ جرمنی و فلسطین و ہمدان کے یہودیوں کی بھی بالکل یہی حالت ہے۔ ایک بوڑھی کھوسٹ عورت اس شکستہ دیوار کے برابر پتھر پہ ہاتھ پھیر رہی ہے اور ہاتھ پھیرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو چومتی ہے۔ دوسری عورتیں زار و قطار رو رہی ہیں۔ یہودی مرد بھی اس دیوار ناہموار پر ناصیہ فرسا ہیں اور یہودی علماء دعا خوانی کے وقت نہایت شوق کے ساتھ دائیں بائیں کو جھکتے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھ ملا کر ایک خاص جذبے کے ساتھ بھینچ لیتے ہیں۔

یہ حالت دیکھ کر ہماری نگاہوں میں ان کی گذشتہ شان و شوکت کی تصویر پھر جاتی ہے۔ چند پرانے ٹاٹ پٹ کے لوگ بھی موجود ہیں جن کو دیکھ کر قدیمی شہر بابل کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ غرض کوئی شخص اگر یہاں آکر دیکھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ یہودیوں کا گذشتہ اعلیٰ تمدن و عروج۔ شریعت موسویہ کی ضیا افشانی اور قدیمی جاہ و جلال اس وقت دیوارِ گریہ کے قریب ایک مجسم مصیبت کی شکل میں موجود ہے۔

اس روح فرسا منظر کو دیکھ کر قدرتی طور پر انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس مصیبت زدہ قوم کی اس ذلت و رسوائی اور ہلاکت و بربادی کا اصل سبب کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ یہودی جاہ و جلال کے آسمان پر ذلت و ادبار کی گھٹائیں چھا جانے کے بعد سے اب تک کئی پیغمبر مبعوث ہو چکے جنھوں نے اپنی روشن تعلیمات سے تمام عالم انسانی کو منور کیا۔ ان پیغمبروں میں سے ایک حضرت مسیح تھے جن کی آمد کی خبر انبیائے بنی اسرائیل بار بار دے چکے تھے۔ آج سے دو ہزار سال قبل ان کا ظہور ہوا۔ مسیح کون تھے؟ انبیائے بنی اسرائیل کے بیانات کے مطابق وہ بادشاہ یہود تھے۔ لیکن جس وقت ان کا ظہور ہوا تو فوراً یہودی علماء چلا اٹھے کہ "اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر"۔ خیر یہ تاریخ کا ایک تلخ ترین واقعہ تھا جو گذر گیا۔ مسیح سے چھ سو سال بعد حضرت محمدؐ کا ظہور ہوا۔ انھوں نے خدا کی طرف سے یہودیوں کو پیغام دیا لیکن یہودیوں نے آپ کا پیغام ماننے سے انکار کر دیا۔ اس لئے ۱۲۶۰ھ میں ایک اور آسمانی منادی کا ظہور ہوا۔ یعنی حضرت باب نے ایک مرتبہ پھر یہودیوں کو متوجہ کیا۔ لیکن یہودی اب بھی متاثر نہ ہوئے۔ ۱۹ سال بعد حضرت بہاء اللہ نے ندائے الٰہی بلند فرمائی۔ لیکن یہ قوم ابھی تک اپنی گم شدہ عظمت پر ماتم کر رہی ہے اور شب و روز رو رو کر دعائیں مانگتی ہے کہ خدا یا مسیح کو بھیج دے۔ اس حالت کو

دیکھکر انسان لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔ گویا یہ قوم آج سے چار ہزار برس پہلے کی دُنیا میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ یعنی دینِ جو جوہرِ حیات ہے چار مرتبہ دنیائے انسان کو منوّر کرنے کے لئے تازہ کیا گیا۔ لیکن غافل قوم آج سے چار ہزار سال پہلے کے زمانہ کو چاہتی ہے۔

غرض ہم دیوارِ گریہ کے قریب کھڑے ہوئے۔ اِن خیالات میں غرق تھے کہ یہودی عُلماء نے ہم کو علیحدہ ایک طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ نماز کے لئے اندر جاتے وقت اُن کا دامن ہمارے کپڑوں سے مس ہو کر کہیں نجس نہ ہو جائے۔ اُن کے چہروں سے بے انتہا تعصب ٹپکتا تھا۔ جس کو دیکھکر ہمارا خیال ہوا کہ آج کی دنیا میں اِس تعصب کیلئے کہیں جگہ نہیں۔ آج نہیں تو کل اِس کا خاتمہ ضرور ہو کر رہیگا۔

یہاں سے ہم روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ میں ارادہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح کے مزارِ مقدس پر بھی جانا چاہئے۔ چنانچہ ہم اس کلیسا میں پہنچے جس میں مزارِ مسیح ہے۔ ہم ایک تاریک کمرہ میں داخل ہوئے جہاں ایک پتھر پر حضرت مسیح کا جسم رکھا ہوا تھا اور یوسف آپ کے جسمِ مُبارک کو غسل دے رہے تھے۔ اس کمرہ میں آٹھ چراغ آویزاں تھے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ان میں چار چراغ ارتھوڈکس عیسائیوں کے ہیں اور دو چراغ کیتھولک عیسائیوں کے، ایک ارمنوں کا اور ایک قبطیوں کا ہے۔

ہمیں لوگ اس مقام پر لے گئے جس کا نام کاسہ سر ہے۔ یہاں مریم عذرا کا مجسمہ رکھا ہے جو کروڑوں پونڈ کے جواہرات سے آراستہ ہے۔ دوسری طرف ایک بہت بڑا سوراخ ہے جس میں صلیب لٹک رہی ہے جس کو دیکھکر وہ تمام مصائب یاد آ جاتے ہیں جو حضرت مسیح پر گذرے۔ یہاں سے واپسی کے وقت ایک پادری نے تین موم بتیاں ہمیں بہت زیادہ قیمت میں دیں۔ اس کے بعد ہم نے ارتھوڈکس یونان۔ کیتھولک اور قبطیوں کے گرجا گھروں کو دیکھا۔ اس کے بعد اس زیارت گاہ میں گئے جہاں تین دن تک حضرت مسیح دفن رہے۔

قیامتِ مسیح کی عید کے زمانہ میں عیسائی لوگ اس گرجا کی دیوار کے دو سوراخوں سے آگ پھینکتے ہیں اور بہت سی لوگ اِس کوشش میں کہ یہ عمل پہلے مجھ سے صادر ہو جائے اپنی جان تک کھو بیٹھتے ہیں۔ اس تمام عمارت میں کسی جگہ بے فائدہ نقاشی ہے تو کہیں جواہر نگاری اور طلا کاری ہے۔ ایک پادری انگیٹھی لئے ہوئے جا رہا ہے۔ ایک کیتھولک راہب بھی گذر رہا ہے۔ یونانی پادری ہنسی ٹھٹھا کر رہے ہیں اور بطور استہزاء ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

اس گرجا کے پہلے حصّہ کی بنیاد قسطنطین بادشاہ کی جس کے زمانہ میں دینِ مسیحی کو فروغ حاصل ہوا ماں نے رکھی ہے۔ ہم نے اسی زمانہ کی بے شمار پتھر کی صلیبیں دیکھیں جو قبروں پر نصب ہیں یہ منظر ہمیں کبھی فراموش نہ ہوگا۔ ہم نے یہاں چاروں طرف ایک اور آخری نگاہ ڈالی۔ ہاں یہی وہ جگہ ہے جہاں اس مظلوم نے انسانوں کو باہمی الفت و محبت کا سبق دیتے ہوئے اپنی جان نثار کر دی۔ لیکن افسوس کہ یہی وہ مقام ہے جہاں آپ عیسائیوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے حکومتِ فلسطین کو مداخلت کرنی پڑی اور وہ عیسائیوں کو باہمی خونریزی سے محفوظ رکھنے کے لئے انتظامات کر رہی ہے

حضرت مسیح کے ظہور سے ابتک دو ہزار سال گذر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں مسیحی تعلیمات بالکل پاش پاش ہو چکی ہیں۔ مسیحی فرقے اس کلیسا کی جو قتل گاہِ مسیح پر قائم کی گئی ہے ایک ایک بالشت زمین پر جھگڑتے ہیں۔ یہودیوں پر تو الزام ہے کہ انھوں نے مسیح کا انکار کر دیا۔ اس کے باوجود ابھی تک مسجد سلیمان کی دیوار کے نیچے بیٹھکر مسیح کے ظہور

کیلئے گریہ وزاری کرتے ہیں۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آج عیسائی بھی اپنے دینی نفاق اور مذہبی تعصب کے ذریعہ مسیح کی تحقیر کر رہے ہیں۔

قتل گاہ مسیح کی زیارت سے فارغ ہو کر ہم مسجد عمر کو دیکھنے گئے راستہ میں پولیس نے روکا اور سوال کیا کیا ہم حضرت رسول پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے جواب دیا کہ چونکہ ہم بہائی ہیں اس لئے یقیناً ہم حضرت رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس پولیس نے ہم سے ایک ڈالر جرمانہ لئے بغیر جو کفار کے لئے معین ہے منزل مقصود کی طرف ہماری رہنمائی کی۔

چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ فضا پرسکون تھی نسیم خوشگوار کے جھونکے چل رہے تھے۔ یہاں کھڑے ہو کر محسوس ہوتا ہے کہ ایک حقیقی مسلمان ابتک آئین اسلام سے قوتِ روحانی حاصل کر سکتا ہے پھر یہ کیا بات ہے کہ اسی مسجد کے قریب یہودی اپنے معبد کی شکستہ دیوار کو بوسہ دیتے اور روتے ہیں۔ ایسا وہ کیوں کرتے ہیں۔ ان کے رونے کی آخر کیا وجہ ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیشینگوئی کے مطابق آوارہ اور پریشان پھر رہے ہیں۔ کہا گیا تھا کہ مسیح قوموں کیلئے علم بلند کرے گا اور اسرائیل کے پراگندہ لوگوں کو اطرافِ عالم سے اکٹھا کرے گا۔ اس پیشینگوئی کی انھوں نے قدر نہ کی۔ حضرت مسیح کو صلیب دی۔ ان کے اعمال کا نتیجہ اب ان کی پراگندگی اور پریشانی کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔

مسجد عمر کے اطراف میں بھی ہمیں یہی منظر دکھائی دیتا ہے لیکن کم۔ ہم نے سوچا کہ مسلمان تو دیندار ہیں۔ پھر ان سے کیا خطا سرزد ہوئی جو پریشان حال نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمان اور یہودیوں کی ذلت و رسوائی پراگندگی و پریشانی کا سبب متحد ہے۔ حضرت رسولؐ نے اپنے یوم ظہور میں مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ تم اپنے موعود پر ایمان لانا۔ لیکن افسوس کہ اہل اسلام نے بھی یہودیوں کی طرح اپنے موعود کو طرح طرح کی اذیت دے کر شہید کر دیا۔

موعود اسلام نے ندا بلند کی کہ میں وہ قائم موعود ہوں جس کا نام تم ایک ہزار سال سے اپنی دعاؤں میں لیتے تھے اور اس کے مشاہدۂ جمال کے منتظر تھے اور جس کے جلد ظاہر ہونے کے تم دل سے متمنی تھے۔

اس آواز کا یہ اثر ہوا کہ حضرت سید علی محمد باب کو شہید کر دیا اور موعودِ اُمم حضرت بہاء اللہ کو چار مرتبہ قید و بند اور جلا وطنی کے مصائب میں مبتلا کیا یہانتک کہ اس قیدخانہ میں رکھا جو چوروں اور قاتلوں کے لئے مخصوص تھا۔

ان حالات میں کوئی تعجب نہیں اگر تاریکی شب نے مسجد عمر کے منظر کو بھیانک بنا رکھا ہے۔ عنقریب اس کہر کو انکار اور ظلم کی تاریکی اپنے دامن میں چھپا لے گی۔

ہم انتہائی حیرت و تعجب کے عالم میں بیت المقدس سے روانہ ہوئے۔ حیرت و تعجب ان قوموں کے ظاہری و باطنی اختلافات پر۔ جواہرات سے مرصع مجسموں، دنیا طلب یہودی عالموں پر۔

آہ! کہاں گیا وہ وقتِ عظمت و صداقت جبکہ موسیٰ جیسا نبی صحرائے طور میں احکام عشرۂ الٰہی اس قوم کو سنا رہا تھا۔ آہ! کہاں ہے وہ مسیح بے خانماں جس نے دنیاوی عیش و راحت پر لات مار کر اس قوم کو آسمانِ ترقی تک پہنچا دیا تھا۔

آہ! کہاں گئی اس مقدس چرواہے کی عدالت و بردباری جس کے ذریعے خدا نے قرآن مجید نازل کیا تھا اور وحشی عربوں کو کمالات ظاہری و معنوی کی تعلیم دی اور انتہائی عزت و شوکت کا مالک بنایا۔

مسجد عمر کو دیکھنے کے بعد ہم اس شہر سے جو روحانیت سے یکسر خالی ہے اور جس کے اندر خودغرضی اور تعصب کا شور بلند ہے نہایت شوق کے ساتھ ساحلِ دریا کی طرف روانہ ہوئے تاکہ

مرکزِ بہائی تک پہنچ جائیں۔ تھوڑی دیر میں ہم کوہ کرمل کے قریب پہنچ گئے۔ کوہ کرمل پر جانے کے لئے بہت سے طبقات طبقہ بہ طبقہ طے کرنے پڑے یہاں تک کہ ایک صاف و سادہ اور خوبصورت باغ کے اندر ایک پاکیزہ عمارت نظر آئی۔ یہ حضرت باب کا مقبرہ ہے۔ جس کے سامنے ہم تھوڑی دیر ٹھہرے۔ سامنے خلیج حیفا ہے۔ پہاڑوں پر شفقِ سرخ نے ارغوانی رنگ پھیر رکھا ہے۔ عجیب قیامت کا منظر ہے۔

ایرانی باغبان نے مسکراتے ہوئے ہمیں سلام کیا۔ یہ وہ مقام ہے کہ نہ صرف بہائی بلکہ مختلف قوموں کے لوگ ہر ملک اور ہر نسل کے لوگ یہاں آکر انتہائی مسرت کے ساتھ زیارت کرتے ہیں۔

ہم ایک کمرہ میں داخل ہوتے اور لالہ وگل سے معمور ایک آستانہ کی تعظیم کے لئے جھک گئے۔

نہایت لطیف، پُرجلال اور سادہ قبر ہے جس کے اندر حضرت باب کا جسدِ اطہر آرام کر رہا ہے۔ یہاں نہ کوئی مجسمہ ہے نہ کوئی تصویر۔ نہ رسوم کی ادائیگی ہے نہ کوئی پادری و عالم ہے۔ ہر شخص آزاد ہے کہ اپنے حسبِ منشاء اس حرمِ مقدس میں جو حرمِ پیغمبر ہے دُعا و مناجات کرے۔ اس مقدس مقام کی پُرکیف ہوا یقیناً تڑپتے ہوئے دلوں کو تسکین بخشتی ہے۔ ایسی تسکین جو صرف ایمانِ کامل ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ سکون، یہ راحت و آرام یہاں کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے حتٰی کہ اس باغ، اس پہاڑ اور دامنِ کوہ تک سے سکون کا احساس ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کی روحانیت کو کسی دینی پیشوا یا بے روح رسم و رواج نے نہیں چھینا ہے نہ دنیاوی علائق نے اس کو آلودہ کیا ہے یہاں وہ حقیقت نظر آتی ہے کہ بیت المقدس میں جس کی جگہ مجاز نے لے لی ہے۔ یہاں حضرت بہاء اللہ کے بیانِ مبارک کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ

آپ کو خوب معلوم ہے کہ تمام انبیاء ہیکلِ امر اللہ ہیں جو مختلف لباس میں جلوہ گر ہوتے۔ اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سب ایک ہی باغ میں ساکن ہیں۔ ایک ہی ہوا میں اڑتے ہیں اور ایک ہی بساط پر بیٹھے ہیں اور ایک ہی بات کہتے ہیں اور ایک ہی حکم دیتے ہیں۔ یہ ہے اتحاد اُن جواہرِ وجود کا اور ان غیر محدود اور غیر معدود آفتابوں کا۔

اس مقام پر ہمارے ناظرین کو غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔ ہم نے بیت المقدس کے متعلق جن احساسات و جذبات کا اظہار کیا ہے اس سے یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان قوموں کی بدگوئی کریں۔ یا ان کی مقدس تعلیمات پر اعتراض کریں۔ اس قسم کی دست اندازی کرنا ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ہر قوم کے حقوق کا احترام کرنا ہر فردِ بہائی کا اولین فرض ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس شخص کی رگوں میں جدید آسمانی تعلیمات نے زندگی کی روح دوڑا دی ہو اور جس نے تاریخ انسان کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا ہو اور جس کی روح زیادہ سے زیادہ گہرائی کی طرف جاری ہو اُس کے دل میں ایسے احساسات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔

خدا کا اعتقاد ضمنی طور پر ہمیں خدا اور مخلوق کا باہمی تعلق و ارتباط سمجھا دیتا ہے اور خدا کی مخلوقات و کائنات کا اگر وسیع مطالعہ کیا جائے تو اُس کی زبردست قدرت، نامحدود صفات اور اس کے نامحدود فیوضات کا اظہار ہو جاتا ہے۔ ہم تمام چیزوں میں صفاتِ الٰہیہ کی نشانیاں دیکھتے ہیں۔ بڑی سے بڑی مخلوق سے لے کر ایک چھوٹے سے ذرہ تک پر اگر ہم گہری نگاہ ڈالیں تو ان تمام چیزوں میں ہم کو صفاتِ الٰہی آشکارا و ہویدا نظر آتی ہیں۔

کیا خلاقِ عالم کی نسبت یہ گمان زیبا ہے کہ ایک طرف تو وہ مرتب منظم کائنات کی بنا ڈالے اور دوسری طرف کائنات سے اپنا فیضِ روحانی روک لے۔

کیا یہ بات ممکن ہے کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ خدا اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہو کہ خدا نے دنیا کی اس عظیم الشان تاریخ میں صرف ایک مرتبہ اپنا رسول بھیجا۔ ایسا خیال خلافِ عقل ہے۔ ہر روز آفتاب نکلتا ہے۔ زمین پر ہر سال بہار آتی ہے۔ پس کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ ہم خالقِ فطرت کو صرف ایک ہی مرتبہ مربی روحانی اس دنیا میں بھیجنے کے لئے مجبور سمجھیں۔ معلوم نہیں کس کتاب آسمانی میں یہ لکھا ہے کہ بہارِ ربانی صرف ایک مرتبہ ایک ہی پیغمبر کے ذریعہ دنیا میں آتی ہے اور اس کے بعد ابد تک فیضِ خداوندی بند رہیگا۔ کس قدر تعجب کی بات ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر پیغمبر نے گذشتہ پیغمبر کی تصدیق کی ہے اور آئندہ کی بشارت دی ہے۔ انسان کی عقل کمزور ہے۔ اس لئے اس کے اعتقادات کی دنیا بھی محدود ہے۔ ہر قوم آج یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ اس کا دین تاریخ کا ایک بڑا مثل واقعہ ہے اور اس کا پیغمبر آخری پیغمبرِ الٰہی ہے۔

اہل بہاء کے نزدیک تاریخ کیا چیز ہے؛ ایک زبردست متحرک نمائش ہے جہاں انسان روح کی کوشش سے خدا کی طرف جا رہا ہے تاکہ وہ ارضی حدود سے بالا تر ہو کر ان پوشیدہ حقائق کا پتہ لگائے جو عالم فطرت میں بلکہ خود انسان میں مخفی رکھے گئے ہیں۔

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ یہ نوع انسان جو مختلف قوموں اور نسلوں میں پھیلی ہوئی ہے فطری اسباب کا نتیجہ ہے۔ وہ اس لا تعداد انسانوں کی جمعیت کو صرف ایک ہی مخلوق سمجھتے ہیں۔ جو خدا کی محبت و ہدایت کے زیر سایہ اپنا حقیقی درجہ حاصل کرنے کی سعی میں مصروف ہے۔ اس خدا کی ہدایت کے ماتحت جس نے اپنے بندوں سے عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ ان کی تربیت کے لئے پیغمبر بھیجتا رہیگا۔

اہل بہاء نے حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کے ذریعہ یہ علم حاصل کیا ہے کہ آغازِ تاریخ سے ابتک قانون نشو و نما کے ماتحت عالم انسانی کی ترقی کا ایک کامل اور معین نقشہ اپنا کام کرتا چلا آتا ہے جس طرح تخم ریزی کے بعد بیج نشو و نما پاتا ہے اور ایک زبردست درخت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس میں پھول پتے اور پھل آتے ہیں۔ اسی طرح اہل بہاء کے اعتقاد میں انسانی ہیئتِ اجتماعیہ بھی غیر اختیاری ترتیب کے ساتھ رفتہ رفتہ نشو و نما پاتی چلی آرہی ہے یعنی ابتدا میں انسان کی زندگی کی حالت یہ تھی کہ اس کی محبت و الفت صرف اپنے خاندان تک محدود تھی۔ آہستہ آہستہ یہ محبت اپنے قبیلہ اور اہل وطن تک پہنچی جہانتک کہ شہروں کی بنیاد پڑی۔ شہر ملکوں سے تبدیل ہوئے اور دائرہ اتفاق و اتحاد وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اِس اصول کی بنا پر وقت آگیا ہے کہ اب دُنیائے انسان اتحاد و اتفاق کی طرف آخری قدم اٹھائے اور وہ یہ کہ تمام روئے زمین ایک وطن بن جائے۔ تمام اقوام ایک قوم بن جائیں۔

جس طرح ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوتِ روحانی کے ذریعہ گذشتہ اقوام کی رہنمائی کی اور ایسا اقتدار ظاہر کیا جو صرف قوتِ روحانی کے ذریعے ہی ظاہر کیا جا سکتا ہے اور صرف روحانی قوت ہی روحانی زندگی کی نشو و نما کر سکتی ہے اور انسانوں کو انتہائی درجہ عزت عطا کر سکتی ہے۔ اس طرح تاریخی تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ آج حقیقتِ دین کی کامل ترین تجدید ہونی ضروری ہے تاکہ موجودہ وقت کے مطابق قانون وضع کیا جائے جس کے ذریعہ مختلف قومیں ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں اور روحانی طاقت کے

وسیلہ سے انسان اپنے حقیقی مقصد کے حصول پر قادر ہو جائے وہ مقصد کیا ہے؟ صلح اکبر اور عالمگیر نظام۔

عالم ہستی کی ہر چیز کے لئے تحلیل لازمی امر ہے اور یہ ایک ایسا قانون ہے جس کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جملہ اہل مذاہب کا یہ اعتقاد کہ فقط ایک ہی مذہب حق اور دوسرے مذاہب باطل ہیں اور اس کے علاوہ مذہبی تعصبات۔ رسم و رواج مذہبی۔ تقلید یہ تمام چیزیں علامت ہیں اس امر کی کہ اب ان جملہ مذاہب کا دورۂ حیات اختتام پذیر ہے۔

ہاں البتہ فضائل و کمالات سے تعلق رکھنے والی چیزیں کبھی زوال پذیر نہیں ہونگی۔ پیغمبران الٰہی ہمیشہ آتے رہے اور آتے رہیں گے۔ خدا کا دین ایک ہی ہے اور وہ ابدی ہے۔ لیکن چونکہ دینی قوانین مخلوق کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ اُن کی اصلی غرض مفقود ہوتی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوانین عملی طور پر منسوخ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے پیغمبر اپنے زمانۂ ظہور کے مطابق قوانین لاتا ہے اور سابق قوانین کو جن کا نفاذ ضروری نہیں، منسوخ کر دیتا ہے۔

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ عالم انسانی کی مثال ایک بیمار کی سی ہے اور پیغمبر مثل طبیب۔ کل بیمار کو ایک مرض لاحق تھا تو آج دوسرا۔ ایک کامل طبیب کی فضیلت اور سچائی اسی میں ہے کہ مریض کا علاج مرض کے مطابق کرے۔ تاکہ مریض شفایاب ہو۔ انسان خطا کار ہے۔ اور مظہر الٰہی معصوم۔ انسان محدود ہے اور خالق انسان غیر محدود۔ خدا کا پیغام لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ پیغام تدریجی طور پر ان میں سرایت کرتا چلا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان طرح طرح کے علوم و صنائع حاصل کرتا ہے اور ایک جدید تمدن کی بنیاد پڑتی ہے۔ جس طرح موسم بہار میں قوتِ نامیہ ہر طرف پھیل جاتی ہے تاکہ نباتات کو تمام سال ہرا بھرا رکھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ یا حضرت مسیح یا حضرت محمد اور دوسرے پیغمبروں کا ظہور ہوا۔ جن لوگوں نے اُن کے پیغام کو قبول کیا وہ اپنی تہذیب اخلاق اپنی ترقی اور اپنی کامیابی کا نمونہ قائم کر گئے۔ لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ لوگ ہمیشہ تقالید میں مبتلا ہوتے رہے۔ علمائے مذاہب مقتضائے انسانی کو مکدر کرتے رہے۔ حضرت مسیح کو صلیب دینے والے علماء ہی تھے۔ حضرت باب کے قتل کا فتویٰ دینے والے مذہبی پیشوا ہی تھے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جس شخص نے آزادی کے ساتھ ان حقائق کا مطالعہ کیا ہے اور وہ اپنے تعصبات و اوہام کو خیرباد کہہ چکا ہے وہ بیت المقدس سے حیفا اور عکہ جانے کے لئے فطرتاً مجبور ہے۔

اب آپ حضرت عبدالبہاء کے حسب ذیل ولولہ انگیز کلمات ملاحظہ فرمایئے:-

"یہ زمانہ خداوند عزیز کا زمانہ ہے۔ عنقریب دُنیا بہشت بریں بن جائے گی۔ یہ دن عالم بشر کے اتحاد کا دن ہے۔ تمام قوموں کے ایک ہو جانے کا دن ہے۔ ہر امر عمومی یعنی جو چیز تمام عالم انسانی سے تعلق رکھتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور ہر امر خصوصی جو عام انسانوں سے تعلق نہیں رکھتا وہ محدود ہے"

پس تعجب کی بات نہیں ہے اگر ایسا شخص اوہام و خیالات سے آزاد ہو کر اصل حقیقت سے متمسک ہو۔ ایسا شخص جس وقت یہ بھی سن کہ حضرت بہاءاللہ کے روضۂ مبارک میں داخل ہوتا ہے اس روضۂ مبارک کی متحرک قوت اس کا احاطہ کر لیتی ہے اور وہ یہ گواہی دینے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ یہی ہے وہ مربیِ عالم انسانی جس نے تمام انسانوں کو گھلے مل جانے کی دعوت دی ہے اور اس سنہری زمانے کے لئے ایک کامل نقشہ تیار کر دیا ہے۔ اس مقام پر کھڑے ہو کر انسان یہ بات محسوس کرتا ہے۔ خدا اور پیغمبروں کا

کس قدر گہرا تعلق ہے اور اس کے دل میں حضرت موسیٰ اور حضرت
مسیح اور حضرت محمد کی بے انتہا محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ خیال
کرنے لگتا ہے کہ یہ حضرات بھی متفقہ طور پر ایک زبان ہو کر عالمِ غیب
سے حضرت بہاء اللہ کا یہ کلام دہرا رہے ہیں کہ ۔

"پادری کو آگاہ کردے کہ اب وہ ناقوس نہ بجائے۔ خدائے
برحق کی قسم۔ اسمِ اعظم کی صورت میں عظیم الشان ناقوس ظہور فرما
ہوا ہے اور خدا کے "الابہیٰ" نام سے جبروتِ بقا میں تیرے
پروردگار، بزرگ و برتر کے ارادہ کی انگلیاں اُسے بجا رہی ہیں
اسی طرح بار دگر تیرے پروردگار کی بڑی نشانیاں نازل ہوئی ہیں
روشنیوں کے سایہ میں ہو کر وہ مالک و مختار آ پہنچا ہے تاکہ
وہ اپنے نام الرحمٰن کی خوشبوؤں سے عالمِ ہستی کو زندہ کرے
اور تمام جہان ایک ہو جائے اور سب لوگ اس خوانِ نعمت پر اکٹھے
ہو جائیں جو آسمان سے اُتارا گیا ہے۔ خبردار! تم خدا کے نعمت نازل
کرنے پر اس کی ناشکری نہ کرنا۔ یہ تمہارے لئے تمہارے پاس کی
ہر چیز سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ تو مٹ جائے گی اور جو خدا کے پاس
ہے وہ سدا رہے گی۔ تم اگر گوشِ فطرت سے چیزوں کی طرف متوجہ ہو تو
یقیناً سن لوگے کہ عظیم الشان بزرگی کا مالک قدیم آ پہنچا ہے اور ہر چیز
اپنے پروردگار کی حمد میں تسبیح خواں ہے۔　(مترجم سید ابوالعباس فردوسی)

میں یہودی تھی

از قلم محترمہ ایم ہنٹ صاحبہ از "ورلڈ آرڈر" ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۱ عیسوی

مترجمہ پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے

جب میں تین برس کی تھی تو میری والدہ نے جو نہایت
ہی پاکباز اور روحانی تھیں ایک عبرانی دینی مدرسے میں پڑھنے کے
لئے بھیج دیا۔ عموماً لوگ ننھے بچوں کو ایسے مدرسوں میں نہیں بھیجتے
میں پہلوٹھی لڑکی تھی اور میری والدہ ایک قدیمی مذہب پسند خاندان
سے تھیں اور چاہتی تھیں کہ میں بھی اپنے بزرگوں کی طرح دیندار بنوں۔
میرے والد توان باتوں کو زیادہ پسند نہ کرتے تھے۔

ہمارے مدرسے میں بہت سے لڑکے میرے ہم برس تھے۔
اور صرف میں ایک لڑکی تھی۔ ہم اپنے استاد (ربی) کے میز کے
ارد گرد جمع ہو جایا کرتے تھے۔ استاد جی نے ایک چھوٹی سی ٹوپی
سر پر لگا رکھی تھی اور عینک لگایا کرتے تھے۔ ان کی ناک پتلی اور
ریش سیاہ تھی۔ اور وہ نہایت سختی سے کلام الٰہی اور اس کی
تفسیریں دماغوں میں ٹھونس کرتے تھے۔

میری والدہ اور ہمارے خاندان کے لوگ اس بات کا
فخر کیا کرتے تھے کہ میں دینیات میں بڑی ترقی کر رہی ہوں۔ اگرچہ
میرا نظریہ ایک محدود دائرہ کے اندر مقید تھا۔ اگر جب میں کسی اہم
سوشل مسئلہ پر سوچنے لگتی تو ایک پرند کی طرح چاردیواری کے
اندر پر مار کر رہ جاتی۔

ہمارا خاندان غریب ہو گیا اور ہم روس سے امریکہ پہنچے

وہاں کا ماحول اور تھا اور ہر ملک اور ملت کے لوگ وہاں موجود تھے۔ اور مادیت کا دور دورہ تھا جن کارخانوں میں مجھے کام کرنا پڑتا تھا۔ وہاں ہر قسم کے لوگ ایسے ماحول میں کام کیا کرتے تھے اور سب غربت اور افلاس کے بوجھ کے نیچے دب رہے تھے۔ انسان کی روح تو بالکل دم بخود ہو کر رہجاتی ہے اور اسے اٹھنا تو ملتا ہی نہیں۔ آخر میں کیا کرتی اور کدھر جاتی؟

جو ماحول میں پیچھے چھوڑ آئی تھی اس میں اب کیسے سانس لیتی؟ اور موجودہ ماحول غیر مانوس تھا۔ اتنے میں مجھے اشتراکیوں سے واسطہ پڑا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے مجھے ریگستان میں سبزہ زار مل گیا ہو۔ میں سمجھی کہ میری مشکلات کا حل مل گیا۔ میں اس تحریک میں بے تحاشہ کود پڑی۔ اور بڑی سرگرمی اور جوش سے کام کرتی رہی۔ مجھے امید ہوگئی کہ اب ہم ایک ایسی نئی دنیا میں بود و باش کریں گے جہاں سب کو حسب استطاعت کام ملیگا۔ اور لوگ آرام کی زندگی بسر کرینگے

جب میرا جوش ذرا ٹھنڈا پڑ گیا اور میں سوچنے لگی تو مجھے خیال آیا کہ جو نظام صرف مادیت پر کھڑا کیا جائیگا وہ دیرپا کیسے ہو سکتا ہے اور اسکی بنیاد پر ایک نئی دنیا کیسے بن سکیگی؟ تب میں ایک انسان کامل کی تلاش میں نکلی جس میں سب صفات یعنی سچائی دیانت داری ایثار اور روحانیت پائی جاتی ہوں یعنی جس پر انسان پورا بھروسہ کر سکے میری تلاش بے نتیجہ ثابت ہوئی اور میں بڑی دل شکستہ اور مایوس ہوگئی تب میں نے خیال کیا کہ چلو فلسفہ کا مطالعہ شروع کردو۔ شاید کچھ تسکین قلب ہو۔ اور میرا مطلب حل ہو جائے۔ پروفیسر کول مین صاحب ایک بڑے اچھے فلسفہ داں تھے۔ میں ان سے ملی۔ وہ سمجھ گئے کہ میں بیمار ہوں اور فلسفہ کا مطالعہ میری بیماری کا علاج نہیں۔ بلکہ مجھے روحانی دوا کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے مجھے سقراط اور افلاطون اور دیگر فلسفیوں کا فلسفہ سکھلایا مگر ساتھ ہی ساتھ "نیا عہد نامہ" (انجیل) بھی پڑھانا شروع کر دی۔ یہ مجھے بڑا دوبھر معلوم ہوا میں تو پکی یہودی تھی۔ انجیل کو بھلا کیسے پڑھتی اور اشتراکی تو مذہب سے دور بھاگتے ہیں! مگر میں مجبور تھی۔ اپنے پروفیسر کا کہنا کیسے رد کرتی مجھے شاگرد ہونے کی حیثیت میں فرمانبرداری لازم ہے چنانچہ انجیل مجھے بڑی اچھی لگی۔ اگر یہ عیسائیت ہے تو میں نے دل میں کہا کہ میں تو پہلے سے ہی عیسائی ہوں۔

مجھے اس کتاب میں روح کے لئے غذا مل گئی۔ میری روح تازہ ہوگئی۔ گویا مجھے انسان کامل مل گیا اور وہ کون تھا۔ ایک بڑھئی کا لڑکا (حضرت مسیح) جو ایثار اور انکساری کا نمونہ تھا! اس کی غریب پروری اور رحمانیت نے میرے آزردہ دل کو تسکین دی اور میں نے اسکی آواز کو سنا! وہ فرماتا ہے۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں
مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن
جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا تو تم کو تمام سچائی
کی راہ دکھائے گا۔"

یہ وعدہ میرے کانوں میں گونجتا رہتا تھا اور میں منتظر تھی ہی میں جانتی تھی کہ میں اس سچائی کی روح پر پورا یقین کر سکوں گی۔

چنانچہ میرا پروفیسر ایک سال کے لئے چلا گیا۔ اس کی غیر حاضری میں مجھے حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات کا پتہ چل گیا۔ مجھے ان میں اور جو کچھ میں نے حضرت مسیح کی تعلیمات میں دیکھا تھا بڑی مطابقت معلوم ہوئی۔ مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ سب مذہبوں کے بنیادی اصول در اصل ایک ہی ہیں۔ میں نے زرتشتی مذہب بدھ دھرم اور اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور مجھے وحدت ادیان کا اصول سمجھ میں آگیا۔ مگر مجھے اس بات کا احساس نہ ہوا۔ کہ بہائی تعلیمات میں اس وعدہ کی ایفا بھی مضمر ہے جس کی طرف اشارہ انجیل کی مذکورہ بالا آیت میں

کیا گیا ہے۔

چنانچہ پروفیسر صاحب ایک سال بعد واپس تشریف لے آئے۔ پھر فلسفہ سکھلانے میں مشغول ہوگئے۔ ایک شام جب میں ان کا انتظار کر رہی تھی اور وہ نہ آئے۔ میں استراحت کے لئے پلنگ پر لیٹ گئی۔ مجھے حضرت عبدالبہاء کے چند کلمات یاد آگئے۔ (آپ حضرت بہاءاللہ کے بیانات کے مفسر ہیں) انہوں نے فرمایا ہے کہ خدا ایک لا یدرک اور لا متناہی غیبی طاقت ہے جو وقتاً فوقتاً اپنے مظاہر کی معرفت عالم انسانی پر اپنی مشیت ظاہر کرتا ہے اور انسان کو ایک اعلیٰ مقام کی طرف لے جاتا ہے۔

تب مجھے معلوم ہوا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ارتقاء کا قانون جاری ہے۔ اس لحاظ سے مذہب جو انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے وہ بھی اسی قانون کے تحت میں کام کرتا ہے جس طرح انسان عالم طبیعت میں بڑی بڑی معلومات اور ایجادات کرتا رہتا ہے اور قدرت کے مخفی اسرار کا انکشاف ہوتا رہتا ہے۔ عین اسی طرح سے مربی عالم انسانی بھی بنی نوع انسان کے استعداد اور زمانے کے اقتضا کے مطابق خدا کی صفات کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔

چنانچہ اس خیال نے میرا نظریہ فراخ کر دیا اور چشم زدن میں مجھے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ جو کتاب مجھے پروفیسر صاحب نے دی تھی یعنی انجیل وہ معمولی کتاب نہ تھی۔ بلکہ خدا کا الہام تھا۔ اور مسیح صرف کامل انسان ہی نہ تھا بلکہ خدا کا فرستادہ بھی تھا۔ تب مجھے پہلی دفعہ اس بات کا احساس ہوا کہ مذہب یعنی دین کی اصلی ماہیت کیا ہے یہ وہی خدائی نظام تھا جس کی طرف حضرت عبدالبہاء نے میری توجہ دلائی تھی۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ بھی حضرت مسیح کی طرح مظاہر الٰہی تھے۔ اسی طرح سے حضرت زرتشت مہاتما بدھ اور حضرت محمدؐ بھی اہل عالم کے لئے عرفان الٰہی کے حامل ہو گذرے ہیں اور ان کے توسط سے تمدن اور تہذیب ارتقاء کے اعلیٰ مقام تک پہنچا ہے۔ پھر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ وہ سچائی کی روح جس کی طرف انجیل مقدس کا اشارہ ہے حضرت بہاءاللہ ہی ہیں۔ اور وہ کامل سچائی حضرت بہاءاللہ میں ظاہر ہوئی ہے جو اس زمانہ کے موعود کل ادیان ہیں۔

فلسفہ میں جو سیکھ رہی تھی وہ انسانی دماغ کی اختراع اور میرے دماغ کے لئے تسلی بخش تھا مگر مجھے تو قلب کی تسکین درکار تھی۔ فلسفہ دلیل اور منطق پر قایم کیا جاتا ہے اور فلسفہ دانوں کا نقطۂ خیال ایک دوسرے سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ تب میں سمجھی کہ مذہب ہی ہمارے تمدن کی اصلی اساس ہے۔ مگر مذہب سے مراد چند عقاید ہی نہیں بلکہ وہ پیغام سرمدی ہے جس کا منبع اور سرچشمہ مظاہر الٰہی ہیں۔ میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ پروفیسر کول مین (مرحوم) نے مجھے انجیل پڑھائی اور میرے استاد (ربی) نے مجھے پرانا عہدنامہ (توریت) سکھلایا۔ انہوں نے میرے اندر روحانیت کا بیج بویا۔ مگر حضرت عبدالبہاء نے مجھ پر روح القدس کا راز کھولا۔ اور وہ بیج اب درخت بن کر حدیقۂ رضوان میں پھیل رہا ہے۔

اس مہینے پیامبر میں کون سا مضمون آپ کو سب سے کم پسند آیا اور کیوں؟

مشورہ دیجئے۔ اگر آپ پیامبر کے ایڈیٹر ہوتے تو اس میں کیا کیا بہترین تبدیلیاں کرتے؟

فرمائیے اس مہینے کے پیامبر میں آپ کون سا مضمون سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور کیوں؟

اسرارِ قیامت

ہر دلِ نبود قابلِ اسرارِ محبت را
دُر نیست بہر دریا، زر نیست بہر کانے

مسئلہ قیامت، دین کے اہم ترین مسائل میں سے ہے مگر افسوس کہ جس قدر یہ مسئلہ اہم ہے اسی قدر اس کے متعلق عام غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ ہم نے بکثرت مضامین قیامت کے متعلق لکھے ہیں جن میں اس غلط فہمی کو دلائل سے رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ عالمِ ہستی کی فنائے کُلّی کا نام قیامت نہیں ہے۔ خود لفظِ قیامت اس مفہوم کے خلاف ہے۔ کیونکہ قیامت کے معنی قیام ہیں نہ گرنا یا فنا ہونا۔

قرآن مجید میں ایک جگہ بھی قیامت کو فنائے عالم نہیں کہا گیا۔ علمائے کرام سے ہم بار بار مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ قرآن مجید سے ایسی آیت پیش فرمائیں جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا گیا ہو یا یہ ذکر ہو کہ قیامت کے دن تمام ماسوی اللہ فنا و معدوم ہو جائینگی مگر ابھی تک کوئی ایسی آیت پیش نہیں کی گئی۔ اور ہم یقیناً کہتے ہیں کہ ہرگز ایسی آیت پیش نہیں کی جا سکے گی۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایک آیت بھی اس مفہوم کی نہیں ہے۔

بحثِ قیامت میں سب سے اول بنیادی چیز یہی کہ فنائے عالم کو قیامت ثابت کیا جائے اور منصوص کلام سے دکھا دیا جائے کہ قیامت کے دن تمام کائنات فنا ہو جائے گی۔ جبتک یہ بنیاد مضبوط نہ ہو اس پر جتنی عمارت بنائی جائے گی بے بنیاد ہوگی۔ جبتک یہی ثابت نہیں کہ قیامت کے دن کل کائنات فنا ہو جائیگی اور سب لوگ مر جائینگے تب تک یہ بات کہ لوگ دوبارہ قبروں سے اٹھینگے اور میدانِ محشر میں آئینگے ہرگز قابلِ التفات نہیں۔ عقیدے کی بنیاد یہی ہے کہ ایک دن تمام کائنات فنا ہو جائے گی اور اس فنا کا نام قیامت ہے۔ اب لازم ہے کہ قرآن مجید سے تمام کائنات کا ایک دن فنا ہونا ثابت کیا جائے اور دکھایا جائے کہ اسی فنائے کُلّی کو قرآن مجید قیامت کہتا ہے۔ اگر یہ بات قرآن مجید سے ثابت نہیں تو تمام عمارت جو قیامت کو فنائے کُلّی قرار دے کر بنائی جائے گی سب کی سب کج ہوگی ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جو آیات قیامت کے دن فنائے کُلّی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں ہم ان پر اپنے مضامین کوکبِ ہند و بہائی میگزین میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس وقت بھی ایک مختصر نظر ڈالتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جن آیات سے قیامت کے دن فنائے کُلّی کا خیال بنایا گیا ان سے یہ مدعا ہرگز ثابت نہیں۔

(۱)

قیامت کے دن فنائے کُلّی کے ثبوت میں ایک آیت عام طور پر یہ پیش کی جاتی ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (رحمٰن) اس آیت سے قیامت کے دن فنائے کُلّی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ اول اس لئے کہ اس آیت میں بالکل نہیں فرمایا کہ یہ فنا جس کا یہاں ذکر ہے قیامت کے دن ہوگی۔ پھر کسی کو کیا حق ہے کہ محض اپنے خیال و عقیدے کی بنا پر

اسے یوم قیامت میں فنائے کلی قرار دے۔ دوئم اس لئے کہ مدعا تو یہ تھا کہ قیامت کے دن فنائے کلی یعنی تمام کائناتِ ہستی کی فنا ثابت کی جائے۔ اور اس آیت میں لفظ مَن ہے جو صرف ذوی العقول کے حق میں استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ معلوم ہوا کہ لوگ فنا ہونگے۔ حالانکہ دعویٰ اور مدعا یہ تھا کہ کل کائناتِ ہستی فنا ہوگی یہ مدعا اس آیت سے تو ثابت نہ ہوسکا۔ تیسرے یہ کہ آیت میں یہ تو نہیں فرمایا کہ ایک خاص دن میں سب لوگ فنا ہونگے۔ "فانٍ" اسم فاعل استمراری معنے میں استعمال ہوا ہے کہ روی زمین کے تمام لوگ فنا پذیر ہیں۔ اب بھی معرضِ فنا اور حقیقتِ فنا میں ہیں اور ظاہر ہے کہ لوگ ہر روز بلکہ ہر آن فنا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ فنا و موت روئے زمین پر مسلسل جاری ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ ایک وقت میں سب لوگ مرجائیں گے اور اسی کا نام قیامت ہے، سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے۔

(۲)

اسی طرح آیت کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک مخصوص دن تمام کائنات یکدم فنا ہوجائے گی کیونکہ اول تو اس آیت میں بھی قیامت کا لفظ نہیں ہے۔ دوم وہی عام بات بیان ہوئی ہے کہ ہر چیز معرضِ فنا میں ہے اور فنا ہوتی رہتی ہے وجہہٗ یعنی خدا کی توجہ یا مشیت و قدرت فنا نہیں ہوتی۔ لاریب اشیاء کے بننے بگڑنے کا سلسلہ قدرت کی طرف سے جاری ہے اور یہ ایک قدرتی عمل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اب بھی اپنا اثر دکھا رہا ہے، کسی مخصوص دن سے خاص نہیں کیا گیا ہے۔

اخبار اہلحدیث امرتسر بحثِ قیامت پر پیامبر کے مقالات نقل کرکے جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایکمرتبہ اہلحدیث نے لکھا کہ:۔

"قیامت دراصل ایک اصطلاحی لقب ہے۔ فنائے عالم سے لے کر حشرِ اموات کے واقعات کو اہل اسلام کی اصطلاح میں قیامت کہا جاتا ہے جو درحقیقت دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا" (اہلحدیث ۳۰ ر اگست ۱۹۳۶ء)

اصولی طور پر اول یہی چیز قابلِ توجہ ہے کہ کیا "قیامت کے پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی؟" اسی بنیاد پر سارے عقیدے کا دارومدار ہے۔ اگر یہی بات ثابت نہ ہو تو قیامت کا وہ عقیدہ جو لوگوں میں رائج ہے غلط تسلیم کیا جائیگا۔ اس لئے ہم تو بار بار تمام علماء سے یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ قرآن مجید سے ثابت کردیں کہ قیامت کے پہلے حصہ میں "دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائینگی"۔

مُردوں کا قبروں سے جی اُٹھنا

"کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن مُردے قبروں سے جی اٹھینگے۔ اور میدانِ محشر کی طرف چلیں گے"۔

اس کے متعلق بنیادی بات تو یہی ہے کہ اول فنائے عالم اور اس کا نام قیامت قرآن مجید سے ثابت کیا جائے۔ پھر یہ بھی ثابت کیا جائے کہ مرکر سب لوگ قبروں میں پڑے رہتے ہیں۔ کیا تمام جہان کا یہ مشاہدہ نہیں کہ مردے قبروں میں خاک ہو جاتے ہیں اور خاک کہاں کہاں چلی جاتی ہے۔ جب معلوم و مُسلّم ہے کہ قبروں میں مُردے دھرے نہیں رہتے تو پھر قبروں سے ان کا نکلنا کیا معنی رکھتا ہے؟

پھر یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ جب "قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی" تو تمام قبریں بھی فنا ہوجائینگی کیونکہ جب ساری زمین ہی معدوم ہوگئی تو پھر قبریں کہاں رہیں۔

اس صورت میں مُردوں کا قبروں سے جی اٹھنا ایک بے بنیاد بات نہیں تو اور کیا ہے؟ جب زمین ہی نابود ہوگئی تو قبریں کہاں ہونگی اور جب قبریں ہی مفقود ہوئیں تو قبروں میں سے مُردے کیونکر نکلینگے؟

کیا دوبارہ قبریں بنائی جائیں گی؟ اور ان میں از سرِ نو مُردے ڈالے جائینگے اور پھر نکالے جائینگے؟

ایسی موہومات سے دین کو کیا تعلق ہے اور خدا کے کلام سے ایسی باتیں کہاں ثابت ہوتی ہیں؟

یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جیسے حیات زندگی کو کہتے ہیں ویسے ہی موت زوالِ حیات کو کہتے ہیں۔ عدم ہو جانے کا نام موت نہیں ہے۔ جو چیز معدوم ہے اُسے مُردہ نہیں کہہ سکتے۔ مُردہ قالب بے روح کا نام ہے نہ کہ اس چیز کا جس کا نہ جسم ہے نہ روح۔ اسی لئے وہ جسم مُردہ کہلاتا ہے جسمیں روح نہ رہی ہو۔ اس روح کو تو مُردہ نہیں کہتے جو موجود ہے مگر اس کا تعلق بدن سے منقطع ہو گیا ہے۔ وہ روح تو زندہ ہے۔ جب بدن سے تعلق تھا تو بھی زندہ تھی اور بدن سے تعلق منقطع ہو جانے پر بھی زندہ ہے۔ بلکہ روح کے تعلق کی بنا پر ہی جسم کو بھی زندہ کہا جاتا ہے۔

روح بہرحال زندہ ہے۔ جسم بے روح مُردہ ہے اور یہ جسم بھی اُسوقت تک مُردہ کہلا سکتا ہے جبتک اس کی ہیئت زندگی کے ایام کی سی ہے مگر اسمیں روح نہیں۔ جب یہ جسم ذرّے ذرّے ہو کر ہوا میں اُڑ جائے گا تو پھر مُردہ بھی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ تجسم بالکل معدوم ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ مُردہ جسم بے روح کو کہتے ہیں۔ شئ معدوم کو مُردہ نہیں کہتے۔

جبکہ یہ عقیدہ ہے کہ کُل کائنات قیامت میں پہلے فنا اور معدوم ہو جائے گی تو پھر یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے کہ مُردے جی اُٹھینگے۔ مُردے تو فنا اور معدوم ہو چکے ہونگے۔ یوں کہنا چاہئے کہ تم مر جاؤ گے۔ قیامت کے دن فنا اور معدوم ہو جاؤ گے پھر خدا تمھیں عدم سے وجود میں لائے گا۔ مگر ایسا نہیں کہا گیا۔ یہی کہا گیا ہے کہ مُردے زندہ کئے جائینگے۔ جس سے لازم آتا ہے کہ قالب بے روح موجود رہیں گے جن میں روح ڈالی جائے گی۔ اس سے بھی واضح ہو گیا کہ فنائے کُل کا اعتقاد درست نہیں۔

چونکہ قرآن مجید کی بعض آیات پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن مُردے قبروں سے جی اٹھینگے۔ اسلئے ہم ان آیات پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

اخبار اہلحدیث امرتسر نے بجواب پیامبر مئی ۱۹۴۱ء قیامت میں قبروں سے مُردوں کے جی اٹھنے کی نسبت حسب ذیل آیات مع ترجمہ لکھی ہیں "(۱) اذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت واخرت (پ ۳۰ - ع ۷) جب اہل قبور اٹھائے جائینگے۔ ہر نفس اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لیگا۔ (۲) یوم یخرجون من الاجداث سراعا کانھم جراد منتشر مھطعین الی الداع یقول الکافرون ھذا یوم عسر (پ ۲۷ - ع ۸) جس دن لوگ قبروں سے نکلینگے تو کثرت تعداد کی وجہ سے پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح نظر آئینگے پکارنے والے کی طرف دوڑے چلے جائینگے۔ کافر کہینگے یہ دن تو بڑا سخت ہے۔ (۳) ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (پ ۲۳ - ع ۲) جب قرنا میں پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اپنے پروردگار کی طرف بھاگ کھڑے ہونگے) ان تینوں آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات اِن معنی میں نصِ صریح ہیں کہ قیامت کے روز مُردے قبروں سے زندہ نکل کھڑے ہونگے۔ یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح اس کی تاویل نہیں ہو سکتی۔" (اہلحدیث ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء)

ان آیات پر غور

اگر یہ آیات مذکورہ بالا اس مدعا کیلئے نصِ صریح ہیں کہ قیامت کے روز مُردے

قبروں سے زندہ نکل کھڑے ہونگے تو بتایا جائے کہ ان آیات میں صریح طور پر لفظ یوم القیٰمۃ کہاں ہے جس سے آپ نے اِن آیات کو قیامت کے روز مردوں کے قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونے کیلئے نصِ صریح قرار دیا ہے؟ اگر فرمایئے کہ دوسری آیات میں صریح لفظ یوم القیٰمۃ وارد ہے۔ اس لئے یہاں بھی وہی مُراد ہے تو بھی یہی بات رہی کہ خود ان آیات میں تو صریح لفظ یوم القیٰمۃ نہیں ہے۔ اس لئے اِن آیات کو قیامت کے روز مُردوں کے قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونے کیلئے نصِ صریح نہیں کہہ سکتے۔ باقی رہیں وہ دوسری آیات جن سے آپ کو یہ بات منصوص طور پر معلوم ہوتی ہے وہ ابھی قابلِ غور ہیں کہیں اُن میں بھی کوئی غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔ بہر حال جہانتک مذکورہ بالا آیات کا معاملہ ہے اِن میں تو صریح لفظ یوم القیٰمۃ وارد نہیں ہے پھر ان آیات کو روزِ قیامت کے لئے نص صریح کیونکر کہہ سکتے ہیں؟

پہلی آیت پر غور

اب ہم ہر ایک آیت پر غور کرتے ہیں کہ اہلحدیث کے پیش کردہ معنی کہاںتک درست ہیں۔ آیت اِذَا القبورُ بُعثِرَتْ کے معنی المحدث نے یہ کئے ہیں کہ "جب اہل قبور اٹھائے جائینگے"۔ قابلِ غور بات یہی ہے کہ کیا یہ ترجمہ الفاظ کے مطابق ہے؟ ہر شخص کہیگا کہ ہرگز نہیں۔ اسمیں قبور کا ترجمہ اہل قبور کیا گیا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق مفہوم پیدا کرنا تھا۔ اس لئے قبور کا ترجمہ اہل قبور کردیا۔ بُعثِرَتْ کے معنے کئے ہیں "اٹھائے جائینگے" زبانِ عرب اس معنی کی تائید نہیں کرتی۔ بُعثِر کے معنی لغت میں "بَعْثَرَہٗ اَیْ فرّقہٗ وقلّب بعضہ علی بعضٍ" (مختار الصحاح) اُسے جُدا جُدا کیا اور اُلٹ پلٹ کیا۔

آیت اذا القبور بُعثرت کے معنی مفرداتِ راغب میں کئے ہیں قُلّب ترابھا واثیر ما فیھا' قبروں کی مٹی الٹ پلٹ کر دی جائے گی اور جو کچھ ان میں ہے اُسے اُکھیڑ دیا جائے گا۔

"یقال بعثرت الحوض اذا قلبت فجعلت اسفلہ اعلاہ" (کمالین حاشیہ جلالین)

عربی میں محاورہ ہے "بعثرت الحوض" جب تو نے حوض کے نچلے حصّہ کو اوپر کردیا' اسی لئے اس آیت کا ترجمہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے ترجمۂ قرآن میں یوں کیا ہے کہ "جب قبریں اکھاڑ دی جائینگی" یہ ترجمہ لغت اور آیت کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ اس آیت کی نصِ صریح یہ کہتی ہے کہ ایک وقت آئیگا جب قبریں بکثرت اُکھاڑ دی جائیں گی۔ سو موجودہ زمانے میں تمدن و تعمیرات کی روز افزوں ترقی کے باعث بکثرت قبریں روزانہ اکھاڑ دی جاتی ہیں۔ ان کی مٹی اُلٹ پلٹ کر دی جاتی ہے۔ اُن کے اندر جو کچھ ہڈیاں وغیرہ ملتی ہیں وہ نکال کر پھینک دی جاتی ہیں۔ خدا کی یہ پیشگوئی حرف بحرف ظاہری اور صریح مادّی طور پر بھی پوری ہو رہی ہے اور ہم سب آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

رہی یہ بات کہ علمت نفسٌ ما قدّمت واَخّرت۔ سو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تمدن و ترقی کا دَور آئیگا تو لوگ اپنی گذشتہ اور آئندہ کارروائیوں کا علم حاصل کرینگے۔ لفظ نفس کا ترجمہ یہاں کُل نفس کے معنی میں لینا کسی قاعدے سے ضروری نہیں ہے۔ صرف خیالی واعتقادی بات ہے جو بغیر دلیل کے حُجت نہیں ہے

دوسری آیت پر غور

آیت یوم یخرجون من الاجداث میں بھی قیامت کا لفظ نہیں ہے پھر کس طرح اس آیت کو اس مُدعا کے لئے نصِ صریح کہہ سکتے ہیں کہ قیامت کے دن مُردے قبروں سے نکلینگے۔ الدّاع سے مُراد داعیِ الٰہی یعنی پیغمبر ہے۔ آیتِ مذکورہ کی صریح عبارت کہتی ہے کہ جس دن داعیِ الٰہی لوگوں کو پکارے گا ایک ایسی چیز کی طرف

دعوت دیگا جس سے لوگ نا آشنا ہونگے (چنانچہ اب لوگ دینِ جدیدہ کی دعوت اور اعلانِ قیامت ہی اپنے سمجھے میں ہیں اور ان کی عقلیں اور آنکھیں حیرت زدہ ہیں) بایں ہمہ لوگ اپنے پستی کے گڑھوں سے بکثرت نکلینگے جبکہ وہ داعیِ الٰہی کی جانب لپکینگے۔ اور اس حقیقت کا انکار کرنے والے کہینگے کہ بڑا عذاب زمانہ آگیا ہے اور ہم لوگ نہایت تنگ حالت میں ہیں۔" چنانچہ یہ واقعات ہو رہا ہی حتیٰ کہ آجکل وہ مُردہ اور بوسیدہ قومیں جو ہزاروں سال سے قعرِ پستی میں پڑی ہوئی تھیں جیسے اچھوت اقوام۔ وہ بھی تو پستی سے نکل رہی ہیں۔ نئے زمانے کی ہلچل سے متأثر ہو کر اپنی اصلاح کی کوشش کر رہی ہیں۔ کیا قرآن مجید کی یہ پیشگوئی دورِ حاضر میں واقعہ نہیں بن رہی ہے۔ یخرجون من الاجداث پر اصرار کرنا کہ اس سے مُراد وہی قبریں ہیں جن میں مُردے دفن کئے جاتے ہیں ایک بیجا اصرار ہے۔ قرآن کے محاورات کو سمجھنے والے بآسانی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ خدا نے اُمتِ محمدیہ کے بارے میں بھی فرمایا ہے کنتم علیٰ شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا، تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے خدا نے تمہیں اس میں سے نکال لیا۔ فرماتا ہے کنتم خیر امۃٍ اُخرجت للناس، تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے اس معنی میں آج بھی لوگ گڑھوں سے نکل رہے ہیں اور یخرجون من الاجداث کا نظارہ واقعاتِ عالم پر نظر کرنے والوں کے سامنے آشکار ہے۔ یہ وہ معنی ہیں جو آیتِ مبارکہ کے الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہیں۔ پھر کسی موہوم معنی کی طرف جانے کی گنجائش نہیں ہی۔

تیسری آیت پر غور

تیسری آیت جو اہلحدیث نے پیش کی ہے وہ سورۂ یٰسین کی آیت ونُفخ فی الصور ہے۔ جسے اپنے خیال سے فنائے عالم کے بعد مُردوں کے جی اٹھنے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کو بھی فنائے عالم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اس فنا کے بعد قبروں سے مُردوں کے جی اُٹھنے کا ذکر ہے۔ چونکہ عقیدہ یہ بنا لیا گیا ہے کہ فنائے عالم اور اس کے بعد مُردوں کا اُٹھنا قیامت ہی اس لئے تمام آیات کو اسی ایک خیالی دائرے میں گھمایا جاتا ہے۔ حالانکہ قیامت کا یہ مفہوم ہی قرآن مجید سے ثابت نہیں۔

قیامت کی حقیقت ہم اپنے مفصل مقالات میں ثابت کر چکے ہیں کہ خدائے قیوم کی جانب ہی ایک صاحبِ امر پیغمبر قیام کرتا ہے اور اس کے ذریعے انسان نئی زندگی میں برپا ہوتے ہیں اور ہر پیغمبر کا ظہور قیامت ہی۔ اسی سلسلہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ مبارک بھی قیامت تھا جو حضور فرمایا کرتے تھے "انا الحاشر" میں حشر برپا کرنے والا ہوں۔ سورۂ یٰسین کی آیت ونفخ فی الصور میں نفخۂ محمدیہ کا ذکر ہے۔ الفاظ و عبارات کو دیکھئے اور سیاق و سباق پر نظر ڈالئے اور ملاحظہ کیجئے کہ کس خوبی سے خدا تعالیٰ نے اس نفخۂ محمدیہ کا بیان فرمایا ہے جس کا اثر لوگوں پر غالب ہوتا چلا جا رہا تھا۔

پہلے تو مرسلینِ حق کی آمد اور اُن کے مومن اور منکروں کا ذکر کرکے فرماتا ہے کہ ان کانت الا صیحۃً واحدۃً یہ دعوتِ حق بس ایک پکار تھی۔ فاذا ھم خامدون تب یہ پکار سُن کر وہ لوگ جمود و سکوت میں بجھ کر رہ گئے۔ یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسولٍ الا کانوا بہ یستھزءُون بندوں پر افسوس کہ ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر یہ لوگ ضرور اُسے ہنسی میں اڑاتے ہیں۔

الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے کتنی ہی اُمتوں کو ہم برباد کر چکے ہیں وہ تباہ شدہ قومیں ان کے بعد کی امتوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کر رہی ہیں

کسی نئی تحریک کو قبول نہیں کرتی ہیں۔ اپنی پرانی بربادی میں ہی اب تک مبتلا اور مگن ہیں اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر اور ماخوذ ہیں۔

اس کے آگے چل کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تبلیغ لوگوں کو کہا گیا ہے کہ ہوشیار رہو جیسے پہلی قوموں کا بیڑا غرق ہو چکا ہے تمہارا بھی اسی طرح بیڑہ غرق نہ ہو جائے۔ اس حالت میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ البتہ رحمتِ پروردگار سے اُمید رکھنی چاہیئے۔ اس پر یہ لوگ سوال کرتے ہیں ویقولون متیٰ ھٰذا الوعد ان کنتم صٰدقین کہتے ہیں کہ یہ وعدۂ بربادی جو ہمیں دیا جا رہا ہے کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو ہمیں بتاؤ۔ اس کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے ماینظرون الا صیحۃً واحدۃً وھم یخصمون کہ یہ منکر و غافل لوگ بس ایک ایسی سخت آواز کے منتظر ہیں جو انھیں آ کر پکڑ لے (جیسا کہ موہوم قیامت کے انتظار کرنے والوں کا خیال ہے) اور واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ کش مکش میں مبتلا ہیں اور اہلِ حق سے جھگڑ رہے ہیں فلا یستطیعون توصیۃً ولا الیٰ اھلھم یرجعون۔ سو اب یہ لوگ اس حالت میں نہ تو حق باتوں کی نصیحت کر سکتے ہیں نہ اپنے لوگوں کی طرف کچھ توجہ کرتے ہیں۔ حق سے غافل اور اصلاح قوم سے دور پڑے ہوئے ہیں اور

ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الیٰ ربھم ینسلون ۝	حالانکہ صور پھونک دیا گیا ہے اب لوگ اپنے گڑھوں سے نکلے ہوئے اپنے مربّی کی طرف بڑھ رہے ہیں

اس ہلچل سے متاثر ہو کر

قالوا یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا	انھوں نے کہا ہائے ہائے یہ ہمیں کس نے ہماری خوابگاہوں (آرامگاہوں) کو اٹھا دیا۔

خداوند عالم جواب میں فرماتا ہے

ھٰذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون	یہ واقعہ وہی ہے جس کا خدا نے وعدہ دیا اور پیغمبروں نے سچ بیان کیا۔

یعنی اس ظہور کی بشارت سچے پیغمبروں نے دی جو اب واقعات کی شکل میں نمودار ہے۔

ان کانت الا صیحۃً واحدۃً فاذا ھم جمیعٌ لدینا محضرون	یہ دعوت ایک پکار ہی تو ہے۔ تو یہ لوگ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر و موجود ہیں۔
فالیوم لا تظلم نفسٌ شیئاً ولا تجزون الا ما کنتم تعملون	سو آج کسی نفس پر ظلم نہ ہوگا اور تمہارے اعمال کا ہی ثمرہ تمہیں ملے گا۔
ان اصحٰب الجنۃ الیوم فی شغلٍ فاکھون	اہل جنت (مومن) آج اپنے شغل (ایمان و عمل صالح) میں خوش و خرم ہیں۔

مختصر یہ کہ سورۂ یٰسین کی آیت "نفخ فی الصور" میں نفخۂ محمدیہ کا بیان ہے اور اس کا ظاہری علمی ثبوت یہ ہے کہ ان آیات میں صیغۂ ماضی استعمال ہوئے ہیں اور کوئی اِذا وغیرہ بھی ان پر داخل نہیں کہ ماضی کو اپنی جگہ سے ہٹا کر مضارع کے معنی کر دیئے جائیں۔ پھر لفظ الیوم وارد ہے جس کے معنی ہیں آج یعنی موجودہ زمانہ جس میں یہ کلام نازل ہو رہا ہے جو وقت ظہور محمدی ہے۔

اس پر اور بھی کئی پہلوؤں سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ مگر ہم فی الحال اسی قدر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

سورۂ یٰسین کی مذکورہ آیت میں یہ جو فرمایا کہ آج کسی نفس پر ظلم نہ ہوگا یہ وہی بات ہے جو دوسری جگہ یوں بیان کی ہے کہ ہر اُمت کے لئے رسول ہے۔ جب اُن کا رسول آتا ہے ان لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا (یونس ع ۵)

ظہور محمدی کے وقت فیصلۂ حق ہونے کا اعلان سورۂ جاثیہ میں بھی اس طرح کیا گیا ہے کہ

"ہم بنی اسرائیل کو کتاب۔ حکم۔ نبوت عطا کر چکے ہیں اور انہیں

ہم نے پاکیزہ نعمتیں بخشی تھیں اور اہل جہان پر انھیں برتری دی تھی۔ اور امر کی بینات بھی عنایت فرمائیں۔ تو انھوں نے اس وقت تک اختلاف نہ کیا جب تک کہ ان میں علم سرکشی بن کر نہ آیا یعنی جب تک علماء بگڑ نہ گئے۔ جب علماءِ یہود بدعمل اور جھگڑالو ہو کر آپس میں اختلاف کرنے لگے تو یہودیوں میں بھی اختلافات پھیل گئے۔ یقیناً تیرا رب بنی اسرائیل کے مابین یوم قیامت (ظہور محمدی) میں فیصلہ کر رہا ہے ان باتوں کا جن میں وہ لوگ اختلاف کر رہے تھے" اسی بات کو صاف صاف محکم طور پر صیغہ حال بنا کر یوں فرمایا ہے:۔

انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ وان ربک لیحکم بینھم یوم القیٰمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون (نحل ع)	سبت انہی لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا جن لوگوں نے اسمیں اختلاف کر لیا ہے اور یقیناً تیرا پروردگار اب روزِ قیامت میں ان کے اختلافات کا فیصلہ کر رہا ہے

اس آیت میں صریح طور پر لیحکم میں لام حال سے خداوند عالم نے منصوص اور قطعی اظہار فرما دیا کہ اب موجودہ زمانہ ظہور محمدی یوم قیامت ہی جس میں خدا تعالیٰ اختلافات کا فیصلہ کر رہا ہے۔ جناب فاضل مدیر اہلحدیث اقرار فرما چکے ہیں کہ لیحکم میں لام حال ہے جو مضارع کو خالص حال کے معنی میں کر دیتا ہے۔

پس یہ آیت قطعی طور پر دلالت کر رہی ہے کہ زمانۂ ظہورِ محمدی یوم قیامت ہی اور خدا اس میں فیصلۂ حق کر رہا ہے۔

یہی یہ بات کہ جہاں جہاں قیامت کا ذکر ہے وہاں ساتھ ساتھ بنی آدم کے نیک و بد اعمال کا فیصلہ اور اس کا نتیجہ جنت و دوزخ بھی مذکور ہے۔" سو یاد رہے کہ رسول کے آنے پر لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ مومنوں کے حق میں خوبی اور رحمت کا فیصلہ اور منکروں کے حق میں خرابی و بربادی کا فیصلہ صادر فرماتا ہے اور یہ ان کے گذشتہ و موجودہ اعمال کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ مومن رضائے الٰہی میں مقام پاتے ہیں جو حقیقی جنت ہی اور ہر جنت اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور منکرینِ حق غضبِ الٰہی میں جاتے ہیں جو حقیقتِ جہنم ہے اور ہر جہنم اسی سے نمودار ہوتی ہے۔

یوم البعث

اسی ۳۰ ؍مئی کے اہلحدیث میں جناب فاضل مدیر اہلحدیث نے ایک اور آیت لکھکر یہ بتایا ہے کہ قیامت کا نام یوم البعث بھی ہے لیکن انھوں نے پوری آیت اور اس کا مطلب نہیں لکھا۔ ہم ذیل میں پوری آیت لکھکر اس کا مطلب بھی بیان کرتے ہیں۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:۔

"اے محمدؐ! تو مردوں کو اپنا پیغام نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی دعوت و تبلیغ سنا سکتا ہے جبکہ یہ مردے اور بہرے منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں اور نہ تو اندھوں کو ان کی ضلالت ہی نکال کر راہ دکھا سکتا ہے۔ تو انہی لوگوں کو پیغام حق سنا سکتا ہے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور حق کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ خدا ہی ہے جس نے تمھیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا۔ پھر کمزوری کے بعد قوت دی اور پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہی وہ علیم کل اور ہر چیز کا ٹھیک اندازہ کرنیوالا ہے"

پھر فرماتا ہے:۔

ویوم تقوم الساعۃ یقسم المجرمون مالبثوا غیر ساعۃ کذلک کانوا یؤفکون ۝ اور جس دن الساعۃ برپا ہوگی مجرم لوگ کہینگے

کہ ہم تو ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے (یعنی ہماری قومی عمر بہت جلد ختم ہوگئی) اِسی طرح کی باتوں سے وہ چکر میں ڈالے جاتے تھے یہ تو قیامت یعنی ظہورِ موعود کے وقت منکروں کا ذکر ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اب ظہورِ موعودِ حق پر ایمان لانے والوں کا ذکر فرماتا ہے :۔

وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الیٰ یوم البعث فھٰذا یوم البعث ولکنکم کنتم لاتعلمون ٥ (روم)	اور وہ لوگ جنھیں علم و ایمان عطا کیا گیا کہینگے کہ اے لوگو! تم کتاب اللہ میں روزِ بعث تک ٹھہرے رہے سو یہ ہے روزِ بعث لیکن تم نہیں جانتے تھے۔

اس آیتِ مبارک میں صاف صاف فرمایا ہے کہ علم و ایمان والے کہینگے کہ یہ یومِ بعث ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوم بعث کا اقرار وعرفان ایک علمی و ایمانی راز ہے جسے علم حق رکھنے والے مومن ہی پاسکینگے، باقی لوگ اس حقیقت کی شناخت سی محجوب رہیں گے۔

اگر قیامت کا میدان ایسا ہو کہ وہاں نوع انسان کے تمام افراد قبروں سے دھڑا دھڑ نکلینگے اور اوّلین و آخرین کا ہجوم ہوگا۔ تو وہاں کیا صرف علم و ایمان والے ہی اس کا مشاہدہ کرسکیں گے؟ اور باقی لوگوں کو کچھ نظر نہ آئیگا؟ نہیں ایسا نہیں بلکہ یہ شہودِ یومِ قیامت علمِ ربانی اور اسرار ایمانی کا ایک اہم واقعہ ہے جسے خدا کی طرف سی علم و ایمان پانے والے چشمِ یقین سے مشاہدہ کرتے ہیں اور اسرارِ حقیقت سی بیگانہ لوگ اُسے محسوس بھی نہیں کرسکتے۔

اب ہم یہی گفتگو کر رہے ہیں کہ یہی زمانہ یوم البعث ہے جسمیں آجکل ہم ہیں اور بہت سی لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں۔

اِس آیت مبارکہ میں لفظ "لبثتم" نہایت قابلِ غور ہے لغت میں لکھا ہے "لبث بالمکان اقام بہ ملازمالہ" (مفرداتِ راغب) لبث کے معنی ہیں کسی جگہ مسلسل ٹھہرے رہنا۔ آیت میں فرماتا ہی لقد لبثتم فی کتاب اللہ الیٰ یوم البعث تم کتاب اللہ میں یوم بعث تک ٹھہرے رہے۔ کتاب میں ٹھہرنے کا مطلب واضح ہے کہ تم کتاب خدا (قرآن) کے دائرۂ عمل میں اس وقت تک رہے جب تک یوم بعث یعنی ظہورِ موعودِ حق کا زمانہ آیا۔ اور اب یوم بعث ہی۔ نیا دور شروع ہے۔ اگر کتاب اللہ میں ٹھہرے رہنے سے یہ مطلب لیا جائے کہ خدا کے ثبت کردہ حکم کے مطابق تم لوگ یوم بعث تک ٹھہرے رہے تو بھی ایک نہایت اہم تخصیص یہاں موجود ہے کہ تم لوگ یوم بعث تک ٹھہرے رہے۔ کہاں ٹھہرے رہے؟ اگر کہیں دنیا میں ٹھہرے رہے تو بھی قطعی طور پر معلوم ہوا کہ لوگ دنیا میں اُس وقت تک رہینگے جب تک یوم بعث آئے اور یوم بعث بخیالِ عام فنائے عالم کے بعد آئے گا۔ تو یوم بعث تک دنیا میں ٹھہرے رہنا کیونکر ممکن ہے جبکہ یوم بعث سے طویل عرصہ قبل دنیا و مافیہا بکلّی فنا ہو جائے گی۔ اس صورت میں لوگ یوم بعث تک دنیا میں نہیں ٹھہر سکتے۔ یا پھر یہی ماننا پڑیگا کہ فنائے عالم کے بعد یوم بعث کا خیال غلط ہے اور یوم بعث سے مراد رُسل من اللہ کی بعثت ہی جو موعودِ قرآن ہے۔ اگر کہا جائے کہ ٹھہرے رہنے سے مراد یہاں کسی برزخ یا قبر میں ٹھہرے رہنا ہے تو بھی صریح نصِ آیت کی بنا پر ماننا پڑے گا کہ لوگ برزخ یا قبر میں یوم بعث تک پڑے رہینگے تو اس سے بھی یہ بات قطعاً غلط ٹھہری کہ نفخۂ اوّل کے وقت سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ بہرحال یوم بعث تک لوگوں کا ٹھہرا رہنا ایک قطعی اور منصوص امر ہے۔ اس کا انکار محال ہے۔ پس یوم بعث سی پہلے فنائے کُلّی کا عقیدہ اِس نصِ قطعی نے بالکل رد و باطل کر دیا۔

ہم علمائے کرام سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ ہماری اکتشاف و استدلال پر غور و تدبّر فرمائیں۔ ہم بھی اُنکی علمی دلائل شوق سی سُنینگے۔

بہائی بچوں کا سبق

خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں اس نئے زمانے میں پیدا کیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس کے آنے کی خبر سب پیغمبروں نے دی تھی۔ سب قومیں اس کا انتظار کر رہی تھیں یہ حضرت بہاءاللہ کا زمانہ ہے۔ دنیا بدل رہی ہے دین بھی نئی صورت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اب سب لوگوں کو ایک ہو جانا چاہیئے۔ لڑائی جھگڑے کی ہر ایک بات چھوڑ دینی چاہیئے۔

اس زمانے کے بچے خوب ترقی کریں گے۔ سب لکھنا پڑھنا سیکھیں گے۔ ہنر اور دستکاری میں کمال حاصل کریں گے سب مل کر خوش رہیں گے۔ خدا حکم دیتا ہے کہ سب آپس میں محبت رکھو۔ سب ایک دوسرے کی مدد کرو۔ جب تم اچھے آدمی بنوگے تو میں بہت پیار کروں گا۔ میں تمھیں بڑا اور اچھا آدمی بنانا چاہتا ہوں۔ میں اُن بچوں کو انعام دوں گا جو میری باتیں مان لیں گے۔ اور اُن بڈھوں کو چھوٹا بنا دوں گا جو میرا کہا نہ مانیں گے۔ میں خراب آدمیوں سے ناراض ہوں اچھے آدمیوں سے خوش ہوں۔"

اب ہم بچوں کو ایسا کام کرنا چاہیئے جس سے سب لوگ سمجھ لیں کہ یہ تو بہائی بچے ہیں۔ کیسے اچھے ہیں۔ بچپن سے ہی اچھائی اور بھلائی سیکھنی چاہیئے۔ سب دُنیا کے بچوں کو ہم اپنا بھائی سمجھیں۔ سب سے محبت کریں۔ سب کی بھلائی چاہیں کسی کا دل نہ دکھائیں۔ ادب سے رہیں۔ ہمیشہ سچ بولیں۔ صفائی اور پاکیزگی رکھیں۔ لکھنے پڑھنے میں خوب جی لگائیں سکول میں ہمیشہ پاس ہوں۔ مناجات یاد کریں اور بہت اچھی آواز سے پڑھا کریں۔

خدا نے ماں باپ کو حکم دیا ہے کہ سب بچوں کو اچھی طرح لکھائیں پڑھائیں۔ بچوں کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کی خدمت کریں خدا نے لڑکے اور لڑکی دونوں کو برابر کا حق دیا ہے۔ نئے زمانے کے بچے دنیا کو نیا کر دیں گے۔ اب تو بجلی کی روشنی کا زمانہ ہے بچوں کو بھی بجلی کی طرح تیزی سے کام کرنا چاہیئے اور نئی روشنی سے روشن ہونا چاہیئے جو علم وعقل کی اور خدا کے نئے دین کی روشنی ہے۔ خدا نے آدمیوں کو آجکل ریل اور ہوائی جہاز بنانا بتا دیا ہے۔ اب ہر مُلک کا آدمی دوسرے مُلک کے آدمیوں سے مل سکتا ہے اور سب دنیا کے لوگ مل کر ترقی کر سکتے ہیں اَب خدا نے تار۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو دیدیا ہے۔ جن سے ہم لوگ ساری دنیا والوں سے بات چیت کر سکتے ہیں اور اپنے خیالات سے ایک دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

اب ہمیں خیال کرنا چاہیئے کہ ہم کیسے اچھے زمانے میں ہیں۔ جو چیزیں آجکل ہر بچے کو معلوم ہیں وہ پہلے بڑے بڑے لوگوں کو بھی معلوم نہ تھیں۔ آجکل جو چیزیں ہر غریب آدمی کو مل رہی ہیں پہلے وہ امیروں اور بادشاہوں کو بھی میسر نہ تھیں۔ علم اس قدر پھیلتا جاتا ہے کہ پہلے اس کا دسواں حصہ بھی نہ تھا۔ لکھنے پڑھنے کے سامان ایسے عمدہ عمدہ پیدا

ہو گئے ہیں جو پرانے زمانے کے لوگوں کو خواب میں بھی دکھائی نہ دیتے تھے۔

اب ترقی کے دن ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ان دنوں کی قدر کریں۔ خوشی خوشی قدم آگے بڑھاتے چلے جائیں۔

تعلیم و تربیت

جو بے تربیت ہے، وہ اک جانور ہے — اُسے زندگی میں سراسر ضرر ہے
جسے علم کی روشنی ہو نہ حاصل — وہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہے
میسر نہیں اُس کو عزت نہ راحت — جو بے علم ہے اور جو بے ہنر ہے
جو بے علم ہے وہ سراسر بلا ہے — جو بے تربیت ہے سراپا خطر ہے
جہالت جہنم ہے اور علم جنت — یہی بات پکی ہے اور معتبر ہے
ہمیں اس سے امیدِ راحت ہو کیونکر — کہ بے تربیت آدمی پُر شرر ہے
جو بے تربیت آدمی ہوں اکٹھے — جہنم کی بھٹی ہے وہ کوئی گھر ہے

جہاں میں نیا دور ہے روشنی کا
جو دیکھو تو دنیا میں وقتِ سحر ہے

مذاہب عالم

یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم۔ اے نے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اسلام، دین موسوی، دین مسیحی۔ ہندو دھرم۔ جین دھرم بدھ دھرم، دین بہائی وغیرہ قدیم و جدید مذاہب عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے۔ بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے شائقین پڑھ کر خوش ہونگے لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت فی جلد بارہ آنہ
ملنے کا پتہ۔ جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹمپل روڈ لاہور

ترتیب فائل کی تحریک

گذشتہ پرچے میں تحریک کی گئی تھی کہ احباب کوکب ہند بہائی میگزین اور پیامبر کے فائل مرتب کر کے جلدیں بندھوالیں۔ جن پرچوں کی ضرورت ہو ہمیں مطلع فرمائیں۔ اور جو صاحب اپنے پرچے فروخت کرنا چاہیں وہ بھی اطلاع دیں۔ بعض احباب کی طرف سے پرچوں کی طلبی کے لئے درخواستیں آئی ہیں۔ مندرجہ ذیل پرچے مطلوب ہیں
کوکب ہند جلد ششم نمبر ششم۔ کوکب ہند جلد نہم نمبر ۲ و ۳ و نمبر ۴ و ۵ و ۶۔ کوکب ہند جلد دہم نمبر ۷ و ۹ کوکب ہند جلد یازدہم نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۶۔
بہائی میگزین کے حسب ذیل پرچے مطلوب ہیں جلد اول نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ جلد دوم نمبر ۱ و ۷ و ۸ جلد سوم نمبر ۱
جلد چہارم نمبر ۴ جلد ششم نمبر ۳ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲
جو حضرات اپنے پورے فائل فروخت کرنا چاہیں وہ بھی دفتر کو اطلاع دیں۔ کوکب ہند جلد اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم۔ ہشتم اور نہم کی ضرورت ہے (خادم منیجر رسالہ پیامبر۔ قرول باغ نئی دہلی)

ہمارے مُربّی اور اُن کی تعلیم

کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جسمیں جملہ بانیانِ مذاہب عالم کی مختصر تاریخ اور اُنکی مفصل تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ یہ تعلیمات ثابت کرتی ہیں کہ تمام مذاہب دراصل ایک ہیں۔ اتحاد مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کیلئے بہترین کتاب ہے۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے لکھائی چھپائی کاغذ بہترین۔ قیمت ۱۲ر
پتہ: پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۳۹ ٹمپل روڈ لاہور

قسمت فارسی

شہادتِ مستشرقین و دانشمندان در بارۂ امرِ بہائی

بقلم دیوید استار جوردن رئیس سابق دار الفنون استانفورد

حضرت عبدالبہاء یقیناً شرق و غرب را متحد خواہد نمود زیرا حضرتش راہِ عرفانی و استغنا را نیز عملاً و با قدمہای ثابت و استوار طی میفرماید۔

بقلم پروفسور بوگدان پوپوویچ

در پیامِ آسمانی دیانتِ بہائی و تعالیم آن یکنوع حس خوش بینی لطیف وجود دارد باید نسبت بہر چیز در جمیع احیان خوش بین بود حتی اگر ظواہر اشیاء و وقائع ہم برخلاف آن حکم نماید بہائیان نفوسے ہستند امیدوار و مطمئن زیرا تعالیم بہائی دارای قوۂ ایست کہ نوع انسان را آرامش بخشد۔ صلح و سلام عطا نماید و بروحانیتی عظیم فائز گرداند۔

بقلم ویلیام سولزار حاکم سابق

در موقعیکہ احزاب بتخریبِ دعقائد و مخاصمت با ادیان مشغولند نہضتِ بہائی بسرعت پیشرفت مینماید و باکمال شتاب بترقی و نمو است این نہضت، نہضتِ امیدواری و تقدم است نہضتِ بین المللی است کہ مقدر گشتہ اشعۂ ساطعۂ افکار و مدنیتِ خویش را در سراسر گیتی منتشر نماید تا نفوس از ہر قید آزاد شدہ و خوف و ہراس از روی زمین زائل گردد۔

بہائیان معتقدند کہ ایشان فجرِ یومِ جدید یعنی روزگار بہتر روزِ حقیقت و عدالت آزادی و بزرگی صلحِ اعظم و اخوتِ بین المللی را کہ در آن روز ہر کس برای خیرِ عموم و عموم برای خیر ہر کس کار میکنند می بینند۔

بقلم لوثر بربنک

من قلباً با نہضتِ بہائی کہ چندین سال است مرا مجذوب نمودہ موافقتم۔ دیانتِ صلح دیانتی است کہ ہموارہ مابالاحتیاج بشر بودہ و بشر بسیار بآن نیازمند است امر بہائی ازین حیث حقیقتاً بر سائر ادیان تفوق داشتہ و بیشتر دارای جنبۂ صلح و صفا است۔

بقلم پروفسور یون نوگوچی

من بسیار وصف حضرت عبدالبہاء را شنیدہ ام بعضی حضرت عبدالبہاء را صاحب افکارِ مجازی و بلند میدانند ولی من حضرتش را مصدرِ افکارِ حقیقی میشناسم زیرا ہیچ فلسفۂ صحیح نظرے و مجاز موجود نیست مگر آنکہ اصولِ حقیقی آنرا تائید نمودہ و ہیچ چیز واضح تر و روشن تر از بیاناتِ حضرت عبدالبہاء راجع بحقیقت نیست۔ کلماتِ حضرت عبدالبہاء مانندِ شعاعِ آفتاب روشن و سادہ است و بہمان اندازہ جہانگیر و عالمتاب ......

ومن تصور نمی کنم امروز در عالم وجود مربی اعظم از حضرت
عبدالبهاء موجود باشد۔

بقلم پروفسور رموند فرانک پی پر

این نوشته جات (مقصود از آثار بهائی) حاکی از طبع بسیار موثر و
معانی و بصیرت معنوی و روحانی است به جامعیت و کمال آن
مرا مانند سایر نفوس مفتون و مجذوب ساخته و در آن قوه ای
خارق العاده قادر بر خرق حجبات افکار و ایجاد بصیرت تازه
در سبیل فهم حقیقت و درک معنی حیات یافته ام۔

بقلم انجلا مورگان

یک دلیل آنکه من با کمال شغف و افتخار زبان بمدح و وصف
دیانت بهائی گشوده و خود را نسبت به پیروان این امر این قدر
نزدیک و یگانه میدانم آنست که در این ظهور ملجأ و پناه روحانی
از برای ابنای محنت زده بشر در دست است و نقطه اتکاء و
امدادات غیبی و سبیل آسایش نفوس از مصدر و منبع حیات متواصل۔
با هر یک از پیروان این دیانت که تاکنون ملاقات نموده ام
چنان مجذوب گشته که وی را شاهد حی از جلال و شکوه و قلب
این عالم یافته ام بهائیان هر یک دارای روحی پر فتوح و مملو از
بزرگی و شکوه اند و چنان از منبع فیوضات سرشار گشته که
بر تمام جوانب اطراف بل بعالم انسانی افاضه معنوی مینمایند
در این اوان سبب رحمت عالمیان اند و با ابراز عشق و محبت
بافراد نوع انسان خیرخواه جهانیان۔

بقلم آرثور مور

جبل کرمل که نمونه جاذب عقول و حامل رموز و اسرار ادیان الهیه ست
بر شهر حیفا مسلط و آرامش و سکون مطبوعی در آن حکمفرما است
در قلهٔ آن طوائف دروز در دو قریه خویش سکنی دارند۔ و در دامنه کوه
کنی آلمانیها است که بوسیله شارعی بمستملکات قشنگ و مرتفع بهائیان
ایران در جانب کوه منتهی میشود در اینجا مدفن حضرت باب و
حضرت عبدالبهاء است که با غچه های بسیار مجللی قرار گرفته و زیارتگاه
بین المللی است. در ایام یکشنبه و تعطیل اهالی حیفا و تابعین ادیان
مختلفه از برای تفریح و نزهت باین محل که آرامگاه عظام مقدس
پیغمبر جوان شیراز است میروند این پیغمبر جوان تقریباً یکصد سال قبل
بشر را بوحدت و یگانگی دلالت فرمود۔ حقانیت جمیع ادیان عظیمه را
تعلیم نمود و تساوی رجال و نساء و ظهور اولین محکمه کبرای بین الملل را
اخبار کرد۔

بقلم پروفسور دکتر جان ریپکا

بهائیان ایران در دیانت خویش ثابت و مستقیمند ولی این تمسک
ایمان ناشی از نادانی و جهالت نیست اخلاق جبلی و ذاتی ایرانیان آنکه
امور را بزرگ و مبالغه آمیز در نظرشان جلوه میدهد و بهائیان ایران
نظر بسوء رفتاری که از طرف حکمداران اسلام نسبت بایشان شده
اندکی متاثر و اندوهگین اند همه چیز در اخلاق و رفتارشان حاکی از
تربیت و نفوذ تعالیم امر بهائی است فوق العاده از برای مساعدت
با ابناء نوع حاضر و در سبیل جانبازی و جانفشانی با کمال شغف و سرور مستعد
و چالاک اند۔ وظائف اداری و مشاغل خویش را با کمال صداقت و
درستکاری انجام میدهند۔ مدتها پیش موضوع حریت نسوان را در
شرق حل نمودند۔ اطفالشان بکمال دقت تعلیم و تربیت میشوند بعضی
اوقات بهائیان را باتهام عدم وطن پرستی ملامت میکنند البته
از این لحاظ که پیروی مذهب تشیع از خصائص ایرانیان گشته
دیانت بهائی هرگز متابعت چنین رویه ای نخواهد نمود ولے

مانند شریعت مسیح هیچگاه امر بهائی محبت وطن مالوف آبا و اجداد را منع نمی کند ..... آیا ادیان دیگر بقدر کفایت وطن پرست نیستند؟ بنظر نگارنده و برحسب تجاربی که تاکنون بدست آورده بهائیان در این موضوع از طرف برادران مسلمانشان بی حق و ناروا مواخذه و تنقید میشوند قرنهای متمادی مذهب تشیع یکنوع اعتقادات ملی در نتیجه نقل و تواتر ایجاد نموده که دیانت بین المللی بهائی با این افکار سخت معارضه خواهد نمود. باوجود آنکه عدهٔ بهائیان بسیار زیاد نیست معذلک غیرت و نشاط فوق العاده و معنویت سرشاری که در جامعهٔ بهائیان ایران حکمفرما است نقص کمی نفوس را بخوبی جبران نموده جامعهٔ بهائی در سراسر جهان بطوری موفق به تهذیب و تربیت اخلاق خواهد شد که مغبوط سائر ادیان و محسود اعدای کنونی امر بهائی گردد.

نظریاتی که از برای نگارنده در غرب نسبت باین آئین تحصیل شده بود در ایران خاور زمین کاملاً تائید گردید امر بهائی بلاشک در راه تهذیب و تربیت نفوس بسیار نفیس و گرانبها است آیا نفوسی که اینهمه اخلاق و اطوار و ملکات فاضله شان در نگارنده تاثیر نموده و همواره ایشان را ممدوح و گرامی میشمارم ممکن بوده بدون این تعالیم باین درجه از فضیلت اخلاقی و کمال نائل گردند؟ حاشا! بلکه این تاثیر از پرتو تعالیم بدیعه و تمسک پیروان این آئین است که در ظل امر بهائی حیات جدید یافته اند.

بقلم اِی. ال. ایم. نیکلا

من نمی دانم چگونه از شما تشکر کنم و بچه زبان وصف شعف و سرور بی پایان که قلب و روان مرا باهتزاز آورده شرح دهم. از این رو نه فقط بحقیقت حضرت باب باید اعتراف نمود بل حضرتش را نیز باید محبوب و گرامی داشت پیمبر عظیم که در گوشه ای از سرزمین ایران متولد شد. بدون هیچ گونه وسائل تحصیل و یکه و تنها در برابر عالم مقاومت صفوف اعدا فرموده با قوهٔ ملکوتی و کمالات فطری دیانتی جهانگیر و مطابق عقل تاسیس نمود هرچند حضرت بهاء الله جانشین آنحضرت اند ولی من آرزومندم طلعت اعلی را ببزرگی و عظمت بستایند و حضرتش را محبوب و گرامی شمارند زیرا حضرت باب نثار جان و سفک دم اطهر خویش بنیانی متین نهاد و اصلاحی اساسی و نوین ایجاد کرد آیا ممکن است نظیری از برای حضرت باب تصور نمود باری اکنون با روحی شاد و نفس مطمئن حاضرم چشم از جهان بربندم شکر الطاف حضرت شوقی آفندی را که تشویش و نگرانی قلبیم رفع فرمودند و به بزرگواری و عظمت مقام حضرت باب آقا سید علی محمد را تبیین و بلند نمود.

اینک باندازهٔ مسرور و خشنودم که میخواهم دستهای شما دوشیزه که خطوط روی پاکت را نگاشته ببوسم زیرا این پاکت حامل پیام حضرت شوقی است دختر خانم عزیز من از شما ممنونم از صمیم قلب ممنون.

بقلم ادوارد بنش رئیس جمهور

من از بدو مسافرت خود به لندن در ماه ژوئیه ۱۹۱۱ء که برای اشتراک در اولین کنگره اسپرانتو(؟) بالنصوب عزیمت نمودم و ندای امر بهائی و خلاصهٔ تعالیم صلح آمیزش بسمعم رسید. تا حال آنرا (دیانت بهائی را) با علاقهٔ مفرط تحری نمودم در ایام حرب و بعد از آن تعالیم بهائی همواره مورد مطالعهٔ من بود این تعلیم یکی از قوای روحانیه ایست که مخصوصاً در این اوان نهایت لزوم را دارد در طریق محاربه بر علیه قوای مادی صرف شود و قبل از هر چیز اثرات مفید روحانی بگذارند تعلیم بهائی بالکمال یکی از ادوات بزرگ فتح و فیروزی روح است و کافل سعادت و نجاح جامعه می باشد.

(ستسمعات)

لوح مبارک حضرت عبدالبهاء

هوالله

ای سرور هوشمندان آنچه بقلم مشکین نگاشتی خواندیم و بآستان یزدان زبان ستایش گشادیم که پرتو خورشید آسمانی چنان درخشید که دلهای یاران سپیدهٔ امید دمید و مژده رسید که ای یاران دیرین بکوشید و بخروشید و بگوئید و بشنوید که یزدان سراپردهٔ پیشینیان را برافراخت و پرچم فارسیان را بلند نمود و اختر ایرانیان روشن کرد. خزان گذشت و دی بسر آمد باد بهار رسید و گلشن مشکبار دمید تا اسیران سرور گردند و بی نوایان رهبر هر بی سر و سامان سر و سامان جوید دلانه ایوان کیوان گردد و کلبهٔ دودمان دیرین بهشت برین شود و آشیان مرغان اندوهگین گلگشت دلنشین. پس باید بپاداش این بخشش خداوند آفرینش کوشش نمود تا همه یاران در سایهٔ سراپردهٔ یزدان درآیند و بزرگواری جهان آسمان رخ بنماید تا روی زمین آئینهٔ چرخ برین گردد و جهان پستی پرتو جهان بالا گیرد. ای یزدان پاک این بندهٔ دیرین را اندوهگین مخواه شادمانی آسمانی بخش و فر یزدانی ده. ستارهٔ روشن نما و گل گلشن کن سرور آستان نما و افسر جهان بالا بر سر نه. رویش را بدرخشان و گوهرش را بفشان جانش را مشکبار کن و دلش را گلزار نما تا بوی خوی خوشش جان پرور گردد. و پرتو رویش افزون از ماه و اختر توئی مهربان و توئی بخشنده.

ای یار دیرین پرسش چند نموده بودی. پرسش نخست این بود که چرا آئین پیمبران دگرگون گردد و روش وخشوران مانند بوقلمون. مهتر اسرائیلیان را روشی بود و اختر عیسویان را تابشی و سرور تازیان را فرمایشی و مهر سپهر بالا را آئین و درخششی، گفتار و کردار و آئین و روش و فرمایش هر یک دیگرگون بود. این چه رازی است نهان و پنهان زیرا باید فرمایش یزدان بر یک روش باشد تا بخشش آسمانی رخ بگشاید انتهی.

بدان که جهان و آنچه در اوست هر دم دگرگون گردد و در هر نفسی تغییر و تبدیل جوید زیرا التغییر و التبدیل و الانتقال از لوازم ذاتیه امکان است و عدم تغییر و تبدیل از خصائص وجوب لهذا اگر عالم کون را حال بر یک منوال بود لوازم ضروریه اش نیز یکسان میگشت چون تغییر و تبدل مقرر و ثابت روابط ضروریه اش را نیز انتقال و تحول واجب مثل عالم امکان مثل هیکل انسان است که در طبیعت واحده مداوم نه بلکه از طبیعتی بطبیعتی دیگر و از مزاجی بمزاجی دیگر انتقال نماید و عوارض مختلف گردد و امراض متنوع شود لهذا پزشک دانا و حکیم حاذق درمان را تغییر دهد و علاج را تبدیل نماید بدیدهٔ بینا ملاحظه کنید انسان در رحم مادر خون خوار است و در مهد و گهواره شیرخوار و چون نشو و نما نماید بر خوان

نعمتِ پروردگار نشیند واز ہرگونہ طعام تناول نماید زمانِ طفولیت را حکمی و دم شیرخواری را رزقی و سن بلوغ را اقتضائی وجوانی را قوت وقدرتی وضعف وپیری را فتور ورخاوتی - در ہر درجہ انسان را اقتضائی و دروش را درمانی واہمچنین موسم صیف را اقتضائی وفصل خزان را خصوصیتی وموسم دی را برودتی ووقتِ بہار را نسیم معطرے و شمیم معنبرے - حکمتِ کلیہ اقتضای این می نماید کہ بتغییرِ احوال تغییرِ احکام حاصل گردد و بہ تبدیلِ امراض تغییرِ علاج شود، پزشک دانا ہیکل انسان را در ہر مرضی دوائی و در ہر دردی درمانی نماید واین تغییر وتبدیل عین حکمت است زیرا مقصدِ اصلی صحت و عافیت است وچون علاج را تغییر دہد نادان گوید این دلیل بر نادانی حکیم است اگر داروی اول موافق بود چرا تغییر داد واگر ناموافق بود چرا در آغاز تجویز کرد ولے رنجور دانا اذعان نماید بر وجدان بیفزاید۔

واین را بدان کہ آئینِ یزدانی بر دو قسم است - قسمے تعلق بعالمِ آب وگِل دارد قسم دیگر تعلق بجہانِ جان و دل۔

اساسِ آئینِ روحانی لم یتغیر ولم یتبدل است از آغازِ ایجاد تا یوم میعاد تا ابد الآباد بر یک منوال بودہ وہست و آن فضائلِ عالمِ انسانی است وآئینِ حقیقی دائمی سرمدی یزدانی وروش وفرمایشِ ابدی خداوند آفرینش است قسمی آئین تعلق بجسم وارد آن بمقتضای ہر زمانے وہر موسمے وہر درجہ ئی از سن تبدیل وتغییر یابد ودر این کور عظیم ودورِ جدید تفرعات احکام جسمانی اکثر بہیت العدل راجع چہ کہ این کور را امتدادِ عظیم است واین دور را فسحت ووسعت واستمرار سرمدی ابدی وچون تبدل وتغیر از خصائصِ امکان ولزومِ ذاتی این جہان است لہذا احکام جزئیہ جسمانی باقتضای وقت وحال تعین و ترتیب خواہد یافت۔

اما اساس آئینِ یزدان را تغییر وتبدیلی نبودہ ونیست مثلاً فضائل حمیدہ وفضائل پسندیدہ وروش پاکان وکردار بزرگواران ورفتار نیکوکاران از لوازم آئین یزدان است این ابداً تغییر نمودہ ونخواہد نمود اما احکام جسمانی البتہ باقتضای زمان در ہر کورے ودورے تغییر می نماید شما ببصر انصاف ملاحظہ نمائید در این عہد وعصر کہ جہان جہانی تازہ گشتہ وجسم امکان لطافت وملاحتی بی اندازہ یافتہ آیا ممکن است کہ احکام وآئین پیشینیان تماماً مجری گردد لا واللہ۔ واز این گذشتہ اگر در ظہورِ مظاہر مقدسہ آئین تازہ تأسیس نگردد جہان تجدید نشود وہیکلِ عالم در قمیص تازہ جلوہ نماید۔

پرسشِ دوم - سوال از این نمودہ بودید کہ ہر پیغمبرے را از کتب وصحائفِ پیغمبرانِ پیشین اطلاع لازم است یا نہ - اگر لازم است چرا پیغمبرانِ پیین از کتاب ومنشورانِ پیشین خبر نداشتند۔

جوابِ پرسشِ ثانی - بدان کہ پیغمبران را از کتب وصحف مقصود معانی است نہ الفاظ - مراد حقیقت است نہ مجاز - جوہر است نہ صورت - گوہر است نہ صدف - آن حقیقتِ کلیہ کہ رہبر پیغمبران است یکی است وآن دستور العمل کل لہذا فی الحقیقۃ ہر پیغمبرے بر اسرارِ جمیع پیغمبران مطلع ولو لفظاً ہر کتاب او را ندیدہ وسخن او را نشنیدہ وآئین جسمانی او را نسنجیدہ زیرا روش وسلوک واسرار وحقائق وآئین روحانی کل یکی است۔

پرسش سوم۔ درخصوص تجہیز و تکفین نفوس متصاعد الی اللہ سوال نموده بودید که در کتب سماویه مختلف نازل. کدام یک بهتر است و کدام یک درست تر و صحیح تر. آئین پسین ناسخ آئین پیشین است و چون بدیدهٔ بینا نظر فرمائید ملاحظه میکنید که چنین است. و اما سوال چهارم که ارواح بعد از صعود از اجسام در چه مقامی قرار خواهند یافت، بدان که روح از حقائق مجرده است. و حقیقت مجرده مقدس از زمان و مکان است. زیرا زمان و مکان از لوازم حقائق جسمانیه و متحیزه است و حقیقت مجرده را چه زمانی و چه مکانی. جسم و جسمانی نیست تا از برای او مکانی تعیین کنیم. لامکان است نه امکان. جان است نه تن. لطیفهٔ الهیه است نه کثیفهٔ جسمانیه. نور است نه ظلمت. جان است نه جسد. از عالم یزدان است نه کیهان. مکانش مقدس از امکنه و مقامش منزه از مقامات. بلند است و مرتفع. متعالی است و ممتنع. کاخ عظمتش را ایوان کیوان زندان است. و قصر مشید متعالیش را چرخ برین اسفل زمین. و اما جسد آلتی است از برای روح. زیرا مرتکب و متحرک و مکتسب و مسئی و محسن روح است نه جسد. گنهگاری و ستمگاری و خوشخوئی و نکوئی منبعث از جان و روان است نه تن ناتوان. لهذا همچنانکه عذاب و عقاب و سرور و اندوه و حزن و طرب از احساسات روح است کذالک پاداش صواب و عقاب و جزا و مکافات که از نتائج اعمال حاصل راجع بروح است نه جسد. هیچ شمشیری بجهت کشتن بیگناهی مواخذه نگردد و هیچ تیری بجهت زخم اسیری معاقبه نشود چه که آلتست نه فاعل. محکوم است نه حاکم. مقهور است نه قاهر. والبهاء علیک۔

ع ع

روح بهائی

ای روح بهائی سجده بتو سجده بتو — ای جسم بهائی مژده بتو مژده بتو

ای نور بهائی سجده بتو سجده بتو — ای چشم بهائی مژده بتو مژده بتو

ای حب بهائی سجده بتو سجده بتو — ای قلب بهائی مژده بتو مرده بتو

ای بانگ بهائی سجده بتو سجده بتو — ای گوش بهائی مژده بتو مژده بتو

ای حمد بهائی سجده بتو سجده بتو — ای لحن بهائی مژده بتو مژده بتو

ای تاج بهائی سجده بتو سجده بتو — ای راس بهائی مژده بتو مژده بتو

ای عون بهائی سجده بتو سجده بتو — ای فقر بهائی مژده بتو مژده بتو

ای فیض بهائی سجده بتو سجده بتو — ای دست بهائی مژده بتو مژده بتو

ای راه بهائی سجده بتو سجده بتو

ای پای بهائی مژده بتو مژده بتو

نطق جناب بختیاری

در سری رنبیر ہائی سکول جموں کشمیر بتاریخ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۰ء در تحت صدارت پنڈت پندی داس کیل

از مناجات ذیل آغاز نمودند:-

ہو اللہ

ای خداوند بخشندہ کوکب بخشایشت بر جہان آفرینش درخشیدہ و دریای احسانت مواج بر کائنات گشتہ ابر رحمت در فیضان است و نار محبت در فوران باغبان احدیت در خیابانہای دلہا بطراحی گلہای معارف پرداختہ و طراوت و لطافت بی نہایت یافتہ نسیم حدیقۂ وحدانیت جہان را زندہ نمودہ و پرتو آفتاب موہبت قلوب دوستان را منور فرمودہ جام صہبای محبت عاشقان را سرمست کردہ و آہنگ بدیع ملکوت ذرات کائنات را بجنبش و حرکت آوردہ از ہر سمتی صوت تہلیل و تکبیر بلند است و از ہر کرانۂ آہنگ تسبیح و تقدیس مرتفع از ہر گوشۂ شور و ولولۂ و در ہر بیشۂ نعرۂ پر اندیشہ و در ہر حدیقۂ طیور ملکوت در نغمہ و آواز و در ہر گلشنی بلبل توحید بگلبانگ معنوی دمساز آفاق در اہتزاز است و اقطار بصیت و آوازت دمساز و ذرات وجود در اوج موہبت در پرواز این جمع پریشان را در انجمن عنایت مجتمع فرما و این گروہ بی سر و سامان را در پناہ موہبت ملجا و ماوی بخش. این خطۂ تشنہ را سیراب فرما. و این سراب فرقت را بشراب وصلت تبدیل نما. درختان بی برگ را پر گل و شگوفہ نما و بینوایان ناتوان را زاد و توشہ دہ بال و پر شکستگان را بال و پری عطا کن افتادگان را دستگیر شو و بیچارگان را مجیر و ظہیر طفلان شیرخوار را از ثدی عنایت شیر دہ و کودکان بیزبان را در مہد موہبت بپرور نفوس را از نفس و ہوی مقدس کن و صدور را بنور ہدی منشرح نما. دلہا را از ہر آلایشی پاک و مطہر کن جانہا را ببخشایش خلق عظیم گلشن اسرار فرما. ای پروردگار گنہکاریم ترحم فرما ای بزرگوار ستمکاریم عفو و مغفرت کن در ہر دامی گرفتاریم آزادی بخش و در حبس و زندانیم مطلق العنان کن این ظلمات قلوب را بنور ہدی تبدیل فرما و این شہوات نفوس را بروح تقی مبدل کن تا در ہوای جانفزای انقطاع پرواز نمائیم و بیاد روی و خویت دمساز گردیم. توئی مقتدر و توانا و توئی شنوا و بینا.

ع ع

سرنشین ارجمند شنوندگان گرامی - جناب سرنشین در آغاز بیان کردند خلق امروز عموماً و جہلان خصوصاً ہر کجا لفظہای مذہبی میشود

کمتر حاضر میشوند و بیشتر میل دارند در پشتِ رادیوها حاضر شده بشنوند و یا در قرائتخانه ها جمع در اخبارات ببینند کجا بیشتر خراب شده است و کدام شهری ویران گشته در کدام مملکتی بیشتر خلق هلاک شده اند بلی در حقیقت اینطور است و در اینصورت بسیار غنیمت است که این جمعیت اینجا واقع گشته است لهذا خاطرنشان آقایان مینمایم که این خرابی عالم از دین حقیقی نیست که مردمانِ جهان از آن گریزانند بلکه از اثرِ بیدینی و لامذهبی و تعصباتِ گوناگون است که خلق بسوی آن دوانند اما اگر قدرِ دین را بدانیم و دین حقیقی یعنی حقیقتِ دین را بشناسیم موجبِ تعالیم حق رفتار نمائیم هیچ جنگ و جدالی در عالم نمیماند و اخوتِ عالمِ انسانی چهره گشاید چنانچه حضرت بهاءالله میفرماید :-

"ای دوستان: سراپردهٔ یگانگی بلند شد بچشم بیگانگان یکدیگر را مبینید همه بار یکدارید و برگ یکشاخسار"

پس هرگاه بدانیم که همگی برادران و خواهرانِ یکدیگریم و از حیثِ انسانیت کل از یک جوهر و گوهریم و پدر آسمانی همهٔ خداوند یکتا است که همگی بنامِ او پرستش مینمائیم و میدانیم که او خالقِ همه است و او دستگیرِ همه است او بهمگی مهربان است همگی را عقل و دانش داده است همگی را احساساتِ قلبیه داده است - همگی را حواس خمسه داده است دیگر جدائی در میان نمیماند جنگ و خونریزی نمیشود ممالک خراب نمی گردد و اینهم باید دانست که جمیع ادیان یعنی مظاهر مقدسهٔ الهیه برای تفهیم و تعمیم اخوتِ عالمِ انسانی آمده اند - چنانچه حضرت بهاءالله میفرماید "مقصود از ارسالِ رسل و انزالِ کتب معرفت الله و الفت و اتحادِ عباد بوده - یعنی هیچ دینی در عالم ظاهر نشده است که ما را از یکدیگر جدا کند بلکه برای آن ظاهر شده است که نوعِ انسان را بهمدیگر الفت و التیام دهد - در واقع هر کدام از شما که بخانهٔ خود میروید کتابِ اصلی پیغمبر خود را بدست آورده بدقت بخوانید خواهید فهمید که دین عبارت از اوهام و تقالید نیست که در دستِ خلق است و بظاهر آن گردیده با یکدیگر مخالفت می ورزند بلکه دینِ حقیقی یا حقیقتِ دین آنست که در قلوب تولیدِ حقیقت و محبت نماید - چنانچه حضرت بهاءالله میفرماید "ای اهل عالم مذهبِ الهی از برای محبت و اتحاد است او را سبب عداوت و اختلاف منمائید"

در اینصورت که دانستیم دین برای محبت و اتحاد است از بیخردی است که ما نظر بتقالید و اوهامِ مختلفه باسم دین با یکدیگر مجادله نمائیم و وقتی خسته میشویم بجای اینکه پی بحقیقتِ دین برده در خیمهٔ وحدتِ عالمِ انسانی وارد گردیم دست از دین برداشته کوسِ بیدینی میزنیم کار بدین و مذهب نداریم در حقیقت این غفلتِ بزرگی است که عالمِ انسانی را باین بدبختی کنونی رسانیده است لهذا خوبست حال دیگر از این خوابِ غفلت بیدار شده در فکرِ آن باشیم و بکوشیم تا خدای یگانه را پدرِ آسمانی خود دانسته جمیع بشر را برادران و خواهران یکدیگر تصور کنیم و با همدیگر رؤف و مهربان باشیم - اکنون چون وقت کم است و گوینده بعد از بنده در لغتِ خودتان اردوئی راجع بوحدتِ ادیان صحبت میدارد بنده یکی از اشعارِ شاعرِ معروف بهائی مرحوم نعیم که راجع باخوتِ عالمِ انسانی گفته است برای شما خوانده می نشینم - و همگی را بخدای سپارم بعد اشعاریکه مطلع آن اینست خوانده شد

ایها الناس ما همه بشریم بندهٔ یک خدای دادگریم

پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر سید محفوظ الحق علمی نے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر قرول باغ دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ

پیامبر دہلی



نمبر نہم ۹	ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء	جلد دوم

مُناجات

الٰہی الٰہی اولیائے خود را حفظ فرما۔ توئی آن کریمیکہ عفوت عالمرا احاطہ نمودہ

الٰہی الٰہی اپنے دوستوں کو اپنی حفاظت میں رکھ۔ تو ہی ہے وہ کریم کہ تیرے درگذر نے تمام جہان کو گھیر لیا ہے

بر عبادت رحم فرما و تائید نما بر اعمال و اخلاق و اقوالیکہ لائق ایام توست۔ بیک کلمۂ علیا

اپنے بندوں پر رحم کر اور اُن اعمال و اخلاق اور ان باتوں کی توفیق دے جو تیرے ایام کے لائق ہیں۔ ایک ہی بلند کلمے سے تیری بخشش

بحر بخشش متواج و بیک اشراق نیّر امر آفتاب جود و غفران ظاہر و ہویدا ہمہ بندگان تو اند و

کا سمندر موجزن ہے اور تیرے امر کے آفتاب کی ایک ہی چمک سے عنایت و معافی کا آفتاب ظاہر و نمودار ہوا۔ سب تیرے بندے ہیں اور

بامید کرمت زندہ اند دست قدرت از جیب قوت برآر و این نفوس در گل ماندہ

تیری کرم فرمائی کی اُمید پر زندہ ہیں۔ اپنی قدرت کا ہاتھ قوت کی جیب سے باہر نکال اور ان مٹی میں پڑے ہوئے لوگوں

را نجات دہ توئی مالک ارادہ و سلطان جود۔ لا الٰہ الا انت العزیز الوھّاب

کو نجات دے۔ تو ہی ہے ارادہ کا مالک اور بخشش کا بادشاہ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو سب پر غالب اور بڑا فیاض ہے

(ادعیۂ محبوب)

یومِ موعود آگیا!

انقلابِ عالم کے متعلق حضرت ولیِّ امر اللہ کا بیان

دُنیا اِس وقت ایک ایسے طوفان کی لپیٹ میں ہے جس کی شدّت بے نظیر۔ راستہ نامعلوم۔ فوری اثرات تباہ کُن۔ مگر جس کے آخری نتائج ایسے شاندار ہیں کہ کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے ہونگے۔ اس کی تخریبی قوت، وسعت و رفتار میں بے دھڑک بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی پاک کرنے والی طاقت اگرچہ دکھائی نہیں دے رہی مگر دن دونی اور رات چوگنی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ نوعِ انسان اس کی غارتگر قوت کے پنجوں میں پھنسی ہوئی اس کے ناقابلِ مدافعت جوش و غضب کے واقعات سے مار کھا رہی ہے یہ نہ تو اس کے آغاز کو دیکھ سکتی ہے نہ اس کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتی ہے اور نہ اُس کے نتائج کو سمجھ سکتی ہے۔ حیران و پریشان درد سے کراہتی ہوئی لاچار و مجبور یہ خدا کے اس زبردست طوفان کو تک رہی ہے کہ یہ کس طرح کرۂ ارض کے دور ترین و بہترین قطعات کو ملیامیٹ کر رہا ہے۔ اس کی بنیادوں کو ہلا رہا ہے۔ اس کے توازن کو پراگندہ کر رہا ہے۔ اس کی اقوام کو جُدا جُدا کر رہا ہے اس کے لوگوں کے گھروں کو اُجاڑ رہا ہے۔ اس کے شہروں کو غارت کر رہا ہے۔ اس کے بادشاہوں کو دربدر کر رہا ہے۔ اس کی پناہ گاہوں کو توڑ کر گرا رہا ہے۔ اس کے اداروں کو جڑ سے اکھیڑ رہا ہے۔ اس کی روشنی کو مدہم بنا رہا ہے اور اس کے ساکنین کی ارواح کو مجروح کر رہا ہے۔

عزیز دوستو! اس انقلابِ عظیم کی زبردست تاثیرات کو سوائے اُن کے جو حضرت بہاء اللہ اور حضرت باب پر ایمان لے آئے ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اہلِ بہاء خوب جانتے ہیں کہ یہ کہاں سے آیا ہے اور اس کی انتہا کیا ہوگی۔ اگرچہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس کی وسعت کہاں تک ہوگی۔ مگر وہ اس کی ابتدا کو صاف طور سے پہچانتے ہیں اس کی سمت کو خوب جانتے ہیں۔ اس کی پُراسرار روش کو بلا خوف دیکھ رہے ہیں۔ صدقِ دل سے اس کی شدّت کی کمی کی دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ نہایت دانائی سے اس کے غضب کو دھیما کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور صاف نظر سے اس بیم و اُمید کی تکمیل کے منتظر ہیں جن کا اس سے پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔

وہ لوگ جو حضرت بہاء اللہ کو لسان اللہ اور مظہر اللہ تسلیم کرتے ہیں جانتے ہیں کہ یہ قہرِ الٰہی مکافاتِ عمل بھی ہے اور تزکیۂ نفوس بھی اور ایک اعلیٰ و مقدس فعلِ خداوندی بھی۔ یہ خدا کی طرف کا عذاب بھی ہے اور تمام نوعِ انسان کو پاک کرنے کا عمل بھی۔ اس کے شعلے نوعِ انسان کی خودسری اور اس کے تمرد کو سزا دے رہے ہیں اور ساتھ ہی اس کے اجزاء کو ایک عالمگیر ناقابلِ تقسیم قوم میں اکٹھا کر رہے ہیں۔ اِن فیصلہ کن سالوں میں جو عصرِ بہائی کی پہلی صدی گذرنے کا اشارہ اور نئی صدی کے شروع ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس کی

تقدیرات کے مطابق جو نوعِ انسان کا حکم اور نجات دہندہ ہے نوعِ انسان ایک ہی وقت میں اپنے اعمالِ گذشتہ کا حساب دینے کیلئے اور اپنی آئندہ کی ماموریت کے لئے بلائی جارہی ہے اور پاک بنائی جا رہی ہے۔ نہ تو یہ اپنے گذشتہ اعمال کی ذمہ واریوں سے بچ سکتی ہے اور نہ آئندہ کی ماموریت سے پہلوتہی کرسکتی ہے۔ خدا جو علیم وخبیر۔ عادل ورحیم۔ قادر وحکیم ہے۔ اس اعلیٰ امر الٰہی کے زمانہ میں متمرد و خود سر انسان کے ارتکابِ فعل وترک فعل کے گناہوں کو بلا سزا نہ چھوڑیگا نہ وہ اس بات پر راضی ہوگا کہ اپنے بچوں کو اُن کے حال پر چھوڑدے اور انھیں ان کے تدریجی اور زحمت سے حاصل ہونے والے ارتقاء کی آخری اور مسرت بخش منزل سے محروم کرے کیونکہ یہ ان کا لازمی حق اور صحیح مآل ہے۔

ایک جگہ تو حضرت بہاء اللہ خود نوعِ انسان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں"

"اے لوگو! قہر الٰہی کے ایّام کی توقع میں بیدار ہوجاؤ کیونکہ وہ موعود زمانہ اب آگیا ہے۔"

"اُس چیز کو ترک کرو جو تمھارے پاس ہے اور اُس چیز کو پکڑو جو انسانوں کی گردنوں کو جھکا دینے والا خدا لایا ہے۔ ای لوگو! کیے یقین سے جان لوکہ جو تم نے کیا ہے اگر تم نے اُس سے رُخ نہ پھیرا تو قہر الٰہی تھیں چاروں طرف سے آگھیریگا اور تم ایسی باتیں دیکھو گے جو اُن تمام باتوں سے زیادہ دردناک ہونگی جو آجتک تم نے دیکھی ہیں"

پھر فرمایا ہے:۔

"اے لوگو! ہم نے تمھارے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے اگر اُس وقتِ مقررہ پر تم خدا کی طرف رجوع کرنے سے قاصر رہے تو وہ تھیں شدت کی سختی کے ساتھ پکڑیگا اور تم پر ہر طرف سے دردانگیز مصیبتوں کو حملہ کرنے دیگا۔ آہ! وہ قہر الٰہی کیسا سخت وشدید ہے جس سے تمھارا خدا تھیں سزا دے گا۔"

دوسری جگہ آپ اس دُنیا کا جو اس وقت تاریکی میں لپٹی ہوئی ہے شاندار مستقبل کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے الفاظ میں زور دے کر فرماتے ہیں:۔

"دُنیا اِس وقت حمل کی حالت میں ہے وہ دن قریب آرہا ہے جب یہ اپنے شریف ترین پھل پیدا کریگی جب اس میں سے بلند ترین درخت پھوٹکر بڑھینگے۔ نہایت خوبصورت شگوفے پیدا ہونگے جو اعلیٰ درجہ کی آسمانی برکات ہونگی۔"

"وہ وقت قریب آرہا ہے جب ہر ایک پیداشدہ چیز اپنا بوجھ اُتار کر پھینک دیگی۔ تعریف ہو اس خدا کی جس نے ایسے فضل کا وعدہ فرمایا جو ظاہر و پوشیدہ تمام چیزوں پر محیط ہے۔"

نوعِ انسان کے سنہری زمانہ کی پیشینگوئی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں

"یہ بڑے ظلم وستم خدا کے عدلِ عظیم کی آمد کا پتہ دے رہے ہیں۔"

یہ عدلِ عظیم ہی درحقیقت وہ عدل ہے جس پر صلحِ اکبر کی بنیاد رکھی جائیگی اور صلحِ اکبر اس عظیم الشان تمدن کو لائے گی جو سارے دنیا کا تمدن ہوگا اور جو ابد الآباد تک اُس کے نام سے زندہ وپائندہ رہیگا جو اسم اعظم کا مالک ہے۔

پیارے دوستو! تقریباً اکیسو سال ہوگئے کہ حضرت بہاء اللہ دنیا میں ظاہر ہوئے۔ آپ اس ظہور کی شان میں خود فرماتے ہیں

"یہ ظہور ایسا ظہور ہے کہ گذشتہ ظہورات اسے
مقررہ درجہ کے سوا پوری طرح نہیں پہچان سکے "

خدا نے پورے سو سال تک انسانوں کو مُہلت دی کہ وہ اس عرصہ میں ایسے عظیم ظہور کے مالک پر ایمان لائیں۔ اُس کے امر کی حمایت کریں۔ اُس کی ثنا و تعریف کریں اور اُس کے لاتے ہوئے نظام کو دنیا میں قائم کریں۔

سو جلد کتابوں میں جو بیش بہا نصائح۔ زبردست قوانین بے نظیر اصول۔ پُرجوش مواعظ۔ مکرر تنبیہات۔ حیرت انگیز پیشینگوئیاں۔ رفیع و رُوح پرور مناجاتیں اور اہم بیانات و تشریحات کے خزانے ہیں۔ اس خدائی پیغام لانے والے نے اُس ماموریت کو جو خدا نے اُس کو سونپی ہے ایسی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ پہلے کسی پیغمبر نے بیان نہیں فرمایا۔ دُنیا کے شہنشاہوں۔ بادشاہوں۔ شہزادوں۔ فرمانرواؤں۔ حاکموں۔ حکومتوں۔ علماء و عوام مشرق کے ہوں یا مغرب کے اور عام اس سے کہ مسیحی ہوں۔ یہودی ہوں۔ مسلمان ہوں یا زردشتی۔ آپ نے قریباً پچاس سال تک نہایت اندوہ انگیز حالات میں عرفان و دانائی کے یہ بیش بہا موتی جو آپ کے بے نظیر بیانات کے سمندر میں پوشیدہ تھے انھیں پیش کئے۔ دولت و شہرت کو ترک کرکے قید و جلا وطنی قبول فرماکر۔ سبّ و شتم اور غُربت سہکر۔ جسمانی اہانت اور بے رحمانہ صدمات برداشت کرکے آپ نے جو اس دُنیا میں خدا کے نائب تھے اپنے آپکو جگہ جگہ اور دیس بدیس جلاوطن ہونے دیا۔ حتیٰ کہ سجنِ اعظم میں آپ نے اپنے شہید فرزند کو تمام نوعِ انسان کے اتحاد اور اُس کی نجات کے لئے قربان کردیا۔

آپ خود تصدیق فرماتے ہیں:۔

"بلاشک و شبہ ہم انسانوں کو نصیحت کرنے کے فرض میں قاصر نہیں رہے اور نہ ہم اُس بات کے پیش کرنے میں قاصر رہے ہیں جو قدرت اور تعریف کے مالک خدا نے ہمیں پہنچانے کیلئے دی تھی۔ اگر لوگ میری باتوں پر عمل کرتے تو یہ زمین ایک دوسری زمین بن جاتی۔ "

ہم اپنے آپ سے یہ سوال کرسکتے ہیں کہ دنیا نے جو آپ کے اس فکر و توجہ کا مورد تھی اور جس کے لئے آپ نے اپنا سب کچھ قربان کردیا آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ اس نے آپکا کیسے استقبال کیا۔ اور آپ کی دعوت پر آپ کو کیا جواب ملا؟

اس امر کے مولد میں اس امر کی نوخیز روشنی کا استقبال ایک ایسے شور و غوغا کے ساتھ کیا گیا کہ اسلام کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ جس ملک میں یہ نور پیدا ہوا اُس کے باشندے اپنے جہلِ مرکب میں مشہور تھے۔ اُن کی مذہبی دیوانگی۔ اُن کی وحشیانہ بے رحمی۔ اُن کے گہرے تعصبات شہرۂ آفاق تھے۔ علمائے دین کا ملک کے عوام پر زبردست تسلط تھا۔ ظلم و ستم اور ایذا رسانی کا دَور شروع ہوا۔ جس سے ایک ایسی جرأت بھڑک اٹھی جس کی تصدیق لارڈ کرزن نے بھی کی ہے کہ وہ اس آگ سے بھی بڑھ گئی جو سمتھ فیلڈ میں شعلہ انگیز ہوئی تھی اور اس امر کے بیس ہزار سے زیادہ شیدائی اس پر قربان ہوگئے۔ ان لوگوں نے اپنے نئے ایمان کو چند روزہ عزت اور فانی زندگی کے لُطف کے بدلے بیچنے سے انکار کردیا۔

جسمانی دُکھ اور تکالیف ان مظلوموں کو دیئے گئے۔ ان پر بادشاہ کشی۔ باطنیت۔ غداری۔ لامذہبی۔ بداخلاقی۔ فرقہ پرستی۔ کُفر۔ سیاسی فرقہ داری وغیرہ وغیرہ ناحق الزام لگائے گئے۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک بات بہائیوں کے دینی اُصول کے خلاف اور

ان کے چال چلن سے غلط ثابت ہوتی تھی۔

اعیانِ سلطنت کی لاپروائی۔ علمائے قوم کی سنگ دلانہ نفرت عوام کی طعن وتشنیع جن بادشاہوں اور حاکموں کو بانیٔ امر نے خطوط لکھے انکی طرف سے تحقیر۔ قتل وغارت کے فتووں کی بوچھاڑ۔ دھمکیاں اور تہدید آمیز احکام۔ جلاوطنیاں جو ان لوگوں کی طرف سے وارد کی گئیں جن کے درمیان یہ امر پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔ حاسدوں اور دشمنوں کی طرف سے اس کے اصول اور قوانین کو اُن لوگوں کے درمیان جو اس کے وطن سے دور آباد تھے بگاڑنا۔ یہ اُن مصیبتوں کے چند ایک واقعات ہیں جو اُن لوگوں نے اس امر پر وارد کئے خودغرضی میں غرق۔ خدا سے دور اور اپنے دین کی نصیحتوں پیشینگوئیوں۔ تنبیہوں اور نشانیوں کو بھولے ہوئے تھے ......

کوئی تعجب نہیں کہ اس کی قلمِ اعلیٰ سے جس نے اِن دُکھوں کو اعلیٰ ترین صبر کے ساتھ برداشت کیا یہ کلام نازل ہو:۔

"وہ جو ظہور و بطون کا خدا ہے وہ اِس وقت تمام انسانوں کے درمیان ظاہر ہے۔ اُس کی مبارک ہیکل پر ایسے مظالم وارد کئے گئے ہیں کہ اگر ظاہر وغیب کے سب سمندر روشنائی بن جائیں اور ملکوت کے سب رہنے والے قلمیں ہو جائیں اور آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں لکھنے والی بن جائیں تو بھی بلاشک وشبہ وہ ان کے لکھنے سے عاجز رہینگے۔"

پھر فرمایا ہے:۔

"اپنی زندگی کے اکثر ایام میں نے اُس بندے کی طرح گذارے ہیں جس کے سر پر کچے دھاگے سے بندھی ہوئی ایک تلوار لٹک رہی ہو اور جسے یہ خبر نہ ہو کہ کب اُس پر گر پڑے گی۔

اپنی ماموریت کی اعلیٰ بلندیوں پر سے آپ عیسائی دُنیا کے بادشاہوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:۔

"اے بادشاہو! بیس برس ہو گئے جن میں سے ہر ایک دن ہم نے ایک نئے ظلم کے دُکھ سہے۔ وہ جو ہم سے پہلے ہو چکے ہیں اُن میں سے کسی نے ایسے دُکھ نہیں سہے جیسے ہم سہہ رہے ہیں کاش کہ تم ان کو دیکھتے! لوگ ہمارے خلاف اُٹھے۔ ہمیں موت کے منہ میں دیا۔ ہمارا خون بہایا ہمارے اموال کو تاخت وتاراج کیا۔ اور ہماری عزت وحرمت کی اہانت کی۔ اگرچہ تم ہمارے اکثر مصائب سے واقف ہو مگر تم نے کبھی زبردست ظالم کے ہاتھ کو نہ روکا۔ کیا یہ تمہارا فرض نہیں کہ تم ظالم کے ظلم کو روکو اور اپنی رعایا کے ساتھ عدالت وانصاف سے پیش آؤ تاکہ تمہاری معدلت گستری اور انصاف پسندی سب انسانوں پر ظاہر ہو جائے۔"

کیا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ مشرق یا مغرب کا وہ کون سا بادشاہ ہے جس نے اس ظہور کے ظاہر ہونے کے بعد اس کی تعریف میں یا اُن کے خلاف جنھوں نے اس پر ظلم کئے ہیں آواز اٹھائی ہو؟ کن لوگوں نے اتنی طویل قید وگرفتاری کے دوران میں اُٹھ کر ایسے مظالم کے طوفان کو روکنے کی کوشش کی؟ سوائے ایک خاتون کے جو اپنے تنہا نور میں روشن ومتجلی ہے اور کس بادشاہ نے حضرت بہاءاللہ کی آواز پر لبیک کہا۔ بزرگانِ عالم میں سے کون خدا کے اس نئے امر کو تسلیم کرنے یا مدد دینے کے لئے مائل پایا گیا؟ بیشمار مذہبوں

قوموں۔ پارٹیوں۔ گروہوں۔ اور انسانی خیال کے بہت ہی زیادہ بٹے
ہوئے فرقوں میں سے کن لوگوں نے یہ ضروری جانا کہ اپنی نگاہیں
اس امر کے نکلتے ہوئے سورج پر لگائیں۔ اس کے پھلتے پھولتے نظام
پر غور کریں۔ اس کے پوشیدہ ترقی و رفتار کو سوچیں۔ اس کے اہم
پیغام کی تشخیص و قدر کریں؟ اس کی نوخیز قوت کو تسلیم کریں؟
اس کی صحت افزا حقیقت کو قبول کریں اور اس کے ازلی و ابدی
حقائق کو مشہور کریں؟

دانایانِ عالم یا برائے نام اہلِ عقل و دانش کوئی صحیح
طور پر دعویٰ کر سکتا ہے .... کہ اس نے صحیح غور و تفحص
کے ساتھ اس کی کتابیں پڑھی ہیں اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ حق کو
قصے کہانیوں سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی ہے یا اس کے امر کے
ساتھ ایسا سلوک کیا ہے جو کرنا چاہیئے تھا۔ فن و علم کے وہ اعلیٰ
مفسرین کہاں ہیں جنھوں نے ماسوا چند ایک کے اس امر کی تعریف
یا مخالفت میں کبھی ایک انگلی بھی اٹھائی ہو یا کوئی لفظ بھی اپنے
منہ سے نکالا ہو جس نے دنیا کو ایسے بیش بہا فوائد سے مالامال
کیا ہے۔ اس امر کے لئے جس نے اتنی طویل مدت تک مظالم برداشت
کئے۔ اور بدترین دکھ اور مصائب سہے اور جو اپنے اندر اس
شکست خوردہ تھکی ہاری دنیا کے لئے خوش آیند و خوش گوار وعدہ
رکھتا ہے ....

ایک سو برس گذرنے کے بعد بین الاقوامی نظارے
اور امر بہائی کی تاریخ کے آغاز کو دیکھتے ہوئے ہمیں کیا دکھائی دیتا ہے؟
ایک جہان جس میں جنگجویانہ نظام کی باہم آویزش سے
دکھ او مصیبت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ قومیں اور لوگ کذب و
دروغ کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ دن بدن اس خدا
سے جو تنہا ان کی تقدیرات کا مالک ہے دور ہوتے جا رہے ہیں
اور روز بروز اس غارت گری اور قتلِ عام میں ڈوبتے جا رہے
ہیں جو دنیا کو نجات دلانے والے کی طرف سے غفلت کرنے اور اس پر
ظلم و ستم ڈھانے کے سبب لوگوں پر وارد ہوا ہے۔ وہ دین جس پر
ابھی تک ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں نوخیزگی کی حالت سے آگے
بڑھ رہا ہے۔ ایک صدی بھر کی مخالفت و ممانعت کی تاریکی سے
بلند ہو رہا ہے اور خدا کے قہر و غضب کے واقعات سے دوچار
ہو کر شکست خوردہ و فرسودہ تمدن کے کھنڈرات پر اپنی عمارت
تیار کر رہا ہے۔ ایک دنیا جو روحانیت سے عاری۔ اخلاقی لحاظ سے
دیوالیہ۔ سیاسی طور پر بٹی ہوئی اور نفاق زدہ۔ معاشرتی زندگی میں
منقلب و متردد۔ اقتصادی حالات میں مفلوج۔ خدا کی لاٹھی کے نیچے
پیچ و تاب کھاتی ہوئی۔ لہولہان ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے۔ ایک
دین جس کی ندا بہت کم سنی گئی۔ جس کے دعاوی رد کئے گئے۔ جس کی
تنبیہات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دی گئیں
جس کے ماننے والے مولی گاجر کی طرح کاٹ کر پھینک دیئے گئے۔
جس کے مقاصد و اغراض کا مذاق اڑایا گیا۔ بادشاہانِ دنیا نے
جس کی دعوت کی پرواہ نہ کی۔ جس کے پیشرو نے جامِ شہادت نوش
کیا۔ جس کے بانی کے سر پر مصائب اور تکالیف کا طوفان ٹوٹا رہا
جس کا اوّل مبیّنِ حقیقی عمر بھر دکھوں اور سخت مصیبتوں سے دوچار رہا۔
ایک دنیا جس کی وضع بگڑ چکی ہے جس میں دین اور خوفِ خدا
کا چراغ گل ہو چکا ہے جس میں دھاڑتی اور چنگھاڑتی ہوئی قوم پرستی
و نسل پرستی کی قوتوں نے خود خدا کی جگہ لے لی ہے جو بے دینی کا اولین
نتیجہ ہے۔ قوم پرستی اور نسل پرستی کا یہ دیو فتحمندی سے اپنا سر بلند کئے
اپنی کریہہ المنظر شکل سے گھور رہا ہے جس میں بادشاہت کا رعب داب
خاک میں مل گیا ہے اور وہ جن کے سر تاج سے مزیّن ہوتے تھے
اپنے اپنے تخت سے دھکیل کر نیچے پھینک دیئے گئے ہیں۔ جس میں اسلامی

عُلمائے دین جن کی قوت کا ڈنکا چار دانگ عالمِ اسلام میں بجتا تھا، اور عیسائی عُلمائے دین جو ان سے کچھ ہی کم قوی تھے اب اہانت و رُسوائی کے بھنور میں دم توڑ رہے ہیں۔ جنہیں تعصب و رشوت ستانی بکھری ہوئی ہیئتِ اجتماعیہ کا خون چوس رہی ہیں۔

ایک دین جس کے ادارات جو آنے والی دُنیا کے جلال و عزت کے حامل ہیں کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہے بلکہ بعض جگہ تو اُس کو پامال کرنے اور جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دینے کی کوششیں کی گئی ہیں جس کے بڑھتے ہوئے نظام پر تمسخر و استہزاء ہو رہا ہے بلکہ لوگ اسے ایک حد تک دبانے اور بیکار کر دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اس دین کی بلند ہوتی ہوئی تنظیمِ عالم جو اکیلی اس برباد ہونیوالی تہذیب کو بچانے کی ضامن ہے، بے پروائی کا شکار بلکہ مقابلہ کیلئے للکاری گئی ہے۔ جس کی پہلی عبادت گاہ کو ظالموں نے ضبط کر کے کسی اور کام میں لگا لیا ہے اور جس کا "گھر" جو ایک عبادت گذار جہان کا مرکزِ کشش و قبلہ ہے، ایسی سخت بے انصافی سے جس کی گواہ دُنیا کی اعلیٰ ترین عدالت بھی ہے اس کے دشمنوں کے ہاتھوں میں سپرد کر دیا گیا ہے جنھوں نے اس کی بے حرمتی کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

ہم ایک ایسے زمانہ میں رہ رہے ہیں جس کا اگر صحیح اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہو کہ اس میں دو متضاد و غیر معمولی نظارے دکھائی دے رہے ہیں۔

ایک تو ایسے بوسیدہ۔ ضعیف۔ نکمے۔ بے دین تمدن کی موت کی انگڑائیاں ہیں جس نے باوجودیکہ اکیسو سال تک نئے ظہورِ الٰہی کی آیات۔ نشانیاں اور علامات دیکھی ہیں پھر بھی بڑی ضد کے ساتھ اِس خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے دین کے اصول اور تعالیم کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

دوسرا۔ ایک ایسے نظام و تمدن کے درد زِہ کا اعلان کر رہا ہے جو دُنیا کو خلاصی دینے والا ہے اور جو بلاشک و شبہ گزشتہ یا مذکورہ بالا تمدن کی جگہ لینے والا ہے جس کی انتظامیہ عمارت میں وہ تمدن پل رہا ہے جس کی مثال آج تک دُنیا نے نہیں دیکھی اور جو ساری دُنیا پر چھا جانے والا ہے۔

پہلا تو لپیٹا جا رہا ہے اور ظلم۔ خونریزی و بربادی میں ہلاک ہو رہا ہے۔ دوسرا۔ انصاف۔ اتحاد۔ صلح و صلاح کے ایسے منظر پیدا کر رہا ہے جو نہ کبھی پہلے دیکھے اور نہ کبھی سُنے ہیں۔

پہلا اپنا زور لگا کر اب کھپ کر رہ گیا ہے۔ اس کا دروغ اور اس کی بے اثری ظاہر ہو چکی ہیں۔ اس کا وقت ہمیشہ کے لئے پورا ہو چکا ہے اور یہ جلد جلد اپنی موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔

دوسرا شہ زور اور مغلوب نہ ہونے والا اپنی زنجیروں کو توڑ کر دور پھینک رہا ہے اور دُنیا پر یہ ثابت کر رہا ہے کہ فقط وہ ہی ایک ایسی پناہ ہے جسمیں مصیبت زدہ نوعِ انسان آلائش سے پاک ہو کر وہ کچھ حاصل کر سکتی ہے جس کے لئے وہ منصۂ شہود پر لائی گئی ہے۔

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"بہت جلد موجودہ ترتیب و تمدن لپیٹ
لیا جائے گا اور اس کی جگہ ایک نیا تمدن
پھیلایا جائے گا۔"

(باقی)

مترجم۔ عباس علی بٹ

(از ورلڈ آرڈر امریکہ جلد ۷ نمبر ۳ جون ۱۹۴۱ء)



یوم مشہود

جناب مُدیر صاحب اہلحدیث مُتوجّہ ہوں!

ذیل کا مکتوب "پیامبر" کے لئے موصول ہوا ہے۔ جناب فاضل مُدیر اہلحدیث سے ایک قابل غور سوال کیا گیا ہے جس کا جواب جناب موصوف کو دینا چاہیئے۔ اس مکتوب میں پیامبر کے مضمون "اسرار قیامت" پر بھی تنقید کی گئی ہے۔ جس سے ہم نہایت خوش ہیں یقیناً تنقیدات کی ضرورت ہے تاکہ حقائق روشن سے روشن تر ہو جائیں۔ پیامبر میں بار بار اعلان کیا جاچکا ہے کہ تمام منکرین آزادی سے ہمارے مقالات پر جرح و تنقید کر سکتے ہیں۔ ہم ہر علمی بات پر بڑی مسرت سے غور و توجّہ کرینگے۔ اس اشاعت میں موصول شدہ مکتوب درج کرتے ہیں تاکہ محققین آزادی سے غور کریں۔ اپنے جوابات آئندہ اشاعت میں پیش خدمت کرینگے۔ (مُدیر)

رسالہ کوکب ہند اور بہائی میگزین و پیامبر میں ابتک قیامت کے متعلق اس کثرت کے ساتھ مضامین شائع ہو چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کو شمار کرنے بیٹھے تو بلاشبہ کافی عرصہ درکار ہوگا۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جناب مُدیر پیامبر نے اس مضمون کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ جناب مُدیر پیامبر نے عُلمائے اسلام کو بارہا چیلنج دیا کہ وہ قیامت کا مفہوم فنائے کائنات ثابت کریں لیکن آجتک مختلف اسلامی فرقوں کے علماء کا اس چیلنج کے مقابلہ میں ساکت و خاموش رہنا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اس موضوع پر بہائیوں سے گفتگو کرنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے۔ مُسلمانوں کے مختلف فرقے جب آپس میں ایک دوسرے کو خانہ جنگی کے لئے بُلاتے ہیں تو ہر فرقہ کے عُلماء رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آجاتے ہیں۔ لیکن ہمیں حیرت اور انتہائی تعجب ہے کہ جب وقت بہائی لوگ مُسلمان علماء سے کہتے ہیں کہ قیامت کا مسئلہ ایک خاص اور اُصولی مسئلہ ہے جس پر ایمان و یقین رکھنا باعث نجات ہے۔ اور ایسا مسئلہ جو مدارِ نجات ہو اُس کا مفہوم واضح متعین، غیر مشکوک طور پر صاف ہونا چاہئے۔ تو تمام مسلمان عالم ہوں یا غیر عالم دم بخود ہو جاتے ہیں۔

گلشن میں کہیں بوئے دمساز نہیں آتی
اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی

جس وقت جناب مولانا ثناء اللہ صاحب مُدیر جریدۂ اہلحدیث نے اِس موضوع پر قلم اُٹھایا تو ہمیں بہت مسرت ہوئی کہ مولنا مشہور مُناظر، پختہ کار اہل قلم اور ہمدردِ ملتِ بیضا ہیں۔ وہ ضرور بہائی دلائل کا فیصلہ کن جواب دیں گے۔ لیکن اس وقت تک کی جملہ بحثوں کو متواتر اور سلسلہ وار مطالعہ کرنے کے بعد افسوس ہے کہ ہماری تمام مسرت خاک میں مل گئی اور مولانا کے جوابات سے بہائی صاحبان تو درکنار خود راقم الحروف اور اس کے احباب بھی

جن کو مولانا سے بہ حیثیت ہمدرد اسلام ہونے کے اچھی خاصی عقیدت ہے مطمئن نہ ہو سکے۔ جب مولانائے موصوف ہی کم از کم ابتک فنائے کائنات کے عقیدہ کو ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں تو دیگر علمائے کرام سے کچھ زیادہ توقع نہیں رہی سہ

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اِس وقت راقم الحروف اور اس کے احباب کے پیش نظر سورۂ ہود کی ایک آیت ہے۔ معلوم نہیں کہ جناب مدیر پیامبر اِس مضمون پر اپنے کسی رسالہ میں روشنی ڈال چکے ہیں یا نہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم مدیر صاحب پیامبر سے اس آیت کا مطلب واضح کرنے کی درخواست کریں ہم چاہتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اس آیت پر مفصل روشنی ڈالیں۔ آیت یہ ہے:-

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۔ وَمَا نُؤَخِّرُهٗ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ وَاَمَّا	یہ وہ دن ہے جسمیں لوگ جمع ہونگے اور یہی وہ دن ہے جسکی گواہی دی جاتی رہی ہے۔ یہ دن جسے ہم نے خاص وقت تک کیلئے روک رکھا ہے جب آجائیگا تو کوئی شخص خدا کی اجازت بغیر کلام نہ کرسکیگا۔ ان میں سے کچھ لوگ شقی اور کچھ نیکبخت ہونگے۔ بدبخت لوگ آگ میں ڈالے جائینگے جسمیں وہ فریاد کرتے ہونگے دوزخ میں وہ آسمان و زمین کے رہنے تک رہینگے بجز اسکے کہ خدا کچھ اور چاہے کیونکہ وہ اپنے
الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (سورۂ ہود رکوع ۸)	ارادہ کا مالک ہے۔ اور نیکبخت لوگ بھی جنت میں داخل ہوکر آسمان و زمین کے رہنے تک رہینگے بجز اسکے کہ خدا کو کچھ اور منظور ہو۔ یہ بخشش اختتام پذیر نہ ہوگی۔

۱۲ ۱۲ ۱۲

ہم نے اس آیت پر بے حد غور کیا مگر کسی طرح مطلب نہ حل ہو سکا امید ہے کہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب اس آیت کا مفصل طور پر مطلب بیان فرما کر شکریہ کا موقع دینگے۔ لیکن مطلب بیان فرماتے وقت حسب ذیل سوالات پیش نظر رہیں۔

۱۔ خدا فرماتا ہے کہ قیامت کے دن دو گروہ ہونگے (۱) بد (۲) نیک۔ بدلوگوں کا گروہ دوزخ میں اسوقت تک رہے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ بموجب عقیدۂ اہل اسلام آسمان و زمین صرف یوم قیامت تک ہی قائم ہیں۔ اس کے بعد فنا ہو جائینگے۔ پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ بد لوگ یوم قیامت تک دوزخ میں رہینگے اور اگر خدا نے چاہا تو یوم قیامت سے پہلے وہ دوزخ سے نکل بھی آئینگے۔ حالانکہ بدکاروں کا یوم قیامت سے پہلے دوزخ سے نکل آنا بموجب عقیدۂ اہل اسلام بالکل باطل ہے۔ ایسی صورت میں آیت کے صحیح معنی کیا ہونگے۔

(۲) اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ بدکار لوگ یوم قیامت تک برزخ میں رہینگے اور چلاتے رہینگے۔ اس کے بعد خدا نے چاہا تو برزخ سے باہر بھی آجائینگے تو برزخ کا مشہور مفہوم تسلیم کر لینے کے باوجود مطلب غلط ہوگا۔ کیونکہ یہاں برزخ کا بیان نہیں فرمایا جارہا ہے بلکہ یوم مشہود یعنی روز قیامت میں بدبختوں کی کیفیت بیان کی جارہی ہے

٣- یہ فرمانا کہ بدکار لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے اور فوراً ہی یہ فرمانا کہ (آسمان و زمین کے قائم رہنے تک) ان دونوں باتوں میں تضاد ہے۔ یا تو یہ فرمایا ہوتا کہ ہمیشہ رہینگے کبھی نہ نکلینگے یا ہمیشہ رہنے کا لفظ نہ ہوتا اور محض یہ فرمایا ہوتا کہ زمین و آسمان کے قیام تک رہینگے۔ کلامِ الٰہی میں دو متضاد باتوں کا ہونا ناممکن ہے۔ اس کی تشریح فرمائیے۔

٤- جب بدکار لوگ خدا کی مرضی سے دوزخ سے نکل آئینگے تو فرمایئے جنتی اور دوزخی لوگوں میں فرق ہی کیا رہیگا۔ دونو برابر ہو گئے۔ خواہ سزا کے بعد ہی سہی۔ لہٰذا آیئے کیوں نہ کھائیں پئیں اور مزے اڑائیں۔ اس لئے کہ بالآخر جنت تو مل ہی جائے گی۔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

٥- نیک کردار لوگ بھی زمین و آسمان کے قائم رہنے تک جنت میں رہینگے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ قیامت سے پہلے پہلے یعنی زمین و آسمان کے فنا ہونے سے پہلے بدکار دوزخ میں اور نیک کردار جنت میں کیونکر رہینگے۔ یہ آسمان و زمین کے قیام تک کے الفاظ کا مطلب خاص طور سے ارشاد ہو۔ دوسرے مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جنتی لوگ بغیر کسی قید اور شرط کے ہمیشہ جنت میں رہینگے۔ اور کسی وقت اُن کا نکل آنا متصور ہی نہیں ہے۔

٦- اگر یہاں بھی جنت سے مراد برزخی آرام و راحت لیا جائے تو وہی مشکل پیش ہے۔ یعنی یہ بیان یوم الحساب اور یوم قیامت کا ہے۔ برزخ کا نہیں ہے۔

٧- سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ فوراً ہی فرمایا اگر خدا چاہیگا تو یہ لوگ جنت سے نکال بھی دیئے جائینگے۔ چونکہ فرمایا ہے کہ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی لوگ جنت میں بھی کچھ ایسی حرکتیں کر بیٹھینگے جس کے نتیجہ میں اُن کو جنت سے نکال دیا جائے گا۔ کیونکہ نکلنے کی کوئی نہ کوئی علت ہونی چاہیئے۔

٨- پھر فرمایا کہ عطاءً غیر مجذوذ یعنی نیک کردار لوگوں کا جنت میں جانا ایک ناقابلِ اختتام بخشش ہوگی۔ حالانکہ ابھی فرما چکا ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو جنت میں نہ بھی رہینگے اور رہینگے بھی تو زمین و آسمان کے قائم رہنے تک۔ غرض یہ تمام بیان اگر ظاہری مطلب پر انحصار رکھا جائے تو متضاد اقوال سے لبریز اور معاذ اللہ ایک چیستان سے زیادہ نظر نہیں آتا۔ اُمید ہے کہ جناب مولانا تسلی بخش جواب دے کر ممنون فرمائینگے۔

جناب مدیر صاحب پیامبر کی خدمت میں گذارش ہے کہ پیامبر بابت ماہ جولائی ۱۹۴۱ء نظر سے گذرا۔ اور "اسرار قیامت" والا مضمون خوب غور سے پڑھا۔ لیکن اس میں اب بھی ایک بات ایسی نظر آتی ہے جس سے یہ مسئلہ صاف نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مجادلہ مقصود نہیں صرف جستجوئے حق منظور ہے۔ آپ نے آیتِ قرآنی كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کے متعلق تین باتیں لکھی ہیں۔

(۱) یہ کہ اس آیت میں کہاں ہے کہ قیامت کے دن یہ فنا ہوگی

(۲) یہ کہ اسمیں خصوصی فنا کا ذکر ہے نہ کہ عمومی فنا کا جیسا کہ لفظ مَنْ سے ظاہر ہے۔

(۳) یہ کہ لفظ فَانٍ اسم فاعل بمعنی استمرار استعمال ہوا ہے۔"

پہلی بات کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر اس آیت میں لفظِ قیامت موجود نہیں ہے تو اس پر اصرار بیجا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ دوسرے مقامات پر قیامت کا لفظ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ پس یوم قیامت کی مختلف کیفیتوں کا اظہار مختلف

طریقوں سے مختلف الفاظ سے کر دیا گیا ہے۔ مطلب ایک ہی مخصوص دن سے ہے۔

مثلاً فرمایا کہ اس دن لوگ بیہوش ہو جائینگے یا مثلاً اس دن لوگ گھبرا جائینگے یا مثلاً صور پھونک دیا جائے گا یا مثلاً تمام لوگ فنا ہو جائینگے۔ یہ تمام ایک ہی دن کی مختلف کیفیتیں ہیں۔ یعنی اُس ایک دن گھبراہٹ ہوگی۔ بیہوشی طاری ہوگی۔ لوگ مر جائینگے۔ تمام ایک ہی دن کے متعلق باتیں ہیں۔ اگر کسی جگہ قیامت کا لفظ نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ یہ قیامت کے متعلق نہیں ہے۔ اس طرح تو کہا جا سکتا ہے کہ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ سے قیامت مراد نہیں۔ کیونکہ اس میں قیامت کا لفظ تو آیا نہیں۔ پس لفظِ قیامت کی موجودگی پہ اصرار ہمارے خیال میں ٹھیک نہیں ہے۔

(۲) اگرچہ ذوی العقول کی فنا کا ذکر ہے (جو آپکو تسلیم ہے حالانکہ متعدد جگہ انکار بھی ہے) لیکن اس خصوصی فنا سے عمومی فنا بھی ثابت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان ہی فنا ہو گیا تو دوسری غیر ذوی العقول چیزیں جو انسان کے استعمال کے لئے وجود میں آئیں کہاں باقی رہ سکتی ہیں۔ وہ بھی فنا ہونگی۔ جب اعلیٰ چیز فنا ہے تو ادنیٰ چیز کے باقی رہنے سے کیا حاصل ہے۔

(۳) اسم فاعل استمراری معنوں میں تسلیم ہے۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ہمیشہ اسم فاعل استمراری معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ غیر استمراری معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اسی سورۃ ھود میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ "اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ" بیشک یہی لوگ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ مُلٰقُو اسم فاعل ہے۔ لیکن کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح روز یہ چیزیں فنا ہوتی رہتی ہیں اسی طرح لوگ روز اپنے رب سے ملاقات کرتے رہتے ہیں؟ نہیں بلکہ ایک مخصوص دن کا تذکرہ ہے جس دن لوگ پروردگار سے ملاقات کرینگے۔ پس معلوم ہوا کہ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ اور جب مستعمل ہوتا ہے تو کیوں نہ ہم لفظِ فَانٍ کو غیر استمراری معنوں میں لیں۔ اور اس فنا کو ایک مخصوص دن میں قرار دیں۔ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ دوسری بات اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہاں وہی معنی ہیں جو آپ نے فرمائے ہیں تو یَبْقٰی کا لفظ مخصوص بزمانہ مستقبل قرینہ ہے اس امر کا کہ زمانہ مستقبل کے متعلق ہی کلام کیا جا رہا ہے۔ اور فَانٍ کی بجائے یہاں بھی یَفْنٰی کا لفظ ہوتا۔ لیکن اس صورت میں فصاحتِ کلام باقی نہ رہتی اس لئے ایک جگہ صرف اسم فاعل استعمال کیا گیا اور دوسری جگہ لفظ یبقی استعمال کیا گیا تاکہ وہ شبہ نہ ہو جو آپ کو ہو رہا ہے اور اگر ہمارا یہ مفہوم غلط ہے تو لازم تھا کہ یہاں بھی لفظ باقٍ استعمال ہوتا تاکہ استمرار پایا جاتا جو خدا کی حقیقی شان ہے۔ یبقی کے لفظ کی شانِ الٰہی میں کمی آتی ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت تھا کہ وجہ رب نہ تھی پھر وجود میں آئی اور اب ہمیشہ رہیگی۔ اگر لفظ باقٍ ہوتا تو یہ شبہ دور ہو جاتا۔ اور مطلب یہ ہوتا کہ تمام چیزیں معرضِ فنا میں ہیں اور صرف خدا ہی کی ذات حالتِ بقا میں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ فنا کا کل مخصوص بزمانہ مستقبل ہے۔ یعنی چیز فنا ہوتی رہی ہے اور ایکدن ہو جائیگی اور وجہ رب ہر چیز کے ایکدن فنا ہونے پر بھی باقی رہیگی۔

پھر صفحہ ۱۷ پر آپ نے مُردوں کے جی اٹھنے کے متعلق آیات مندرجہ اہلحدیث کو نقل فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ انمیں تو صریح طور پر کہیں لفظ قیامت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ، یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ، وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ آیات کو آپ بھی یوم قیامت ہی کے متعلق مانتے ہیں (اگرچہ یوم قیامت کی تفسیر کچھ

امام غائبؑ

امام غائب ؟

کس کے بطن سے اور کب پیدا ہوئے ؟

۱۵ شعبان کو شیعہ دنیا امام غائب کا جشن ولادت مناتی اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نرجس بتاتی ہے۔ کیا یہ دونوں عقیدے معتبر روایتوں پر مبنی ہیں ؟

امام غائب کے متعلق سب سے زیادہ معروف۔ سب سے زیادہ جامع اور نہایت احتیاط اور دیانت داری سے جمع کی ہوئی روایتوں کا مجموعہ بحار الانوار کی تیرھویں جلد میں یکجا مہیا کر دیا گیا ہے

جس وقت حضرت باب نے ایران میں اپنا دعویٰ امام مہدی ہونے کا پیش کیا اور بعض زبردست شہرت کے مالک شیعہ علماء ان پر ایمان لے آئے تو شاہنشاہ ایران اور ان کے وزیر اعظم اور علمائے وقت نے اسی کتاب بحار الانوار کی تیرھویں جلد کا فارسی میں ترجمہ کرا کے بابیوں کے دعوت کی اشاعت کو روکنے کے لئے چھپوایا اور ملک وملت میں امام غائب کے متعلق صحیح عقیدے کو پھیلانے کیلئے شائع کرایا تھا تاکہ عوام، بابی علماء کی دعوت کو آسانی سے رد کرسکیں۔ اور گمراہ نہ ہوجائیں۔

اب ہندوستان کے بعض علماء نے اپنی مجالس میں کہنا شروع کر دیا ہے کہ بحار الانوار کا شمار معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ خیر نہ سہی۔ لیکن وہ کتاب کونسی ہے جو بحار الانوار سے زیادہ قابل اعتماد ہے اور اس میں امام غائب کے متعلق روایات خصوصیت سے جمع ہیں۔ براہ کرم علمائے کرام اس کتاب کا نام بھی بتا دیں تاکہ ہمیں بھی یہ دیکھنے کا موقع ملے کہ شاہنشاہ ایران کے مشیر علماء نے اس زیادہ معتبر کتاب کو حضرت باب کے خلاف کیوں پیش نہ کیا؟

بحار الانوار کی تیرھویں جلد میں سے (ولادت امام غائب) اور (والدۂ امام غائب) کے متعلق جتنی روایات درج ہیں ان پر ایک تبصرہ جناب سید ابوالعباس رضوی نے ترتیب دیا ہے۔ ناظرین اسکو بغور ملاحظہ کریں۔ اور اپنے شناسا علماء سے مشورہ کرکے انکی خیالات اور تحقیقات سے ہمیں مستفید فرمائیں۔ (حشمت اللہ)

تاریخ وسال ولادت امام غائبؑ

علامہ محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد سیزدہم باب ولادت میں ۱۴ روایات نقل فرمائی ہیں جو خاص اس مسئلہ کے متعلق ہیں کہ امام غائب کس دن اور کس تاریخ اور کس سن میں پیدا ہوئے ان جملہ روایات کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مختلف لوگوں نے بیان کیا ہے۔ بعض راویوں نے اپنی کوئی عینی شہادت بیان نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی نہیں بتایا کہ انھوں نے اس کے متعلق فلاں خاص شخص سے سنا ہے اور صرف یہ کہکر چھوڑ دیا ہے کہ ہم سے ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ امام غائب فلاں تاریخ، فلاں دن اور فلاں سن میں پیدا ہوئے۔ اس لئے اصول روایت اور درایت دونوں کو

لحاظ سے یہ روایات غیر معتبر اور غیر نتیجہ بخش ہیں اور ایسے اہم مسئلہ میں کسی قاعدہ کے ماتحت اِن روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ بریں ان روایات میں بے حد تناقض پایا جاتا ہے۔ کسی نے تاریخ وسال بیان کیا تو دن کا ذکر نہیں کیا۔ کسی نے دن اور سال کو بیان کیا ہے تو تاریخ بیان نہیں کی۔ اور اگر کسی نے تاریخ وسال اور دن سب کچھ بیان کیا ہے تو اس قسم کے بیان میں بھی سخت اختلاف ہے اگر ایک شخص ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ بیان کرتا ہے تو دوسرا ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ۔ ظاہر ہے کہ اس شان کے بیانات سے کوئی شخص بھی کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ ان روایات کا ایک حصہ ایسا ہے جس پر ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔ اور وہ ایسی روایات ہیں جن کے آخری راوی کے نام صاف صاف مذکور ہیں۔ ان آخری راویوں کے بیانات پر قطع نظر اس کے کہ ان کی پوزیشن کہاں تک مضبوط ہے اس لئے اور بھی غور کرنا چاہئے کہ یہ لوگ اس گھر سے تعلق رکھتے ہیں جس گھر میں امامِ غائب کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ یقیناً ان سے بہتر اور معتبر دوسرے لوگ نہیں ہو سکتے۔ ایسے لوگ جو ایک گھر کے اندر ہر وقت رہتے ہوں ان سے اس امر کی زیادہ توقع ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی خاص واقعہ اِس گھر میں پیش آئے اور وہ اس واقعہ کو دوسرے لوگوں کے سامنے نقل کریں تو ان کے بیانات میں کوئی تضاد نہ پایا جائے اور ان کے بیانات سے کوئی تسلی بخش نتیجہ نکالا جا سکے۔ یہ خاص راوی کون ہیں؟ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) پہلی راوی حکیمہ ہیں۔ جو امام محمد تقی کی بیٹی اور امام حسن عسکری کی پھوپھی بیان کی جاتی ہیں۔ صرف یہی معظمہ پہلی اور آخری راوی ہیں جنھوں نے ولادت امامِ غائب کی چشم دید شہادت پیش کی ہے۔

(۲) دوسرا راوی عقید ہے جو امام حسن عسکری کا خادم ہے۔ عقید کا بیان ہے کہ حجتِ ابن الحسن شبِ جمعہ ماہِ رمضان ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ لیکن اس کا پورا بیان دیکھنے کے بعد کسی طرح بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ امام غائب ماہ رمضان کی کسی شب جمعہ کو ۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ پورا بیان حسب ذیل ہے:۔

ولی اللہ حجت ابن الحسن ۲۵۴ھ میں ماہِ رمضان کی کسی شب جمعہ کو پیدا ہوئے تھے ان کی کنیت ابو القاسم ہے اور بعض لوگ ابو جعفر بتاتے ہیں۔ ان کا لقب مہدی ہے اور وہ روئے زمین کے تمام لوگوں پر حجتِ خدا ہیں۔ ان کی ماں صیقل نامی کنیز تھیں آپ سرمن رای محلۂ رصافہ میں پیدا ہوئے۔ لوگ آپ کی ولادت کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض ظاہر کرتے ہیں بعض چھپاتے ہیں۔ بعض آپ کا ذکر کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اور بعض ظاہر کرتے ہیں۔

بیان مذکور کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقید کو اپنے اس بیان پر خود اعتماد نہیں ہے بلکہ وہ جیسا دوسرے لوگوں سے سنتا ہے بیان کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس بارے میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں۔ ممکن ہے بعض صاحبان یہ جواب دیں کہ وہ اپنے بیان پر یقین رکھتا ہے اور اس یقین کے ساتھ وہ ۲۵۴ھ رمضان کا مہینہ معین کرتا ہے۔ اِسی سلسلہ میں آکر وہ لوگوں کے اختلاف کا ذکر بھی کر دیتا ہے جو سالِ ولادت ۲۵۴ھ کو مشتبہ نہیں کرتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعی ہم عقید کے بیان کو درست تسلیم کر لیں اور یقین کر لیں کہ امامِ غائب ماہِ رمضان ۲۵۴ھ ہی کو پیدا ہوئے تو یہ شیعہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ موجودہ زمانہ میں شیعہ فرقہ کا اس پر اجماع ہے کہ آپ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ چنانچہ شیعہ دنیا میں تاریخ مذکور کو جشنِ ولادت منایا جاتا ہے۔

(۳) ایک اور وجہ بھی ہے جو عقید کے اس بیان کو صحیح نہیں قرار دیتی۔ وہ یہ کہ خود علامہ مجلسی نے صفحہ ۴ پر ایک اور خادم عقبہ کو

حکیمہ کی تائید میں پیش کیا ہے جو حکیمہ کے اس بیان کی کہ امام غائب
۱۵ ر شعبان کو پیدا ہوئے تائید کرتا ہے۔ یہ دو خادم ایک ہی گھر کی
خدمات پر مامور ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ دونوں میں اختلاف ہو۔ اور
بہر حال دونوں میں سے کوئی ایک بیان صحیح ہے۔ یا تو عقبہ غلط کہتا
ہے یا عقید۔ اگر عقید کا بیان عقبہ کے مقابلہ میں درست نہیں ہے
تو ہمارے ہاتھ سے ایک راوی اور نکل جاتا ہے اور لے دے کے
اگر کوئی اعتماد کیا جاسکتا ہے تو صرف حکیمہ کے بیان پر۔ جن کی تائید
ایک اور خادم عقبہ نامی بھی کرتا ہے۔ آئیے دیکھیں حکیمہ کیا فرماتی
ہیں اور وہ امام غائب کا سن و تاریخ و روز ولادت کیا معین
فرماتی ہیں۔

حکیمہ دو شخصوں سے بیان کرتی ہیں کہ امام غائب ۱۵ ر شعبان
کو پیدا ہوئے۔ نہ سال بتاتی ہیں نہ دن۔ ایک اور شخص سے ۱۵ ر
شعبان کی رات اور سال ۲۵۵ھ بیان کرتی ہیں۔ دن معین نہیں
کرتیں۔

(۴) تیسرا بیان ان کا یہ ہے کہ ولادت مذکور ۱۵ ر رمضان ۲۵۵ھ
کو واقع ہوئی۔

بڑی مشکل سے ہمیں صرف ایک بظاہر معتبر گواہ نظر آیا۔
اور اس کے بیانات میں بھی اس قدر تباین پایا جاتا ہے تو ہمیں یہ
مجبوراً نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے کہ معلوم نہیں امام غائب کب۔
کس دن۔ کس تاریخ اور کس سن میں پیدا ہوئے۔ اور اگر مصنف
جنات الخلود کے اس بیان کو درست سمجھا جائے کہ حکیمہ امام محمد تقی
کی کوئی لڑکی نہ تھی تو یہ ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے اور پھر
یہ عقیدہ بھی کہ امام غائب پیدا ہوئے پاش پاش ہو جاتا
ہے۔ کیونکہ ولادت کی عینی شہادت صرف حکیمہ کی ہے اور حکیمہ کا
وجود ثابت نہیں۔ لہٰذا امام غائب کا وجود ثابت نہیں۔

والدۂ امام غائب

جس طرح غیر شیعہ دنیا یہ سوال کرنے کا حق رکھتی ہے کہ امام
غائب کس دن۔ کس تاریخ اور کس سن میں پیدا ہوئے؟ اسی
طرح وہ یہ سوال کرنے کا حق بھی رکھتی ہے کہ امام غائب کا صحیح شجرۂ نسب
کیا ہے۔ اور یقیناً ایک ایسی عظیم الشان ہستی جس کے وجود و عدم پر
ایک زبردست قوم کی تعمیر و ہلاکت کا انحصار ہے اس کا صحیح نسب
معلوم ہونا ضروری ہے۔ علامہ مجلسی مرحوم نے بحار الانوار جلد
سیزدہم میں نسب امام غائب کے متعلق ۱۳ روایات درج فرمائی
ہیں۔ ان روایات کے مطالعہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

(۱) اس امر میں سب متفق ہیں کہ امام غائب کے باپ کا نام
حسن عسکری تھا اور اس کے خلاف کوئی بیان موجود نہیں
ہے۔ اسی لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے باپ کا نام حسن عسکری
تسلیم نہ کیا جائے۔

(۲) آپ کی والدہ کا نام کیا تھا۔ روایات میں کوئی یقینی تعین نہیں
ہے بلکہ سخت اختلاف ہے

شہید اول جو شیعہ دنیا میں زبردست شہرت کے مالک
ہیں وہ آپ کی والدہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکے اور وہ اپنی
مشہور تصنیف دروس میں کہتے ہیں کہ حضرت صاحب الامر کی
ماں کا نام صیقل ہے۔ بعض نرجس بتاتے ہیں اور بعض مریم بنت
زید بتاتے ہیں۔

دوسرا راوی غیاث بن اسد ہے جو کہتا ہے آپ کی ماں کا
نام بعض نرجس۔ بعض صیقل اور بعض سوسن اور بعض ریحانہ بتاتے
ہیں۔

تیسرا راوی کمال الدین ہے جو کہتا ہے کہ صیقل و حکیمہ آپ کی

ماں کا نام تھا۔

چوتھا راوی ابن خشاب ہے جو صیقل نام بتاتا ہے۔

پانچواں راوی محمد بن موسیٰ طوسی ہے جو حکیمہ نام بتاتا ہے

چھٹے راوی ایک کنیز ہے جو نامعلوم الاسم ہے۔ وہ صیقل نام بتاتی ہے۔

ساتواں راوی عقید ہے جو صیقل نام بتاتا ہے۔

آٹھواں راوی مشہور عالم شیخ طوسی ہیں جو نرجس نام بتاتے ہیں۔

ان تمام راویوں میں صحیح بیان کس کا ہے؟ اس کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک ہر اس راوی کے بیان کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس نے امام غائب کی والدہ کے متعلق براہ راست حکیمہ یا ان دوسرے لوگوں سے اطلاع حاصل کی ہو جو خاص امام حسن عسکری کے گھر سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن جب اس معاملہ کا تعلق متعلقین امام حسن عسکری ہی پر ٹھہرا تو دیگر راویوں کے بیانات پر جرح کرنا عبث ہے جبکہ متعلقین امام حسن عسکری کے بیانات بھی ہمارے سامنے موجود ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) عقید خادم امام حسن عسکری بیان کرتا ہے کہ امام غائب کی والدہ کا نام صیقل تھا۔

(۲) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ماں کا نام نرجس خاتون تھا اور موجودہ شیعہ دنیا کا متفقہ عقیدہ بھی یہی ہے کہ نرجس خاتون ہی والدہ امام غائب ہیں۔

حکیمہ کی شخصیت ظاہری کو دیکھتے ہوئے ہمیں یہ یقین کر لینا چاہئے کہ وہ آپ کی والدہ کا نام جو کچھ بتاتی ہیں وہی صحیح ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپکے ان بیانات میں بھی وہی شدید اختلاف موجود ہے کہیں وہ نرجس نام بتاتی ہیں اور کہیں سوسن۔ حکیمہ جو امام غائب کی قابلہ تھیں اور ولادت کے وقت موجود تھیں جب وہ بھی کبھی نرجس اور کبھی سوسن نام بتاتی ہیں تو ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ آپ کے کون سے بیان کا یقین کریں اور امام غائب کی والدہ کا نام صحیح کیا قرار دیں۔ یقیناً شیعہ دنیا کا فرض ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کن جواب دے۔

(ابو العباس رضوی)

ہندوستان میں سامان جنگ کی تیاری

ہندوستان کے اسلحہ ساز کارخانوں کو ڈھائی سو تجارتی ورکشاپوں اور تیس ریلوے ورکشاپوں کی طرف سے امداد مل رہی ہے۔ اور ان مددگار اداروں نے گولہ بارود کی سات سو مختلف مدوں کے ماتحت دو کروڑ چیزیں بنانے کا ذمہ لیا ہے۔

اس وقت ہندوستان میں جو تن کارخانے مشینوں کے آلات تیار کر رہے ہیں اور بھرے ہوئے پھٹنے والے گولوں کی تیاری کی رفتار جنگ سے پہلے زمانہ کی نسبت چھبیس گنی ہو گئی ہے۔ توقع ہے کہ یہ تعداد دو مرحلوں کے بعد چھیانوے گنی ہو جائے گی۔

ہندوستان کی حرفت فولاد شروع ہی سے اچھی حالت میں ہے اور اگر حالات سازگار رہے تو ہندوستان کی فولاد کی پیداوار میں بہت جلد بقدر ۳۳⅓ فیصدی کے اضافہ ہو جائیگا۔

یہ ہندوستان کی حرفت فولاد کا ہی نتیجہ ہے کہ ہندوستان زرہی پلیٹ مہیا کر رہا ہے اور اُمید ہے کہ زرہ پوش جنگی موٹروں کے لئے جتنی زرہی پلیٹ درکار ہونگی وہ ہندوستان مہیا کرتا رہیگا۔

توپیں اور اُن کی گاڑیاں خاص کارخانوں میں تیار کی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے بہت سے حصوں کی تیاری ریلوے ورکشاپوں اور انجنیرنگ

انڈسٹری کے سپرد کردی گئی ہے۔

ہندوستان نے زرہ پوش جنگی گاڑیاں بنانے کا اتنا بڑا پروگرام اپنے ذمہ لیا ہے کہ اسمیں جتنے موٹر کے ڈھانچے باہر سے آسکتے تھے اور جتنی زرہی پلیٹ وہ خود تیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ سب سما سکتے ہیں۔

ہوائی جہاز بنانے کا ایک کارخانہ کھولا جاچکا ہے اور اگر حالات ٹھیک رہے تو یہی بڑھکر ہندوستانی طیارہ سازی کی حرفت کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

بحری جہاز سازی کے ہندوستانی کارخانے سرنگیں صاف کرنیوالے جہازوں سے لے کر لانچ بوٹ تک چھوٹے چھوٹے بہت سے جہاز بنانے میں مشغول ہیں۔

فوج خاکی رنگ کے کپڑوں خاص کر خاکی زین کو بہت ترجیح دیتی ہے اور فوج عام طور سے خیموں میں رہتی ہے اور اکثر و بیشتر مچھردانیاں استعمال کرتی ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح سپاہیوں کو بھی کمبلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سوتی اور اونی کپڑے کے کارخانے اس سال لباس کیلئے قریب قریب ۴۲۴۰۰۰۰۰ گز کپڑا تیار کر رہے ہیں۔ صرف اس سال ساڑھے چھ کروڑ روپیہ کے خیمے اور ڈیڑھ کروڑ روپیہ کے کمبل بنائے جائینگے۔ اور یہ سن کر تو حیرت ہی حیرت ہوگی کہ ۱۹۴۲-۱۹۴۱ء میں صرف پارچہ جات کی خریداری کی قیمت قبل از جنگ کے تقریباً پورے دفاعی بجٹ کے برابر ہوگی۔

نو بڑے بڑے کارخانے ہیں جو لباس سینے کے بہت سے بڑے بڑے مرکزوں سے منسلک ہیں۔ تیس ہزار درزیوں سے کام لیا جارہا ہے اور ایک مہینہ میں پچاس لاکھ کپڑے سی سلا کر تیار کر دیئے جاتے ہیں۔

جنگی ضرورتوں کے لئے ہندوستان کے جنگلوں سے مسلسل لکڑی فراہم ہورہی ہے اور کبھی ہاتھوں سے اٹھا کر اور کبھی ہاتھی کے ذریعہ کبھی رسوں کے ذریعہ اوپر سے نیچے گرا کر اور کبھی دریاؤں میں بہاکر سمندر پار بھیجنے کے لئے بندرگاہ تک لائی جاتی ہے۔ صوبائی محکمہ جات جنگلات اور ان کی لکڑی کے ٹھیکہ داروں کی مدد سے لکڑی کی فراہمی میں درجہ بدرجہ ترقی ہورہی ہے اور اس سال کے آخر تک اس کی مقدار ۵۰۰۰۰۰ ٹن تک پہنچ جائے گی۔

کوئلہ۔ مینگنیز اور ابرق باہر بھیجی جارہی ہے۔ ہندوستان کا ڈھلائی کا لوہا سلطنت برطانیہ کی پیداوار میں ایک مفید کام انجام دے رہا ہے اور مختلف قسم کی حرفتوں مثلاً کیمیاوی حرفت میں کافی توسیع کا باعث بنا ہوا ہے۔ اگر حالات مناسب رہے تو ہندوستان دھماکے سے پھٹنے والی چیزوں۔ ہوائی جہاز کو چمکانے والے تیل اور گندھک کے معاملہ میں بہت جلد خود کفیل ہوجائے گا۔ اس نے دوائیں بنانے اور تمام طرح کی طبی چیزیں بنانے میں قابل تعریف اضافہ کیا ہے۔ اور دفاعی فوجوں کی چھوٹی چھوٹی مختلف ضروریات کو بنانے میں بیس گنا اضافہ کرلیا ہے۔

فولاد کے صرف ایک کارخانے میں تیس ہزار آدمی کام کررہے ہیں۔ ریلوے کی ورکشاپوں میں ایک لاکھ پچاس ہزار اور غالباً اس سے دگنے اور تگنے آدمی مختلف انجینئرنگ اور فلزاتی کارخانوں میں کام کررہے ہیں۔

اسلحہ ساز کارخانے اپنی پیداوار تین گنی کرنے کے لئے چوبیس گھنٹے برابر چلتے رہتے ہیں۔ مگر ہندوستان کے سن کے بوروں۔ دفاعی سپاہ کے لئے مچھردانیوں۔ وردی کی خاکی زین۔ جالی۔ سوتی کرمچ چمڑے کا سامان اور ماہانہ ہزاروں فوجی جوتے بنانے کا خیال کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک چیز کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے ٭

حضرت سیّد کاظم رِشتی کی سوانح و ماموریت

گذشتہ سے پیوستہ

کئی موقعوں پر آپ نے فرمایا کہ "وہ جو میرے بعد ظاہر ہوگا پاک خاندان۔ بزرگ اجداد اور آلِ فاطمہ سے ہوگا۔ اُس کا قد میانہ ہے اور وہ جسمانی نقائص سے مُبرّا ہے"

شیخ ابو تراب کو میں نے یہ بیان کرتے ہوئے سُنا:۔

ہم حضرت سید کے بہت سے شاگرد ان جسمانی نقائص کے ذکر سے جن سے حضرت سیّد کہا کرتے تھے موعود مُبرّا ہوگا یہ خیال کیا کرتے تھے کہ یہ خاص ہم میں سے تین شاگردوں کے بارے میں فرمائے جاتے ہیں۔ ہم نے اُن کے نام بھی اُن کے جسمانی نقائص کے مطابق ہی رکھے ہوئے تھے۔ اِن تین میں سے ایک حاجی میرزا کریم خاں ولد ابراہیم خاں قاجار کرمانی تھا۔ یہ شخص آنکھ کا کانا اور کھوسہ تھا۔ دوسرا میرزا حسن گوہر تھا جو بے حد موٹا تھا۔ تیسرا میرزا محیط شاعر کرمانی تھا۔ جو بہت دُبلا اور بہت لمبا تھا۔ ہمیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ اِن کے سوا اور کوئی نہیں جن کے بارے میں حضرت سید بار بار فرماتے تھے کہ بعض مغرور اور بے ایمان لوگ ہیں جو آخر کار اپنی اصلیت کو اور اپنے کفر و حماقت کو ظاہر کرینگے۔ حاجی میرزا کریم خاں نے جو سالہا سال تک حضرت سید کے قدموں میں بیٹھا تھا اور جس کو یہ زعم تھا کہ اُس نے آپ سے علم سیکھا ہے۔ آخر کار اپنے مولیٰ سے اجازت مانگی کہ وہ کرمان میں اقامت گزیں ہو اور وہاں اسلام کے مفاد کو پھیلانے اور ائمہ دین کی احادیث کو سمجھانے میں مصروف ہو۔

"میں اُس دن حضرت سید کاظم کے کُتب خانہ میں حاضر تھا جس دن حاجی کریم خاں کا ایک مُلازم ایک کتاب ہاتھ میں لئے آیا۔ اور اپنے آقا کی طرف سے حضرت سید کو وہ کتاب دے کر بولا اُس کے مالک نے عرض کی ہے کہ آپ اس کتاب کو پڑھیں اور اس میں جو لکھا ہے اُس کی تصدیق اپنے ہاتھ سے فرما دیں۔ حضرت سید نے اس کتاب کے کچھ صفحات پڑھے اور پھر اُس خادم کو لوٹا دی اور فرمایا" اپنے مالک سے جاکر کہدو کہ اُس سے زیادہ اُس کی کتاب کی کون قدر کر سکتا ہے"۔ خادم کے چلے جانے پر حضرت سید نے ملال بھری آواز میں فرمایا:۔ "لعنت ہو اُس پہ سالہا سال تک وہ میرے ساتھ رہا۔ اور اب جبکہ وہ جانے کا ارادہ کر رہا ہے اس کا واحد مقصد اتنے سال کے مطالعہ اور ہمراہی کے بعد یہ ہے کہ وہ اپنے کافرانہ و ملحدانہ عقائد کو اس کتاب کے ذریعہ پھیلائے اور چاہتا ہے کہ میں بھی اُس کے اِن عقائد کی تصدیق کروں۔ اس شخص نے کچھ خود غرض و مکار لوگوں کے ساتھ سازش کی ہے کہ کرمان میں اپنے آپ کو قائم کرکے میری وفات کے بعد سردارِ قوم ہونے کا اعلان کرے۔ آہ! اس شخص نے کیسا بُرا سوچا ہے! جب آفتابِ ہدایت سے وحی الٰہی کی نسیم چلیگی تو اس کا چراغ گُل ہو جائیگا۔ اور اس کا اثر محو ہو جائیگا۔ اس کی سعی کا شجر آخر کار سوائے عبرت اور پچھتاوے کے اور کچھ پھل نہ دیگا۔ میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھو گے۔ میری دعا ہے کہ تم اس شرارت انگیز اثر سے محفوظ رہو جو یہ دجالِ وقت آنے والے زمانہ میں

پھیلائے گا۔"

آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں قیامت کے دن تک جس دن قدرت کا ہاتھ لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو کھول دیگا کسی سے کچھ نہ کہوں۔ آپ نے مجھے نصیحت کی اس دن میں اٹل ارادے اور پکے اعتقاد کے ساتھ امراللہ کی نصرت کے لئے اٹھوں اور جو کچھ میں نے سنا اور دیکھا ہے اس کا دور و نزدیک اعلان کردوں۔"

اسی شیخ ابو تراب نے حضرت باب کے اعلان کرنے پر پہلے یہ مناسب اور قرینِ حکمت خیال کیا کہ امراللہ کے ساتھ منسوب نہ ہو مگر بعد میں عاشقانِ صادقِ ظہورِ الٰہی میں سے ہوا۔ اور اپنے ایمان کیا چٹان کی طرح راسخ اور پکا رہا۔ آخر کار اس محبت کی آگ نے جو اس کے دل میں شعلہ زن تھی اُسے طہران کے اسی قید خانہ میں اسیر کرایا جسمیں حضرت بہاءاللہ قید تھے۔ وہ مرتے دم تک اپنے ایمان پر قائم رہا۔ اور اپنی محبت بھری فداکارانہ زندگی کا خاتمہ جامِ شہادت پی کر کیا۔

جوں جوں حضرت سید کاظم کا وقت قریب آتا جاتا تھا آپ اپنے شاگردوں کو خلوت وجلوت میں یہ کہکر نصیحت کرنے لگے:۔

"اے میرے پیارے دوستو! خبردار! خبردار! ایسا نہ ہو کہ اس دنیا کی موہوم نمائشیں تمھیں فریب دیں۔ خبردار! مبادا تم مغرور یا خدا کی غافل ہو جاؤ۔ تمھارے لئے لازم ہے کہ اُس کی تلاش میں جو میرے دل کا اور تمھارے دلوں کا محبوب ہے سرگرم ہو جاؤ۔ راحت و آرام کو ترک کرو۔ دُنیوی مال و متاع کو تیاگ دو۔ اور رشتہ داریوں سے بے نیاز ہو جاؤ۔ دور و نزدیک پھیل جاؤ۔ دنیا و مافیہا سے منقطع ہو جاؤ اور نہایت انکساری اور فروتنی سے اپنے خداوند خدا کے حضور گڑگڑا کر دُعا مانگو کہ وہ تمھاری تائید فرمائے اور ہدایت کرے۔ اس کے ڈھونڈھنے میں جو سبحاتِ جلال میں پوشیدہ ہے ہمت نہ ہارنا۔ اُس وقت تک ثابت قدم رہنا جب تک وہ جو تمھارا سچا ہادی اور مولیٰ ہے اپنے فضل سے اپنی پہچان کے لئے تمھاری تائید نہ فرمائے۔ ثابت قدم رہو حتیٰ کہ وہ تمھیں قائم موعود کے انصار اور دوست برگزیدہ بنا دے۔ تم میں سے وہ لوگ بہت خوش قسمت ہونگے جو اس کی راہ میں جامِ شہادت نوش کرینگے۔ تم میں سے ان لوگوں کو جنھیں خدا اپنے فضل وکرم سے زندہ وسلامت رکھیگا تاکہ وہ نجمِ ہدایتِ الٰہی اور آفتابِ نورِ رحمانی کے مُبشر کو دیکھیں۔ لازم ہے کہ وہ صابر، ثابت قدم اور مطمئن رہیں۔ ایسے لوگوں کی بڑی نشانی یہ ہوگی کہ اضطراب اور مایوسی کبھی ان کے پاس نہ آئے گی۔ کیونکہ صور کی پہلی آواز کے بعد ہی جو زمین پر موت اور ویرانی لائے گی ایک دوسرا صور پھونکا جائیگا جو دوبارہ زندگی عطا کریگا۔ اُس وقت اس آیہ کریمہ کے معنی روشن ہو جائینگے۔ ونفخ في الصور فصعق من في السموات ومن في الارض الا من شاء الله ثم نفخ فيه اخرى فاذا هم قيام ينظرون۔ واشرقت الارض بنور ربها ووضع الكتاب وجيء بالنبيين والشهداء وقضي بينهم بالحق وهم لا يظلمون (سورۂ زمر)" اور جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب بیہوش ہو جائینگے سوای ان کے جنھیں اللہ محفوظ رکھے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائیگا تو سب کھڑے ہو جائینگے اور ادھر ادھر دیکھینگے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگیگی اور کتاب کھولی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ بلائے جائنگے اور لوگوں کا سچا فیصلہ کیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔"

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قائم (حضرت باب) کے بعد قیوم (حضرت بہاءاللہ) کا ظہور ہوگا۔ کیونکہ جب پہلے کا ستارہ غروب ہو جائے گا تو آفتابِ جمالِ حسین طلوع ہوگا اور ساری دُنیا کو نور سے معمور کر دیگا۔ تب وہ بھید اور وہ پوشیدہ راز جس کا حضرت شیخ احمد نے ذکر کیا ہے ظاہر ہوگا کہ اس امر کا راز افشا ہو کر رہیگا اور ان

پیغام کے بھید کا کھلنا لازمی ہے۔ اس یوم الایام سے فائز ہونا اعصارِ گذشتہ کے جلال وجمال سے فائز ہونا ہے اور اس عصر میں ایک نیک کام کرنا لکھوکھا سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

نفس مقدس حضرت شیخ احمد مذکورہ بالا آیاتِ قرآن پڑھا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کے معانی پر زور دیا کرتے تھے کہ یہ آیات ان دو امرِ سماوی کے آنے کی پیشینگوئی کر رہی ہیں جو بسرعت یکے بعد دیگرے ظاہر ہونگے اور ان میں سے ہر ایک دنیا کو نور سے معمور کر دے گا۔ آپ بتکرار فرمایا کرتے "مبارک ہے وہ شخص جو ان کو پہچانیگا اور ان پر ایمان لائیگا۔ اور ان کے نور کو دیکھیگا" کتنی ہی بار میری طرف مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا "ہم دونوں میں سے کوئی بھی ان کے نورانی جلال کو دیکھنے کے لئے زندہ نہ ہوگا۔ مگر آپ کے شاگردوں میں بہت سے مومنین ایسے ہونگے جو اس دن کو دیکھینگے جس کے دیکھنے کی آرزو ہمارے دل میں ہی رہ جائے گی" میرے پیارے دوستو! امراللہ کی شان بہتی عظیم ہے۔ وہ مقام کس قدر بلند و اعلیٰ ہے جس کی طرف میں تمھیں بلا رہا ہوں۔ وہ کام جس کے لئے میں نے تمھیں تعلیم دی اور تیار کیا بہت اہم اور عظیم الشان ہے۔ کمرِ ہمت کس کر باندھو اور اس کے وعدہ پر نگاہ رکھو۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ قادرِ مطلق تمھیں ان طوفانہائے بلا و ابتلا و امتحان میں ثابت قدم رکھے جو تم پر آ کر رہینگے اور تمھیں ان میں سے سلامتی کے ساتھ گذار کر فتحمندی کا سہرا پہنا کر اس اعلیٰ مقام کی طرف لیجائے جو تمھارے لئے مقدر کیا گیا ہے۔"

(باقی آئندہ)

پیامبر کے متعلق

چند معزز دوستوں نے پیامبر کے متعلق اپنے خطوط میں جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں اُن کا مختصر خلاصہ ناظرینِ کرام کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

(۱)

پیامبر ایک عرصہ سے میرے پاس آرہا ہے۔ بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ گذشتہ دنوں جبکہ میں بسترِ علالت پر تھا میرے لئے پیامبر ہی روحانی تسلی کا سامان تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ پیامبر واقعی پیغمبر ہے۔ ایک یہی رسالہ ہے جو ہر قسم کی فضولیات سے مبرّا ہے اور بڑے وقار سے لوگوں کو دین اور دنیا کی بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے۔

(۲)

جب پہلی مرتبہ میں نے پیامبر پڑھا تو سچ عرض کرتا ہوں کہ میرے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ اب دنیا میں نئی شریعت لانے کا دعویٰ بھی ممکن نہیں ہے اور کوئی ایسا دعویٰ ہرگز ہرگز نہ کرسکیگا اور کسی نے ایسا لفظ منہ سے نکالا بھی تو کوئی مسلمان بلکہ کوئی انسان اُسے تسلیم نہ کریگا۔ پیامبر پڑھ کر میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایران جیسے اسلامی ملک میں ایک بزرگ نئی شریعت لانے کا دعویٰ کرچکے ہیں اور حکومت و عوام اور علماء نے سخت مخالفت کی۔ پھر بھی بکثرت ایسے لوگ پیدا ہوگئے جو شریعتِ اسلام کے دور کو ختم سمجھ کر نئی شریعت کو ماننے لگے۔ عجیب یہ کہ انھوں نے بڑی بڑی مصیبتیں بھی اُٹھائیں۔ یہانتک کہ جانیں دیدیں مگر نئی شریعت سے انکار نہ کیا۔ کیا یہ واقعہ مذہبی دنیا میں حیرت انگیز نہیں ہے؟ اب میں چاہتا ہوں کہ بہائی لٹریچر تفصیل سے مطالعہ کروں۔

(۳)

مجھے مذہبی مباحثات سے گہری دلچسپی ہے۔ قیامت کے متعلق جو مضامین پیامبر میں لکھے جارہے ہیں وہ لاجواب ہیں۔ مجھے حیرانی ہے کہ علمائے کرام اِن مضامین پر کیوں توجہ نہیں فرماتے۔ ایڈیٹر صاحب اخبار اہلحدیث نے عجیب کام کیا ہے کہ حال کے ایک اہلحدیث میں بہائیوں کے سوالوں کا جواب دے رہے تھے اسی میں عیسائیوں کو جواب دینے لگے اور بہائی سوال تشنہ رہ گیا۔ یہ عجیب طرز ہے۔ بہائیوں کے سوال واقعی نہایت محققانہ اور گہرے ہیں۔ جب اہلحدیث ملتا ہے تو میں سب سے پہلے یہی دیکھتا ہوں کہ بہائیوں سے کیا بات چیت ہو رہی ہے۔ پیامبر کی طرزِ تحریر میں سلاست اور سلامت روی پائی جاتی ہے۔

پیامبر کے مضامینِ قیامت واقعی قیامت انگیز ہیں سارے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں کہ قیامت اُس وقت کا نام ہے جب دنیا و مافیہا فنا و برباد ہونگے۔ مگر پیامبر اپنی نرالی تحقیق پیش کررہا ہے کہ دنیا و مافیہا کے فنا کا نام قیامت نہیں۔ یہ بات تو مجھے بھی اپیل کرتی ہے کہ لفظِ قیامت قیام و بقا کے لئے ہوسکتا ہے نہ کہ فنا و عدم کے لئے۔ مجھے بڑا شوق ہے کہ وہ آیتِ قرآن جس

قیامت کا مفہوم فنا ثابت ہو دیکھوں۔ زبانی طور پر کئی عالموں کو
پوچھ چکا ہوں۔ لیکن ابھی تک تسلی بخش جواب کسی سے نہیں ملا۔
بہرحال میں پیامبر پڑھتا رہوں گا اور علماء سے بھی دریافت
کرتا رہوں گا۔

(۵)

آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ بہائی میگزین۔ کوکب ہند اور
پیامبر کے فائل مرتب کرنے کی اپیل فرمائی۔ میرے پاس کوکب ہند
کی کئی جلدیں ہیں لیکن نا تمام ہیں۔ جو لوگ پرچے لے گئے پھر
واپس نہ لائے۔ اب مجھ اس سے خوشی ہوئی کہ آپ نے ترتیب فائل
کی تحریک شروع کی ہے۔ اگر میرے فائل پورے ہو جائیں تو نہایت
خوشی ہوگی۔ مطلوبہ پرچے مجھے جس قیمت پر بھی مل سکیں میں خرید لونگا۔
حقیقت یہ ہے کہ ان فائلوں میں علم کے بڑے ذخیرے ہیں۔ آئندہ
نسلیں ان کی نہایت قدر کریں گی۔ اردو زبان میں ایک اچھے لٹریچر
کا اضافہ ہوا ہے۔ بعض چیزیں تو بالکل بے مثل ہیں۔

(۶)

مضامین قیامت لاجواب ہیں۔ ان میں علم ہے۔ استدلال
ہے۔ نئی زندگی کا پیغام ہے۔ میرے خیال میں بہتر ہو کہ تمام مضامین
ترتیب دیکر ایک کتاب شائع کی جائے مجموعی طور پر جب یہ مضامین
ایک سوچنے والے کے سامنے آئینگے تو اسے ایک اور ہی جہان
نظر آئے گا۔ مہربانی فرما کر ایک فہرست شائع کیجئے کہ کس کس پرچے میں
قیامت کے متعلق مضامین ہیں تاکہ تلاش کرنے والوں کو آسانی ہو۔
اور وہ کتاب چھپنے تک ان مضامین کو یکجائی پڑھ سکیں۔

پیامبر۔ کوکب ہند میں جو مضامین قیامت کے متعلق لکھے
گئے ہیں ان کی فہرست پھر کبھی دی جائے گی۔ فی الحال بہائی میگزین
کے مضامین قیامت کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ پیامبر میں
مضامین نکلے ہیں ان کی فہرست بھی دی جاتی ہے۔

قیامت کے مضامین بہائی میگزین میں

(۱) رازِ حقیقت و مجاز ۔۔ ۔۔ جلد اول نمبر
(۲) روحانی کلام کی روحانی حقیقتیں ۔۔ ۔۔ جلد اول نمبر
(۳) صبح محشر ۔۔ ۔۔ جلد اول نمبر
(۴) یوم القیامۃ ۔۔ ۔۔ جلد دوم نمبر
(۵) علم الساعۃ ۔۔ ۔۔ جلد سوم نمبر
(۶) کیا قیامت میں زمین نیست و نابود ہو جائیگی؟ جلد سوم نمبر
(۷) کیا قیامت میں آسمان فنا ہو جائینگے؟ جلد سوم نمبر
(۸) مسئلہ قیامت ۔۔ ۔۔ جلد چہارم نمبر
(۹) کیا فنا کو قیامت کہہ سکتے ہیں؟ جلد پنجم نمبر چہا
(۱۰) قیامت ایسی ہوتی ہے ۔۔ ۔۔ جلد پنجم نمبر چہا
(۱۱) حقیقت قیامت ۔۔ ۔۔ جلد ششم نمبر پنج
(۱۲) قیامت کے اسرار ۔۔ ۔۔ جلد ششم نمبر ش

" "پیامبر" جلد اول میں:-

(۱) قیامت اسی دنیا میں نمبر۱ (۲) مذاکرات قیامت نمبر
(۳) مذاکرات قیامت نمبر۵ (۴) کیا قیامت کو صرف آپ
سمجھے نمبر۵ (۵) مذاکرات قیامت نمبر۶ (۶) نفخ صور اور موجودہ جنگ

" پیامبر جلد دوم میں:-

(۷) قیامت اسی دنیا میں نمبر۲ (۸) کتاب مقدس اور قرآن کریم
(۹) قیامت کی بات چیت نمبر۵ (۱۰) اعلان قیامت کبریٰ نمبر
(۱۱) اسرار قیامت نمبر۷ (۱۲) وفد قیامت نمبر۸
(۱۳) اذا القبور بعثرت نمبر۸ (۱۴) جنت و دوزخ اسی دنیا میں

لوحِ مُبارک (ترجمہ)

از الواحِ حضرتِ بہاءُ اللہ

ندائے خداوندی عکّا کی سمت سے بلند ہے اور ارشاد فرما رہی ہے کہ ان لوگوں کو مُبارکباد جو خُدا کی جانب متوجہ ہوئے اور اُنھوں نے ظاہری اور باطنی کانوں سے خُدائی آواز سُنی۔ یہی لوگ اہلِ منظرِ اکبر اور رحیقِ اطہر کے پینے والوں میں سے ہیں۔ خصوصاً وہ لوگ جو اِن ایّام میں جب اکثر اقوام کو ظلمتِ اوہام نے گھیر لیا، بارگاہِ احدیت کی طرف متوجہ ہونے سے باز نہ رہے۔ یہی بات ہے جو ہمیشہ ہمیشہ مجھ سے پہلے مظاہر نے الواح میں ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اِس فتنہ و امتحان میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ مقبلینِ خالص کبریتِ احمر سے بھی زیادہ کمیاب ہیں۔ اگر بندے خدائی آواز کی لذّت پا جاتے اور کلمہ کے مقامِ نزول کی عظمت کو کچھ بھی سمجھ لیتے تو سب کے سب کھُلّم کھُلّا بارگاہِ ربّ الارباب کی طرف رُخ کرتے۔ ہمیشہ ہمیشہ مظاہرِ الٰہی پر فرعون صفت لوگوں کی طرف سے بے انتہا مظالم وارد ہوتے رہے ہیں اور مظاہرِ الٰہی نے کمال قدرت و اقتدار کے ساتھ تمام مظالم برداشت کئے کہ شاید کچھ لوگ ظنون و اوہام کی کدورتوں سے پاک و صاف ہو کر احدیت کے باعزّت بلند مقاموں پر عروج کریں باوجودیکہ سب لوگ یہ مشاہدہ کرتے رہے کہ وہ مصادرِ اَمر محض خلق کی نجات کے لئے سختیاں جھیلتے ہیں پھر بھی لوگوں نے ان سے جو کچھ سلوک،،، برتاؤ کیا سو کیا۔ خبردار۔ ظالموں پر خُدائی پھٹکار۔ سب جانتے ہیں کہ دُنیا ناپائیدار ہے اور جب موت کا پیامبر آجاتا ہے تو کسی روکنے والے کی روک اُسے باز نہیں رکھ سکتی اور نہ کسی صاحبِ اقتدار کی قدرت اُسے روک سکتی ہے اور نہ کسی ظالم کی سطوت اُسے لپا کر سکتی ہے۔ اس بات کا علم و یقین رکھتے ہوئے بھی اس چند روزہ زندگی میں جس میں معلوم نہیں کہ کل خاک کے اوپر ہونگے یا اس کے نیچے سب کے سب کوچۂ نفس و ہوٰی میں سرگرداں ہیں اور حق جلّ جلالہٗ سے غافل اور اپنے گمان میں یہ ارادہ کر بیٹھے ہیں کہ لوگوں کے درمیان خُدائی چراغ کو بُجھا دیں۔ اور درختِ خداوندی کو لطیف اور پاکیزہ پھلوں سے روک دیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ ایک قطرہ آبِ شور ایک شیریں اور مواج سمندر کا مقابلہ کرنے چلے۔

اور اُسے روکنے کھڑا ہو۔ کیا آفتابِ حجاز اہلِ مجاز کے پردوں سے چھپ سکا۔ خدا کی قسم وہ پردہ جو حائل ہوا مقضا کی انگلیوں نے پھاڑ ڈالا اور آفتابِ حق اُفقِ جلال سے جلوہ گر ہوگیا۔

صاحبانِ حکومتِ ظاہری ہمیشہ ہی لوگوں کو شطرِ احدیت کی جانب متوجہ ہونے سے روکتے رہے ہیں اور بحرِ اعظم پر بندوں کے اکٹھے ہونے کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ کیونکہ اس اجتماع کو وہ اسبابِ سلطنت کی تفریق کا سبب سمجھتے رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے کہ احبائے حق کی نظر ان اُمور پر متوجہ ہونے سے ہمیشہ مقدس رہی ہے اور رہیگی۔ ایسی باتیں یہ مفسد لوگ ہی اُڑایا کرتے ہیں۔ اب اس وقت اکثر لوگوں کو ایسا توہّم ہو رہا ہے کہ یہ بندہ زمین پر حکومتِ کلّی کا ارادہ رکھتا ہے باوجودیکہ تمام الواح میں ہم نے عہدہ شاہی قبول کرنے سے بندوں کو بچنے کی نصیحت کی ہے۔ کیونکہ زحمت و ابتلاء کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی شخص محض خدا کیلئے حکومت قبول کرے کہ وہ اس طرح امر اللہ کی خدمت کرے گا۔ بادشاہ لوگ قدرتِ الٰہی کے مظاہر ہیں اور بادشاہوں سے جو کچھ مقصود ہے وہ محض عدل و انصاف ہے۔ اگر اسے مدنظر رکھیں تو حق کے ساتھ منسوب ہیں۔

بہت جلد پردے چاک ہو جائینگے اور اسماء وصفات کی تجلّی اکثر بندوں پر چھا جائے گی۔ اور سب کے سب بارگاہِ حق کے مقربوں کی تقدیس اور تنزیہہ پر شہادت دیے اُٹھینگے۔ کجا خود اُس بلند ذات کی تقدیس و تنزیہہ۔ ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ بندوں کو اپنی محبت و رضا کی توفیق و تائید عطا فرمائے۔ اور اُن کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ اسے دیکھیں اور پہچانیں اور انھیں اس آفتاب سے جو جلوہ گر ہوا اور اس آسمان سے جو بلند ہوا۔ اور اس نعمت سے جو نازل ہوئی اور اس چراغ سے جس کے نور سے زمین منوّر ہوگئی محروم نہ رکھے۔ بیشک وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

اور وہ جو تو نے خواب میں دیکھا بے شک وشبہ حق ہے اور جیسا کچھ تو نے دیکھا وہی واقع ہونیوالا ہے۔ عنقریب خدا اس اُفق سے ایسا نور اور ایسی قدرت ظاہر کرے گا جس کے مقابل سورج اندھیرا سا پڑ جائے گا۔ اور خدا کے مقابل تکبر کرنے والوں کے آثار مٹ جائینگے اور مخلصوں کے چہرے چمک اُٹھینگے اور بہت جلد تیرے پروردگار کے انوارِ جمال اہلِ زمین پر چھا جائینگے یقیناً وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

اگرچہ تفصیل کے ساتھ ذکر نہیں ہوا۔ لیکن جو کچھ مصدرِ امر سے نازل ہوا اس سے مقصود سمجھ میں آجاتا ہے۔ خواب کی تعبیر خود ظاہر ہے۔ اسے ہر ایک دانا و بینا سمجھ سکتا ہے۔



وحدت کا گیت

خدا ایک ہے۔ اُس کی قدرتیں بے شمار ہیں۔ حقیقت ایک ہے، اُس کے ظہور رنگارنگ ہیں۔ بیان ایک ہے زبانیں مختلف ہیں۔ گانا ایک ہے، باجے طرح طرح کے ہیں۔ روشنی ایک ہے۔ چمنیاں متعدد ہیں آفتاب ایک ہے۔ کرنیں بہت سی ہیں۔ دین ایک ہی، احکام بکثرت ہیں۔ رُوح ایک ہے، اعضاء کئی ہیں محبوب ایک ہی لباس بہت سے ہیں۔ وہ سب کا پیارا مالک بہت سی زبانوں میں بولا۔ بہت سے زمانوں میں بولا۔ بہت سی مقاموں پر بولا۔ مگر جیسے بولنے والا ایک ہے ویسے ہی اُس کے بولنے کا مقصد ایک ہی ہے۔ اُس نے سب کو ایک ہی تعلیم دی ہے۔ سب ایک زبان ہو کر اُس کی تعریف میں وحدت کا گیت گا رہے ہیں!

قرآن، وید، گاتھا، ۞ ہر اِک یہی ہے گاتا ۞ وہ ایک ہی خدا ہے ۞ وہ سب کو پالتا ہے
وہ سب پہ مہرباں ہے ۞ وہ مالکِ زمان ہے ۞ معبود ہے وہ سب کا ۞ سب کا وہی سہارا
رستہ ہمیں بتا دے ۞ جس پہ چلے وہ بندے ۞ جن کو ملی ہے نعمت ۞ بے قہر و بے ضلالت

مسلمان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ
نَسْتَعِیْنُ ٥ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ
وَلَا الضَّآلِّیْنَ

(قرآن مجید)

زرتشتی

ما می ستائیم اہورا مزدای را کہ سرچشمۂ کلیۂ اشیاءِ است بخشایندہ بخشائش گر۔ توئی آفرینندۂ راستی۔ توئی دادگر اعمالِ جہانیان۔ تو خود اے اہورا مزدا در پاک منشی آمرزگارِ ما باش در کشورِ پاک منشی و راہِ مستقیمی کہ بسوئے راستی دلالت کند۔ ما نیز خواستاریم از آن کسان باشیم تا از بخشائشِ تو بہرہ مند شویم ہمارہ در کوشیم کہ موردِ غضب واقع نشویم۔ دشمنِ حقیقی دروغ پرست خواہیم بود،

(گاتھا)

ھندو

ہم لوگ ہمیشہ اُسی پرماتما کی حمد و ثنا کریں وہ ہمارا پتا ارتھات پالنے والا ہے۔ بکمل جلال والا ہے وہ تمام کرموں کا پھل دینے والا ہے۔

ہم تیری ہی اُپاسنا کرتے ہیں۔ ہم اپنے تمام کاموں میں آپ کا سہارا چاہتے ہیں۔ اے خالقِ کائنات آپ ہمیں سیدھے راستے پر چلائیں جس پر چل کر آپ کے صالح اور باعمل بندے سب دُکھوں سے نجات پاتے اور تیری نعمتوں کو حاصل کرتے ہیں۔

(یجر وید)

قسمت فارسی

قلم اعلیٰ می فرماید

ای دوستان حق: مقصود از حمل این رزایای متواتره و بلایای متتابعه آنکه نفوس موقنه بالله باکمال اتحاد بایکدیگر سلوک نمایند بشأنیکه اختلاف و اثنینیت و غیریت از مابین محو شود الّا در حدودات مخصوصه که در کتب الهیه نازل شده. انسان بصیر در هیچ امری از امور نقصی بر او وارد نه. آنچه واقع شود دلیل است بر عظمت شأن او و پاکی فطرت او. و مثلاً اگر نفسی لله خاضع شود از برای دوستان الهی این خضوع فی الحقیقه بحق راجعست چه که ناظر بایمان اوست بالله در این صورت اگر نفس مقابل بمثل او حرکت ننماید و یا استکبار از او ظاهر شود شخص بصیر بعلوّ عمل خود و جزای آن رسیده و میرسد و ضرّ عمل نفس مقابل بخود او راجعست و همچنین اگر نفسی بر نفسی استکبار نماید آن استکبار بحق راجعست نعوذ بالله من ذلک یا اولی الابصار.

قسم باسم اعظم: حیف است این ایام نفسی بشئونات عرضیه ناظر باشد بایستید بامر الهی و بایکدیگر بکمال محبت سلوک کنید خالصاً لوجه المحبوب حجبات نفسانیه را بنار احدیه محترق نمائید و با وجوه ناضرهٔ مستبشره بایکدیگر معاشرت کنید کل سجایای حق را بچشم خود دیده اید که ابداً محبوب نبوده که شبی بگذرد و یکی از احبای الهی از این غلام آزرده باشد قلب عالم از کلمهٔ الهیه مشتعل است حیف است باین نار مشتعل نشوید. انشاء الله امیدواریم که لیله مبارکه را لیلة الاتحاد قرار دهید و کل بایکدیگر متحد شوید و بطراز اخلاق حسنه ممدوحه مزیّن گردید و همّتتان این باشد که نفسی را از غرقاب فنا بشریعهٔ بقا هدایت نمائید و در میانهٔ عباد بقسمی رفتار کنید که آثار حق از شما ظاهر شود چه که شمائید اول وجود و اول عابدین و اول ساجدین و اول طائفین فو الّذی انطقنی بما اراد که اسمای شما در ملکوت اعلیٰ مشهور تر است از ذکر شما در نزد شما. گمان مکنید که این سخن وهم است یا لیت انتم ترون ما یری ربکم الرحمٰن من علوّ شأنکم و عظمة قدرکم و سموّ مقامکم نسئل الله ان لا تمنعکم انفسکم و اهوائکم عما قدّر لکم امیدواریم که در کمال الفت و محبت و دوستی بایکدیگر رفتار نمائید بشأنیکه از اتحاد شما علم توحید مرتفع شود و رایت شرک منهدم گردد و سبقت بگیرید از یکدیگر در امور حسنه و اظهار رضا له الخلق و الامر یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید و انه لهو المقتدر العزیز القدیر

(کتاب اقتدار صفحه ۱۱۵ تا ۱۱۶)

لوح مبارک حضرت عبدالبهاء

بواسطه امة الله مس مارتا روت - علیها بهاء الله الابهی - کابتین امهوسن - می می یارا - مسیس هلن هندرسون - مستر میکل شلی و همشیره اش - مسیس برتا تماس - مسیس وکاس - مستر اسعد لبشانه - دکتر دار لیینگ - مستر فرناندیس - کیره نوش درسانبوس - دکتر و مسیس ورکس - مسیس هرش - ارنولتو منده زا - سنوریتا کارولینا - مستر امریکو کمپفنر -

هو الله

ای عاشقان حقیقت و خادمان عالم انسانی : چون از گلشن افکار و نوایای شما بوی خوشی بمشام میرسد لهذا سائق وجدانی مرا بر نگارش این نامه مجبور مینماید. ملاحظه مینمائید که جهان چگونه بیکدیگر درافتاده و اقالیمی چند بخون انسان رنگین گشته بلکه خاک بخون مخمر گردیده نائره حرب چنان شعله ئی زده که نه در قرون اولی و نه در قرون وسطی و نه در قرون اخیره چنین جنگ هیبتی واقع گشته. سرها چون دانه شده و حرب چون آسیاب. بلکه اشد از آن. اقالیم آباد ویران شد و شهرها زیر و زبر گشت. و قرای معموره مطموره شد. پدران بی پسر گشتند. پسران بی پدر شدند. مادرها بر ماتم نو رسیدگان خون گریستند. اطفال یتیم شدند. نساء بی سر و سامان شدند. عالم انسانی در جمیع مراتب تدنی نمود. فریاد و فغانست که از یتیمان بلند است. ناله و حنین است که از مادران باوج اعلی میرسد. جمیع این وقایع منشاءش تعصب جنسی است و تعصب وطنی و تعصب دینی و تعصب سیاسی است. و منشای این تعصبات تقالید قدیمه است. تقالید دینی است و تقالید جنسی است و تقالید وطنی است. و تقالید سیاسی است. تا این تقالید باقی بنیاد انسان بر باد است و عالم بشری در خطر عظیم. حال در چنین عصر نورانی که حقائق جلوه نموده و اسرار کائنات مکشوف گردیده. صبح حقیقت دمیده جهان روشن شده. آیا جائز است که چنین حرب هیبتی واقع گردد که عالم انسانی را بخسران مبین اندازد. لا والله. حضرت مسیح عموم بشر را بصلح و سلام خواند. و بحضرت پطرس فرمود شمشیر را در غلاف کن. این بود وصیت و نصیحت حضرت مسیح. ولکن جمیع مسیحیان حال سل سیوف نموده اند. چه مناسبتی حال میان این اعمال با آن نص صریح انجیل. باری حضرت بهاء الله شصت سال پیش مانند آفتاب از افق ایران طلوع نمود و اعلان فرمود که افق عالم تاریک است. و این تاریکی نتائج وخیمه بخشد و حروبات شدیده وقوع یابد. در زندان عکا با امپراطور المان صریحا خطاب میفرمایند که حرب شدید واقع خواهد شد و برلین ناله و حنین خواهد نمود. و همچنین بپادشاه ترک

در حالتیکہ مظلوم بود و اسیر زندانِ او۔ یعنی مسجون در قلعہ عکا، بود صراحتاً مرقوم فرمود کہ اسلامبول بانقلابی عظیم گرفتار خواہد گشت۔ بدرجہ ای کہ اطفال و نساء بفریاد و فغان خواہند افتاد۔

خلاصہ بجمیع پادشاہان و رؤسای جمہور مرقوم فرمود و عیناً واقع گشت وتعالیمی بجہت منع حرب از قلم اعلیٰ صادر شد و در جمیع آفاق منتشر گشت۔

اوّل تحرّیِ حقیقت۔ زیرا تقالید انسان را بلید مینماید۔ وچون تحرّیِ حقیقت گردد، عالمِ انسانی از ظلمات تقالید رہائی یابد۔

وتعلیم ثانی وحدتِ عالمِ انسانی۔ جمیع خلق اغنامِ الٰہی و خدا شبان مہربان بجمیع اغنام رأفت کبریٰ دارد۔ بہیچ جہ امتیازے نگذاشتہ است لا تریٰ فی خلق الرّحمٰن من تفاوت کلّ عبادٌ لہ وکلّ من فضلہ یسألون۔

تعلیم ثالث اینکہ دین حصن حصین است ولی باید سبب الفت باشد نہ سبب عداوت وبغضاء۔ واگر سبب عداوت و بغضاء باشد لزومیتی ندارد چہ کہ دین بمنزلہ علاج است۔ اگر علاج سبب مرض شود ترک علاج احسن است۔ وہمچنین تعصبِ دینی۔ تعصّبِ جنسی، تعصّبِ وطنی۔ تعصّبِ سیاسی۔ جمیع این تعصبہا ہادمِ بنیانِ انسانیست۔ و بیخ این تعصبہا سبب خونریزی است و ویرانی عالمِ انسانی لہذا تا این تعصبہا باقی حربِ مہیب مستمر۔ علاج این صلح عمومی است۔ وصلحِ عمومی باید محکمہ کبریٰ از قبلِ جمیع دول و مللِ تشکیل شود و مسائلِ مللی و دولی بآن محکمہ راجع۔ انچہ آن محکمہ کبریٰ حکم نماید مجری۔ واگر دولتے یا ملتے تخلف نماید عالمِ انسانی برآن دولت وملت قیام نماید۔

واز جملہ مساوات، میانِ زن و مرد در جمیع حقوق و امثال ذٰلک بسیار۔ حال واضح و مشہود شد کہ این تعالیم حیاتِ عالمِ انسانی است و موہبتِ حقیقی۔ حال شما چون خدامِ عالمِ انسانی ہستید باید بجان و دل بکوشید۔ تا عالم انسانی ازین تاریکی عالمِ بشری و مقتضیاتِ طبیعی نجات یابد۔ و بروشنائی عالمِ الٰہی فائز شود۔ الحمد للہ بجمیع قوانین و شرائع و مبادی مطلع ہستید۔ الیوم جز باین تعالیم، عالم انسانی راحت و آسایش نیابد و این ظلمات منکشف نگردد واین امراض مزمنہ شفا نیابد بلکہ روز بروز سخت تر شود و بدتر گردد۔ بالکان آرام نگیرد۔ از اوّل بدتر شود۔ دولِ مقہورہ آرام نگیرند۔ بہر وسیلہ تشبث نمایند کہ آتشِ جنگ دوبارہ شعلہ زند۔ حرکتہاے تازہ ای عمومی تمام قوت را در تنفیذِ مقاصدِ خویش مجریٰ خواہد نمود۔ حرکتِ شمالیہ خیلے اہمیت خواہد یافت و سرایت خواہد کرد۔ پس شما با قلبے نورانی و روحی رحمانی و قوتی ملکوتی و تائیدی آسمانی بکوشید کہ عالمِ انسانی را موہبتی ربانی گردید و سبب راحت و آسایش از برای بشر گردید۔ (ع ع) (حیفا ۲۸ جنواری ۱۹۲۰ء)

نشرِ نفحات

شرح تشریف فرمائی جناب منی (ماجی) مته از پنجگانی به پونه الی حرکتشان به بمبئی

روزِ ہفتم جولائی ۱۹۴۱ء بسلامتی وارد پونه شده عصر روزِ بعد در محلِ نشنل ہوتل پونه با بعضی از دوستانِ پونه ملاقات و مبادلهٔ افکار در اطرافِ انتشارِ امراللّٰه و نطق در کالجهای پونه پرداختند ظہر روزِ نہم جولائی ۱۹۴۱ء که روزِ شہادتِ حضرت ربِ اعلیٰ روحی لہ الفداء بوده در محلِ محفل در موقع تشکیل جلسه دوستان تشریف آورده ضمناً در گجراتی نطق مبنی بر تشویق و تحریص احباءالله در خدمتِ امراللّٰه نمودند نزدیک باختتامِ مجلس فامیلِ جلیله خانم محترمه شان نیز حضور بہم رسانیده در جواب سوال یکی از دوستان حاضر بایشان فرمودند کتابہای بہائی را تا اندازه مطالعه نموده اند و امید دارند تحقیقاتِ کامل تر بعمل آورده مثل شوہر محترم شان (جناب منی مته) خواہد شد (البته گوہر پاک کند و مشمول فضل و رحمت و عون و عنایتِ حضرتِ پروردگار خواہند شد) عصر ہمان روز ساعت (۵) عصر در محلِ نشنل ہوتل پونه تشریف آورده از فیضِ حرارتِ ایمانی و مذاکراتِ روحانی خود جنابان آقا خدادادِ ہرمزدیار محلتی و آقا اسفندیار و آقا سروش و شاه بہرام موبدزاده و امة الرحمن محترمه شیرین خانم خدایار و مخدره روشن خانم رستم بامداد که حضور داشتند را محظوظ و مسرور نمودند و چند نفر مبتدی ہم حضور بہم رسانیده در ضمن صرف چای و شیرنی القای بیاناتِ الٰہی بایشان شد و کتاب بہاءالله و عصر جدید انگریزی بایشان داده شد۔

و چون روزِ یازدہم جولائی ۱۹۴۱ء لجنهٔ تبلیغ بود و ایشان ہم می خواستند برای ترتیباتِ نطقِ عمومی در پونه نقشه و پیشنہاد نمایند لہٰذا روزِ یازدہم تاریخ ساعت ده و نیم صبح در جلسهٔ لجنهٔ تبلیغ با تحصیلِ اجازه حضور بہم رسانیده پیشنہاداتِ خود را راجع به نطق در کالجہا اظہار و تشریف بردند ہر روز عصر مرتبا در محلِ نشنل ہوتل از ساعت ۵ عصر الی ۸ عصر تشریف آورده با دوستان حاضر و مبتدیان مذاکراتِ امری می نمودند با اینکه بملاحظهٔ حفظِ صحتِ ایشان اصرار در تشریف بردنِ ایشان بمنزلشان میشد صراحتاً اظہار می کردند صحت و استراحتِ خود را در ملاقات و مصاحبت با دوستانِ الٰہی و مذاکراتِ امر بہائی می دانند و بتائیداتِ غیبیهٔ الٰہیه اطمینانِ کامل دارند از قضا مکتوبی از امة الله محترمه مشتعله بنارِ محبت الله شیرین خانم فوجدار به جناب منی مته وصول داده بود که بمناسبت تصادمیکه بدستشان وارد شده است به بمبئی آمده اند و ممکن است از روز ۱۹ جولائی ۱۹۴۱ء الی ۲۳ جولائی ۱۹۴۱ء به پونه تشریف آورده در ہر مجمعیکه معین گردد نطقِ عمومی ایراد نمایند۔ لہٰذا بصلاحِ محفل روحانی پونه در کلیه جرائد پونه اعلام نطق ہای محترمه شیرین خانم فوجدار بعمل آمد و پنجہزار اوراق اخطار و اعلام طبع و بوسایلِ مقتضیه نشر گردید۔

و لہذا ساعت ده صبح روز ۲۰ جولائی ۱۹۴۱ء در محل
دکن تاکیز پونه بصدارت جناب محترم منی مته و حضور متجاوز از یکهزار
نفر جمعیت موضوع (دستور برای عالم جدید) و عصر در محل پونه
بحضور احباء الله و اماء الرحمن پونه نطق بسیار مؤثر و مهیج و قشنگی را
بلغت پارسی بسیار بلیغ و عالی و همچنان بزبان اردو بمناسباتی ایراد نمودند
در ساعت ۴½ بعد از ظهر یوم ۲۱ جولائی در فرگوسن کالج در تحت
سیاست پرنسیپال محترم آن کالج در موضوع (طریق صلح عمومی) بحث
نمودند و پرنسیپال (مدیر محترم کلی کالج) توضیحات قشنگی در اطراف
نطق محترمه شیرین خانم فوجدار دادند.

در ساعت ۴½ عصر روز ۲۲ جولائی ۱۹۴۱ء در این. پی
کالج پونه در تحت ریاست یکی از پرفسرهای (معلم) آن کالج در تحت
عنوان (پیامبر جدید) صحبت نمودند و در ساعت ۵½ همان روز
در وادیا کالج بحضور جمعی در موضوع (ضروریات و مقتضیات عالم جدید
(قرن حاضره)) و در ساعت ۶ بعد از ظهر ۲۳ جولائی ۱۹۴۱ء
در وادیا کالج در موضوع (جوانی و دیانت) بطرز بسیار عالی و قشنگ
ایراد نطق نمودند و در وادیا کالج جناب پرنسیپل جوگ مدیر کلی وادیا
کالج در هر دو جلسه نطق در وادیا کالج کرسی صدارت را اشغال نمودند
و نسبت بحقانیت امر مبارک بهائی و اهمیت نطق امة الله محترمه
شیرین خانم فوجدار بیان ملیحی را بمعرض افکار عمومی گذاشتند در
هر یک از جلسات نطق محترمه شیرین خانم فوجدار شاید متجاوز از
یکهزار و دو هزار پانصد نفر جمعیت بودند و بسیاری سوالات متفرقه
پرسیدند و امة الله محترمه شیرین خانم فوجدار فی البدیهه جواب
شافی می دادند فی الحقیقت خلوص نیت جناب منی مته جلب تائیدات
الهیه رو نمود که بظاهر ظاهر جلوهٔ تائیدات مشهود بود محترمه شیرین خانم
فوجدار بطرز صحبت در انگریزی و ایراد جواب سوالات هر کس نمودند
که تبارک الله احسن الخالقین۔

جناب منی مته با کنفرانس از پرفسرهای در فرگوسن کالج بمعیت
دو نفر از دوستان ملاقات نمودند هم آن معلم محترم و هم یکی از
محصلین آن کالج که در آن موقع حاضر بودند بسیار محظوظ و مسرور
این ملاقات و مذاکرات با جناب منی مته نمودند و اظهار خوشنودی
و مسرت قلبی کردند. بشانیکه گویا تعلقات قلبی جناب منی مته با آن
پرفسر محترم خود بخود حصول داده است جناب منی مته بسیاری
از اشخاص مهمه را در پونه مطلع و مجذوب با مرالله نموده اند حتی
بوسیلهٔ مکاتیب یا تلفون با اشخاص مخصوص صحبت امری مینمودند
جناب منی مته در پونه گذشته از ملاقات با اشخاص مستعده
و مهمه کتب "بهاء الله و عصر جدید" انگلیسی وغیره به بسیاری
از اشخاص بوسائل ممکنه ارسال داشته اند و اقدامات
ایشان که توام با یک حرارت محبت الله و خلوص نیت و
جدیت کامل بود بسیار برای آتیهٔ پونه امیدبخش است و
دوستان پونه ورود جناب منی مته را در پونه طلوع آفتاب
سعادت برای خود میدانند. زیرا آن اقداماتیکه بخاطر می رسید
بوسیلهٔ ایشان عملی و اجراء شد چنانچه جمال مبارک ابهی در کلمات
مکنونه میفرماید قوله تبارک و تعالی "نیست نیکو است حال آن
غنی که غنا از ملکوت جاودانی منعش ننماید و از دولت ابدی
محرومش نگرداند. قسم باسم اعظم که نور آن غنی اهل آسمان را
روشنی بخشد چنانچه شمس اهل زمین را۔"

جناب منی مته بسلامتی روز بست و نه جولائی ۱۹۴۱ء
روانه بمبئی شدند با صحت کامل و موفقیت تامهٔ ایشان را
از آستان اقدس ابهی سائلیم۔

(از طرف محفل روحانی بهائیان پونه)　　موبد زاده منشی

بشارات امریہ

(از اخبار امری حیفا شهر البهاء ۹۸ مارچ ۱۹۴۱ء عدد ۱۷۹)

اعظم بشارت که علت بهجت و مسرت قلوب یاران عزیز الهی است مژدهٔ صحت و عافیت وجود اقدس مبارک حضرت ولی امرالله ارواحنا لالطافه الفدا است امید از عنایات رحمانیه چنان که این موهبت سبحانی و رحمت و نعمت ملکوتی بدوام اللیل والنهار باقی و پایدار و ثابت و برقرار ماند بفضله وکرمه وجوده تعالی.

اخبار روحانیه و بشارات امریه که جمیع دال بر نشر نفحات الله و اعلاء کلمة الله و خدمات و جانفشانی یاران درگاه محبوب یکتا است بقعهٔ مبارکه وارد.

در اینموقع ترجمهٔ بشارهٔ مندرجه در بهائی نیوز امریکا مورخه سپتمبر ۱۹۴۰ درج میگردد. حضرت عبدالبهاء می فرمایند:-

"این جنگ عالم سوز چنان شعله ئی در دلها برافروخت که شرح نتوان داد در تمام ممالک جهان آرزوی صلح عمومی مستولی بر افکار دانشمندان شده هیچ نفسی نیست که تمنای صلح و آشتی نکند یک حالت عجیبی از قبول ملاحظه میشود این از حکمتهای بالغهٔ الهیه است تا استعداد حاصل شود علم وحدت عالم انسانی بلند گردد و اساس صلح عمومی و تعالیم رحمانی در شرق و غرب نهاده شود و انتشار یابد."

مبلغین کنادائی بدون مبالات بوضعیات جنگ حوادث رهیبهٔ یومیه در تقویت اساس امر در کلیه ولایات مشغول.

در دوم اپریل کنفرانسی در کالگاری calgary منعقد و کتبی در کتابخانهٔ عمومی نهاده شد.

دوریس اسکینر مدعو بصحبت در ولکان VULCAN و ادمونتون EDMONTON شدند مسیس موسکروپ هم عازم به رجینا Regina برای دو ماه توقف گشتند همچنین دعوت بنقطهٔ دیگر شده اند خلاصهٔ عملیات سالیانه در وینی پگ آنکه متجاوز از ۳۰۰ نفس اطلاعات کامله از تعالیم مبارکه یافته اند و یک هیئت تحصیلیه چندین ماه مشغول مطالعات بودند. در ونکوور و ینکتون برتیش کولمبیا امر تبلیغ در ترویج راپورتهای مشعشعی از تورنتو از دوریس ماک کی رسیده ده روز در آن مدینه و همیلتون صرف نموده اند مرقوم داشته اند ابداً نمی دانستم چنین استعدادی در خلق آنجا موجود است سیزده مجلس منعقد شد و تقریباً با پنجاه نفس جدید ملاقات گشت و محفل روحانی نیز تاسیس شد.

بی بیکر بطرف سیتکا حرکت نمودند بعد از انکه پنج نفر را در جونیو متمایل بامر نمودند و پنجاه نفس دیگر را مطلع از امر ساختند وحال مجالس خصوصی در این مرکز جدید دارند و با مدیر روزنامهٔ محلی متفق که عند اللزوم مقالات امریه را طبع و منتشر سازند ÷

(باقی آینده)

یادِ مِس مارتا رُوت

تلگراف مبارک

مورخه ۸ اکتوبر ۱۹۳۹ خطاب باحباب ایران

الورقة الزکیة المبلغة الشهیرة

آیة الانقطاع مشعل الحب والوداد مثال الشجاعة والوفاء قدوة

عیون اهل البهاء مارتا روت قد صعدت الی اعلی رفارف الخلد تستقبلها

اهل ملأ الاعلی بنداء مرحی بک یا فخر المبلغین والمبلغات

احسنت احسنت یا من انفقت بکلیتک انجذابا

الی ملکوت رب الآیات البینات [illegible]

الف طوبی لک من هذا المقام

المشعشع المتعالی الباذخ

المنیع

جواب

ورقهٔ زکیه مبلغهٔ شهیره آیت

انقطاع شعلهٔ حب و وداد و نمونهٔ شجاعت و وفا

و نور دیدهٔ اهل بهاء مارتا روت باعلی رفارف قدس خلد برین صعود نمود

اهل ملأ اعلی با بانگ مرحبا ای فخر مبلغین و مبلغات استقبالش نمودند

و احسنت احسنت گفتند که ای که بکلی از عالم منقطع بودی و

منجذب بسوی پروردگار ملکوت آیات بینات خوشا بحالت

هزاران خوشا بحال این مقام رفیع بلند و درخشان

منیع

بلی ۲۸ - اینماه سپتمبر ۱۹۴۱ دو سال بانتها رسید که آن رُوح پاک از این عالم خاک بجهانِ تابناک شتافت . در حقیقت هیچ کس در عالم وجود کما هو حقه از ارتفاعِ مقاماتِ آن رُوح شاد آگاه نیست و نمیتواند وصف نماید جز آنکه آنچه از قلم مبارک حضرت ولی امرالله ارواحنا فداه در حق آن متصاعد الی الله نازل گشته میزان قرار داده بروحِ پُرفتوحِ او درود و ثنا گوید و بکوشد که تأسّی بآن رُوح پاک نموده در تبلیغ امرالله و خدمتِ عالم انسانی و حصولِ رضای الهی موفق گردد و یادآوری و تذکار آن برای قارئین محترم این نتیجه را خواهد داشت که بدانند او از چه طریق این موفقیت ها را بدست آورد که از تلگراف مبارکِ فوق استنباط میشود و همچنین در توقیع مبارک مورخه ۲۲ جنوری ۱۹۴۰ خطاب بیکی از دوستانِ هندوستان میفرمایند «از این حادثهٔ مؤلمه فقدانِ کنیزِ عزیزِ الهی و فخرِ مبلغین و مبلغات در جامعهٔ بهائی قلوبِ عموم یاران در شرق و غرب مجروح و متألم . خدماتِ متتابعهٔ باهرهٔ آن در کشورِ هندوستان از وقایع و حوادثِ مهمهٔ قرنِ اوّل بهائی محسوب و اثر آن با مرورِ ایّام در اطراف و اکنافِ آن اقلیم معلوم و مکشوف . وقت آنست عزیزانِ آن سامان تأسّی بآن نجمِ دُرّیِ افقِ انقطاع نموده بکمال همت و خلوص و انجذاب بترویج و استحکام و اعلان امرِ حضرتِ ربّ الارباب قیام نمایند فبمثل هذا فلیعمل العاملون» الی آخر و همچنین در بسیاری از توقیعاتِ مبارک که در ۱۹۴۰ء بافتخار احبّای شرق و غرب نازل شده ذکرِ خدمات و بزرگواریِ آن نادرهٔ اکوار و ادوار موجود که جمع آوری و درج آنها در یک مقاله غیر ممکن است ولی آنچه یادآوری و تذکار و تکرار آن لازم و مناسبِ احوال ماست آنکه بدانیم آن محترمه این موفقیتهای فوق العاده از چه راهی بدست آورد زیرا بحسب ظاهر از دیگران عالم و سخنورتر نبود . چندان زورمند و دولتمند حتی صحت مندتر از دیگران هم نبود پس معلوم میشود منشأ و بانی و مدیر و مجیر این موفقیتها همانا خلوصِ نیت و محبت الله و استقامت بر امرالله و انقطاع از ماسوی الله و خضوع و خشوع و ادب و خدمت و همدردی با بندگان خدا بود که او را عزیز دو جهان و مقصود خود کامران فرمود پس بفرمودهٔ مبارک فلیعمل العاملون

THE FIRST SUMMER SCHOOL OF THE BAHA'IS OF INDIA & BURMA HELD AT SIMLA, IN PRESENCE OF LATE MISS MARTHA L. ROOT. IN THE YEAR 1938.



اولین مدرسهٔ تابستانی بهائیان هند و برما باحضور مس مارتا روت در سیمله سنه ۱۹۳۸

مُناجات برائے امن و صُلح

هُوَالله ای پاک یزدان بفریادِ بیچارگان برس ای خداوندِ مهربان بر این اطفالِ یتیم رحم فرما - ای خالقِ جهانیان! این آتشِ افروخته را خاموش کن ای خداوندِ بی نیاز این سیلِ شدید را قطع کن ای دادرس بفریادِ یتیمان برس ای داورِ حقیقی مادرانِ جگرخون را تسلی ده ای رحمان رحیم بچشمِ گریان و دلِ سوزانِ پدران رحم فرما - این طوفان را ساکن کن و این جنگِ جهانگیر را بصلح و آشتی مبدل فرما - توئی مقتدر و توانا و توئی بینا و شنوا ع ع

آوازِ روح یا صوتِ مُناجاتِ مِس مارتا رُوت

عجیب نیست که در این ایام که این صفحهٔ گرامفون از آستر الیا پس از سه ماه وارد هندوستان و هر یکی پانزده روپیه تمام شده است وقتی یک بانگِ الله ابهی از لحن آشنای رُوحانی خود میشنوید میگوئید باز هم ارزان خریده اید - لهذا خوبست زود تری سفارشات خود را بمنشی لجنهٔ نشریات امری توسط بهائی هال کراچی مرقوم دارید زیرا فقط دوازده نسخه این ریکارڈ صفحهٔ گرامفون که در جعبه های رادیو هم میشود بکار برد از آستر الیا وارد گشته قیمت ۱۵ روپیه و خرج پست اضافه است امّا باز هم ارزانست -

توضیح :- صفحهٔ مذکوره دو طرفه و دارای مُناجات و لوحِ احمد و شرحِ آن و تکبیراتِ الله ابهی از الحانِ قدس سرهٔ مبلغین و مبلغات مِس مارتا رُوت میباشد که چند ماه قبل از صعود شان در آستر الیا اخذ نموده اند -

۲

کتابهائیکه میتواند شما را از شر و شورِ جهان و صحبت های جنگ و جدال در کنار کشیده با سرورِ رُوحانی مشغول گرداند بهمانا کتاب "بدایع الآثار" جلد اوّل و ثانی که دارای حکایاتِ شیرین و نصائحِ حضرت عبدالبهاء و عکسهای رنگارنگ و لفقهٔ قسمتی از اروپا و امریکا میباشد - قیمت پیش از جنگ شش روپیه بود - حال هم جلدی سه روپیه دو جلد همان شش روپیه است -

۳

از آقایانیکه تعریف و توصیفِ "بشارتِ عظمیٰ" نوشته منشی لجنهٔ نشریاتِ ملی را قدردانی کرده اند و تبریک گفته اند اظهار امتنان نموده شاکرم این عطیهٔ خداوندی با تائیداتِ الهی طوری بطبع رسید که حتی مدیر چاپخانه اظهار تحیّر از فراهم آمدن اسباب آن مینماید و میگوید دستِ غیبی مدد نموده است لهذا خوبست طالبین خصوصاً محافلِ رُوحانی سفارشاتِ خود زود تری بلجنه فرستند که وسائل طبع همچه کتابچه بزودی میسّر نمیشود هدیه فقط ۱۲ر

ستید محفوظ الحق علمی پرنٹر، پبلشر و ایڈیٹر نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر قرولباغ نئی دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ پیامبر نئی دہلی

جلد دوم | اکتوبر ۱۹۴۱ء | نمبر دہم

الٰہا معبودا ملکا

اے خدا — اے معبود — اے بادشاہ

حمد وثنا سزاوار تو است چہ کہ از مشتے تراب خلق را۔ خلق فرمودی وگوہر بینش

حمد وثنا تیرے ہی لائق ہے کہ مشتِ خاک سے تونے خلق کو پیدا فرمایا اور بینائی ودانائی کا جوہر

ودانش عطا نمودی۔ اے کریم از تو می طلبیم آنچہ را کہ سببِ حیاتِ ابدی وزندگی سرمدیست

عطا کیا۔ اے کریم ہم تجھ سے وہ چیز چاہتے ہیں جو حیاتِ ابدی اور دائمی زندگی کا سبب ہے

مارا محروم منما وجود از جودت موجود او را از طرازِ عنایت منع مفرما وکل را بتجلیات انوارِ نیّرِ توحید

ہمیں محروم نہ فرما۔ عالمِ وجود تیری بخشش سے موجود ہے اسے اپنی عنایت سے دور نہ رکھ۔ سب کو آفتابِ توحید کی روشنیوں

منوّر گرداں لک الامر فی المبدأ والمآب ولک الحکم یا مالک الایجاد

سے منور کردے۔ آغاز وانجام میں تیرا ہی امر ہے۔ اے عالمِ ایجاد کے اور تمام بندوں کے مالک! تیرا ہی

ومالک العباد

حکم نافذ ہے

محبوب جلوہ گر ہے

جس نے تمام پیغمبروں کو برپا کیا اُسی نے حضرت باب وحضرت بہاء اللہ کو مبعوث فرمایا جو ہمیشہ سے امر ونہی کا مالک و مختار رہے وہی آج اور ابد تک فرماں روا ہے۔ اس کی حکومت میں کوئی اُس کا شریک نہ تھا۔ نہ ہے نہ ہوگا۔

اُس کا کلام بادِ بہار ہے جس سے اشجارِ وجود تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ فرزندانِ ہستی پدر مہربان کی آواز سنتے اور محبت کی مہک پاتے ہیں۔ پیاسے آبِ حیات کی سرسراہٹ محسوس کرتے ہیں۔ مقربین۔ رحمتِ رحمٰن کی خوشگوار ہواؤں کے جھونکے چلتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مخلصین جلوہ جمال کے انوار مشاہدہ کرتے ہیں۔ عاشقوں کو قرب و وصال کی نشانیاں ملتی ہیں۔

نورانی دنیا کے رہنے والے اس کی وحدت کا اقرار واعلان کرتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے آثار انوار مشرق ومغرب میں پھیلاتے ہیں۔ وہ تمام جہان کو خبر دیتے ہیں کہ سب کا محبوب جلوہ گر ہوگیا ہے۔ وہ دن آگیا ہے جس کا انبیاء کرام دلوں اور زبانوں سے ذکر کیا کرتے تھے اور جو تمام مرسلین کے نوشتوں میں درج تھا۔ اب وہ ظہور اعظم نمودار ہوگیا ہے جس کی بشارت شروع سے آج تک ہوتی آئی ہے۔ سربستہ راز آشکار ہوگیا۔ سربمہر شراب طہور کھولدی گئی۔ اب بھی اہلِ حجاب اپنے محبوب سے بے رخی کر رہے ہیں۔ بیانِ حقیقت کا جام پینے والے یقین رکھتے ہیں کہ یہ وہی دن ہے جس کا ذکر فرقان میں رحمٰن نے یوں فرمایا ہے "جس دن لوگ ربّ العلمین کیلئے اٹھ کھڑے ہوں گے"

اس ظہور سے عالمِ امکاں کے بلند ترین مقام پر عرفان کا جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے بیان کا سمندر موجزن ہے۔ رحمٰن کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی ہے۔ خدا کی کتاب جو اب محوِ خرام ہے اِس کے پیچھے چلے بغیر کوئی کتاب کسی کو فائدہ مند نہ ہوگی آفقِ الہی منور ہوگیا ہے۔ بقعۂ نور پر خیمۂ عظمت بلند ہے۔ خدائی نوشتے پورے ہو گئے ہیں۔ بیان کی بلبل ہزار داستان اونچی شاخ پر نغمہ سرا ہے۔ اہلِ عرفان مطلع عرفان کی طرف متوجہ ہیں۔ تمام اوہام کے گرد و غبار کو دُور کر چکے ہیں مظہرِ الہی کو دیکھ رہے ہیں اور ندا بلند کر رہے ہیں اسی دن کا عہد و میثاق خداوند عالم نے ہر نبی و ہر ولی سے لیا تھا۔ انھوں نے حجاب اکبر کو نظر کے سامنے سے ہٹا دیا ہے۔ اور کلمات الہی کے آبِ کوثر سے اپنے دلوں کو غسل دیا ہے۔ اپنے سینوں کے آئینوں کو صاف و شفاف کرلیا ہے۔ اور اُن پر نورانی حروف سے لکھدیا ہے کہ "ملک خدائے مالک یوم الدین کا ہی ہے" انھوں نے قوم کی غلط باتوں کو چھوڑ دیا ہے اور اس حقیقت کو دلوں پر نقش کرلیا ہے جو علم الہی کے افق سے نمودار ہوئی ہے وہ عیاناً مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آیاتِ الہی آفاق عالم پر چھا گئی ہیں۔ اور بیّنات ایسے شان سے ظاہر ہوئی ہیں کہ انکار نا ممکن ہے۔ پھر بھی کسی امرِ عظیم کے بارے میں نظر کی خطا اور لغزشِ پا کوئی اچنبھا نہیں ہے۔ خاص کر ان لوگوں سے جو قوم کے جبر و استبداد سے سہمے ہوئے ہیں۔ اور غیر اللہ سے ڈرتے ہیں۔

طور پر بولنے والا بول رہا ہے۔ لیکن غفلت کے ماتے بے خبر

ہیں۔ تمام پیغمبروں نے اِسی کی بشارت دی تھی لیکن اُمتیں اپنے محبوب موعود کو شناخت کرنے سے محروم ہیں۔ ہاں۔ جن کی آنکھیں کھُل گئیں ہیں وہ جمالِ دوست کے جلوے دیکھ رہے ہیں۔ اور اِس نعمت پر خوشیاں منا رہے ہیں اور وہ اُس فزع اکبر سے محفوظ ہیں جس نے تمام نوعِ بشر کو گھیر لیا ہے۔ وہ رحمتِ پروردگار کے نفحات دنیا میں پھیلا رہے ہیں اور محبت و برہان الہٰی سے قلوب کو روشن اور قوی بنا رہے ہیں۔ اہل عالم کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ فضل کا دروازہ کھُل گیا ہے۔ آؤ آؤ اِس میں داخل ہو جاؤ۔ پرانی قوموں کی طرح شک و شبہ میں مبتلا نہ رہو۔ یہی وہ ظہورِ حق ہے جس کی بشارت حضرت محمد رسول اللہ نے دی تھی اور اُن سے پہلے حضرت روح اللہ نے۔ اِن سے پہلے حضرت کلیم اللہ نے بلکہ تمام نبیوں نے مژدہ سنایا تھا جو شخص اِس ظہور کو حق نہیں مانتا وہ کسی ظہور کو سچا ثابت نہیں کر سکتا اگر اِس ظہور پر ایمان لانے سے کوئی مجرم ہو سکتا ہے تو پھر حضرت محمد۔ عیسیٰ۔ موسیٰ علیہم السلام پر ایمان لانے سے کیوں ملزم نہیں۔ اگر پہلے ظہورات کا انکار کر کے انسان قابلِ مواخذہ ٹھہرتا ہے تو اِس ظہور کا انکار کر کے بھی یقیناً قابلِ مواخذہ ٹھہرے گا۔ وہ بھی حق تھے۔ یہ بھی حق ہے۔ تمام پیغمبر اور حضرت باب و حضرت بہاء اللہ ایک دوسرے کے مصدق اور شاہد و مشہود ہیں بلکہ حقیقتِ واحدہ کے مظاہر ہیں۔ جو اس ظہور کو قبول کرنے میں تامل کر رہا ہے وہ کسی ظہور کو بھی اپنی ذاتی بصیرت سے نہیں پہچانتا۔ اگر کسی ظہور سابق کو سچا کہتا ہے۔ تو وہ صرف رسمی و تقلیدی ہے۔

اے دوستانِ حق! مبارک باد۔ تم نے اپنے محبوب کو پہچان لیا اور اُس کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اس کی رضا پر گامزن ہو۔ دونوں جہان کی نعمت حاصل ہو گئی۔ محبوب تمہاری طرف متوجہ ہوا اور تمہارے چہروں پر وفا کا نور دیکھ کر خوش ہوا پوری قوت استقامت سے مرکز حقیقت پر قایم رہو۔ اور تمام نوعِ بشر کو اس لازوال نعمت کی طرف دعوت دیتے رہو۔ طوبیٰ لکم و حسن مآب۔

(علمی)

بہائی سمر اسکول

امریکہ میں بہائی سمر سکول نہایت خوبی کے ساتھ چل رہے ہیں اور نہایت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں چند سال سے سمر سکول کے انعقاد کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔

اس سال بہائی سمر سکول ۱۵ اکتوبر سے ۲۲ اکتوبر تک سورت میں منعقد ہوگا۔ مختلف اطراف سے احباب شوق کے ساتھ آئینگے۔ درس الواحِ مبارکہ۔ اہم مضامین پر مذاکرات اور مختلف مذاہب و تحریکات پر لکچرز ہونگے ۔

کمال استقامت

گفتار و کردار

حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ ایک لوح میں فرماتے ہیں۔

اے مردمان گفتار را کردار باید چہ کہ گواہ راستی گفتار کردار است۔

اے لوگو! گفتار کیلئے کردار کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قول کی سچائی کا گواہ عمل ہے۔

کتاب اقتدار صفحہ ۴۴ پر فرماتے ہیں:۔

اُصَدِّقُ مَا بَیْنَ اَیْدِیکُمْ مِنْ کُتُبُ اللہِ وَصَحَائِفِہٖ۔

ترجمہ:۔ میں تمام کتب او صحائف الٰہی کی تصدیق کرتا ہوں۔ جو تمہارے پاس ہیں۔

یہ ہیں عصر حاضر کے مربی امم کے اقوال جنھیں آپ نے اپنی چالیس بلکہ پچاس سالہ پُر آلام زندگی میں اپنے اعمال کی شہادت سے سچا کر دکھایا۔ ایک انسان پُر امن زندگی میں اپنے اقوال و اعمال کی ترازو میں پورا اترے۔ پچاس سال سوسائٹی کے خلاف ایسے عقاید کا پابند رہا ہو۔ جن عقاید کا اظہار اسے واجب النقل قرار دیتا ہو۔ ملک کے بچے۔ بوڑھے۔ عالم۔ جاہل حتیٰ کہ حکومت بھی درپردہ اُن عقائد کی مخالف ہو۔ اور وہ شخص اِن عقائد کی بدولت ہر عالم و جاہل کے لئے وہ باعثِ تحقیر تذلیل ہو بدترین قید اور شکنجہ و بید وغیرہ سزاؤں کے علاوہ گوناگون سختیوں میں مبتلا رہا ہو۔ عوام و خواص کی کوہِ شکن طاقت کے سامنے اس کا قائم اور نمودار رہنا۔ یقیناً دنیا بھر کی طاقتوں کو ہلا دینے اور عاجز کر دینے کے مرادف ہے۔ آپ صحیفۂ طرازات میں فرماتے ہیں:۔

"اس مظلوم نے کسی وقت بھی اپنے آپ کو نہیں چھپایا۔ اور ہمیشہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے موجود رہا" ہم نہ کبھی بھاگے اور نہ روپوش ہوئے۔ بلکہ ہم سے جاہل بندے بھاگتے ہیں" ترجمہ طرازات صفحہ ۱۲)

مخالفت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں مخالفین کے سامنے رہنا اور اپنے اقوال و اعمال کی ترازو میں پورے اترنا۔ بجز اس کے ممکن نہیں۔ کہ ایسے شخص کے قلب میں ایک زبردست قوت ودیعت رکھی گئی ہو۔ اور پس پردہ کوئی غیبی طاقت اس کے قیام و سلام کا موجب ہو۔

اڈریانوپل کا ایک واقعہ

۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں جس ظلم و تعدی اور قساوتِ قلبی۔ سے آپ کو عکا کے کالے پانی کی طرف لیجایا جا رہا تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر فرانس کے نائب قونسل کا دل پارہ پارہ ہوگیا۔ اس نے دولتِ عثمانیہ کے مامورین سے حضرت بہاء اللہ سے آدھ گھنٹہ ملاقات کی اجازت چاہی۔ جو اس خیال سے دیدی گئی کہ نائب قونسل دولت عثمانیہ کے نزدیک معتمد الدولہ تھے۔ قونسل مذکور نے حضرت بہاء اللہ عز اسمہ الاعلیٰ کو خلوت میں لیجا کر کہا۔ کہ آپ اسلام سے اپنی بیزاری اظہار کیجئے۔ اور خود کو دولتِ فرانس کے تابع ظاہر کیجئے۔ تاکہ ہم آپ کی امداد کر سکیں۔ اور عزت و احترام کے ساتھ آپ کو یورپ میں پہنچا دیں۔ حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ نے جواباً فرمایا۔ کہ:۔

مابمیل و رضاءِ خود و طیب خاطرِ
خویش۔ تحمل ہر بلائے را حاضر
و ظہور ہر قضائے را منتظریم والا
کسے را قدرت نبودہ کہ بر ما تعدی
نمائد و نفی و حبس ما را تصدی کند
و یقین بدانید کہ ہرگز برائے
راحتِ جسم از عقائدِ روحانیہ
نمیگذریم و حق را باطل و
باطل را حق نمی شمریم ما دین اسلام
را حق میدانیم و خود موعود آنیم
از جانبِ خدا برائے اصلاح
آں خصوصاً و سائر ادیان
عموماً مامور شدہ ایم پس
چگونہ ممکن است کہ از آن
بیزاری جوئیم بامیدیکہ جانِ
بسلامت بریم و حال آنکہ
سلامت نیز در استقامت
است اکنوں بشما اطمینان
میدہم کہ استقامت ما در اتباع
حق موجب سلامت خواہد شد۔
و ایں بلایا مقصد ما را تقویت
خواہد کرد۔ بلاست کہ بر قیام
انبیا ترتیب اثر دادہ
و شجرہ امر اللہ اثمر
رسانده۔

"ہم اپنی رضا و رغبت اور اپنی دلی
تمنا کی وجہ سے ہر مصیبت کے جھیلنے کیلئے
تیار ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک مصیبت
کے ظہور کے منتظر ہیں۔ اور اگر ہماری
اپنی یہ خواہش نہ ہوتی۔ تو بھلا کس کو
طاقت تھی۔ کہ ہم پر سختی کرسکتا۔ اور ہمیں
جلاوطنی اور قید وبند کی تکالیف دے سکتا
آپ پر واضح ہو جانا چاہیئے۔ کہ ہم اپنی
جسمانی راحت کی خاطر اپنے دینی عقائد
کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور حق کو باطل
اور باطل کو حق نہیں سمجھ سکتے۔ ہم
دین اسلام کو برحق جانتے ہیں۔ اور
خود اس دین کے موعود ہیں اور
دین اسلام کی اصلاح کیلئے خصوصاً
اور دوسرے جملہ ادیان کی اصلاح
کیلئے عموماً ہم منجانب اللہ مامور ہیں۔
پھر یہ کیونکر ممکن ہو کہ ہم اس سے بیزاری
کا اظہار کریں۔ کیا اس لئے کہ ہماری
جان محفوظ رہے؟ حالانکہ ہماری
جان کی سلامتی استقامت ہی میں ہے۔
سنئے!! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔
کہ حق کی پیروی میں استقامت
اختیار کرنا یقیناً ہماری سلامتی کا موجب
ہوگا۔ اور جملہ مصائب ہمارے
مدعا و مقصد کو یقیناً تقویت دینگی
مصائب ہی صرف وہ چیز ہیں جو امر انبیا علیہم السلام کے قیام میں مدد
معاون ثابت ہوئیں۔ اور انہی مصائب نے دین اللہ کے درخت
کو پھل دینے والا بنایا۔"

جب فرانسیسی نائب قونسل نے یہ کلمات سنے۔ آپ کی
استقامت کے ارادہ سے متحیر ہوگیا۔ اور اپنے پٹیکار سے کہا۔ کہ مجھے
تعجب ہے۔ کہ میں نے اس شخص میں صدق اور سچائی، متانت اور
معاملات کی صفائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ یہ کیا طاقت ہے اور
کیسی استقامت ہے۔ کہ کوئی حادثہ اسے پریشان نہیں کرتا۔ اور کسی
واقعہ سے ہراساں نہیں ہے۔ بلا شک و شبہ یہ مقدس انسان
ایک نہایت بلند مقام اور عالی رتبہ پر فائز ہوگا۔ کیونکہ اس کا
مقصد بہت بڑا۔ اور اس کی راہ سیدھی راہ ہے۔

ایم اے صمدانی

حضرت باب

(محترمہ شیریں فوجدار کے قلم سے)

تباہ کن جنگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی دنیا حیران و پریشان ہے۔ اِن مصیبتوں کا علاج ڈھونڈ رہی ہے تلاش درماں میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہے اور ڈر رہی ہے کہ کہیں تمدّن و تہذیب بالکل ہی ملیا میٹ نہ ہو جائے۔

چار ہزار برس پہلے سدوم و عمورہ کے باشندے جن پر خدا کے غضب سے آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تھی جو ابتک نشانِ عبرت بن کر بحیرہ مردار کی شکل میں موجود ہے آج کل کے انسانوں سے بدتر و پست تر نہ ہوں گے۔

ہم ہر روز اخلاق کے بگڑنے۔ شہوات نفسانی کے بڑھنے۔ لالچ کے زیادہ ہونے۔ اور انسانی وحشت کی شکائتیں سنتے ہیں جنھیں سُنکر جنگل کے درندے بھی شرمندہ ہوتے ہیں۔ کثرت کے درمیان عُسرت کی فراوانی پاتے ... وحشیانہ قومیت کی عصبیت اپنی اقلیم کی حدود کو وسعت دینے کے لئے کمزور قوموں پر جبر کرنے میں خوش ہو رہی ہے۔

اِس کھلبلی اور اِس تمام دھاندلی کا سبب خدائی علم و محبت کی کمی ہے۔ اخلاق جن کی پشت پر دین کا سہارا نہیں وہ طوفانِ زندگی کے تھپیڑوں کی مقاومت نہیں کر سکتے۔ ایسے اخلاقی سلسلے اُس گھر کی مانند ہیں جس کی بنیاد ریت پر رکھی گئی ہو۔

بھٹکے ہوئے انسان کو دوبارہ صراط مستقیم پر لانے کا کام پچھلی صدی میں ایک ایرانی نوجوان کے سپرد ہوا تھا۔ اس نوجوان کا نام باب تھا۔ آپ بچپن ہی سے تقویٰ اور نیکی کیلئے مشہور تھے آپ شکل و صورت کے حسین تھے اور آپ کے چہرہ کو رعب داب ٹپکتا تھا۔ دوست و دشمن اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ بہت پکّے دیندار تھے۔ لوگ آپ کو انسانی نیکیوں کا کامل اوتار کہا کرتے تھے۔

آپ کی عمر ۲۵ سال کچھ مہینے کی تھی جب آپ نے بڑے بڑے علماء کے سامنے ظاہر کیا کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو اُس ساعتِ عظمیٰ سے خبردار کروں جو خدا کے ظہور اعظم کا وقت ہے خدا کا یہ ظہور اعظم دنیا کو متحد کرنے کے لئے مامور ہو کر آئیگا۔ حضرت باب لوگوں کو حضرت بہاءاللہ کی آمد کے لئے تیار کر رہے تھے جو دین بہائی کے بانی ہوئے۔

علماء جانتے تھے کہ اس نوجوان نے سوائے اُس ابتدائی تعلیم کے جو اُس وقت کے بچّوں کو دی جاتی تھی اور کوئی تعلیم حاصل نہیں کی اس لئے جب اُنھوں نے آپ کو ایسی دانائی اور حکمت کی باتیں کرتے دیکھا تو اُن پر پہلا اثر جو ہوا وہ حیرت و استعجاب تھا۔ جب اُنھوں نے سنبھالا لیا تو بہت سے اُن میں سے حضرت باب پر ایمان لائے مگر اکثر کی رگِ عصبیت بھڑک اُٹھی۔ علماءِ شیعہ کا غیض و غضب جوش میں آگیا۔ اِن لوگوں نے متحد ہو کر حضرت باب کو کچل ڈالنے پر کمر باندھی اور آپ کے خلاف فتاویٰ جاری کردئے۔ صوبجات ایران کے کچھ گورنروں نے اِن

فتاویٰ سے فائدہ اٹھایا اور مال جمع کرنے کے لئے مردوں۔ عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں کے قتل عام کے حکمنامے جاری کر دیئے گئے حکم تھا کہ جس کسی پر بابی ہونے کا شبہ بھی ہو وہ قتل کر دیا جائے۔ صوبوں کے گورنر۔ دربار کے وزیر اور علماء ملکر باقاعدہ سپاہ کی مدسے اِس نئے دین کو جڑسے اکھیڑ دینے پر تل گئے کیونکہ انھوں نے اِس دین میں پرانے نظم ونسق کی تباہی اور ایک نئے انتظام وتنظیم وتربیت کی داغ بیل پڑتے دیکھی۔

حضرت باب کے اعلان ماموریت کے وقت ایران کی حکومت لارڈ کرزن مرحوم کے لفظوں میں "ملاؤں کی حکومت" تھی، انہیں ملاؤں کا راج تھا اور انہی کا قول قانون تھا۔ اس کے علاوہ ملا تو وہاں کوئی قانون تھا اور نہ آئین۔ شاہِ ایران خود مختار تھا۔ اُس کے مُنہ سے نکلا ہوا لفظ قانون تھا۔ انسانی جان لینے کا حق اُسی کو تھا اور اسی طرح حکومت کے تمام شعبے یعنی مقننہ۔ اجرائیہ اور قضائیہ سب کا وہ واحد مالک تھا۔

اِن حالات کو دیکھکر حضرت باب نے پہلے ہی سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ آپ کا اور آپ کی تعلیمات کا کیسا استقبال ہوگا کیونکہ آپ اپنی ابتدائی تحریرات میں ہی اپنی شہادت کا ذکر فرماتے ہیں لیکن اِن سب حالات کو دیکھکر آپ کے ارادہ میں کوئی لغزش نہیں ہوئی اور آپ نے صاف صاف اپنی تعالیم کو ظاہر کیا۔

اعلان کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ قید کر لئے گئے مگر لوہے کی سلاخیں آپ کے پیغام کو قیدخانے کی چار دیواری میں مقید نہ کر سکیں۔ یہ بجلی کی سرعت کے ساتھ ایران کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گیا۔ ایک ایسی قوم جس کی زندگی تصنع اور بناوٹ۔ جھوٹ اور تلبیس کا مرقع تھی اُس کے لئے حضرت باب کی تعالیم جو دیانتداری۔ حیا۔ سخاوت۔ محبت اور ہمدردی کی تلقین کرتی تھیں بہت گراں تھیں۔ پس انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسے خیالات کے مالک کے لئے موت ہی بہتر ہے۔ آپ ۳۱ برس، ۷ مہینے، ۲۷ دن کے تھے کہ آپ کی شہادت کا فتویٰ دیا گیا۔

۹ جولائی ۱۸۵۰ء کے دن ظالم آپ کو تبریز کی چھاؤنی کے چوک میں لائے جہاں قریباً دس ہزار مرد۔ عورتیں اور بچے اُخوت وامن کے اِس پیغامبر کی شہادت کو دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ بارکوں کے ستون سے میخیں گاڑ کر آپ کو اور آپ کے ایک شاگرد کو رسیوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ ایک آرمنی رجمنٹ کو جس میں ۷۵۰ سپاہی تھے اور جو صفیں باندھے کھڑے تھے اِن دونوں کو گولی سے اڑا دینے کا حکم دیا گیا۔ گولیاں چلیں اور سات سو پچاس بندوقوں کے چلنے سے دھوئیں کا ایک بادل چھا گیا مگر جب دھواں دور ہوا تو یہ دیکھکر لوگوں کی حیرت کی حد نہ رہی کہ ۷۵۰ بندوقوں سے نکلی ہوئی گولیوں میں سے ایک بھی اِن دونوں مقدس ہستیوں کے نہیں لگی وہ رسیاں ضرور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں جن سے یہ دونوں خدا کے برگزیدہ بندھے ہوئے تھے۔

حضرت باب کا شاگرد وہیں سولی کے پاس ہی کھڑا تھا اور حضرت باب اُسی کمرے میں جہاں آپ مقید تھے نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے کاتبِ وحی کو آیاتِ الہٰی لکھا رہے تھے۔ لوگوں میں حیرت اور خوف سے ایک شور برپا ہوگیا اور گورنر نے یہ سوچ کر کہ کہیں سب کے سب حضرت باب پر ایمان نہ لے آئیں فوراً آپ کو پھر پکڑوا منگوایا اور ویسے ہی بندھوا کر ارمنی فوج کو گولی چلانے کا حکم دیا مگر فوج نے اپنے کرنل سام خاں کے ذریعہ سے انکار کر دیا۔ گورنر نے فوراً باڈی گارڈ کے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اُن سپاہیوں نے جو تمام مسلمان تھے اپنا کام کیا اور

حضرت باب اور آپ کے شاگرد کے سینے گولیوں سے چھلنی ہو گئے مگر چہرۂ مبارک پر کوئی گولی کا نشان بھی نہ لگا۔

کالویری اور کربلا کے نظارے پھر تبریز میں دُہرائے گئے اور حضرت باب نے اپنے ظالموں کے لئے خدا کی رحمت کی دعائیں مانگتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

آپ کے جسد مبارک کو آپ کے فدائی خفیہ طور پر اُٹھا کر لے گئے اور طہران میں حضرت بہاء اللہ کی خدمت میں پہنچا دیا اور ۱۹۰۹ء میں کوہ کرمل کے دامن میں حضرت عبد البہاء نے آپ کو دفن کیا۔ اگرچہ حضرت باب اعلان کے بعد بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور اپنی ماموریت کا سارا زمانہ آپ نے قید وبند میں گذارا مگر آپ جس کام پر مامور کئے گئے تھے اُس کو پورا کیا۔ آپ نے ایران میں جمود مذہبی کو توڑ کر لوگوں کو حضرت بہاء اللہ کے ظہور کو سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد پیدا کی۔ لارڈ کرزن اپنی کتاب میں جو انھوں نے ایران کے متعلق لکھی ہے فرماتے ہیں:-

"اگر حضرت باب کا دین اسی رفتار سے بڑھتا گیا تو وہ دن دور نہیں جب یہ مسلمانیت کو ایران سے نکال دے گا ..... کیونکہ اس کے ماننے والے ملک کے بہترین اشخاص ہیں اس لئے گمان غالب ہے کہ آخر کار میدان اس کے ہاتھ رہے گا۔

سر فرانسیس ینگ ہسبنڈ تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت باب کے خیالات تمام ایران میں سرایت کر گئے تھے اور آپ کی شہادت کے بعد یہ امر ترکی۔ مصر۔ ہندوستان حتیٰ کہ یورپ اور امریکا میں بھی خوب پھیل گیا۔ آپ کے ماننے والوں کا شمار اب لاکھوں میں ہوتا ہے۔"

کیمبرج کے پروفیسر ای۔ جی۔ براؤن لکھتے ہیں:-

"وہ روح جو ان لوگوں میں کام کر رہی ہے ایسی ہے کہ جو کوئی اس کے حوزۂ اثر میں آتا ہے وہ مغلوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

۱۸۵۲ء کے شروع میں جب اِس امر پر فدا ہونیوالوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی تو دشمنوں نے سوچا کہ انھوں نے اسے بیخ و بُن سے اکھاڑ دیا ہے کیونکہ انھوں نے چُن چُن کر اِس امر کے نام لیواؤں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا تھا جو کچھ رہ گئے تھے وہ ڈر کر خاموش ہو گئے تھے۔

قتل وخون کے وہ خونیں مہیب نظارے جنھوں نے ایک مردہ قوم کو غفلت کی گہرائیوں سے نکال کر بیدار کیا تھا اب کہیں دکھائی نہ دیتے تھے سوائے اس کے کہ کوئی اِکّا دکّا لاش کسی درخت یا شہر کے دروازے سے آویزاں دکھائی دیتی تھی۔ جو دیکھنے ہیں اِس مظلوم امر کی مصائب کو زبانِ حال سے بیان کرتی تھی۔

اِس طرح ایران نے اپنے اُن برگزیدوں سے برتاؤ کیا جنھوں نے اُسے بیقدری اور گمنامی کی تاریکی سے نکال کر اُسے ایسے مقام پر لا کھڑا کیا جہاں سے اب وہ ایک ایسے جلال اور عظمت کے درجہ کو پہنچے گا جو اُس کی قدیمی عظمت سے کہیں زیادہ شاندار ہوگا۔

آپ پر ظلم وستم کرنے والوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اِس تاریخ کے ابھی بہت سے صفحے لکھنے باقی ہیں۔ اُن کا جوش ظلم وآتش ستم خدائی پیغام کے نور کو بجھا نہ سکے بلکہ اُسے اور چمکا دینے کا وسیلہ ہوئے اور آج متمدّن دنیا میں کوئی ایک جگہہ بھی ایسی نہیں جہاں حضرت باب کے عاشق موجود نہ ہوں۔

کیا انعدامِ کائنات کا نام قیامت ہے؟

آیت کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ پر غور

جولائی ۱۹۴۱ء کے پیامبر میں "اسرارِ قیامت" ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس کے متعلق ایک صاحب نے کچھ تنقیدات بھیجی تھیں جو ستمبر کے پیامبر میں درج کر کے ہم نے آئندہ اشاعت میں جوابات پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ ذیل میں بطور مکالمہ جو مضمون دیا جا رہا ہے۔ اسمیں محقق تنقید کی عبارت پیش کرتا ہے اور پیامبر جواب دیتا ہے۔ ناظرین کرام اسے غور سے ملاحظہ فرمائیں اور انکشافاتِ حقائق سے مسرور ہوں۔ تمام اہل علم کو اس اہم علمی بحث میں شرکت کی صلائے عام ہے۔ (مدیر)

قیامت کے دن فنائے کُلی کے ثبوت میں ایک آیت عام طور پر پیش کی جاتی ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (رحمٰن) اس آیت سے قیامت کے دن فنائے کُلی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ اول اس لئے کہ اس آیت میں بالکل نہیں فرمایا کہ یہ فنا جس کا یہاں ذکر ہے قیامت کے دن ہوگی۔ پھر کسی کا کیا حق ہے کہ محض اپنے خیال و عقیدے کی بنا پر اسے یومِ قیامت میں فنائے کُلی قرار دے۔ (پیامبر جولائی ۱۹۴۱ء)

محقق۔ اگر اس آیت میں لفظِ قیامت موجود نہیں ہے تو اس پر اصرار بیجا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ دوسرے مقامات پر قیامت کا لفظ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

پیامبر۔ یاد رہے کہ قیامت سے فنائے کائنات جو عام طور پر مراد لی جاتی ہے ہم نے اپنی مذکورہ بالا عبارت میں اسی مفہوم کو مدنظر رکھ کر کُلّ من علیها فان پر غور کیا ہے۔ اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بیان پر جرح کی ہے جو کہتے ہیں کہ قیامت کے دن کُل کائنات فنا ہو جائے گی اور آیت کُلُّ من علیها فانٍ کو اس مدعا کیلئے نصِ صریح بتاتے ہیں۔ اس پر ہماری پہلی جرح یہی ہے کہ اس آیت میں قیامت کا لفظ نہیں۔ اور جب صریح لفظ نہیں ہے تو یہ آیت قیامت یعنی فنائے کائنات کے لئے نصِ صریح نہیں ہو سکتی۔ پس اُن کا دعویٰ باطل ہے۔ یہ جرح قیامت کو فنائے کُلی قرار دینے والوں کے مفہوم کو رد کئے بغیر تدقیق و الزام کے اصول پر کی گئی ہے۔ جس سے عہدہ برآ ہونا انھیں دشوار ہے۔ آزادانہ تحقیق و تدبر کے وقت باریک در باریک تنقید کرنا علم و عقل کا فرض ہے۔ ورنہ لفظِ قیامت کے متعلق ہماری تحقیق واضح ہے کہ ہم قیامت سے مُراد فنائے کُلی یا کائنات کا معدوم ہو جانا ہرگز نہیں سمجھتے۔ ہم اپنے مقالات میں بے شمار دلائل سے یہ مدعا ثابت کر چکے ہیں تو ہمارے نقطۂ نظر سے اگر اس آیت میں لفظِ قیامت بھی ہوتا تو بھی ہمارے نزدیک فنائے کائنات

مُراد نہ ہوتی۔ جیسا کہ تمام قرآن مجید میں جابجا لفظ قیامت آیا
ہے اور ہم ایک جگہ بھی فنائے کائنات مُراد نہیں لیتے ہیں پس
آیت کل من علیہا فان میں جاری یہ جرح کہ اس آیت میں
لفظ قیامت نہیں ہے اُن لوگوں کے خیال پر تدقیقی والزامی تنقید
ہے۔ جو کہتے ہیں کہ یہ آیت قیامت یعنی فنائے عالم کے لئے نص صریح
ہے۔ جب منصوص طور پر لفظ قیامت نہیں ہے تو نص صریح کیا
ہوئی؟

رہی یہ بات کہ "دوسرے مقامات پر لفظ قیامت بھی
ذکر کردیا گیا ہے"۔ یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں کسی
ایک جگہ بھی فنائے کائنات کے لئے لفظ قیامت مذکور نہیں۔

محقق۔ یوم قیامت کی مختلف کیفیتوں کا اظہار مختلف طریقوں
سے مختلف الفاظ میں کردیا گیا ہے۔ مطلب ایک ہی مخصوص دن
سے ہے۔

پیامبر۔ اپنے مقالات میں ہم تفصیل سے ثابت کرچکے ہیں
کہ قیامت سے مراد پیغمبر حق کا دَورِ ظہور ہے اور ہر پیغمبر کی
آمد پر قیامت برپا ہوتی ہے۔ قیامت کا ذکر مختلف طرح سے
اس لئے بھی آیا ہے کہ مختلف قیامتوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ ہم نے
علمی قاعدہ کے مطابق آیت اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ میں ثابت کردیا ہے کہ لَيَحْكُمُ میں لام حال کی بنا
پر یوم القیمۃ سے ظہور محمدی کا زمانہ مُراد ہے اور قرآن مجید میں
آنے والی قیامت کبریٰ کا ذکر نہایت تفصیل سے صیغۂ مستقبل میں ہے۔

محقق۔ "اس ایک دن گھبراہٹ ہوگی"۔ "بیہوشی طاری ہوگی"۔ "لوگ
مرجائیں گے"۔ تمام ایک ہی دن کے متعلق بیانات ہیں۔

پیامبر۔ "لوگ مرجائیں گے" کسی مخصوص دن کے متعلق مذکور
نہیں ہے۔ قیامت کے دن بھی مرجانا ظاہری جسمانی موت سے مذکور
نہیں ہے۔ قیامت کے دن سب لوگ یکدم مرجائیں گے یا کل عالم
معدوم ہوجائے گا، کلام الٰہی سے ہرگز ثابت نہیں۔

محقق۔ اگر کسی جگہ قیامت کا لفظ نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں
ثابت ہوا کہ یہ قیامت کے متعلق نہیں ہے۔

پیامبر۔ جب تک کسی بات کی بنیاد الفاظ اور بیانِ الٰہی پر نہ ہو
وہ بات مومن کے ایمان میں کیونکر داخل ہوسکتی ہے۔ جب قیامت
کا لفظ نہیں تو کیوں صرف اپنے خیال سے قیامت مُراد لی جائے۔
جب متکلم کے کلام میں کوئی لفظ ہمارے مُدعا کے ثبوت میں نہ ہو
ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ متکلم کی مُراد یہ ہے۔ چہ جائیکہ اُسے نص صریح
قرار دیں؟

محقق۔ اس طرح تو کہا جاسکتا ہے کہ نفخ فی الصور سے قیامت
مُراد نہیں۔ کیونکہ اس میں قیامت کا لفظ تو آیا نہیں۔

پیامبر۔ آیت نفخ فی الصور جو سورۂ زمر میں ہے وہاں
صاف لفظ قیامت آیا ہے۔ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ الخ

یہاں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ آیت مذکورہ میں نفخ صور کا
ذکر ہے قیامت کے متعلق نص صریح ہے۔ کیونکہ منصوص طور پر لفظ
قیامت اس میں آیا ہے۔

لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قیامت کا مفہوم کیا ہے؟ کیا
انعدام کائنات کو قیامت کہہ سکتے ہیں؟ یہ مفہوم اس آیت زیر بحث
سے بھی ثابت نہیں۔ کیونکہ صریح طور پر اس آیت میں ارشاد ہے
وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ
اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ، صور پھونکا جائے گا سو بیہوش ہوجائیں گے
جو لوگ سموات وارض میں ہیں بجز ان کے جنہیں خدا محفوظ رکھے۔

آیت میں تین صریح الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قیامت انعدامِ کائنات کا نام نہیں ہے۔ پہلا لفظ صَعِقَ جس کے معنیٰ حواس کا معطل ہونا ہیں۔ جسمیں انسان کا باقی رہنا ضروری ہے۔

دوسرا لفظ مَنْ جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے یعنی لوگوں کے حواس کام نہ دینگے۔ اشیاءِ کائنات کی فنا کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔

تیسرا لفظ اِلَّا صریح استثناء موجود ہے کہ سب لوگ بے حواس بھی نہیں ہوں گے۔ جنہیں خدا محفوظ رکھے گا۔ وہ پورے طور پر بقائمی ہوش وحواس موجود رہینگے۔ فنا کا تو ذکر ہی کیا ہے؟

اتنے صریح کلماتِ الٰہی ہوتے ہوئے پھر یہ سمجھنا کہ قیامت فنائے کُلی کا نام ہے، سراسر غلطی اور صرف اپنے بے بنیاد خیالات کی تہلک پرستاری ہے۔ جو کلماتِ الٰہی پر غور و تدبر کرنے سے پیدا ہوئی۔

محقق - اذا القبور بعثرت - یوم یخرجون من الاجداث ونفخ فی الصور آیات کو آپ بھی یوم قیامت ہی کے متعلق مانتے ہیں اگرچہ یوم قیامت کی تفسیر کچھ اور ہی ہو۔ پھر یہ فرمانا کہ ان میں تو کہیں بھی یوم قیامت کا صریح طور پر لفظ نہیں ہے تطویل بیجا ہے یا نہیں؟

پیامبر - راز تو یہی ہے کہ ہم قیامت کے معنی فنائے کائنات نہیں مانتے اور دوسرے لوگ قیامت سے مراد فنائے کُلی لیتے ہیں۔ ہم تحقیق والزام اور اتمام حجت کے لئے جرح کرتے ہیں کہ تمہارے مفہوم قیامت کو اگر ہم رد نہ کریں تو بھی یہ آیات صریح طور پر قیامت یعنی فنائے کائنات کے بارے میں نہیں ہیں۔ کیونکہ کوئی لفظ قیامت یہاں مذکور نہیں۔ یہ تو ان کے معنی کو نہ چھیڑتے ہوئے ان پر دقیق جرح اور اتمام حجت ہے۔

اور ہم اپنی تفسیر قیامت کے مطابق نفخ صور کو قیامت یعنی ظہورِ حق کے متعلق بھی اس لئے خیال کرتے ہیں کہ نفخ صور کے متعلق کلامِ الٰہی میں وارد ہے کہ یہ قیامت کے دن ہوگا۔ اگر کلماتِ الٰہیہ میں ایسا بیان نہ ہوتا تو ہمیں کیا حق تھا کہ ایسا اعتقاد بنا لیتے۔ پس یہ ہماری جرح تطویل نہیں۔ تدقیق و تکمیل ہے۔

اصل نقطۂ بحث یہی ہے کہ کلامِ الٰہی سے قیامت کی حقیقت کیا ثابت ہوتی ہے؟ اگر فنائے کائنات ثابت ہو تو ہمارے خیالات سب رد ہو جائینگے۔ اور اگر قیامت کی حقیقت فنائے کائنات ثابت نہ ہو سکے تو لوگوں کے خیالات غلط اور بے بنیاد قرار پائیں گے۔ یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ آجتک تو کوئی آیت ایسی پیش نہیں کی گئی جس سے یہ ثابت ہو کہ کلامِ الٰہی فنائے کائنات کو قیامت قرار دیتا ہے۔

"کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ" پر دوسرا غور

"اس آیت سے قیامت کے فنائے کُلی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

اوّل اس لئے کہ اس آیت میں بالکل نہیں فرمایا کہ یہ فنا جس کا یہاں ذکر ہے قیامت کے دن ہوگی"۔

دوم اس لئے کہ مُدّعا تو یہ تھا کہ قیامت کے دن فنائے کُلی یعنی تمام کائناتِ ہستی کی فنا ثابت کی جائے۔ اور اس آیت میں لفظِ مَنْ ہے جو صرف ذوی العقول کے حق میں استعمال ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ معلوم ہوا کہ لوگ فنا ہونگے۔ اور مُدّعا یہ تھا کہ کُل کائناتِ ہستی فنا ہوگی۔ یہ مدّعا اس آیت سے تو ثابت نہ ہو سکا"۔

(پیامبر جولائی ۱۹۴۱ء)

محقق - اگرچہ ذوی العقول کی فنا کا ذکر ہے جو آپ کو بھی تسلیم ہے

حالانکہ متعدد جگہ انکار بھی ہے۔

پیامبر۔ جب یہ مسلّم ہے کہ لفظ مَن سے ذوی العقول ہی مُراد ہیں اور اس آیت میں بھی صرف ذوی العقول کا ذکر ہے تو تمام کائناتِ ہستی کی فنا اس آیت سے ہرگز ثابت نہ ہوئی۔

یہی یہ بات کہ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ ذوی العقول کی فنا کا ذکر ہے تو ہم تفصیل سے لکھ چکے کہ یہ فنا کسی خاص دن میں نہیں بلکہ مقصدِ آیت یہ ہے کہ فنا و موت کا سلسلہ روئے زمین پر مسلسل جاری ہے اور یہ بات کہ متعدد جگہ انکار بھی ہے۔ سو یاد رہے کہ کسی خاص دن کُل کائناتِ ہستی کا فنا ہونا ہمیں تسلیم نہیں ہے اور اس کا ایک جگہ بھی ہم نے اقرار نہیں کیا۔ اور استمراری طور پر روئے زمین کے تمام لوگوں کا فنا پذیر ہونا ہم نے متعدد جگہ تسلیم کیا ہے۔

محقق۔ لیکن اس خصوصی فنا سے عمومی فنا بھی ثابت ہے۔

پیامبر۔ خصوصی فنا یعنی سب ذوی العقول کی موت بھی خاص دن میں جس کا نام قیامت ہی ہمیں تسلیم نہیں۔ کیونکہ کلماتِ الٰہیہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب اس طرح خصوصی فنا بھی ثابت نہیں تو عمومی فنا کہاں سے ثابت ہو سکے گی؟

محقق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان ہی فنا ہو گیا تو دوسری غیر ذوی العقول چیزیں جو انسان کے استعمال کیلئے وجود میں آئیں کہاں باقی رہ سکتی ہیں۔ وہ بھی فنا ہوں گی۔

پیامبر۔ آیت کُلُّ مَن عَلَیہا فَان میں انسانوں کے عام طور پر روزمرہ فنا ہونے کا ذکر ہے کسی خاص دن میں سب کے یکلخت فنا ہونے کا ذکر نہیں۔

جب ایک خاص دن میں یکلخت تمام انسانوں کی ہی فنا ثابت نہ ہوئی تو دوسری چیزوں کی فنا جن کا یہاں ذکر بھی نہیں کیونکر ثابت ہوگی۔

محقق۔ جب اعلیٰ چیز فنا ہے تو ادنیٰ چیز کے باقی رہنے سے کیا حاصل ہے؟

پیامبر۔ بنائے فاسد علی الفاسد نہ کیجئے۔ اس آیت سے جب یہی ثابت نہیں کہ ایک مخصوص دن میں جس کا نام قیامت ہے تمام انسان یکلخت مر جائینگے تو پھر اس بنیاد پر جتنی عمارت بنائی جائے گی بے پایہ ہوگی۔

اور یہ منطق کہ جب اعلیٰ چیز فنا ہے تو ادنیٰ چیز کے باقی رہنے سے کیا حاصل؟ بجائے خود بھی صحیح منطق نہیں ہے۔ کیونکہ بالفرض اگر ایک خاص دن سارے انسان مر جائیں اور یہ زمین اور اس کے ساز و سامان سب باقی رہ جائیں تو ممکن ہے کہ قدرت دوسرے انسان یا کوئی اور مخلوق پیدا کر دے جو پھر زمین پر آباد ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ انسان کے مر جانے پر ساری چیزیں بھی فنا ہو جائیں۔

پھر یہ بات کیوں فراموش کی جاے کہ اس آیت میں نوعِ انسان کے یکدم فنا ہو جانے کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ صرف یہ ذکر ہے کہ روئے زمین پر افرادِ انسانی ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے وہ سب معرضِ تغیر و فنا میں ہیں۔ ذاتِ خداوندی ہر ایک تغیر و فنا سے برتر ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اور بھی حقائق ہیں جنھیں ہم پھر کبھی بیان کرینگے۔ ہاں ایک بات کی طرف فی الحال اشارہ کرتے ہیں۔ فرماتا ہے ویبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام۔ ہر چیز فنا پذیر ہے اور تیرے رب کا چہرۂ جمال اپنی بقائے ذاتی میں ہمیشہ رہتا ہے وہ ذوالجلال ہے یعنی اپنا ذاتی جلال ہمیشہ رکھتا ہے۔ وہ صاحب اکرام ہے اپنا کرم سدا ظاہر کرتا رہتا ہے۔ لفظ کرم کے متعلق لغت میں لکھا ہے الکرم اذا وصف اللہ تعالیٰ بہ فھو اسم لاحسانہ و انعامہ المتظاھر۔ کرم جب وصف الٰہی میں مذکور ہوتا ہے تو

اس سے مُراد خدا کا وہ احسان و انعام ہے جو ظاہر و نمودار ہوتا ہے۔
اور اگر انسان کے متعلق ذکر ہو تو کرم سے اچھے اخلاق و افعال مُراد
ہوتے ہیں۔ ولایقال ھو کریم حتی یظھر منہ۔ اور جب تک
کرم کا ظہور نہ ہو کسی کو کریم نہیں کہا جاتا۔ (ملاحظہ ہو مفرداتِ راغب)

پس آیت ذوالجلال والاکرام سے یہ حقیقت واضح فرما دی کہ خداوندِ
عالَم اپنے ذاتی جلال میں ہمیشہ یکساں ہے۔ اور اپنا احسان و انعام ہمیشہ
خلق پر نمودار کرتا ہی رہتا ہے۔ یہ صفتِ اکرام یعنی نعمت کا عطا فرمانا
بقائے دوام رکھتا ہے۔ اس کو کبھی فنا نہیں۔ فیضِ فیاض میں تعطل نہیں
ہے۔ یہ بھی کائناتِ ہستی کی فنائے کُلی کے خلاف خدائی اعلان ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ پر تیسرا غور

تیسرے یہ کہ آیت میں یہ تو نہیں فرمایا کہ ایک خاص دن میں سب
لوگ فنا ہوں گے "فانٍ" اسم فاعل استمراری معنے میں استعمال ہوا ہے کہ
روی زمین کے تمام لوگ فنا پذیر ہیں۔ اب بھی معرضِ فنا اور حقیقتِ فنا
میں ہیں اور ظاہر ہے کہ لوگ ہر روز بلکہ ہر آن فنا ہوتے ہی رہتے ہیں
یہ سلسلۂ فنا و موت روی زمین پر مسلسل جاری ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ
ایک وقت میں سب لوگ مر جائیں گے اور اسی کا نام قیامت ہے سراسر
غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ (پیامبر جولائی ۱۹۴۱ء)

محقق۔ اسم فاعل استمراری معنی میں تسلیم ہے لیکن اس سے یہ کہاں
ثابت ہوا کہ ہمیشہ اسم فاعل استمراری معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔

پیامبر۔ یہ ہم نے کب کہا کہ اسم فاعل ہمیشہ اور ہر جگہ صرف استمراری
معنیٰ میں ہی استعمال ہوا کرتا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ فانٍ
اسم فاعل استمراری معنی میں آیا ہے اور آپ اعتراف فرماتے ہیں
کہ "اسم فاعل استمراری معنی میں تسلیم ہے" فہو المراد۔

محقق۔ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

پیامبر۔ مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ کُلّ من علیہا فانٍ
میں بھی غیر استمراری معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ صرف خیال کرنے
سے تو ثابت نہیں ہو جائے گا۔ دلیل چاہئے دلیل۔

محقق۔ سورۂ ہود میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ انھم مُلٰقوا
ربھم بیشک یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔
مُلٰقوا اسم فاعل ہے۔ کیا اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ جس طرح روز یہ
چیزیں فنا ہوتی رہتی ہیں اسی طرح لوگ روز اپنے رب سے ملاقات
کرتے رہتے ہیں؟ نہیں بلکہ ایک مخصوص دن کا تذکرہ ہے جس
دن لوگ پروردگار سے ملاقات کریں گے۔

پیامبر۔ قیامت ہر پیغمبرِ حق کا ظہور ہے جیسا کہ ہم اپنے مقالات
میں ثابت کر چکے ہیں۔ حضرت نوحؑ سے منکروں نے کہا کہ ان مومنوں
کو جو رذیل اور کم فہم ہیں اپنے پاس سے ہٹا دیجئے۔ حضرت نوحؑ نے
فرمایا کہ میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نہیں ہٹاؤں گا انھم مُلٰقوا
ربھم یہ مومن تو اپنے رب کے ملنے والے ہیں۔ یہاں بھی لفظ مُلٰقوا
استمراری معنی میں آیا ہے۔ یعنی یہ لوگ لقائے الٰہی حاصل کر رہے ہیں اور
کرتے رہیں گے۔ یہ تو خدا کے دوست اور مُلاقاتی ہیں۔ مومنینِ زمانۂ نوحؑ
کو بھی لقائے الٰہی حاصل ہو رہی تھی۔ کیونکہ پیغمبر کی لقاء سے ہی لقاءِ الٰہی ہے
پس مُلٰقوا حال و استقبال دونوں کے لئے استعمال ہوا۔ جیسے لفظ فانٍ
حال و استقبال دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ مُلٰقوا ربھم سے یہ
سمجھنا کہ صرف آئندہ ایک مخصوص دن ہے جس میں لوگ اپنے رب سے
ملاقات کریں گے۔ درست نہیں۔ حضرت نوحؑ اپنے زمانے کے مومنوں کا
ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو وہ لوگ ہیں جنھیں لقائے الٰہی حاصل
ہو رہی ہے۔ میں انھیں اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں ہوں۔

محقق۔ اسم فاعل غیر استمراری معنوں میں بھی مستعمل ہے اور جب مستعمل
ہوتا ہے تو کیوں نہ ہم لفظ فانٍ کو غیر استمراری معنوں میں لیں۔ اور

اس فنا کو ایک مخصوص دن میں قرار دیں؟

پیامبر۔ اور جبکہ اسم فاعل استمراری معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو ہم اور آپ لفظ فانٍ کو استمراری معنوں میں کیوں نہ لیں؟ جبکہ یہ معنی سراسر معقول اور مطابق قرآن ہیں۔ اور اگرچہ اسم فاعل غیر استمراری معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے تو بھی بلا دلیل ہم لفظ فانٍ میں غیر استمراری معنی کیوں لیں؟ جبکہ قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے خلاف پڑتا ہے۔ ایک مخصوص دن میں کائناتِ ہستی کا فنا ہو جانا کسی آیت سے ثابت نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

محقق۔ دوسری بات اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہاں وہی معنی ہیں جو آپ نے فرمائے ہیں تو یبقٰی کا لفظ مخصوص بہ زمانہ مستقبل قرینہ ہے اس امر کا کہ زمانہ مستقبل کے متعلق ہی کلام کیا جا رہا ہے۔

پیامبر۔ جنابِ من! یبقٰی صیغہ مضارع ہے جو حال اور مستقبل دونوں زمانے اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ کس نے کہدیا کہ یبقٰی کا لفظ مخصوص بہ زمانہ مستقبل ہے۔ یہ تخصیص بالکل غلط ہے۔ اسی طرح لفظ فانٍ بھی معناے حال و مستقبل دونوں پر مشتمل ہے۔ یہ بھی تو خیال فرمائیے کہ بقا و فنا کہتے کسے ہیں؟

"البقاء ثبات الشیٔ علی حالۃ الاولٰی وھو یضادہ الفناء" (مفرداتِ راغب)

"بقا" چیز کا اپنی پہلی حالت پر قائم رہنا ہے اور فنا اس کے برخلاف ہے۔ یعنی چیز کا اپنی پہلی حالت پر قائم نہ رہنا۔"

پس آیتِ مبارکہ کے معنے یہ ہوئے کہ روئے زمین کے لوگ تغیر و تبدل میں ہیں اور ہوں گے۔ ذاتِ خداوندی بے تغیر یکساں اپنی حالت پر رہتی ہے اور رہے گی۔

بلوغِ عالم

جہانِ نارس و نابالغ اب جواں ہوگا
ہر ایک ذرہ زمیں کا اب آسماں ہوگا

نشان سارے عیاں ہیں بلوغِ عالم کے
بہارِ خلد سے روشن یہ خاکداں ہوگا

ہر ایک گل سے چمک اٹھے گی تجلیٔ طور
ہر ایک شاخ پہ جبریل نغمہ خواں ہوگا

ابھی سے محوِ تحیر ہیں کیوں سب اہلِ نظر
نہ آیا وہم و گماں میں جو کچھ۔ عیاں ہوگا

دوئی مٹے گی سحر ہوگی صلحِ اکبر کی
ہر ایک تفرقہ بے نام و بے نشاں ہوگا

جدید شان کا ہوگا تمدنِ عالم
نئی زمین۔ نرالا ہی آسماں ہوگا

جو مہربانی سے پیش آئے سارے بندوں سے
خدائے پاک ضرور اس پہ مہرباں ہوگا

ہر ایک شے سے ہر اک شے کا ہے تعلق آج
ہر ایک شئے کا ہر اک شے سے امتحاں ہوگا

خدائی وعدہ ہے احمد یقین رکھئے آپ
جہان یک دل و یک جان۔ یک زباں ہوگا!

آنے والے تمدّن کی ایک جھلک

دُنیا کا گذشتہ تمدّن اپنا دَور ختم کر چکا۔ وہ دنیا کے بچپن کا مظاہرہ تھا۔ جسمیں عقل و خرد اور نظم و ضبط بھی طفلانہ حالت میں تھے۔

موجودہ تمدّن دُنیا کے آغازِ شباب کا دَور ہے۔ جوش اور جلد بازی کے مظاہرے اس کی طبعی حرکات ہیں۔ لیکن ترقی کی اُمنگ اور غور و تحقیق کا جذبہ بھی اس کی فطرت کا عملی اقدام ہے۔

موجودہ تمدّن میں کچھ تو بچپن کے اثرات باقی ہیں جو ٹھوکریں کھلا رہے ہیں اور کچھ جوانی کے رُجحانات ہیں جو اُسے آگے بڑھا کر رُشد اور پختہ کاری کی طرف لے جا رہے ہیں۔

موجودہ تمدّن ایک طرف تو لا مذہبیت۔ لا ادریت۔ اور لاعقلیت کے خارزار میں اُلجھا ہوا ہے۔ دوسری طرف وہ دینِ حق علمِ صحیح۔ عقلِ سلیم کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ موجودہ تمدّن کی ایک کروٹ فرقہ وارانہ ذہنیت۔ وطنی تعصب اور قوم پرستی ہے تو دوسری کروٹ میں وہ متحدہ انسانیت اور عالمگیر یگانگت کے پروگرام سوچ رہا ہے

موجودہ تمدّن ایک پہلو سے اضطراب و انقلاب کے سیلاب میں بہا چلا جا رہا ہے تو دوسرے پہلو سے عزم و استقلال۔ خوشحالی و آزادی کے تخت پر متمکن ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔

موجودہ تمدّن قدامت کو پسِ پشت چھوڑ کر اُسے خیر باد کہہ رہا ہے تو دورِ جدید کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس کے استقبال کے لئے بڑھ رہا ہے۔ یہ اپنے ایک ہاتھ کے اشارے سے پُرانی دنیا کو رخصت کر رہا ہے۔ دوسرے ہاتھ کے اشارے سے نئی دنیا کو بُلا رہا ہے۔

آج ظاہری و باطنی آنکھیں صاف صاف دیکھ رہی ہیں کہ پرانی بساط لپیٹ دی گئی اور نئی بساط بچھائی جا رہی ہے۔ دَورِ جدید تیزی سے قدم اُٹھائے چلا آ رہا ہے۔

موجودہ تمدّن اپنا سب کچھ آنے والے تمدّن پر نثار کر دیگا موجودہ تمدّن کے اختلاف انگیز مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ خدا کا دینِ واحد تمام جہان پر محیط ہو جائے گا۔ دنیا میں ایک ایسا عالمگیر مذہب کارفرما ہوگا جسمیں تمام نوعِ انسان متحد ہوگی۔ معاشرت میں مومن و کافر کی تفریق نہ ہوگی۔ سب ایک قوم ہونگے۔ سب ایک ہو کر رہینگے۔ شادی بیاہ اور کھانے پینے میں سب شریک و متفق ہونگے سب ایکدوسرے کو پاک و طاہر یقین کرینگے۔ سب ایک دوسرے کو محبت اور یگانگت کی نظر سے دیکھیں گے۔ بصیرت عین الیقین سے دیکھ لے گی کہ ایک ہی معبود ہے۔ اس کا ایک ہی دین ہے۔ سب پیغمبر اپنی حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ سب کتابیں اپنی اصلیت میں ایک ہی ہیں۔ سب انسان ایک ہی قوم ہیں۔ سب کے تعلقات خوشگوار ہونگے۔ کوئی کسی کو نہ ستائے گا۔ کوئی کسی انسان کو نیچ اور نجس اور اشدھ نہ سمجھیگا۔ سب وحدت کے خیمہ یکرنگ میں مل کر بیٹھیں گے سب قوموں کو آزادی و خوشحالی حاصل ہوگی۔ مہلک سرمایہ داری کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سب آدمیوں کے لئے مناسب مکان مہیا ہونگے سب کو اچھی خوراک میسر ہوگی۔ سب بہتر لباس پہنیں گے۔ تجارتی دُنیا میں دھوکہ اور بے ایمانی کا نام نہ رہے گا۔ چیزیں خالص اور

بہتر حالت میں ملیں گی۔

سارے جہان میں سکے یکساں جاری ہونگے۔ تمام دنیا میں ماپ یا پیمانے یکساں ہونگے۔ وزن کرنے اور تولنے کے باٹ بھی کل روئے زمین پر ایک طرح کے مستعمل ہونگے۔

تمام مشرق و مغرب وجنوب وشمال میں ایک ہی زبان بولی جائے گی۔ ایک ہی رسم الخط رائج ہوگا۔ پورب پچھم۔ اتر دکن کے سب لوگ ایک دوسرے کی بات سمجھینگے۔ سب ایک زبان ہونگے سب ایک دل ہونگے۔

علوم وفنون میں نئی تحقیقات سے نئی زندگی پیدا ہوگی تقلید کا مادہ انسان کے دماغ سے خارج ہوجائے گا۔ فہم انسانی بہت تیز ہوجائے گی۔ سائنس گھر گھر مقبول ہوگی۔ دینِ حق اور سائنس متحد ہوجائینگے۔ لڑائی نہایت مکروہ سمجھی جائے گی۔ جنگ دیوانگی قرار پائے گی۔ دنیا میں کینے اور حسد کا وجود نہ رہے گا۔ غیبت معدوم ہوجائے گی۔ بدزبانی مفقود اور سب وشتم نابود ہونگے۔

طبی دنیا میں ارتقائے عظیم رونما۔ دوائیں نہایت مؤثر ایجاد ہونگی۔ طریقِ علاج مختصر اور سہل عمل آئینگے۔ حکماء اس کتشاف کو مکمل کرلیں گے انسان کی ہر بیاری کا علاج تبدیلِ خوراک سے کیا جاسکتا ہے۔ جسمانیت اور روحانیت میں کامل اتحاد رونما ہوگا۔ جسم وروح میں بہترین وحدت کارفرما ہوگی۔

انسان اصولِ صحت پر اس قدر عامل ہوگا۔ کہ بیماریاں برائے نام رہ جائیں گی صحت کی نعمت عالمگیر ہوگی۔ انسان حسن و جمال میں بے حد ترقی کرجائے گا۔ پاکیزگی ولطافت بہت بڑھ جائیگی تعمیرات میں بہترین جدتیں ہونگی۔ اور اسی طرح انسان اپنے اخلاقی محاسن اور روحانی فضائل میں اعلیٰ مدارج حاصل کریگا۔ اور بالاخر تمام ظاہری ومعنوی ترقیات کے سبب دنیا جنتِ فردوس بن جائیگی۔

---

(۱) مذاہب عالم

یہ کتاب جناب پروفیسر پریتم سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ نے شائع کی ہے۔ اسلام۔ دینِ موسوی۔ دینِ مسیحی۔ ہندو دھرم۔ جین دھرم بدھ دھرم۔ دینِ بہائی وغیرہ مذاہب عالم پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے۔ بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ مختلف مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے شائقین پڑھ کر خوش ہونگے۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ بہتر ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲؍

(۲) ہمارے مربی اور اُن کی تعلیم

کتاب مذاہب عالم کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے نے حال ہی میں شائع کی ہے جسمیں جملہ بانیانِ مذاہب عالم کی مختصر تاریخ اور اُن کی مفصل تعلیمات بیان کیگئی ہیں۔ تعلیمات ثابت کرتی ہیں درا صل تمام مذاہب ایک ہی ہیں اور اُن کی تعلیمات ایکدوسرے کی مخالف نہیں ہیں۔ جو لوگ اتحادِ مذاہب کی تحقیق کے خواہاں ہیں اُن کیلئے یہ کتاب معلومات کا بہترین آئینہ اور اعلیٰ فوائد پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک ایک نسخہ ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ نفیس ہے۔ قیمت ۱۲؍ ہر دو کتاب ملنے کا پتہ:-

پروفیسر پریتم سنگھ ایم اے ۲۹ ٹمپل روڈ لاہور

بشارت عظمیٰ

یہ پاکٹ سائز مناجات کا مجموعہ نہایت نفیس اور خوبصورت اصل مع اردو ترجمہ دو رنگ میں چھپا ہے۔ نماز کوچک۔ صلوٰۃ کبیر لوحِ احمد۔ دعائے صبح وشام اور مختلف مواقع کی مناجات پر مشتمل ہے۔ قیمت بارہ آنہ۔ بہائی ہال کراچی سے طلب کیجئے۔

موجودہ مشکلات اور ان کا علاج

(مدیر "پیامبر" نے یہ مقالہ ایک مجلس عام میں پڑھ کر سنایا)

مشکلات کی تاریکی میں روح انسانیت گھبرا رہی ہے ہزاروں جانیں مایوسی کے غار میں گر کر فنا ہو گئیں۔ لاکھوں کروڑوں ارواح شب و روز آہ و فغاں کر رہی ہیں قومیں بھٹکے ہوئے قافلے کی مانند دشت حیرت میں چکرا رہی ہیں ایک طرف دنیاوی آفات ہیں تو دوسری طرف دینی مشکلات۔ ایک جانب روحانی پیچیدگیاں ہیں تو دوسری جانب مادی پراگندگی۔ افراد بھی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ جماعتیں مصائب کا شکار ہیں جنسی و نوعی تصادم و اختلاف دل شکن ہیں ہر سمت سے نہ صرف قومی مشکلات بلکہ بین الاقوامی مشکلات کے طوفان اُمڈے چلے آرہے ہیں۔ عالم انسانی سراپا درد بنا ہوا ہے وہ سر سے پاؤں تک بیماریوں میں گرفتار اور شدید زخموں سے چور چور ہے۔

فرقہ پرستی

فرقہ دارانہ ذہنیت نے تباہی مچا رکھی ہے ہر قوم اور ہر جماعت صرف اپنی بھلائی کی فکر میں ہے اور اس مقصد کے لئے دوسروں کو دکھ دینا نہ صرف جائز سمجھتی ہے بلکہ اپنا حق اور فرض خیال کرتی ہے۔ بالفاظ دیگر آجکل نفسی نفسی کا ہنگامہ برپا ہے اور "میری قوم میری قوم" کے نعرے بلند ہیں۔ اس بلائے بے درماں نے دنیا کو مشکل میں گرفتار کر دیا ہے۔ ہر قوم دوسری قوم کو شکار کر لینا چاہتی ہے۔

مذہبی کشاکش

ایک مشکل مذہبی شکل میں نمودار ہے۔ ہر ایک ہو الاصرف اپنے ہی مذہب کو سچا بتاتا ہے اور باقی تمام مذاہب کو جعل فریب قرار دیتا ہے۔ اس بات سے ایک جلا ڈالنے والی آگ دلوں میں لگی ہوئی ہے۔ مذہبی خانقاہیں مدرسے اور تبلیغی ادارے مستقل محاذ جنگ ہیں جہاں سے نفرت تعصب اور تکفیر کی مشین گنیں دھڑا دھڑ چلتی رہتی ہیں۔ نہ صرف مختلف مذاہب کے لوگوں میں کٹا چھنی ہے بلکہ ایک ہی مذہب میں متضاد خیالات کے فرقے اور ہر فرقے میں اختلاف پرور جماعتیں اور ہر جماعت میں باہمی کشمکش برپا رکھنے والے لیڈر لوگوں کو دن رات لڑاتے رہتے ہیں۔ اس لئے سوسائٹی میں مشکلات ہیں۔ ہر جماعت میں اُلجھنیں پڑی ہوئی ہیں۔ ہر گروہ اور ہر فرقہ میں گڑبڑ مچی ہوتی ہے۔

سیاسی طوفان

سیاسی تحریکات پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی دنیا کی مشکلات کا ایک خوفناک طومار ہیں۔ لاکھوں کروڑوں زندگیاں سیاسی انقلابات کے سیلاب میں بہ کر فنا کے سمندر میں ڈوب چکی ہیں اور روز بروز یہ فنا کا طوفان زیادہ سے زیادہ اُمڈتا ہوا چلا آرہا ہے۔

اخلاقی تباہی

قوانین قدرت کو فراموش کر دینے کی وبا بھی عام ہو گئی ہے۔ نیکی کی خوبیاں اور بدی کی برائیاں ذہنوں سے دور ہوتی جا رہی ہیں جزا سزا کے قانون کا مفہوم اور اس کا اعتقاد دلوں سے غائب ہوتا جا رہا ہے اس لئے ہر قوم کے نوجوان گناہوں کو گناہ سمجھنے

سے انکاری ہوتے جاتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اخلاق وادب کو محض رسم پرستی سمجھا جانے لگا ہے شخصی طور پر ہر شخص اپنے کو بالکل آزاد سمجھنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جو چاہوں کروں۔ جزا سزا تو محض ایک خیالی چیز ہے۔ ان خیالات اور حالات سے بھی دنیا میں طرح طرح کی مشکلات رونما ہو رہی ہیں۔

جنسی تعصبات

ہماری نوع میں اپنے نصف حصے یعنی عورت کے متعلق جو خیال و عمل ہے وہ بھی غفلت وظلم سے خالی نہیں ہے یعنی مرد عورت کو درجہ میں سمجھتا ہے۔ حقوق میں کم سمجھتا ہے۔ انھیں خیالات کا اثر ہے کہ عورتیں زندگی کی تحریک میں محض برائے نام داخل ہیں۔ اس عظیم الشان تفرقے کی وجہ سے انسانیت ابھی تک لنگڑی ہے۔ بھلا یہ بیچاری لنگڑی کب اور کس طرح منزلِ مقصود تک پہنچے گی؟

جابر حکومتیں

اگر حکومتوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی متغلبانہ ادارے ہیں۔ دنیا کو غلام بنانے میں پورا زور خرچ کر رہے ہیں رعایا کا خون چوس رہے ہیں۔ اور چند متکبر اور خود پرست انسانیت سے کھیل رہے ہیں۔ غریبوں کی فریاد ان کے کانوں تک نہیں پہنچتی۔ محکموں میں رشوتوں کا زور ہے۔ بدانتظامیوں کا ہنگامہ ہے۔ حکومت جو دنیا کی خدمت و آسائش کا ادارہ ہونا چاہیئے وہ مشرق ومغرب میں دنیا کی مسلسل مشکلات اور مصیبت کا ذریعہ ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

سرمایہ داری

سرمایہ داری کی بلا اژدہے کی مانند دنیا کو اپنے زہریلے سانس سے ہلاک کرکے ہڑپ کر جانے میں برابر مصروف ہے۔ ہر سرمایہ دار۔ روپے پیسے۔ اناج اور کپڑے کے ذخائر پر خزانے کے سانپ کی طرح قبضہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ وہ اس وقت تک ان ذخائر کو دبائے رکھتا ہے جب تک دنیا کا دم نہ گھٹ جائے اور دنیا مجبور ہو کر دوگنے چوگنے دام پر مال نہ خریدے۔ اور اس پر بھی اشیاء کا اصلی اور خالص حالت میں ملنا دشوار ہے۔ ان تمام حالات کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں دل کا چین اور روح کا اطمینان غائب ہے۔ خوف وخطر چھا رہا ہے۔ اور دنیا مصائب ومشکلات کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔

مکمّل اور جامع حل کی ضرورت

چونکہ دنیا کی مشکلات کا باعث کوئی ایک ہی چیز نہیں ہے بلکہ جس طرح دنیا میں کاروبار زندگی کے مختلف شعبے ہیں اسی طرح دنیا کی مشکلات بھی مختلف اقسام کی ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ زندگی کے مختلف شعبہائے کار تنہا تنہا کچھ نہیں کر سکتے بلکہ مل جل کر زندگی کو بناتے ہیں تو لازماً شعبہائے زندگی کی مشکلات بھی ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا نہیں ہیں بلکہ باہم ایک دوسرے سے اسی طرح سے جڑی ہوئی ہیں جس طرح ایک جسم کے مختلف اعضا باہم جڑے ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان مشکلات کا حل اگر ہم بالکل ایک کو دوسرے سے جدا جدا کرکے پیدا کرنا چاہیں گے تو اور مشکل بڑھ جائے گی۔ اس لئے ان مشکلات کا حل بھی ایک مشترکہ اور متحدہ شکل میں تلاش کرنا لازم ہے۔ جیسے تمام جسم پر پھوڑے پھنسی نکل آئیں تو بجائے ایک ایک پھنسی کا الگ الگ علاج کرنے کے ہمیں چاہیے کہ جسم کے خون کو صاف کرنے کی دوا دیں۔ جب خون صاف ہو جائے گا تو پھوڑے پھنسیاں سب

دور ہو جائیں گی۔

تمام نوع بشر کی مشکلات کا حل چاہیئے
تمام دنیا کی مشکلات

کا حل جبھی ہو سکتا ہے کہ حل مشکلات کے وقت ہم کل نوع بشر کو مد نظر رکھیں۔ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک جماعت کی مشکلات کا حل الگ الگ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تمام دنیا باہم مرتبط ہو گئی ہے۔ اس کے اجزا اب الگ الگ نہیں رہے ہیں۔ اس لئے حل یا علاج بھی ایسا ہونا چاہیئے جو کل کیلئے مفید ہو تب تو وہ حل یا علاج کارآمد ہو سکے گا ورنہ بیکار ثابت ہوگا۔

بیک وقت سب مشکلات کا حل چاہیئے
تمام مشکلات

پر یکجائی نظر کر کے حل سوچنا چاہیئے۔ اگر صرف روحانی مشکلات کا حل سوچ لیا گیا لیکن مادی مشکلات کو نظر انداز کر دیا گیا تو بھی دنیا کو فائدہ نہ ہوگا یا صرف مادی مشکلات کی طرف توجہ کی گئی اور دینی مشکلات کا خیال نہ کیا گیا تو بھی دنیا کی تمام مشکلات دور نہ ہوں گی۔ لہذا ضروری ہے کہ تمام مشکلات کا حل بیک وقت سوچا جائے اور کسی ایک مشکل کو بھی ناقابل توجہ ٹھہرا کر چھوڑ نہ دیا جائے۔

مشکلات کا علاج

ہماری آزادانہ تحقیق میں دنیا کی موجودہ مشکلات کا حل یہ ہے کہ دین کو ایک زندہ قوت تسلیم کیا جائے اور اسے دنیا کے ساتھ متحد بنایا جائے روحانیت اور عقلیت کو باہم شیر و شکر کی طرح ملا کر ایک کر دیا جائے۔ دین کے اصول کلی جو سب مذاہب میں ایک یا ایک سے ہی ہیں انھیں خوب سمجھ کر یہ اعتقاد پوری علمی روشنی میں دلنشیں کر لیا جائے کہ حقیقت میں کل نوع انسان کا دین ایک ہی ہے۔ فروعات پر نزاع و جدال نہ کیا جائے بلکہ ایسے مسائل کو وقت کی ترازو میں تولا جائے کہ جو باتیں موجودہ وقت میں علمی طور پر مفید ہوں انھیں اختیار کیا جائے اور جو اس وقت زندگی کو ترقی سے روکتی ہیں ان باتوں کو ترک کر دیا جائے۔ دیکھا جائے کہ آسوقت قدرت کی زبان کن کن باتوں کی تصدیق کرتی ہے اور کن باتوں کو منسوخ و متروک قرار دے رہی ہے۔ تمام پیغمبروں کی عزت کی جائے اور موجودہ زمانے کے پیغمبر اعظم حضرت بہا اللہ کی تعلیمات پر پوری عقل و فہم کے ساتھ توجہ کی جائے۔ صحیح علم کے بعد درست عمل کیا جائے۔ یہ وہ راستہ ہے کہ روحانی مشکلات کا حل اور دنیاوی مشکلات کا حل دونوں چیزیں یہاں مل جائیں گی۔ اور دین کو نظر انداز کر کے اگر تمام جہاں کے لوگ بھی دنیا کی مشکلات کا حل ڈھونڈیں گے تو ہماری رائے میں ہرگز ہرگز نہ ملیگا اور یہ بات کہ دین کو دنیا سے نکال باہر کیا جائے یہ قطعاً ناممکن ہے کوئی طاقت دنیا سے دین کو باہر نہیں نکال سکتی۔ اور جب تک دینی مشکلات کا حل نہ کیا جائے دنیا کو چین نصیب نہ ہوگا۔ اور مشکلات ہرگز ختم نہ ہوں گی۔

پس دینی مشکلات کا حل تو یہی ہے کہ دین کو ایک زندہ تحریک یقین کیجئے اور اس کا نیا ظہور اب بہائی امر میں مشاہدہ فرمائیے۔ پوری تحقیق اور ایمانداری سے ہماری رائے یہی ہے اور اسی میں ہم دنیا کی مشکلات کا حل پاتے ہیں۔

فرقہ وارانہ تعصبات کا علاج یہ ہے کہ ہم سب اپنے اصل اور اپنے نیچر پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ساری دنیا کے انسان ایک ہی حقیقت کے مظاہر ہیں۔ شکلوں اور صورتوں میں فردیت ظہور پذیر ہوئی ہے، ماہیت و نوعیت کے لحاظ سے سب ایک

چیز ہیں۔ ہم اپنی اصل پر خیال رکھیں تو ایک ہو کر زندگی بسر کریں۔ ہر وہ چیز جو محبت و اتحاد کو توڑتی ہے ہم اُسے چھوڑ دیں۔ اور یہ تمام وہ کام جو اتفاق و اتحاد پیدا کرتے ہیں اور سب کو فائدہ پہنچاتے ہیں انھیں مضبوط تھام لیں۔ دنیا کی حل مشکلات کا یہ مضبوط اور وسیع راستہ ہے اگر ہم عورت اور مرد میں فرق مراتب اور اونچ نیچ کا علاج چاہتے ہیں تو وہ بھی یہیں سے نکل آتا ہے کہ عورت اور مرد حقیقت کے لحاظ سے واحد ہیں۔ روح کے اعتبار سے مرد عورت میں کچھ فرق نہیں پس عورت مرد کے حقوق و مراتب برابر سمجھے جائیں۔ مذہبی تعصبات کا علاج صحیح علم اور سچا انصاف ہے۔ ہم غور سے دیکھیں تو سب مذاہب میں سچائی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خود ہر مذہب کے ماننے والوں کی بنائی ہوئی رسمیں اور غلطیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ اصل حقیقت کو ضائع نہ ہونے دیجئے اسے سنبھال کر رکھئے اور خود ساختہ رسموں اور غلطیوں کو پھینک دیجئے۔ جیسے ہانڈی کے اُبھان میں آنے والے جھاگ پھینک دئے جاتے ہیں۔ تمام اہل مذاہب کو چاہئے کہ وہ اصولی و اساسی تعلیمات پر زور دیں اور ان کو عملی بنانے میں کوتاہی نہ کریں۔ صداقت۔ دیانت۔ مروّت۔ محبّت۔ عدالت۔ ہمدردی خوش اخلاقی۔ رواداری۔ خیرخواہی۔ یہ ایسے اعمال ہیں جو تمام مذاہب کی روح ہیں تمام جہان کے لوگ ان پر متفقہ طور پر عمل کر سکتے ہیں۔ سیاسی تحریکات اور تجارتی کاروبار میں بھی اگر اس روح سے کام لیا جائے تو دنیا کی مشکلات بآسانی دور ہو سکتی ہیں اگر دنیا متفق ہو کر ان پاک اصول پر قائم ہو جائے تو آج دنیا کی مشکلات حل ہو جائیں۔ اسی پاک ذہنیت کے پیدا ہونے پر سرمایہ داری کی مصیبت بھی دور ہو سکتی ہے اب جن جن نعمتوں کا دوسروں تک پہنچنا مشکل ہو رہا ہے۔ محبت و عدالت کی روح پیدا ہو جانے پر وہ نعمتیں دوسروں پر نثار کر دی جائیں گی۔

مختصر یہ کہ دلوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ جب دل درست ہو جائیں گے سب کام درست ہو جائیں گے اگر دل درست نہوں گے تو نہ مذہب میں امن ہوگا نہ سوسائٹی میں آرام نہ گھروں میں چین ہوگا نہ ملکوں میں امن و اطمینان۔ دل درست نہوں گے تو کوئی عدل و انصاف نکریگا۔ کوئی ہمدردی اور خیرخواہی نکرے گا۔ دلوں کے درست ہوتے ہی سب چیزیں درست ہو جائیں گی لہذا تمام مشکلات کا حل اگر ایک ہی بات میں کرنا ہے تو دلوں کی درستی کیجئے۔

دلوں کی درستی کیسے ہو سکتی ہے؟ صرف اس طرح کہ ہم اس کی طرف پوری توجہ کریں اور کامل حکیم روحانی سے علاج کرائیں۔ کامل حکیم روحانی حقیقی معنیٰ میں صرف ایک ہے۔ یعنی خدا خدا کا ہاتھ وہ پاک انسان ہے جسے خدا نے موجودہ وقت میں مریض دنیا کی شفا کے لئے بھیجا ہے۔ واقعات کی رو سے وہ حضرت بہاء اللہ ہیں جنھوں نے دنیا کی مشکلات کا حل کرنے کے لئے ایک مکمل نسخہ لکھکر دیا ہے اور وہ اپنی پاک انفاس سے مستعد وجودوں کو شفایاب بنا رہے ہیں اگر دنیا اس طبیب اعظم الٰہی کے زیر علاج آجائے تو جلد صحت حاصل کر لے ورنہ اس کے سوا اور جتنے علاج ہیں وہ خواہ چھوٹے چھوٹے دائرہ میں وقتی لحاظ سے کچھ فائدہ مند بھی ہوں۔ لیکن مکمل علاج نہیں ہیں۔

دین بہائی تعلیم دیتا ہے کہ عقل اور دین متحد ہو کر رہیں ہر انسان کو روحانیت میں ترقی کرنی چاہئے۔ ہر انسان کو مادیت

کی تکمیل کرنی چاہیے۔ تمدن ایک قالب ہے تو دین وایمان اس کے لئے روح ہے۔ دنیاوی ترقیات گلوب ہیں تو دینی تجلیات برقی روشنی ہیں۔ سائنس اور دین دونوں ملکر انسان کے لیئے دو بازو ہیں جن سے وہ اوج فلاح میں بلند پرواز ہو سکتا ہے۔ سلطنتوں کو باہم متحد ہو کر رہنا چاہیئے۔ ایک بین الاقوامی مجلس عدالت ہونی چاہیئے جہاں تمام حکومتوں اور قوموں کے تنازعات کا فیصلہ ہوا کرے۔ ایک مشترکہ فوج اور پولیس رکھی جائے۔ جو دنیا کو امن وامان سے رہنے کی نگرانی کرتی رہے۔ حکومت میں بادشاہ اور جمہوریت دونوں کو متحد بنا کر کام کیا جائے۔ بادشاہ رعایا کو اپنا غلام نہ سمجھیں۔ رعایا قانون سلطنت کی پوری اطاعت کرے۔ غریبوں پر سے ٹیکس کم کر دیا جائے مالداروں پر بڑھا دیا جائے۔ کسانوں کو فریہ بستیں دیجائیں۔ کام کا وقت مناسب رکھا جائے۔ مزدوروں کو کمپنیوں میں حصہ دار بنایا جائے۔

ہر شخص کو کام پر لگایا جائے۔ بیکاری قانوناً جرم قرار دی جائے۔ ہر شخص کو روزی کمانے کے لئے کچھ نہ کچھ کام یا ہنر سکھایا جائے اور یاد رکھا جائے کہ خدا نے کام کرنے کو روحانی طور پر عبادت کا درجہ دے دیا ہے۔ بھیک مانگنا قطعاً ممنوع قرار دیا جائے۔ ہاں اپاہجوں کے لئے ہر شہر میں ایک محتاج خانہ بنایا جائے جس میں وہ رکھے جائیں اور ان کی خبر گیری کی جائے کسی فقیر کو سڑکوں اور گلی کوچوں میں بھیک مانگتے ہوئے مارے مارے پھرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ہر بچے کو لازمی طور پر تعلیم دی جائے۔ لڑکیوں کی تعلیم پر گہری توجہ کی جائے۔ تربیتِ اخلاق کی کامل نگرانی کی جائے کہ ہر بچہ صحیح معنیٰ میں شریف اور امن پسند اپنے اور دنیا کے لئے مفید وجود بن سکے۔

ایک نئی زبان ایجاد کی جائے جو تمام مدارس عالم میں سکھائی جائے۔ تاکہ ساری دنیا کی زبان بھی ایک ہو جائے اور جو جو مشکلات زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے رونما ہو رہی ہیں وہ دور ہو جائیں۔ اسی طرح رسم الخط بھی ایک ہی بنا دیا جائے اس طرح کل روئے زمین قطعہ واحدہ دکھائی دے گی۔ اور آخر کار کل نوع انسان متحد ہو کر مشکلات سے نکل جائیگی۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کے لئے روح کی زندگی اور جسم کی صحت دونوں ایک ساتھ ضروری ہیں۔ ایک کے بغیر دوسری بیکار ہے۔ لہذا دین کو مضبوط تھام کر دنیا کو روشن کر دینا ہمارا فرض ہے۔ روح حق و عدل سے معمور ہو کر ہم اپنے لئے وقتی اور مقامی ضروریات پر مشورت کر کے قوانین بنا سکتے اور بدل سکتے ہیں۔ سب سے بڑی ضرورت اتحاد اور نظام کی ہے جب متحدہ نظام عالم قائم ہو جائے گا تو سب مشکلات دور ہو جائیں گی۔ دنیا بڑے زور سے نئے نظام کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ وقت آرہا ہے جب حقیقت آشکار ہو جائے گی اور دنیا اس مقام پر آجائے گی جس کے لئے وہ پیدا ہوئی ہے قدرت کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ باغ اپنے وقت پہ پھل دے گا۔ اور تمام نوع بشر اس کے میٹھے پھلوں سے لطف اندوز ہو گی۔ اس دنیا کے باغ کا پھل کیا ہے۔ عالمگیر نظام امن۔ نیکی وراستی۔ محبّت و وحدت۔ روحانیت و مادیت کی تکمیل۔ یہ یقینی بات ہے کہ ایسا ہی ہو کر رہے گا ؂

شب تاریک گذریگی تو نورانی سحر ہوگی
ہر اک انساں کے چہرے پر مسرت جلوہ گر ہوگی
مقرر ایک دن ہے فتنۂ دوراں کا سو جانا
مقدر ہے زمیں کا جنت الفردوس ہو جانا

حضرت سیّد کاظم رشتی کی ماموریت

ہر سال ذی القعدہ کے مہینے حضرت سیّد کاظم اماماہائے معصوم کی تربتہائے مبارکہ کی زیارت کے لئے کاظمین[1] تشریف لیجایا کرتے تھے اور پھر عرفہ کے دن حضرت امام حسین کی روضہ مبارکہ پر حاضر ہونے کے لئے لوٹ آتے۔ اپنی عمر کے آخری سال میں یعنی سنہ ۱۲۵۹ھ (نومبر ۲۳- دسمبر ۲۳ سنہ ۱۸۴۳ء) اپنی رسم کے مطابق ذی القعدہ کے مہینے کے آغاز میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ آپ کاظمین کی طرف روانہ ہوئے اور اس ماہ کی ۴ تاریخ کو مسجد براثا پہنچے جو بغداد و کاظمین کی سڑک پر واقع ہے۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ نے موذن کو فرمایا کہ اذان دے۔ ایک کھجور کے درخت کے نیچے قیام فرما کر آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز ختم کر چکے ہی تھے کہ ایک عرب جلدی سے آپ کی طرف بڑھا اور مصافحہ کیا اور کہا کہ تین دن ہوئے میں پاس کی چراہ گاہ میں گلّہ چرا رہا تھا کہ یکایک نیند مجھپر غالب آئی اور میں سو گیا۔ خواب میں میں نے حضرت محمد رسول اللہ کو دیکھا اور انھوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:- اے چرواہے۔ میری باتوں پر کان دھر اور انھیں اپنے دل میں محفوظ رکھ کیونکہ میرا یہ کلام خدا کی امانت ہے جو میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تو ان کو محفوظ رکھے گا تو تجھے بہت ثواب ملے گا۔ اگر تو نے اُن سے غفلت کی تو خدا کا سخت عذاب تجھ پر پڑے گا۔ سُن یہ امانت ہے جو میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ مسجد براثا میں جا کر ٹھہر۔ آج سے تین دن بعد میری آل میں سے ایک شخص سید کاظم نام اپنے دوستوں اور ہمراہیوں کے ساتھ ظہر کے وقت مسجد کے نزدیک کھجور کے سایہ تلے آکر ٹھہریگا۔ وہیں وہ نماز ادا کرے گا۔ جونہی تم اُسے دیکھو اُس کے پاس جاؤ اور میرا سلام اُسے دو۔ تب میری طرف سے اُسے کہو۔ خوش ہو کہ تیری رحلت کا وقت قریب آگیا۔ جب کاظمین کی زیارت سے فارغ ہو کر کربلا پہنچ جاؤ گے تو تین دن بعد عرفہ کے دن (دسمبر ۳۱ سنہ ۱۸۴۳ء) تیرا انتقال ہو جائے گا۔ اُس کے کچھ مدّت بعد ہی حق ظاہر ہوگا اور دنیا اُس کے چہرہ کے نور سے چمک اُٹھیگی۔"

گڈریے نے جب اپنے خواب کا بیان ختم کر دیا تو حضرت سیّد کا رُخ مبارک مسکراہٹ سے چمک اُٹھا۔ آپ نے فرمایا:- "تیرے خواب کے سچ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے" یہ سُن کر آپ کے ہمراہی آبدیدہ ہو گئے مگر آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تم لوگ مجھے صرف اُس حق کی نشانی کے لئے پیار نہیں کرتے جس کی آمد کے ہم سب منتظر ہیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میں مرجاؤں تاکہ موعود ظاہر ہو جائے۔"

یہ جو کچھ بیان ہوا دس اشخاص سے حرف بحرف میں نے سُنا۔ یہ دسوں اس موقعہ پر حاضر تھے اور انھوں نے اِس کی صحت کے لئے حلفیہ بیان دئے۔ پھر بھی بہتوں نے ایسی عجیب و غریب باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی حق کا انکار کیا اور اس کے امر کو رد کیا۔

اِس عجیب واقعہ کی خبر مشہور ہوگئی اور عاشقانِ حضرت سیّد کے دل رنج و اندوہ سے بھر گئے۔ آپ انھیں نہایت

---

[1] ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم اور نویں امام حضرت محمد تقی۔ کاظم کے مزارہائے مبارک بغداد سے تین میل شمال کی طرف واقع ہیں۔ ان مزاروں کے گرد ایرانیوں نے ایک کافی بڑا شہر بسایا ہوا ہے جسے کاظمین کہتے ہیں۔

شفقت اور مہربانی سے تسلی دیا کرتے۔ اُن کے بے چین دلوں کو ساکن کرتے۔ اُن کے ایمان کو مضبوط کرتے اور اُن کے جوش کو اور بڑھاتے۔ نہایت وقار و سکون کے ساتھ زیارت ختم کر کے آپ کربلا لوٹ گئے اور وہاں پہنچتے ہی آپ بیمار ہو گئے۔ آپ کے دشمنوں نے یہ ہوائی اڑائی کہ بغداد کے گورنر نے آپ کو زہر دیدیا ہے۔ یہ سراسر بہتان اور سفید جھوٹ تھا کیونکہ گورنر تو خود حضرت سید کا مرید تھا اور وہ آپ کو بہت بڑا عالم و فاضل جانتا تھا اور آپ کی دانائی اور آپ کے اعلیٰ اور بے لوث چال چلن کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ ۱۲۵۹ھ کے عرفہ کے دن اُس مسکین چہرہ والے کے رویا کے مطابق حضرت سید کاظم نے ساٹھ برس کی عمر میں اِس دنیائے دوں کو خیرباد کہی اور

اپنے پیچھے جانباز اور سرگرم شاگردوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے اِن شاگردوں نے اپنے آپ کو دنیا کی آلودگیوں سے پاک کیا۔ اور موعود محبوب کی تلاش میں نکل گئے۔ آپ کے جسد مبارک کو روضۂ حضرت امام حسین کے احاطہ میں دفن کر دیا۔ آپ کے صعود نے کربلا میں ایسا ہی ہنگامہ برپا کر دیا جیسا پچھلے سال عرفہ کے دن ہوا تھا جب فتحمند فوج دروازہ توڑ کر شہر میں داخل ہوئی تھی اور بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ ایک سال پیشتر اِسی دن آپ کا مکان بے گھروں اور بے چاروں کے لئے امن و پناہ کی جگہ تھا۔ آج یہ مکان حزن گاہ بن رہا تھا کیونکہ وہ لوگ جن کی آپ نے دستگیری اور مدد کی تھی آپ کی وفات پر نالہ و بکا بلند کر رہے تھے۔

دھرم کو اُلٹنے پلٹنے کی ضرورت

ویش بھگت پنڈت سندر لال جی

سنسکرت کی ایک پرانی کہاوت ہے کہ "اگر تم دھرم کا ناش کرو گے تو دھرم تمھارا ناش کر دے گا اور اگر تم دھرم کی حفاظت کرو گے تو دھرم تمھاری حفاظت کرے گا" اس کہاوت میں گہری سچائی ہے اسی لئے دنیا کے ہر ملک میں وقتاً فوقتاً پیغمبروں اوتاروں نبیوں ٹھنکروں اور رفارمروں کی ضرورت ہوتی ہے کسی قیمتی چیز کو اگر بگڑنے سے بچانا ہے تو اُسے بار بار اُلٹنے پلٹنے اور ہوا دیتے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پرانی اور نادر دواؤں کو بھی اُلٹ کر نئی بوتلوں میں رکھنا پڑتا ہے۔ دھرم ایک نہایت قیمتی اور نازک چیز ہے اور اُسے قایم رکھتے ہوئے اُلٹنا پلٹنا اور ہوا دینا اِس جیسی کانفرنس کا کام ہے یہی اس طرح کی کانفرنس کا مقصد ہے اور یہی اُس کی اہمیت ہے۔

دھرم، مذہب، ریلیجن، پنتھ، مارگ وغیرہ سب کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں۔ دھرم 'دھری' مصدر سے ہے جس کے معنی دھارن کرنا یا سنبھالے رکھنا ہے جس چیز سے دنیا سنبھلی رہے اسی کا نام دھرم ہے۔ مذہب پنتھ اور مارگ تینوں کے معنی راستہ ہے اس دنیا میں آدمی کو جس راستہ پر چلنا چاہئے جو اس کی بھلائی اور ترقی کا راستہ ہے اُسی کا نام مذہب ہے۔ ریلیجن جس مصدر سے بنا ہے اُس کے معنی باندھنا ہے جو چیز انسانی جماعت کو باندھے رکھتی ہے اُسے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچاتی ہے۔ وہی اس کا ریلیجن ہے۔

دھرم یا مذہب کی بنیاد

انسان ایک ایسا جاندار ہے کہ جو سوسائٹی کے بغیر نہیں جی سکتا

وہ جب اس زمین پر پیدا ہوا اس نے مل جل کر گروہ میں رہنا شروع کیا۔ اسی میں اسے اپنی سلامتی نظر آئی۔ بغیر اس کے اس کا زندہ رہ سکنا اور اور کسی طرح کی ترقی کر سکنا ناممکن تھا۔ اس میں مل جل کر رہنے کے لئے ضرورت ہوئی کہ سب کی کوئی ایک منزل مقصود ہو جس تک پہنچنے کی سب مل کر کوشش کریں خواہ وہ منزل سب کا سکھ یا سب کی بھلائی ہو خواہ کچھ اور ہو۔ اس مل جلکر رہنے کے لئے ہی کچھ قاعدوں اور اصولوں کی بھی ضرورت پڑی۔ ہزاروں برس کے تجربہ سے آہستہ آہستہ یہ قاعدے اور اصول بنتے چلے گئے۔ اسی طرح انسانی جماعت کے تمام قاعدے قانون اور اخلاقی اصولوں کی بنیاد پڑی۔

گروہ بنا کر رہنے کی عادت آدمی کے علاوہ تھوڑی بہت کچھ اور جانداروں میں بھی موجود ہے لیکن آدمی میں ایک اور چیز ہے جو دوسرے کسی بھی جاندار میں نہیں کے برابر ہے آدمی شروع کو سوچتا اور سمجھتا اور نتیجہ نکالتا ہے۔ اس میں ادراک کی قوت ہے اس نے اس دنیا کو دیکھا۔ اسے اپنی ساری زندگی ایک گہرے راز سے گھری ہوئی دکھائی دی۔ اس تمام خلقت میں دریاؤں اور پہاڑوں۔ زلزلوں اور طوفانوں سورج اور چاند۔ تاروں بھری رات اور تپتی ہوئی دھوپ میں۔ پیدائش اور موت میں اور ان سے بڑھ کر خود اپنی روح کے اندر اسے یہ صاف محسوس ہونے لگا کہ کوئی ایک پوشیدہ اور لامحدود طاقت ہے۔ جو اس کی اپنی طاقت سے کہیں زیادہ ہے اور اس سارے نظام کو چلا رہی ہے اس راز کو حل کرنے کی کوشش میں انسان نے خالق کا تصور کیا۔ یہ تصور خواہ محض اسکے دماغ سے پیدا ہو خواہ اس کے متلاشی قلب پر حقیقت کے کسی اصلی خزانہ کا پرتو یا عکس پڑا ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تخیل نے انسان کی زندگی کو ایکدم اس دنیا کی زندگی سے اور اس کی اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں اور جذبات سے اوپر اٹھا دیا اسے تمام انسانی جماعت کا ایک پرزہ بنا دیا۔ جانوروں اور درختوں تک سے اس کا ایک رشتہ قایم کر دیا اور اس کی زندگی کے کچھ معنی اس کا کچھ مطلب اور اس کا ایک مقصد قائم کر دیا۔ ایشور یا ایک حاضر ناظر خدا کے اس تخیل نے ہی انسانی زندگی کی اس کشتی کو جو اس وقت تک بغیر کسی سمت اور بنا پتوار کے ادھر ادھر چکر کھا رہی تھی۔ ایک سمت اور ایک پتوار عطا کر دی۔ انسان نے اپنی زندگی کے مقصد کو طے کیا اس نے اپنی سمجھ کے مطابق اس زندگی کا ایک فلسفہ تیار کیا جو انسان کے ادراک کے بڑھنے کے ساتھ بدلتا اور بڑھتا رہا اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے زندگی کے کچھ اصول تسلیم کیے۔ یہی دنیا کے تمام مذہبوں کی بنیاد ہے ان مرحلوں میں ہماری رہبر وہ ہستیاں تھیں جن کے قلب الہام ربانی سے روشن تھے۔

اسلام اور احمدیت

جناب مولانا محمد عبد اللہ صاحب وکیل۔ فتح کدل۔ سری نگر کشمیر نے یہ ٹریکٹ "اسلام اور احمدیت" حال میں شائع کیا ہے۔ $\frac{20\times30}{16}$ سائز کے ۲۴ صفحات میں۔ قیمت ۱۰/ اس ٹریکٹ میں جناب مرزا غلام احمد مرحوم کی مسلّمات سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب موعود اسلام نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت باب و حضرت بہاء اللہ موعود برحق ہیں اور ظہور برحق کے اثرات سے جو انتشار نورانیت ہوا مرزا صاحب مرحوم بھی اس سے متاثر ہوئے تھے۔ احمدیوں کے لئے یہ ٹریکٹ ایک قابل غور دعوتِ حقیقت ہے۔

قسمت فارسی

لوحِ مبارک حضرت عبدالبهآء

عشق آباد محفلِ روحانی علیهم بهآء الله الابهی

هوالله

ای یارانِ روحانیِ عبدالبهآء! نامهٔ شما رسید. الحمدلله بشارتِ صحت و سلامتِ دوستانِ حقیقی داشت. در این سنینِ فترت که جهان پرآشوب و جنگ بود و عالمِ انسانی بخونریزی مشغول نائرهٔ حرب شعله بعنانِ آسمان زد. اقالیم مانندِ جحیم افروخت و کشور از هجومِ لشکر پایمال شد و معمورهٔ جهان مطموره و ویران گردید. تا بحال حرب در صحرا و دریا بود ولکن در این عصر در اوجِ آسمان و عمقِ دریا نیز بغرنود. محشرِ کبری گردید و مصیبتِ عظمی رخ داد. اطفالِ صغیر بی پدر گردید و پدرانِ سالخورده بی پسر شد. مادرِ مظلوم خون گریست و خواهرِ مهربان فریاد و فغان برآورد. باوجود آنکه پنجاه سال پیش صریرِ قلم اعلیٰ بلند شد و جمیع را از جدال و جنگ منع نمود و بصلحِ عمومی دعوت فرمود و نصایحِ مشفقانه بآشنا و بیگانه فرمود و جمیعِ ملوک را مخاطب ساخت که جنگ ننگِ عالمِ انسانیست و حرب درندگیِ عالمِ حیوانی. زیرا در جهان هر ویرانی آیتِ جنگ است و هر آبادی علامتِ صلح و آشتی. صلح سببِ حیات است و جنگ سببِ ممات. صلح انبعاثِ محبت است و جنگ آفتِ الفت و رأفت. لهذا امر بتشکیلِ محکمهٔ کبری فرمود تا جمیعِ ملل و دول نمایندگان انتخاب نمایند. یعنی هر مجلسِ ملی نمایندهٔ انتخاب نماید و مجلسِ اعیان تصدیق فرمایند و هیئتِ وزراء امضا کنند و پادشاهان و رؤسای جمهور تصدیق فرمایند تا آن نماینده ممثلِ جمیعِ ملت و اعیان و وزراء و پادشاه و رئیسِ جمهور باشد و از این نمایندگان محفلی در نهایت روح و ریحان تشکیل گردد. محکمهٔ کبری تأسیس یابد و جمیعِ مسائلِ مهمه و مشاکلِ عظیمه بین الملل والدول در آن محکمهٔ کبری حل شود تا بنیانِ جنگ برافتد و عالمِ انسانی از این عار و ننگ رهائی یابد. ولکن هزار افسوس که نصایحِ قلمِ اعلیٰ مسموع نگشت و عبدالبهآء در سفرِ چهار سالهٔ افریک و امریک و اروپا در جمیعِ محافلِ عظمیٰ و کنائسِ کبریٰ نعره زنان فریاد برآورد. ای حاضران ای عاقلان خطری عظیم در پیش است و حادثهٔ هولناک در پی. اروپ عبارت از جبه خانه و عوذخانه گردیده منوط بیک شراره است. این موادِ ملتهبه منفجر گردد و زلزلهٔ شدید بر ارکانِ عالمِ انسانی اندازد. جهان را ویران نماید ملل و دول مانندِ سباعِ ضاریه یکدیگر را بدرند و از درندگان بگذرند. زیرا درنده

هر روز گوسفندی طعمهٔ خویش نماید و مجبور بر آنست ولی بشری روزی صدهزار نفر بخطر اندازد و خون بریزد و
خاک مذلت بر فرق عالم انسانی بیزد. ظالمی اگر مرتکب قتل نفسی شود آنرا قاتل گویند و مستحق عقوبت عظیمه شمرند
ولکن اگر خونخواری در روزی صدهزار نفس را خون بریزد آن را کشورگشا و جهانگیر نامند. و اگر قاطع طریقی نفسی را
در راه برهنه نماید آنرا قاطع طریق گویند و سزاوار عذاب و عقاب الیم شمرند ولی اگر غداری مملکتی را تالان و تاراج کند
آنرا فاتح نامند. ای حاضران ای عاقلان عالم انسانی را آفتی و خطری عظیم در پیش. آرام مجوئید و سکون و قرار
مطلبید و بقوتی ملکوتی برخیزید و این خونریزی را مانع و حائل گردید. این نصائح نیز مقبول نیفتاد اینست که ملاحظه
مینمائید که نائرهٔ قتال چگونه شعله برافروخت که راحت و آسایش در عالم انسانی نگذاشت. باری الحمد لله که احبای الهی
از جنگ بیزار و از گروه پرخاش جو در کنار. مانند طیور شکور بچند دانه قناعت نمودند و بموجب وصایا و نصائح الهی سلوک
فرمودند و بیمنت تعالیم آسمانی در جمیع اقالیم عالم محفوظ و مصون ماندند. عبدالبهاء در ایام جنگ در چنگ خونخواران بود
و محاط بستمگاران. در هر ساعتی خطری موجود. و هر یومی بدست بومی گرفتار. باوجود سعایت و فساد آشنا و بیگانه
و افترا و بهتان داخل و خارج در صون حمایت جمال مبارک محفوظ و مصون ماند و این سبب حیرت گردید. باری احبای
ترکستان در عشق آباد و مرو و تاشکند و سمرقند بتمام قوت بر نصرت امر قیام نمودند و در اعلای کلمة الله قصور و فتور
نفرمودند و بتأسیسات مفیده پرداختند. مجامع نطق آراستند و الواح و لوائح را بالسن متعدده ترجمه نمودند و
انتشار دادند. قرأتخانه و دار التبلیغ خدمتی بلیغ است. امیدوارم که محفل جوانان نورسیده در متانت و سکون و
قرار از محافل پیران سالخورده بگذرد و مجلهٔ فارسی مانند خورشید بدرخشد. اسم مطابق مسمّی باشد و ابداً کلمهٔ که سبب
آزردگی خاطر باشد در آن مندرج نگردد بلکه بالعکس سبب سرور و شادمانی عمومی باشد. این قضیه بسیار لازم است. امیدوارم
که احبای ترکستان روز بروز بحسن اخلاق و حسن رفتار و حلاوت گفتار بیفزایند عالم اخلاق بسیار مهم است. جمیع
بحسن اخلاق سراجهای روشن آفاق گردند. در این قضیه بسیار دقت فرمائید. اما قضیهٔ دفن اموات هنوز اگر بقرار سابق
باشد بهتر است. زیرا نباید نوعی نمود که میان آشنا و بیگانه بکلی فسخ و جدائی افتد. زیرا جدائی مانع از تبلیغ است

و چون زمانی آید که اجرای احکام بهیچوجه سبب وحشت قلوب نگردد و امر الله اعلان شود آنوقت
در ترکستان باید از شرق توجه بغرب مائل بشمال کنند و اموات را
سر بقبله و پا بشمال دفن نمایند

علیکم البهاء الابهی

حیفا ۴ تموز ۱۹۱۹

ع ع

لوحِ مبارک حضرتِ عبدالبهاء

(لاهای) جناب احمد خان یزدانی علیه بهاء الله

هو الابهی

ای بندهٔ آستانِ بهاءالله نامهٔ مورخ به ۱۴ جون ۱۹۲۰ رسید و نامهٔ بعضی از اعضای مجلس صلح نیز رسید و
جوابی مرقوم گردید بایشان تسلیم نمائید. معلوم است که این جمعیت چنانچه شهرت دارد نیست آن طور که باید و شاید ترتیب و تنظیم ندارد
باری هر قسم میخواهد باشد ولے امریکه تشبّث نموده اند بسیار عظیم است. باید بدرجهٔ مجلس لاهای قوت و نفوذ داشته باشد
که کلمه اش بر دول و ملل نافذ باشد. باعضای محترم در مقامِ صحبت اشاره کنید که مجلس لاهای پیش از حرب رئیس امپراطور
روس بود و اعضایش اعظمِ رجال. با وجود این مانع از این حربِ مهیب نگشت. حال چگونه خواهد شد زیرا در مستقبل حربی شدید تر
یقینًا واقع گردد. قطعیًا در این شبهه نیست مجلس لاهای چه چاره خواهد کرد ولی اساسِ حضرتِ بهاءالله روز بروز در انتشار است
باری شما جوابِ نامه را برسانید و بسیار اظهارِ محبت و مهربانی کنید و آنان را بحالِ خویش بگذارید. در هر صورت باید از شما
راضی باشند و آن نامهٔ مفصل مرا که ترجمه بانگلیسی شده طبع نمائید و نشر دهید ولے باطلاعِ آنان. امّا با انجمن اسپرانتو
بیامیزید و هر یک را مستعد دیدید نفخهٔ حیات در او بدمید. باری در انجمنها جمیع از تعالیم جمالِ مبارک بحث کنید زیرا الیوم
در صفحاتِ غرب این تاثیر دارد. و اگر سؤال نمایند که در حق حضرتِ بهاءالله چه اعتقاد دارید بگوئید ما آنحضرت را اوّل معلمِ عالم
و اوّل مربّیِ عالم در این عهد میدانیم و این را شرح و تفسیر دهید که این تعالیم صلحِ عمومی و تعالیم دیگر از قلمِ حضرتِ بهاءالله
پنجاه سال پیش صادر و در ایران و هندوستان طبع شده و در همهٔ عالم انتشار یافت. در بدایت هر کس از کلمهٔ
صلحِ عمومی استیحاش داشت چه که بکلّی مستحیل میدانستند. دیگر از عظمتِ جمالِ مبارک بحث کنید و از وقایعیکه در ایران و
ترکستان واقع شد و از آثارِ عجیبه که از او ظاهر شد و از خطابهائیکه بجمیع ملوک فرمودند و تحقق یافت و از نفوذ امرِ مبارک
صحبت بدارید و با مجلسِ صلحِ عمومی لاهای مدارا و بقدرِ امکان آمیزش نمائید. چنین معلوم میشود که جمعیت اسپرانتو استعداد
دارند و شما در لسانِ اسپرانتو اطلاع و مهارت دارید. با اسپرانتیست های المان وغیره نیز مخابره کنید و اوراقے که

انتشار مید هید صرف عبارت از تعالیم باشد امّا اوراقِ دیگر انتشارش حال مُناسب نیست - بارے اُمیدم چنان است که تائیداتِ الٰهیه متتابعًا برسد - و علیک البهاء الابهیٰ (عبدالبهاء عباس)

از سستی و سردیِ محفل لاهای محزون مگردید توکّل بر خدا نمائید اُمید است که در نفوس لسانِ اسپرنتو من بعد تاثیرِ شدید نماید - تخمی حال شما افشانید البته اثبات خواهد شد - انباتش با خدا است (عبدالبهاء عباس)

بشاراتِ امریه

از سمتِ جنوب راپورتهای تشجیع آمیزی میرسد - در نیو اورلیان شبهای جمعه مجالس منعقد و از انجمن مبلغین به کوینگتن عزیمت نموده اند اولین مجلس عمومی در این قسمت انعقاد یافت و یک نفس هم بایمان فائز - یکی از مومنات در میسیسیپی در کنگرس والدین و معلمین بعضویت داخل - تا تعالیم بهائی را برای جامعهٔ بشر بیان نماید و حال در ترتیب دادن یک رشته از مکالمات در رادیو برای مقدمات مطالب امریه هستند این ماکد انیل در ویرجینیا بخطابه مشغولند عبارت از هشتاد نفر در چارلستون نطق ایشان را راجع بعهد اصغا نمودند و مجالسِ عمومی هم منعقد شد جناب میسون ریمی نیز خدماتِ باهره انجام داده اند و ملاقاتهای مفیده نموده اند - مُبلغین در هر جا با روحِ اشتیاق قائم بر خدمت هستند ترتیباتی حال برای نمایش مجسّمهٔ معبد داده شد تعیینِ اوقاتِ صحبت در کلوب نسوان در چارلستون برای بعضی یاران معیّن گشته جنابِ ریمی یک دوره از سیاحت خود را در ایالاتِ جنوبی ختم نمودند مجالسهای متعدده و ملاقاتهای کثیره در هر نقطه و مکان کرده اند از ناشویل مرقوم داشته اند محفلِ روحانی محلّی در اینجا تاسیس و از اشخاصِ عالی دو نژاد سفید و سیاه محتوی در مدّتِ اقامت چهار روزه دو مجلس در منزلِ یاران منعقد و یک مجلس بزرگی در کلیسای دار الفنون و دیگرے در مدرسهٔ صنائعی و زراعی سیاهان با حضور هزار و صد تلمیذ و مُعلّمین صفِ تدریس دیانتی دار الفنون و رئیس را نیز ملاقات نمودم ادلیو یا کلیسی به لوئیزویل عازم شدند و مجلسی عبارت از ۱۲ نفر داشتند مخبر روزنامهٔ محلّی مقاله‌ئی راجع بامر ترتیب داده تا طبع و نشر شود -

در دیتونا فلوریدا مجالسِ متعدده تشکیل و کُتبِ امری در کتابخانهٔ عمومی گذاشته شده هلیوود هم مرکزِ ملاقات با افراد که از تمام اقسام مملکت حاضر گشته دو نفر از سیاهان در کولومبیا بایمان فائز و جمعیتے از اطفال ترتیب داده اند -

اخبار واردهٔ از مدینهٔ سالت لیک مُشعر بر آنست که بهمتِ مُبلّغین و مُبلّغات از ۱۸ فیروری تا ۲۸ مارچ هفت خطابهٔ عمومی داده شد و مجموعِ حضار عبارت از هزار نفر بودند مجسّمهٔ مشرق الاذکار در تمام مدّتِ مذکور معرض انظارِ عموم بوده در رادیو نیز اذاعه داده شده و تقریبًا هزار جزوهٔ امری هم توزیع گشته همچنین هفت نطقِ امری جهت کلوبها و رادیو مرتب شده نتیجه آنکه صفِ تدریسی از ۲۵ نفر آراسته و در هفته

سه مرتب جمع میشوند.

دو نفر حدیثاً در فارگو اقبال نموده اند پنجاه نفر دیگر هم از امر مطلع جمعی هم مشغول مطالعه میباشند بشارت امر در این تابستان امتداد به کولمبوس خواهد یافت در مبیارک هم سه نفر اقبال کرده اند در مدینه بت هیئتی از جوانان وصف تدریس اطفال تأسیس گشته ارائه مجسمه مشرق الاذکار در معرض فنون انجابت ایج علیه بخشیده و جمعیات کثیره از بلاد مجاوره برای تماشای آن حاضر شدند. برای ۵۷ جرائد در این ایالت نشریات امریه فرستاده شد.

عملیات ماروین نیوپورت در سدار راپیدز دو نفر را بتبلیغ و نوزده محصل را منجذب بامر نموده اند در مدت اقامت شش ماه در آنجا ۲۶ صف تدریس ترتیب دادند در بین ۱۷ جمعیات مذهبی خطابه دادند و متجاوز از ۳۰۰ نفر آثار امریه را مطالعه کردند.

جرترود ستروون عدة از مدن را زیارت و مرقوم داشته اند جمعیت خوش آمید حبشی تشکیل و بواسطه یک جوان بهائی استرالی که در مدرسه یال مشغول تحصیلات است دوازده نفر از محصلین تمایل بامر حاصل نموده اند رث موفت نیز بخدمات باهره موفق این مبلغه رشیده سال گذشته ۲۶۵ خطابه در بیست مدینه از شش ایالت ترتیب دادند و در ۱۹ منظمات غیر بهائی نطق و دو دفعه در رادیو صحبت داشتند اخبار واصله از پرویدنس مشعر بر اقبال انجلا مورگان شاعره معروفه امریکائیست کنفرانسی از بهائیان در آنجا منعقد و باین واسطه امر در آن مدینه اعلان شد محفل روحانی میلواکی بخدمات تبلیغیه محلی قائم و پیشنهاد یک اجتماع شبانه را نموده اند مبنی بر آنکه در همان شب و همان ساعت یاران در هر جا چنین اجتماع را تشکیل دهند. کنولشن نیز این ترتیب را تصویب نمود.

واردات سالیانهٔ محفل نیویورک شامل اوصاف ممدوحه از اقدامات یاران است مرکز بهائی در آنجا لاینقطع در کار خطابهای عمومی ۱۵۰ نفس را منجذب بامر نموده لجنهٔ دوستی ترتیب اجتماعات شبانه برای امریکائیهای لاتینی داده البته سائر جمعیات بهائی هم باید این ترتیبات را قسمتی از شئون تبلیغیه خود قرار دهند و اینگونه اقدامات مستلزم ترتیبات دقیقی است زیرا اتصالات با اشخاص را باید نفوسی بعهده گیرند که در سلوک و آداب ممتازند و دارای قوهٔ ممیزهٔ فوری هستند. سه جمعیت بهائی در بلاد مجاورهٔ نیویورک تشکیل و مجالس عمومی در بروکلین برقرار و پانزده مجالس خصوصی در نفس مدینه منتظم. کذالک یک نمایشگاه بهائی در معرض عمومی تحت اشراف محفل روحانی برپا بود یاران نیویورک در جمیع میادین خدمت ابراز فعالیت نموده اند و سر مشق عالی برای تبلیغ در این مملکت بوده اند در واقع پیشرفت اعمال بهائیان امریک امیدبخش است. میفرمایند این نفوس سیاه حقند و فاتح شرق و غرب.

لجنهٔ اتحاد نژاد بهائیان در هر جا برحسب دستورات حضرت ولی امرالله راجع به اقلیات چنانچه در کتاب "ظهور عدل الهی" مرقوم مشغول ترویج تعالیم امین بهائی بین طوائف اقلیات در حوالی خود میباشند برحسب اطلاعات وارده دو نفر از نژاد هندی در میلواکی باقبال فائز. این مژده مدح بهجتی است برای عموم زیرا باین بیانات حضرت عبدالبهاء که در الواح "مشروع الهی" نازل متذکر شده میفرمایند باید تقضیه هندیها اهالی اصلیهٔ امریکا را اهمیت عظیمی دهید زیرا این نفوس مانند اهالی قدیمه جزیرة العرب هستند که قبل از ظهور محمد متوحش بودند و چون انوار محمدیه در بین آنها سطوع نمود چنان منور شدند که آفاق جهان را روشن کردند همچنین اگر هندیها تربیت شوند و هدایت یابند

شکی نیست که بسبب تعالیم الهیه چنان روشنائی یابند که تمام روی زمین نورانی شود در سایر قسمتهای مملکت با جمعیتهای هندی در کار هفت جلد کتب بهائی بکتابخانهٔ هندیهای مونتانا تقدیم شده و نامهٔ مشعر بر حسن قبول از مرکز آنها وصول یافته بسیاری از محافل روحانیه ترتیبات مفیده ئی برای اتحاد نژادها داده اند انجمن مذاکرات نژادی ای که مرتب در مرکز بهائیان در کالیفورنیا منعقد و مراد از این مجالس اتحاد نژادهای مختلفه با یکدیگر و آشنائی با نفوس جدیده است تا بهائیان با عموم طبقات خلق مانوس گردند.

در پوریا ایلینوی یک ضیافت اتحاد نژادی تشکیل و تقریباً صد نفر از نمایندگان نژادها و ملتهای مختلفه حضور داشتند مرقوم داشته اند تاثیر اقدامات لجنهٔ اتحاد نژادی بسیار قابل ملاحظه بود بدواً در نظر لجنه فوائد کلیه در این عمل ملحوظ نشد ولی ذوق و شوق تولید جدیت عظیمی نمود و توجه بشطر حضرت بهاء الله تاثیرات خود را بخشید مشورت و تعاون و اتصال وثیق با محفل و بالآخره ادعیه حاره و مساعی مشترکه وضع نمود که تائیدات حضرت بهاء الله شامل نفوسی شود که در ظل انوارش بخدمت قائمند.

در میامی فلوریدا لجنهٔ اتحاد نژادی حدیثاً تشکیل شده در شیکاغو مجدداً در این موسم بهار ضیافت دوستانه نژادی شد در نیو هاون بانژاد سیاه ملاقاتها حاصل و تقریباً پنجاه عائله از آنها را در منازلشان ملاقات و بشارات امریه را ابلاغ نموده اند.

راپورت لجنهٔ دلیل معبد مشعر بر آنست که در ماه جون ۱۸۷۴ نفر مشرق الاذکار را زیارت کرده اند و در ماه جون ۱۹۳۹ عدد زائرین ۱۴۸۴ بودند از یکم جنوری تا ۳۰ جون ۱۹۴۰ مجموع بالغ بر ۵۸۷۹ بودند بزیادی ۱۳۳۲ نفر در همین تاریخ در سال گذشته هفت عدهٔ بزرگ از آن زوار در ماه جون ملاحانی بودند که برای تعلیم سیاحت میکردند و عدد آنها ۳۴۷ نفر بود و عدهٔ دیگر دو معلم و ۱۲ طفیل و ۱۳ جوان بودند در اینصورت واضح است که مشرق الاذکار بذاته مرکز مهم تبلیغ است و ادلّاء زیادتری لازم است یک صفت تعلیم دلیل در معبد مرتب شده هر طالبه مدعو بر حضور است مطالب ذیل خلاصه نامه ایست که از محفل ملی روحانی صادر و اهمیت هیئت ادلّاء را که در معبد مشغولند نشان می دهد. قضیهٔ امر تبلیغ در معبد طراز روشنی از امر است و تاکید رجه عالی تر از امر تبلیغ در سائر نقاط است. نفوسیکه طالب اطلاعات امریه اند در وقت زیارت مشرق الاذکار چنین احساس نمایند که با روح حیات بخش آئین بهائی متقابل میشوند. محفل ملی را امید چنان که لجنهٔ مشارکت کاملهٔ یاران را در دائرهٔ معبد با خود تامین نماید و اعضاء باید بدانند که نتیجهٔ این بلیات جهانگیر شدت تمایل جمهور بآئین الهی خواهد بود" از قرار معلوم تاثیرات معنویه در زائرین معبد در این سال بیش از قبل بوده کلمات حق در بیت حق بخلق عالم ابلاغ نمودن سعادت منذی عظمی است. در ماه جون از ۲۹ ایالت مختلفه و ممالک خارجه بمعبد آمدند از قبیل شیلی هایتی تورنتو و کانگاری و فیلیپین. چین و فلسطین.

نور الدین زین

مدرسهٔ تابستانی

امسال از ۱۵ الی ۲۲ اکتوبر در سورت منعقد خواهد شد امیدواریم که احبای الهی بیش از بیش در این مدرسه حضور خواهند داشت

(عباس علی بٹ. منشی محفل ملی)

مس مارتا روت

درشماره قبل خواندیم که دومین سال صعود مخدرِ مُبلّغین و مبلغات مس مارتاروت با نهار رسید بدیهیت احبا در تاریخ ۲۸ سپتمبر بیادِ آن رُوح شاد بوده اند و مجالس تذکر گرفته.

اینک ترجمه نطقِ یکی از مشاهیرِ هنود ساد و وسوانی و چند جمله از یادداشتهای یکی از احبا را ذیلاً درج مینمائیم :-

ترجمه نطق سادو وسوانی

هوالعلیم

ترجمه نطق سادو تی ایل واسوانی درمجلسِ تذکرمس مارتاروت دربهائی هال کراچی 29/9/40

من یاد دارم گفتارِ شیرین او مناجاتهای ملیح و آوازِ رُوحانی او ، هیچ فراموش نمی کنم روزی میس روت ازمن خواهش کرد که چیزے در وصفِ رُوح بگویم و این بعد از نطق و مناجات او بود گفتم آنچه تو گفتی و آنچه تو کردی جمیع نمونهٔ رُوح است و شئونات رُوحانی تو نمونه وخلاصهٔ روحانیت است - لهٰذا من امروز عصر را نیز مانندِ آن روز عصر رُوحِ میس مارتاروت درعالم رُوحانی حاضر و ناظر میدانم -

من مُدتے بود میدانستم آئینِ بهائی ، آئینِ اخوت ودوستی بین بشر است ولے تا آن نمونهٔ محبت و دوستی و اخوت "مس مارتا روت" را بچشم خود دیدم یقینم شد که بلی همین است نشانه و مثالِ محبت الله یاد دارم روزے شرحِ حیات خود را بیان میکرد که چگونه بآئینِ بهائی گرویده است و بحضرت بهاءالله ایمان آورده است و همچنین تشرفِ خودش را درحضورحضرتِ عبدالبهاء بیان مینمود وکلمات وتعالیم حضرت بهاءالله را شرح میداد ازجمله کلماتِ مکنونه ازقلم حضرتِ بهاءالله بود که یک کتابچه آن بمن داد ومن مکرر خوانده حتیٰ بعضے جملاتِ آنرا حفظ کرده ام و دراین ورقهٔ مطبوعه که در دستِ شما است نوشته ام (اشاره بمشروحه بود که قبلاً طبع وتوزیع شده بود) هیچ فراموش نمی کنم روزے بوقتِ عصر درکراچی نشسته بودیم من گفتم بحیدرآباد میروم گفت ممکن است من هم بیایم . گفتم مسرورمیشوم اگر قبولِ این زحمت را بفرمائید لهٰذا قبول کرد . درحقیقت من آن ایامے که درحیدرآباد درخدمتِ ایشان بودم وشرفِ میزبانی اورا داشتم از اشرفِ اوقاتِ عمرِخود میدانم قبلاً اشخاصے که درحیدرآباد واردمیشدند ومهمانِ من بودند بیشتر درمدرسهٔ من مقیم میشدند ولی من جای ایشانرا بالائے کرِ شناهال معین کردم -

وصبح‌ها در موقع عبادت و مناجات در کرشنا ہال در موقع نطق گفت "من در معبد ہنود و کلیسای مسیحیان و مسجد اسلام نمی‌بینم جز یک نور.

روزی دیگر در مدرسه "میر اسکول" در حضور دختران خطابه داد و در ضمن وعده داد که انشاءالله بزودی مدرسه بهائیان در کراچی تشکیل میشود.

روزی در لبنت ہال حیدرآباد نیز نطقی کرد و شرف صدارت و موقع صحبت به من هم داد زیرا من از افتخار و خوش‌بختی خود میدانستم که در حضور ایشان باشم و از ایشان درس بگیرم — روزی در نشنل کالج حیدرآباد هم نطق و خطابه داد و این موقع خوبی بود که چیزی از ایشان تحصیل کنم مخصوصاً از ذکر بیان مبارک حضرت عبدالبهاء در لندن که از لسان میس مارتا روت شنیدم خیلی متأثر شدم که فرموده اند بهائی بصفت شناخته باشند نه باسم و بخلق پی برند نه بجسم. در حقیقت میس مارتاروت بهترین نمونه مترجم بیانات محبوب خود بهاءالله و حضرت عبدالبهاء بود و هردوم از تعالیم حضرت بهاءالله حکایت مینمود که فرموده اند کونوا قدوة الحسنة بین الناس و این لیاقت و قابلیت از بخشش خداوندی بود که آن روح پاک دارا بود من بارها میگویم آن روح حقیقی باز آمده است او نمرده است بلکه ترقی کرده است.

روزی سوال کردم که چگونه ممکن است این خلق عالم متحد گردند و دست از اختلافات بردارند. و ایشان شرح مفصلی از بیانات حضرت عبدالبهاء و تعالیم حضرت بهاءالله را شرح دادند که تحری حقیقت است. وحدت عالم انسانیست. وحدت اصول انبیا است. وحدت نساء و رجالست. وحدت تربیت بنین و بناتست. وحدت لسانست. وحدت اوطانست. وحدت عدالت است. ترک تعصباتست. حل مسائل اقتصادی است. تشکیل محکمه صلح عالم است. اعتقاد کامل بهستی خداوند تبارک تعالی و وحدانیت و فردانیت و مظاهر عدل اوست.

نطق یکی از احباء

یاد دارم روزی در انجمن مسیحیان در مدراس یک شخص امریکائی که برای ترویج عقیده مذهبی یا خیالات خود بهندوستان آمده بود از میس مارتا روت پرسید که تو بطور رفتار میکنی که در همه انجمنها و جماعات محترمی و همه جا دعوت میشوی و همواره عده برای شنیدن صحبتهای بشیرین تو می آیند. جواب داد من هیچ از خود نمیگویم هرچه میگویم از گفته محبوبم بهاءالله است اگر سری هست نه خود زمی شیشه ما — کی توانی که بری راه باندیشه ما. پرسید وضعیات زندگانی تو چگونه است میس مارتا روت در جواب گفت نگاه کن این سوت کیس "چمدان" و اسباب مرا ببین اینهم برای کتبهای من است و الا یک بکس برای لباس من کفایت بود و از سنه ۱۹۰۸ تاکنون سی و یکسال است این زندگانی من است هرسالی در مملکتی هر روزی در شهری آنی راحت نگرفته ام و مقصد و آرزوی جز ترویج تعالیم حضرت بهاءالله ندارم. روزی دیگر در موقع آرینتل کانفرنس در تراوندرام عده از جریده نگاران و محررین معروف تراونکور انجمنی آراستند و میس مارتا روت را دعوت کردند و گفت و شنید درباره طرز مقاله نگاری مینمودند و از طرز تحریر میس مارتا روت توصیف نمودند در ضمن شخصی پرسید که این موفقیت را از چه راهی بدست آوردی. در جواب نطق مفصلی نمودند از جمله این بود که قلم من مترجم تعالیم حضرت بهاءالله است. من هر وقت میخواهم چیزی بنویسم توجه با یکم و میکوشم که کلمات من خالی از حق و راستی نباشد بلکه بیشتر میکوشم که حقائق را بطرز شیرین و دلکش بیان نمایم. روزی ذکر وطن و خویشان خود نموده میگفتند من جمیع عالم را دوست میدارم و هر کس را یکمرتبه ملاقات کرده ام فراموش نمیکنم تا چه رسد بخویشان خود و همواره با ایشان مکاتبه و مخابره دارم و خویشان من همیشه مینویسند که حال دیگر ضعیف شده ام و قوه مسافرت ندارم. خوبست بوطن خود مراجعت کرده با ایشان بمانم و من تا بتوانم میروم و البته از ملاقات مینمایم ولی میل ندارم در خانه بنشینم و خاموشی اختیار کنم. زیرا خویشان من بهائی نیستند و میل ندارند که من تبلیغ امر حضرت بهاءالله نمایم. بلی این معلوم است که او بظاهر نتوانست براند وطن دائمی و منزل آخری او در کجاست ولی معلوم بود که میل نداشت پس از حرکت و جائی ساکن شود و باز پس از نطق و ثنا لب فرو بندد. نعم ما قال "دیده چه کار آیدم اگر بخوید لقا. لب بچه کار آیدم اگر نگوید ثنا. سر بچه کار آیدم اگر نگردد فدا. تن بچه کار آیدم اگر نگردد فنا. جان بچه کار آیدم اگر نگردد نثار" پس خوشا بحال او که منتها مقصد و آرزوی خود نائل گردید

ما زپس مانده و این راه خطرناک زپیش　　رحمی ای قافله سالار به وامانده خویش

سید محفوظ الحق علمی پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر قرول باغ نئی دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد دوم　　نومبر سنہ ۱۹۴۱ء　　نمبر ۱۱

مناجات

الہا! معبودا! مسجودا!

اے خدا! اے معبود! اے مسجود!

شہادت میدہد عبد تو بوحدانیت تو و فردانیت تو و از بدائع فضلت مسئلت می نماید

تیرا بندہ تیری یگانگت اور یکتائی کی گواہی دیتا ہے اور تیرے فضل کی نئی نئی عنایتوں سے وہ چیز مانگتا ہے

آنچہ را کہ سزاوار بخشش تو است و ظہور و بروزش از دفتر عالم محو نشود سحاب اوہام

جو تیری بخشش کے شایان شان ہے اور جس کا ظہور و بروز صفحۂ ہستی سے کبھی مٹ نہ سکے وہم کے بادل

او را ستر ننماید و غمام ظنون او را از اشراق باز ندارد۔ ای کریم ہر صاحب بصر و سمعی بر کرمت

اسے چھپا نہ سکیں اور شکوک و شبہات اسے روشنی پھیلانے سے نہ روک سکیں۔ اے کرم فرمانے والے بینائی و شنوائی رکھنے والا

شہادت داد و بر سبقت رحمتت گواہ۔ عبادت را از دریای شناسائی محروم منما و از انوار

ہر ایک شخص تیری کرم فرمائی کی شہادت دیتا ہے اور تیرے غلبۂ رحمت کا گواہ ہے۔ تو اپنے بندوں کو اپنے عرفان کے دریا سے محروم نہ کر اور

وجہ ظہور منع مفرما توئی بخشندہ و مہربان لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْمَنَّانْ

چہرۂ ظہور کے انوار سے دور نہ رکھ۔ تو ہی ہے بخشنے والا اور مہربان۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو غالب اور احسان فرمانے والا ہے

پیامِ نور و جامِ طہور

جلوہ حق نئی نئی شان سے نمودار ہوتا رہتا ہے۔ ازل سے اپنی تجلیات دکھاتا رہا ہے اور ابد تک ظہور فرماتا رہیگا وہی موسیٰ، عیسیٰ، محمد علیہم السلام کے آئینوں پر متجلی ہوا۔ اور وہی باب و بہاء اللہ کی ہیاکلِ مقدسہ سے اہل نظر کے روبرو جلوہ افروز ہوا۔ اس کا ظہور حدود و قیود سے بالاتر ہے وہ جس طرح چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے۔ کوئی اس پر حاکم نہیں۔ وہ سب پر حاکم ہے۔ کوئی اس پر محیط نہیں۔ وہ سب پر محیط ہے اور اس کی نسبت ہی سے وجود موجود ہے۔ اس سے نسبت منقطع ہو جائے تو وجود کوئی چیز نہیں۔

اس سے محبت تو سب کرتے ہیں۔ لیکن کما حقہٗ اس کی شانِ قدرت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس کی نامحدود تجلیات کو سمجھنے سے تمام کائنات عاجز و لاچار ہے۔ پھر بھی جلوہ ہائے قدرت کی شیفتہ و فریفتہ ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایک تجلی پر بے شمار موسیٰ غش کھا کر گر جاتے ہیں اور ایک ہی نمودِ قدرت پر شیدا ہو کر ان گنت ہستیاں قربان ہو جاتی ہیں

اب یہ زمانہ قدرت کا ایک نیا دن ہے۔ نئی صبحِ تجلی آشکار ہے۔ نسیمِ رحمتِ رحمٰن عالمِ غیب سے دنیائے ظہور میں بڑے تلطف سے چل رہی ہے۔ روحوں کو نئی زندگی مل رہی ہے۔ جو لوگ اس نسیمِ عنایت سے منہ پھیر کر بھاگ رہے ہیں وہ عذابِ سموم میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ سوکھ رہے ہیں جھلس رہے ہیں۔ جل رہے ہیں۔ کیونکہ ازلی ابدی قانونِ قدرت یہی ہے کہ آفتاب کی جن کرنوں سے مستعد وجود نشوونما اور ترقی پاتے ہیں انھیں کرنوں سے اپنی استعداد کو ضائع کر دینے والے پودے جل کر خشک ہو جاتے ہیں۔ بارش کا بھی قانون یہی ہے کہ بادلوں سے برسنے والا پانی کہیں پھول کھلاتا ہے اور کھیتوں کو لہلہاتا ہے تو کہیں اسی کے قدرتی اثر سے گھاس اور کانٹے بھی اُگتے ہیں ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جیسے بارش کا یہ عمل ہر برسات میں ہوتا ہے ویسے ہی ہر ظہورِ حق کے زمانے میں نیک استعداد رکھنے والے علم و عملِ حق سے حیاتِ تازہ پاتے ہیں اور جو لوگ اپنی استعداد کو ضائع کر چکے ہیں وہ اور بھی جہل و بدعملی میں گرفتار ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے ظہور میں ایسا ہی ہوا۔ حضرت رسول اللہ کے ظہور میں بھی یہی ہوا۔ آج نئے ظہورِ حق کے عصرِ حاضر میں بھی یہی ہو رہا ہے۔

ایک طرف تو ہر چیز ظہورِ جدید کی روشنی سے منور ہو رہی ہے۔ دوسری طرف غفلت و ظلمت کے شیدائی محروم و مایوس ہو رہے ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں سال سے انتظار کر رہے تھے کہ حضرت موعود کا ظہور ہوگا تو ہم سب سے پہلے لبیک کہیں گے۔ جب ظہورِ حق ہوا تو ایسے سو گئے گویا

کبھی جاگے ہی نہ تھے۔ جب وقت آگیا اور ظہور کے جھنڈے بلند ہوگئے تو یہ انتظار کرنے والے ایسے ہوگئے گویا کبھی انتظار ہی نہ کرتے تھے۔ ہاں کچھ راستباز ایسے بھی اُٹھ کھڑے ہوئے جنھیں تمام جہان کے علمار ظہورِ حق سے منکر نہ بنا سکے اور تمام قوموں کے شور و غوغا سے بھی یہ لوگ خائف نہ ہو سکے۔ کیا ہی مُبارک ہیں وہ ہستیاں جو ندائے الٰہی سُن کر لبیک لبیک پکارتی ہیں۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ انسان جو اس دَورِ ظہورِ اعظم میں عرفانِ حق سے فائز ہوتا ہے۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ زبان جو ذکرِ حق میں ناطق ہے۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ آنکھ جو اُفقِ ظہور کو دیکھ رہی ہے۔ کیا ہی مُبارک ہے وہ مکان جسمیں محبوبِ لامکان کا ذکر ہو رہا ہے۔

بہت سی ملکہ اور شہزادیاں ہیں جو ظہورِ حق کے عرفان سے محروم رہ گئیں۔ بہت سے بادشاہ ہیں جو شہنشاہِ ازل و اَبد کو قبول کرنے سے بے نصیب ہوگئے۔ بہت سے امیر ہیں جنھیں دُنیا نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے اور بہت سے بڑے بڑے لوگ ہیں جنھیں فانی چیزوں نے جمالِ باقی سے محجوب کر دیا ہے۔ اُس دل کو مُبارکباد جو محبوبِ حقیقی کی محبت سے سرشار ہے۔ وہ سچی خوشی حاصل کر رہا ہے۔

خدا کی قسم! یوم اللہ ظاہر ہوگیا۔ جلوۂ غیب ہیکلِ ظہور میں نمودار ہوا۔ یہی تو وہ وقت ہے جب طور پہ کلام کرنے والا بول رہا ہے اور ربّ الجنود تمام عالم میں اپنی توحید کا ڈنکہ بجا رہا ہے۔ صداقت کے شیدائیو! خدائے رحمٰن کا نام لے کر مطلعِ بیان سے سر نکالو اور دلوں کو کلامِ حق سے تسخیر کر لو۔

اے دُنیا کے لوگو! وہم و گمان کے گھروندے کو چھوڑ کر علم و عرفان کے قصرِ بلند کی طرف آؤ۔ خداوندِ عالم کے جلال کی قسم۔ وہ زمانہ آگیا ہے جس کا وعدہ تمام کُتبِ مقدسہ میں تھا۔ عنایتِ ربّانی کے آبشار کی آواز بڑے زور سے آرہی ہے۔ وحیِ الٰہی کی نسیم خوشگوار چل رہی ہے خدا کا نام لے کر بقا کے جام پیو۔ یہ وہی یوم موعود ہے جس کی حضرت محمد رسول اللہ نے بشارت دی تھی اور اُن سے پہلے انجیل و تورات و زبور نے خوشخبری سُنائی تھی۔ اپنی باتیں چھوڑ دو۔ خدا کی باتیں قبول کرو اپنی خواہشات ترک کرو۔ مشیتِ الٰہی کے تابع ہو جاؤ۔ مظہرِ خداوندی کو پہچانو۔ اور عہد و میثاق کو پورا کرو۔ اسمِ اعظم کا آفتاب اُفقِ عالم پر نمودار ہے۔ تمام اشیاء کلمۂ الٰہی کی آگ سے مشتعل ہو رہی ہیں۔ خدا کا پیغام سُنانے والے تمام جہان میں پیغام سنا رہے ہیں۔ خدائی نوشتے بندوں کو پہنچا رہے ہیں۔ نوعِ بشر کو مقامِ رفعت اور گلشنِ جنت کی طرف بلا رہے ہیں جو لوگ اس مقامِ عالی میں داخل ہوتے ہیں وہ اہلِ ملکوت ہیں اور جو اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں وہ اہلِ تابوت ہیں۔

کتنے ہی عالم ہیں جو شریعت شریعت پکار رہے ہیں۔ مگر مالکِ شریعت سے بے خبر ہیں۔ بہتیرے لوگ ہیں جو خدا کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں وہ حقیقت سے دور اور غافل ہیں۔ اس روشنی کو دنیا بھر کی آندھیاں نہیں بجھا سکتیں۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ علم کے سمندر موجزن ہیں اور عرفان کے دریا بہہ رہے ہیں۔ آبِ حیات کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ تم جانتے ہو دُنیا میں آبِ حیات کیا ہے؟ خدائے رحمٰن کی محبت۔ کس قدر مُبارک ہے وہ انسان جس نے یہ آبِ حیات پیا اور ابدی زندگی پائی۔ اس کے سوا سب کچھ فانی ہے اور فانی چیز میں دل لگانے والے دریائے فنا میں ڈوب جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ نیست و نابود ہوگئے۔ ان کے اونچے اونچے جھنڈے خاک میں مل گئے۔ ان کے پُرشوکت لشکر معدوم۔ اُن کے اُڑتے ہوئے تیر ہوائے فنا میں مفقود اور اُن کے چمکتے ہوئے نیزے ظلمتِ عدم میں گم ہوگئے۔ ان کے سروں کے

تاج خاکِ مذلت میں پامال ہوئے۔ اُن کے محلات ویران اور اُن کے تمام ساز و سامان بے نام و نشان ہیں۔

اب اے زندگی چاہنے والو! دیکھو اور غور سے دیکھو۔ سمجھو اور خوب سمجھو۔ دینِ حقیقی زندگی کا سرچشمہ اور اتحاد کا مرکز ہے۔ اُسے اختلاف کا سبب نہ بناؤ۔ خالصاً لوجہ اللہ عالمِ انسانی سے دِلی محبت کرو۔ اور اتحاد کی رُوح جسمِ عالم میں پھونک دو۔ شیریں زبانی اختیار کرو۔ دلوں کو جوڑ دو۔ آج خدا نے اپنے مظہرِ علم حضرت بہاءاللہ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ تمام جہان کو اتحادِ تام کی دعوت دیں اور مستعد قلوب میں اتفاق کی رُوح پھونک دیں۔ راہِ خدا میں جو کچھ تکلیف پیش آئے اُسے خوشی سے برداشت کرو۔ جدال و نزاع کتابِ الٰہی میں ممنوع ہے۔

ظاہری اور باطنی سُورج

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا ۝

آنکھ کھول کر دیکھو۔ وہ سب کا داتا۔ سب کا پالنہار۔ سب کا سہارا۔ سب کو بنانے والا۔ اب بھی وہ سب کچھ کام کر رہا ہے جو پہلے کرتا تھا اور آگے کو بھی اس کے کاموں کی حد نہیں۔

اُس کی مہر اور دیا جیسے پہلے تھی اب بھی ہے اور سدا رہیگی اُس کا راج کبھی نہ ہٹے گا نہ کبھی بگڑے گا۔ ہمارے لئے جو سیدھی راہ اُس نے بنا دی ہے ہم اُس پر چلیں گے تو سکھ چین پائیں گے اور جو اُس راہ سے بھٹک جائیں گے تو دکھ اُٹھائینگے۔ ہر روز سویرا ہوتے ہی وہ مالک سورج نکالتا ہے۔ سورج دُنیا بھر سے یوں کہتا ہے کہ اُٹھو اندھیر اگیا۔ دن نکل آیا۔ اُجالے میں کھڑے ہو جاؤ۔ دیکھو میں اپنے مالک کے حکم پر کیسا ٹھیک ٹھیک چل رہا ہوں۔ تم بھی اُس کے کہنے پر چلو اور اس کی پھیلائی ہوئی روشنی میں اچھے اچھے کام کرو۔

پھر سُنو! سورج اور کیا کہہ رہا ہے؟ وہ کہتا ہے مجھ مالک نے ایسا بنایا ہے کہ میں سب کو روشنی پہنچاتا ہوں۔ اپنے کام میں ذرا کمی نہیں کرتا۔ تم بھی روشنی والے بن کر سب کے دلوں میں اُجالا کر دو۔ میں تو دُنیا بھر کے سب لوگوں کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ ہندو مسلمان عیسائی۔ یہودی۔ پارسی۔ بودھ سب کو روشنی اور گرمی دیتا ہوں مجھ کسی سے کچھ بیر نہیں ہے۔ تم بھی ایسے ہی بنو۔ کسی سے بیر مت رکھو۔ کسی کو ٹیڑھی آنکھ سے نہ دیکھو۔ تو وہ مالک جس نے مجھے تمہیں اور سب کو بنایا ہے تم پر مہربانی کی نظر رکھیگا۔

ایک اور بات سُنو! میں روز سویرے پورب سے سر اُٹھاتا ہوں اور روز شام کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ اے انسان! تو جو سر اُٹھائے پھرتا ہے ایک دن ضرور تیرا سر نیچا ہو جائے گا۔ وہ گھڑی آ رہی ہے جب تو دب کر چھپ جائے گا۔ اور تیرا نام و نشان بھی گمنامی کے اندھیرے میں چلا جائے گا۔ اپنے مالک کے آگے سر جھکا تو سر بلند ہوگا۔

اے انسان! ایک اور بات بھی سن لے۔ تجھے معلوم ہے کہ مالک کے حکم سے میں ہر دم چمکتا اور جگمگاتا رہتا ہوں۔ میں روشنی کا گولہ ہوں۔ مجھ میں اندھیرا کبھی نہیں ہوتا۔ اس سے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ مالک کی مہربانی کا سورج سدا روشنی دیتا رہتا ہے۔ ہاں جب تمھاری زمین چکر کھا کر اپنا منہ سورج سے پھیر لیتی ہے تو اندھیرے میں گھر جاتی ہے۔ یوں ہی جب تم مالک کے حکم کی روشنی سے منہ موڑ کر پاپ کے گڑھے میں جا پڑتے ہو تو تمھارے اوپر اندھیرا چھا جاتا ہے

سنو، سنو۔ جیسے میں اِس باہر کی دنیا کا سورج ہوں ویسے ہی تمھارے بھیتر کی دنیا کا ایک سورج ہے۔ وہی سب کو دل کی روشنی دیتا ہے۔ اُسے مشیّتِ اولیہ کہتے ہیں۔ ہر نبی کے ذریعے جس کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ جیسے میرا ایک دن پورا ہوتا ہے تو میں دوسرے دن پھر نکلتا ہوں۔ اسی طرح وہ روحانی سورج جب ظاہر ہوتا ہے تو ایک وقت تک روشنی دے کر غائب ہو جاتا ہے اور پھر نئے سرے سے دوسرے وقت نکلتا ہے۔ جب وہ آتا ہے تو روحانی دنیا میں نیا دن ہوتا ہے۔ جب وہ چھپ جاتا ہے تو دلوں کی دنیا میں رات ہو جاتی ہے۔

مالک نے مجھے اس بات کا نشان بنایا ہے کہ ایک باطنی سورج بھی ہے جو قدرت کی روشنی دلوں کی دنیا میں پہنچاتا رہتا ہے۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو میں یہاں تک کہوں گا کہ میں سورج اور میرے علاوہ سب چاند، ستارے، سیارے، زمین، آسمان اُسی باطنی سورج کے لئے بنائے گئے ہیں۔

یہ روحانی آفتاب اپنی حقیقت میں ایک ہی ہے اور جیسے میں روزانہ ایک نئے مطلع سے طلوع ہوتا ہوں ایسے ہی وہ سچائی کا آفتاب الگ الگ دِنوں میں نئے نئے مطلع سے نمودار ہوتا رہتا ہے۔

وہی مطلعِ آدم سے ظاہر ہوا۔ وہی مطلعِ ابراہیم سے چمکا۔ وہی مطلعِ موسوی سے نمودار ہوا۔ وہی مطلعِ عیسوی سے دکھائی دیا۔ وہی مطلعِ محمدی سے جلوہ فرما ہوا۔ وہی مطلعِ زرتشت سے طلوع ہوا۔ وہی کرشن اور بودھ کے مطلع سے روشن ہوا۔ اور دنیا میں اُجالا کرتا رہا اس نے کہا تھا کہ میں پھر آؤں گا۔ اور بہت بڑی روشنی دکھاؤں گا سو وہ اس زمانہ میں پھر جلوہ گر ہوا ہے۔ اب اُس نے بہاء اللہ کے نام سے اپنی نورانی تجلّی دکھائی ہے اور کائناتِ ظاہر و باطن میں نئی رونق و بہار نمودار ہے۔ عظیم الشان ارتقاء آشکار ہے۔ نیچر کے باغ میں نئی بہار ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس نئے طلوع سے منوّر ہو رہے ہیں*

سنو سنو! ان باتوں سے اچنبھا نہ کرو۔ تم سب پہلے زمانوں میں روحانی سورج کو کسی نہ کسی روپ میں دیکھ چکے اور مان چکے ہو۔ جیسے کوئی موسیٰ کو، کوئی محمدؐ یا کرشن کو روحانی سورج مانتا ہے۔ یہ سب ٹھیک ہے۔ ہاں ایک روحانی سورج کو مان لینا اور دوسرے سے منہ پھیر لینا یہ تمھاری بڑی چوک ہے۔ بات یہ ہے کہ سچائی کا سورج ایک ہی ہے۔ ہاں وہ مختلف جگہ سے نکلتا ہے۔ تمھیں چاہیے کہ روشنی کے چاہنے والے بنو۔ کسی جگہ سے ظاہر ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم اصلیت کے نہیں، جگہ یا نام کے پجاری بن کر رہ جاؤ گے جو کسی طرح ٹھیک نہیں۔ سوچو۔ سمجھو اور سچی روشنی کے پروانے بنو۔ وہ سورج جو ہمیشہ سے ہے۔ جیتا جاگتا سورج ہے۔ ہر زندہ چیز کام کرتی ہے اور اپنا اثر دکھاتی ہے۔ وہ روشنی کا بھنڈار آج بھی پوری چمک دمک دکھا رہا ہے۔ آنکھ اُٹھا کر دیکھنا چاہیے۔

ساری دُنیا میں اتّحاد کس طرح سے ہو سکتا ہے

ایک سانپ کئی دن سے آدمیوں کو کاٹ رہا تھا۔ اور جب کوئی اُسے پکڑنا چاہتا تو وہ اپنی بامبی میں گھس جاتا۔ لوگ بہت دیر تک بامبی کے مُنہ پر لکڑیاں لے کر کھڑے رہتے کہ نکلے تو ماریں۔ مگر سانپ بھی کاہے کو مرنے کے لئے نکلتا۔ جب سب چلے جاتے تو پھر وہ نکل کر کسی کو ڈس لیتا۔ لوگوں نے تنگ آکر پنچایت کی۔ ایک لال بجھکڑ بھی وہاں تھے انھوں نے جھٹ سے کہا یہ بھی کوئی پریشانی کی بات ہے۔ ارے میاں بامبی میں ہاتھ ڈال کر سانپ کو پکڑ کر باہر نکال لو اور مار ڈالو۔ پنچوں میں سے ایک نے کہا۔ بھیا ہم تو سانپ کی بامبی میں ہاتھ نہ ڈالیں گے۔ اور جو کوئی چاہے وہ ہاتھ ڈالے۔

وہ سانپ اور وہ پنچ سب مر کھپ گئے۔ مگر بات ابھی تک جیسی کی تیسی ہی ہے۔

اس پرانی کہانی کو سُن کر چاہے ہم ہنس کر اپنا جی خوش کر لیں چاہے اس سے کئی بڑے کام کی باتیں نکال لیں۔ مثلاً (۱) جس شخص کو ہاتھ سے سانپ پکڑنا نہ آتا ہو اُسے چاہئے کہ وہ بامبی میں ہاتھ ڈالنے سے انکار کر دے ورنہ سانپ اُسے ڈس لے گا۔ اور وہ مر جائے گا (۲) جو ہاتھ سے سانپ پکڑنے کا فن سیکھنا چاہے وہ یا تو خود سیکھے یا سپیروں کی شاگردی کرے (۳) جب تک سانپ پکڑا نہ جائے گا تب تک نہ تو اُس کا زہریلا ڈنک نکال کر اُس کو بے ضرر کیا جا سکتا ہے اور نہ اُس کو مارا جا سکتا ہے (۴) جب تک سانپ زندہ ہے آزاد ہے اور اُس کے مُنہ میں زہریلا ڈنک ہے تب تک پڑوسیوں کی جان خطرے میں ہے (۵) سانپ کو مار کر یا اُس کی آزادی چھین کر یا اس کے زہریلے ڈنک کو نکال کر لوگوں کو ڈسنے سے بچایا جا سکتا ہے (۶) ان تین صورتوں میں سے ہر ایک صورت پیدا کرنے کے لئے بیسیوں طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں (۷) یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کسی خاص صورت اور حالت میں کوئی ایک طریقہ سب سے بہتر ثابت ہوگا۔ (۸) لیکن یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہر صورت اور ہر حالت میں صرف یہی ایک طریقہ ٹھیک ہوگا۔ (۹) اور باقی تمام طریقے غلط ہیں۔ کارآمد ثابت نہ ہوں گے۔

میں نے اس قصے کو تفریح کے لئے بیان نہیں کیا ہے۔ بلکہ میری رائے میں دنیا کے موجودہ اختلافات کی سچی تشخیص اور اس کا صحیح علاج دونوں اسی میں موجود ہیں۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جب تک میں اپنا مضمون ختم نہ کر لوں اس کو آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

جب کوئی مریض ایک ہی وقت میں کئی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے تو ڈاکٹر پہلے اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ سب سے زیادہ مقدم کس مرض کا علاج ہے۔ بس کے رفع ہوئے بغیر دوسری بیماریاں قابو میں نہ آسکیں گی۔ اس نگاہ سے جب ہم دُنیا کی حالت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب تک لڑائی جاری رہے گی تب تک کوئی دوسرا انتظام نہ ہو سکے گا۔ باقیماندہ معاملات بھی لڑائی کے گڑھے میں ڈھکیل دیئے جائیں گے اور جو ارادہ۔ خیال۔ تدبیر۔ تنظیم اور جدوجہد لڑائی لڑنے کے علاوہ اور کوئی مقصد رکھتی ہوگی وہ پہلے مردود پھر ممنوع اور اُس کے بعد قید و بند بلکہ شاید جلاوطنی اور گردن زدنی کے لائق قرار دے دی جائے گی۔

بھائیوں کا چونکہ فرض ہے کہ وہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو غرضکہ سب کچھ دُنیا میں صلح عمومی قائم اور برقرار رکھنے کے لئے قربان کر دیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ موجودہ جنگِ عظیم کے معاملات کو نہایت غور سے مطالعہ کریں۔

اور اُس کے عالمگیر ہونے کے اسباب اور طریقوں کو اچھی طرح سمجھیں۔ کیا وہ ڈاکٹر کسی سخت بیماری کو تشخیص کر سکتا ہے جس نے اُس بیماری کے مریضوں کو مرض کی سخت حالت میں نہ دیکھا ہو۔ اور اُس کے ترقی پانے کے اسباب اور طریقوں پر غور نہ کیا ہو۔ جنگِ عظیم بھی دُنیا کے مرض کی شدت کی حالت ہے۔ صلح اُس کی صحت کی ابتدا۔ اور صلحِ اکبر اُس کی کامل تندرستی کی صورت ہے۔ اور یہ تصریح موجود ہے کہ صلحِ اکبر برپا کرنے کے لئے ہم کو جانفشانی کرنی پڑے گی۔

عالمگیر لڑائیاں کیوں شروع ہوتی ہیں۔ کیسے ترقی پاتی ہیں۔ کیوں اور کب تک جاری رہتی ہیں اور پھر کیسے ختم ہو کر ایک عرصے تک دنیا کو کمزور لاچار اور محتاج چھوڑ دیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ کیسے دوبارہ میل ملاپ۔ درگذر اور مصالحت آمیزی دنیا کو چاق اور چوبند کر دیتے ہیں۔ عین اس حالت میں پھر وہی کشمکش اور دارو گیر کا بازار گرم ہو کر آرام کو تکلیف۔ راحت کو مصیبت اور چین کو عذاب سے بدل دیتا ہے۔ کیوں یہ صلح عارضی ہوتی ہے؟ کیونکر صلحِ اکبر اِس عالم میں برپا ہو سکتی ہے؟

پہلے سوال کو پہلے لیجئے۔ یہ صلح کیوں عارضی ہوتی ہے؟ لڑائی کیوں شروع ہو جاتی ہے؟

جیسے مختلف بیماریوں کی وجہ مختلف ہوتی ہے ایسے ہی متعدد لڑائیوں کی وجہ بھی ایک نہ تھی۔ کہیں ملک گیری۔ کہیں جاہ طلبی۔ کہیں دوسری قوم کی دست نگری سے بیزاری۔ کہیں اپنی تنگ دستی اور ضعیف مالداروں کی ہمسائیگی۔ کہیں انسانی ہمدردی اور غلاموں کی بیکسی۔ کہیں حاکموں کی عیش وعشرت میں مشغولیت اور رعیت کو دادرسی سے ناامیدی۔ کہیں خدا کے دیندار بندوں پر بے دینوں کا حملہ اور کہیں بیدینوں کا خدا کے دین کو قبول کرنے سے انکار۔ کہیں قدامت پرست ہمسایوں کا نئے فیشن والوں سے بے رُخی کا برتاؤ۔ تو کہیں نئے فیشن والوں کا قدامت پرستوں کو اپنے راستے پر لگانے کا قصور۔ غرضکہ اسباب مختلف اور نتیجہ ایک۔ لڑائی جھگڑا۔ کُشت وخون۔

کیا ان مختلف صورتوں میں ہمیں کوئی بات یکساں اور مشترک بھی نظر آرہی ہے؟ ہاں ایک بات سب میں موجود ہے۔ دو ارادوں کی ٹکر دو خواہشوں کی ٹکر۔ دو نظریوں کی ٹکر۔ ایک ملک۔ ایک قوم۔ ایک کام ایک جماعت کا انتظام خوبی کے ساتھ کرنے کے دو طریقوں میں ٹکر۔

دوسری بات سب میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ ہم دونوں میں سے ایک رہیگا۔ دوسرے کو یا تو ایسی ٹکر ماروں کہ وہ نیست ونابود ہو جائے۔ یا کم از کم مقابلے سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائے۔ جرمن اور روس کی موجودہ جنگ بطور نمونہ لے لیجئے۔ تیسری بات اور ہے جو سب میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ دونوں میں بیچ بچاؤ کرنے کی طاقت رکھنے والا جو یا تو اپنی عقل یا اپنے زور سے ان کو لڑنے سے روک سکے، اس وقت موجود نہیں ہوتا یا نہیں روکتا۔

آپ اپنے گھر کی لڑائیوں کو لیجئے۔ اپنے محلے کی لڑائیوں کو دیکھئے اپنے شہر یا ملک کی لڑائیوں کو ملاحظہ کیجئے۔ دُنیا کی موجودہ یا گذشتہ جنگِ عظیم کو لیجئے۔ صلیبی یا مذہبی لڑائیوں کو غور سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہر جگہ آپ کو یہ تین سبب موجود ملیں گے۔

۱- دو مختلف طریقوں کی ٹکر۔

۲- دونوں کا ارادہ کہ ہم میں سے صرف ایک رہیگا۔

۳- عقل یا زور سے بیچ بچاؤ کرنے والے کا موجود نہ ہونا۔

پہلے سوال کا جواب ہو گیا۔ اب دوسرا سوال لیجئے۔ صلحِ اکبر کیونکر برپا ہو سکتی ہے؟ اگر صرف بادشاہ ایک دوسرے سے نہ لڑیں۔ ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ نہ کرے۔ ایک قوم دوسری قوم کو اپنا غلام نہ بنائے۔ تو کیا صلحِ اکبر۔ عالمگیر صلح دنیا میں برپا ہو جائے گی۔ خواہ دنیا کے ہر شعبے، ہر محکمے میں لڑائیاں پوری شدومد کے ساتھ جاری رہیں۔ نہیں۔ ایسی صلح کو

عالمگیر صُلح نہیں کہا جاسکتا۔ عالمگیر صُلح تو صرف اُسے ہی کہا جاسکتا ہے جو سارے عالم پر چھا جائے۔ نہ صرف دنیا کی زندگی کے ایک ٹکڑے پر۔

پس صُلحِ اکبر (عالمگیر صُلح) کے قیام کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص جو کسی انتظام کا ذمہ دار ہو۔ خواہ وہ کسی مُلک کا بادشاہ ہو خواہ وزیرِ اعظم۔ خواہ جمہوریت کا پریزیڈنٹ ہو یا کانگریس و لیگ کا صدر۔ کسی مُلکی محکمے کا افسرِ اعلیٰ ہو یا مذہبی جماعت کا روحِ رواں۔ لڑائی کے اِن تینوں اسباب کو مدِ نظر رکھ کر پہلے تو ٹکر سے بچے۔ پھر اگر ٹکر سے نہ بچ سکے تو مدِ مقابل کو نیست و نابود کرنے کا مصمم ارادہ نہ کرے۔ اگر ان دونوں سے بھی کام نہ چلے اور لڑائی نہ رُکے تو پھر بیچ بچاؤ کرنے والے ثالث کی تلاش کرے۔ یہ ایک عارضی طریقہ ہے۔ لیکن جب تک دُنیا کا پورا نظام اس طریقے پر نہیں ہو جائیگا۔ اور لڑائی لڑنے والوں کے اختیار سے نکال کر اس طریقے کو رائج نہیں کر دیا جائیگا تب تک صُلحِ اکبر قائم نہ ہوگی۔ جو لوگ آج زندہ ہیں اور آئندہ پیدا ہونگے اُن کی خوش قسمتی ہے کہ دُنیا میں اس انتظام کو جاری کرنا خدا نے اُن کے ذمہ رکھا ہے۔ اور آج بہائی نظامنامہ اہلِ بہا کو دعوت دے رہا ہے کہ اپنی جماعت کا انتظام اس طریقے سے کرکے ساری دُنیا کے سامنے صلحِ اکبر کا زندہ اور عملی ثبوت پیش کریں۔ اور ثابت کردیں کہ خدا کے احکام پر چلنے سے ہی دنیا کا بہترین انتظام ہوسکتا ہے۔ اُس کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر اپنے علم، اپنے نفسانی ارادوں اور شرعی حیلہ تراشیوں سے خرابی اور بربادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہمارے بزرگ آدم و حوا خدا کے طریقے کے مطابق جنت میں چین سے تھے۔ ایک سانپ اُن کو ملا۔ جس کے بہکنے سے دونوں کا انتقال ہوگیا۔ اور وہ جنت سے دُنیا میں منتقل ہوگئے۔ یہ پہلی منزل تھی۔ اُن کی اولاد ہابیل اور قابیل میں نفسانی ارادے نے کچھ اور ترقی کی۔ باوجودیکہ دونوں ایک ہی ماں باپ کے بیٹے تھے مگر دونوں کے ارادوں میں ٹکر ہوئی اور ایک کو نیست و نابود کرنے کے علاوہ دوسرے کو کچھ دکھائی نہ دیا۔ جب خدا نے قاتل بھائی سے پوچھا تیرا بھائی کہاں ہے تو اُس نے جواب دیا میں کیا جانوں۔ کیا میں اُس کا رکھوالی ہوں۔ خدا نے قاتل بھائی پر لعنت کی۔ اور اُس کی اولاد پر لعنت کا اثر اب بھی موجود ہے۔ اس لعنت کا اصلی سبب کون ہے؟ وہی سانپ۔ اس کی بامبی کہاں ہے؟ انسان کا دِل! اُس کے زہر کا کیا اثر ہے؟ نفسانیت کا دَورہ۔ جب اُس کی بامبی اتنی نزدیک ہے کہ اپنے ہی دِل میں ہے تو ہاتھ ڈال کر کیوں نہیں باہر نکال لیتے اور مار ڈالتے؟ آپ کو اُس بچے کا جواب یاد ہوگا۔ "بھیا ہم تو بامبی میں ہاتھ نہ ڈالیں گے" اور جو کوئی چاہے ڈال لے۔

میرا مضمون ختم ہوا۔ سب سوالوں کے جواب بھی ہوگئے۔ ساری دنیا میں اتحاد کیسے ہوسکتا ہے؟ صُلح کیوں عارضی ہوتی ہے؟ لڑائی کیوں شروع ہوتی ہے؟ کیا سب لڑائیوں کی کوئی مشترک وجہ بھی ہے؟ کیا لڑائیوں کو روکنے کا کوئی طریقہ بھی ممکن ہے؟ کیا عالمگیر صُلح ہوسکتی ہے؟ مختصر جواب یہ ہے بہائی نظامنامہ دُنیا کے جس حصے میں رائج ہو جائیگا وہاں لڑائی نہ رہے گی۔ صُلح ہو جائے گی۔ لیکن دُنیا اس وقت تک بہائی نظامنامے کو قبول نہ کرے گی جس وقت تک بہائی اس کو رائج کرکے ثابت نہ کردیں کہ بہائی جماعت میں اس نظامنامے کے اجراء کے ذریعہ ہی نمایشی صُلح اور اتحادِ کامل حاصل ہوگیا ہے۔

نظامنامے کو اس نقطۂ نگاہ سے انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر میں بھی بیان کرونگا۔ اگرچہ آپ میں سے اکثر تو خود بھی بیان کرسکتے ہیں۔ والبہاء علیکم۔

حشمت اللہ قریشی (بی۔ اے)

سید محفوظ الحق علمی نے جید برقی پریس بلیماران دہلی میں چھپوا کر دفتر پیامبر فیض روڈ قرول باغ نئی دہلی سے شائع کیا

ایک دلچسپ گفتگو

(سید ابوالعباس رضوی چارجوی)

فاضل۔ جناب قبلہ آپ نے سُنا کہ یہ دنیا میں کیا شور ہے۔

عالم۔ نہیں فرمائیے کیا واقعہ ہے کیا جرمنی ہار گئے؟

فاضل۔ یہ کہ قرآن کے بعد حضرت بہاء اللہ پر ایک آسمانی کتاب نازل ہوئی ہے۔

عالم۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

فاضل۔ آپ نے لاحول کیوں پڑھی میں نہیں سمجھا۔

عالم۔ اس لئے کہ معاذ اللہ قرآن کے بعد کوئی کتاب آسکتی ہے۔

فاضل۔ تورات و انجیل کے بعد جب قرآن نازل ہوا تو یہودی اور عیسائی دونوں قوموں نے لاحول پڑھ کر کہا تھا کہ کیا تورات و انجیل کے بعد بھی کوئی نئی کتاب یا نئی شریعت نازل ہو سکتی ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ان کا لاحول پڑھنا غلط تھا واقعی قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا پس آپ یہ نئی خبر سنتے ہی بغیر سوچے سمجھے یہودی اور عیسائی قوموں کی تقلید پر کس طرح آمادہ ہو گئے کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کی طرح آپ کا خیال بھی غلط ہو۔ اور واقعی قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب و شریعت نازل ہوئی ہو۔

عالم۔ غلط اور بالکل غلط۔ میں یہودیوں کی تقلید نہیں کر رہا ہوں بلکہ از روئے بصیرت و تحقیق قرآن کے آخری شریعت ہونے پر ہزاروں دلائل دے سکتا ہوں اگر آپ کی خواہش ہو تو پیش کروں۔

فاضل۔ میرا گھر حضور والا یہاں سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے میں جناب کی ہزاروں دلیلوں کو کہاں تک لادے پھروں گا کوئی چھوٹی سی دلیل ارشاد ہو۔

عالم۔ قرآنی تعلیمات عالمگیر ہیں۔ پس عالمگیر تعلیمات کے بعد کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا تحصیل حاصل ہے۔

فاضل۔ کسی ایک عالمگیر تعلیم کا حوالہ بھی تو دیجئے۔ واقعی آپ کی یہ دلیل بڑی زبردست ہے۔

عالم۔ آپ تو اسی ایک دلیل کو بڑی زبردست دلیل کہنے لگے حالانکہ یہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے توبہ توبہ کرکے کہتا ہوں میرے پاس وہ وہ دلائل ہیں کہ شاید ہی کسی مولوی کے پاس ہوں۔ اچھا اب آپ قرآن کی ایک عالمگیر تعلیم سنیں قرآن نے آج سے تیرہ سو سال پہلے رنگ و نسل وطنیت و قومیت و جنسیت کے محدود دائروں کو مٹا کر انسانی اخوت و مساوات کا عالمگیر اعلان کیا اسلام کی عالمگیر اجتماعیت کے قانون کا مقابلہ دنیا کا کوئی مذہب نہیں کر سکتا

فاضل۔ میں عالمگیر انسانی اخوت کو قرآنی الفاظ میں سننا چاہتا ہوں۔

عالم۔ سنئے خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایہا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ و	یعنی اے انسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مختلف شاخوں

جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ | اور قبیلوں کی صورت دیدی لیکن یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا تاکہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جاسکے باقی عزت و شرف تو صرف اسی کے لئے ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو۔

اِس آیت کی ساری روح لتعارفوا کے لفظ میں ہے۔ اِس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے حلقے بھی بنے ہیں خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں خواہ وطن و جنس کی بنا پر ان کی کل قدر و قیمت صرف اتنی ہے کہ وہ باہمی پہچان کا ذریعہ ہیں اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے پس قرآن کی اس اعلان سے تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہوگئی لہٰذا اسلام کی عالمگیر اجتماعیت و مساوات ثابت ہوگئی۔

فاضل۔ شعوباً و قبائل کے الفاظ ہی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام کو عالمگیر اجتماعیت سے کوئی تعلق نہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن جس سرزمین پر اپنا پیغام سُنا رہا تھا وہاں لوگ مختلف خاندانوں اور قبائل میں منقسم تھے اور ہر قبیلہ دوسرے قبائل کے مقابلہ میں اپنے آپ ہی کو مستحق مجد و شرف سمجھتا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ اِن قبائل کو اپنے موہوم شرف و تفوق کی حفاظت کے لئے خون کی ہولی کھیلنی پڑتی تھی چونکہ عرب میں اس وقت انسانی اجتماعیت قبیلہ کے دائرے سے آگے نہ بڑھی تھی اس لئے داعی اسلام نے مختلف قبائل کو باہم ملا کر ایک قوم بنانا چاہا اور قبیلہ کی محدود اجتماعیت کو پیچھے چھوڑ کر قومیت کے دائرہ کی طرف جو قبیلہ کے دائرہ سے زیادہ وسیع تھا ایک اور ارتقائی قدم بڑھایا لیکن یہ ارتقائی اقدام صرف قومی تھا نہ بین الاقوامی۔ اگر بین الاقوامی اجتماعیت مدنظر ہوتی تو اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا اعلان نہ ہوتا یعنی تم سب گروہ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو لیکن حقیقی امتیاز و شرف و تفوق کا مستحق وہی گروہ یا جماعت ہے جو متقی ہو قرآنی اصلاح میں متقی صرف وہ شخص ہے جو خدا اور ربانی اسلام پر ایمان رکھتا ہو بہ الفاظ دیگر مُسلم متقی ہے غیر مُسلم متقی نہیں پس اسلامی اجتماعیت سے صرف مُسلم قوم فائدہ اٹھا سکتی ہے باقی تمام اقوام محروم ہیں جب مُسلم و غیر مُسلم کا امتیاز قائم ہوگیا تو عالمگیر اجتماعیت اور عالمگیر مساوات کہاں رہی یہ اجتماعیت دائرہ اسلامیت میں محدود ہو کر رہ گئی۔ اب آپ کا کیا ارشاد ہے۔

عالم۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرآن کا گہرا مطالعہ نہیں کیا ورنہ اسلامی عالمگیر اجتماعیت اظہر من الشمس ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے حقیقی شرف و امتیاز صرف متقی شخص کو بخشا ہے لیکن امتیاز خصوصی نہیں بلکہ عمومی ہے کسی نسل، کسی قوم، کسی وطن، کسی زبان کا آدمی ہو اگر وہ نیکوکار رہے تو یقیناً اِن انسانوں پر شرف رکھتا ہے جو نیکوکار نہیں اور یہ امتیاز فطری ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اِس مضمون پر ذیل کی آیت قرآن کی مایہ ناز آیت ہے سُنئے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٔیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ | یعنی مومن لوگ اور یہودی اور عیسائی اور صابئین میں سے جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور انھوں نے عمل بھی اچھے کئے اُن کے لئے کوئی خوف اور رنج نہیں۔

اِس سے زیادہ واضح اعلان اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور یہودی اور عیسائی وغیرہ سب اقوام کے لوگ اگر وہ خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نیکوکار ہوں تو وہ سب نجات یافتہ ہیں۔ کیا اب بھی کسی کو اسلامی مساوات میں شک ہو سکتا ہے۔

فاضل۔ اسلام کی عالمگیر برادری کو ثابت کرنے کی کوشش میں آپ اپنے تمام اسلامی عقائد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور وہ پھر بھی ثابت نہ ہو سکی کیا تمام عالم اسلام کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ مسلمانوں

کے علاوہ تمام دنیا کے لوگ کافر ہیں اور ان کا یہ عقیدہ کچھ بیجا نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ بہائیوں کے علاوہ تمام لوگ حضرت محمد کی رسالت کے منکر ہیں۔ پھر آپ کس دلیل سے کہتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی بھی اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہوں اور عمل صالح کرتے ہوں تو نجات یافتہ ہیں۔ آپ نے غور نہیں فرمایا کہ عمل صالح اسلامی قاعدہ سے کسی قوم کا بھی قابل قبول نہیں جب تک کہ وہ مومن باللہ نہو اور مومن باللہ ہونا ایک لفظ مہمل ہے۔ جب تک رسالت محمدی پر ایمان نہ ہو اور اگر ایمان بالرسالت ضروری نہیں تو پھر بانی اسلام کی دُنیا میں آنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ خدا اور قیامت پر تو یہودی اور عیسائی اسلام سے پہلے بھی ایمان رکھتے تھے۔ پس متقی وہی شخص ہے جو حضرت محمد اور آپ کے احکام پر ایمان لائے اس لئے مسلم و کافر اور مومن و مشرک کی تفریق صاف موجود ہے جب تفریق ثابت ہے تو اُن کے حقوق کا فرق بھی ثابت ہے اور جب حقوق کا فرق ثابت ہے تو پھر یہ دعویٰ غلط ہے کہ اسلام عالمگیر برادری کا حامی ہے

عالم۔ مسلم و کافر، اور مومن و مشرک کا فرق بیشک اسلام نے قایم رکھا ہے لیکن ان کے حقوق میں کوئی فرق نہیں ہے اسلامی حکومت کے زمانہ میں تمام دوسری قوموں کو مسلمانوں کی طرح مساویانہ حقوق حاصل تھے بلکہ اسی مساوات عدل و انصاف اور رواداری کو دیکھ کر ہزارہا اشخاص اسلام پر ایمان لے آئے پھر آپ کس طرح کہتے ہیں کہ اسلام نے عالمگیر برادری قائم نہیں کی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس زمانہ میں یورپ کی اجتماعیت عائلہ اور قبیلہ کی حدود سے آگے نہ بڑھی تھی اس وقت اسپین اور فرانس میں اسلام انسانی اخوت و مساوات کا پیغام سنا رہا تھا۔

فاضل۔ شکر ہے کہ آپ نے مومن و کافر کا فرق تو تسلیم کیا۔ اسی طرح انصاف کے ساتھ آپ کو یہ بھی قبول کر لینا چاہئے کہ اسلام نے مومن و کافر کو اجتماعی حقوق مساویانہ عطا نہیں کئے جیسا کہ ہم نے دعویٰ کیا ہے کہ اسلام نے قومی اخوت کا پیغام دیا نہ کہ بین الاقوامی اخوت کا۔ اسی طرح ہم آپ سے کہتے ہیں کہ قومی اخوت کا تخیل عالمگیر اخوت کو برداشت کر ہی نہیں سکتا مومن و کافر کا فرق محض لفظی نہیں بلکہ حقوق کا فرق قرآنی صفحات پر جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ، تمام مشرک نجس ہیں اسی لئے مسلمانوں کو دوسری اقوام کے ساتھ کھانے پینے شادی بیاہ وغیرہ کے تعلقات قائم کرنا ناجائز ہے۔

مسلمان عورتوں کا مشرک مردوں سے اور مسلمان مردوں کا مشرک عورتوں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنا حرام ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ اسلامی حکومت نے دوسری قوموں کو مساوی حقوق دے رکھے تھے ثابت کرتا ہے کہ اسلام اور دیگر اقوام میں حاکم اور محکوم کا فرق موجود تھا۔ حاکم قوم محکوم قوم کو جو کچھ دے سکتی ہے وہی اسلامی حکومت نے بھی دیا چنانچہ سورہ توبہ میں یوں ارشاد ہے۔

وقاتلوا الذین لا یومنون	جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے اور
باللہ ولا بالیوم الاخر	وہ خدا پر اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے
ولا یحرمون ما حرم اللہ	اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے
ورسولہ ولا یدینون	رسول نے حرام کر دیا۔ ان کو حرام نہیں
دین الحق من الذین اوتوا	جانتے اور دین حق کو دین نہیں سمجھتے
الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ	ان سے لڑتے رہو تا آنکہ وہ ذلیل و خوار
عن ید وھم صاغرون۔	ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں سے جزیہ دینے لگیں

یہ تھے وہ حقوق جو اسلامی حکومت نے دوسری اقوام کو دئے تھے چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ اسپین پر مسلمانوں نے جب فتح پائی اور مسلمان کارندے ان محکوم قوموں سے جزیہ لینے جاتے تو اُن کو حکم تھا کہ وہ

جزیہ دیتے وقت عن ید وھم صاغرون کی تعمیل کریں چنانچہ غریب عیسائی دروازہ پر کھڑا ہو کر اور جھک کر دونوں ہاتھوں سے جزیہ پیش کرتا تھا لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اسپین میں اسلام انسانی اخوت کا پیغام سنا رہا تھا اس پر بھی اگر آپ انصاف اور رواداری کو پیش کریں تو ہم تسلیم کرلیں گے لیکن آپ خوب سمجھ لیں کہ انصاف اور رواداری اور انسانی اخوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی اسلام نے صرف اسلامی اخوت کا پیغام دیا ہے چنانچہ فرمایا کہ انما المومنون اخوۃ صرف مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس صریح آیت کے بعد آپ اسلام کی عالمگیر اخوت کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔

عالم۔ اسلام نے اپنے اعمال کا جو نظام طیار کیا اس کے ہر گوشہ میں ایسی وضع و قطع رکھی جس کے ساتھ نسل و قوم کا امتیاز جمع ہی نہیں ہوسکتا روزانہ اعمال و عبادات میں ایسی چیزیں رکھ دیں گئیں کہ ہمیشہ انسانی وحدت و مساوات کا عملی اعتراف ہوتا رہے نماز روزہ، زکوٰۃ حج سب میں یہی روح کام کر رہی ہے انسانی اخوت کے کام و نفوذ کا ایک پورا انتظام ہے جو اپنے ہر فرد کو مجبور کردیتا ہے انسانی اخوت کا اقرار کرے۔

فاضل۔ ہم نے انما المومنون اخوۃ کی فیصلہ کن آیت پیش کرکے ثابت کردیا کہ اسلام کو عالمگیر اخوت سے کوئی سروکار نہیں لیکن آپ نے اس آیت کے مقابلہ میں کوئی ایسی آیت نہیں بتائی جو آپ کے دعوے کا ساتھ دے اور ایک نئی بات پیش فرمادی۔ اسلامی اعمال نماز روزہ، زکوٰۃ حج میں انسانی اخوت کا کوئی عملی اعتراف نہیں ہے ان اعمال کے اندر اگر اخوت کا کوئی پہلو تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی وہ اسلامی دائرہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضور عالی اس مسئلہ کو جس قدر سلجھائیں گے اتنا ہی کرکرا نکلے گا۔ ایک غیر جانبدار شخص اگر قرآن کا مطالعہ کرے گا تو اس کو معلوم ہوجائیگا کہ عالمگیر اخوت تو درکنار اسلام خود اسلامی قومیت کے اندر بھی تمام مسلمانوں کو مساوی حقوق نہ دے سکا۔ چنانچہ مرد، عورت کے حقوق کا فرق۔ آزاد مسلمان اور غلام مسلمان کا فرق۔ مختلف جرائم میں مسلم غلام اور آزاد مسلمان کی تعزیرات کا فرق آزاد مسلمان عورت اور غلام مسلمان عورت کے باہمی حقوق کا امتیاز یہ جملہ امور ہمارے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کیا یہی نقشہ ہے جس کو اسلامی عالمگیر اخوت و اجتماعیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عالم۔ اسلام نے یہ اعلان کیا کہ اتممت علیکم نعمتی میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کردی چونکہ عالمگیر برادری انسان کیلئے انتہائی اور کامل نعمت ہے اس لئے یہ نعمت بھی ان الفاظ کے اندر آگئی اگر اسلام وقتی طور پر اسلامی قومیت کا دائرہ کھینچنے کے لئے مجبور ہوگیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ نزول قرآن کے وقت لوگوں میں عالمگیر اجتماعیت قبول کرنے کی استعداد نہ تھی عملی طور پر دنیا کو انسانی اخوت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار تھا پس یہ قصور زمانہ کی استعداد کا تھا نہ کہ اسلام کا اسلام تو دنیا کو انسانی اخوت ہی کی منزل تک لیجانا چاہتا تھا جیسا کہ اتممت علیکم نعمتی کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

فاضل۔ میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوں کہ آپ نے بحث کا بالکل خاتمہ ہی کردیا۔ میں نے ابھی یہ بات ثابت کی تھی کہ اسلام نے ایمانی برادری قایم کی تھی نہ کہ انسانی برادری نزول قرآن کے وقت زمانہ کی استعداد صرف اتنی ہی تھی کہ ایمانی برادری کی نعمت لوگوں کو دی جائے اور استعداد کے مطابق یہ نعمت ان کے لئے کامل اور پوری تھی نعمت پوری کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان کو استعداد سے زیادہ کھلا دیا جائے بلکہ مطابق استعداد ہی نعمت عطا کرنا اتمام نعمت کہلاتا ہے چونکہ زمانہ کی استعداد میں کمی تھی اور دنیا کو ابھی انسانی برادری قبول

کرنے کے لئے بڑا وقت درکار تھا اس لئے اسلام نے مطابق استعداد قومی برادری کا قانون پاس کر دیا اگر اس وقت عالمگیر برادری کی تعلیم دی جاتی تو یہ اسلام کا بہت بڑا قصور ہوتا اور وہ خدائی مذہب قرار نہ پاتا چونکہ آسمانی مذہب کی صداقت کا معیار ہی یہ ہے کہ وہ زمانہ شناس ہو۔ پس ہمارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ عالمگیر برادری کا مسئلہ اسلامی نہیں ہے بلکہ اس کا سب سے بڑا مقصد خالص اسلامی برادری کا قیام ہی تھا اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

عالم۔ اگر اسلام انسانی اخوت کا عام حلقہ پیدا نہ کر سکا تو یہ تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ کم از کم اسلام نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا وسیع دائرہ پیدا کر دیا جو نوع انسان کے تمام پچھلے اجتماعی دائروں سے اوپر اور صرف ایک ہی دائرہ یعنی مطلق انسانی اخوت سے نیچے ہے وہ انسان کو تمام نچلے درجوں سے بلند کر کے ایک ایسی سطح تک پہنچاتا ہے جہاں سے انسانیت کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہے اسلامیت کی سرحد انسانیت کی سرحد سے متصل ہے اگر دنیا چاہے تو صرف ایک قدم میں منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ کیا نوع انسان کو انسانیت کی سرحد تک پہنچا دینا اسلام کا بڑا کارنامہ ہے یا نہیں۔

فاضل۔ بیشک نوع انسان کی گردن اسلام کے اس عظیم الشان احسان سے گرانبار ہے کہ اس نے نوع انسان کو انسانی برادری کی منزل پر لا کھڑا کیا اور دنیا کے اندر اتنی استعداد پیدا کر دی کہ وہ حضرت بہاء اللہ کی اس عالمگیر تعلیم یعنی انسانی اخوت و مساوات اور وحدت بشر کی تعلیم قبول کر سکے الحمد للہ کہ وہ وقت آگیا اور بیشمار انسان حضرت بہاء اللہ کی قائم کی ہوئی عالمگیر برادری میں داخل ہو چکے ہیں اگر مسلمان خصوصاً حضور والا چاہیں تو صرف ایک قدم میں عالمگیر برادری کی منزل میں داخل ہو سکتے۔ بسم اللہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔

عالم اچھا اجازت ہے مجھے ضروری کام کے لئے جانا ہے

فاضل۔ حضرت اتنا تو بتاتے جائیے خواہ آپ دین بہائی قبول نہ کریں اور وہ یہ کہ اسلام میں عالمگیر برادری کے قانون کی واقعی کمی ہے یا نہیں انصاف سے کہئے گا۔

عالم۔ بھائی جان کمی۔۔۔۔ تو۔۔۔۔ واقعی ہے مگر۔۔۔ یہ۔۔۔۔ کہنے۔۔۔۔ کو دل نہیں چاہتا کہ اسلام میں یہ کمی ہے۔

فاضل۔ اچھا خدا حافظ میں اسلام کی دوسری عالمگیر تعلیمات سننے کا مشتاق ہوں اُمید ہے کہ پھر کسی روز آپ سے نیاز حاصل ہوگا۔

مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ

"قیامت آگئی"

۲۹ دسمبر ۱۸۹۳ء اجلاس ہشتم محمڈن اینگلو اورینٹل کانفرنس علی گڑھ میں ایک رزولیوشن سرسید رحمۃ اللہ نے پیش کیا کہ مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا متفقہ کوشش سے انتظام کیا جائے ورنہ مسلمانوں کی ترقی سے بالکل مایوس ہونا چاہیئے۔ یہ رزولیوشن نہایت معرکۃ الآرا تھا اور اس کا نام تھا "مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ" نواب محسن الملک مرحوم نے اس رزولیوشن پر جو تقریر فرمائی تھی وہ ۲۶ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس تقریر میں محسن الملک نے جو کچھ کہا اس سے چند فقرات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین غور فرمائیں کہ مسلمان مبصرین کیا محسوس کرتے تھے اور کیا شہادت ادا کر گئے ہیں؟

(ملاحظہ ہو" مجموعۂ لکچرز و اسپیچز۔ نواب محسن الملک حصۂ اوّل مطبوعۂ نولکشور پریس لاہور)　　(مدیر)

"بہت بڑا حصہ ہماری قوم کا برخلاف دوسری معزز قوموں کے جو ہمارے ہموطن ہیں مفلس اور ذلیل حالت میں ہے اور سوائے ایک فرقہ قلیل کے عموماً مسلمانوں کی حالت نہایت تباہ اور خراب ہے۔ لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جن کو نہ کھانے کے لئے روٹی ملتی ہے نہ پہننے کے لئے کپڑا۔ نہ کسی مجلس میں جانے کے لائق نہ کسی حاکم سے ملنے کے قابل۔ اسلام کے بدنام کرنے والے اور مسلمانوں کی ذلت کا نمونہ" "غرض کہ ہر صورت سے مسلمان ایسی ذلیل حالت میں ہیں کہ اگر چند روز ان کی خبر نہ لی گئی تو آیندہ ان کی بیماری لاعلاج ہو جائے گی۔

" پھر جس طرح اعضائے رئیسہ کے بیکار ہو جانے اور اس کے کام نہ کرنے سے زندگی تمام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب قوم کے رئیس اور امیر اور دولتمند اور عالم اور وہ لوگ جن کا لوگوں پر رعب و داب ہوتا ہے نکمے ہو جاتے ہیں اور اپنے قومی فرض کو ادا نہیں کرتے اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اپنا کام کرنا چاہیئے نہ دوسروں کا اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ قوم کا کام درحقیقت اپنا ہی کام ہے تو قوم ضعیف ہو جاتی ہے اور اس کی قوت۔ دولت۔ عزت میں خلل آجاتا ہے۔ اور مرنے کے قریب ہو جاتی اور کسی نے خبر نہ لی اور علاج نہ کیا تو مر جاتی ہے۔ پس یہ وہ قانون قدرت ہے جس کے اصول کو جاہل سے لیکر حکیم تک ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔"

" صاحبو! اب ہماری قوم کے لئے وقت بہت کم باقی ہے اور قسمت کے فیصلے میں کچھ دیر نہیں ہے اور اس کا فیصلہ بھی آپ کے ہاتھ میں ہے اگر آپ نے اپنی متزلزل اور خوفناک حالت پر خیال نہ کیا اور اس کا علاج اعلیٰ تعلیم دلانے سے نہ فرمایا۔۔۔۔ سب کے سب اسی تاریک اور گہرے غار میں ذلت اور گمنامی کے ساتھ گرنے والے ہیں جس میں اب تک سینکڑوں خاندان اور ہزاروں مسلمان گر گئے اور جن کا کچھ پتہ باقی نہیں۔"

صاحبو! زمانہ کا تجربہ ہم کو ہو چکا۔ غفلت کے نتیجے ہم دیکھ چکے۔ اپنے ہاتھوں ہم نے اپنی یہ حالت کرلی کہ جو ہمارے دست نگر تھے ہم ان کے محتاج ہیں جن پر ہم حکومت کرتے تھے وہ ہمارے حاکم ہیں۔"

صاحبو! اگرچہ تنزل اور ترقی اور ذلت وعزت کا ہمیشہ دور ہوا کرتا ہے اور مثل دولاب کے یہ ڈول کبھی بھرا اور کبھی خالی ہوتا ہے مگر تجربہ اور کوشش دو ایسی چیزیں ہیں کہ وہ پھر گرے ہوئے آدمیوں کو اٹھا سکتی ہیں مگر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اکثر ان میں سے اب تک نہ تجربہ سے کام لیتے ہیں اور نہ کوشش کرتے ہیں۔"

صاحبو! ذرا اپنی مصیبت پر خیال کرو۔ اور جن آفتوں میں تم مبتلا ہو اور جیسے کچھ اب تک بے خبر ہو اس پر غور کرو۔ آگ لگی ہوئی ہے اور تم تاپ رہے ہو۔ موت کا بازار گرم ہے اور تم بے فکر ہو قافلہ چلدیا اور تم سو رہے ہو۔ گھر میں ماتم ہو رہا ہے اور تم ہنس رہے ہو۔ قیامت آگئی اور تم بے خبر ہو۔

اے میرے بھائیو! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ علم کا آفتاب مغرب سے نکلا۔ مغرب سے آفتاب کا نکلنا قیامت کی نشانی ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ نشانی ظاہر ہو گئی۔ علم کا آفتاب جو ہمیشہ مشرق سے نکلا کرتا تھا۔ مغرب سے نکل چکا۔ اور مسلمانوں کے حق میں جو قیامت آنے والی تھی وہ آگئی اور ان کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوگیا۔

بھائیو! توبہ کا دروازہ بند ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی توبہ کرے اور خدا قبول نہ فرمائے۔ اس کے رحم وکرم سے یہ بعید نہیں ہے؟ بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ وقت ایسا ہوگا کہ بسبب غفلت کے کسی کو اپنی حالت کی خبر نہ ہوگی نہ کوئی توبہ کرنے کا خیال کرے گا کیا یہ حالت آپ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتے کہ قیامت آگئی اور عذاب شدید میں مبتلا ہونے کا وقت آگیا۔ مگر کوئی خیال نہیں کرتا۔ آنکھ رکھتے ہیں مگر نہیں دیکھتے کان رکھتے ہیں مگر نہیں سنتے۔ دل رکھتے ہیں مگر نہیں سمجھتے۔ یہ پردہ غفلت کا کیوں آنکھ اور کان اور دل پر پڑا ہے؟ اور کس نے ان کو ایسا غافل کردیا ہے؟ کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں یہی کہوں گا کہ اُس نے جو ہمیشہ ایک قوم کو اٹھاتا اور دوسری کو گراتا ہے وہی جو ایک کو پیدا کرتا اور دوسری کو مارتا رہتا ہے ورنہ آنکھ ہو اور نہ دیکھیں کان ہوں اور نہ سنیں دل ہو اور نہ سمجھیں ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا
خیرہ ام در چشم بندی خدا"

اِتّحادِ عالم یا جگت مِلاپ

جسم و رُوح کا اتحاد ہی زندگی ہے اور جسم و رُوح کے افتراق سے موت ہوتی ہے۔ جب تک اعضائے جسم باہم میل ملاپ سے رہتے ہیں تندرستی و سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ جس وقت اعضاء میں ہم آہنگی نہیں رہتی انسان مریض و علیل ہو جاتا ہے۔ اگر علاج نہ ہو سکے تو مر جاتا ہے۔

ہر گھر میں اتحاد و اتفاق سے ہی امن و امان رہتا ہے۔ خوشی اور ترقی ہوتی ہے۔ جس گھر میں میل مِلاپ نہ رہے وہ گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اگر فوج پورے طور پر متحد نہ ہو تو شکست کھانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر کسی حکومت میں اندرونی اختلافات پھیلے ہوئے ہوں تو وہ کسی غنیم کے مقابلہ میں ہرگز کامیاب نہ ہوگی۔

اتحاد و اتفاق ہی رُوحِ حیات ہے۔ اتحاد و اتفاق ہی عالمِ انسانی کے لئے پناہ گاہ ہے۔ اتحاد و اتفاق ہی عزت، آبرو اور جان و مال کی حفاظت کا مستقل اور واحد ذریعہ ہے۔ اتحاد و اتفاق ہی تمام ترقیات کا زینہ ہے۔

پہلے دُنیا کے اجزاء متفرق پڑے ہوئے تھے۔ ایک مُلک دوسرے مُلک سے جُدا تھا۔ اَب تمام جہان باہم متصل ہو گیا ہے۔ زمین کی طنابیں کھچ گئی ہیں۔ ساری دُنیا ایک شہر بلکہ ایک محلہ کی مانند ہو گئی ہے۔ اب تمام دنیا کا اتحاد لازمی ہے۔ بغیر اتحادِ عالم کے راحت و آرام میسر ہونا مشکل ہے۔

اِس وقت دُنیا میں کسی کو اس سے اختلاف نہیں ہے کہ عالمگیر اتحاد ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ اتحادِ عالم کس طرح ہو سکتا ہے؟ ـــــ اس طرح کہ تمام مذاہب و اقوام ایک دوسرے کو انصاف کی نظر سے دیکھیں اور مشاہدہ کریں کہ صداقت اور انسانیت مذاہب و اقوام میں مشترک موجود ہے۔ یہ مشاہدہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس طرح کہ تمام جہان میں تعلیم عام کر دی جائے۔ اکثر جھگڑے اور اختلافات جہالت پر مبنی ہیں۔ عام تعلیم کا رواج ہونے سے جہالت دور ہوگی۔ چاہئے کہ ہم جبریہ اور عمومی تعلیم کو دینی فرض اور حکومت کا قانون بنائیں اور کسی ایک بچے کو بھی جاہل نہ رہنے دیں۔ لڑکیوں کو بھی لازمی تعلیم دیں۔ تمام قوموں کے حقوق میں مساوات جاری کر دیں۔ تمام جہان میں ایک زبان اور رسم الخط نافذ کر دیں۔ ایک عالمگیر انجمن اقوام بنائیں جو تمام دُنیا کی مشترکہ عدالت ہو اور وہ ہمیشہ اس امر کی نگرانی رکھے کہ تمام عالم میں اتحاد قائم رہے۔

یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب ہم رُوح القدس کے زیر سایہ آجائینگے۔ اور ہم میں نئی زندگی کی روح پیدا ہو جائے گی۔ نئی زندگی کی رُوح اس طرح آسکتی ہے کہ ہم کلمۃ اللہ کو قبول کریں۔ خدا کے مظہرِ امر کے لائے ہوئے پروگرام پر عمل کریں۔ تب ساری دُنیا خیمۂ وحدت کے اندر داخل ہو جائے گی۔ جہان بھر میں مکمل امن و امان ہوگا۔

ہم اس بات کے آثار دیکھ رہے ہیں کہ دُنیا جلد جلد بدل رہی ہے اور نیو ورلڈ آرڈر یعنی نئی تنظیمِ عالم کی صدائیں چاروں طرف سے بلند ہیں۔ یہ ہماری فطرت کی صدا ہے جو آسمان زمین کے درمیان گونج رہی ہے۔ وقت آرہا ہے جبکہ دُنیا اس مقصدِ عظیم کو یقیناً حاصل کرے گی۔ جب اتحادِ عالم ہمارے نیچر کا مطالبہ ہے تو اس کا پورا ہونا ضروری اور قدرتی امر ہے۔ البتہ ہر چیز کا ایک موسم اور وقت ہوتا ہے۔

اقتدار

بہائی تاریخ کا ایک ورق

اللہ! اللہ! سختیوں کی حد ہوگئی۔ خاندانِ وزارت کا ایک ہونہار چشم وچراغ جو ناز و نعمت میں پلا۔ سبزہ زاروں اور باغات میں رہا وہ عین عالم شباب میں ۲۷ سال کی عمر میں رنج و بلا اور قید و بند اور شکنجہ و جلاوطنی وغیرہ مصائب میں محض دین اللہ کی محبت کی وجہ سے گرفتار ہوجاتا ہے۔ ۲۵ سال کے گوناں گون مصائب کے بعد عکا کے کالے پانی میں یہ ناز پروردہ ۲۷ سال تک اس طرح شدید قید میں کھا جاتا ہے۔ کہ سبزہ زاروں کی تماشائی آنکھیں ۷ سال تک سبزہ دیکھنے سے محروم رہتی ہیں۔ آخر وہ وقت قریب آپہنچا کہ قادر مطلق کا مظہر تام اپنی قدرت کا مظاہرہ دکھائے۔ اس عجیب وغریب واقعہ کو ہم حضرت عبدالبہاء روحنا لہ الفدا کے الفاظ میں ترجمہ کرکے لکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:-

حضرت بہاء اللہ سبزہ اور مناظر مضافات کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا "سات برس ہوئے میں نے سبزہ نہیں دیکھا۔ مضافات روح کی دنیا ہے اور شہر جسم کا جہان ہیں"۔ جب میں نے یہ سنا تو میں سمجھ گیا کہ آپ شہر سے باہر رہنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے یہ یقین تھا کہ آپ کی مرضی کے پورا کرنے کے لئے میں جو کچھ کروں گا۔ اس میں کامیاب ہوں گا۔ عکا میں اس وقت ایک شخص تھا۔ جس کا نام محمد پاشا صفوت تھا۔ اس شخص کا ایک محل تھا جسے مزرعہ کہتے تھے۔ جو شہر کے شمال کی جانب چار میل پر تھا اس محل کے اردگرد باغ تھے۔ اور ایک نہر اس کے پاس سے گزرتی تھی۔ یہ شخص ہمارا سخت مخالف تھا۔ میں نے اس شخص کے گھر پر جاکر اس سے ملاقات کی۔ اور کہا۔ پاشا! آپ نے محل کو خالی چھوڑ رکھا ہے۔ اور شہر میں رہتے ہو۔ اس نے کہا میں بیمار اور مفلوج ہوں۔ شہر کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ اگر میں وہاں جاتا ہوں۔ تو تنہا رہنا ہوتا ہے۔ اور میرے دوست مجھ سے مل نہیں سکتے۔ میں نے کہا۔ جب آپ وہاں نہیں رہتے اور اسے خالی چھوڑ رکھا ہے۔ تو اسے ہمیں ہی کرایہ پر دیدو۔ پہلے تو وہ اس پر متعجب ہوا۔ مگر پھر فوراً ہی راضی ہوگیا۔ میں نے بہت ہی کم کرایہ پر یہ محل اُن سے پانچ سال کے لئے لے لیا۔ اور ۷۵ روپیہ سالانہ کے حساب سے اُسے پانچ برس کا کرایہ بھی پیشگی دیدیا۔ میں نے قلیوں کو بھیج کر جگہ کی مرمت کرائی۔ باغوں کو درست کرایا۔ اور ایک حمام وہاں بنوایا۔ میں نے جمال مبارک (یعنی حضرت بہاء اللہ کے لئے ایک گاڑی بھی بنوائی۔ ایک دن میں نے خود جاکر جگہ کو دیکھنا چاہا۔ اگرچہ درپے فرمان جاری ہوچکے تھے۔ کہ ہمیں فصیل سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ مگر میں بے کھٹکے دروازۂ شہر سے باہر چلا گیا۔ سپاہی پہرے پر کھڑے تھے۔ مگر وہ مزاحم نہ ہوئے۔ اور میں سیدھا اس محل کے دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ دوسرے دن چند احباب اور افسروں کے ساتھ پھر

دروازۂ شہر کے باہر گیا۔ اور کسی نے مزاحمت نہ کی۔ حالانکہ سنتری اور سپاہی دروازہ کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ اسی طرح ایک اور دن میں نے بھی کے درخت ہائے صنوبر کے نیچے شہر کے اُمرا کی دعوت کی اور شام کو ہم بلا کسی مزاحمت کے شہر کو واپس آگئے۔

ایک دن میں جمالِ مُبارک کے حضور میں گیا۔ اور عرض کی مزرع کا محل آپ کے لئے تیار رہے۔ اور وہاں لیجانے کے لئے گاڑی بھی حاضر ہے۔ اس وقت عکّا اور حیفا میں گاڑیاں نہ تھیں۔ حضرت بہاءاللہ نے جانے سے انکار کیا۔ اور کہا "میں تو قیدی ہوں"۔ میں نے ایک دن پھر عرض کیا۔ مگر آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے جرأت کر کے ایک دن تیسری مرتبہ پھر پوچھا مگر آپ نے فرمایا "نہیں" اس کے بعد میں مکرر عرض کرنیکی جرأت نہ کر سکا۔ اس وقت عکّا میں ایک شخص محمد شیخ نام تھا۔ جو بہت ہی بارسوخ تھا۔ یہ شخص آپ سے بہت محبّت اور عقیدت رکھتا تھا اور آپ بھی اس پر بہت عنایت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ آپ بہت جری ہیں۔ آج رات کو آپ حضور میں جائیں۔ اور گھٹنوں پر گر کر دونوں ہاتھ پکڑ کر اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک کہ آپ حضرت جمالِ مبارک سے شہر چھوڑنے کا وعدہ نہ لے لیں۔ یہ شخص عرب تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سیدھا حضرت بہاءاللہ کے پاس گیا۔ اور آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا اُس نے جمالِ مبارک کے ہاتھ پکڑ کر چومے اور کہا۔ آپ شہر کو کیوں نہیں چھوڑتے ؟ آپ نے جواب دیا "میں قیدی ہوں" شیخ نے عرض کیا "خدا نہ کرے کس کی طاقت ہے۔ آپ کو قید کرے آپ نے تو خود اپنے آپ کو قیدی بنا رکھا ہے" یہ تو خود آپ کی مشیت تھی۔ کہ آپ قیدی ہوں۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ آپ باہر تشریف لائیں۔ اور محل کو چلیں۔ یہ نہایت خوبصورت اور سرسبز ہے۔ درخت نہایت پیارے اور نارنگیاں آگ کے گیندوں کی طرح ہیں۔

جتنی دفعہ جمالِ مبارک فرماتے تھے کہ "میں قیدی ہوں یہ نہیں ہو سکتا" اتنی ہی دفعہ شیخ آپ کے ہاتھ پکڑ کر چومتا رہا۔ کامل ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح عرض کرتا رہا۔ آخرکار حضرت بہاءاللہ نے فرمایا "خیلے خوب" (بہت اچھا) اور شیخ کا صبر اور اصرار پھل لایا۔ وہ خوشی سے اُچھلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اور حضرت بہاءاللہ کی رضامندی کی خوشخبری مجھے دی۔ سلطان عبدالعزیز کے سخت فرمان کے باوجود۔ جس کی رو سے مجھے جمالِ مبارک سے ملنے کی سخت ممانعت تھی۔ میں گاڑی لیکر دوسرے دن درِ مبارک پر حاضر ہوا۔ اور آپ کو ساتھ لیکر محل کی طرف لے گیا۔ اور کوئی ہمارا مزاحم نہ ہوا۔ میں آپ کو وہاں چھوڑ کر خود شہر کو آگیا۔"

―――― ملاحظہ کیجئے جب قادر مطلق کے مظہر قدرت و اقتدار نے چاہا۔ کہ وہ اپنے قول کو اپنے فعل سے ثابت کر دکھائے۔ تو سلطان کا فرمان اور سنتریوں اور سپاہیوں کے پہرے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور صاحب اقتدار جیل کی کوٹھری سے نکل کر محل میں جا بیٹھا۔

ایک دوسرا واقعہ

حضرت بہاءاللہ جل اسمہُ الاعلیٰ کی ہجرت بغداد کے بعد علمائے ایران نے سمجھ لیا۔ کہ ہم نے مشعلِ دین الٰہی کو خاموش کر دیا۔ مگر نفخ صور ثانی کے نام سے جب حضرت بہاءاللہ کی بعثت عراق میں ہوئی۔ اور مومنین جوق جوق بغداد میں جمع ہونے لگے۔

تو کاظمین کے علمائے مشائخ جوش وخروش میں بھر گئے۔ خصوصاً
شیخ عبدالحسین طہرانی کہ رئیس العلماء تھے اور اپنے آپ کو بہت بڑا
عالم اور مجتہد سمجھتے تھے۔ انھوں نے عوام وخواص کو مشتعل کرنا
شروع کیا۔ کہ جس طرح علماء دین اور حامیانِ شرع متین نے
سید باب کو اس لیے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کہ وہ دین
متین کا مخرب تھا۔ اسی طرح واضح ہونا چاہیئے۔ کہ میرزا حسین
علی الملقب بہ بہاء اللہ نے اسی جھنڈے کو پھر بلند کر دیا ہے۔
اور اس دین کو پھر ظاہر کر دیا ہے۔ اسی قسم کی چرب زبانی سے
لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ اور شیخ مرتضیٰ انصاری کو کہ ایک
مشہور اور زبردست مجتہد العصر تھے۔ نجف اشرف سے بلا بھیجا۔
اِس بزرگوار نے جب دیکھا۔ کہ شیخ عبدالحسین اور اُن کے
ہمراہیوں کا مدعا ومقصد بجز عناد وفساد کے کچھ نہیں ہے دین
متین کو محض آڑ بنا رکھا ہے تو اس مجلس کی شرکت سے معذوری
کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں چونکہ اس فرقہ کے بزرگوں کی صحبت
میں نہیں رہا۔ اور ان کے عقاید سے نابلد ہوں۔ اس لیے میں اِس
بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اگر احقاق حق اور ابطال باطل
کی واقعی خواہش ہے۔ تو سیدھی راہ یہ ہے۔ کہ کسی شخص کو ان کے
پاس بھیجنا چاہیئے۔ اور دلائل طلب کرنی چاہئیں۔ اور اگر دلائل
صحیح ہوں۔ تو ہمیں بھی مومن ہو جانا چاہیئے۔ ورنہ خیر۔ بہرکیف میں
احقاق حق میں تمہارا شریک وسہیم ہوں۔ مگر جدال وفساد کے لئے
میں تمھارا ساتھ دینے کو تیار نہیں ہوں۔ مجتہد العصر کی اس
تقریر سے جنگ وفساد کی آگ کسی قدر ٹھنڈی ہو گئی۔ اور بالآخر
طے پایا۔ کہ کسی شخص کو آن کے پاس بھیجا جائے۔ تاکہ جواب طلب کرے۔

قاصد کی روانگی

جناب ملا حسن عمو کہ ایک فاضل اور
متقی وپرہیزگار انسان تھے۔ اِس
خدمت پر مامور ہوئے۔ آپ کاظمین سے بغداد میں پہنچے۔ حضرت
بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ اس روز ایک ایرانی معزز میرزا حسن خاں
کے یہاں مہمان تھے۔ ملا حسن عمو بھی وارد ہوئے جب ملا حسن
آپ کی مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے اور حضرت بہاء اللہ جل اسمہ
الاعلیٰ کے جلال وجمال کو دیکھا۔ تو ملا حسن کی حالت دگرگوں ہو گئی۔
وہ ہرچند کچھ کہنا چاہتے تھے۔ مگر کہہ نہیں سکتے تھے۔ آخر حضرت
بہاء اللہ عز اسمہ نے بکمال شفقت اظہارِ مقصد کے لئے اجازت
دی تو آپ نے انتہائی مودبانہ لہجہ میں عرض کیا کہ "علماء کو آپ
کے علم وفضل ونطق وبیان میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔
مگر علماء کی جانب سے آپ کی خدمت میں صرف یہی التماس ہے
کہ اس مقام کے لئے جو آپ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے مجرد
نطق وبیان اور حجت وبرہان ہی کافی نہیں ہے۔ اگر اس کے
علاوہ آپ کی ذات سے کوئی معجزہ ظہور میں آئے تو ہم سب کے
سب ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اور کبھی انکار نہیں کریں گے۔

ظہور معجزہ کی منظوری

مظہر قدرت واقتدار نے
جواب دیا۔

"علماء سے کہدو! کہ حق کی قدرت تماشائی مداری کا
کھیل نہیں ہے۔ کہ لوگ روزانہ نئی نئی خواہشات گھڑتے رہیں۔
ہاں۔ ہاں اتمام حجت کی غرض سے ایک معجزہ جو بھی وہ چاہیں۔
اس پر اتفاق کر لیں۔ اور اسے معین کر کے لکھ دیں۔ اور اپنی
مہریں ثبت کر دیں۔ پس یہی ایک معجزہ حجت بالغہ ہوگا اور تمام
بہانہ سازیوں کو ختم کرنے والا سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد ہم
کسی شخص کو بھیج دیں گے۔ اور اسے اجازت دیں گے۔ کہ اُن کے
سامنے اس معین شدہ معجزہ کو ظاہر کر دے۔ خواہ وہ معجزہ
سورج کے اُلٹا پھرا دینے کا ہو۔ خواہ دریاؤں کو اُلٹا بہا دینے کا ہو۔

مظہر اقتدار کا یہ جواب سُن کر ملا حسن عمو کاظمین واپس آئے شیخ مرتضیٰ انصاری اس وقت شیخ عبد الحسین طہرانی کے مکان پر بیٹھے قاصد کے منتظر تھے۔ ملا حسن عمو نے جو کچھ دیکھا اور سُنا بلا خوف کہدیا۔ شیخ مرتضیٰ نے فرمایا۔ کہو اب کیا کہتے ہو؟ معجزہ دیکھتے ہو یا انکار کرتے ہو۔ مگر علماء نے معجزہ دیکھنے سے انکار کردیا۔ شیخ مرتضیٰ خفا ہو کر کربلا تشریف لے گئے۔ ملا حسن عمو صدق دل سے ایمان لائے۔ ایران میں عام طور پر علماء کے مجمعوں میں ملا حسن نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ جو بہت سے لوگوں کے لئے موجب ہدایت ہوا۔ مومنین کو اس اظہار قدرت پر ایسا یقین تھا۔ کہ ملا محمد رضا اور مرزا ابو الفضائل گلپائیگانی اور بعض دیگر مومنین جب قید کر لئے گئے۔ تو ملا محمد رضا سے نائب السلطنت نے سوال کیا۔ کہ اگر ہم حضرت بہاء اللہ سے معجزہ طلب کریں تو وہ قبول کریں گے یا نہیں۔ تو ملا محمد رضا نے جواب دیا۔ کہ اگر آپ کسی معجزہ پر اتفاق کرلیں۔ اور طلب کریں۔ تو آپ یقیناً معجزہ دکھائیں گے۔ اور اگر آپ کو یقین نہ ہو۔ تو ٹیلیگراف موجود ہے۔ ابھی مشیرانِ دولت سے مشورہ کرکے متفقہ معجزہ طلب کیجئے اور نائب السلطنت سے کہا۔ اگر معجزہ ظاہر نہ ہوا۔ تو میں حلالاً دہونگا۔ اور اس گروہ کو قتل کرونگا۔ بعدہٗ اپنی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹونگا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

(ایم۔ اے۔ صمدانی)

رُوحانی رہنمائی

هوالله

جناب مکرم۔

مجھے آپ کے مکتوب سے خوشی ہوئی۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ایک سعید روح ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب اس دنیا میں عبودیت حق کے لئے آئے ہیں۔ جہاں رضائے حق کا نشان ہے وہاں ہمیں نہایت غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ آپ نے اب تک جو کچھ محنت تلاش حق میں کی ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ اور خدا تعالےٰ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب آپ کے لئے مزید فضل و رحمت کا دروازہ کھلنے والا ہے۔ خداوند عالم آپ کو اپنی رضائے پاک کے لئے موید فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ نہایت شاندار زمانہ ہے تمام کائنات میں خدا کی عجیب قدرتیں نمودار ہو رہی ہیں۔ دینی اور روحانی دنیا میں خداوند عالم نے حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کو ظاہر فرما کر بڑے بڑے اسرار قدرت دکھائے ہیں۔ تمام مقدس کتابوں کے وعدے پورے ہو گئے ہیں۔ حضرت امام مہدی موعود جن کا انتظار تھا وہ بصورت حضرت سید علی محمد باب ظہور فرما چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ جن کا نزول مقدر و موعود تھا وہ حضرت بہاء اللہ کے ظہور مبارک میں آسمانِ قدرت سے نازل ہو چکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ان مسائل کے بہت سے مراحل طے کر چکے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں علماء جن الفاظ کے پردوں میں اُلجھے ہوئے ہیں آپ کو خدا نے اِن حجابات سے نکال دیا ہے۔ آپ یہ بھی سمجھ چکے ہیں کہ یہ زمانہ

موعود برحق کے ظہور کا زمانہ ہے۔ اور تمام علامات جو ظہور حق کے متعلق ہیں وہ پوری ہو چکی ہیں اور یہ بھی آپ کا دل مان چکا ہے کہ ظہور حق کو تسلیم کئے بغیر انسان رضائے الٰہی سے فائز نہیں ہو سکتا۔

آپ بہائی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو سب امور نہایت روشن طور پر واضح و آشکار ہو جائیں گے۔ حضرت بہاء اللہ کے دعاوی جو خود حضرت بہاء اللہ کی وحی الٰہی میں وارد ہیں۔ قابل توجہ ہیں۔ میں اس امر پر روشنی ڈالنے والا ایک رسالہ خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ جس سے معلوم ہو گا کہ چالیس سال تک حضرت بہاء اللہ نے وحی الٰہی کا دعویٰ اور اعلان کیا ہے۔

انشاء اللہ تعالےٰ ملاقات کے وقت بھی بہت کچھ مفصل عرض کروں گا۔ فی الحال تو آپ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کر کے اور خشوع وخضوع سے دعا کر کے یہ رسالہ جو کلماتِ مقدسہ پر مشتمل ہے۔ مطالعہ فرمائیے۔ میں خداوند عالم سے التجا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے لئے اپنے فضل کے خاص دروازے کھولدے آمین یارب العالمین۔

یہ بات بھی ایک حیاتِ روحی کا نشان ہے کہ آپ ظہور حق کے عرفان کی کوشش فرما رہے ہیں۔ اور جو کوئی اس راہ میں صدق سے کوشش کرتا ہے رب العالمین اسے کامیاب کرتا ہے۔

آپ کا خط پڑھنے کے بعد روح نے کہا کہ آپ کو ذیل کی باتیں لکھ کر ارسال کروں۔

(۱) حق کی معرفت کے لئے سب سے بڑی دلیل وہ روشنی ہے جو حق کی جانب سے نمودار ہوتی ہے۔ آفتاب کی سب سے بڑی دلیل اُس کی وہ کرنیں ہیں جو اس سے نمودار ہوتی ہیں۔ جب آفتاب نکل آیا ہو تو اس وقت اسی کے نور وظہور پر نظر جمانی چاہیئے۔ اس بات کا منتظر رہنا چاہیئے کہ خواب میں کوئی ہم سے کہدے کہ آفتاب نکل آیا ہے۔ بلکہ آفتاب نکل آنے پر تو سونا ہی ٹھیک نہیں خواب میں مبتلا رہنا تو درکنار اگر اشراق آفتاب کے وقت بھی خواب گراں پیچھا نہ چھوڑے تو ایک مرتبہ زور کر کے اٹھ بیٹھنا چاہیئے۔

(۲) خواب کسی امر حق کی پہچان کے لئے معیار نہیں ہے۔ کیونکہ امر حق آفتاب ہے اور خواب اگر سچا بھی ہو تو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی مانند ہو گا۔ بھلا روز روشن میں دمکتے ہوئے سورج کو ٹمٹماتا ہوا چراغ دکھانا کیا معنی رکھتا ہے۔؟

(۳) خداوند عالم نے خواب کو کسی کتاب منیر میں دلیل و معیار قرار نہیں دیا۔ بیداری میں پوری روشنی کے ساتھ کلام الٰہی ہمارے سامنے ہے۔ جب قانونِ قدرت اور کلمات اللہ سے صاف صاف مبرہن ہو گیا۔ کہ حضرت بہاء اللہ کا ظہور حق ہے تو کسی ایسی چیز کو اس راہ میں حجاب بنانا جو خود کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور عرفانِ حق میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے ایک نامقبول عمل ہے۔

(۴) اگر عرفانِ حق میں خواب آڑے آسکتا ہے اور اس عذر کو خدا قبول کر سکتا ہے تو ہزاروں آدمی ظہور حق کے خلاف خواب دیکھتے ہیں۔ تو کیا وہ خدا کے نزدیک معذور ہو سکتے ہیں؟

(۵) جس خواب میں کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے یا کسی کو فرشتہ سمجھتا ہے قابلِ غور امر یہ ہے کہ اس کا یہ خیال کیوں قطعی سمجھا جائے۔ محض اس کا تخیل

کیوں قرار نہ دیا جائے جبکہ بجز اپنے ذاتی خیال کے اور کوئی ثبوت اس کے پاس نہیں کہ واقعی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھا ہے؟ یا جسے وہ فرشتہ سمجھا ہے وہ فرشتہ ہی تھا؟ جب تک یہ بات قطعی نہ ہو ایسا خواب وخیال صرف توہم ہے۔

(۶) خواب کے متعلق جب گفتگو ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ چونکہ ہمارے بعض دیگر خواب سچے نکلے ہیں تو یہ خواب جو عرفان ظہور کے متعلق ہے ضرور سچا ہے۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ ایسے خواب جو بعض امور کے متعلق ہوں اور سچے ہی نکلیں تمام قوموں کے لوگ دیکھتے ہیں حتیٰ کہ دہریہ بھی دیکھتے ہیں۔ تو اس سے کیونکر معلوم ہوا کہ خواب کوئی دلیل ہے؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ دنیا دی امور میں تائید ونصرت ملنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے خواب خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے کہ ہم مومنوں کو نصرت دیتے ہیں۔ میں اس کے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ دنیا دی سازوسامان تو منکرین خدا کو بھی دیا جاتا ہے جو دنیا چاہتا ہے خدا اُسے دُنیا دیتا ہے۔ یہ مقبول حق ہونے کی دلیل نہیں۔ بہرحال براہِ راست کلام اللہ کے روشن دلائل قانونِ قدرت کے براہین سے جب ظہور حق کی حقانیت ثابت ہو چکی تو بیچارہ خواب کس شمار میں ہے جو خود محتاج دلیل وثبوت ہے۔ خوب غور کیجئے کیا کسی خواب کی بنا پر ظہور حق سے محروم رہنے والا کوئی عذر پیش کر کے خدا کے یہاں بری ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا تو یقیناً ایسے خواب کو خیال میں بھی نہ لانا چاہئے جو حق سے حجاب پیدا کر دے۔ خود اس خواب کی بے پایہ گی اسی سے ثابت ہے کہ وہ ثابت شدہ حق کے

خلاف ہے۔ نہایت غور وتدبر سے کام لیجئے خداوند عالم فرماتا ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ اس آیت میں مقصد خداوندی یہ ہے کہ دو بڑے پردے ہیں جو قابل خرق ہیں۔ پہلا یہ کہ الحیٰوۃ الدنیا یعنی ادنیٰ زندگی جو ظاہری معیشت سے تعلق رکھتی ہے اس میں تائید واسباب کا مل جانا دھوکے میں نہ ڈالدے۔ کہ جب یہ نعمتیں ہمیں مل رہی ہیں تو معلوم ہوا کہ ہم رضائے الٰہی کے راستہ پر ہیں۔ خبردار ایسا دھوکا ہونے پائے اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ٭ ہم جو انھیں مال واولاد دے رہے ہیں تو کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم انھیں جلد جلد بھلائی دے رہے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ یہ لوگ خود شعور حقیقت نہیں رکھتے۔ دوسرا مقصد الٰہی یہ ہے کہ لا یغرنکم باللہ الغرور خدا کے ذریعے بندے دھوکہ نہ کھائیں خدا کے ذریعہ دھوکہ کھانا کیا ہے؟ یہی کہ اپنے آپ کو اس درجہ خدا کا پیارا خیال کرلیں کہ اس پیار کے خیال میں رہ کر خدا ہی سے محجوب ہو جائیں۔ کروڑوں ارواح انسانی اس فریب عظیم میں اپنے آپ کو مبتلا کر کے حق سے بے بہرہ ہو گئیں۔ قالت الیہود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ واحباءہٗ یہود ونصاریٰ نے کہا کہ ہم تو خدا کے پیارے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ اس خیال کی وجہ یہی ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ روح القدس ہمارے ساتھ ہے۔ خدا ہم پر بڑی مہربانیاں فرماتا ہے۔ ہم مسیح سے ملاقات کرتے ہیں مگر یہ سب خیالات اور ان کے رویا وکشوف خدا کے یہاں کچھ بھی چیز نہ ہوئے جبکہ انھوں نے ظہور حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ کچھ دن ہوئے

ایک امریکن بشپ صاحب سے میری ملاقات ہوئی جو طبعاً بہت نیک اور سچے آدمی تھے جب امراللہ کا ذکر آیا اور میں نے بتایا کہ مسیح جو آنے والا تھا آگیا۔ تب انھوں نے نہایت تعجب سے کہا کہ اُوہ کیا بات ہے۔ مجھے تو اکثر مسیح خواب و کشف میں ملتے ہیں مسیح نے مجھ سے آجتک کبھی نہیں کہا کہ میں ظاہر ہوگیا ہوں اس لئے آپ کی بات میں کیسے قبول کروں۔ میں نے عرض کیا

کہ اب جب مسیح سے ملاقات ہو تو پوچھئے گا کہ میں نے سنا ہے کہ ظہور ہو چکا ہے۔ آپ مجھ پر ظاہر فرمائیے جب آپ پہلے آئے تھے تو یہود نے قبول نہ کیا تھا اب کہیں میں بھی یہود کی طرح محروم نہ رہ جاؤں۔

قیامت میں آسمان زمین کا فنا ہوجانا قرآن مجید سے ثابت نہیں

فاضل مُدیر اہل حدیث کا اعلان حق

قیامت کے معنی فنا ہوجانا نہیں ہیں۔ برپا ہونا ہیں اس لئے اس دنیا کی فنا یا تمام کائنات ہستی کے معدوم ہوجانیکا نام قیامت نہیں ہے۔ خدا کی کتاب میں فنا یا عدم ہوجانے کو قیامت نہیں کہا گیا۔" قرآن مجید میں بھی کوئی ایک آیت ایسی نہیں جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا گیا ہو۔ سالہا سال سے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ کوئی ایک آیت ہی دکھادی جائے جس میں کائنات ہستی کے کلّی فنا ہوجانے کو قیامت کہا گیا ہو۔ آج تک کوئی صریح آیت ہمارے سامنے اس کے ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکی جس قدر آیات اس سلسلہ میں بیاں کی جاتی ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی قیامت کے معنی کائنات ہستی کی فنائے کلّی ثابت نہیں۔" (پیامبر جولائی ۱۹۴۰ء)

اہلحدیث قیامت دراصل ایک اصطلاحی لفظ ہے فنائے عالم کی ابتدا سے لیکر حشر اموات تک کے واقعات کو اہلِ اسلام کی اصطلاح میں قیامت کہا جاتا ہے جو درحقیقت دو حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہوجائینگی دوسرے حصے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا (اہل حدیث ۲۰ اگست ۱۹۴۱ء)

پیامبر دونوں باتیں غلط ہیں۔ قیامت کے پہلے حصے میں نہ سب چیزیں فنا ہوں گی نہ دوسرے حصے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا۔ قیامت کے معنی ہیں قیام و بقا کا مفہوم ہے اس لئے سب چیزوں کا فنا ہونا غلط ہے۔ فنا کا نام بقا رکھنا نرالی اصطلاح ہے۔ گرنے کا نام اُٹھ کھڑا ہونا عجیب منطق ہے کلامِ الٰہی میں کہیں نہیں آیا کہ قیامت میں سب چیزیں فنا ہوجائینگی (پیامبر اکتوبر ۱۹۴۰ء)

اہل حدیث بہائی لوگ ہم سے فنائے عالم کا ثبوت مانگتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ اشیائے موجودہ کی اشکال و ہیئات فنا ہوجائیں گی۔ (اہل حدیث یکم نومبر ۱۹۴۰ء)

پیامبر بلے بنیاد اعتقاد کا یہی حال ہوتا ہے۔ ابھی تو فنائے کلی مان رہے تھے اور ابھی اشیائے موجودہ کی اشکال و ہیئات کی فنا رہ گئی جس کے معنی صرف صورتوں کا بدل جانا ہے نہ کہ بالکل معدوم ہو جانا۔ کیا واقعی اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ اشیائے موجودہ کی اشکال بدل جائیں گی اور اشیا بکلی فنا نہوں گی۔ آج تک تو آپ بھی یہی لکھتے رہے ہیں کہ قیامت فنائے کلی کا نام ہے اب پیامبر کی جرح پر آپ نے اپنا اعتقاد بدل دیا ہے۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ قیامت میں فنائے کلی ہرگز ثابت نہیں آپ نے بھی فنائے کلی کے اعتقاد سے کسی قدر ہٹ کر صرف صورتوں کی تبدیلی کا اقرار کیا ہے۔ بہرحال ایک بڑی حد تک آپ ہمارے ہمخیال ہو گئے ہیں (پیامبر دسمبر ۱۹۴۰ء)

تعجب پر تعجب یہ کہ قیامت کی حقیقت کو نہ صرف عام مسلمان ہی بھول گئے۔ بلکہ علمائے اسلام بھی حقیقت قیامت سے بے علم ہو گئے۔۔۔۔۔۔ علماء محض تقلید اور عدم تدبر کے باعث کائنات ہستی کے فنا ہو جانے کو قیامت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کے ایک لفظ سے بھی یہ ثابت نہیں۔۔ کسی عالم نے قرآن مجید سے آج تک ایک بھی ایسی آیت اس مدعا کے ثبوت میں پیش نہیں کی جس سے مبرہن ہو جاتا کہ قرآن مجید میں فنائے کائنات کو قیامت کہا ہے جو بعض آیات ہمارے سامنے پیش کی گئیں ہم نے ان سب کا مدلل جواب دیدیا۔

(پیامبر جون ۱۹۴۱ء)

اہل حدیث اس اقتباس میں آپ نے دو باتوں کا اظہار کیا ہے ایک یہ کہ کسی عالم نے قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کیا کہ فنائے عالم کا نام قیامت ہے۔ دوسرے یہ کہ علماء نے جو کچھ پیش کیا اس کا بہائی صاحب نے مدلل جواب دیدیا۔ ہم نے ۱۷ مئی ۱۹۴۰ء کے پرچے میں صفحہ ۱۲ پر جو لکھا تھا اسے یہاں مکرر نقل کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین اسے پڑھ کر فیصلہ کریں کیسی واضح آیات پیش کی ہیں فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ الخ۔۔۔ یہ آیات قیامت کے ثبوت میں اور قیامت کے واقعات کے اظہار میں جس قدر مفصل اور مصرح ہیں ناظرین اس کا اندازہ خود ہی کر سکتے ہیں زمین آسمان کے فنا ہونے کا ذکر بھی ہے۔

(اہل حدیث ۲۰ جون ۱۹۴۱ء)

پیامبر عرصہ دراز سے یہ بات چیت محترم فاضل مدیر اہل حدیث سے ہو رہی تھی اور اہل حدیث اور پیامبر میں مفصل مضامین نکلتے رہے ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارے مضامین اپنے مقصد خدمت میں نتیجہ خیز ثابت ہوئے فاضل محترم مدیر اہل حدیث نے اس بحث میں جو بات تازہ اشاعت اہل حدیث مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں تحریر فرمائی ہے وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کے ابتدائی حصے میں یا آخری حصے میں زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے۔“ (صفحہ ۵ کالم اول) فاضل مدیر اہل حدیث کے اس اعلان حق پر ہم انھیں مبارکباد دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ دیگر علمائے کرام جو اس خیال میں ان سے متفق نہوں گے اور مخالفت کریں گے فاضل مدیر مخالفت کی کچھ پرواہ نکرتے ہوئے حق صریح پر مستقیم رہیں گے۔ یہی توحید و حق پرستی کی شان ہے۔ جب انھیں یہ علم حق حاصل ہو گیا کہ قرآن مجید

کی کسی آیت سے قیامت میں زمین و آسمان کا فنا ہو جانا ثابت نہیں تو بندگانِ خدا کو اس سے مستفیض فرماتے رہیں کیونکہ صرف ایک خیال باطل سے کہ قیامت میں زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے۔ ہزارہا بے بنیاد خیالات پھیل گئے ہیں اور قرآن مجید کی آیات بیّنات کے حقائق گم کر دیے گئے ہیں۔ عجیب حُسن اتفاق ہے کہ جب قلم یہ سطور لکھ رہا تھا۔ تازہ ڈاک میں ایک دوست کا مکتوب موصول ہوا جس میں ذیل کی عبارت بھی درج ہے۔

"اخبار اہلِ حدیث ۲۶ ستمبر میں جو مولانا مدیر اہلِ حدیث کا مضمون دربارہ قیامت نکلا ہے اُسے پڑھ کر مجھے بے حد حیرت ہوئی تھی بلکہ دیر تک شک و شبہ میں مبتلا رہا کہ کہیں مولوی صاحب کسی اور کے الفاظ تو نہیں لکھ رہے ہیں۔ جب خوب اچھی طرح سے مطالعہ کر چکا تو ان الفاظ کے گرد سرخ پنسل کا حاشیہ لگا دیا کیونکہ وہ الفاظ دراصل امر بہائی کی صداقت کا پہلا نشان ہیں۔ جو ایک کوہ وقار ہستی کے ہاتھوں ظہور میں آیا ہے اب مولانا صاحب سے دریافت کرنا چاہئے کہ ؎

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرما

اب قیامت کا ڈرامہ نئے سرے سے تصنیف ہونا چاہئے جب فنائے عالم کا سین اس میں سے نکل گیا تو پھر پہلے نفخہ میں کیا ہوگا؟

بہرحال حضرت مولانا صاحب مدیر اہل حدیث کو خدا نے ازل سے حقیقت شناس بنایا ہے اور یہ اسی عادت کا کرشمہ ہے۔ انشاء اللہ باقی امور بھی انہیں ضرور ماننا پڑیں گے کیونکہ حق کا مقابلہ ایک راست باز کی عادت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مشکل ہو جاتا ہے۔"

الحمد للہ۔ یہ تو فیصلہ ہوا کہ قیامت کے دن زمین و آسمان فنا نہ ہوں گے۔ اب رہا یہ امر کہ "ان میں تبدیلی ہو جائے گی" نہایت قابلِ غور ہے۔ فاضل مُدیر اہلحدیث نے ۳ راکتوبر کی اشاعت میں تحریر فرمایا ہے کہ "قیامت کے پہلے حصے میں چیزوں کا فنا ہوگا۔ دوسرے میں قیام یعنی حشر نشر"

ضرورت ہے کہ پہلے حصہ میں چیزوں کا فنا ہونا قرآن مجید سے ثابت کیا جائے۔ آیت لکھکر صرف اپنے اعتقادی معنی بیان کر دینے سے ثبوت بہم نہیں پہنچتا۔ ہاں اصطلاحاتِ قرآنیہ۔ لغتِ عرب اور قواعد علمیہ کی روشنی میں آیات کے معانی درست اور قابلِ قبول ہوں گے۔ فاضل مُدیر اہلحدیث کو چاہئے کہ وہ اول الفاظ کے معانی لغتِ عرب سے مفصل و مُدلل واضح فرمائیں۔ لغت سے پوری عبارت اور حوالہ دیں۔ پھر سیاق و سباقِ آیت پر نظر رکھکر آیت کی تفسیر فرمائیں۔ مثلاً آیت "فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً" جو آپ نے پیش کی ہے اس میں حسب ذیل الفاظ پر لغتِ عرب سے پوری روشنی ڈالنی چاہئے (۱) صُور (۲) حمل (۳) ارض (۴) جبال (۵) دکّہ ــــ دقیق علمی نظر سے کام لینا چاہئے۔ سطحی نظر سے کام نہیں چلے گا۔ ایدکم اللہ و ایانا ◆

(محبّ شا مُدیر پیامبر)

قسمت فارسی

لوحِ مبارک حضرت عبد البهاء

هولاند - بلاریکوم - جناب مستر جورج انزلین علیه بهاء الله الابهی

هو الله

ای منجذب بملکوت الله - نامهٔ که بتاریخ ۲۲ مای ۱۹۱۹ء ارسال نموده بودی رسید - از مضمون نهایت سرور حاصل گردید - الحمد لله آن شخص محترم تشنهٔ چشمهٔ حیات است و طالب سبیل نجات. تحرّیِ حقیقت مینماید و از تقالید بکلی بیزار - این عصر عصرِ حقیقت است - افکار پوسیدهٔ هزاران ساله منفور - عاقلان باهوش و عالمان پُرجوش و خروش. در این قرن عظیم جمیع اصولِ قدیمه پوسیده بکلی متروک شده - در هر خصوص افکار جدیده بمیان آمده - مثلاً معارفِ قدیمه متروک. معارفِ جدیده مقبول - سیاساتِ قدیمه متروک سیاساتِ جدیده مقبول. علومِ قدیمه بکلی متروک علوم جدیده مرغوب - آداب قدیمه فراموش شده - آداب جدیده بمیان آمده - مشروعاتِ جدیده و اکتشافاتِ جدیده و تحقیقاتِ جدیده و اختراعاتِ جدیده حیرت بخش عقول گردیده - جمیع امور تجدّد یافته - پس باید که حقیقتِ دینِ الهی نیز تجدّد یابد - تقالید بکلی زائل شود و نورِ حقیقت بتابد - تعالیمیکه رُوحِ این عصر است ترویج گردد و آن تعالیم حضرت بهاء الله که مشهورِ آفاق است و نفثاتِ رُوح القدس است - از جمله تحرّیِ حقیقت است که باید بکلی تقالید را فراموش کرد و سراجِ حقیقت را روشن نمود - منجمله وحدتِ عالمِ انسانیست که جمیع خلق اغنامِ الهی هستند و خدا شبانِ مهربان - و بجمیع اغنام الطافِ بی پایان مبذول دارد - نهایت اینست بعضی جاهل اند باید تعلیم داد - بعضی علیلند باید علاج نمود بعضی طفلند باید ببلوغ رساند نه اینکه طفل و علیل و نادان را مبغوض داشت - بالعکس باید بی نهایت مهربان بود.

از جمله دین باید سببِ الفت و محبت بین بشر باشد - و اگر چنانچه سببِ بغض و عداوت باشد فقدانش بهتر.

از جمله باید دین و عقل مطابق باشند - عقلِ سلیم باید تصدیق نماید.

از جمله حق و عدل است و مساوات و مواسات طوعی - یعنی انسان طوعاً و بکمال رغبت باید دیگری را بر خود ترجیح دهد - ولی نه بجبر بلکه بمحبتِ الهی چنان یکدیگر را دوست دارند که جان فدا نمایند چنانکه بهائیان در ایرانند.

و من جمله تعصّبِ دینی - تعصّبِ جنسی - تعصّبِ ترابی - تعصّبِ سیاسی هادمِ بنیانِ انسانیست - تا این تعصّبات موجود عالمِ انسانی هر چند بظاهر متمدّن ولی بحقیقت توحّشِ محض است - و جنگ و جدال و نزاع و قتال نهایت نیابد.

از جمله صلح عمومی است و از جمله تأسیس محکمهٔ کبری تا جمیع مسائل مشکلهٔ دولی و ملی در محکمهٔ کبری حل گردد.

از جمله حریت الهی یعنی خلاصی و نجات از عالم طبیعت. زیرا انسان تا اسیر طبیعت است حیوان درنده است.

از جمله مساوات رجال و نساء. زیرا عالم انسانی را دو بال. یکی ذکور و یکی اناث. تا هر دو بال قوی نگردند عالم انسانی پرواز ننماید و فلاح و نجاح حاصل نکند.

از جمله اینکه دین حصن حصین است و عالم انسانی اگر متمسک بدین نباشد هرج و مرج گردد و بکلی انتظام امور مختل شود.

از جمله اینکه مدنیت مادی باید منضم بمدنیت الهی باشد. مدنیت مادی مانند زجاج است و مدنیت الهی مانند سراج. مدنیت مادی مانند جسم است ولو در نهایت جمال باشد. مدنیت الهی مانند روح است. جسم بی روح فائده‌ئی ندارد. پس عالم انسانی محتاج بنفثات روح القدس است. بدون این روح مرده و بدون این نور ظلمت اندر ظلمت است. عالم طبیعت عالم حیوانیت تا انسان ولادت ثانی از عالم طبیعت نیابد یعنی منسلخ از عالم طبیعت نگردد حیوان محض است. تعالیم الهی این حیوان را انسان نماید. و از این قبیل تعالیم بهاء‌الله بسیار که حیات می بخشد و جهان را روشن می نماید. هر چیز تجدد یافته است. البته باید تعالیم دینی نیز تجدد یابد.

ای مستبشر ببشارات الله کمر همت بربند و بتمام قوت قیام نما تا آن اقلیم را بتعالیم الهی روشن نمائی و خارستان را گلزار و گلشن کنی و بیقین بدان که تائیدات ملکوتیه پی در پی میرسد. و علیک البهاء الابهی.

حیفا ۲۷ - اغسطس سنه ۱۹۱۹ (ع ع)

هو لاند - مس جولیا الیس و کر - علیها ۹

هو الله

ای طالب حقیقت! نامهٔ که بتاریخ سیزدهم دسمبر ۱۹۲۰ء مرقوم نموده بودی رسید. ادیان الهیه از یوم آدم الی الآن پیاپی ظاهر شده. و هر یک انچه باید و شاید مجری داشته. خلق را زنده نموده و نورانیت بخشیده و تربیت کرده تا از ظلمات عالم طبیعت نجات یافتند. بنورانیت ملکوت رسیدند ولی هر دینی هر شریعتی که ظاهر شد مدتی از قرون کافل سعادت عالم انسانی بود و شجر پرثمر بود. ولی بعد از مرور قرون و اعصار چون قدیم شد بی اثر و ثمر ماند. لهذا دوباره تجدید شد.

دین الهی یکیست. ولی تجدد لازم. مثلاً حضرت موسی مبعوث شد و شریعتی گذاشت. بنی اسرائیل بواسطهٔ شریعت موسی از جهل نجات یافته بنور رسیدند و از ذلت خلاص گشته عزت ابدیه یافتند. ولی بعد از مدتی مدیده آن انوار غروب کرد. و آن نورانیت نماند. روز شب شد و چون تاریکی استیلا یافت کوکب ساطع حضرت مسیح اشراق نمود. دوباره جهان روشن شد.

مقصد اینست. دین اللہ مُربّی عالم انسانیست ولکن تجدّد لازم. درخت را چون بنشانی روز بروز نشو و نما نماید و برگ و شکوفه کند. و میوهٔ تر ببار آرد. لکن بعد از مدّت مدیده کهن گردد. از ثمر باز ماند. لهذا باغبانِ حقیقت دانهٔ همان شجر را گرفته در زمینِ پاک میکارد. دوباره شجرِ اوّل ظاهر میشود.

دقّت نمائید در عالمِ وجود هر چیزی را تجدّد لازم. نظر بعالمِ جسمانی نمائید که حال جهان تجدّد یافته. افکار تجدّد یافته عادات تجدّد یافته. علوم و فنون تجدّد یافته. مشروعات و اکتشافات تجدّد یافته. ادراکات تجدّد یافته. پس چگونه میشود که امر عظیم دینی که کافلِ ترقّیاتِ فوق العادهٔ عالمِ انسانیست و سببِ حیاتِ ابدی. و مروّجِ فضائلِ نامتناهی و نورانیتِ دو جهانی بی تجدّد ماند. این مخالفِ فضل و موهبتِ حضرتِ یزدانی است.

دیانت عبارت از عقائد و رسوم نیست. دیانت عبارت از تعالیمِ الهیست که محیی عالمِ انسانیست و سببِ تربیتِ افکار عالی و تحسینِ اخلاق و ترویجِ مبادی عزّتِ ابدیهٔ عالمِ انسانیست.

ملاحظه کن که این هیجانِ افکار و شعلهٔ نارِ حرب و بغض و عدوان بین ملل. و ظلم و تعدّی بیکدیگر که تجلّی آسایشِ عالمِ انسانی را زائل نموده جز بتعالیمِ الهی خاموش گردد. البتّه نگردد.

این واضح و آشکار است. یک قوّهٔ ماوراء الطبیعه لازم که این ظلمت را بنور تبدیل نماید. و این عداوت و بغضاء و جنگ و جدال را بالفت و محبّت بین عموم بشر مبدّل نماید. این قوّه نفثاتِ روح القدس است. و نفوذ کلمة اللہ و علیک التحیّة و الثّناء (عبدالبہاء عبّاس)

بر رخت زلفِ سیه دیدم و گفتم ای یار
مُنخسف کرده عمداً ز چه ماهِ ده و چهار[14]

چهره از بین دو گیسو بنما تا گویم
العجب دیده کسی نیمهٔ شب طرفِ نهار

این دو افعیِ سیه گر تو ز سر آویزی
از دلِ خلق بر آید ز دو مارِ تو دمار

آیدم در نظر آن طرّهٔ مویت چو زنم
ز ترنّم و طرب دست ابر طرّهٔ تار

قامتت سرو و لبت کانِ رطب یا عجبا
کس ندیده بجهان سرو رطب آرد بار

روی نوّارِ تو بُرده ز دلم صبر و شکیب
موی طرّارِ تو بُرده ز کفم تاب و قرار

داروی چشمِ دلِ عاشقِ دل داده بود
گر صبا آورد از خاکِ قدومِ تو غبار

لب و خد عارض و قد غنچه و گل سرو سمن
من چسان زم که دلم گشته از این چار و چهار

قابل از هجرِ رُخ سرِ بهاد ر شب و روز
رعد سان ناله نما اشک چه امطار ببار

هُوَالله

آفتابِ اتّحاد

ساقیِ روحا دهد جامِ شرابِ اتّحاد — مطرب روحا زند تار و ربابِ اتّحاد

دستِ یمان جسمِ کیهان راز او ساخِ نفاق — مینماید شست و شو هر دم بآبِ اتّحاد

میدهد اطفالِ عالم را معلّم روز و شب — در دبستانِ بها درس و کتابِ اتّحاد

گردنِ شاهانِ عالم را ببندد عاقبت — قدرتِ میثاقِ رحمان باطنابِ اتّحاد

کی شود گلزارِ کیهان غبطهٔ خلدِ برین — تا نبارد امطرِ فضل از سحابِ اتّحاد

بر ظهورِ اقدسِ ابهیٰ بشارت میدهد — خلقِ عالم را منادی با خطابِ اتّحاد

دی منادی با ندای خوش بیان کرد این کلام — کای خلائق شد عیان راهِ صوابِ اتّحاد

اهلِ مشرق را بشارت ده که از مغرب دمید — بر همه آفاق و امکان آفتابِ اتّحاد

گر بخواهی خوابِ راحت در دو عالم ای رفیق — باید از جان گسترای رختِ خوابِ اتّحاد

بی گمان در اوجِ علیا صیدِ صد عنقا کند — گر گشاید بال و پر روزی ذبابِ اتّحاد

ما چرا باشیم سالک در طریقِ اختلاف — با وجودِ آنکه حق بگشوده بابِ اتّحاد

طلعتِ غیبِ قدم با لشکر و خیل و حشم — گشته ظاهر بینِ عالم با کتابِ اتّحاد

شاهدِ پیمان خرامان شد ز خلوت سوی دشت — با کمندِ گیسوی پر پیچ و تابِ اتّحاد

لشکرِ تلبیسِ ابلیسِ دنی را مانع است — از عروج بر سما تیرِ شهابِ اتّحاد

حضرتِ عبدالبهاء بنمود با رفعت بلند — خیمهٔ نظمِ جهان را با طنابِ اتّحاد

ای خوش آن روزی که **قابل** بنگرد با چشمِ سر
دوستان را مستظلّ ظلّ قبابِ اتّحاد

خطابۂ مبارک حضرت عبدالبهاء

در پاریس ۲۸ ذی قعده مطابق ۱۹ ماه نومبر ۱۹۱۱ء

از بدایت عالم تا امروز هر وقت ندای الهی بلند شد. ندای شیطان هم بلند شد زیرا همیشه ظلمت میخواهد مقاومت نور کند ظلم میخواهد مقاومت عدل نماید جهل میخواهد مقاومت علم نماید این عادت مستمرهٔ اهل این جهانست ملاحظه کنید در زمان موسوی فرعون بود مقاومت میکرد تا نورانیت حضرت موسی را از انتشار منع کند در زمان حضرت مسیح قیافا وحنا روسای مذهب یهود بودند اینها بنهایت قوت مقاومت حضرت مسیح میکردند وافتراهای چند به حضرت نوشتند و انتشار دادند حتی مجمع فریسیان حکم بر قتل مسیح داد که این شخص مسیح است و استغفرالله گمراه است و استغفرالله بی پدر مشهور است و چیزهائیکه نمیخواهم بزبان بیاوریم و در مین جمیع یهود شرق این مفتریات را انتشار میدادند و مقصدشان اینکه نورانیت مسیح را منع کنند و همچنین در زمان محمد علمای قریش خواستند نورانیت حضرت محمد را منع از انتشار کنند جمیع فتوی بر قتل او دادند و نهایت اذیت را براو وارد آوردند بقوهٔ شمشیر خواستند آن بنیان عظیم را هدم نمایند. آیا هیچکس توانستند مقاومت نمایند عاقبت مغلوب شدند و نورانیت امر الهی آفاق را احاطه کرد. جمعیتشان مانند اردوی شکست خورده از میدان در رفتند کلمات الله نافذ شد شریعت الله منتشر گشت تعالیم الهیه آفاق را احاطه کرد نفوسیکه در ظل حق بودند مثل ستاره از افق سعادت کبری درخشیدند حال باز هم همان دستگاه است جمعی نادان که خود را بدین نسبت میدهند میخواهند نورانیت بهاءالله را منع کنند مقاومت امرالله نمایند تا آفاق را ازاین اشراق محروم نمایند چونکه برهانی ندارند بافتراء دست زدند. زیرا عادت مردم نادان چنین است وقتیکه برهان ندارند شمشیرشان افترا است والا اگر برهان داشته باشند بآن محاجه مینمودند صحبت میکردند بدگوئی نمینمودند کلام رذیل بر تکلم و زبان نمی راندند مثل مرد میدان بیان برهان میکردند ما با اینها نزاع وجدالی نداریم بدگوئی از اینها نکنیم حقیقت حال آنها و سوء سیرت آنها را بیان نمی کنیم ببرهان لب کشائیم میگوئیم برهان ما این است اگر شما در مقابل برهانی برهانی دارید بنمائید ولی آنها ابداً نزدیک نمی آیند زبان بافتراء گشایند و در جرائد هر قوم میدانند که این بهائیان چنین و چنانند. چنانکه فریسیان در حق حواریون میگفتند هرچه از قلمشان جاری شود می نویسند وقتی شما ملاحظه کنید چنین اوراقی منتشر شد ابداً مکدر نشوید بکمال قوت بموجب تعالیم بهاءالله عمل نمائید اعتنائی نکنید همین نفوس سبب میشوند که کلمة الله بین خلق منتشر میشود البته نفوسیکه منصف اند فحص می کنند تحقیق وتدقیق می کنند همان فحص و تدقیق سبب هدایت آنها میشود مثل اینست کسی بگوید در فلان اطاق شمعی هست خاموش. لابد شخص سامع فحص کند ببیند روشن است می شنود در فلان باغی درختانی زند برگ و شکسته شاخ تلخ ثمر گلهای بدبوست زنهار نزدیک نروید. لابد نفوسیکه منصف اند باین قناعت نمی کنند بلکه میگویند میرویم می بینیم و تحری حقیقت مینمائیم چون فحص و تحقیق نمایند

می‌بینند درختهای باغ در نهایت اعتدال است ساقه‌ها در نهایت راستی برگها در نهایت سبزی. شکوفه‌ها در نهایت معطری. میوه‌ها در نهایت حلاوت. گلها در نهایت طراوت. پس میگوید الحمدلله آن بدگو سبب شد که من در این باغ راه یافتم سبب هدایت من شد این بدگویان چنین اند سبب میشوند که مردم تفحص می‌کنند در زمان حضرت مسیح کتب بسیار در مذمت مسیح تألیف کردند و افتراها بمسیح زدند و کذبها یکه در حق حواریین گفتند آیا هیچ اثری داشت کتبیکه فلاسفهٔ آن زمان رد مسیح نوشتند آیا هیچ ضرری رسانید جمیع آن کتب سبب ترویج شد زیرا ذکر مسیح را مردم شنیدند متفحص و متجسس آمدند و هدایت یافتند ما نمیخواهیم در حق این نفوس حرفی زنیم ما بد نگوئیم هیچقدر میگوئیم این مفتریات ابداً اهمیتی ندارد این مفتریات بمنزلهٔ ابر است که حجاب آفتاب گردد. ابر هرقدر کثیف باشد اشعهٔ آفتاب عاقبت او را متلاشی نماید و محو می‌کند انوار آفتاب حقیقت را هیچ ابری حجاب نشود نسیم گلستان الهی را هیچ سدی مانع نگردد باران آسمانی را هیچ حائلی حاجز نشود ازین کلام مرادم این است که وقتیکه کتابهای منتشر شود و در جرائد مفتریات نوشته گردد شما محزون نشوید بلکه بدانید که این سبب قوت امرالله است زیرا درخت بی بار را کسی سنگ نزند چراغ خاموش را کسی تعرض ننماید آنچه واقع شود همان سبب قوت امرالله است نظیر آنکه از پیش گذشت در زمان موسی نگاه کنید غرور فرعون بنی اسرائیل را مدد و عون بود هرچند آن ظالم اعلان کرد که موسی قاتل است لهذا باید قصاص کرد ولی این قول تأثیری نداشت. فریاد کرد که این موسی و هارون هر دو مفسدند میخواهند دین مبین شما را بهم زنند و در مملکت اختلاف و فساد اندازند لهذا هلاک و اعدام آنها لازم است ان هذان لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم بسحرهما و یذهبا بطریقتکم المثلی ابداً تأثیر نکرد بلکه نور موسی درخشید شریعتش منتشر شد نورانیت تجلی سینا احاطه کرد و همچنین فریسیان وقتی فریاد برآوردند که مسیح استغفرالله مسیح است زیرا سبت را شکسته است شریعت الله را منسوخ کرده طلاق را حرام نموده تعدد آن را منع کرده مقصدش هدم قدس الاقداس است خرابی بیت الله است. واویلا وادینا وامذهبا فریاد برآوردند بدار زنید بدار زنید این اعتراضات آنها هیچ اثری نداشت صبح مسیح طلوع نمود نفثات روح القدس در جمیع عالم تأثیر کرد همه اقوام مختلفه را متحد نمود مقصد اینست که از مفتریات قوم و کذب و مجادلهٔ آنها هیچ فتوری بامرالله وارد نمی‌آید بلکه سبب علو امرالله است و دلیل بر آنست که اگر امر عادی بود کسی تعرض باو نمی‌نمود. امر هرقدر عظیم‌تر است دشمنش بیشتر است. لهذا ما باید در نهایت ثبوت و رسوخ بموجب تعالیم بهاءالله عمل نمائیم. (مرحبا)

(خطابات مبارکه ص ۱۳۲۹)

دُرِّ نایاب یقین است غزل حضرت طاهره قرة العین که در نمرهٔ شش بابت ماه جون طبع و نشر گردیده است. مذاق جان قارئین نازنین را شیرین فرموده و در مجالس زنده دلان و نکته دانان با الحان خوش بر وزن غزل حافظ ؛ مطرب خوش نوا بگو ؛ تازه بتازه نو بنو ؛ میخوانند و هر جا میسر باشد با ساز و نواز مینوازند و مسرور میشوند. لهذا امید است برای تصحیح و تکمیل آن نکات ذیل را منظور دارند. (۱) بجای «ملا علی گنی» «حاجی ملا علی کنی» بخوانند (۲) بعد از بیت کشتهٔ تیغ ابرویت و پیش از بیت گاه بخوان سگ درت این بیت را بخوانند «وعدهٔ وصل داده‌ئی لیک وفا نمی‌کنی من بجهان ندیده‌ام مرد یکی کلام دو»

اصلاح. در پیامبر ماه جولائی ۱۹۴۲ء راجع بنطق آقای بختیاری در مضمون در قسمت فارسی صحیح سپتمبر ۱۹۴۰ء است. درست کنید.

کتب بہائی

در لغاتِ پارسی و عربی که از کتبخانهٔ ملّی بهائیانِ هند و برما. بهائی هال کراچی بفروش میرسد

قسمتِ اوّل

(۱) مجموعهٔ الواحِ مبارکهٔ حضرت بهاء الله. مشتمل بر کلماتِ مکنونهٔ در لغاتِ عربی و پارسی و الواحِ رئیس و سلطان وغیره که از زیارتِ آن منصفین را روح تازه دمد و طالبین را حیاتِ ابدی بخشد.

قیمت با جلد پارچه [illegible] (با جلدِ ساده) [illegible]

(۲) ششش الواح. اشراقات و تجلیات وغیره. از قلمِ حضرت بهاء الله مشتمل بر تعالیمِ اخلاقی و اجتماعی وغیره. قیمت (با جلدِ ساده) [illegible]

(۳) کتاب ایقان. از قلمِ حضرت بهاء الله در تفسیرِ آیاتِ تورات و انجیل و قرآن و اثباتِ وحدتِ اصولِ ادیان و علّتِ نزولِ کتب و ظهورِ پیغمبران که خوانندگان را به بزرگواری و امتیازِ این ظهورِ اعظم آگاه می نماید. قیمت (مجلّد) [illegible]

(۴) لوحِ ابن ذئب. از الواحِ بهاء الله در جوابِ یکی از علمای معروفِ ایران که از خواندنش مجالِ ایراد برای طالبینِ حقیقت نمی ماند.

قیمت (مجلد چاپ مصر) [illegible]

(۵) هفت وادی و چهار وادی و کلماتِ مکنونه و مثنوی حضرت بهاء الله در حلِّ مسائلِ روحانی و طیِّ مراحلِ عشق و محبّت و معرفت که در حینِ تلاوت حالتِ انجذابِ معنوی دست میدهد (قیمت با جلد ساده) [illegible]

(۶) لوحِ مقصود. از الواحِ مبارکهٔ حضرت بهاء الله در موضوعِ مقصد از ظهورِ الهی و تعالیمِ اخلاقی. قیمت [illegible]

قسمتِ دوم

(۷) کتاب مفاوضات حضرت عبد البهاء. در جوابِ سوالاتِ یکی از خانمهای عالمهٔ مشهورِ امریکائی (مادم بارنی) این کتاب مبارک پنج قسمت و از قرار ذیل است.

قسمتِ اوّل. در موضوعِ تأثیرِ انبیاء در ترقی و تربیتِ نوعِ انسانی

قسمتِ دوم. بعضی مقالات متعلق بمذهبِ عیسوی.

قسمتِ سوم. مقالات در علامات و کمالاتِ مظاهرِ الهیه.

قسمتِ چهارم. مقالات در مبدأ و معاد و قوی و حالات و کمالاتِ مختلفهٔ انسان.

قسمتِ پنجم. مقالات در مواضعِ مختلفه. قیمت (مجلد چاپ مصر) [illegible] (ساده) [illegible]

(۸) خطاباتِ حضرت عبد البهاء. مجموعهٔ نطقهای مبارک حضرت عبد البهاء در مجامعِ مهم اروپ و امریکا در حلِّ مسائلِ تامهٔ متعددهٔ عصرِ حاضره.

قیمت با جلدِ ساده [illegible]

(۹) رسالهٔ المدنیه. در موضوعِ تمدّن و ترقی از قلمِ حضرت عبد البهاء [illegible]

(۱۰) الواحِ دکتر فورال (پروفیسر آلمانی) در اثباتِ ذاتِ واجب الوجود اسرار پیدایشِ کائنات از قلمِ حضرت عبد البهاء. (قیمت [illegible])

(۱۱) الواحِ لاهای (از قلمِ حضرت عبد البهاء. خطاب بمجمعِ صلحِ عالم و ابلاغ و تشریحِ موادِ تعالیمِ اساسی حضرت بهاء الله قیمت [illegible]

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد دوم | دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء | شمارہ دوازدہم ۱۲

ھُوَ النّاصِرُ المُعین

مددگار و معین وہی ہے

الٰہا کریما رحیما

اے خدا! اے کریم! اے رحیم!

بتو توجہ نمودہ ام و بحبلِ عنایتِ مستحکم و بذیلِ کرمت متشبث۔ توئی آن کریمیکہ یکقطرہ از دریای غفرانت عصیانِ عالمیان را محو نماید

میں تیری طرف متوجہ ہوں اور تیری عنایت کی رسی پکڑے ہوئے ہوں تیرا دامنِ کرم تھامے ہوئے ہوں۔ تو وہ کریم ہے کہ تیری دریائے بخشائش کا ایک قطرہ تمام جہان کے گناہوں کو مٹا سکتا ہے

و یک کلمہ از فمِ عنایت آبِ حیوان بر اہلِ امکان مبذول دارد۔ ای بخشندۂ یکتا عبدت را محروم منما و از بحرِ رحمت قسمتی عطا نما و از

تیری عنایت کے منہ سے نکلا ہوا ایک کلمہ تمام عالمِ ممکنات کو آبِ حیات عطا فرماتا ہے۔ اے بخشنے والے یکتا! اپنے بندے کو محروم نہ کر اور دریائے رحمت سے بہرہ ور فرما۔ اور اپنی

دریای جودت نصیبی مقدر فرما۔ السنِ عالم قابلِ ذکرت نہ و افئدۂ امم لائقِ ادراکِ ہستیت نہ۔ ہستیِ تو ورای ادراکِ عقول و فوقِ

بخشش کے سمندر سے حصہ عطا فرما۔ تمام جہان کی زبانیں تیرا ذکر کرنے کے قابل نہیں اور تمام قوموں کے دل تیری ہستی کو سمجھنے کے لائق نہیں ہیں۔ تیری ہستی عقلوں کی پہنچ سے پرے

عرفانِ نفوس بودہ و ہست۔ بکمالِ عجز و ابتہال بخشش قدیمت را می طلبم و فضلِ عمیمت را می جویم۔ تو دانا و آگاہی بذکرت زندہ ام و بامید

اور لوگوں کی سمجھ سے بالاتر رہی ہے۔ میں نہایت عاجزی اور زاری کے ساتھ تیری قدیم بخشش چاہتا ہوں اور تیرا ہمہ گیر فضل مانگتا ہوں۔ تو خوب جانتا ہے کہ میں تیری یاد میں زندہ ہوں

لقایت موجود و پایندہ آن کن کہ سزاوارِ بخشش توست نہ لایقِ ذکر و ثنای من۔ لا الٰہ الا انت الغفور الکریم۔ الحمد لک انت مقصود القاصدین

اور تیری ملاقات کی امید میں موجود اور قائم ہوں۔ وہ معاملہ کر جو تیری بخشش کی شان کے مناسب ہو نہ میری ذکر و ثنا کے لائق۔ تجھ غفور و کریم کے سوا کوئی خدا نہیں۔ تیری حمد کہ تو ہی تمام قاصدوں کا مقصود ہے

پادشاہانِ زمین

حضرت ولیِ امراللہ شوقی ربّانی کی ایک توقیعِ مبارک جس کا عنوان ہے "یومِ موعود آگیا" انگریزی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات ستمبر کے پیامبر میں درج ہوئے تھے۔ ذیل میں چند دیگر اقتباسات مطالعہ فرمائیے۔ (مدیر)

حضرت بہاء اللہ کا امرِ مبارک جن مصائب سے دوچار ہوا ہے اُن کی ایک بہت بڑی خوفناک اور ناگزیر ذمّہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جن کے ہاتھ میں مُلکی انتظام کی باگ ڈور اور جن کے ذمّے دینی انتظام کی جوابدہی دی گئی تھی۔ پادشاہانِ زمین اور دُنیا کے دینی پیشواؤں دونوں کو اصل میں اس خوفناک ذمّہ داری کی جوابدہی کا زور برداشت کرنا پڑے گا۔ حضرت بہاء اللہ خود شہادت دیتے ہیں کہ "سب لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمام بادشاہوں نے امراللہ کی طرف سے رُخ پھیر لیا ہے اور دنیا کے جملہ ادیان اس کی مخالفت پر کھڑے ہوگئے ہیں"

یہ بات فراموش نہ کرنی چاہئے کہ دنیا کے تمام انسانوں میں سے زمین کے پادشاہ اور دینی پیشوا ہی خاص وہ لوگ تھے جن کو حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا امرِ مبارک براہِ راست پہنچایا گیا۔ بے شمار تاریخی الواح میں یہی لوگ کھلم کھلا مخاطب کئے گئے ہیں۔ ندائے الٰہی کو لبیک کہنے کی انھیں دعوت دی گئی اور انھیں واضح اور زوردار بیان میں اس کے مظلوم مظاہر کی اپیلیں نصیحتیں اور تنبیہیں بھیجی گئیں۔ اُس وقت جب امراللہ پیدا ہوا اور پھر جب اس کا اعلان کیا گیا، یہی لوگ تھے جو اپنی رعایا اور اپنے پیرؤں پر پورا پورا انتظامی اور دینی اختیار رکھتے تھے۔ یہی لوگ تھے جو پادشاہت کی شان و شوکت میں جس پر ابھی تک جمہوریت کی پابندیاں عائد نہ ہوئی تھیں مست تھے یا جو بظاہر لازوال دینی اختیار کے قلعوں میں محفوظ تھے انھیں پر ان مظالم کی ذمّہ داری عائد ہوتی ہے جو اُن لوگوں نے کئے جن کی قسمت کی باگ ڈور ان بادشاہوں اور علماء کے ہاتھ میں تھی۔ یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ یورپ اور ایشیا کے بہت سے مُلکوں میں پادشاہوں کی خودمختاری ایک طرف اور دینی پیشواؤں کی زبردستی کے آگے غلامانہ اطاعت دوسری طرف عوام کی دینی اور سیاسی زندگی میں بڑی خصوصیت تھی۔ یہ بیچارے غُلامی کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے اُس ضروری آزادی سے محروم تھے جس کے ذریعہ وہ اُس پیغام کے دعاوی اور خوبیوں کو جانچ سکتے یا اُس کی حقیقت کو بلا چون و چرا تسلیم کرتے۔

لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ امرِ بہائی کے بانی نے نہایت زور شور سے اور آپ کے مبشّر نے ذرا کم زور کے ساتھ اپنے پیغام کو دُنیا کے بڑے بڑے حاکموں اور دینی پیشواؤں کے پاس بھیجا اور اُن کے لئے نہایت شاندار الواح نازل فرمائیں اور نہایت صریح اور پُرزور زبان میں دعوت دی کہ وہ اُن کی آواز پر کان دھریں۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ انھوں نے اپنے اپنے امر کی حقیقتوں کو اُن کے سامنے

کمال کر رکھ دینے کے لئے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور اپنی اپنی مصیبتوں اور بلاؤں کا بیان کیا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ انھوں نے ان مواقع کی بیش قدری پر زور دیا جن سے فائدہ اٹھانا ان بادشاہوں اور پیشواؤں کے اختیار میں تھا۔ اور انھیں بارعب لہجہ میں اُن سخت ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جو خدا کے حکم کا انکار کرنے سے اُن پر عائد ہونگی۔ اور جب انکار کیا گیا اور ان کی تکذیب کی گئی تو اس خوفناک نتیجے کی انھیں خبر دی جس کا ایسے انکار اور تکذیب سے پیدا ہونا لازمی تھا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس نے جو بادشاہوں کا بادشاہ اور خود خدا کا قائم مقام تھا، لوگوں کی بے اعتنائی، ظلم و ستم اور عناد سے متأثر ہو کر یہ لطیف اور اہم پیشگوئی فرمائی:۔

"انسانوں میں سے دو صاحب مناصب یعنی بادشاہوں اور علمائے دین سے اختیار چھین لیا گیا ہے۔"

فرانس کا شہنشاہ نیپولین سوم جو اپنے زمانہ میں براعظم یورپ کا سب سے زبردست بادشاہ تھا۔ پوپ پائس نہم جو عیسائی دنیا میں کلیسائی اعلیٰ کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اور جس کے ہاتھ میں دینی اور دنیوی دونوں اختیارات کا عصائے حکومت تھا۔ الگزنڈر دوم جو وسیع روسی سلطنت کا زار خود مختار تھا۔ مشہور ملکہ وکٹوریا جس کی سلطنت ایک عظیم الشان قطعہ عالم پر پھیلی ہوئی تھی جو دنیا نے کبھی پہلے نہ دیکھی تھی۔ ولیم اوّل فاتح نیپولین سوم، ہنگری کا خود مختار شہنشاہ اور مشہور و معروف مقدس سلطنت روما کا وارث تھا۔ ظالم عبدالعزیز جو سلطنت و خلافت کی مجموعی طاقت کا مجسمہ تھا۔ رسوائے عالم ناصرالدین شاہ جو ایران کا خود مختار بادشاہ اور شیعہ اسلام کا زبردست حاکم تھا۔ الغرض حضرت بہاء اللہ کے زمانہ میں سلطنت و قوت کے بڑے بڑے مجسمے یکے بعد دیگرے آپ کی خاص توجہ کے مورد ہوئے اور سب کو مختلف درجات میں اس قوت کا بوجھ اٹھانا پڑا جو آپ کی ہیلوں اور خطرات کی خبروں کے ذریعے اُن تک پہنچائی گئی۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت بہاء اللہ نے اپنا پیغام فقط چند ایک بادشاہوں تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اُن سب کو یہ پیغام پہنچایا جو زبردست قوت کے مالک اور وسیع سلطنت پر حکومت کرتے تھے۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کو بھی آپ کے قلم نے خطاب فرمایا۔ انھیں ایسے وقت میں دعوت دی۔ اور آنے والے خطرات سے آگاہی بخشی جب آپ کے ظہور کا نیر اعظم نصف النہار کی طرف بڑھ رہا تھا اور آپ اپنے بادشاہ دشمن کے ہاتھوں میں اس کے دربار کے نزدیک ہی اسیر تھے۔ ایک قابل یاد اور مشہور لوح میں جس کا نام سورۂ ملوک ہے آپ نے سلطان (ترکی) اور اس کے وزیروں کو، عیسائی دنیا کے بادشاہوں کو اور باب عالی میں فرانسیسی اور ایرانی سفیروں کو قسطنطنیہ کے مسلم علمائے دین کو، وہاں کے بزرگوں اور اس کے باشندوں کو، ایران کے لوگوں کو اور دنیا بھر کے فلاسفروں کو آپ نے اس لوح میں خاص طور پر خطاب فرمایا ہے اور متنبہ کیا ہے مشرق اور مغرب کے بادشاہوں کی ساری جماعت کو آپ یوں خطاب فرماتے ہیں :۔

"اے سلاطینِ زمین۔ خدا کی ندا سنو جو تھیں اس بلند اور پھیلا ہوئے درخت سے پکار رہا ہے جو مقدس میدان میں سرخ پہاڑی پر پھیلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس خدا کے سوا کوئی خدا نہیں جو قدرت والا طاقتور اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ .... اے جماعتِ بادشاہان خدا سے ڈرو اور اپنے آپ کو خدا کے اس بڑے فضل سے محروم نہ کرو پس اُن چیزوں کو دور پھینک دو جو تم رکھتے ہو اور خدائے علی و عظیم کے دامن کو تھامو۔ اپنے دلوں کو خدا کے چہرے کی طرف متوجہ کرو۔ اور اُن سب چیزوں کو چھوڑ دو جن کے لئے تمھاری خواہشیں تمھیں ابھارتی ہیں اور اُن میں سے نہ ہو جو زیاں کار ہیں۔ اے عبد تو انھیں

علی (حضرت باب) کی نبأ (خبر) سُنا جب وہ حق کے ساتھ
ان کے پاس آیا۔ وہ اپنے ساتھ خدا کی شاندار اور حکمت سے بھری
ہوئی کتاب لایا۔ اس کے ہاتھ میں خدا کی طرف سے حجت اور دلیل
اور مقدس و مبارک برھان تھی۔ مگر اے بادشاہو تم اس کے
ایام میں خدا کے ذکر کی جانب متوجہ ہونے سے قاصر رہے۔ اور
تم نے ان انوار ھدایت کو لینے سے انکار کر دیا جو نورانی آسمان
کے افق سے روشن ہوئے۔ تم نے اس کے امر پر غور نہ کیا۔ حالانکہ
ایسا کرنا تمھارے لئے ان سب چیزوں سے بہتر تھا جن پر سورج
چمکتا ہے کاش تم جاننے والوں میں سے ہوتے۔ تم نے غفلت سے
کام لیا۔ حتیٰ کہ ایران کے عالموں اور ستمگاروں نے اس کے خلاف
فتویٰ دیا اور ظلم کے ساتھ اسے قتل کیا۔ اس کی روح خدا کی طرف
صعود کر گئی اور اہل فردوس اور مقرب فرشتوں کی آنکھوں نے
اس ظلم پر آنسو بہائے۔ خبردار! اب تم ایسی غفلت نہ کرنا جیسی تم
نے پہلے کی تھی۔ پس اپنے اس خداوند خدا کی طرف رجوع کرو جو
تمھارا پیدا کرنے والا ہے اور غافلوں میں سے نہ بنو۔۔۔۔۔۔۔

میرا چہرۂ جمال پردوں سے باہر نکل آیا ہے اور اس
کے نور سے زمین اور آسمان کی سب چیزوں کو روشن کر دیا ہے
پر تم نے اس کی طرف توجہ نہ کی حالانکہ تم اے بادشاہوں کی جماعت
اسی کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو اب اسی بات پر چلو جو میں تم سے
کہتا ہوں اور اپنے دل کے کانوں سے سنو اور ان میں سے مت ہو
جو روگردان ہیں۔ کیونکہ تمھارا افتخار تمھاری سلطنت سے نہیں ہے
بلکہ خدا کی طرف تمھاری نزدیکی سے ہے اور اس امر کی اطاعت کرنے
سے ہے جو اس کی پاک اور محفوظ الواح میں نازل ہوا ہے۔ اگر تم میں
سے کوئی تمام روئے زمین کا اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ اس کے
اوپر ہے سب کا مالک بن جائے۔ اس کے سمندروں۔ اس کے ملکوں
اس کے پہاڑوں اور اس کے میدانوں کا حاکم ہو جاتے اور خدا کی
طرف سے اس کا ذکر نہ ہو تو ان چیزوں میں سے کوئی چیز اسے فائدہ نہ
دیگی۔ کاش تم اسے سمجھتے۔! ۔۔۔۔۔۔۔۔

استقامت کے قدموں سے اٹھو اور ان باتوں کا تدارک
کرو جن کو تم کھو بیٹھے ہو۔ پھر اس کے بحر اعظم کے ساحل پر اس کی
ساحتِ اقدس کی طرف متوجہ ہو جاؤ تاکہ علم و حکمت کے وہ موتی جو
اس نے اپنے صدر منیر میں جمع کر رکھے ہیں تم پر ظاہر کرے۔۔۔۔۔۔۔

خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم خدا کی نسیم کو اپنے قلوب پر چلنے سے روکو
یہ وہ نسیم ہے جس سے ان کے دل جنھوں نے اپنا چہرہ اس کی طرف
کیا ہے" زندہ ہوتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔"

اسی لوح میں آپ دوسری جگہ نازل فرماتے ہیں :۔

"اے سلاطین ارض! خدا سے ڈرو اور ان حدود سے
تجاوز نہ کرو جو خدا نے مقرر کی ہیں۔ پھر تم ان احکام کی متابعت
کرو جو خدا نے اس کتاب میں تم پر فرض قرار دیئے ہیں اور خوب
ہوشیار رہو کہ تم ان میں سے نہ ہو جاؤ جو تجاوز کرتے ہیں۔ خبردار ایسا نہ ہو
کہ تم کسی پر ظلم کرو خواہ رائی کے برابر ہی ہو۔ عدل کے راستے پر چلو۔ کیونکہ
حقیقت میں یہی سیدھا راستہ ہے۔ اپنے اختلافات کی اصلاح کرو اور
اپنے لشکروں اور اسلحہ جنگ کی تخفیف میں لگ جاؤ تاکہ تمھارے اخراجات
کا بوجھ ہلکا ہو اور تمھارے دماغ اور دل آرام پائیں۔ ان اختلافات
کو اٹھا دو جو تمھیں ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ پھر تمھیں زیادہ لشکروں
اور ہتھیاروں کی ضرورت نہ ہوگی۔ سوائے اتنے سپاہیوں اور ہتھیاروں کے
جن سے تم اپنے شہروں اور اپنے علاقوں کی حفاظت کر سکو۔ خدا سے ڈرو
اور خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اعتدال کی حدود سے تجاوز کرو اور
مسرفین میں گنے جاؤ۔ ہم نے سنا ہے کہ تم ہر سال اپنے اخراجات کو
بڑھاتے جاتے ہو اور ان کا بوجھ اپنی رعایا پر ڈال رہے ہو۔ خوب سمجھ لو

کہ یہ بوجھ اُن کی برداشت سے زیادہ ہے اور یہ سخت ظلم ہے۔ لوگوں کے درمیان عدل کرو اور تم دنیا میں عدل و انصاف کے ظاہر کرنیوالے بنو۔ یہ ہے وہ بات جو تمھارے لائق اور تمھاری شان کے شایاں ہے اگر تم اُن میں سے ہو جو انصاف کرتے ہیں۔ .....

"خبردار! ان لوگوں سے بے انصافی نہ کرنا جو تم سے فریاد کرتے ہیں اور تمھارے سایہ تلے آجاتے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور اُن میں سے بنو جو پرہیزگار ہیں۔ اپنی قوت اپنی فوجوں اور اپنی دولت کے بھروسہ پرست رہو۔ اپنے خداوند پروردگار پر پورا بھروسہ اور توکل رکھو۔ اسی نے تمھیں پیدا کیا ہے پس تم اپنے تمام معاملات میں اُس کی مدد کے خواستگار بنو۔ نصرت اور مدد اسی کی طرف سے آتی ہے اور جسے وہ چاہتا ہے اپنے آسمانوں اور زمینی لشکروں سے مدد دیتا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ فقرا تمھارے درمیان خدا کی امانت ہیں خبردار تم اُس کی امانت میں خیانت نہ کرنا اور اُن کے ساتھ بے انصافی سے پیش نہ آنا اور اُن کی راہ میں نہ چلنا جو فریب و خیانت کرنے والے ہیں۔ تم کو یقیناً اُس کی امانت کے متعلق اُس دن جواب دینا ہوگا جب میزانِ عدل قائم ہوگی۔ جس دن ہر ایک کو اُس کا حق دیا جائے گا۔ جس دن ہر شخص کے اعمال خواہ وہ غنی ہو یا فقیر تولے جائیں گے .....،،

حضرت بہاء اللہ عیسائی بادشاہوں کو خاص طور پر تنبیہ و ملامت کرتے ہوئے صاف و صریح زبان میں اپنے ظہور کی خصوصیت ظاہر فرماتے ہیں:-

"اے مسیحی سلاطین! کیا تم نے عیسیٰ رُوح اللہ کا یہ کلام نہیں سُنا کہ "میں جاتا ہوں اور پھر آؤنگا"؟ پھر تم نے کیوں اُسے نہ پہچانا جب وہ آسمان کے بادلوں میں تمھارے پاس پھر آیا۔ تاکہ تمھیں اس کے نزدیک لے جائے اور تم اُس کے چہرے کو دیکھ سکو اور اُن میں سے ہوجاؤ جو اُس کے دیدار سے فائز ہیں! ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں "جب روح الحق آئیگا تو وہ تمھیں کُل حق کی طرف رہنمائی کریگا۔" تو بھی دیکھو کہ جب وہ حق لے کر آیا تم نے اُس کی طرف توجہ نہ کی اور اپنے فضول خیالات اور لہو و لعب میں مشغول رہے۔ نہ تم نے اُس کا استقبال کیا اور نہ اس کے دیدار کی خواہش کی تاکہ تم خود اُس کے مُنہ سے خُدا کی آیات سُنتے اور خدائے مقتدر و قدیر و عزیز و حکیم کی حکمت و دانائی سے مطلع ہوتے۔ اپنے اس قصور کے ذریعے تم نے نسائمِ الٰہی کو اپنے قلوب پر چلنے سے روکا اور اُس کی بھینی بھینی خوشبو سے اپنے نفوس کو محروم کرلیا۔ اور تم اپنی شہوات بعد بُری خواہشوں کی وادی میں سرگردان رہے۔ تم اور جو کچھ تمھارے قبضہ میں ہے فنا ہو جائے گا اور تمھیں یقیناً اپنے خدا کی طرف لوٹنا ہوگا اور تمھیں اپنے اُن اعمال کا جواب دینا ہوگا جو تم نے اُس کے سامنے کئے جو کل خلقت کو ایک جگہ جمع کرتا ہے .... "

حضرت باب نے بھی قیوم الاسماء میں جو سورۂ یوسف کی مشہور و معروف تفسیر ہے اور جو آپ نے اپنی ماموریت کے شروع میں نازل فرمائی اور جس کو حضرت بہاء اللہ نے حضرت باب کے ظہور کی "تمام کتابوں میں سب سے پہلی، سب سے بڑی اور سب سے زبردست کتاب" کا خطاب دیا ہے زمین کے حاکموں اور بادشاہوں کو یہ پُر جوش دعوت دی ہے:-

"اے جماعتِ بادشاہان و پسران بادشاہان! اپنی سلطنت کو ترک کرو۔ کیونکہ حکومت درحقیقت خدا کی ہے ..... تمھاری سلطنت درحقیقت کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ خدا نے دُنیوی مال و دولت اُن لوگوں کے لئے رکھا ہے جو اس کا انکار کرتے ہیں ...... اے بادشاہوں کی جماعت وہ آیات جو ہم نے ہندوستان اور ترکی اور اُن سے آگے اور ملکوں کے لئے طاقت اور صداقت کے ساتھ مشرق اور مغرب کے لوگوں کے لئے نازل فرمائی ہیں ٹھیک طور پر جلد سب کو پہنچاؤ۔ ...... خدا کی قسم اگر تم نے اچھا کیا تو تم نے اپنے لئے اچھا کیا۔

اور اگر تم نے خدا اور اُس کی نشانیوں کا انکار کیا تو ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ خُدا کی طرف سے ہم تمام مخلوقات اور تمام دنیوی لشکروں کے بغیر اپنا ارادہ پورا کر سکتے ہیں۔"

پھر فرمایا ہے:۔

"اے بادشاہوں کی جماعت! خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اُس سے دور رہو جو تمھارے درمیان خُدا کی نشانی (حضرت باب) ہے اس کے بعد کہ حق تمھارے پاس ایک کتاب اور خُدا کی آیات کے ساتھ آیا جو اُس کی عجیب زبان سے تم تک پہنچائی گئیں جو تمھارے درمیان اس کا ذکر ہے۔ خدا سے فضل مانگو۔ کیونکہ خدا نے تمھارے لئے اگر تم اُس پر ایمان لائے ایک ایسا باغ مقدر کیا ہے جس کی وسعت کُل فردوس کی وسعت کے برابر ہے۔"

یہ ہیں حضرت باب اور حضرت بہآءاللہ کی تاریخی تنبیہات اور نصائح جو آپ نے عام بادشاہانِ زمین کو اور خاص بادشاہانِ مسیحیت کو فرمائیں۔

میں اپنے مضمون کے ساتھ ظلم کروں گا اگر میں اُن دلیرانہ اور آئندہ واقعات سے بھری ہوئی پیشگوئیوں کو نہ لکھوں یا اختصار کے ساتھ لکھکر چھوڑ دوں جو فرداً فرداً بادشاہوں کو بھیجی گئیں۔ جنھوں نے خواہ وہ بادشاہ تھے یا شہنشاہ یا تو بے پروائی برتی یا ہمارے دین کے دو بانیوں کی تنبیہات اور خطرات سے آگاہی کو نفرت کے ساتھ رد کر دیا۔ یہاں دو ہزار یا زیادہ آیات میں سے جو حضرت بہآءاللہ کے قلم سے اور اس سے کچھ کم حضرت باب کے قلم سے یورپ اور ایشیاء کے بادشاہوں کے نام فرداً فرداً نازل ہوئیں نہ میں پوری پوری طرح لکھ سکتا ہوں جیسا کہ چاہیئے اور نہ ہی میرا یہ ارادہ ہے کہ میں اُن حالات کا جو اِن حیرت انگیز بیانات کا سبب ہوئے یا اُن نتائج کا جو اِن بیانات سے پیدا ہوئے بیان کروں۔ آنے والے مورخین جو حضرت بہآءاللہ کے امر کے اور تشکیلی زمانوں کے اہم واقعات کو وسیع اور مکمل نظر سے دیکھ سکینگے بلاشک و شبہ ان کا صحیح اندازہ لگا سکینگے اور مفصل طریقہ سے ان الٰہی پیغاموں کے اسباب و قرائن اور نتائج بیان کر سکینگے جو بلاشک اپنی وسعت و تاثیر میں نوعِ انسان کی دینی تاریخ میں ثانی یا نظیر نہیں رکھتے۔ (باقی)

—— (ترجمہ از انگریزی) وَرلڈ آرڈر امریکا اگست ۱۹۴۱ء (مترجم عباس علی بٹ۔ بی۔ اے) ——

نظم — دِل

(۱)
رہتا ہے اب تو شام و سحر بس یہی خیال
کس طرح سے مِٹے گا مرا اضطرابِ دِل

(۲)
پیتا ہوں جامِ چشم میں بھر کر شرابِ اشک
کھاتا ہوں طشتِ سینہ میں دھر کر کبابِ دِل

(۳)
دشتِ بَلا میں آج اکیلا میں رہ گیا
گھبرا کے ساتھ چھوڑ گئے ہیں جنابِ دِل

(۴)
یوں تو بہت سے ظاہر و باطن کے ہیں عذاب
بڑھکر ہر اک عذاب سے ہی یہ عذابِ دِل

(۵)
ہوتی ہے پُرضیا مری ہستی کی کائنات
ہوتا ہے جب طلوع مرا آفتابِ دل

(۶)
مشکل نہیں جہان میں صورت کا انتخاب
دشوار ہو رہا ہے مگر انتخابِ دِل

(۷)
ہم جنتِ وصال میں جائیں گے شاد شاد۔ کھُل جائیگا کلیدِ محبت سے بابِ دل

جلوۂ طور و ندائے ظہور

حضرت بہاء اللہ کی الواحِ مقدسہ میں سے ایک "لوحِ عندلیب" مجموعۂ اقدس والواح میں مطبوعہ موجود ہے۔ تحقیق وعرفان کے شائقین کے لئے ذیل میں "لوحِ عندلیب" سے چند آیات اقتباس کرکے درج کی گئی ہیں۔ اُردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ قلوب وارواح کو کیفِ روحانی حاصل ہوگا۔ (مدیر)

هٰذا یومٌ فیه تشرّف کلّ شئ بانوار الظّهور ولکنّ القوم اکثرهم من الغافلین ٥ انّ الطّور ینادی امام الظّهور ویدع الکلّ الی مطاف المرسلین ٥ فانظر فی النّاس ومقاماتهم انّهم کانوا ان ینتظروا فی اللّیالی والایّام من وُعِدُوا به من قبل فی کتاب الله فلمّا اتی الوقت وظهرت رایة الظّهور اعرضوا عن الله العزیز الحمید ٥

یہ وہ زمانہ ہے جس میں ہر چیز ظہور کے انوار سے مشرّف ہوئی ہے۔ مگر اکثر آدمی غافل ہیں۔ ظہور کے آگے آگے طور ندا بلند کر رہا ہے اور سب کو اُس مقام کی طرف بُلا رہا ہے جہاں خدا کے فرستادہ طواف کر رہے ہیں۔

لوگوں کو دیکھو اور ان کے درجاتِ عرفان پر نظر کرو۔ وہ رات دن اپنے اُس موعودِ برحق کا انتظار کرتے تھے جس کا پہلے سے انھیں کتابِ الٰہی میں وعدہ دیا گیا تھا۔ جب وقت آپہنچا اور ظہور کا جھنڈا بلند ہوگیا تو ان لوگوں نے خدائے عزیز و حمید سے مُنہ پھیر لیا۔

فاخرجوا من بیوت الظّنون والاوهام لعمری قد اتت الایّام الّتی تزیّنت بذکرها الزّبر والالواح ٥

اے لوگو! اب تم شبہات واوہام کے گھروں سے باہر نکل آؤ۔ خدا کی قسم وہ دن آگئے جن کے ذکر سے کتابیں اور الواح مزیّن ہیں۔

قُل هٰذا یومٌ بشّر به محمّد رسول الله من قبل ومن قبله الانجیل والزّبور ٥ اتّقوا الله یا قوم ولا تنکروا هٰذا الفضل الّذی احاط الغیب والشّهود ٥ دعوا ما عندکم وخذوا ما عند الله کذالک یأمرکم مطلع الوحی فی هٰذا اللّوح المسطور ٥

یہ وہی زمانہ ہے جس کی محمد رسول اللہ نے اور اُن سے پیشتر انجیل و زبور نے بشارت دی تھی۔ لوگو! خدا سے ڈرو اور اس فضل کا انکار نہ کرو جو تمام غیب و شہود پر محیط ہوگیا ہے۔ اپنے پاس کی چیزوں کو چھوڑ دو اور خدا کے پاس کی چیزیں لے لو۔ اس لوحِ مسطور میں مطلعِ وحی تمھیں اسی طرح حکم دے رہا ہے۔

من الناس من اراد ان یطفی نور اللہ قل تباً لك یا ایھا الغافل البعید ○ انہ وضع امرہ علی اساس ثابت راسخ متین ○ لا تزعزعہ ارياح العالم ولا اشارات الامم كذلك قضى الامر فی لوح حفیظ ○

بعض لوگ چاہتے ہیں کہ خدائی روشنی کو بجھا دیں۔ کہدو کہ اے حق سے غافل اور دور! تیرے لئے تباہی ہے۔ خدا نے اپنے امر کو پائیدار، پختہ، مضبوط بنیاد پر قائم کیا ہے جسے تمام جہان کی تیز ہوائیں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں اور تمام قوموں کے اشارات اُسے جنبش نہیں دے سکتے۔ محفوظ لوح میں اسی طرح حکم قطعی دیا جا چکا ہے

قل قد ظهر ما لا ظهر فی العالم۔ اسمعوا یا قوم نداء من ینطق بین الامم ایاکم ان تحجبكم شئونات الخلق عن الحق دعوهم بانفسهم واقبلوا الی العزیز الحمید ○

کہدو کہ اب وہ کچھ ظاہر ہوا ہے جو عالم میں پہلے ظاہر نہ ہوا تھا۔ اے لوگو! اُس منادی کی ندا سنو جو تمام اقوامِ عالم کے درمیان ہو کر بول رہا ہے۔ خبردار تمھیں خلق کی حالتیں حق سے محجوب نہ کر دیں۔ اُن لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور تم خدائے عزیز و حمید کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔

یا اهل الارض لا تجعلوا دین اللہ سبباً لاختلافكم انہ نزل بالحق لاتحاد من فی العالم اتقوا اللہ و لا تكونوا من الجاهلین ○ طوبیٰ لمن یحب العالم خالصاً لوجہ ربہ الكریم ○

اے تمام روئے زمین کے باشندو! خدا کے دین کو اپنے اختلاف کا ذریعہ نہ بناؤ۔ وہ تو واقعی تمام جہان والوں میں اتحاد کرانے کے لئے نازل ہوا ہے۔ خدا سے ڈرو اور جاہل لوگوں میں سے نہ ہو۔ مبارک ہے وہ جو محض اپنے پروردگار بزرگ کی رضا کے لئے تمام عالم سے محبت رکھتا ہے۔

قد جئنا لاتحاد من علی الارض واتفاقهم یشهد بذلك ما ظهر من بحر بیانی بین عبادی ولكن القوم اكثرهم فی بُعدٍ مبین ○

ہم تمام اہلِ جہان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے آئے ہیں۔ بندوں کے درمیان جو کچھ ہمارے دریائے بیان سے ظاہر ہوا وہ اس بات کا گواہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ حق سے نہایت ہی دور ہیں۔

قد منعتم عن النزاع والجدال فی كتاب اللہ رب العرش العظیم ○ تمسكوا بما تنتفع بہ انفسكم واهل العالم كذلك یامركم مالك القدم الظاهر بالاسم الاعظم

انہٗ لھو الآمر الحکیم ہ

خداوندِ عرشِ عظیم کی کتاب میں تمھیں لڑائی جھگڑے سے منع کیا گیا ہے۔ اُن کاموں کو مضبوط تھامو جن سے تمھیں اور تمام اہلِ جہان کو فائدہ ہو۔ وہ مالکِ قدم تمھیں اسی طرح حکم دیتا ہے جو اسمِ اعظم کے ذریعے ظہور فرما ہے۔ یقیناً وہ آمرو حکیم ہے۔

قل یا ملأ الارض اتقوا اللہ ولا تتبعوا اھوائکم اسرعوا الی البحر الاعظم الذی ماج بین العالم بسلطانٍ غلب العٰلمین ہ

کہدے اے زمین والو! خُدا سے ڈرو اور اپنی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اُس بحرِ اعظم کی جانب تیزی سے قدم بڑھاؤ جو عالم میں ایسی قوت سے موجزن ہے جس کا غلبہ تمام کائنات پر ہے۔

قُل یا ملأ الارض تاللہ قد مرت سفینۃ اللہ علیٰ بحر البیان وانھا تمر علی البر والبحر لو انتم من العارفین ہ تمسکوا بھا باسم اللہ ربکم انہٗ ینجیکم فضلاً من عندہٖ انہٗ لھو الغفور الکریم ہ

کہدے اے روئے زمین کے لوگو! خدا کی قسم کشتیِ الٰہی دریائے بیان پر رواں ہے اور وہ برّ و بحر میں سب جگہ ہوکر گذر رہی ہے۔ کاش تم پہچاننے والوں میں سے ہوتے۔ اپنے پروردگار خدا کا نام لے کر اس کو خوب مضبوط تھام لو۔ وہ اپنا فضل کر کے تمھیں نجات بخشے گا۔ یقیناً وہ غفور و کریم ہے۔

یا قلم الاعلیٰ قُل بندائی الاحلیٰ انجذبت الاشیاء وباسمی الابھیٰ ماج بحر الاسماء وھاج عرف اللہ المھیمن القیوم ہ قُل ھٰذا الظھور رجع حدیث الطور و نفخ فی الصور و قام العباد للہ العزیز الودود ہ

اے قلمِ اعلیٰ کہدے کہ میری میٹھی آواز سے تمام چیزیں میری طرف کھچ آئی ہیں اور میرے الابھیٰ نام سے تمام ناموں کا سمندر موجزن ہوا ہے اور خدائے مہیمن و قیوم کی خوشبو چاروں طرف پھیل گئی ہے۔ کہدے کہ اس ظہور سے طور کا واقعہ دوبارہ ظاہر ہو گیا۔ اور صور پھونک دیا گیا اور بندے اپنے پیارے محبت کرنے والے خدا کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

ضع سوائی وخذ کتابی کذلک یأمرک لسان عظمتی من ھٰذا المقر الذی لا یریٰ فیہ الا اللہ مالک الوجود ہ

میرے ماسوا کو الگ رکھ دو اور میری کتاب کو تھام لو۔ میری زبانِ عظمت یہی حکم دے رہی ہے اس جلوہ گاہ سے جس میں مالکِ ہستی خدا کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

قُل انّه اتی بحجة الله وبرهانه وینطق فی کلّ الاحیان الملك لله العلیم الخبیر ٥

کہدے۔ یہ ظہور خدائی حجت . برہان لے کر آیا ہے اور ہردم یہی کہتا ہے کہ تمام مُلک خدائے علیم وخبیر کا ہی ہے۔

انّه یدع الکل الی البحر الاعظم ولکنّ الامم اکثرهم من المعرضین ٥

یہ ظہور سب کو بحرِ اعظم کی طرف بُلا رہا ہے لیکن اکثر قومیں روگردان ہیں۔

قُل یا ملأ الفرقان قد اتی الرحمٰن بسلطانٍ مشهود ٥

کہدے اے قرآن والو! رحمٰن ایک صاف نظر آتی ہوئی قوت وقدرت کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔

قل یا ملأ الانجیل قد فتح باب السمآء واتی من صعد الیها وانّه ینادی فی البرّ والبحر ویبشّر الکل بهذا الظهور الّذی به نطق لسان العظمة قد اتی الوعد و هٰذا هو الموعود ٥

کہدے اے انجیل والو! آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور جو آسمان پہ چلا گیا تھا وہ پھر آ گیا۔ اور وہ بر و بحر میں ندا بلند کر رہا ہے اور سب کو اس ظہور کی بشارت دے رہا ہے جس کی نسبت زبانِ عظمت بول اُٹھی کہ وعدہ پورا ہو گیا اور آنے والا موعود یہی ہے۔

قل لا تفسدوا فی الارض ولا تتبعوا اهوآءکم اتبعوا مآ اُمرتم به من لدن عالمٍ خبیرٍ

کہدے زمین پر فساد نہ کرو اور اپنی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو۔ تم اُسی حکم کی اطاعت کرو جو تمھیں علیم و خبیر خدا کی طرف سے ملا ہے۔

قُل هٰذا یوم فیه ظهر کلّ امرٍ حکیم ٥ هٰذا یومٌ قد ربح فیه المقرّبون والمشرکون فی خسرانٍ مبین ٥ هٰذا یوم ینادی الله بلسان العظمة ویدع الکل الی صراطه المستقیم ٥

کہدے یہ وہ وقت ہے جسمیں ہر ایک پر حکمت امر ظاہر و آشکار ہوا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جسمیں مقرّب لوگوں نے فائدہ اُٹھایا ہے اور مشرک صریح نقصان میں ہیں۔ یہ وہ دن ہے جسمیں خدا زبانِ عظمت سے ندا فرمارہا ہے اور سب کو اپنی صراطِ مستقیم کی طرف بُلا رہا ہے۔

قل تالله قد ظهر ما هو المسطور فی کتب الله ربّ العٰلمین ٥ انّه هو الّذی سُمّی فی التوراة بیهوه وفی الانجیل بروح الحق وفی الفرقان بالنّبأ العظیم ٥ تمسکوا یا قوم بما وعدتم به من قبل بلسان النبیّین والمرسلین ٥

کہدے خدا کی قسم۔ اللہ ربّ العٰلمین کی کتابوں میں جو لکھا ہوا تھا وہ ظاہر ہو گیا ہے۔ یہی ہے جس کا نام تورات میں یہوہ اور انجیل میں روح الحق اور قرآن میں نبأ عظیم ہے ۔۔۔ لوگو! انبیاء و مرسلین کی زبانی جس کا تمھیں

پہلے سے وعدہ دیا گیا تھا اُسے مضبوطی سے تھام لو۔

ایاکم ان تمنعکم الواح النّار عن المختار وکتاب السجّین عن الحق المبین ٥

خبردار۔ الواحِ نار تمھیں خداوندِ مختار کی جانب متوجہ ہونے سے نہ روک دیں اور کتابِ سجین تمھیں صریح حق سے محروم نہ کردے (الواحِ نار اور کتابِ سجین سے مراد امراللہ کے مکذبین و معاندین کی کتابیں ہیں جو انھوں نے امرِ حق کے خلاف لکھی ہیں یا آئندہ لکھینگے)

لعمری هٰذا یوم التربح ولکن القوم لا یشعرون ٥ وهٰذا یوم القیام ولکن الناس هم لا یفقهون ٥ نعیما لمن اشتعل الیوم بنار محبة الله و ویل لکل غافل محروم ٥

اپنی زندگانی کی قسم! یہ دن فائدہ اٹھانے کا ہے مگر قوم بے خبر ہے۔ یہ اُٹھ کھڑے ہونے کا وقت ہے لیکن لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ کیا ہی خوش حال ہے وہ انسان جو آج محبتِ الٰہی کی آگ سے بھڑک اٹھا اور ہر ایک غافل محروم پر افسوس

قد ارتفعت الصیحة بالحق وسجد البرهان لوجه الرحمن و طافت الحجة حول عرشی العظیم ٥

آوازۂ حق بلند ہوگیا اور دلیل و برہان جلوۂ رحمٰن کے روبرو سر بسجود ہے اور حجت میرے عرشِ عظیم کا طواف کر رہی ہے۔

ایاك ان یمنعك ذکر عن الذکر الاعظم او یحجبك شیٔ عن مشرق الآیات ٥

خبردار۔ کوئی بھی ذکر تمھیں اس ذکرِ اعظم سے نہ روکے اور کوئی بھی چیز تمھارے اور اس مشرقِ آیات کے درمیان حجاب حائل نہ ہونے پائے

قل هٰذا یوم الفرح الاعظم وانتم لا تشعرون ٥ قد ماج بحر العلم امام عیونکم وانتم لا تبصرون ٥ قل قد فتح باب فردوسی الاعلیٰ ولکن الناس عنه معرضون ٥

کہدے یہ بڑی فرحت و مسرت کا دور ہے اور تم بے خبر ہو۔ علم کا سمندر تمھاری آنکھوں کے سامنے موجزن ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ کہدے میری فردوسِ اعلیٰ کا دروازہ کھل گیا ہے مگر لوگ اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

قل یا قوم انه لا یشار باشاراتکم ولا یمشی فی طرقکم قد ظهر بالحق واظهر صراطه المستقیم وانه لهو المذکور فی صحف القبل والموعود فی کتب الله رب العٰلمین ٥

کہدے کہ اے قوم! وہ تمھارے اشارات و خیالات سے بالا تر ہے اور وہ تمھاری راہوں پر نہیں چلتا۔ وہ حق و حقیقت کے ساتھ نمودار ہوا ہے اور اس نے اپنا سیدھا راستہ ظاہر و آشکار کردیا ہے۔ یقیناً یہی ہے جو پہلے صحیفوں میں مذکور اور خدائے رب العٰلمین کی کتابوں میں موعود تھا۔

قل انا وضعنا العلم لیهدی الناس الی صراط الله العلی العظیم۔ طوبیٰ لعالم به وجد عرف المعلوم واقبل الی الافق الاعلیٰ بیقین مبین ٥

کہدے بلاشک ہم نے علم کو اسی لئے مقرر کیا ہے کہ لوگوں کو خدائے برتر و بزرگ کی راہ دکھائے۔ اس عالم کو مبارکباد جس نے

علم کے ذریعے حقِ معلوم کی خوشبو پائی اور نمایاں یقین کے ساتھ افقِ اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

قل یا قوم قد اتیٰ یوم القیام قوموا عن مقاعدکم وسبحوا بحمد ربکم العلیم الحکیم ۝

کہدے اے قوم! قیام کا زمانہ آگیا۔ اپنی نشستگاہوں سے کھڑے ہوجاؤ اور اپنے پروردگار علیم وحکیم کی حمد وثنا میں تسبیح وتقدیس کرو۔

قد ارتفعت الصیحۃ واتت الساعۃ وظہرت القارعۃ ولکن القوم فی حجاب مبین ۝

ندائے حق بلند ہوگئی۔ مقررہ ساعت آگئی۔ دل ہلادینے والی حالت ظاہر ہوگئی۔ لیکن قوم ابھی تک ایک نمایاں پردۂ غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔

قل یا قوم لا تفسدوا فی الارض ولا تسفکوا الدمآء ولا تأکلوا اموال النّاس بالباطل ولا تتبعوا کل ناعق رجیم ۝

کہدے اے قوم! ملک میں فساد نہ کرو اور خونریزی نہ کرو۔ اور ناجائز طریق پر لوگوں کے مال نہ کھاؤ اور کسی چیخنے والے راندۂ درگاہ کی پیروی نہ کرو۔

قوموا علیٰ خدمۃ الامر وذکر النّاس بیوم اللہ وظہورہ بالحکمۃ التی انزلناہا فی کتاب مبین ۝

امراللہ کی خدمت پر کمربستہ ہوکر کھڑے ہوجاؤ اور لوگوں کو یوم اللہ اور اس کے ظہور کی خبر وفہمائش کرو اُس حکمت ودانائی کے ساتھ جو ہم نے کتابِ مبین میں نازل کی ہے ؎

قل ایاکم ان تمنعکم الشئونات الفانیہ عن مالک البریہ دعوا ما عندکم وخذوا ما اُمرتمُ بہ بقوّۃ من لدی اللہ المقتدر القدیر ۝

کہدو خبردار۔ فانی حالات تمھیں مالکِ جہان کے قرب سے نہ روکیں۔ اپنی باتیں چھوڑدو اور خدائے مقتدر وقدیر کی جانب سے جن باتوں کا تمھیں حکم دیا گیا ہے وہ اختیار کرلو۔

البہآء علیکم وعلیٰ امائی اللائی اقبلن وسمعن واجبن مالک یوم الدین

الحمد للہ رب العٰلمین

تم پر اور میری اُن کنیزوں پر جنھوں نے متوجہ ہوکر مالکِ یومُ الدّین کا حکم سُنا اور قبول کیا چمکتی ہوئی روشنی اور عنایت۔

تمام حمد وثنا خدائے رب العٰلمین کے لیے مخصوص ہے

ڈان بریکرز یا مطالعُ الانوار

دیباچہ

امر بہائی نے دنیا میں اچھی شہرت حاصل کرلی ہے۔ اور وقت آگیا ہے کہ نبیل کا یہ بےنظیر مقالہ جو آپ نے تاریک ایران میں اس امر کے آغاز کے بارے میں لکھا ہے بہت سے ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ تاریخی واقعات جو آپ نے نہایت تندہی اور دیانت داری سے لکھے ہیں غیر معمولی حیثیت رکھتے ہیں مقالہ کی دل ہلا دینے والی عبارات اور اس کے اصل مضمون کی شوکت نہ صرف تاریخی لحاظ سے ہی بےنظیر ہیں بلکہ ان کی اخلاقی قوت بھی بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ اس کی علمی حیثیت بہت بلند ہے اور جوں جوں ہم اسے پڑھتے جاتے ہیں اس کی روشنی تیز تر ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین آدھی رات میں سورج کی روشنی پھوٹ پڑی ہے۔ ساری کی ساری کتاب جد و جہد اور شہادت کے واقعات سے مملو ہے۔ اس کے دل ہلا دینے والے منظر اور اس کے خون آلود واقعات صفحہ صفحہ پر موجود ہیں۔ بدکاری۔ مذہبی دیوانگی اور جور، صلح و اصلاح کے امر کو برباد کرنے کے لئے مل کر کمربستہ ہوتے ہیں۔ اور کتاب کی موجودہ جلد کا خاتمہ اس مقام پر ہوتا ہے جہاں نفرت کا طغیان اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا معلوم ہوتا ہے یعنی ایران کا ہر مرد۔ عورت اور بچہ جو حضرت باب کی تعلیمات کی طرف ذرا بھی جھکا ہوا ملا وہ یا تو جلاوطن کر دیا جاتا ہے یا موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔

نبیل نے جس نے کہ بہت سی وہ واقعات جنھیں وہ بیان کرتا ہے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے ان مردوں اور عورتوں کے بارے میں جن پر یہ ظلم ڈھائے گئے تھے اور اس امر کے بارے میں جس کا اس بےرحمی سے تعاقب کیا گیا تن تنہا سچے اور صحیح واقعات لکھنے کے لئے اپنی قلم اٹھائی۔

آپ کا طرز تحریر عموماً سادہ ہے مگر جہاں کہیں آپ کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوا ہے وہاں آپ کا بیان زوردار اور جوشیلا ہوگیا ہے آپ حضرت بہآء اللہ اور اُن کے پیشرو کے دعاوی کو کسی خاص قاعدے سے بیان نہیں کرتے۔ آپ کا مقصد صرف امر بہائی کے آغاز کے واقعات کو نہایت سادگی سے پیش کرنا اور اس کے اوّلین علمبرداروں کے کارناموں کو محفوظ کرنا ہے۔ آپ واقعات کا ایک سلسلہ بیان کرتے ہیں اور ہر واقعہ کی تائید میں نہایت کوشش کے ساتھ اسناد پیش کرتے ہیں اس لئے آپ کی کتاب اگرچہ علمی اور ادبی نقطۂ نظر سے کم درجہ کی ہو مگر اس کا درجہ اس بات میں بالکل لاثانی ہے کہ یہ امر بہائی کی تاریخ کے اوّلین واقعات کو لفظ بلفظ جیسا کہ آپ نے خود انھیں دیکھا تھا یا دیگر معتبر ذرائع سے سُنا تھا پیش کرتی ہے۔

آپ کی تاریخ کے خاص خاص عنوان (حضرت باب کی شجیع و مقدس شخصیت جو اگرچہ حلیم و متین تھے مگر جوش سے پُر۔ اولوالعزم اور دلیر تھے۔ آپ کے پیرؤوں کی فداکارانہ عقیدت جنھوں نے ظلم و ستم کو نہ صرف بےنظیر حلم و ہمت سے برداشت کیا بلکہ اکثر اوقات نہایت خوشی اور شوق سے اسے سہا۔ ایک حاسد طبقۂ علماء کا غضب و غصہ جنھوں نے اپنے مطلب کے لئے خون کے پیاسے عوام کو بھڑکایا) یہ سب ایسی [illegible]

زبانِ حال سے گویا ہیں کہ انھیں سب سمجھ سکتے ہیں۔ مگر اس تاریخ کو کماحقہٗ سمجھنا یا اس کام کی اہمیت کا جو حضرت بہآء اللہ اور آپ کے پیشرو نے کیا صحیح صحیح اندازہ لگانا اس وقت تک محال ہے جب تک ہم ایران کی حکومت اور ملت، اس کے لوگوں کی رسومات اور وہاں کے حُکام اور رعیت کی اخلاقی حالت کو نہ سمجھ جائیں۔ نبیل نے اپنی تاریخ کو یہ سمجھکر لکھا ہے کہ اس کے ناظرین اِن حالات سے واقف ہیں۔ اُس نے شاہِ ایران اور سُلطانِ ترکی کی بادشاہتوں کے باہر کہیں سفر نہ کیا تھا۔ اس لئے اسے یہ خیال بھی نہ آیا کہ اپنے اور غیر ممالک کے تمدن کا مقابلہ کرے اس کا مطمحِ نظر مغرب کے لوگ نہ تھے۔ اگرچہ وہ یہ جانتا تھا کہ جو مواد اس نے جمع کیا ہے وہ قومی یا اسلامی اہمیت سے کہیں بڑھ کر ہے اور جلد ہی یہ مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا، اور ساری دُنیا کو گھیر لیگا۔ مگر پھر بھی وہ مشرقی تھا اور مشرقی زبان میں اُن لوگوں کے لئے لکھ رہا تھا جن کی وہ مادری زبان تھی۔ یہ بے نظیر کام جو اُس نے ایسی وفاداری سے کیا خود ایک بہت اہم اور بہت محنت طلب کام تھا۔

خوش قسمتی سے زبانِ انگریزی میں اُنیسویں صدی کے ایران کے بارے میں بہت سی کتابیں موجود ہیں جو مغربی ناظرین کو اس مضمون پر کافی اطلاع بہم پہنچاتی ہیں۔ فارسی کتابوں سے جن کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ لارڈ کرزن۔ سر جے میلکم اور بہت سے دوسرے یورپین سیاحوں کی کتابیں اُن حالات کی بھیانک مگر ہو بہو اور صاف تصویر ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں جن سے حضرت باب کو جب انھوں نے اُنیسویں صدی کے وسط میں امر کا اعلان فرمایا دوچار ہونا پڑا۔

تمام کے تمام عینی شاہد متفقًا بیان کرتے ہیں کہ ایرانی لوگ کمزور اور پسماندہ قوم تھے جو فاسد کاموں اور زبردست تعصبات کے سبب خود اپنے آپ میں بٹے ہوئے تھے۔ نااہلیت اور عُسرت جو اخلاقی پستی کا نتیجہ ہیں ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک کوئی بھی ایسا نہ تھا جسمیں اصلاحات کے طریقوں کو جاری کرنے کی قابلیت ہو یا جو ملک کے حالات کو بہتر بنانے کی کچھ زوردار خواہش بھی رکھتا ہو۔ قومی تکبر انھیں شیخی آمیز خودستائی کا سبق دیتا تھا۔ ایک مُردہ سکون سب چیزوں پہ چھایا ہوا تھا۔ اور ایک عام دماغی سکت کی حالت نے ترقی کو ناممکن بنایا ہوا تھا۔

تاریخ کے پڑھنے والے کے لئے اس قوم کا انحطاط جو کسی وقت طاقتور اور ارجمند تھی نہایت ہی تاسف انگیز تھا۔ حضرت عبدالبہآء جو باوجود اُن سب مظالم کے جو اس قوم نے حضرت بہآء اللہ، حضرت باب اور خود آپ پر کئے اپنے ملک سے محبت رکھتے تھے۔ ان کی اس تذلیل کو "تعزیۂ قوم" کہا کرتے تھے۔ اور اپنی کتاب "مدنیہ" میں جسمیں آپ نے اپنے اہلِ وطن کے قلوب کو کامل و اساسی اصلاحات کے جاری کرنے کی ترغیب دی ہے اس قوم کی موجودہ حالت پر پُرجوش اور رقت آمیز نوحہ کیا ہے۔ جس کی فتوحات ایک زمانہ میں مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلی ہوئی تھیں اور جو نوعِ انسان کے تمدن کی بنیاد ڈالنے میں سب سے اول صف میں گنی جاتی تھی آپ لکھتے ہیں کہ ہمیں شک نہیں کہ پہلے زمانہ میں ایران قلبِ عالم تھا اور یہ قوم دوسری قوموں کے درمیان ایک روشن شمع کی طرح تھی۔ نوعِ انسان کے اُفق سے اس کا نور و اقبال صبحِ صادق کی طرح چمکتا تھا جو علم کی روشنی کو پھیلاتا اور مشرق و مغرب کی قوموں کو روشن کرتا تھا۔ اس کے سلاطینِ فاتح کی شہرت کا آوازہ دنیا کے اس سرے سے اُس سرے کے رہنے والوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے شہنشاہوں کے جلال نے یونان اور روما کے حکمرانوں کو نیچا دکھایا۔ اُس کی سیاسی حکمتِ عملی دانایانِ جہان کو مرعوب کرتی اور دنیا کے حکمران اس کی سیاسی تدبیر کے مطابق قوانین مرتب کرتے۔ ساری دنیا کی قوموں میں ایرانی "فاتحین کے فاتح" مشہور تھے اور اپنے علم و تمدن کے لئے بجا طور پر سراہے جاتے تھے۔ ان کا ملک تمام علوم و معارف کا مشہور مرکز۔

تمدن کی کان اور نیکیوں کا سرچشمہ تھا .... اب کیا ہوا کہ اس اعلیٰ ترین ملک نے کاہلی سستی اور لاپرواہی کے سبب علم وتنظیم کے فقدان سے اس کے لوگوں میں جوش و خروش کے نہ ہونے سے اپنے اقبال کے نور کو مدھم اور بجھنے کے قریب قریب کر دیا ہے۔

دوسرے مصنفین نے اُن رنجیدہ حالات کا جن کی طرف حضرت عبدالبہا اشارہ کرتے ہیں پورا پورا حال لکھا ہے۔

حضرت باب کے اعلان کے وقت بقول لارڈ کرزن ایرانی حکومت علماء وقت کے ہاتھ میں تھی۔ رسماً تو یہ مذہبی حکومت تھی مگر حقیقت میں یہ بے نام و ننگ قوم۔ بیرحم اور فاسد الاخلاق تھی۔ اس کی بنیاد مسلمانی کٹرپن پر تھی۔ جو حکومت اور لوگوں کی معاشرتی زندگی میں رچا ہوا تھا۔ کوئی قانون و آئین نہ تھا۔ نہ کوئی ایسی شخصیت ہی تھی جو رفاہِ عام کے کاموں کی سربراہ ہوتی۔ اس میں نہ تو کوئی ایوانِ اُمرا ہی نہ تھا نہ کوئی پریوی کونسل تھی۔ نہ کوئی مجلسِ علما تھی اور نہ کوئی پارلیمنٹ تھی۔ شاہ خود مختار تھا اور اُس کی بے آئین حکومت کا اثر تمام افسرانِ حکومت یعنی وزرار اور گورنروں سے لے کر ایک معمولی کلرک حتیٰ کہ ایک گاؤں کے چودھری سے بھی ظاہر ہوتا تھا۔ کوئی دیوانی عدالت قائم نہ تھی جو بادشاہ کی طاقت کو روکتی یا اس پر کوئی ترمیمی اثر ڈالتی۔ نہ اُن اختیارات کی اصلاح کرنے کے لئے جو وہ اپنے ماتحت افسروں کو دینا چاہے کوئی تنظیم تھی۔ اگر کوئی قانون تھا تو یہ بادشاہ کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات تھی۔ بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا کر سکتا تھا۔ جسے چاہتا وہ وزیر، حاکم اور افسر و منصف مقرر کرتا۔ اور جسے چاہتا اُسے برخاست کر دیتا تھا۔ زندگی اور موت کا اختیار اس کے ہاتھ میں تھا۔ اپنے گھرانے اور اپنے دربار کے فوجی یا غیر نظامی جس فرد کو چاہتا مروا دیتا اور اس کے حکم کے خلاف کوئی اپیل نہ تھی۔ کسی کی جان لے لینے کا حق اُسے حاصل تھا۔ اور اسی طرح حکومت کے سب شعبے مثلاً قانون سازی۔ قوۃ اجرائیہ اور قوۃ قضائی سب کے سب صرف اس کے ہاتھ میں تھے۔ اس کے شاہانہ امتیازی حق کے لئے کوئی تحریری قید یا حد مقرر نہ تھی۔

شہزادے سارے ملک بھر میں سب سے اچھے اور سب سے زیادہ پُرمنفعت عہدوں پر زبردستی لگا دیئے جاتے تھے اور جوں جوں نسل بڑھتی گئی انھوں نے بے شمار چھوٹے چھوٹے عہدوں پر بھی قبضہ جما لیا۔ حتیٰ کہ مُلک ان شاہی نکھٹوؤں کے بوجھ سے دب گیا۔ ان عیش پرست اور تن پرور شہزادوں کا ان عہدوں پر سوائے اسکے کہ وہ شاہی خاندان سے تھے اور کوئی حق نہ تھا۔ یہ ملک میں دور و نزدیک ہر جگہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ اسی لئے ایران میں یہ مثل مشہور ہوگئی تھی کہ "اونٹ۔ کھٹمل اور شہزادے ہر جگہ موجود ہیں"

بادشاہ اگر کبھی کسی مقدمہ کا جو اس کے سامنے لایا جاتا، منصفانہ فیصلہ کرنا چاہتا تھا تو وہ ایسا نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ان اطلاعات پر جو اسے بہم پہنچائی جاتی تھیں، بھروسہ نہ کر سکتا تھا۔ یا تو ضروری باتیں اُس تک پہنچتی ہی نہ تھیں یا واقعات کو رشوت خور افسروں اور علاقہ مند گواہوں کے ذریعے توڑ مروڑ کر اُس تک پہنچایا جاتا تھا۔

(باقی آئندہ)

جہانِ حق میں نئی خلق

جب کوئی پیغمبر آتا ہے لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔ وہ تعجب کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہی یہ شخص پیغمبر ہو گیا۔؟ قومی موت کا دماغوں پر کچھ ایسا مایوس کن اثر ہوتا ہے کہ کسی عظیم ہستی کا مبعوث ہو جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قدرت اپنا کام کئے بغیر نہیں رہتی۔ نئی زندگی کا صور پھونکنے والا انسان اپنے وقت پر پیدا ہو کر رہتا ہے۔ مُردہ قوم کے قالب میں نئی رُوح آتی ہے خاکِ مذلت پر سونے والے جاگ اُٹھتے ہیں۔ ایک نیا حشر برپا ہوتا ہے۔ ہل چل مچتی ہے۔ انقلاب آتا ہے۔ آسمان زمین بدل جاتے ہیں۔ زندگی کی نئی کتاب کھُلتی ہے۔ نیا پروگرام شروع ہوتا ہے۔ جو لوگ نئی تنظیمِ الٰہی کو قبول کرتے ہیں زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ صداقت سے بے رُخی کرتے ہیں اُلجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ دورِ جدید میں ہدایت کا آسمانِ وسیع لوگوں کے سروں پر بلند ہو جاتا ہے۔ تازہ اصلاحات کی زمین اُن کی نظروں کے سامنے پھیل جاتی ہے۔ صدق و استقامت کے پہاڑ قائم ہو جاتے ہیں۔ مفید تحریکات کی کشت زار لہلہاتی ہے مدہوشوں کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں عقلیں روشن ہوتی ہیں۔ حقائق کے چمنستان مہکنے لگتے ہیں۔ آسمانی پانی سے مرا ہوا دلیس جی اُٹھتا ہے۔ لوگ نئی زندگی پاتے ہیں۔ نئی پود ترقیات کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سچے پیغمبر کو جھوٹا کہتے ہیں گذشتہ زمانے میں بھی بہت سی قوموں نے سچے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قومیں تباہ ہو گئیں۔ اُن پر خدا کا قہر نازل ہوا۔ اور جن لوگوں نے پیغمبروں کا کہا مانا وہ عزت اور ترقی پا گئے۔ یہ خدا کا قانون ہے۔ پیغمبروں کا آنا اور نئی اُمت کا برپا ہونا ایک قدرتی کام ہے جو اب تک ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ پہلے بھی خدا نے بہت سے پیغمبر بھیجے اور بہت سی اُمتیں پیدا فرمائیں تو کیا اب وہ اس کام سے تھک گیا ہے؟ جو نیا پیغمبر اور نئی اُمت نہ بنائے؟ توبہ توبہ! وہ ذاتِ پاک اپنے کاموں میں تھکنے اور مُعطل ہو جانے سے مقدس و منزہ ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہی لوگ جو اس قسم کی نئی پیدائش کے منکر ہیں اب بھی ایسی نئی پیدائش کے زیر اثر ہیں۔ عالَم میں نئی آفرینش کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ دورِ جدید کی لہریں اُٹھ رہی ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں یہ سب لوگ جدت کی فضا سے متاثر ہو رہے ہیں۔

وہ خدا جس نے انسان کو بنایا ہے انسان کی طبعی و فطری اقتضاء کو خوب جانتا ہے اور اُس کے جذبات و خیالات سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اس کے روحانی ولولے اور نفسانی وسوسے سب خدا کی نظر میں ہیں۔ وہ انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔ وہ انسان کی ظاہر اور پوشیدہ تمام حرکات و سکنات کا علم رکھتا ہے۔ جو آدمی اچھی بات کو شوق سے قبول کرتا ہے خدا اُسے بھی جانتا ہے اور جو آدمی دلی خواہش کر بُری بات اختیار کرتا ہے وہ بھی خدا کے سامنے ہے۔ اور جو بولنے والا کوئی بات بولتا ہے خدا سب کچھ سُنتا ہے۔ اور پوری نگرانی سے اُس کے اثر کا انسان کے اندر ہی ذخیرہ کر دیتا ہے بلکہ وہ اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے۔ اثر لینے اور دینے کا قانون دنیا میں تسلسل قائم ہے۔ اسی سے یہ عمل رونما ہوتا ہے کہ جب کوئی پیغمبرِ برحق آتا ہے تو بہت سے لوگ جو حق پرست ہوتے ہیں صداقت پر فدا ہو جاتے ہیں اور بادۂ حق سے ایسے سرمست

ہو جاتے ہیں کہ اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو حق کی جستجو میں سست بلکہ مردہ ثابت ہوتے ہیں۔ وہ حقیقت سے ناآشنا رہ کر ابدی زندگی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اہلِ حجاب راہِ حق میں جانبازی سے گریز کرتے ہیں۔ پر اہلِ ایمان انکارِ حق سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ جب حکم الٰہی سے نئی بعثت کا صُور پھونک دیا جاتا ہے تو لبیک کہنے والے رضائے محبوب کی جنتِ فردوس میں داخل ہوتے ہیں اور اعراض و انکار کرنے والے اپنے اعمال کی پاداش میں موردِ غضب ہوتے ہیں۔ اور دیکھو تمام لوگ عذاب یا ثواب کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ جو راستباز ہیں وہ گلشنِ کامیابی کی طرف اور جو ناراست ہیں وہ آتشِ ناکامی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں اور ہر شخص کو اس کا خیال اپنی متعلقہ سمت کی جانب کھینچے لئے جا رہا ہے۔ نیکوں کا خیال نیکی کی طرف اور بدوں کا خیال بدی کی طرف ڈھکیل رہا ہے اور ہر نیک و بد کا اچھا اور برا عمل اس کی باطنی کیفیت کا سچا گواہ بنا ہوا ہے۔ اب جو حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسکی چشمِ بصیرت کھل جاتی ہے اور نظر تیز ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھی نیک انسان بھی خوش ہو کر یہی کہنے لگتے ہیں کہ نیکی و چشمِ بصیرت ہی ہمارا فراہم کردہ سرمایۂ حیات ہے۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ یہ نعمت اس نے ہمیں عطا فرمائی۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہی دونوں (خیالِ اور عملِ) انسان کو نجات دلاتے ہیں اور یہی دونوں جہنم میں پہنچاتے ہیں۔ اعتقادِ بد اور عملِ بد جب مل جاتے ہیں تو انسان کو ناشکرا۔ ہٹ دھرم۔ شریر۔ سرکش۔ وہم پرست۔ مشرک بنا دیتے ہیں اور راہِ ہلاکت و مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں برے آدمی کے ساتھی بھی یہی کہنے لگتے ہیں کہ یہ کمبخت تو آپ ہی ڈوب گیا کوئی ہم نے تھوڑا ہی ڈبویا۔ سو حقیقت میں یہ باتیں بھی ٹھوٹھا جھگڑا ہیں۔ قدرت کا قانونِ عام ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی اٹل بات ہے۔ قدرت کا سلوک ہر شخص سے انصاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہنم منہ پھاڑے ہوئے چیختی ہے "اور لاؤ اور لاؤ" مگر کسی بےگناہ کو جہنم کے پیٹ میں نہیں ڈالا جا سکتا اور جنت تو نیک آدمیوں کے پاس ہی ہے دور نہیں۔ حق پر فدا ہونے والے، اعمال کی پوری نگرانی کرنے والے یقیناً جنتِ فردوس کے مستحق ہیں جن پر خدائے رحمٰن کی ہیبت چھائی ہوئی ہے اور وہ ایک تندرست دل رکھتے ہیں۔ وہ امن و سلامتی کے ساتھ فردوسِ بریں میں داخل ہوتے ہیں اور حیاتِ جاودانی پاتے ہیں وہاں جو کچھ چاہتے ہیں ملتا ہے بلکہ ان کے خیال سے بھی بڑھ کر بہت کچھ ہے۔ اب جو انکارِ حق پر کمربستہ ہیں ان سے پہلے ان سے بھی زیادہ زوردار ملکوں میں کارہائے نمایاں کرنے والے لوگ تھے۔ جو انکارِ حق کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے تو کیا اب یہ لوگ بچ جائینگے؟

یقیناً مذکورہ بالا بیانات میں اہلِ دل کے لئے اور کان لگا کر سننے والوں کے لئے کافی نصیحت و عبرت ہے۔ خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؐ تک دینی کائنات کے آسمان و زمین چھ دن یعنی چھ ہزار سال میں بنائے ہیں۔ ایک دن خدا کی اصطلاح میں ایک ہزار سال کا ہوتا ہے ساتواں ہزار حضرت خاتمؐ کا دور تھا جو دورِ نبوت کا آخری زمانہ ہوا اور اب اس کے بعد قیامتِ کبریٰ کا یومِ عظیم ہے جو سنہ ۱۲۶۰ھ سے شروع ہو چکا ہے جبکہ اسرافیلِ وقت حضرت سید علی محمد باب نے قیامت کا پہلا صور پھونک دیا تھا۔ اور پھر حضرت بہاء اللہ نے دوسرا صُورِ اعظم پھونکا۔ خداوندِ عالم خلق پر خلق اور امت پر امت بناتا ہے۔ اس سے کبھی تھکتا نہیں ہے۔ مگر اہلِ حجاب طرح طرح کی مایوسانہ اور معترضانہ باتیں کرتے رہتے ہیں۔ علم و ایمان والوں کو ان سے پژمردہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ نہایت استقلال سے دعوتِ حق میں مصروف رہنا چاہئے۔۔۔ وہ علم و اعتقاد کے سلسلے میں رہنا چاہئے جس سے خداوند قدوس کی شانِ عظمت و تقدیس ظاہر ہو۔ اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قانونِ الٰہی کے مطابق ہر زمین کا آفتاب جیحون

طلوع ہوتا اور اپنے مقررہ وقت تک روشنی پھیلا کر غروب ہوجاتا ہے۔ اور اسی طرح دُنیا کا ایک روحانی دن تمام ہوکر پھر نئے طور پہ آفتابِ حق مشرقِ حقیقت سے نمودار ہوتا ہے اور نیا روحانی دن نکل آتا ہے۔ اس وقت بھی حضرت بہاء اللہ کے ظہور سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے۔ یہی وہ موعود ظہورِ حق ہے جس کا ذکر خداوند عالم نے قرآن مجید میں یوں کیا تھا کہ "خوب غور سے کان لگا کر سننا جس دن منادی الٰہی عرب کے قریبی ملک سے ندا بلند کرے گا۔ اس دن لوگ آوازِ حق سُنیں گے اور یہی وقت نئی زندگی میں نکل کھڑے ہونے کا ہوگا" (ق)

چنانچہ حضرت بہاء اللہ نے عراقِ عرب سے ندائے حق بلند فرمائی۔ اور ارضِ مقدس فلسطین سے آخر دن تک ندائے الٰہی دنیا کو سناتے رہے۔ عراقِ عرب ایک طرف عرب کے ساتھ ملحق ہوکر "مکانِ قریب" ہے اور فلسطین دوسری جانب سے عرب سے متصل اور قریب ہے۔ خداوند عالم نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا۔ اب بندوں کا فرض ہے کہ وہ پوری توجہ سے ندائے حق سُنیں اور نئی زندگی میں اٹھ کھڑے ہوں۔ وعدۂ الٰہی کے مطابق قوموں کی موت و حیات کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اب حیاتِ نو کا دَور شروع ہوچکا ہے اور قابلیت کی زمین سے نئی پود نمودار ہوچکی ہے۔ نئی اجتماعیت کی بنیاد رکھدی گئی ہے۔ اقوامِ عالم میں محشرِ انقلاب برپا ہے جو بالکل ایک قدرتی کارروائی ہے۔ اس کے موافق اور خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے وہ بھی وہی ہے جو ہمیشہ ظہورِ حق کے موافق اور خلاف دنیا میں کہا جاتا رہا ہے۔ جاننے والے سب جانتے ہیں۔ یہ دعوتِ حق جبریہ نہیں منوائی جاتی۔ انشراحِ صدر اور علم و عقل سے اس کا تعلق ہے۔ اب جنھیں قانونِ قدرت اور خدائی وعدہ و وعید کا دھیان ہے اور وہ قہرِ الٰہی سے خائف ہیں انھیں کلامِ حق کے ذریعے فہمائش کی جاتی ہے تو وہ سمجھتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

محبّانہ تنبیہ و تاکید

فرق است میانِ آنکہ یارش در بر
با آنکہ دو چشمِ انتظارش بر در

وہ جو سب کا محبوبِ حقیقی ہے نہایت محبت کرتا ہے۔ اُس نے اپنی عنایت کے دروازے تمام جہان کے لئے کھول دئے ہیں وہ چاہتا ہے کہ بندے اُس کے خیمۂ فضل میں داخل ہوکر ابدی اطمینان حاصل کریں۔ نفس و ہوئی کی قید سے آزاد ہوکر پاکبازی کی فردوسِ اعلیٰ میں پہنچ جائیں۔ جس فردوس میں رحمت کے پھول مہک رہے ہیں۔ رحمانیت کی نسیم جانفزا چل رہی ہے۔ جہاں ڈالی ڈالی وحدت کے گیت گا رہی ہے۔ پتہ پتہ روحانی خوشی میں تالیاں بجا رہا ہے۔

اس گلشنِ حقیقت میں ہر دم جشنِ مسرت برپا ہے۔ محبوبِ حقیقی تاجِ ظہور سر پر رکھے ہوئے تختِ نور پہ جلوہ فرما ہے۔ غیب و شہود کے لشکر حاضر ہیں۔ روح الامین اس کے حضور میں ادب سے کھڑا ہے اور نہایت دلکش آواز میں یہ اعلان کر رہا ہے۔ مبارک ہو ملکوتِ الٰہی کا ظہور ہوگیا۔ اور "محبوب العالمین" اپنے عرش پہ جلوہ گر ہے۔ مبارک ہو ملاقات اور دیدار کا وقت آپہنچا۔ عرفان کے راستے کھول دیے گئے۔ سب عاشقوں اور عارفوں کے لئے صلائے عام ہے مظہرِ مقدس کے ذریعے نورِ ظہور آشکار ہے۔ اہلِ نظر آئینۂ مظہر جمالِ حقیقی کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

حجاب اُٹھادیا گیا - جلوۂ محبوب بے نقاب ہے۔ برقِ تجلّی سے کمزور آنکھیں چکا چوندھ ہورہی ہیں۔ پردۂ اوہام میں رہنے والے گھبرا رہے ہیں۔ اُفقِ الہام سے یقین کا آفتاب نکل آیا۔ مگر شبہات کی تاریکیوں میں رہنے والے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ مظہرِ ظہور اللہ کا نمایندہ ہے اور سلطنت و عزّتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرانے والا ہے۔ پھر بھی اہلِ حجاب مُنہ بگاڑ رہے ہیں اور اس پر طرح طرح کے بہتان لگا رہے ہیں جو صرف اُن کے نفسانی پھندے ہیں جن میں وہ خود مکڑی کی طرح پھنس کر ہلاک ہو رہے ہیں اور افسوس کہ انھیں اپنی حالت کی خبر نہیں۔

سماعت و بصارت رکھنے والو! کیوں نہیں سُنتے اور کیوں نہیں دیکھتے؟ کیا تمھاری قوّتِ سامعہ مفقود اور قوّتِ باصرہ نابود ہو چکی ہے؟ کیا ہوا کہ تمھیں ہوش نہیں آتا اور تم اپنے محبوب کی جانب تیزی سے قدم نہیں بڑھاتے؟ تمام پیغمبروں نے بشارتیں دی تھیں۔ تمام کتابوں نے خوش خبریاں سُنائی تھیں تم سب بڑے شوق سے اپنے پیارے موعود کے منتظر تھے۔ اب جبکہ وہ ظاہر ہو گیا تم سب کچھ بھول گئے۔ کیا بات ہوئی کہ اب تم میں وہ شوقِ انتظار دکھائی نہیں دیتا۔ کیا تمھیں الہامی وعدوں میں شک ہو گیا؟ یا تمھاری روحیں مایوسی کی غنودگی میں مبتلا ہو گئیں؟ کیا تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے اور تمھارا محبوب نہ آیا۔ کیا اب تم اس سے نااُمید ہو گئے ہو۔ سنبھل جاؤ۔ اُٹھو۔ آنکھیں کھولو۔ دیکھو وہ محبوب سامنے موجود ہے۔ اگر تم نے یہ ندا نہ سُنی تو تم پر افسوس۔ اگر تم نے یہ جلوہ نہ دیکھا تو تم پر افسوس۔ اگر تم اپنے محبوب کی لقا سے محروم رہے تو تم پر افسوس۔ اگر تم پیغمبروں کے وعدوں میں شک کرتے ہو تو تم پر افسوس۔ اگر تم روحانی دنیا سے خارج کر دیئے گئے ہو تو تم پر افسوس اگر تم صرف مادّی چیزوں کو مطلوب و معبود سمجھ بیٹھے ہو تو تم پر افسوس اگر تم اعلانِ ظہور سُن کر بھی متوجّہ نہ ہوئے تو تم پر افسوس۔ اگر تم ان باتوں کو بناوٹی سمجھا تو تم پر افسوس۔ خدائے ربّ العزّت کی قسم یہ باتیں سچ ہیں۔ اور زیادہ وقت نہیں گذریگا کہ تم ان کی سچائی سمجھ جاؤ گے۔ ہر پیغمبر کی باتوں کو لوگ فضول اور بے بنیاد ہی سمجھتے رہے لیکن وقت نے بتادیا کہ لوگ غلطی پر تھے اور پیغمبر جو کچھ کہتے تھے سچ کہتے تھے۔

محبّت و صداقت کی قسم! تمھارا محبوب موعود تشریف لے آیا ہے۔ شک و اضطراب کی بھنور میں نہ پڑو۔ عین الیقین سے دیکھو تو بجز اقرار و اعتراف کے اور کوئی راہ نہیں اور اگر اس ظہورِ حق کو قبول نہ کروگے تو تمام پیغمبروں کی طرف سے تمھارے دلوں میں بے اعتقادی پیدا ہو جائے گی۔

دلیل و حجّت کی قسم! اگر حضرت بہاء اللہ کا ظہور حق نہیں ہے تو پھر عالَم میں کوئی ظہور حق نہیں ہے۔ جو کوئی اس ظہور کی صداقت کو نہ مانے گا وہ دنیائے ہستی میں کسی ظہور کی صداقت ثابت نہیں کر سکیگا۔

اے صاحبانِ ایقان! اگر دنیا بھر میں ایک بھی پرستارِ حق نہ ہو تو بھی ذاتِ حق کو نقصان نہیں۔ آفتابِ حقیقت اپنی ذاتی نورانیت میں کامل و مکمّل ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ دنیا والے اگر اس طرف متوجّہ نہ ہونگے تو اپنا ہی نقصان کرینگے۔ وما علینا الّا البلاغ المبین

شہودِ یومِ موعود
انوارِ قیامت

نہایت خوشی کی بات ہے کہ فاضل مدیر اہلحدیث نے مسئلہ قیامت کے متعلق بحث کو اصولی طور پر اٹھایا ہے۔ چنانچہ اہل حدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں اس بحث کو منقح اور محقق کر دینے کے لئے موضوعِ بحث نئے سرے سے پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ہمارا عقیدہ از روئے قرآن مجید یہ ہے جیسے ہم پہلے کئی دفعہ شائع کر چکے ہیں کہ روزِ قیامت ایک خاص زمانے کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں۔ اول حصے میں سب اشیاء اپنی موجودہ ہیئات اور اشکال میں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصے میں لوگ قبروں سے نکل کر اپنے نیک و بد اعمال کی جزا پائیں گے۔"

اہل بہاء کا اعتقاد ہے کہ روزِ قیامت سب اشیاء کی موجودہ ہیئات و اشکال کا فنا ہو جانا اور پھر لوگوں کا زمین کی قبروں سے نکلنا" کلامِ الٰہی سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ قیامت فنائے عالم کا نام نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کو کتب ہند۔ بہائی سگیزین آرپیا ہبر میں بار بار ہو چکی ہے۔ اصل بحث یہی ہے کہ کیا قیامت کو فنائے عالم سے کچھ تعلق ہے اور کیا واقعی روزِ قیامت تمام اشیاء فنا ہو جائیں گی۔ فاضل مدیر اہلحدیث فرماتے ہیں کہ زمانہ قیامت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فنا ہے دوسرے میں حشر نشر" (اہلحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء) ہمیں اس سے قطعی اختلاف ہے۔ ہماری تحقیق میں قیامت اسی دنیا میں پیغمبر برحق کی بعثت سے برپا ہوتی ہے۔ قیامت میں دنیا کا فنا ہو جانا بالکل غلط ہے اور کلامِ الٰہی سے ثابت نہیں ہے۔ بس اصلی مبحث یہی ہے کہ کیا قیامت میں دنیا فنا ہو جائے گی؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دنیا فنا ہو جائے گی تو قیامت کا وہی مفہوم درست ہوگا جو عام مسلمان اور مدیر اہلحدیث مانتے ہیں اور اگر قیامت کے دن دنیا کا فنا ہو جانا ثابت نہ ہو تو پھر عام مسلمانوں اور مدیر اہلحدیث کا اعتقاد قطعاً غلط ہوگا۔ اس لئے ہم اسی نقطہ بحث کی تنقیح کرتے ہیں۔

فاضل مدیر اہلحدیث قیامت کے دو حصے کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصے میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا۔ قرآن مجید میں پہلے حصہ کو نفخۂ اولیٰ اور دوسرے کو نفخۂ ثانیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

(اہلحدیث ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء)

دو نفخوں کا ذکر سورۂ زمر میں ہے۔ نفخۂ اولیٰ کے بارے میں فرمایا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شآء اللہ۔ صور پھونکا جائے گا تو بلندیوں اور پستی کے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ ہاں جسے خدا چاہے وہ بیہوش بھی نہ ہوگا۔ ہم

اس آیت پر تفصیل سے پہلے مضامین میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب پھر خلاصہ عرض کرتے ہیں کہ اس آیت میں چند صریح الفاظ ایسے ہیں جو قیامت میں فنائے عالم کے بالکل خلاف، اشیاءِ عالم کی موجودگی کا اعلان کر رہے ہیں (۱) صَعِق جس کے معنی بے ہوش ہونا ہیں۔ فنا اور معدوم ہونا یا ذرات میں تبدیل ہو جانا نہیں ہیں۔ بیہوشی کا لفظ کھلا ثبوت ہے کہ لوگ موجود رہیں گے۔ فنا نہ ہونگے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں تجلی طور کے ذکر میں فرمایا ہے وخرّ موسیٰ صَعِقا کہ حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے تو کیا بیہوش ہونے سے یہ مراد ہے کہ حضرت موسیٰ کا وجود فنا ہو کر ذرات میں تبدیل ہو گیا اور وہ معدوم ہو گئے تھے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت موسیٰ ویسے ہی موجود تھے جیسے پہلے تھے۔ پس لفظ صَعِق عقیدہ فنا کے خلاف چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ قیامت کے نفخۂ اولیٰ میں فنا ہرگز ہرگز نہیں ہوگی۔ (۲) اس آیت مبارکہ میں دوسرا منصوص اور صریح لفظ مَنْ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ صعقۂ قیامت کا تعلق صرف ذوی العقول سے ہے کیونکہ لفظ مَنْ لسانِ عرب میں ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ تو یہ مَن پھر کا پتھر ہے جو نفخۂ اولیٰ میں اشیاءِ عالم کی فنا کے خیالی سوراخ کو بند کر رہا ہے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہاں اشیائے عالم کی فنا کا ذکر تک نہیں۔ (۳) اس آیت مبارکہ میں لفظ اِلّا استثنائیہ تیغ برہنہ کی طرح فناءِ عالم کے عقیدۂ موہومہ کا سر کاٹ رہا ہے اور بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ نفخۂ اولیٰ میں اشیائے عالم تو درکنار سب انسانوں کے بیہوش ہونے کا خیال بھی سراسر غلط ہے بلکہ بہت لوگ ہونگے جو مشیتِ الٰہی کے ماتحت باہوش و مطمئن ہونگے۔ چنانچہ اس امر کی تنصیص و تصریح قرآن مجید نے یوں فرمائی ہے

ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوات ومن فی الارض الا من شاء اللّٰہ (سورۂ نمل ع ۷)	اور جس دن صور پھونکا جائیگا تو بلندیوں اور پستی والے گھبرا جائینگے اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو خدا کی مشیت کے ماتحت گھبرائیں گے بھی نہیں۔

اس آیت مبارکہ میں صَعِق کی تفسیر فَفَزِع فرما دی۔ یعنی گھبراہٹ ہوگی۔ گھبراہٹ تو جبھی ہو سکتی ہے جب لوگ زندہ موجود ہوں۔ بلکہ گھبراہٹ سے محفوظ رہنے والوں کی نسبت اسی آیت کے آگے فرماتا ہے وھم من فزع یومئذ اٰمنون ہ کہ وہ اس وقت گھبراہٹ سے مامون و مطمئن ہونگے (اور ظاہر ہے کہ جب پرانے دین کے زمین آسمان ٹوٹتے ہیں اور نئی شریعت کا نظام جدید برپا ہوتا ہے تو تمام چھوٹے بڑے گھبرا اٹھتے ہیں) اس وقت مُدعا یہ ہے کہ صعق کی تفسیر فزع خود خداوند عالم نے فرما دی ہے۔ اب نتیجہ خوب یاد رکھئے کہ وہ آیت مبارکہ جس میں دو نفخوں کا ذکر ہے نفخۂ اولیٰ کے متعلق یہ تصریحات کرتی ہے

(۱) اشیائے عالم کی فنا کا ذکر کچھ نہیں صرف ذوی العقول کا ذکر ہے۔

(۲) ذوی العقول کی فنا کا ذکر نہیں صرف بیہوشی یا گھبراہٹ کا ذکر ہے۔

(۳) سب لوگوں کی گھبراہٹ کا ذکر بھی نہیں بلکہ بعض لوگوں کی گھبراہٹ کا ذکر ہے۔ مختصر لفظوں میں یوں سمجھو کہ نفخۂ اولیٰ میں کچھ لوگ گھبرا اٹھینگے اور کچھ لوگ اطمینان سے رہیں گے۔" اس سے فنائے عالم یا اشیاء موجودہ کی اشکال و ہیئات کا فنا ہو جانا کہاں؟ اور کیسے ثابت ہوا۔ لا واللہ۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ جب اس آیت مبارکہ میں جس میں نفخۂ اولیٰ و نفخۂ ثانیہ کا ذکر ہے ایسے صریح الفاظ موجود ہیں جو نفخۂ اولیٰ میں فنا کے خلاف اور لوگوں کے موجود اور مطمئن رہنے کا اعلان ہیں تو ایسی نصِ قطعی کے مقابلے میں یہ کہنا کہ نفخۂ اولیٰ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی نہایت بے بنیاد اور سراسر غلط ہے۔

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ نفخۂ اولیٰ میں بھی لوگ زندہ۔ موجود و مطمئن رہینگے تو یہ تفریق ہرگز تسلیم کے قابل نہیں کہ نفخۂ اولیٰ میں فنا ہوگی اور نفخۂ ثانیہ میں حشر نشر۔ چونکہ یہ بنیاد ہی منہدم ہو گئی اس لئے قرآن مجید میں جس قدر آیات نفخ صور کے متعلق ہیں ان میں دو حصے کرنا کہ بعض تو فنا کا بیان کرتی ہیں اور بعض حشر نشر کا۔ یہ خیال کسی طرح درست نہیں۔ فنا کا کہنا

ذکر ہی نہیں ۔ بلکہ قرآن مجید پر آزادغور کیجئے ۔ کلامِ الٰہی کے صریح الفاظ ہوتے ہوئے ایسی غلط فہمیاں واللہ قیامت کی بے ہوشی ہے ۔ پھر ہم نفخِ صور کی دیگر آیاتِ قرآنیہ کو مدنظر رکھ کر دیکھتے ہیں تو صاف واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ نفخِ صور اس دُنیا کے موجود ہوتے ہوئے واقع ہو گا ۔ اور اس کا فنا سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ مثلاً سورۂ کہف میں فرمایا کہ یاجوج ماجوج ذوالقرنین کی لگائی ہوئی روک میں قیامت تک رہینگے ۔ اور یومِ موعود میں وہ ایک دوسرے پر ریل پیل کریں گے ۔ اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اکٹھا کر دینگے ۔“ اِس آیت میں صاف ہے کہ اِن قوموں کے دنیا میں رہتے ہوئے یہ نفخِ صور ہو گا جو مسلمہ طور پر نفخۂ اولیٰ ہے ۔ مگر اِس نفخۂ اولیٰ میں فنا کا ذکر مطلق نہیں ۔ سب کو جمع کرنے کا ذکر ہے ۔

نیز سورۂ یٰسین ع۴ میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ ایک آواز کا انتظار کر رہے ہیں جو انھیں ایسی حالت میں آلیگی جب آپس میں جھگڑتے ہونگے تو نہ کچھ وصیت کر سکیں گے نہ گھر لوٹ سکیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا سو یہ لوگ گردھوں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف چلیں گے ۔ یہاں بھی دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے جو آوازِ صور سُنیں گے اس کا ذکر ہے جو نفخۂ اولیٰ ہے نہ کہ نفخۂ ثانیہ ۔ مگر اس نفخۂ اولیٰ کے ساتھ ہی ان لوگوں کے گردھوں سے نکلنے کا ذکر ہے فنا کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔

اِلصعاق کی حقیقت

صور پھکنے سے ندائے الٰہی کا بلند ہونا مُراد ہے جو منادیِ حق یعنی پیغمبرِ وقت کے ذریعے ہوتا ہے چنانچہ سورۂ ق میں صور کی جگہ ندائے منادی اور آوازِ حق کہکر صور کی تفسیر فرمادی ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے

واستمع یوم ینادِ المناد من مکانٍ قریبٍ یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یوم الخروج ｝ خوب توجہ سے سُننا جس دن منادیِ الٰہی ندا بلند کرے گا ۔ قریب جگہ سے جس دن لوگ آوازِ حق سُنینگے یہی ظہور کا دن ہے ۔

اِسی حقیقت کو دعوتِ داعی کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے ۔ جیسا کہ سورۂ قمر میں ارشاد ہے ۔

یوم یدع الداع الیٰ شیءٍ نکر ｝ جس دن داعی ایک انوکھی چیز کی طرف دعوت دیگا ۔

منادی سے مُراد پیغمبرِ وقت ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مومنوں کی زبانی کہا گیا ہے ” ربنا اننا سمعنا منادیًا ینادی للایمان “ اے ہمارے مولیٰ ! ہم نے اُس منادی کی آواز کو سن لیا جو ایمان کیلئے بلا رہا ہے ۔ یہی ندائے الٰہی کو سُن کر قبول کرنے والے مومن فزعِ اکبر سے مستثنیٰ اور بیہوشی و بے خبری سے محفوظ ہیں ۔ اور باقی لوگ بڑی گھبراہٹ میں گرفتار اور بے خبری و بے حسی کا شکار رہیں ۔ خداوند عالم فرماتا ہے ذرھم فی سکرتھم یعمھون ۔ اے رسول ! انھیں ان کی بیہوشی میں چکراتا ہوا چھوڑ دے ۔ اسی بات کو قیامتِ کبریٰ کی نسبت سورۂ حج میں یوں ذکر فرمایا ہے

وتری الناس سکاریٰ وما ھم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید ｝ اور تو لوگوں کو بے ہوش دیکھیگا اور وہ بے ہوش نہ ہونگے ۔ مگر خدا کا عذاب نہایت سخت ہوگا ۔

یعنی خدا سے دوری و مہجوری اور غفلت ایک عالمگیر عذاب کی صورت میں نمایاں ہوگی ۔

کلا انھم عن ربھم یومئذٍ لمحجوبون ○ ｝ ہرگز نہیں ۔ وہ لوگ اپنے پروردگار سے محجوب و محروم ہونگے ۔

خداوندِ عالم سے بُعد اور محرومی سے بڑھکر کوئی عذاب نہیں ۔ سب عذابوں کا اصل عذاب یہی ہے ۔ لیکن منصعق اور سکاریٰ جو غفلت کے نشے میں چور ہیں حیرت کے چکر میں پڑے ہوئے اس حقیقت کا احساس نہیں کر سکتے ۔ یہی انصعاق کی حقیقت ہے ۔ عجیب بات ہے کہ اس حقیقت کو ہر بعد کی اُمت اپنے سے قبل کی امت کے متعلق خوب سمجھتی اور اعلان کرتی ہے مگر اپنے حق میں اس احساس سے محروم ہے ۔ مسیحی یہودیوں کو ۔ مسلمان مسیحیوں کو بے ہوش دیکھ اور مان رہے ہیں کہ انھوں نے حضرت مسیح اور حضرت رسول کے

ظہور برحق کو نہ پہچانا۔ اسی لئے انھیں قرآن مجید میں صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ اور بے ہوش کہا گیا ہے

نفخۂ اولیٰ پر ایک اور نظر

فاضل مدیر المحدیث نے آیت مبارکہ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً کو زمین کے فنا ہونے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہو جانے پر مُصَرّح بلکہ اصرح بتایا ہے۔ اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ "قیامت کے پہلے حصّے کا ذکر اصرح طور پر مندرجہ ذیل آیات میں ملتا ہے فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ (پ ۲۹ ع ۶) اس بیان سے اصرح طور پر معلوم ہوا کہ دکّت الارض کا واقعہ نفخۂ اولیٰ میں ہوگا۔

اب ذرا یہ آیت مبارکہ بھی ملاحظہ فرمائیے کَلَّا اِذَا دُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّا دَکًّا وَّجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَھَنَّمَ (سورۂ فجر) خبردار جب زمین ریزہ ریزہ کر دی جائیگی اور تیرا رب اور فرشتے صف بصف آئیں گے اور اس دن جہنم لائی جائے گی" اس آیت میں دکّت الارض کے ساتھ ہی رب اور فرشتوں کا آنا اور جہنم کا لایا جانا مذکور ہے جو فاضل مدیر المحدیث کے نزدیک نفخۂ ثانیہ کیا ہوگا۔ مگر نفخۂ اولیٰ میں جو چیز اصرح ہے یعنی دکّت الارض وہ یہاں نفخۂ ثانیہ کے حالات میں ذکر ہو رہی ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ میں یہ تفریق کہ نفخۂ اولیٰ فنا کا نفخہ ہے اور نفخۂ ثانیہ میں جنت و جہنم ہوگا درست نہیں ہے اور جب فنائے عالم قطعاً ثابت نہیں تو دکّت الارض والجبال سے فنا ہرگز مراد نہیں ہو سکتی

اب لغتِ عرب کی میزان لیجئے

فاضل مدیر المحدیث فرماتے ہیں "ہم چاہتے ہیں کہ جس بات کا بہائی لوگ ہم سے تقاضا کرتے ہیں ہم بھی اُن سے اُسی کا تقاضا کریں۔" وہ یہ کہ "قرآن کی تفسیر و تعیینِ مُدّعا کرنے میں لغتِ عرب کی پابندی کی جائے۔" مابری صاحب نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ فرقۂ بہائی لغتِ عرب کا پابند ہے" (المحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

اب ہم قرآن مجید کے لفظ دَکّت پر لغتِ عرب سے روشنی ڈالتے ہیں اور اس کی حقیقت بتاتے ہیں۔ عربی کی مشہور اور زبردست کتابِ لغت "لسان العرب" کے حوالے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

"واصل الدّکّ الکسر" دکّ اصل میں توڑنے کو کہتے ہیں۔ "الدّکّۃ والدّکّان الّذی یقعد علیہ" دکّہ اور دکّان چبوترے کو کہتے ہیں۔ "ارض مدکوکۃ اذا کثر بھا النّاس" اس زمین کو مدکوکہ کہتے ہیں جس پر آدمی بہت ہوں۔ "تداکّ علیہ القوم اذا زحموہ" تداکّ جو دکّ سے ہی بنا ہے اس کے معنیٰ ہیں کہ لوگوں کا اژدحام ہو گیا۔

عربی لغت کی معروف کتاب قاموس المحیط کے حوالے ملاحظہ فرمائیے۔ "الدّکّ الدّقّ والھدم" دکّ یعنی کوٹنا اور گرانا "والمستوی من المکان" ہموار جگہ۔ "وتسویۃ صعود الارض وھبوطھا" زمین کی اونچی نیچی جگہ کو برابر اور ہموار کر دینا۔ "والدّکّۃ والدّکّان بناءٌ یسطح اعلاہ للمقعد" دکّہ اور دکّان وہ جگہ جس کا اونچا حصّہ بیٹھنے کے لئے سطح مستوی یعنی ہموار بنا لیا جاتا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو کتاب مختار الصحاح:-

"الدّکّ الدّقّ وقد دکّہ ضربہ وکسرہ حتّی سوّاہ بالارض" دکّ یعنی کوٹنا۔ دکّہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس پر چوٹ لگائی اور اُسے توڑا یہانتک کہ اُسے زمین سے مِلا دیا۔

قرآن مجید کی لغات پر امام راغب کی خاص کتاب "المفردات فی غریب القرآن" میں لفظ دکّ کے معنیٰ ملاحظہ فرمائیے۔ "الدّکّ الارض اللیّنۃ السّھلۃ" دکّ نرم و خوش آیند زمین

وقد دکّہ دکّا۔ قال تعالیٰ وحملت الارض والجبال فدکتا دکّۃً واحدۃً وقال ودکّۃ الجبال دکّا؟ ای بمنزلۃ الارض اللینۃ وقال اللہ تعالیٰ فلمّا تجلّی ربّہٗ للجبل جعلہٗ دکّاً۔ ومنہ الدکّان والدکداک رمل لینۃٌ وارضٌ دکّاء مستوانۃ والجمع الدّلک دناقۃ ودکّاء لاسنام لہا تشبیھا بالارض الدکّاء"

"دکّہٗ دکّا" یعنی اسے نرم کردیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اور ارض وجبال اٹھائے جائینگے تو وہ یکساں نرم کردیئے جائینگے۔ اور فرمایا ہے دکت الجبال دکّا یعنی پہاڑ نرم زمین جیسے کردیئے جائینگے۔ اور فرمایا ہے جب خدا نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی اسے نرم کردیا۔ اور اسی لفظ دکّ سے دکّان ہے اور "دکداک" نرم ریتے کو کہتے ہیں اور "ارض دکّا" یعنی ہموار زمین اس کی جمع "دکّ" ہے اور اس اونٹنی کو بھی دکّاء کہتے ہیں جس کے کوہان نہ ہو "ارض دکّاء" ہموار زمین سے تشبیہ کی بنا پر ایسی اونٹنی کو دکّاء کہا جاتا ہے۔

خُلاصہ لُغات

"دکّ" کے معنی توڑنا۔ کوٹنا۔ گرانا۔ ہموار کرنا۔ نرم وخوش آیند۔ "ارض مدکوکہ" ہموار زمین اور وہ زمین جس پر بہت آدمی جمع ہوجائیں۔

اب اس بنا پر قرآن مجید میں جہاں جہاں ارض وجبال کے متعلق دکّ آیا ہے وہاں لغوی ظاہری مادی معنی یہ ہوئے کہ زمانۂ موعود میں زمین کی اونچائی نیچائی توڑ کر ہموار کردی جائے گی۔ زمین ہموار ہوجائے گی اور اس پر آدمیوں کی کثرت ہوجائے گی۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جو لغتِ عرب میں صاف وصریح ہیں۔ تمدن کے بڑھنے اور زمین اور پہاڑوں کے صاف وہموار اور آباد ہونے کی خبر ہے جو اس زمانۂ موعود میں تمام دنیا کی آنکھوں کے سامنے واقعہ بن کر رونما ہے۔ مترجمین قرآن نے لفظ دکّ پر گہری نظر نہیں رکھی۔ دکّ میں توڑنے اور کوٹنے کے ساتھ یہ مفہوم بھی ہے کہ ہموار بنا دیا جائے۔ نرم وخوش آیند کردیا جائے۔ اس پر آدمی زیادہ ہوجائیں

لیکن عام غلط عقیدے کی بنا پر نہ صرف آیاتِ قرآن کے مفہوم پر حجاب ڈال دیا گیا بلکہ حقیقتِ لغت کو بھی مدِنظر نہ رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیامت کا مسئلہ ایک گورکھ دھندہ بنا دیا گیا۔ جسے قرآن سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ جو لغتِ عرب کی میزان پر بالکل وزن سے خارج ہے۔ پھر

لغتِ عرب کا ایک اور پہلو

ملاحظہ فرمائیے کتاب "اقرب الموارد":۔

ارض۔ کل ماسفل فھو ارض۔ ہر نیچی چیز کو "ارض" کہتے ہیں محاورہ عرب ہے۔ یقال من اطاعنی کنت لہٗ ارضاً۔ جو میری مان لیگا میں اس کے لئے "زمین" ہوجاؤں گا۔ اور دفارسی میں ایسے موقع کے لئے کہا جاتا ہے۔ "دیدہ ودل فرش راہ" کل ماسفل کا ایک مفہوم ماتحت بھی ہے۔ ارض ہر نچلی چیز کو کہتے ہیں۔ تو یہ لفظ روحانی ودینی پستی پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنّہٗ اخلد الی الارض واتّبع ھواہ (اگر ہماری مشیت کے مطابق ہوتا تو ہم اُسے آیات کے ذریعے بلند مقام دیتے۔ لیکن وہ شخص خود ہی پستی کی طرف جھک گیا۔ یعنی نفسانی خواہشوں کا تابع ہوگیا۔

جبال۔ جس طرح زمین کو "ارض" اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قدموں کے نیچے رہتی ہے کیونکہ ارض کے اصل معنی کل ماسفل یعنی ہر نیچی چیز ہیں زمین بھی اس کا ایک مورد ومصداق ہے۔ اسی طرح لفظ جبل پر غور فرمائیے جبل کے اصل معنی میں مضبوط۔ اور بڑے ہونے کا مفہوم ہے۔ اسی مفہوم در حقیقت کے لحاظ سے پہاڑ کو بھی جبل کہا جاتا ہے۔ یقال للرجل اذا کان غلیظا انہ لذو جبلۃ (لسان العرب) "ذوجبلۃ" اس شخص کو کہتے ہیں جو موٹا ہو۔ "الجبل کل وتد عظم وطال" وسید القوم وعالمھم (قاموس المحیط) "جبل" زمین کے ہر ایک اس حصے کو کہتے ہیں جو بڑا اور اونچا ہو اور قومی سردار اور عالم کو بھی کہتے ہیں۔ سید القوم وعالمھم یقال فلان جبل قومہٖ (محیط المحیط) سردار قوم اور عالم قوم کو جبل کہتے ہیں۔ محاورہ ہے

کہ فلاں آدمی اپنی قوم کا جبل ہے"۔ یقالُ فلانٌ جبلٌ من الجبال اذا کان عزیزاً" (لسان العرب) عرب میں محاورہ ہے کہ معزز انسان کے متعلق کہتے ہیں کہ فلاں آدمی پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ کیونکہ لفظ جبل کی حقیقت بڑائی اور مضبوطی ہے جو مادی طور پر پہاڑوں میں پائی جاتی ہے اسی لئے پہاڑوں کو جبال کہتے ہیں اور معنوی طور پر سردارانِ قوم میں پائی جاتی ہے انھیں زبانِ عرب میں جبال کہتے ہیں۔ چنانچہ معنوی مضبوطی اور اخلاقی بلندی کی بناء پر مومنوں کو خداوند عالم نے جبال کہا ہے۔ سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے :-

وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال۔ — مخالفینِ دین کی ساری مکر و تدبیر اسی لئے ہے کہ اس کے ذریعے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں

یہاں مسلمہ طور پر جبال سے مراد مومنین ہیں۔ کیونکہ زمینی پہاڑوں کو گرانے کیلئے کافروں نے کوئی مکر و فریب کبھی نہیں کیا تھا۔ اس آیت میں جبال سے احکامِ شریعتِ اسلام بھی مراد لئے گئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے :-

وقیل شرائع الاسلام المشبھۃ بھا فی القرار والثبات (سورۃ ابراہیم) — اس آیت میں جبال یعنی پہاڑوں سے مراد احکامِ شریعتِ اسلام بھی لئے گئے ہیں جو قرار و ثبات میں پہاڑوں کی مانند ہیں۔

خلاصۂ لُغات

ارض کے معنی پستی، نچلی چیز، ماتحت۔ جبال سے مراد سردارانِ قوم علماء، مومن، احکامِ شریعت،

لُغاتِ ذیل بھی یاد رکھیے :-

رج ۔ التحریک والتحرک والاھتزاز والحبس وبناء الباب (قاموس) رج کے معنی ہیں ہلانا۔ ہلنا۔ جھومنا۔ بند کرنا۔ دروازہ بنانا۔

تحریک الشیٔ وازعاجہ ورجرجۃ الاضطراب (مفردات راغب)

کسی چیز کو ہلا کر اکھیڑنا۔ رجرجہ اضطراب کو کہتے ہیں۔

بسّ ۔ السوق اللین ۔ اتخاذ البسیسہ ۔ وارسال المال فی البلاد وتفریقھا (قاموس) بسّ کے معنی ہیں آہستہ ہانکنا۔ جیسے پانی میں ستو ملاتے ہیں کسی چیز کی روانی بنانا۔ شہروں میں مال بھیجنا اور جدا جگہ کرنا۔

وفی الحدیث جاء اھل الیمن یبسون عیالھم ای کانوا یسوقونھم (مفردات راغب)

حدیث میں ہے اہل یمن اپنے اہل و عیال کو ہانکتے ہوئے لائے۔ جس کے لئے یہاں لفظ "یبسون" استعمال ہوا ہے۔

بُسّت الجبال بسّا ای فُتّتت او سُیّرت وسیقت کما تبس الابل (کنز العلوم واللغۃ) پہاڑ ٹکڑے کئے جائیں گے یا چلائے جائیں جیسے اونٹ ہانکے جاتے ہیں۔

نسف ۔ نسفت الریح اقتلعتہ وازالتہ (مفردات راغب)

نسف کے معنی اکھیڑنا اور جگہ سے ہٹانا ہیں۔

قاع ۔ المستوی من الارض (مختار الصحاح)

صفصف ۔ المستوی من الارض کانہ علی صف واحد (مفردات راغب)

قاع اور صفصف کے معنی ہیں سیدھی زمین اور ہموار جگہ۔

لُغتِ عرب کے مطابق آیات کے معانی

اب ہم اُن آیات کو لے کر جنھیں فاضل مدیر اہلحدیث نے فنائے عالم کے ثبوت میں پیش کیا ہے لُغتِ عرب کے مطابق ان کے معانی لکھتے ہیں۔ وہ آیات یہ ہیں :-

(۱) فاذا نفخ فی الصور نفخۃٌ واحدۃٌ وحملت الارض والجبال فدُکّتا دکّۃً واحدۃ (حاقہ) (اہلحدیث ۲۰ جون سنہ ۱۹۴۱ء)

(۲) اذا رجّت الارض رجّاً وبُسّت الجبال بسّاً فکانت ھباءً منبثاً (واقعہ) (اہلحدیث ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء)

(۳) ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعاً صفصفاً لاتریٰ فیھا عوجاً ولا امتاً (طٰہٰ) (اہلحدیث ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء)

(۴) انا لجاعلون ما علیها صعیدا جرزا (پ ۱۵ ع ۱۳) (الحدید کیم نومبر)

آب ہم ان آیات مبارکہ کے معانی و مطالب لغت عرب کے ماتحت لکھتے ہیں لغات جو ہم سلور گذشتہ میں لکھ چکے ہیں انھیں خوب توجہ سے سامنے رکھئے اور کلام حق کو سمجھئے۔

پہلی آیت کے معنی

جب ایک بار صور پھونکا جائے گا اور مٹی اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے۔ لادے جائیں گے تو دونوں کوٹ کر یکساں ہموار کر دیئے جائینگے۔ نرم و خوش آیند بنا دیئے جائینگے اور ان پر آدمیوں کی آبادی زیادہ ہوجائے گی۔

دوسرے پہلو سے یہ معنی ہوئے۔ جب ماتحت لوگ اور سرداران قوم اپنی اپنی جگہ سے اٹھائے جائینگے۔ ان کی قوت توڑ دی جائے گی۔ سلاطین اور علماء اپنی جگہ سے گرا دیئے جائیں گے۔ احکام شریعت سابقہ زائل ہوجائینگے۔ چنانچہ یہ واقعات آجکل دنیا کی نظر کے سامنے ہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے کتنے بادشاہ گر گئے شریعت اسلام کے احکام زائل اور ساقط العمل ہوگئے۔ روز بروز یہ واقعات شدت حاصل کرتے جا رہے ہیں۔

دوسری آیت کے معنی

جب زمین کو ہلا کر اکھیڑا جائے گا۔ اس کے دروازے بنائے جائینگے۔ اور پہاڑوں کو پھوڑ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے اور باریک ذرے کر دیئے جائینگے کسی چیز میں لتھیڑ کر زمین سے ہموار کر دیئے جائینگے۔ جیسے پہاڑ سے پھوڑے ہوئے پتھروں کو ڈامر یا سیمنٹ میں لتھیڑ کر سڑکوں اور تعمیرات میں لگاتے ہیں سیمنٹ خود پہاڑ کے پتھروں سے بنتی ہے۔ ان پہاڑوں کے ٹکڑے مال کی طرح مختلف شہروں میں بھیجے جائینگے۔ اور جگہ جگہ کر دیئے جائینگے۔ جیسا کہ آجکل بڑے زور سے یہ کام ہو رہا ہے ایسا کہ دنیا کی آنکھ نے آجتک اس شان سے یہ کام کبھی ہوتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ دوسرے پہلو سے یہ معنی ہوئے کہ ماتحت اور پست لوگ عوام مضطرب ہونگے اور بڑے بڑے لوگ ہانکے جائینگے۔ چنانچہ اس زمانہ میں کتنے بادشاہ ہانک دیئے گئے اور آئندہ بھی ہانکے جائینگے ابھی تو ابتدائے قیامت ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

تیسری آیت کے معنی

تجھ سے پہاڑوں کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ میرا رب پہاڑوں کو اکھیڑ دیگا۔ اور ان کی جگہ سے ہٹا دے گا۔ سو ان اکھیڑے ہوئے اور اٹھائے ہوئے پہاڑوں کو ایسی ہموار جگہ بنا دے گا۔ جس میں اونچ نیچ گڑھے اور بل پڑے ہوئے دکھائی نہ دینگے۔ چنانچہ موجودہ تمدن و تعمیرات میں ان باتوں کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

دوسرے پہلو سے یہ معنی ہوئے کہ یہ بڑے بڑے لوگ جو دعوت حق کی راہ میں حائل ہیں یہ کیسے ہٹیں گے۔ جواب میں فرمایا میرا رب انھیں جڑ سے اکھیڑ دیگا اور زائل کر دیگا۔ پھر انھیں کو ہموار بنائے گا۔ ان کے سب بل نکال کر سیدھا کر دیگا۔ ان میں ٹیڑھا پن نہ رہے گا۔ وہ نہ ذلت سے کسی کے سامنے سر جھکائینگے نہ تکبر سے سر اٹھائینگے تمام اعمال میں طریق مستوی پر ہونگے۔ چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ آیت میں فرماتا ہے۔

یومئذ یتبعون الداعی لاعوج له۔ اس دن وہ راست کار داعی کی پیروی کرینگے۔

چند اور آیات

اس سلسلہ میں اب ہم چند اور آیات کے حقائق پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ سورۂ قارعہ میں فرمایا کہ قارعہ یعنی دنیا کی بڑی مصیبت جب آئے گی (جو اب عالمگیر جنگ کی صورت میں آئی ہوئی ہے) تو لوگ پھیلے ہوئے پتنگوں کی طرح ہونگے جو اکٹھے ہو ہو کر آگ میں جا پڑتے ہیں۔ آجکل یہی حال جنگ میں آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے۔

"قارعہ" کے معنی ہیں الشدیدۃ من شدائد الدھر" (مفردات راغب) عالم کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت" (تصیبهم بما صنعوا قارعة) (رعد) ان کی دستکاریوں اور کرتوتوں کی وجہ سے انھیں مصیبت آئیگی۔ سورۂ قارعہ کی آیت میں یہ فرمانے کے ساتھ کہ لوگ پتنگوں کی طرح پھیلے ہونگے فرماتا ہے اور جبال یعنی بڑے بڑے لوگ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائینگے۔

کالصوف المندوب فی خفة سیرها	جو اپنی حرکت میں ہلکی ہو کر زمین سے لگ جاتی ہے"
حتی تستوی مع الارض	اسی طرح بڑے بڑے لوگ عوام اور پست لوگوں کے برابر ہوجائیں گے
(تفسیر جلالین)	

اس کے بعد فرماتا ہے جس کی میزانیں بھاری ہونگی وہ خوش زندگی میں رہیگا۔ اور جس کی میزانیں ہلکی ہونگی تو اس کی ماں ہاویہ ہوگی۔ اور جانتے ہو ہاویہ کیا ہے؟ سخت

بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ "میزان" کے معنی ہیں جس سے چیزوں کی مقدار معلوم کی جاتے ہر شخص کی میزان اس کی ادراکی قوتیں ہیں جن سے وہ سب چیزوں کی مقدار معلوم کرتا ہے اس مصیبت کے زمانے میں جس شخص کی ادراکی قوتیں وزن دار ہونگی وہ معاملات میں کامیاب ہوگا اور جس کی ادراکی قوتیں بے وزن ہونگی وہ مصیبت کی بھڑکتی ہوتی آگ میں پڑیگا اور وہ آگ اسکی ماں ہوگی یعنی اس کی گود میں پل کر اُسے ہوش آئیگا یا مر جائیگا۔

پ سورۂ نبأ میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ فیصلہ کا دن ایک مقرر وقت ہے جس دن صور پھونکا جائیگا۔ سو تم لوگ فوجیں بن کر آؤ گے اور فضاے بلند کی بندش اور مشکل دور کر دی جائے گی۔ تب بلندی میں دروازے ہو جائینگے۔ یعنی مختلف مقامات پر پہنچنے اور جانے کے فضائی راستے بن جائینگے اور پہاڑ اپنی جگہ سے چلا دیئے جائینگے تو وہ سراب ہو جائینگے۔"

تمدنی حالات کے لحاظ سے لغوی اور ظاہری معنی میں سماء کے کھلنے کا نظارہ بلندی پر ہوائی جہازوں کے پرواز کی صورت میں نمودار ہے۔ سماء کے لغوی معنی بلندی قرآنمجید میں بھی ہیں۔ "کانّما یصّعّد فی السّماء" گویا وہ شخص بڑی محنت سے بلندی میں اونچا چڑھ رہا ہے۔ — ابواب کے معنی کسی جگہ جانے کا راستہ و ذریعہ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے "فتحنا علیھم ابواب کلّ شیٔ"۔ ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یعنی راستے اور ذریعے جن سے چیز حاصل ہو۔ روحانی پہلو سے یہ معنی ہوئے کہ آسمانِ فیضِ الٰہی کے دروازے کھول دیئے جائینگے اور جبال پہاڑ اپنی جگہ سے چلائے جائینگے تو وہ سراب ہو جائینگے۔ جبال بڑے بڑے لوگ جن میں علمائے امتِ مرحومہ بھی داخل ہیں جن کی ہستیاں سراب کی مانند رہ گئی ہیں۔ سراب اُس ریگزار کو کہتے ہیں جسے پیاسا دور سے دیکھکر پانی سمجھتا ہے مگر پاس جاکر دیکھتا ہے تو نرا ریت ہی ریت ہے۔ یہی کیفیت آج علمائے زمانہ کی ہے کہ تحقیق اور علمِ حق کے پیاسے دور سے اُن میں علم و عرفان کا پانی دیکھتا ہوا خیال کرتے ہیں مگر جب ان کے پاس جاتے ہیں تو ریگزارِ اوہام کے سوا کچھ نہیں پاتے پیاسے محروم و مایوس اور تشنہ ہی رہ جاتے ہیں۔ آج تمام اقوام کے لیڈروں کا یہی حال ہے کہ نہایت چمکتا ہوا قومی پیاس کو بجھانے والا پانی لوگوں کو دور سے ان کے پاس دکھائی دیتا ہے مگر تجربہ اور مشاہدہ ثابت ہوتا ہے کہ ریت کو پانی سمجھ رہے تھے۔ مختلف اقوام کی تحریکات اور اُن کے علماء اور لیڈروں کی تدابیر و تجاویز و عملیات بھی مایوس کن سرابی خاکے ہیں۔ جو دھوکہ دے دے کر جلد معدوم ہو جاتے ہیں اور قومیں ان ہنگامی و بے حقیقت تحریکات کے ریگستان میں سرگرداں رہ جاتی ہیں۔

اسی حقیقت کو برنگِ دیگر خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا ہے ملاحظہ ہو پ سورۂ نمل ع) کہ جس دن صور پھونکا جائیگا تو بلندیوں اور پستی کے لوگ گھبرا جائینگے بجز ان کے جنھیں خدا کی مشیت گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گی اور سب کے سب خدا کے سامنے درماندہ ہونگے اور تم بڑے بڑے لوگوں کو دیکھکر انھیں اپنی جگہ سے اٹل خیال کروگے۔ حالانکہ وہ بدلیوں کی مانند حرکت میں ہونگے۔ یہ خدا کی قدرت کا کام ہوگا۔ بے شک وہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔ جو شخص بھلائی اختیار کرے گا اسے اُس بھلائی سے خیر و خوبی ملیگی اور یہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہینگے۔ اور برائی اختیار کرنے والے اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔"

سورۂ نبأ میں اقوام کے لیڈروں کی سرابی کیفیت کو بیان فرمایا تھا سورۂ نمل کی اس آیۂ مبارکہ میں بھی ان کے متعلق یہی فرمایا ہے وہ دیکھنے میں تو جمے ہوئے دکھائی دینگے لیکن درحقیقت وہ ہلکے بادل کی طرح ہوا میں اُڑتے ہونگے۔ فی الحقیقت آج علمائے زمانہ کی یہی حالت ہے۔ نیز جبال سے مراد احکام شرائع سابقہ بھی ہیں۔ ان کی بھی یہی کیفیت ہے کہ دیکھنے میں تو بڑے مضبوط اور قائم۔ کتابوں اور لوگوں کی زبان پر جمے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں وہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح پراگندہ ہوکر موجودہ زمانہ کی فضا سے اڑے چلے جا رہے ہیں۔ اسی سورۂ نمل کو خداوند عالم نے ان الفاظ پر ختم کیا ہے "سیریکم اٰیاتہ فتعرفونھا" فرماتا ہے "خدا اپنے نشانات تمھیں مستقبل قریب میں دکھائے گا تب تم انھیں پہچان لوگے"۔ الحمد للہ کہ ہم نے ان نشانات کو پہچان لیا۔ اور جن لوگوں کی چشم بصیرت کھل جائے گی وہ بھی عنقریب پہچان جائینگے۔ والسلام

آسمان کی حقیقت اور قیامت میں آسمان کے پھٹ جانے کے معنی پر انشاء اللہ آئندہ مفصل مضمون ہوگا۔

قسمت فارسی

انچه از پیش گفته شد در این روزگار پدیدار

حضرت بهآء الله می فرماید:-

" امروز آفتاب بینائی از آسمان دانائی هویدا نیکوست کسیکه دید و شناخت. انچه از پیش گفته شد در این روزگار پدیدار."

" آواز بے نیاز بگوش جان بشنوید و بانچه سزاوار روز خداوند است رفتار نمائید."

" خورشید بزرگی پرتو افگنده و ابر بخشش سایه گسترده با بهره کسی که خود را بی بهره نساخت و دوست را در این جامه بشناخت."

" پیک راست گو مژده داد که دوست می آید اکنون آمد چرا افسرده اید آن پاک پوشیده بی پرده آمد چرا پژمرده اید."

" اسم بزرگ خداوند که ببزرگی آمده بشناسید."

" روز دیدار امروز است چه که محبوب پدیدار گشته بپرهای محبت رحمن پرواز نمائید که شاید بقرب معنوی فائز گردید."

" طوبی للسامعین "

موعود موجود

(از قلم مدیر)

ما اهل بهآء امروز پسر انسان را می بینیم که بر دست راست قوت نشسته بر ابرهای آسمان (قدرت) در عالم ظهور آمده است - (متی ۲۶/۶۴)

می بینیم که بر ابرهای آسمان با قوت و جلال عظیم آمده (متی ۲۴/۳۰)

خود خداوند با صدا و بآواز رئیس فرشتگان و با صور خدا از آسمان نازل شده - (رسالهٔ اول پولس رسول به تسالونیکیان ۴ آیت ۱۶)

و چنانکه در ظهور اول فرموده بوده در این ظهور هم می فرماید که من از آسمان نزول کرده ام (یوحنا آیت ۶/۳۸)

البته او از آسمان پائین آمده و وقتیکه بر روی زمین می خرامید همان ساعت نیز در آسمان بوده (انجیل یوحنا ۳/۱۳)

لاریب پسر انسان در جلال خود با جمیع ملائکه مقدس خویش

آمده و بر کرسیِ جلالِ خود نشست۔ (متی ۲۵/۳۱)

و فرشتگانِ خود را با صورِ بلند آواز فرستاده برگزیدگان او را از بادهای اربعه از کران تا کرانِ فلک فراهم آورده و می آورد۔ (انجیل متی ۲۴/۳۱)

در این زمان (موعودِ موجود) چنان مصیبتِ عظیمی ظاهر شد که از ابتدائے عالم تاکنون نشده بود و نخواهد شد۔ (انجیل متی ۲۴/۲۲-۲۳)

و در این روز جمیع طوائفِ زمین سینه زنی می کنند (متی ۲۴/۳۰)

و چون برق که از یک جانب زیرِ آسمان لامع شده تا جانبِ دیگر زیرِ آسمان درخشان می شود پسرِ انسان در یومِ خود، همچنین آمده است لیکن اوّل چنانکه لازم بود او زحماتِ بسیار دید۔ (لوقا ۱۷/۲۴-۲۵)

چون او یعنی روحِ راستی آمد ما را بجمیع راستی هدایت کرد زیرا که از خود تکلم نفرمود بلکه بانچه شنیده سخن گفت۔ (انجیل یوحنا ۱۶/۱۲-۱۳-۱۴)

و از مشرق و مغرب و شمال و جنوب آمده در ملکوتِ خدا نشستند و اینک آخرین هستند که اولین شدند و اولین که آخرین شدند۔ (لوقا ۱۳/۲۹-۳۰)

برائے ما ولدے زائیده و پسرے بما بخشیده شد و سلطنت بر دوشِ اوست و اسمِ او عجیب و مشیر و خدائے قدیر و پدرِ سرمدی و سرورِ سلامتی خوانده شده (اشعیاء ۹/۶)

تسلی دهنده یعنی روح القدس که پدر (خدا) او را باسم روح الله فرستاده است او همه چیز را بما تعلیم می دهد و آنچه مسیح بما گفته بود بیادِ ما می آرد (یوحنا ۱۴/۲۶)

و در (این) روزِ خداوند در روح شدیم و از او بروئے خود آوازے بلند چون صدائے صور شنیدیم که میگوید من الف و یا و اوّل و آخر هستم (مکاشفه یوحنای رسول ۱/۱۱)

پس در این ایامِ مبارکِ ظهورِ موعود

" اگر چشمت ترا لغزش دهد آنرا قلع کرده از خود دور انداز زیرا ترا بهتر است که لنگ باشی داخلِ حیات شوی از آنکه با دو چشم در آتشِ جهنم افگنده شوی۔ (متی ۱۸/۹)

ملکوتِ خدا مانندِ کسی است که تخم بر زمین بیفشاند و شب و روز بخوابد و برخیزد و تخم بروید و نمو کند چگونه او نداند زیرا که زمین بذاتِ خود ثمر می آرد اوّل علف بعد خوشه پس از آن دانهٔ کامل در خوشه و چون ثمر رسید فوراً داس را بکار می برد زیرا که وقتِ حصاد رسیده است (مرقس ۴/۲۶-۲۹)

آنکه بذرِ نیکو می کارد پسرِ انسان است و مزرعه این جهان است و تخمِ نیکو ابنائے ملکوت و کرکاسها پسرانِ شریر اند و دشمنے که آنها را کاشت ابلیس است و موسمِ حصاد عاقبتِ این عالم (که عصرِ حاضر است) و دروندگان فرشتگانند۔ پس همچنان که کرکاسها را جمع کرده در آتش می سوزانند همان طور در عاقبتِ این عالم ظاهر شده که پسرِ انسان ملائکهٔ خود را فرستاده همه لغزش دهندگان و بدکاران را جمع کرده و ایشان را به تنورِ آتش انداختند (متی ۱۳/۳۸-۴۲)

بشما میگویم بسیاری طلب دخول خواهند کرد و نخواهند توانست بعد از آنکه صاحبِ خانه برخیزد و در را ببندد و شما بیرون ایستاده در را کوبیدن آغاز کنید و گوئید خداوندا خداوندا برائے ما باز کن وے در جواب خواهد گفت شما را نمی شناسم که از کجا هستید (لوقا ۱۳/۲۴-۲۵)



اشتباهِ بزرگ اهلِ سائنس و فلاسفه

اهل سائنس و فلاسفه و متمدنینِ دورِ حاضره که مرکزش اروپا و امریکا است چون متقاعد بمادّه و قوهٔ مادیه هستند و اکثر از معارجِ بلند روحانیت که عبارت از روح و عالمِ ملکوت و مقامِ غیب لایدرک و مظاهرِ مقدسهٔ الٰهیه و پیغمبرانِ کرام باشد منکر و بی خبر اند لهٰذا در قسمتِ اعظمِ روحانیت و غیب هویت صرف نظر نموده غرق در عالمِ مادیه گشته واز تحقیقاتِ لازمه در اینقسمتِ بزرگ چنانچه باید و شاید کنج کاوی ننموده و پندار خود را که عبارت از قوهٔ حساسه است میزانِ صحیح تصور نموده دیانت و مذاهب و عالمِ ملکوت و جبروت و لاهوت و روح و غیب منیع را منبعث از تولید افکار ناقصهٔ بشر شمرده ازان احتراز کردند. چنانچه مدلل مینمایند هیئتِ بشریه برحسب تاریخ در قدیم از نارسائی و نقص عقل و علم گرفتارِ موهوماتے بودند که نظیر و تمثیل آن فعلاً در مملکتِ افریکا و بعضے از مملکتِ آسیا از قبیلِ چین و تبت و بعضے نقاط امریکا و روسیا و هندوستان وجود دارد و گویند از اول ابداع نوعِ بشر متقاعد بالهٔ کثیره و ربّ النوعِ متعدده بودند و جمادات و نباتات و حیوانات و کراتِ جسیمه از قبیل خورشید و ماه و ستارگان را می پرستیدند و بتدریج ترقی نموده چون عقول و ادراکشان درجهٔ تکامل طی مینمود عقائدِ آنان نیز اصلاح میشد تا آنکه پرستشِ کل شئ را مخصوص بشئ محدوده نموده و خدایانِ متعدده را بخدای واحد

تبدیل نموده اند و فعلاً که عقول و ادراک در نهایت درجهٔ کمال است دانشمندانِ عالم و اهلِ سائنس و فلسفه پے بردند که این عوالمِ موهوم کلّ معدوم صرف و آنچه را تا حال بشر تصور نموده و معتقد شده است صرف تصورِ باطله موهوم زائده بوده و مبدأ حقیقی نداشته است و نخواهد داشت و کسانیکه این عقائد را در ما بینِ بشر انتشار داده اند بعضے خیرخواه عالمِ بشر بوده اند و خواسته اند که عالمِ انسانی را در یک مرکز جمع کنند و متحد و متفق نمایند و ترقی کنند لهذا باسمِ وحی و الهام و دین و مذهب عقائدے را ترویج نمودند و جمعے برحسبِ خواهشِ خود و اغراضِ شخصی و انتفاع ذاتی در آن عقائد دینیه تصرفاتے نموده بجای آنکه مردم را متمدن نمایند و ترقی دهند آنها را متفرق نموده و تدنی داده بمرتبهٔ پست ہمی سوق داده اند اینست که تاریخِ عالم گواه است که کرهٔ زمین همیشه باسم دین و مذهب بخونِ بشر رنگین و سیراب شده است که مبدأ جمیع آن جنگ و جدال جهالت و نادانی و تعصب است و بس۔

این عبد اولاً عرض مینمایم که این متمدنینِ محترم اصلاً اساس و بنیادِ تحقیقاتشان بر پایهٔ اکتشافی نهاده شد که همه مأخوذ از تصورات و تجرباتِ عالمِ بشریه است و یقین را در آن مقام راهی نیست و وجودے ثابت نه. جمیع دلائل و براهینِ شان قیاسی است و چون عقول و ادراکِ بشریه معدنِ نقص است لهذا معذور اند و ما هم این تصوراتِ آنان را از روی

دلائلِ ثابتۀ یقینیه واضحاً ردّ می نمائیم. اوّلاً این مطلب واضح است که تاریخ هر ملّتی از ملل عالم ابتدا میشود بوجودِ یکی از پیغمبران که خود را برگزیده از جانبِ خدا معرّفی نموده و کلام خود را کلامِ خدا بیان کرده و خدا را خالق و جمیع عوالم کونیه از آسمان و زمین و سیاره کراتِ جسیمه و صغیره و عناصر اربعه و مخلوقاتِ مختلفه و اشیاءِ متنوعه را خلقِ خدای یکتا دانسته اند و شکی نیست که کل خدا را واحد و فرد و تنها و بی مثل معرّفی نموده کل او را ذاتِ غیبِ منیع لایدرک فرموده جمیعاً عرفان و شناسائی او را محال دانسته از دائرۀ ادراکِ بشریه متعالی و مقدس شمرده اند و عقول و افکارِ بشر و جمیع علماء و فضلاء و فصحاء و فلاسفه و دانشمندان را عاجز و قاصر ذکر کرده اند و همچنین کل خدای یکتا لایقِ پرستش و ستایش معرّفی نموده و دون او را ناقص شمرده اند و لایقِ ستایش نشمرده الّا باندازه که آن وصف و ستایش درحقیقت راجع شود بوصف و ستایشِ آن مبدأ کمال و فیض فیاض و نورِ انوار. و این مطلب در کتابِ آسمانیِ هر پیغمبری موجود است لازم بدلیل و برهانِ اثباتِ آن نیست. مثلاً قدیم ترین ملّتِ دنیا ملّتِ هنود می باشند که مبدأ تاریخِ آنان تقریباً در ده هزار سال قبل مفتوح میشود بوجودِ شری رام که پیغمبرِ بزرگ است و این وجودِ مبارک در همه قسمتِ تعالیمِ خود مردم را به پرستش خدای یکتا و یکتائی و تنهائیِ او هدایت مینماید و باطاعت و بندگیِ یگانه خالقِ کون و مکان دلالت میفرماید و پس از آن سری کرشنا و بودا و برهما و کنفیوشوس و زردشت و زرتشت و مهاباد و حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و حضرت محمد طرّاً خود را برگزیده از جانبِ خدا و رهنمای خلق او معرّفی نموده اند و بیکتائی او قائل و نوعِ بشر را بتوحیدِ باریتعالیٰ و خالقیتِ او مذعن و معترف نمودند طرّاً بشر را منع از رسوماتِ موهومه و تقالیدِ مجهوله و تعصّباتِ بیهوده و مزخرفاتِ مردوده و جنگ و جدال و حرب و قتال و کینه و کدورت و بغضا و عداوت و نزاع و نفاق و دوئیت و فسق و فجور و متابعتِ نفسِ امّاره و شهواتِ نفسانیه و طمع و حرص و آز و ظلم و ستم و جور و جفا و طعن و لعن و گفتارِ نالائقه و تهمت و افتراء و غیبت و زنا و عیب جوئی و مکر و ریا و خیانت و دغا و بغی و طغیان و گناه و نسیان و جهالت و بطالت و کسالت و غفلت و تکفیر و تذلیل و تحقیرِ همدیگر و امثالها نمودند و جمیعاً نوعِ انسان را دلالت نمودند بتعلیمِ علومِ نافعه و تحصیل اخلاقِ حسنه و روش و کردارِ پاک و پاکیزه از قبیلِ دوستی و راستی و محبت و مودت و الفت و مهربانی و امانت و دیانت و صبر و بردباری و فروتنی و صلح و صفا و استقامت و وفا و تعریف و ستایش و ثنا و خیرخواهی و دستگیری و نوع پروری و کار و کسبِ نافع و اتحاد و اتفاق و تعاون و تعاضد بحکمت و دانائی و عدل و انصاف و شجاعت و سخاوت و غیرت و فرزانگی و مروت و مردانگی و جان فشانی و فداکاری با بنای خویش و حفاظت و صیانتِ بیچارگان و ملجأ و پناهِ بی سروسامان و غمخواری و فریادرسی مظلومان و امثالها حتی هیچکدام باذیت و آزارِ حیوانات نیز راضی نبودند تا چه رسد بنوعِ انسان کل فرمودند خدا خالقِ کل و رازق و مهربان بر کل است پس انسان نیز باید باهمدیگر مهربان باشند حتی فرمودند شما باید متابعتِ سیاستِ الٰهیه کنید مثلیکه او آفتابِ عنایتش بر کل میتابد ابرِ بخشش بر کل میبارد و بارانِ رحمتش کل را مستفیض مینماید نسیمِ عنایتش بر کل میوزد بابِ فضل و هدایتش بر روی کل مفتوح است خوانِ نعمتِ حیاتِ بخشش برای جمیع گسترده است و جمیع را از فیوضاتِ لایتناهی بهره و نصیب داده است ما بندگان نیز باید با کل مهربان باشیم بجمیع فیض و نفع بخشیم با همه محبت نمائیم و همه را دوست داریم و غمخوارِ کل باشیم و این مطلب

نیز برحسب تاریخ واضح است که این پیغمبرانِ کرام در ہیچ مدرسه تحصیلِ علوم وفنون ننموده وتعلیمات ان کسبی وتحصیلی نبوده است بلکه تعالیمِ آنان فطری وذاتی بوده است وہکذا این مطلب نیز واضح است که شریعت وتعالیم وقوانینِ متین در عصرے تشریح وترویج نموده که بالغ وکامل وہزاران سال در ہر عہد وزمانے سبب ترقیِ عالمِ انسانی وموجبِ اتحاد ویگانگی بشر وکافلِ حقوقِ اُمم وسببِ خوش بختی وسعادت ورستگاری بنی آدم بوده است چنانچه ہریک از مللِ موجوده در تاریخ نشان میدہد که تا مادامیکه ازان دستور العمل حیات وتعالیم نجات بخشِ انبیاء منحرف نشده بودند روز بروز در جمیع قویٰ ومراتبِ مادیه ومعنویه چه جسمانی وبدنی چه روحانی ووجدانی ترقیِ محیر العقول نموده که انسان را متحیر میسازد چنانچه شاہدِ این مقال در اوانِ ظہور ہریک از انبیاء است که چه اندازه انسان ذلیل وپست بودند وباہمدیگر بنزاع ونفاق وجنگ وپرخاش مشغول بودند وزندگانی وحشیانه وبہیمانه مینمودند وبعد از ظہورِ ہریک ازان بزرگواران که چقدر مردم را ترقی دادند لابد باختصار عرض میکنیم اوّلاً این ملتِ ہنود اگرچه این عبد کاملاً از تاریخ آنان اطلاع ندارم وتا اندازه که تاریخ ہند مطالعه نموده ام واضح میشود که پیشتر از ظہورِ سری رام مردمِ ہند باہمدیگر مثلِ حیواناتِ درنده بودند ومقاتلهٔ دائمی داشتند واز علم وتمدن وانسانیت بہره نداشتند وچه مقدار ظلم وستم که برآن وجودِ مبارک وارد آوردند تا آنکه اورا مجبور بہجرت نمودند ومدت چہارده سال تقریباً در بیابان بسر می برد وبعسرت زندگانی می نمود ولے از قدرتِ الہی واثرِ تعالیم الہیه موفق گردید که این نفوسِ وحشی را در اندک زمانے از عالمِ پستِ بربریت وحیوانیت نجات داده برتبهٔ بلند تمدن وانسانیت وروحانیت وارد نماید وبنیادِ زندگانیِ آبرومندانهٔ اجتماعی استوار کند و مابینِ نوع اساسِ اتحاد واتفاق وعلم وفن محکم نماید وجنسِ بشر را از حیوان ممتاز نماید وبرتری دہد وبرحسب تاریخ واضح است که از اثرِ تعالیمِ آن ذاتِ مقدس اہالی ہند ترقی فوق العاده نمودند ودر ہر شعبهٔ امورات دنیویه وروحانیه ترقی نمودند وباز چون ازان سرخطِ زندگانی وتعالیم ربانی غفلت نمودند ومطیعِ نفسِ اماره شدند باز مانندِ ہمج رعاع گرفتارِ موہومات ومزخرفات گشتند رسوم وعقائدِ مشرکانه را در مابین خود ترویج نموده وبتِ موہوم را پرستش نموده از حضرتِ معلوم گذشتند وخوار وذلیل گشتند۔ باز یزدانِ پاک رہبرے فرستاد وآنرا ہدایت نمود تا نوبت بسری کرشنا رسید واین وجودِ مقدس چقدر اذیت وجفا دید میرسید۔ حتّی خویشان وپدر ومادر معاندِ او شدند ودر کشتنِ او ہمه ہمداستان شدند زیرا کل تابع موہومات بودند واسیرِ نفس وہوی۔ واز علم وعمل ومقاماتِ روحانیه ومرتبهٔ انسانیه بہره نداشتند ہرگونه اذیت وجفائے براو وارد آوردند ومانع از نشرِ تعالیم او شدند ولے عاقبت تائیدِ الہی شامل شد وامرِ الہی غالب گشت وکل را احاطه نمود وجمیع تابع فرمان گشتند دراینوقت تاریخ نشان میدہد که از اثرِ تعالیم آن معدنِ علم وحکمتِ الہی اہل ہند ترقی کردند که بوصف درنیاید در علم وحکمت وصنعت وتجارت وزراعت وسلطنت مشہورِ آفاق اشیائے صنعتیِ ہند از قبیل پارچه جات وآلاتِ آہنی وفولاد وظروفات واجناس برہمهٔ عالم تفوق داشت وہمهٔ روی کره تا آن جائیکه درآن زمان ممکن بود مال ومتاعِ ہند رواج داشت وممتاز ومشہور بود وخطهٔ ہند غبطهٔ جہانیان گردید ولے باز ازان تعالیم حقیقی غفلت ورزیدند واندک اندک درآن دخالت وتصرف۔ بجای توحید پرستی شرک پرستی نمودند ودر مقامِ اتحاد واتفاق منحرف شده متفرق ومختلف گشتند واسیرِ موہوماتِ لاتحصیٰ شد۔

(حداداد رشید علیانی بمبئی)

سید محفوظ الحق علمی نے جید برقی پریس بلیماران میں (دہلی) میں چھپوا کر دفتر پیامبر لیفن روڈ قرول باغ دہلی سے شائع کیا

ماہنامہ پیامبر دہلی

جلد سوم | فروری سنہ ۱۹۴۲ء | نمبر ۲

هو الآمر الحكيم

وہی حاکم اور حکمت والا ہے

قل الهي الهي اشهد بوحدانيتك وفردانيتك واعترف بما انزلته في كتابك

یوں عرض کر۔ اے میرے خدا اے میرے خدا! میں تیری وحدانیت اور یکتائی کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اس کا اقرار کرتا ہوں

اسئلك باسمك الظاهر المكنون بان تؤيدني على العمل بما امرتني فيه اي رب تراني مقبلاً

میں تیرے ظاہر اور پوشیدہ نام کے وسیلے تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تو نے اپنی کتاب میں جو احکام دیئے ہیں اُن پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ اے میرے پروردگار۔ تو

اليك ومقرّاً بعظمتك وسلطانك اسئلك بلئالي بحر رحمتك وتجليات شمس فضلك بان تؤيّدني

دیکھ رہا ہے کہ میں تیری طرف متوجہ اور تیری عظمت وسلطنت کا اقراری ہوں۔ تیرے دریائے رحمت کے موتیوں کا اور تیرے آفتاب فضل کی جلوہ ریزیوں کا واسطہ۔ میری ایسی مدد

على ذكرك وثنائك بين عبادك بالحكمة التي انزلتها في زبرك والواحك ثمّ اسئلك

فرما کہ میں تیرے بندوں کے درمیان اُس حکمت کے ساتھ جو تو نے اپنی کتب والواح میں اُتاری ہے تیرا ذکر اور تیری تعریف کرتا رہوں۔ میں پھر تجھے تیرے اثر کلام

بنفوذ كلمتك وتصرّف ارادتك واحاطة مشيّتك ان تغفرلي بجودك وكرمك وتكتب لي

غلبۂ ارادہ اور احاطۂ مشیت کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی بخشش وعنایت سے بخش دے اور میرے لئے وہ چیز مقدر فرما دے جو مجھے

ما يجعلني مستقيماً على امرك وراسخاً في حبّك انت الذي لا تعجزك شئونات العالم ولا تضعفك

تیرے امر پر ثابت اور تیری محبت میں راسخ رکھے۔ تو ہی وہ ذاتِ پاک ہے کہ تمام عالم کی نیرنگیاں تجھے کمزور نہیں کر سکتیں۔ سارے گروہوں کی طاقت تجھے

قوّة الامم تفعل ما تشاء بسلطانك لا اله الّا انت الفرد الواحد العليم الحكيم ۝

ضعیف نہیں بنا سکتی۔ تو اپنی قوت وقدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اکیلا۔ یکتا۔ علم وحکمت والا ہے۔

خدا کا مقصد

حضرت شوقی ربانی کے قلم سے

(ترجمہ)

ارکانِ دین کی کمزوری نہ فقط بے دینی اور اس کے انسانیت سوز نتائج یعنی وہ تہری لعنت جو اس وقت انسانیت کی جان کی لاگو ہو رہی ہے اُن مصیبتوں کی ذمّہ وار ہے جو اِسے ایسے المناک طریقہ سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ بدیاں اور برائیاں بھی جو زیادہ تر "سستی ارکان دین" کا نتیجہ ہیں اُس چند در چند جرم کے معیّن سمجھنے چاہئیں جس کی سزا افراد و اقوام کو مِل رہی ہے۔ دین کے زوال اور ان غاصب بُتوں کے عروج سے اخلاقی انحطاط کے آثار اس قدر بے شمار اور ایسے نمایاں ہیں کہ سطحی نظر سے دیکھنے والا بھی انھیں دیکھ سکتا ہے اور انکو دیکھکر آجکل کی سوسائیٹی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ سرکشی۔ شراب خوری۔ قمار بازی۔ جرائم کی کثرت۔ لہو و لعب۔ دولتمندی۔ اور دیگر دُنیوی عارضی خوشیوں کی حدِ اعتدال سے متجاوز محبّت۔ اخلاقی کمزوری، جس کا برا اثر ازدواجی تعلقات میں غیر ذمّہ دارانہ رویّہ سے۔ ماں۔ باپ اور بزرگوں کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ سے۔ طلاق کے بڑھتے ہوئے طوفان سے۔ اخباروں اور کتابوں کے معیار کے انحطاط سے اور ایسے خیالات کی حمایت سے جو پاکیزگی۔ اخلاق اور عفت کے صریحاً نقیض ہیں ظاہر ہوتا ہے۔ اخلاقی انحطاط کے یہ آثار جو مشرق و مغرب پر چھائے ہوئے ہیں اور جو سوسائیٹی کے ہر طبقہ میں سرایت کئے ہوئے اس کے ذکور و اُناث۔ پیر و برنا ہر ایک میں اپنا زہریلا اثر پھیلا رہے ہیں اُس اعمالنامے کو اور بھی سیاہ بناتے ہیں جسپر ایک سرکش اور ناپشیمان نوعِ انسان کے گوناگون گناہ لکھے ہوئے ہیں۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں کہ طبیبِ الٰہی حضرت بہآء اللہ نے فرمایا:۔

> "آج کے دن انسانوں کے مذاق بدل گئے ہیں اور اُن کی قوّتِ بصیرت تبدیل ہو گئی ہے۔ دُنیا کی مخالف ہواؤں اور اس کے رنگوں نے زکام پیدا کر دیا ہے۔ جس کے سبب انسان وحیِ الٰہی کے نفحات کو استشمام کرنے سے محروم ہو گئے ہیں۔"

اُس نسلِ انسانی کا پیالہ فی الحقیقت لبریز اور تلخ ہے جو خدا کے بُلاوے کی تعمیل سے قاصر رہی جب اس نے اسے اپنے ظہورِ اعظم کے ذریعے بُلایا۔ وہ نسلِ انسان جو اپنی مشعلِ ایمان کو گُل کر بیٹھی ہے۔ جو اپنے پیدا کرنے والے خدا کو چھوڑکر اپنے ہاتھ اور خیال سے بنائے خداؤں کی پوجا کر رہی ہے۔ اور اب جو اُن گناہوں اور بدیوں میں پھنسی ہوئی ہے جن کا ایسے خداؤں کی پیروی سے پیدا ہونا بدیہی ہے۔

پیارے دوستو! ہم جو حضرت بہآء اللہ کے پیرو ہیں ہمیں خدا کے اس غضب کو جو عصرِ بہائی کی پہلی صدی کے آخری سالوں میں تمام دنیا میں نازل ہو رہا ہے اور جس نے انسانوں کے تمام اُمور کو ایسا منقلب اور مُنتشر کر دیا ہے اس رنگ میں دیکھنا چاہئے۔ یہ اس دوہرے جرم کے سبب ہے یعنی وہ کام جو اس نے کئے ہیں اور وہ کام جو اس نے نہیں کئے۔ سادہ لفظوں میں اس کی بداعمالیاں۔ خدا۔ اور اس کے ظہور اور اس کے دین کے متعلق صریح و واضح فرض کو پورا نہ کرنے کے سبب اس دردانگیز اور سخت آزمائش کے جنگل میں

عالم اس سے کہ اس کے فوری سیاسی و معاشی اسباب کچھ ہی ہوں، کھینچی ہوئی ہے۔

مگر جیسا کہ پہلے مضامین میں ذکر ہوا خدا اپنے بچوں کی بدکاریوں کے لئے انھیں فقط سزا ہی نہیں دیتا۔ چونکہ وہ عادل ہے اس لئے انھیں سزا دیتا ہے۔ اور چونکہ وہ انھیں پیار کرتا ہے اس لئے وہ انھیں عذاب میں ڈال کر سیدھا کرتا اور سدھارتا ہے انھیں سدھار کر اپنے وسیع رحم کے سبب وہ انھیں ان کی قسمت پر نہیں چھوڑتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا انھیں عذاب میں ڈالنا ہی انھیں اس کام کے لئے تیار کرنا ہے جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی زبان سے فرماتا ہے۔

"میری بلاء میرا فضل ہے۔ ظاہراً یہ آگ اور انتقام ہے مگر اصل میں یہ نور اور رحمت ہے"

اس کے خدائی عدل نے جو آگ بھڑکائی ہے وہ ایک بدکار اور سرکش نسل انسان کو پاک و پاکیزہ کر رہی ہے۔ اس کے مختلف اور جنگجو عناصر کو اس طرح ملا رہی ہے کہ پہلے کسی نے انھیں اس طرح صاف نہیں کیا اور اس طرح نہیں ملایا ہے۔ یہ فقط انتقامی اور برباد کن آگ ہی نہیں ہے بلکہ ایک تادیبی اور تخلیقی عمل بھی ہے جس کا مدعا اتحاد کے ذریعے کل کرۂ ارض کو نجات دینا ہے پراسرار طریقے سے سہج سہج اور ناقابل مزاحمت ارادہ کے ساتھ خدا اپنے مقصد کو پورا کر رہا ہے۔ اگرچہ جو نظارہ آجکل ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں وہ ایک ایسی دنیا کا نظارہ ہے جو مایوسانہ طریقہ سے خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں الجھی ہوئی ہے اور اس ندا سے بالکل بے پرواہ ہے جو ایک صدی سے اسے خدا کی طرف بلا رہی ہے اور بدبختانہ طریقہ سے ان دلفریب آوازوں میں منہمک ہے جو پھسلا کر اسے تحت الثریٰ میں گرانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

خدا کا مقصد خدا کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ان طریقوں سے جنھیں وہ خود ہی بہتر جانتا ہے۔ اس مصیبت زدہ اور مدت العمر سے متفرق نوعِ انسان کا عظیم اور سنہرا زمانہ لائے۔ اس کی موجودہ حالت اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا فوری مستقبل تاریک اور پریشان کر دینے والا ہے۔ مگر اس کا دور کا مستقبل روشن اور شاندار ہے۔ ایسا روشن کہ کوئی آنکھ اس کا مشاہدہ اس وقت نہیں کر سکتی۔ نوعِ انسان کے فوری مستقبل کا اندازہ لگاتے ہوئے حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"افسوس کہ مایوسی کی ہوائیں چاروں طرف سے چل رہی ہیں اور جھگڑا جو نسلِ انسان کو متفرق کرتا اور مصیبت میں ڈالتا ہے روز بروز بڑھ رہا ہے۔ آنے والے انقلاب اور اضطراب کے آثار فی الحال ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ جو انتظام اس وقت دنیا میں جاری ہے اس کا نقص نہایت افسوسناک طریقہ پر ظاہر ہو رہا ہے۔

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اس کی ایسی گت ہوگی کہ اس وقت اس کو افشا کرنا مناسب نہیں ہے"

اس کے برعکس نوعِ انسان کے مستقبل کا خیال کرتے ہوئے آپ مشہور و معروف مستشرق ایڈورڈ جی۔ براؤن کے ساتھ قابل یادگار ملاقات کے دوران میں پر زور پیشینگوئی فرماتے ہیں:۔

"یہ بے سود جنگیں۔ یہ تباہ کن لڑائیاں اٹھ جائیں گی اور صلحِ اکبر جلوہ گر ہوگی۔

یہ جنگیں - یہ خونریزیاں اور یہ اختلافات بند ہوجائینگے اور سب انسان ایک خاندان بن کر رہینگے۔"

آپ پیشینگوئی فرماتے ہیں :-

"جلدی دنیا کا یہ موجودہ نظام لپیٹ لیا جائے گا اور اس کی جگہ دوسرا انتظام جاری ہوگا۔"

پھر آپ نے لکھا ہے :-

"کچھ عرصہ بعد دنیا کی تمام حکومتیں بدل جائیں گی - ظلم دنیا کو گھیرے گا اور ایک عالمگیر انقلاب کے بعد عدل کا آفتاب عالمِ غیب کے افق سے نمودار ہوگا۔"

پھر آپ نے فرمایا ہے :-

"تمام دنیا اس وقت حمل کی حالت میں ہے - وہ دن آرہا ہے جب یہ اپنے بہترین ثمر پیدا کرے گی - جب اس سے بلند ترین شجر نکلینگے - من موہنے شگوفے پیدا ہونگے اور اعلیٰ ترین آسمانی برکات ظاہر ہوں گی۔"

اسی طرح حضرت عبدالبہآء نے بھی فرمایا ہے :-

"دنیا کی تمام قومیں اور نسلیں ایک قوم بن جائیں گی - دینی اور فرقہ وارانہ لگاوٹیں - قومی اور نسلی عداوتیں اور ملی اختلافات اٹھ جائیں گے - تمام انسان ایک دین کے ماننے والے اور ایک ایمان کے مومن ہونگے - سب مل کر ایک نسل اور ایک قوم بن جائیں گے - تمام اکٹھے ہو کر ایک ہی وطن میں جو یہ کرۂ ارض ہے رہینگے۔"

جو کچھ ہم آجکل "تمدن کی تاریخ کے نہایت ہی نازک وقت میں" ان زمانوں کو یاد کرتے ہوئے "جب ادیان مٹتے اور پیدا ہوتے ہیں" مشاہدہ کررہے ہیں وہ نوعِ انسان کے آہستہ اور دردانگیز ارتقاء کا عنفوانِ شباب ہے جو جوانی یا اس پختہ عمر کے حاصل کرنے کی تمہید ہے جس کا وعدہ حضرت بہآءاللہ کی تعلیمات میں حتمی طور پر موجود اور آپ کی پیشینگوئیوں میں محفوظ ہے۔ اس عہدِ انقلاب کا شور وغوغا - عہدِ شباب کے جوش - اس کی مہمل تحریکات - اس کی بے وقوفیوں - اس کی نفنولخرچیوں - اس کے غرور اس کے تکبر - اس کی سرکشی اور اس کی ضابطہ سے نفرت کو ظاہر کررہا ہے۔

آنے والا عصرِ عظیم بچپن اور لڑکپن کے زمانے گذر چکے ہیں - یہ اب پھر نہ آئینگے - عصرِ عظیم جو تمام زمانوں کی تکمیل اور تمام نوعِ انسان کے بلوغ کا امتیازی نشان ہے آنے والا ہے - اس زمانۂ تغیر کے انقلابات - تاریخ نوعِ انسان کے اس پرآشوب زمانہ کے اضطرابات اس تمام زمانوں کے زمانہ کی حتمی آمد کے ہرکارے اور لازمی شروط ہیں - وہ زمانہ جو "آخر کا زمانہ" ہے۔ جس میں جنگ کی حماقت اور شور و شر جس نے ابتدائی تاریخ عالم سے نوعِ انسان کے وقائع کو تاریک کررکھا ہے قطعی طور پر ہمیشہ رہنے والی عالمگیر صلح کے امن اور حکمت میں بدل جائے گی جس میں بنی نوعِ انسان کی جدائی اور نفاق اٹھ جائیں گے - اور عالمگیر مصالحت

اور ملاپ جلوہ گر ہونگے۔ اور نسل انسانی کے مختلف عناصر کا کامل اتحاد برپا ہو جائے گا۔

فی الحقیقت اس عمل تکمیل کا یہ مناسب عروج ہے جو خاندان سے جو انسانی نظام کا سب سے چھوٹا درجہ ہے شروع ہو کر سلسلہ وار قبیلے۔ شہریت۔ حکومت اور قوم کے درجات سے گذر کر بڑھتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی تکمیل تمام دنیا کو متحد کر کے ہوگی جو اس کرۂ ارض پر انسانی ارتقاء کا آخری مقصد اور سب سے بڑا اجلال ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نوع انسان طوعاً و کرہاً پہنچ رہی ہے۔ اسی درجہ اور اسی مقام کے لئے نوع انسان موجودہ سخت آزمائش میں سے گذر رہی ہے اور یہی آزمائش عجیب و غریب طریقہ سے اس مقام تک پہنچنے کے لئے راستہ تیار کر رہی ہے۔ اس درجہ و مقام کے ساتھ حضرت بہاء اللہ کے امر مبارک کا مقصد و مقسوم ناقابل تحلیل طریقہ سے منسلک ہے۔ یہ آپ کے ظہور کی تخلیقی قوتیں ہیں جنھوں نے ۱۸۶۳ء میں ظاہر ہو کر اور پھر ۱۸۶۸ء اور ۱۸۷۰ء میں پے در پے آسمانی قوت سے جو تمام نوع انسان کے لئے عطا ہوئی تھی قوت پا کر نسل انسان میں ایسی استعداد پیدا کر دی ہے کہ وہ اپنے متحدہ بنیادی ارتقاء کے اس آخری درجہ تک پہنچ رہی ہے۔ آپ کے ظہور کے سنہرے زمانہ کے ساتھ اس عمل کی تکمیل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مربوط رہیگی۔ یہ آپ کا نازل کیا ہوا دنیا کا انتظام جدید جو فی الوقت آپ کے دین کے انتظامی اداروں کے رحم میں جنھیں آپ نے خود تخلیق فرمایا ہے زندگی کے آثار ظاہر کر رہا ہے۔ کل دنیا کی متحدہ حکومت کا جو ملل و اقوام ارض کی مقدرہ تقدیر ہے نمونہ اور مرکز کا کام دے گا۔

ٹھیک جس طرح نوع انسان کا یہ خلقی ارتقاء آہستہ آہستہ اور بتدریج ہوا ہے اور جسمیں پے در پے پہلے خاندانوں کو قبیلوں میں متحد کرنے کا اور پھر قبیلوں کو شہری سلطنت اور شہری سلطنت سے قومی سلطنت میں نمو پانے کا عمل ہوا ہے اسی طرح وہ نور جو امر اللہ نے ارتقائے دین کے مختلف مدارج میں عطا کیا اور گذشتہ انبیاء کے زمانوں میں سلسلہ وار ظاہر کیا آہستہ اور تدریجی ہوا ہے۔ فی الحقیقت خدائی وحی کا پیمانہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کی معاشرتی ترقی کے درجہ کے مطابق جو ایک ہمیشہ بدلنے والی نوع انسان کرتی رہتی ہے ہوا ہے۔ حضرت بہاء اللہ بیان فرماتے ہیں:۔

> "یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ کلام اللہ اور اس کی تمام استعداد ذاتی بالکل اُن حالات کے مطابق ظاہر کی جائے گی جو خدائے حکیم و خبیر نے پہلے سے مقرر کئے ہونگے .... اگر کلمۃ اللہ ان تمام قوتوں کو جو اس کے اندر مخفی ہیں ایک دفعہ اور یکلخت ہی واگذار و آشکار کر دے تو دنیا کا کوئی انسان اتنی طاقتور وحی کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکیگا۔"

حضرت عبدالبہاء نے اس حقیقت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

> "تمام مخلوقات کے لئے ایک بلوغ کا زمانہ ہے۔ ایک درخت کا بلوغ اُس وقت ہوتا ہے جب وہ ثمر لاتا ہے .... حیوان بھی پوری جوانی اور تکمیل تک پہنچتا ہے اور عالم انسانی میں انسان اُس وقت سن بلوغ کو پہنچتا ہے جب اس کی عقل کا نور پوری پوری قوت اور نشو و نما حاصل کر لیتا ہے .... اسی طرح کل نوع انسان کی زندگی کے بھی مدارج اور عمریں ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب یہ بچپن کی عمر میں سے گذر رہی تھی۔ پھر عنفوان شباب آیا۔ مگر اب یہ عرصہ سے اپنے موعود زمانۂ بلوغت میں داخل ہو گئی ہے۔ جس کے آثار ہر چیز سے اور ہر جگہ ظاہر و باہر ہیں .... جو چیزیں نسل انسان کی تاریخ کے

اوّل زمانہ میں اس کی ضروریات کے لئے کافی ہوسکتی تھیں اِس زمانہ تجدید و تکمیل کی ضروریات کو پورا نہیں کرسکتیں۔ انسان اپنی پہلی محدود حالت اور ابتدائی تربیت سے نکل آیا ہے۔ انسان اَب نئی خوبیاں۔ نئی طاقتیں۔ نئے اخلاقی معیار اور نئی استعداد پائے گا۔ نئے فیوض۔ کامل عنایات اس پر نازل ہو رہی ہیں۔ زمانہ شباب کی برکات اور عنایات اگرچہ انسان کے عنفوانِ شباب کے وقت بجا اور کافی تھیں مگر اب اُس کے بلوغ کے زمانہ کی ضروریات کے لئے ناکافی ہیں"۔

پھر آپ نے لکھا ہے :۔

"ہر ظہورِ الٰہی کے زمانہ میں خُدائی ہدایت کا نور ایک مرکزی موضوع پر مرکوز ہوا ہے ....اِس عجیب ظہورِ الٰہی۔ اس نورانی زمانہ میں امراللہ کی بنیاد اور اس کی شریعت کی امتیازی خصوصیت انسانوں میں "وحدتِ عالم انسانی" کے شعور کا پیدا ہونا ہے۔"

(ترجمہ عباس علی بٹ بی۔اے)

"ڈان بریکرز" یا "مطالعُ الانوار"

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت باب نے شروع سے ہی اس بات کا احساس کر لیا ہوگا کہ آپ کے اہل وطن آپ کی تعلیمات کی کیسی قدر کرینگے اور ملاؤں کے ہاتھوں آپ کا کیا حال ہوگا۔ مگر یہ شخصی خیالات آپ کو اپنے دعویٰ کو کُھلم کھلا پیش کرنے اور اپنے امر کا اعلان کرنے سے نہ روک سکے۔ جو نئی تعلیمات آپ نے پیش کیں وہ اگرچہ قطعاً دین سے تعلق رکھتی تھیں مگر انقلاب انگیز تھیں اور آپ کے دعویٰ نے سارے ایران کے ارکان دین و ملت کو ہلا دیا۔

آپ نے اعلان کیا کہ آپ قائم ہیں۔ یعنی وہ بڑا پیغامبر یا مہدیِ موعود ہیں جس کا عالمِ اسلام نہایت شوق سے منتظر تھا۔ آپ نے اس کے ساتھ یہ مزید اضافہ کیا کہ آپ "باب" یعنی ایک بہت بڑے ظہور کے دنیا میں ظاہر ہونے کے مبشر ہیں۔

جب آپ نے اسلامی احادیث کے مطابق اپنے آپ کو پیشگوئیوں کا پورا کرنے والا ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ لوگ جنھوں نے ان پیشگوئیوں کے کچھ اور معنے گھڑ رکھے تھے آپ کے ساتھ مخالفت کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسلام کے دونوں بڑے فرقے شیعہ و سُنی۔ اپنے دین کی ان پیشگوئیوں کو بہت اہمیت دیتے تھے اور ان کی بہت دیندارانہ حفاظت کرتے تھے۔ مگر دونوں اُن کے معنوں میں متحد نہ تھے۔ شیعہ جن کے عقائد کے درمیان بابی تحریک شروع ہوئی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اکرم حضرت محمد کے وفات پا جانے کے بعد بارہ امام یکے بعد دیگرے آپ کے جانشین ہوئے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان بارہ اماموں میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ نے آسمانی قوتیں اور روحانی طاقتیں عطا کی تھیں اور سب مسلمانوں کا یہ فرض اوّلین تھا کہ وہ ان میں سے ہر ایک کی بے چون و چرا اطاعت کریں۔ یہ امام عام انتخاب سے مقرر نہیں کئے جاتے تھے بلکہ ہر ایک امام اپنے سے بعد کے امام کو نامزد کرتا تھا۔ اُن میں سے آخری یا بارھویں امام کا نام محمد تھا جسے شیعہ "امام مہدی"۔ "حجت اللہ" و "بقیۃ اللہ"

(خدا کی نشانی)، قائمِ آلِ محمد (وہ جو حضرت محمد کی اولاد سے خدا کے امر پر قیام کرے گا) کہتے تھے۔ امام محمد ۲۶۰ھ میں امام مقرر ہوئے۔ مگر وہ فوراً ہی نظروں سے غائب ہوگئے۔ اور اپنے برگزیدہ وسائل کے ذریعے اپنے پیروؤں سے مخابرہ کیا کرتے تھے جو ابواب کہلاتے تھے۔ یہ ابواب یکے بعد دیگرے چار ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس سے پہلے کے باب نے حضرت امام کے حکم کے مطابق اپنے سے بعد ہونے والا باب نامزد کیا۔ جب چوتھے باب ابوالحسن علی سے اس کے فوت ہونے سے پہلے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا تو انھوں نے کسی کو نامزد نہ کیا۔ اس نے کہا کہ خدا کی مرضی کچھ اور ہے۔ اس لئے اس کے مرنے کے بعد حضرت امام اور آپ کے پیروؤں میں مخابرہ بالکل بند ہوگیا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام محمد اپنے کچھ پیروؤں کے ساتھ ابھی تک زندہ ہیں اور کسی پوشیدہ مقام میں رہتے ہیں اور وہ اس وقت اپنے پیروؤں پر ظاہر ہونگے جب وہ بہت قوت کے ساتھ آکر ساری دنیا میں امن کا راج قائم کرینگے۔

اس کے برعکس سنی حضرت محمد کے جانشینوں کو اتنا بڑا رتبہ نہیں دیتے۔ اُن کے عقیدہ کے مطابق خلافت اتنا روحانیت سے تعلق نہیں رکھتی جتنا دنیوی معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کی نظروں میں خلیفہ صرف دین کا حامی ہوتا ہے اور اس کا تقرر لوگوں کے انتخاب پر منحصر ہے۔ یہ اختلافِ عقائد بہت اہم ہے۔ مگر دونوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ چودھویں صدی میں دو بڑے ظہور ہونگے۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ وقت پورا ہونے پر قائم ظاہر ہوگا اور حضرت امام حسین دوبارہ آئیں گے۔ سنی امام مہدی اور حضرت مسیح کی آمدِ ثانی کے منتظر ہیں۔ امر کے شروع میں جب حضرت باب نے اپنے آپ کو قائم بھی کہا اور باب بھی ہونے کا دعویٰ کیا تو بعض مسلمانوں نے آپ کے اس آخری لقب کے غلط معنی سمجھے۔ انھوں نے سمجھا کہ آپ ابوالحسن علی کے جانشین پانچویں باب ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

مگر آپ کے اصلی معنے جیسا کہ آپ نے خود اعلان فرمائے ہیں اس سے بالکل مختلف ہیں۔ آپ قائم تھے مگر یہ قائم اگرچہ ایک اولوالعزم ظہورِ خدا تھے مگر آپ کے بعد آنے والے بڑے ظہورِ الٰہی کے لئے آپ ایسے ہی تھے جیسا یوحنا بپتسمہ دینے والا مسیح سے پہلے تھا۔ وہ ایک ایسی ہستی کے مُبشر تھے جو آپ سے زیادہ طاقتور تھی۔ اُس عظیم الشان ہستی کے امر کے لئے بڑھنا تھا اور آپ کے امر کا اُس کے امر میں مل جانا تھا۔ جس طرح یوحنا بپتسمہ دینے والا حضرت مسیح کا پیشرو یا دروازہ تھے۔ اس طرح حضرت باب حضرت بہاء اللہ کے مبشر اور دروازہ تھے۔

ایسی بکثرت احادیث موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قائم جب ظاہر ہوگا تو وہ نئی شریعت لائے گا۔ اور اسلامی شریعت کو منسوخ کردے گا۔ مگر عام علماء اور ملاؤں کا یہ خیال نہ تھا۔ وہ تو اس بات کے متوقع تھے کہ موعود کوئی نیا اور بہتر کلامِ الٰہی نہ لائے گا۔ بلکہ انھیں رسومات وقوانین کو جن کے وہ کارگذار تھے مضبوط کرے گا۔ اور اُن کی حمایت کریگا۔ اُن کی شخصی حیثیات کو چار چاند لگائے گا۔ اُن کے اختیارات کو دور و نزدیک کی قوموں میں پھیلائے گا اور کل نوعِ انسان کو زبردستی اُن کے آگے خوار و زار بنا کر اُن کا ماتحت بنائے گا۔

جب حضرت باب پر کتاب بیان نازل ہوئی جس کے ذریعے آپ نے ایک نئی شریعت پیش کی اور اپنے اسوۂ حسنہ اور نصیحت آمیز بیانات سے ایک دقیق اخلاقی و رُوحانی اصلاح کی بنیاد ڈالی تو ملاؤں کو ایک فنا کر دینے والے خطرے کی بو آنے لگی۔ انھوں نے اپنے افتکار کو برہم ہوتے۔ اپنی آرزوؤں کو مٹتے۔ اپنی جانوں کو ہلاکت میں آتے اور اپنے چال چلن کو بدنام ہوتے دیکھا۔ بس وہ غیظ و غضب سے بھر گئے۔ انھوں نے شاہ اور تمام لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ نیا دعویٰ دار علم سلیم کا دشمن۔ اسلام کو برباد کرنے والا۔ محمد کا دشمن اور نہ صرف پاک شریعت کے لئے ہی خطرے کا موجب ہے بلکہ یہ تو حکومت اور ملت کا بھی برباد کنندہ ہے۔

حضرت باب کے رد کرنے اور ستائے جانے کا سبب حقیقت میں وہی تھا جو حضرت مسیح کے رد کرنے اور ستائے جانے کا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ ایک نئی کتاب نہ لائے ہوتے۔ اگر آپ حضرت موسیٰ کے لائے ہوئے روحانی اصُول کے ساتھ ساتھ ان کے آئین و قوانین کی بھی حمایت کرتے تو آپ ایک معمولی مصلح اخلاق سمجھے جاتے اور فقیہیوں اور فریسیوں کے ظلم وستم سے بچ جاتے۔ مگر اس بات کا دعویٰ کرنا کہ حضرت موسیٰ کی شریعت کا کوئی حصہ بھی حتیٰ کہ طلاق وسبت کے احکام جیسے مادی قوانین بدل سکتے ہیں اور بدلنے والا ناصرت کا ایک معمولی واعظ ہو۔ یہ فقیہوں اور فریسیوں کے مفاد کے لئے بہت خطرناک تھا۔ اور چونکہ وہ حضرت موسیٰ اور خدا کے نمایندے تھے اسلئے یہ گویا بزرگ و برتر خدا کے خلاف کفر تھا۔ جوں ہی حضرت عیسیٰ کے دعوے کا پتہ لگا آپ پر ظلم وستم شروع ہوگیا۔ اور چونکہ آپ اپنے دعوے سے باز نہ آئے اس لئے آپ کو شہید کر دیا۔

بعینہٖ انہی حالات کے ماتحت حضرت باب کی علمائے وقت نے جو اپنے مفاد کو خطرے میں سمجھتے تھے شروع ہی سے دشمنی کی اور آپ کو دین کا خراب کرنے والا کہا۔ مگر اس تاریک اور مذہبی دیوانگی سے اندھے ملک میں بھی (اٹھارہ صدیاں پیشتر کے فلسطین کے فریسیوں کی مانند) اس کے برباد کرنے کا جسے وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے کوئی چلتا ہوا بہانہ پیش نہ کر سکے۔

کسی یورپین کی حضرت باب سے ملاقات کا صرف ایک واقعہ محفوظ ہے اور اس وقت کے متعلق ہے جب آپ پر بشدت تمام ظلم وستم ہو رہا تھا۔ یہ شخص تبریز میں مقیم ایک انگریز ڈاکٹر تھا جس کا نام ڈاکٹر میک کارمک تھا اور جسے ایرانی حکام نے حضرت باب کی دماغی حالت کا جائزہ لینے کیلئے بلایا تھا۔ اس ڈاکٹر کا خط جو اس نے اپنے ایک ایرانی امریکن مشن کے دوست ڈاکٹر کو لکھا تھا پروفیسر ای جی براؤن کی کتاب "بابی دین کے مطالعہ کے لئے مواد" میں درج ہے۔ ڈاکٹر میک کارمک لکھتے ہیں "آپ مجھ سے بابی فرقہ کے بانی سے ملاقات کے کچھ حالات طلب کرتے ہیں۔ اس ملاقات میں کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔ کیونکہ باب کو اس بات کا علم تھا کہ مجھے دو ایرانی ڈاکٹروں کے ساتھ اس بات کے معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ صحیح الدماغ ہیں یا محض پاگل ہیں تاکہ اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ وہ قتل کئے جائیں یا نہیں۔ اس علم کے ہوتے ہوئے آپ نے میرے سوالات کے جواب نہ دیئے۔ آپ ہمارے سوالات کے جواب میں ہمیں ایک ترحم آمیز نظر سے دیکھتے رہے۔ اور نہایت نرم اور دھیمی آواز میں مناجات پڑھتے رہے۔ آپ کے دو پیارے دوست بھی جو سید تھے وہاں موجود تھے اور کچھ سرکاری افسر بھی ہمارے ساتھ تھے یہ دونوں سید بھی آپ کے ساتھ شہید کر دیئے۔ میرے اس کہنے پر کہ میں مسلمان نہیں ہوں اور آپ کے دین کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں تاکہ شاید میں اُسے قبول کر لوں۔ آپ نے میری طرف توجہ کی اور نہایت غور سے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ سب اہل یورپ میرے دین کو قبول کرینگے۔ ہم نے شاہ کو اس قسم کی رپورٹ دی کہ آپ کی جان بچ جائے۔ کچھ عرصہ بعد آپ امیر نظام میرزا تقی خاں کے حکم سے شہید کردئے گئے۔ ہماری رپورٹ پر آپ کو صرف بید مارے گئے۔ بید مارے جانے کے دوران میں فراش نے ارادتاً یا بلا ارادہ ایک بید جو آپ کے پاؤں پر مارنا تھا منہ پر مارا۔ جس سے آپ کے چہرے پر سخت زخم آیا اور چہرہ متورم ہوگیا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ایرانی ڈاکٹر سے علاج کرائینگے یا کسی اور سے۔ تو آپ نے مجھے بلا بھیجنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کچھ عرصہ تک آپ کا علاج کیا۔ مگر ان ملاقاتوں میں مجھے خلوت نصیب نہ ہوتی اور میں آپ سے کوئی بات چیت نہ کر سکا۔ کیونکہ میرے ساتھ ہر وقت کچھ سرکاری آدمی رہتے تھے۔ آپ نرم دل اور نازک بدن تھے۔ قد درمیانہ تھا اور رنگ ایرانیوں سے گورا تھا۔ آپ کی آواز رقت انگیز اور سریلی تھی جو ہمیشہ مجھپر اثر کرتی تھی۔ چونکہ آپ سید تھے اس لئے آپ اور آپ کے دونوں دوست سیدوں کے لباس میں ملبوس تھے۔

(باقی آئندہ)

تجلیاتِ حشر و نشور

مسئلۂ قیامت پر مفصل مضامین کا سلسلہ پیامبر میں جاری ہے۔ پہلے مضامین میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قیامت فنائے عالم کا نام نہیں ہے۔ قیامت کے حقائق پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ذیل میں حشر کے چند حقائق اور پیش کئے جاتے ہیں۔ محققین غور سے پڑھیں اور اپنے خیالات سے ادارہ پیامبر کو مطلع فرمائیں۔ (مدیر)

لفظِ حشر کی لغوی تحقیق حَشَرَ النَّاسَ جمعهم اس نے لوگوں کا حشر کیا۔ یعنی انھیں جمع کیا۔ المحشر موضع الحشر ای موضع الجمع (دکنز العلوم واللغۃ) محشر کے معنٰی ہیں لوگوں کے جمع ہونے کا مقام۔

قاموس المحیط میں لکھا ہے الحشر۔ التدقیق والتلطیف والجمع۔ یحشُر ویحشِر والمحشر وبفتح موضعہ والجلاء۔ حشر کے معنٰی ہیں کسی چیز کو باریک اور پاک صاف کرنا اور جمع کرنا۔ محشر جائے حشر۔ اور حشر جلاوطن کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ مختار الصحاح میں لفظِ حشر کے ماتحت لکھا ہے حشر النّاس جمعهم۔ اور لکھا ہے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرا نام الحاشر بھی ہے اَحْشُرُ النّاس علٰی قدمی۔ میں اپنے قدموں پر لوگوں کا حشر کر رہا ہوں۔ مفرداتِ راغب میں لفظ حشر کے متعلق ذیل کی باتیں لکھی ہیں۔ "حشر کسی جماعت کو اس کے مقام سے نکالنا اور انھیں لڑائی وغیرہ میں بھیجنا۔" ایک روایت میں آتا ہے کہ عورتوں کا حشر نہ کیا جائے یعنی لڑائی میں نہ بھیجی جائیں۔ لفظ حشر انسان کے متعلق اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں لوگوں کے مال کا قحط سالی نے (برا) حشر کر دیا یعنی برباد کر دیا۔ لفظ حشر جماعت ہی کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے وابعث فی المدائنِ حاشرین "شہروں میں حاشر یعنی جمع کرنے والوں کو بھیج دے" اور یہ بھی آتا ہے کہ حُشِرَ لسلیمان جنودہٗ۔ سلیمان کا لشکر جمع کیا گیا"۔

قرآن مجید سورۂ نازعات میں ہے "فحشر فنادٰی" فرعون نے لوگوں کو جمع کیا اور پکارا"۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے "وان یحشر النّاس ضحًی"۔ سورج چڑھے لوگوں کو جمع کیا جائے۔

خُلاصہ

لفظ حشر کے معنٰی ہیں کسی چیز کو باریک کرنا۔ آدمیوں کو جمع کرنا۔ جلاوطن کرنا۔ اپنی جگہ سے نکال دینا۔ بُرا حال کر دینا۔

یوم الحشر یوم القیٰمۃ

روزِ حشر اور روزِ قیامت ایک ہی چیز ہے۔ حشر و قیامت کا وقت وہ زمانہ ہوتا ہے جب خداوندِ عالَم کی طرف سے کوئی پیغمبر برپا ہوتا ہے اور اُس کے ذریعے نئی زندگی کا صُور پھونکا جاتا ہے۔ لوگ ہلاکت کی قبروں سے اُٹھ کر زندہ ہونے لگتے ہیں۔ قوموں کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔ جو لوگ آوازِ حق پر لبّیک کہتے ہیں جنّتِ رحمت میں داخل ہوتے ہیں اور جو لوگ مرسلِ برحق سے

منہ پھیر لیتے ہیں جہنمِ ہلاکت میں گرتے ہیں۔

جب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے تو ایک حشر برپا ہوا۔ چنانچہ خداوند عالم قرآن مجید میں مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ

واتقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون (سورۂ بقرع ۲۵) — تقویٰ اختیار کرو اور اس حقیقت کو جان لو کہ تم خدا کی طرف محشور و مجتمع کئے جا رہے ہو۔

سورۂ انفال میں ارشاد فرماتا ہے:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون ۰ (ع ۳) — اے مسلمانو! خدا رسول کی بات مانو کہ وہ تمہیں زندگی بخش چیز کی طرف بلا رہا ہے اور اس حقیقت کو جان لو کہ خدا انسانی ارادوں میں آڑے آسکتا ہے اور یہ بھی جان لو کہ خدا کی طرف ہی تمہارا حشر و اجتماع کیا جا رہا ہے۔

والذین کفروا الیٰ جھنم یحشرون لیمیز اللہ الخبیث من الطیب (ع ۵) — اور جو لوگ دینِ حق سے منکر ہیں اُن کا حشر و اجتماع جہنم کی طرف کیا جا رہا ہے تاکہ خدا برے کو اچھے سے الگ کر دے۔

مومنوں کو خطاب فرماتا ہے:۔

واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون ۰ (مجادلہ ع ۲) — تم اس خدا سے ڈرو جس کی طرف تمہارا حشر و اجتماع ہو رہا ہے۔

منکروں کو نوٹس دیا جا رہا ہے

قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الیٰ جھنم (آل عمران ع ۲) — اے رسول! انکار کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے

چنانچہ یہ وعدہ جنگِ بدر وغیرہ میں نہایت خوبی سے پورا ہوا۔

سورۃ الحشر

سورۂ حشر میں نہایت تصریح سے لفظِ حشر کے ساتھ مکذبین حق کے حشر کا یوں ذکر فرمایا ہے:۔

ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر — خدا وہ ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو ان کی بستیوں سے اوّلِ حشر میں ہی نکال باہر کیا۔

ان تصریحات سے روشن ہو گیا کہ ظہور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حشر ہو رہا تھا۔ یہاں صریح لفظ ہیں۔ کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

الیوم الموعود یا حشرِ اقوام

یوم موعود جسے قیامتِ کبریٰ یا حشرِ اقوام کا زمانہ کہا جاتا ہے، اس کا ذکر کتبِ الٰہیہ بالخصوص قرآن مجید میں نہایت تفصیل سے آیا ہے اور اس پر ایمان لانا اصولِ دین میں داخل ہے۔

ہم مضامین قیامت میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں کہ فنائے عالم کا نام قیامت نہیں ہے اور یہ کہ قیامت رسولِ حق کی بعثت سے برپا ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بعثت بھی قیامت اور حشر کا وقت تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیامتِ کبریٰ اور حشرِ اعظم کی خبریں بڑی وضاحت سے دی تھیں۔ قرآن و حدیث میں یہ خبریں بھری پڑی ہیں۔ عصرِ حاضر وہی یوم موعود یا زمانہ بحشرِ اعظم ہے جس کا ذکر مقدس پیغمبروں نے اور خصوصیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ بلکہ آنحضور تو اس کی خبر دینے والے نبیوں میں آخری وجودِ مبارک تھے۔ آپ نے اس مضمون کو حدِ تکمیل پر پہنچا دیا۔ الحمد للہ کہ وہ یوم موعود آ گیا۔ حضرت سید علی محمد باب نے ۱۲۶۰ھ کے ماہ جمادی الاولیٰ کی پانچویں تاریخ غروبِ آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد صور پھونک کر یوم موعود کی آمد کا اعلان فرمایا۔ اور پھر حضرت بہاء اللہ نے قیامتِ کبریٰ اور حشرِ اعظم کا دوسرا صور پھونکا۔ واقعات اسی طرح رونما ہوئے جس طرح الٰہی نوشتوں میں خبریں دی گئی تھیں۔ ذیل میں ہم قرآن مجید سے

یومِ موعود یا حشرِ اعظم کی خبریں نقل کرتے ہیں۔ اہل بصیرت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ خبریں کس طرح واقعہ بن کر رونما ہیں۔

سورۂ انبیاء میں فرماتا ہے کہ "لوگوں کے محاسبے کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے حق سے بیرخی کر رہے ہیں۔ جب کبھی خداوندِ عالم کی طرف سے کوئی نیا ذکر آتا ہے اور آئیگا تو لوگ اپنے لہو ولعب میں جی لگائے رہتے ہیں اور رہینگے۔" (اس کے آگے فرماتا ہے)

جن بستیوں کو ہم تباہ کر چکے ہیں انھوں نے بھی حق وصداقت کا انکار کر دیا تھا تو کیا اب یہ لوگ ایسے ہیں کہ حق وصداقت کو تسلیم کر لینگے؟

اس بات کو پھر اسی صورت کے رکوع ۷ میں فرماتا ہے کہ "جن قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں (اور ان کی روحانیت بالکل تباہ ہو چکی ہے) وہ حق وصداقت کی طرف رجوع نہیں کرینگے۔ یہانتک کہ جب یاجوج ماجوج مفسد قومیں آزاد ہو کر دنیا میں ہر طرف پھیل جائیں گی اور وعدۂ حق (یومِ موعود) نزدیک آلگیگا تو جو لوگ حق وصداقت سے حجاب میں تھے ان کی نظریں اوپر اٹھیں گی اور وہ کہیں گے کہ افسوس ہم اس امر سے غافل رہے بلکہ ہم تو بے جا کارروائیوں میں مصروف تھے۔" مقصد یہ ہے کہ گذشتہ قومیں جو بیدینی میں پڑی ہوئی ہیں وہ یومِ موعود میں خوابِ غفلت سے بیدار ہونگی۔ اسی لئے یہ زمانہ حشرِ اقوام کا وقت ہے۔

اسی امر کے متعلق سورۂ کہف میں یوں ذکر آتا ہے کہ "ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لئے ایک مضبوط دیوار بنادی جس پر یاجوج ماجوج نہ چڑھ سکے اور اسمیں کوئی نقب نہ لگا سکے۔ تب ذوالقرنین نے کہا کہ اس دیوار کا بن جانا خدا کی خاص رحمت ہے۔ پھر جب میرے رب کا وعدہ (یومِ موعود) آئے گا تو خدا اس روک کو ہٹا دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔" (خداوندِ عالم فرماتا ہے) "ہم سب لوگوں کو ایک دوسرے میں موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دینگے اور صُور پھونکا جائے گا سو ہم سب کو اکٹھا کر دیں گے۔" عــه

اِس آیتِ مبارکہ میں وعدہ فرماتا ہے کہ جب آخری زمانہ میں قومیں جوشِ تعصب میں گرفتار ہو کر اختلافات ونزاعات میں سرگرم ہونگی۔ خداوندِ عالم کی طرف سے صُور پھونکا جائے گا۔ یعنی ندائے حق بلند ہوگی۔ تب لوگوں کو وحدت واتحاد کی طرف بلایا جائے گا۔ چنانچہ حسبِ وعدہ آج ظہورِ حضرت بہاءاللہ کے ذریعے اقوامِ عالم کو وحدت کے مقام پر جمع کیا جارہا ہے۔ وہ قومیں جو ہزارہا سال سے جدا جدا تھیں اب مرکزِ وحدت پر جمع ہو رہی ہیں۔ اب خداوندِ عالم کا حکم ہے کہ انسانوں کے درمیان سے تفرقے مٹا دیئے جائیں۔ مذہبی۔ قومی نسلی وطنی پردے درمیان سے اٹھا دیئے جائیں۔ سب انسانوں کو ایک برادری بن کر رہنا چاہیے۔ "اے قوم! سب اہل مذاہب کے ساتھ مل جل کر ہنسی خوشی سے زندگی بسر کرو۔ اے تمام عالم کے لوگو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔"

روئے زمین ایک ہی وطن ہے۔ تمام نوعِ انسان ایک ہی برادری ہے کھانا پینا۔ شادی۔ بیاہ۔ لین دین سب کاموں میں ایک ہو کر رہو۔ آج وحدت کا خیمہ تان دیا گیا ہے ایک دوسرے کو غیریت کی آنکھ سے نہ دیکھو۔"

آیتِ مبارکہ میں تمام اقوام کے جمع کرنے کا ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہے کہ جو لوگ میرے ذکر (کلام اور پیغمبر) سے آنکھیں بند کرکے بے راہ روی اختیار کرینگے اُن کے آگے جہنم لایا جاوے گا۔ وہ ہلاکتوں اور بربادیوں میں پڑینگے اور آوازِ حق سننے سے محروم رہینگے۔ جیسا کہ خدائی قانون مقرر ہے کہ جب پیغمبر آئینگے تو جو لوگ ایمان وعمل صالح اختیار کرینگے انھیں خوف ورنج نہ ہوگا اور جو لوگ آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرینگے وہ اہلِ نار ہیں۔ ہمیشہ نار ہی میں رہیں گے یعنی موجودہ زندگی میں اور بعد الموت بھی

عــه یاد رہے کہ اس آیت میں صاف فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج قومیں دنیا میں آزاد ہو جائینگی اور صُور پھونکا جائیگا تو سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائیگا۔ نہایت واضح ہے کہ اقوامِ عالم کی موجودگی میں صُور پھونکا جائے گا۔ اور صور پھونکنے کے بعد بھی وہ جمع کی جائیں گی۔ یہ نہیں فرماتا کہ صور پھونکنے پر سب فنا ہو جائیں گی۔ اس آیت کی شہادت سوچنے والوں کے لئے کافی ہے کہ صورِ قیامت سے فنا نہیں ہوگی بلکہ اقوام کا اجتماع ہوگا۔ اس کے خلاف بے بنیاد خیالات کی پیروی کرنا کلامِ حق سے نہایت غفلت ہے۔

سرکشی ناکامی دیکھیں گے۔ اسی قانون کے ماتحت اب جبکہ ظہور حق ہوا ہے دونوں قسم کے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ جن کے نام کتاب اللہ میں اس طرح لکھے ہیں۔

مصدقین	مکذبین
اصحٰب الجنۃ	اصحٰب النار
ابرار	فجار
اصحٰب الیمین	اصحٰب الشمال
اصحٰب المیمنۃ	اصحٰب المشئمۃ
اہل علیین	اہل سجین
معتربین	محجوبین

وغیرہ وغیرہ

قانون عذاب سورج کی کرنوں سے وہ چیزیں نشو ونما پاتی ہیں جو مناسب استعداد نمو رکھتی ہیں۔ اور جو چیزیں مناسب قوت استعداد نہیں رکھتیں وہ سورج کی روشنی اور حرارت سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتیں بلکہ بسا اوقات نقصان اٹھاتی ہیں۔ سوکھ جاتی اور جل جاتی ہیں۔

اسی قانون قدرت کے مطابق آفتاب حقیقت یعنی پیغمبر حق سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اپنے اندر قبول نور کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہی اہل نور کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی یہ فطری استعداد ضائع کر چکے ہیں یا اسے نہایت کثیف بنا چکے ہیں وہ اس آفتاب حقیقت کی شعاعوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ضد اور تعصب کر کے جل جاتے ہیں۔ یہی اہل نار کہلاتے ہیں۔ یہی اُن کا عمل ان کے لئے عذاب بن کر انھیں دنیا اور دین میں ترقی اور ترقی سے محروم کر دیتا ہے۔ تنقل اور تنزل میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہی اُن کا جہنم ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی عذاب پاتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی عذاب میں جاتے ہیں۔ خداوند عالم اس قانون کو یوں بیان فرماتا ہے۔

فاما الذین کفروا فاعذبھم	جو لوگ حق وحقیقت کے انکاری بنتے ہیں
عذابا شدیدا فی الدنیا	میں انھیں دنیا میں اور مرنے کے بعد
والاخرۃ (آل عمران ع)	بھی سخت عذاب دونگا۔

اور فرماتا ہے

ما ارسلنا فی قریۃ من	ہم نے جہاں جہاں کوئی نبی بھیجا وہاں
نبی الا اخذنا اھلھا	کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں گرفتار
بالباساء والضراء لعلھم	کر دیا تاکہ وہ لوگ عاجزی و بندگی
یضرعون (اعراف ع)	اختیار کریں۔

اسی کے ساتھ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان وعمل صالح اختیار کر لیتے تو ہم انھیں آسمان زمین کی نعمتوں سے مالا مال کر دیتے۔ مگر انھوں نے تکذیب پر کمر باندھی تو ہم نے بھی انھیں ان کے کرتوت کے باعث گرفتار کر لیا۔

یوم حشر میں ہر اُمت کو اُس کی کتاب کی طرف بلایا جا رہا ہے

خداوند عالم فرماتا ہے

یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا	مسلمانو! خدا و رسول کی بات مانو
للہ وللرسول اذا دعاکم	کہ وہ تمھیں زندگی بخش چیز کی طرف
لما یحییکم (انفال ع)	بلاتا ہے۔

اور فرماتا ہے

افمن کان میتا فاحیینٰہ	کیا وہ جو مردہ تھا ہم نے اسے زندگی
وجعلنا لہ نورا یمشی بہ	بخشی اور اُسے روشنی دی جسے لئے
فی الناس کمن مثلہ	ہوئے وہ لوگوں میں چل رہا ہے اس شخص
فی الظلمٰت لیس بخارج منھا	کی مانند ہے جو اندھیروں میں پڑا ہے
(انعام ع)	ان میں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ (ہرگز برابر نہیں)

ان آیات میں پیام حق کو نئی زندگی اور مومن کو موت سے نکل کر زندہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

سورۃ بقر میں فرماتا ہے کہ خدا کا انکار کیونکر کر سکتے ہو۔ تم مردہ تھے اس نے

تمھیں جلایا۔ نفحۂ محمدیہ کے ذریعے زندگی بخشی۔ پھر تمھیں قومی موت دیگا۔ پھر تمھیں حیات بخشیگا۔ پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

اس آیۂ مبارکہ کے مطابق مسلمانوں کو موتِ روحانی تلی کے بعد حضرت باب کے ذریعے نئی زندگی ملی۔ اور حضرت بہاء اللہ کے ذریعے پھر رجوع الی اللہ ہوا۔

اسی مقصد کو سورۂ جاثیہ میں یوں بیان فرماتا ہے قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیٰمۃ لاریب فیہ۔ اے رسول! کہدیجئے کہ اللہ تمھیں زندہ کر رہا ہے پھر تمھیں موت دیگا پھر تمھیں وقتِ قیامت کی طرف اکٹھا کریگا جسمیں شک نہیں۔ ولٰکن اکثر الناس لایعلمون۔ مگر بہت سے لوگ اس حقیقت سے بے علم ہیں وللہ ملک السمٰوات والارض اور تمام بلندیوں اور پستی پر خدا کی ہی حکومت ہے۔ ویوم تقوم الساعۃ یومئذٍ یخسر المبطلون اور جس دن قیامت قائم ہوگی (ظہورِ حق ہوگا) اُس دن باطل پرست نقصان اٹھائینگے عہ وتریٰ کل امۃ جاثیہ اور ہر اُمت کو تو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھے گا۔ سب گری ہوئی حالت میں مبتلا ہونگے۔ جیسا کہ آجکل ہر اُمت کا حال مشاہدہ میں آرہا ہے۔ کل امۃٍ تدعیٰ الیٰ کتابھا ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی۔ چنانچہ آج ظہورِ حق کے ماننے والے یہی ندا بلند کر رہے ہیں کہ اے تمام اُمتو! اپنی اپنی الہامی کتاب کو غور سے پڑھو تمھیں ظہورِ حق اور یومِ موعود کے اسرار نمایاں نظر آئیں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ سب الہامی کتابیں ایک ہی حقیقت کا پیغام دے رہی ہیں۔ اسی الٰہی تحریک کا اثر ہے کہ ہر امت اپنی اپنی الہامی کتابوں کی طرف خاص توجہ کر رہی ہے۔ الیوم تجزون ما کنتم تعملون ہ اے قومو! آج تمھیں تمھارے اعمال کی جزا سزا ملے گی۔ ھٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق۔ یہ ہماری کتاب تمھیں حق حق باتیں بتاتی ہے۔ انا کنا نستنسخ عہ ما کنتم تعملون۔ ہم تمھارے اعمال کو بدلنا چاہتے ہیں۔

کتاب دائیں بائیں سے دی جارہی ہے

سورۂ بنی اسرائیل میں خداوند عالم فرماتا ہے یوم ندعوا کل اناسٍ بامامھم۔ جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ذریعے بلائینگے یعنی امام الزمان مہدیِ موعود کے ذریعے لوگوں کو دعوتِ حق دینگے۔ فمن اوتی کتابہ بیمینہٖ فاولٰئک یقرأون کتابھم ولایظلمون فتیلا۔ تب جسے اس کی کتابِ دینی اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائیگی تو یہی لوگ اپنی کتاب پڑھینگے اور ذرہ بھر اُن کا حق ضائع نہ ہوگا۔

سورۃ الحاقہ میں طوفانِ ضلالت کے وقت کشتیِ نجات بھیجنے کا ذکر اور پہلی مرتبہ صُور پھکنے، تمدن و ترقی کی راہیں کھُلنے اور آسمانِ اسلام کے فتق ہونے اور نئے ظہور کے قائم ہونے کا ذکر فرماکر کتاب دئے جانے کی یوں خبر دیتا ہے۔ فمن اوتی عہ کتابہ بیمینہٖ فیقول ھاؤم اقرأوا کتابیہ جسے اس کی کتاب سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی وہ کہیگا آؤ آؤ لوگو! میری کتاب پڑھو۔ انی ظننت انی ملاقٍ حسابیہ میں نے یقین کرلیا کہ میں اپنے حساب سے آملا ہوں۔ اس کے بالمقابل مجرم کا ذکر فرماتا ہے واما من اوتی کتابہ بشمالہٖ فیقول یٰلیتنی لم اوت کتابیہ ولم ادر ما حسابیہ۔ یالیتھا کانت القاضیہ۔ لیکن جسے اس کی کتاب اُلٹے ہاتھ میں دی جائے گی وہ کہیگا کاش مجھے یہ کتاب نہ ملتی اور مجھے

عہ کیونکہ قانونِ الٰہی یہ ہے کہ فاذا جاء امر اللہ قضی بینھم بالحق وخسر ھنالک المبطلون (مومن ع) جب خدا کا امر آتا ہے لوگوں میں سچا فیصلہ کردیا جاتا ہے اور اس موقع پر باطل پرست نقصان اٹھاتے ہیں۔ فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط (یونس ع) جب لوگوں میں رسولِ حق آتا ہے انصاف سے فیصلہ کردیا جاتا ہے۔

عہ النسخ ازالۃ الشیٔ بشیٔ یتعقبہ کنسخ الشمس الظل والظل الشمس والشیب والشباب (مفرداتِ راغب) نسخ ایک بعد والی چیز کے ذریعے پہلی چیز کو ہٹانا۔ جیسے دھوپ کا سایہ کو اور سایہ کا دھوپ کو ہٹانا۔ بڑھاپے کا جوانی کو ہٹانا۔ والاستنساخ التقدم بنسخ الشیٔ (مفرداتِ راغب) استنساخ کے معنی ہیں چیز کو ہٹانے کے لئے بڑھنا۔

عہ اوتی کتابہ بالکل اس لفظ کے ہم معنی ہے جو اہلِ مذاہب کے متعلق آتا ہے اوتوا الکتاب انھیں کتاب دیگئی (ملاحظہ ہو آلِ عمران ع ۲، بیّنہ ع، حدید ع، نساء ع ۱۹، مائدہ ع ۱۰، توبہ ع ۱۱)

حساب کی خبر بھی نہ ہوتی - کاش یہ قصہ ہی چک جاتا - ما اغنیٰ عنّی مالیہ هلک عنّی سُلطانیہ - میری دولت میرے کام نہ آئی - میری بادشاہی وقوت و دلیل تباہ ہو گئی -

یہ آن دلی خیالات کا نقشہ ہے جو ہلاک شدہ قوم کے افراد کے اندر پیدا ہوتے ہیں - وہ کبھی اپنی حکومت و دولت کی بربادی پر ماتم کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سب جھگڑے ہماری مذہبی کتاب سے ہی پیدا ہوئے ہیں - جو جا ہتا ہے اسمیں سے اپنا مطلب نکال لیتا ہے - کاش یہ سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا تو اچھا تھا - جو لوگ بیباک ہو جاتے ہیں وہ صاف صاف ایسے خیالات کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں - ہم نے خود ایسے بہت سے لوگوں کی باتیں سنی ہیں - یہ خیالات اس امر کا نتیجہ ہیں کہ انھیں کتاب اُلٹے ہاتھ میں دی گئی ہے - یعنی انھیں کتاب کا معقول پہلو نہیں دکھایا گیا - بلکہ اوہام میں ڈال دیا گیا اس لئے وہ گھبرا گھبرا کر ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں - ہاں جس شخص کو کتاب سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی - یعنی جو اس کا صحیح مطلب سمجھیگا وہ بہت خوش ہوگا

سورۃ انشقاق میں فرماتا ہے فامّا من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابًا یسیرًا و ینقلب الی اھلہ مسرورًا - جسے اس کی دینی کتاب اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی اُس کا محاسبہ آسان ہوگا اور وہ مسرور و شادمان ہوکر اپنے لوگوں کے پاس لوٹ کر جائیگا اور انھیں خبر پر مسرت سناتے گا -

ظہورِ حضرت بہاء اللہ پر ایمان لانے والوں کا یہی حال ہے - یہاں اپنے اھل کے پاس لوٹ کر جانا کس قدر صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں ہی ہوگا - جبکہ آدمی عرفانِ حق سے سرشار ہوکر اپنے لوگوں کو خوشخبری پہنچانے کے لئے پھر ان کی طرف لوٹ جائیگا - یہی لفظ اھلہ اس شخص کے حق میں وارد ہے جسے کتاب پیٹھ کے پیچھے سے ملے گی - اسی سورت میں آگے فرماتا ہے انہ کان فی اھلہ مسرورًا - کہ وہ اپنے لوگوں میں مگن رہا - پیٹھ پیچھے سے کتاب کا ملنا بالکل وہی بات ہے جو آیت نبذوا کتاب اللہ وراء ظھورھم میں بیان ہوئی - کہ انھوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا اسی بات کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ وقال الرّسول یا ربّ انّ قومی اتّخذوا ھٰذا القراٰن مھجورًا - رسول کہیگا کہ اے میرے رب ! میری قوم نے اس قرآن کو مہجور و متروک کر دیا -

دائیں طرف سے کتاب ملنے کے بالمقابل دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر یوں فرماتا ہے واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ فسوف یدعو ثبورًا و یصلیٰ سعیرًا - اور جسے اس کی کتاب پیٹھ پیچھے سے دی جائے گی وہ جلدی ہلاکت کو پکاریگا - اور سوزش میں داخل ہوگا - انہ کان فی اھلہ مسرورًا - انہ ظن ان لن یحور - یہ شخص اپنے لوگوں میں مگن تھا - یہ خیال کرتا تھا کہ اسے کوئی انقلاب پیش نہ آئے گا - ظہورِ حق پر ایمان لانے والا لوٹ کر اپنے لوگوں کو بشارت سنائے گا اور مسرور ہوگا - ظہورِ حق سے محجوب و منکر اپنے ہم خیال لوگوں میں ہی مست و غافل پڑا رہے گا - اور خیال کریگا کہ ہم زوال میں نہیں آسکتے - جیسا کہ ہر ایک بے روح قوم اسی خیال میں مگن ہے کہ ہم تباہ نہیں ہونگے - ہماری قوم فنا نہ ہوگی - درآں حالیکہ اسوقت بھی قومی ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں - لیکن بے حسی کا یہ عالم ہے کہ اپنی موت و ہلاکت کا احساس نہیں - بلکہ اپنی ہلاکت سے انکار ہے

یومِ موعود میں نئی کتابِ الٰہی کی آمد

سورۂ زمر میں دوبارہ صُور پھکنے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے :-

واشرقت الارض بنورِ ربّھا و وضع الکتاب	سرزمین پروردگار کے نور سے روشن ہو جائیگی اور کتاب لاکر رکھی جائے گی -

زمین کا پروردگار کے نور سے روشن ہونا وہی حقیقت ہے جو ظہورِ محمدی میں فرمایا قد جاءکم من اللہ نور - تمھارے پاس خدا کی جانب سے نور آیا ہے - کتاب سے مراد کتاب الٰہی ایک صاف بات ہے نامۂ اعمال کا خیال کسی تحریر و کتاب کی شکل میں بالکل ثابت نہیں - اس پر ایک مضمون میں ہم

مفصل بحث کر چکے ہیں۔

محاسبۂ اقوام

خداوند عالم اس دنیا میں ہمیشہ اقوام کا حساب لیتا رہا ہے اور انھیں سزا دیتا رہا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا و رسلہ فحاسبناھا حسابا شدیدا وعذبناھا عذابا نکرا فذاقت وبال امرھا وکان عاقبۃ امرھا خسرا (سورۂ طلاق)

کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا حساب لیا سخت حساب۔ اور انھیں بھیانک عذاب دیا۔ تو انھوں نے اپنے کرتوت کے وبال کا مزہ چکھ لیا۔ اور انجام کار انھیں سراسر گھاٹا رہا۔

جس قانون اور جس طرز سے خداوند عالم پہلی اقوام کا محاسبہ کر چکا ہے وہی قانون اور وہی طرز و طریق یوم موعود و حشر اعظم میں بھی عمل و اثر کر رہا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ (احزاب ع) قانون و طریق خداوندی کو تم بدلتے ہوئے ہرگز نہ پاؤ گے۔

خداوند عالم ہر ذرہ ذرہ کی حالت جانتا ہے۔ اس علیم و خبیر کو کسی جاسوس یا رپورٹر یا گواہ کی ضرورت نہیں۔ وہ فرماتا ہے

وکفی بذنوب عبادہ خبیرا بصیرا (فرقان ع)

اپنے بندوں کے گناہوں کو وہ خود ہی جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے۔

اور فرماتا ہے

وکفی بنا حاسبین (سورۃ الانبیاء ع)

بس ہم خود ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔

اور فرماتا ہے

فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان (رحمٰن)

محاسبہ کے وقت یوم موعود میں کسی انسان اور جان سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

خداوند اپنے علم محیط سے سب کچھ جانتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ سے سراسر درست محاسبہ کرتا ہے۔ ایک ذرہ کمی بیشی نہیں ہوتی۔ سورۃ انشقاق کی آیت ابھی گذر چکی ہے جسمیں فرمایا ہے کہ جسے اس کی دینی کتاب اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی اس کا محاسبہ آسان ہوگا۔ اور وہ آدمی مسرور و شادمان ہوکر اپنے لوگوں کے پاس لوٹ کر جائے گا۔ ظاہر ہے گذشتہ زمانوں میں خداوند عالم قوموں کا حساب لے چکا ہے اور انھیں عذاب دے چکا ہے۔ وہاں نہ کوئی مادی تخت تھا جس پر خدا بیٹھا ہو نہ کوئی نامۂ اعمال کے دفتر لکھے ہوئے پیش ہوئے تھے۔ نہ کوئی گواہ بلایا گیا تھا۔ بلکہ ہوا یہ تھا کہ خدا نے اپنا نائب رسول بھیجا۔ جس نے آکر دنیا کو پیغام الٰہی سنایا۔ کتاب الٰہی انھیں دی۔ جن لوگوں نے قبول کیا وہ ایمان و جنت کے وارث ہوئے اور جنھوں نے سرتابی کی انھیں ہلاکت نصیب ہوئی۔ یہی طریق فیصلہ خدا کا مقرر کردہ ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے

ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالحق وھم لا یظلمون

ہر امت کے لئے رسول ہوتا ہے۔ جب ان کا رسول آتا ہے ان لوگوں میں سچا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوتا

وہ تخت عدالت جہاں سے خدائی فیصلے صادر ہوتے ہیں پیغمبر خدا کی مسند نیابت الٰہیہ ہوتی ہے جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ حقیقت بیان ہوئی کہ

خدائی فیصلہ رسول کے ذریعے ہوتا ہے

فاحکم بینھم بما انزل اللہ (مائدہ ع)

اے رسول! خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق آپ ان لوگوں میں فیصلہ کیجئے۔

رسول اکرم سے کہلایا جاتا ہے:۔

وامرت لاعدل بینکم (شوریٰ ع۲) — مجھے حکم ہے کہ تمہارے درمیان عدالت کروں۔

اسی حقیقت کو یوں بھی فرمایا :-

فاذا جاء امر اللہ قضی بینھم بالقسط وخسر ھنالک المبطلون (مومن ع۸) — جب خدا کا حکم آتا ہے لوگوں میں ٹھیک فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس موقع پر باطل پرست گھاٹے میں رہ جاتے ہیں۔

حشر کے دن مذاہبِ عالم میں فیصلہ

معلوم ہو چکا ہے کہ خدائی فیصلہ پیغمبر کے ذریعے ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق حشرِ اعظم کے دن مظہرِ ظہورِ الٰہی کے ذریعے اقوام و مذاہب کے اختلافات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

انسانی دنیا کی فطرت ہے کہ عقول و جذبات اور خواہشات مختلف ہونے کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف برپا ہوجاتا ہے۔ لوگوں کے اختلافات مٹانے کے لئے خدا تعالیٰ وقتاً فوقتاً انبیاء کو مبعوث فرماتا رہا ہے۔

وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیاً بینھم فھدی اللہ الذین اٰمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ (سورۃ بقر ع۲۶) — اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل فرمائی تاکہ خود خدا لوگوں میں ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دے۔ اور بیّنات آجانے کے بعد کتاب اللہ میں انہیں لوگوں نے اختلاف ڈالا جنھیں کتاب اللہ دی گئی تھی۔ آپس میں سرکشی کی بنا پر انھوں نے ایسا کیا۔ خدا نے ایمان لانے والوں کو ان اختلافات میں حق و صداقت کی پسندیدہ راہ دکھادی۔

قرآن بھی اختلاف دور کرنے کے لئے آیا

ان ھٰذا القرآن یقص علیٰ بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون وانہ لھدی ورحمۃ للمؤمنین۔ ان ربک یقضی بینھم بحکمہ (نمل ع۶) — یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل پر وہ بہت سے حقائق ظاہر کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور یقیناً یہ قرآن اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ بیشک تیرا پروردگار ان لوگوں میں اپنے حکم سے فیصلہ فرما رہا ہے۔

یہ تو اہل کتاب کے اختلافات میں فیصلے کا ذکر تھا۔ مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے :-

والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ ان اللہ یحکم بینھم فیما ھم فیہ یختلفون (زمر ع۱) — وہ جنھوں نے خدا کے سوا اور بہت سے اولیاء (اپنے مالک) بنا لئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی بندگی محض اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے پاس پہنچاتے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں رسائی کا وسیلہ ہیں۔ خدا ان لوگوں میں فیصلہ فرما رہا ہے۔

فیصلۂ اختلافات کے سلسلے میں صاف بتاتا ہے کہ ظہورِ محمدی کا زمانہ قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ رسول کے ظہور کا دن ہی قیامت کا دن ہوتا ہے اور اس قیامتِ محمدی میں خدا حکم و فیصلہ کر رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ وان ربک لیحکم بینھم فیما کانوا فیہ یختلفون۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ (نحل ع۱۶) — سبت (سنیچر) انھیں لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا جنھوں نے اسمیں اختلاف ڈال دیا اور بیشک تیرا پروردگار ان میں حکم و فیصلہ کر رہا ہے جن باتوں میں وہ (اہل کتاب) اختلاف کرتے تھے۔ اے رسول! حکمت و موعظۂ حسنہ کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دے۔

لیحکم میں لام حال ہے۔ جس کے معنی ہیں فیصلہ کر رہا ہے۔ تفصیل سے ہم کسی گذشتہ اشاعت میں بحث کر چکے ہیں۔ اہل مذاہب کے

بیشتر اختلافات کا فیصلہ دورِ قرآن میں کر دیا گیا تھا۔ لیکن کلّی فیصلہ جس کے نتیجے میں جدائی کی خلیج پاٹ دی جائے اور سب گلے مل جائیں اور ایک ہوکر زندگی بسر کریں۔ مشیتِ ایزدی نے یہ کام یوم موعود کے لئے مقرر فرمایا تھا اور صاف صاف خوش خبری سنادی تھی کہ قیامتِ کبریٰ میں خداوندِ عالم تمام اہل مذاہب میں کلّی فیصلہ فرما دے گا اور سب کو باہم ملا دے گا۔ چنانچہ اس وعدے اور بشارت کا ذکر یوں فرماتا ہے :-

شرع لکم من الدین ما	خدا نے تمھارے لئے دین کی وہ راہ
وصّٰی بہ نوحًا والذی اوحینا	ڈالی ہے جس کا حکم نوح کو دیا اور جو تم نے
الیک وما وصّینا بہ ابراہیم	تیری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے
وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا	ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین کو قائم رکھو
الدین ولا تتفرقوا فیہ	اور اسمیں تفرقہ نہ کرو۔ آپ کی دعوتِ توحید
کبر علی المشرکین	مشرکوں کو گراں معلوم ہوتی ہے۔ خدا جسے
ما تدعوھم الیہ۔ اللّٰہُ	چاہتاہے اپنے قُرب کیلئے انتخاب کر لیتا ہے
یجتبی الیہ من یّشاء	اور متوجہ ہونے والے کو اپنی طرف راہ دیتا ہے
ویھدی الیہ من ینیب	اور جبکہ انھیں علم (دین) آچکا تھا محض
وما تفرقوا الّا من بعد	باہمی ضد اور حسد سے انھوں نے جھگڑے
ما جاءھم العلم بغیًا	پیدا کرلئے اور اگر مقررہ وقت کی بات
بینھم ولولا کلمۃ	تمھارے رب کی طرف سے نہ ہو چکی ہوتی
سبقت من ربّک الٰی	تو ابتک انمیں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہوتا
اجل مسمّی لقضی بینھم	اور واقعی بات یہ ہے کہ ان کے بعد جو
وانّ الذین اورثوا الکتاب	لوگ کتاب کے وارث ہوئے ہیں وہ
من بعدھم لفی شکٍّ	اس سے ایک خلجان پیدا کرنے والے شک
منہ مریب فلذٰلک	میں مُبتلا ہیں۔ تو اسی لئے تم دعوتِ حق
فادع واستقم کما	دو اور ثابت قدم رہو جیسا تھیں حکم
امرت ولا تتّبع	ہوا ہے اور لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو
اھواءھم وقل اٰمنت	اور کہو جو کوئی کتاب خدا نے اُتاری میں
بما انزل اللّٰہ من کتاب	اس پر ایمان لایا ہوں اور مجھے حکم ہے کہ
وامرت لاعدل بینکم	میں تم میں عدالت کروں۔ اللہ ہمارا اور
اللّٰہ ربنا وربکم لنا	تمھارا سب کا رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے
اعمالنا ولکم اعمالکم	اعمال اور تمھارے لئے تمھارے اعمال۔
لا حجّۃ بیننا وبینکم	ہم میں تم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہمیں
اللّٰہ یجمع بیننا والیہ	تھیں سب کو جمع کرے گا۔ باہم ملادے گا
المصیر (شوریٰ ع۲)	اور اسی طرف آخر کار رجا پہنچنا ہے۔

سورۂ جاثیہ میں فرمایا ہے کل امۃٍ تدعٰی الٰی کتابھا۔ ہر امت کو اس کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا۔ یعنی وحدتِ حقیقت دکھا کر سب کو متحد کیا جائیگا اسی لئے یوم موعود کا نام یوم الجمع بھی ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے :-

یوم یجمعکم لیوم الجمع	جس وقت خدا تھیں دورِ وحدت میں باہم ملادے گا
ذالک یوم التغابن	یہ وقت ہار جیت کا ہے۔

اور فرماتا ہے

انّ یوم الفصل میقاتھم	یقیناً فیصلہ کا دن سب قوموں کا مقررہ وقت ہے
اجمعین یوم لا یغنی مولًی	جس وقت کوئی دوست کسی دوست کے لئے کافی
عن مولًی شیئًا ولا ھم	ثابت نہ ہوگا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی بجز
ینصرون الّا من رحم اللّٰہ	اُن لوگوں کے جن پر خدا کی رحمت ہوگی۔ یقیناً
انّہ ھو العزیز الرحیم ہ	خدا عزت والا مہربان ہے۔ (الدخان ع۲)
الاخلّاء بعضھم لبعض	گہرے دوست بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کے دشمن
عدوٌّ الّا المتقین (زخرف ع۲)	ہونگے۔ صرف اہلِ تقویٰ سچے دوست ہونگے۔

اختلاف و رفعِ اختلاف کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے :-

ولا یزالون مختلفین	لوگ باہم اختلاف میں مبتلا رہینگے بجز ان لوگوں کے
الّا من رحم ربّک	جن پر خدا کی رحمت ہوگی اور خدا نے لوگوں کو
ولذٰلک خلقھم ( )	رحمت کیلئے ہی پیدا کیا ہے (جس کا نتیجہ وحدتِ اتحاد ہے)

وکتب علیٰ نفسہ الرحمۃ
لیجمعنکم الیٰ یوم القیٰمۃ
لاریب فیہ (انعام ع۲)

خدا نے اپنے ذمے رحمت مقرر کرلی ہے۔ یقیناً وہ تمھیں برپا ہونے کے وقت کی طرف جمع کرے گا۔

صاف صاف فرما دیا ہے کہ جن لوگوں پر خدا کی رحمت ہوگی وہ اختلافات کو ترک کرکے متحد ہو جائیں گے اور جو لوگ رحمتِ الٰہی سے محروم ہونگے۔ وہ لڑائی جھگڑے۔ جنگ و اختلاف میں مبتلا رہینگے۔ الحمد للہ۔ خداوند عالم نے تمام جدائی کی دیواروں کو درمیان سے اٹھا دیا اور تمام اہل مذاہب اور نوعِ انسان کو ایک خاندان بننے کا حکم دیا ہے۔ حضرت بہآء اللہ نے دورِ حشرِ اعظم میں خدائی اعلان فرما دیا ہے کہ جو کچھ اختلاف کا سبب تھا وہ اٹھا دیا گیا اور جو جو باتیں اتحاد کا موجب ہیں اُن کا حکم دیا گیا ہے سب لوگ مل جل کر زندگی بسر کریں۔ تمام فرقہ وارانہ حدود و خیالات کو مٹا دیا گیا۔ عالمگیر وحدت و اتحاد کا دور شروع کر دیا گیا ہے جس کا پہلے سے وعدہ تھا۔

اِس دَورِ قیامت میں مختلف مذاہب کا فیصلہ کر دیا گیا

مذاہب عالم میں اتحاد کا زمانہ آگیا۔ اور خداوند عالم نے اپنے وعدے کے مطابق سب کے اختلافات کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ اور سب کو مل جانے اور ایک ہو جانے کا حکم دے دیا۔ اس عظیم الشان امر کی خبر و بشارت مندرجہ ذیل الفاظ میں دی گئی تھی۔

ان الذین امنوا والذین
ھادوا والصابئین
والنصاریٰ والمجوس
والذین اشرکوا ان اللہ
یفصل بینھم یوم القیٰمۃ۔ ان
اللہ علیٰ کل شیٔ شھید (حج ع۲)

یقیناً مسلمانوں۔ یہودیوں۔ صابیوں عیسائیوں۔ زرتشتیوں اور بت پرست ہندوؤں اور بودھوں کے درمیان خدا قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا سب کے اختلافات مٹا دے گا۔ سب کچھ خدا کے سامنے ہے۔

موجودہ حشر کے دن بھولی ہوئی حقیقت سمجھ میں آرہی ہے

سورۂ اعراف میں فرماتا ہے کہ ہر اُمت کی ایک میعاد مقرر ہوتی ہے اور فرماتا ہے کہ اے انسانو! میرے رسول تمھارے پاس آئینگے اور میری آیات پڑھینگے۔ اور فرماتا ہے جیسے تمھیں پہلی بار بعثتِ محمدیہ میں امت بنایا ہے اسی طرح دوبارہ تمھیں اُمت بنائے گا۔ ایک فریق ہدایت یافتہ ہوگا۔ ایک فریق گمراہ۔ یعنی ظہورِ حق کے ماننے والے ہدایت پر ہونگے اور انکار کرنے والے گمراہ ہونگے۔ اور فرماتا ہے کہ انھیں مُردہ قوموں میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ مومن اہل جنت ہونگے۔ منکر اصحابِ نار۔ اور اُن کے درمیان اہل اعراف ہونگے جو سب کو قیافے سے پہچان لیں گے کہ کون اہلِ حق و اہلِ جنت ہے اور کون اہلِ باطل و اہل نار ہے۔ اور وہ بذاتِ خود اہل جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

ان باتوں کے بیانات کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کتاب قرآن کو اپنے علم سے مفصل کر دیا ہے۔ مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے اس کے ساتھ فرماتا ہے۔

ھل ینظرون الا تاویلہ
یوم یأتی تاویلہ یقول
الذین نسوہ من قبل
قد جاءت رسل ربنا
بالحق (اعراف ع۶)

یہ لوگ اس بیان کی حقیقت کے وقوع کا ہی انتظار کرتے ہیں؟ جس دن اس بات کی حقیقت واقع ہو کر ظاہر ہوگی تو جو لوگ ظہور سے پیشتر اسے فراموش کر چکے تھے وہ بول اٹھینگے کہ یقیناً ہمارے رب کے رسول سراسر حق باتیں لائے ہیں۔

آیتِ مبارکہ میں صاف فرمایا ہے کہ یومِ موعود کے متعلق حقائق کو لوگ بھول جائینگے (چنانچہ تمام لوگ حقیقتِ حشر و قیامت کو بھول گئے اور سارے فنائے عالم بنا بیٹھے) اب جبکہ یومِ موعود آگیا اور حقیقت نے

چہرے سے نقاب اٹھا دیا تو بھولے ہوئے لوگ حقیقت کو سمجھتے جاتے ہیں اور یہ اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ واقعی خدا کے رسولوں نے جو کچھ اس زمانہ کے بارے میں خبریں دی تھیں سراسر حقیقت و معقولیت پر مبنی تھیں۔ جو شخص بھی بہائی لٹریچر کا مطالعہ کرے گا وہ حشر و قیامت کے اسرار و حقائق سے واقف ہوجائے گا۔ اور واقعاتِ عالم پر بصیرت کی نظر ڈالے گا تو تجلیاتِ حشر و نشور کا مشاہدہ کریگا اور پکار اٹھے گا کہ بیشک خدا کے رسولوں نے اس زمانے کے متعلق بالکل ٹھیک ٹھیک خبریں دی تھیں

اس دَورِ حشر میں بہت لوگ حقیقت سمجھنے سے دور ہیں

ایک طرف تو خداوند عالم نے یہ خبر دی کہ حشر موعود میں بہت لوگ بھولی ہوئی حقیقت کو سمجھنے لگیں گے دوسری طرف یہ بھی اطلاع دی ہے کہ بہت لوگ اس حشر کے دن حقیقت سمجھنے سے کوسوں دور رہیں گے۔

خداوند عالم سورۂ محمد میں رسول کریم سے فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ کان لگا کر تمھاری باتیں سنتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر آتے ہیں تو علمِ حق پانے والے مومنوں سے کہتے ہیں کہ محمد ابھی کیا کہہ رہے تھے (ہم تو کچھ نہ سمجھے) خدا فرماتا ہے یہ منکر وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے۔ اور یہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کے پیرو ہیں۔"

جس طرح دربار رسالت کی گفتگو سمجھنے سے یہ لوگ بے بہرہ ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن بھی تذکر و فہم حقیقت سے بے بہرہ رہیں گے۔

فھل ینظرون الا الساعة ان تاتیھم بغتة فقد جاء اشراطھا — اب یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ انھیں قیامت اچانک طور پر آجائے سو البتہ قیامت کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں

خود دورِ نبوت کا ختم ہوجانا دورِ قیامت کی آمد آمد کا کھلا نشان تھا پھر دورِ قیامت میں فہمِ حقیقت سے بے خبر رہنے کی اطلاع دیتا ہے

فانّٰی لھم اذا جاءتھم ذکرٰھم — سو جب قیامت آجائے گی تو کہاں وہ اور کہاں ان کا سمجھنا۔

پھر فرماتا ہے

واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم — تمھارے ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنے کا مقام اور تمھاری قرارگاہ خدا کو معلوم ہے۔

امتِ محمدیہ اپنی حالت کو بدلتی ہوئی نئے مقام پر آپہنچی اور نئے قرارگاہ میں آٹھہری ہے جو خدا نے پہلے سے مقرر کی ہوئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا تھا کہ تم اپنی ارتقائی رفتار میں

لترکبن طبقاً عن طبق — ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر چڑھ جاؤ گے

"واللہ یعلم متقلبکم و مثوٰکم" میں تقلب تنزل کے لحاظ سے یہ معنی ہوئے کہ تم کہاں کہاں گردش کھاؤ گے اور کس جگہ تمھارا ٹھکانا لگیگا۔ یہ سب خدا کے علم میں ہے۔

بہرحال یہاں مقصد یہ تھا کہ قیامت آجانے پر بہت سے لوگ فہم حقیقت سے کوسوں دور رہیں گے جیسا کہ آیت میں بیان ہوا اور واقعات شہادت دے رہے ہیں۔

یومِ موعود میں بہت سے لوگ تجلیاتِ ربانیہ دیکھ رہے ہیں

وجوہٌ یومئذٍ ناضرة الیٰ ربھا ناظرة — اُس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے۔

ربّ کے معنے مالک۔ آقا۔ مربی و مصلح کے ہیں۔ حقیقی مقام پر یہ لفظ خدا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ اعلان کرتی ہے کہ بہت لوگ اپنے پیدا کرنے اور ترقی دینے والے خدا کی طرف ہی متوجہ ہونگے اور اس کی ربوبیت و قدرت کی تجلیات جدیدہ مشاہدہ کرینگے۔ خدا کو دیکھنا اس عالم امکان میں

اس ذریعے سے ہوتا ہے کہ انسان خدا کے مظہر ظہور کو دیکھے۔ چنانچہ ہزارہا نفوسِ مقدسہ نے جلوۂ جمالِ الٰہی حضرت بہاء اللہ کے چہرۂ نورانی کے ذریعے مشاہدہ کیا۔ کیونکہ خداوند عالم "ظہر بمظہر نفسہ" اپنے مظہر مقدس کے ذریعے ظاہر ہوا۔ اور اب بھی اس کی مالکانہ شانیں۔ قادرانہ کارروائیاں۔ مربیانہ قدرتیں ہر دم اور ہر طرف تمام جہان کے اہلِ بصیرت مشاہدہ کر رہے ہیں۔

یومِ موعود میں بہت لوگ اپنے پروردگار سے محجوب ہو رہے ہیں

كلا انهم عن ربهم { ہاں ہاں وہ لوگ اُس دن اپنے
يومئذ لمحجوبون ۰ { رب سے محجوب و محروم ہونگے

تجلیاتِ قدرت اور واقعاتِ قیامت دیکھنے سے ان کی آنکھوں پر حجاب پڑ گیا ہے۔ یہانتک کہ وہ قیامت آجانے کے بعد بھی اس کو نہ دیکھ سکے۔ منکرینِ رسالت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے "بيننا وبينك حجاب" ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے۔ ویسا ہی "حجاب مستور" روحانی پردہ آج یوم الحشر میں بھی لوگوں کی نظروں پر پڑ گیا ہے جس کے باعث وہ تجلیاتِ حق دیکھنے سے محجوب و محروم ہو رہے ہیں ؎

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

یوم الحشر میں دو قسم کے لوگ

كما بدأكم تعودون { جسطرح اب دورِ محمدی میں تمھیں شروع کیا ہے
فريقا هدى و فريقا حق { تم اسی حالت کی طرف عود کرو گے۔ ایک فریق
عليهم الضلالة (اعراف) { ہدایت پر ہوگا اور ایک فریق ضلالت میں
يوم تبيض وجوه و { بعض رو سپید ہوں گے اور
تسود وجوه (آل عمران) { بعض رو سیاہ۔
وجوه يومئذ ناضرة { اس دن بعض چہرے تروتازہ ہونگے

ووجوه يومئذ باسرة (قیامۃ ع) { بعض چہرے اُداس ہونگے
وجوه يومئذ مسفرة ضاحكة
مستبشرة و وجوه { کتنے ہی چہرے اس دن روشن ہونگے ہنستے
يومئذ عليها غبرة { خوشیاں مناتے ہونگے۔ کتنے ہی چہرے
ترهقها قترة (سورۂ عبس) { اُس دن غبار آلود ہونگے اور ان پر سیاہی چڑھتی ہوگی۔
وجوه يومئذ خاشعة { کتنے ہی منہ اس دن ذلیل۔ محنت
عاملة ناصبة { کرنے والے تھکے ہوئے ہونگے
وجوه يومئذ ناعمة { کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ
لسعيها راضية (غاشیہ) { اپنی کمائی سے خوش ہونگے۔

واصحب الميمنة ما اصحب الميمنة و اصحب المشئمة ما اصحب المشئمة
اور برکت والے کیا ہی خوب ہیں برکت والے اور نحوست والے کیا ہی بُرے ہیں نحوست والے
واصحب اليمين ما اصحب اليمين و اصحب الشمال ما اصحب الشمال
داہنی طرف والے کیا اچھے ہیں داہنی طرف والے اور بائیں طرف والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں طرف والے (واقعہ)

ثم كان من الذين آمنوا { جو ایمان لائے اور صبر و تحمل و مہربانی کی نصیحت
وتواصوا بالصبر وتواصوا { کرتے ہیں وہ برکت والے یا داہنی طرف والے ہیں۔
بالمرحمة اولئك اصحب الميمنة { اور جو ہماری آیات، احکام اور دلائل
والذين كفروا بآياتنا { و بینات کو جھٹلاتے ہیں نحوست والے
هم اصحب المشئمة { یا بائیں طرف والے ہیں۔

دونوں قسم کے لوگوں کی حقیقت اس آیت میں کیسی وضاحت سے بیان فرمادی ہے کہ جو ایمان و تحمل و بردباری کا جوہر رکھتے ہیں وہ اصحب المیمنہ کہلاتے ہیں اور جو آیاتِ الٰہی کو قبول نہیں کرتے بلکہ انھیں جھوٹ بتاتے ہیں وہ اصحب المشئمہ کہلاتے ہیں۔ دونوں قسم کے لوگوں کی نسبت جتنی آیات مذکور ہوئیں اس آیت نے ان کی پوری پوری روشن تفسیر کردی ہے۔ اس قدر تفصیل و تصریح فرمادینے کے بعد بھی لوگ اور اور خیالات بنا کر اُلجھن میں پڑ گئے ہیں۔ اسی لئے قیامت کی حقیقت بھول گئے اور کچھ کا کچھ بنالیا ہے۔ مگر اب کشف و شہود کا زمانہ ہے

دورِ قیامت نے چہرے سے نقاب اُلٹ دیا ہے۔ حقائق و اسرار بے حجاب ہوتے جا رہے ہیں اور حقائقِ اصلیہ اپنا چہرہ کھولتے جا رہے ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے متعلق فرمایا یوم تبلی السرائر پوشیدہ باتیں اور حقیقتیں آشکار و نمودار ہو جائینگی۔

حشر کے دن دلیل و برہان کے مطالبہ پر حیرانی

آج جب لوگوں سے پوچھا جاتا ہے تم نے رسولوں کو کس دلیل سے قبول کیا؟ تو چند بے معنی باتیں کہدیتے ہیں یا تقلیدِ آباء و اجداد کا حوالہ دیتے ہیں۔ حجت و برہان سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ اس کیفیت کا ذکر سورۂ قصص میں یوں فرماتا ہے۔

ویوم ینادیهم فیقول	اور جس دن خدا انھیں ندا فرما کر
ماذا اجبتم المرسلین	کہیگا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا
فعمیت علیهم الانباء	تب اُن پر حقیقتیں تاریک ہو جائیں گی
یومئذٍ فهم لا یتساءلون	تو وہ آپس میں بھی پوچھ گچھ نہ کرینگے۔

آجکل یہی حال ہے کہ جب اُن سے اُن کے پیغمبروں کی حقانیت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو چند الجھی ہوئی باتیں کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی شوق کسی کو نہیں کہ دلائلِ حقانیت پر باہم غور و فکر کریں۔ بلکہ ایسے کام تو اب فضول سمجھے جاتے ہیں۔ یہ روحانی اور عقلی و ذہنی موت ہے جسمیں لوگ گرفتار ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے

فاما من تاب وآمن و	جو توبہ کرے گا اور ایمان لائے گا اور
عمل صالحاً فعسٰی ان	اچھے عمل کرے گا تو امید ہے کہ وہ کامیاب
یکون من المفلحین ٥	لوگوں میں داخل ہوگا۔

مطالبۂ برہان پر بناوٹی باتیں گم ہو گئیں

پھر اسی سلسلہ میں خداوند عالم اعلانِ توحید فرماتا ہوا ارشاد فرماتا ہے

ویوم ینادیهم فیقول	اور جس دن ہم انھیں پکار کر کہیں گے
این شرکائی الذین	کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جن کی نسبت
کنتم تزعمون ۔ و	تم باتیں بناتے تھے اور ہم ہر قوم میں
نزعنا من کل امة	سے گواہ نکال کھڑا کرینگے تو (ان گواہوں
شهیداً فقلنا هاتوا	کی معرفت) سب لوگوں سے ہم کہینگے کہ
برهانکم فعلموا	اپنی اپنی دلیل پیش کرو۔ تب لوگ جان لینگے کہ
ان الحق لله وضل	حق و صداقت خدا ہی کی ہے اور ان کی
عنهم ما کانوا یفترون	بناوٹی باتیں گم ہو جائینگی۔

اب واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ ہر سمت میں سے ظہورِ حق کے گواہ برپا ہو رہے ہیں اور وہ تمام اہلِ مذاہب سے ان کی خود ساختہ باتوں پر اور ظہورِ حق سے انکار پر دلیل و برہان کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور قوموں کی خود ساختہ باتیں گم ہوتی جا رہی ہیں اور ہر ایک غور و انصاف کرنے والے کو ظہورِ حق کی صداقت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

یہ کیفیت روز بروز زیادہ نمایاں اور وسیع ہوتی جائے گی۔ اس حشرِ اعظم میں دنیا کے تمام اہلِ بہاء اولین گواہِ حق ہیں جو مختلف قوموں میں سے نکل کر آئے ہیں۔ جو تمام اقوامِ عالم کو مخاطب کر کے حق کی گواہی ادا کر رہے ہیں۔

یومُ النشور و یومُ الخروج

خداوند عالم نے کائنات میں جو قوانین جاری کر رکھے ہیں جن کے زیرِ اثر اقوامِ عالم کی زندگی و موت۔ ترقی و تنزل بھی ہیں وہ ہمہ گیر قانون ہیں۔ ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہیں اور جس قدر ظاہری چیزیں ہیں وہ بھی باطنی پہلو کے لئے ہیں۔ مثلاً انسان روح اور جسم دونوں رکھتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ جسم روح کے لئے ایک سواری یا

(نوٹ) آیاتِ شہادت کے متعلق ایک اور مقالہ شہادت الحق کے عنوان سے بہائی میگزین نجم میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

جب اپنے موسم یعنی یوم موعود میں رحمت کی بارش ہوتی ہے تو وہ اس سے نئی زندگی پاتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

ونزلنا من السمآء ماء مبارکا فانبتنا به جنت وحب الحصید والنخل بسقت لها طلع نضید رزقا للعباد واحیینا به بلدة میتا کذلک الخروج ٥ (ق ع)

ہم نے بادل سے پانی برسایا جو بھلائی سے بھرا ہوا ہے اور اس کے ذریعے باغ اگائے اور وہ دانے جو کاٹے جاتے ہیں اور کھجور جس کے گابھے تہ بہ تہ اور کچے ہوتے ہیں۔ بندوں کی روزی کے لئے اور اس بارش کے ذریعے ہم نے مردہ آبادی کو زندہ کر دیا۔ یوں ہی ہوتا ہے خروج یعنی قوم کا ایک نئی زندگی میں نکل آنا۔

چنانچہ آنے والے موعود منادی حق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے

واستمع یوم ینادِ المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحة بالحق ذلک یوم الخروج۔ (ق رکوع آخری)

اور اس دن خوب کان لگا کر توجہ سے سننا جب منادیِ الٰہی قریب مقام (عراق عرب وشام) سے ندا بلند کریگا۔ (حضرت بہآء اللہ نے انھیں مقامات سے ندائے حق بلند کی) جس زمانے میں لوگ آوازِ حق سنیں گے۔ وہی ہے خروج وظہور کا دن۔

اس آیتِ مبارکہ میں کس قدر واضح فرماتا ہے کہ قریب جگہ سے منادی ندا دے گا۔ چنانچہ یہی واقع ہوا کہ عرب جہاں یہ پیشینگوئی سنائی جا رہی ہے اس سے قریب عراق عرب وشام ہے جہاں سے حضرت بہآء اللہ ندائے حق بلند فرماتے رہے۔ اگر اس دن سے جس کے متعلق فرماتا ہے کہ خوب توجہ سے سننا مراد وہ دن ہو جس کا لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس دن فنا کا صور پھونک دیا جائے گا تو یہ غلط ہے کیونکہ صاف فرماتا ہے ذلک یوم الخروج۔ وہ خروج وظہور کا دن ہے نہ کہ فنا ہونے کا۔ اور اگر اس سے مراد وہ دن ہو جسے لوگ نفخ ثانی کا دن سمجھتے ہیں تو کس قدر واضح ہے کہ فرماتا ہے اس دن خوب کان لگا کر توجہ سے سننا۔ اور فرماتا ہے اس دن لوگ آوازِ حق سنیں گے۔ جب لوگ اس روز موجود ہی نہ ہونگے (کیونکہ مانا جاتا ہے کہ نفخۂ اولیٰ سے سب کائنات اور تمام لوگ بکلی فنا ہو چکے ہونگے) تو نفخۂ ثانیہ میں کون موجود ہوگا جو کان لگا کر توجہ سے سنیگا۔ اس لفظ سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ قیامت فنائے عالم نہیں ہے بلکہ حشر وقیامت کا وقوع اسی کرۂ ارض پر۔ امتِ اسلام اور دیگر اقوام کی موجودگی میں ہی ہوگا۔ جبھی تو کان لگا کر توجہ سے سننے کا حکم دیا جا رہا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ لوگ اس دن آوازِ حق سنیں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ موجود ہونگے۔ بقائمیِ ہوش وحواس آوازِ حق سنیں گے۔ نیز فرمایا کہ مکانِ قریب سے آوازِ حق سنینگے۔ مکانِ قریب سے مُراد مفسرین کے نزدیک بھی شام وبیت المقدس ہے۔ یوم خروج اگر فنائے عالم کے بعد ہو تو مکانِ قریب شام وبیت المقدس کا پتہ بتانے سے کیا فائدہ جب سب عدم ہو چکے ہونگے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ نفخۂ ثانیہ اور حشر کا واقعہ زمین کے ان مقامات کی موجودگی میں ہوگا۔ اور ان مقامات کا ذکر فرما کر ظہورِ موعود کے مقامات کا پتہ بتایا گیا ہے۔ اب جو چاہے خدا کے بتائے ہوئے پتے سے فائدہ اٹھائے۔ فمن شاء اتخذ الیٰ ربه سبیلا۔

"منها نخرجکم تارة اخریٰ"

رشید ۔ قیامت کے دن تمام کائنات پہلے فنا ہو جائے گی۔

سعید ۔ ہماری تحقیق میں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں کہ قیامت میں پہلے کُل کائنات فنا ہو جائے گی۔

رشید ۔ تعجب کی بات ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید میں

صاف لکھا ہے کہ خدا کے سوا سب کچھ فنا ہو جائے گا۔

سعید۔ جن آیتوں سے قیامت کے دن کائنات کا فنا ہو جانا سمجھ لیا گیا ہے اُن کے متعلق پیامبر میں مفصل مضمون نکلے ہیں۔ جن میں ثابت کیا گیا ہے قیامت کے دن دنیا فنا نہ ہوگی۔ آپ وہ مضامین ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

رشید۔ تو کیا آپ یہ بھی نہیں مانتے کہ لوگ قیامت کے دن زمین کی قبروں سے نکلینگے۔ ؟

سعید۔ کلام الٰہی سے چونکہ یہ بات ثابت نہیں اس لئے ہم نہیں مانتے۔ ہم وہی عقائد تسلیم کرتے ہیں جو کلام الٰہی سے ثابت ہوں۔

رشید۔ یہ تو کلام الٰہی سے ثابت ہے کہ لوگ قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے۔

سعید۔ کلام الٰہی کی آیت پیش فرمائیے۔

رشید۔ آیت یہ ہے منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ۔ "ہم نے تمھیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹا دینگے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے"۔ کتنی صاف بات ہے کہ "اسی سے دوبارہ نکالیں گے"

سعید۔ آپ تو ابھی فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن پہلے تمام کائنات فنا ہو جائے گی۔ یہی بات مشہور بھی ہے۔ مگر اب آپ نے فنائے کائنات کے خلاف ایک زبردست دلیل خود ہی بیان فرما دی۔ یہی آیت جو آپ نے ابھی تلاوت فرمائی کہ "ہم نے اسی زمین سے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دینگے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے" اس آیت میں صاف صاف بیان ہے کہ اسی زمین سے لوگ نکلینگے۔ تو یہی زمین موجود ہوگی۔ فنا نہ ہوگی۔ اگر قیامت کے دن پہلے یہ زمین فنا اور معدوم ہو جائے گی تو پھر یہ کہنا کہ "اسی زمین سے نکالینگے" کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہے جب یہ زمین ہی نہ رہے گی تو اسی میں سے نکالنا کیا معنی رکھتا ہے ؟ یہ بات نہایت غور کے قابل ہے۔

رشید۔ حشر کے دن جب مردوں کو قبروں سے نکالنا ہوگا تو خدائے تعالیٰ پھر یہی زمین بنا دے گا۔ اور اسی میں سے مردوں کو نکالے گا۔

سعید۔ یہ آپ نے غضب کی بات بیان فرمائی۔ اگر یہ سچ ہے تو کلام اللہ میں یوں بیان ہونا چاہیے تھا کہ "ہم نے تمھیں اس زمین سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دینگے اور پھر قیامت کے دن اس زمین کو نیست و نابود کر دینگے اور اس کے بعد پھر اس زمین کو بنائینگے اور پھر تمھیں دوبارہ عدم سے وجود میں لائینگے اور تمھارے سبھوں کو پھر زمین میں دفن کرائینگے پھر اسی زمین سے تمھیں نکالیں گے"۔ اگر ایسا بیان کلام الٰہی میں ہوتا تو آپ کی بات ٹھیک ہوتی۔ مگر ایسا نہیں۔ اس لئے جو بات کلام الٰہی میں نہیں وہ فضول ہے۔ ہم اُسے نہیں مانتے۔ آپ بھی نہ مانئے۔ ورنہ خود ساختہ اوہام بنائے جائیں تو دین میں اور وہم پرستی میں کیا امتیاز ہوگا۔ ؟

رشید۔ خدا نے زمین کا معدوم ہونا اور دوبارہ بنایا جانا ذکر نہیں فرمایا مگر آ فرمادیا کہ اسی زمین سے دوبارہ نکالیگا۔ تو صاف معلوم ہوگیا کہ لوگ قبروں سے نکلیں گے۔

سعید۔ مطلب تو الفاظ و عبارت ہی سے سمجھا جاتا ہے۔ جب خدا نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ زمین فنا ہوگی اور پھر بنے گی تو آپ نے کہاں سے سمجھ لیا اور ہم کیوں مان لیں۔

رشید۔ اور آیتوں میں زمین کے فنا ہونے اور نئے سرے سے بننے کا ذکر آیا ہے۔

سعید۔ مہربانی فرما کر کوئی ایک آیت ہی پیش فرمائیے۔ ہیں آج تک ایک آیت بھی اس زمین کے روز قیامت فنا ہونے اور اسی کے دوبارہ بننے کے متعلق نہیں ملی۔

رشید۔ کیسی صاف آیت قرآن مجید میں ہے "یوم تبدل الارض غیر الارض" جب یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔

سعید۔ سبحان اللہ۔ اسی آیت میں صاف لکھا ہے کہ یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔ تو یہ زمین نہ رہے گی۔ اور زمین ہوگی۔ لیجئے فیصلہ ہی ہوگیا۔ اب فرمایئے۔ جب زمین ہی اور ہوگی۔ یہ نہ ہوگی تو یہ کہنا کہ اسی سے بنایا۔ اسی میں لوٹا دینگے اور اسی میں سے دوبارہ نکالیں گے" اور بھی مشکل ہوگیا۔ تبدل الارض غیر الارض کے لحاظ سے تو یوں کہنا چاہئے کہ ہم نے تمھیں اس موجودہ زمین سے بنایا اور اسی میں لوٹا دینگے اور پھر اس کے سوا دوسری زمین سے نکالینگے کیونکہ صاف لفظ غیر الارض موجود ہے۔ یعنی اس زمین کے سوا دوسری زمین۔ پس اس صورت میں موجودہ زمین سے ہی دوبارہ نکالنا کیسے صادق آسکتا ہے؟

رشید۔ یہ معاملہ تو بڑا مشکل ہوگیا۔ اب اس کا حل مہربانی کرکے آپ ہی بتایئے۔

سعید۔ ایک اور بات قابلِ غور ہے۔ کہتے ہیں کہ آدمی مرنے کے بعد نہ جنت میں جاتا ہے نہ دوزخ میں۔ ان دونوں سے الگ ایک اور جگہ برزخ ہے وہاں رہتا ہے۔ تو اس صورت میں یہ فرمانا کہ اسی زمین سے جسمیں دفن کیا ہم دوبارہ نکالینگے کیونکر صحیح ہوگا۔ جبکہ مرنے کے بعد آدمی برزخ میں رہتا ہے تو کہنا چاہئے کہ ہم نے اس زمین سے تمھیں پیدا کیا پھر عالم برزخ میں لے جائیں گے۔ اور قیامت کے دن برزخ سے نکالیں گے نہ کہ اسی زمین سے جو عالم برزخ نہیں۔

رشید۔ عالم برزخ اور قبر ایک ہی چیز ہے۔ قبر سے مراد یہ مٹی اور زمین کی قبر نہیں ہے۔ اسمیں تو آدمی کی روح نہیں پڑی رہتی۔ عالمِ قبر عالمِ برزخ کا نام ہے۔ جو ایک مستقل عالم ہے اور اب بھی موجود ہے مرکر انسان وہاں چلا جاتا ہے۔ ہاں البتہ جسم خاک کی خاک میں مل جاتا ہے

سعید۔ عالمِ برزخ ایک مستقل جگہ ہے تو پھر وہیں سے دوبارہ نکالا جائے گا۔ پھر یہ فرمانا کہ اس زمین سے ہم نے تمھیں بنایا۔ اسی میں لوٹا دینگے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے کس طرح صادق ہوگا۔ جبکہ عالم برزخ سے نکالا جائے گا جو اس زمین سے الگ جگہ ہے۔

رشید۔ روح، عالمِ برزخ میں رہتی ہے۔ جسم تو زمین میں مل جاتا ہے تو حشر کے دن جسم اسی زمین سے نکالا جائے گا۔

سعید۔ معلوم ہوچکا ہے کہ حشر کے دن دوسری زمین ہوگی۔ یہ زمین نہ ہوگی۔ تو پھر "اسی زمین سے جسم نکالا جائے گا" کیسے ٹھیک ہوا۔ بلکہ فنا شدہ زمین کے ساتھ ہی یہ دفن شدہ جسم بھی فنا اور معدوم ہوجائے گا پھر اسی جسم کا ملنا اور اسی زمین سے نکالا جانا کیونکر ہوگا۔

رشید۔ خدا کی قدرت سے ہوگا۔

سعید۔ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسا ہونا اِن آیات کی بنا پر تو صاف سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اِسی زمین سے دوبارہ نکالے جانے کے خلاف کئی باتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے اس آیت کا یہ مطلب لینا دشوار ہورہا ہے اور جب تک ایک بات الفاظ و عبارت سے ثابت نہ ہو اسے کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ باقی رہی قدرتِ خداوندی۔ تو کیا خدا کی قدرت اس بات سے عاجز ہے کہ اسی سرزمین پر لوگوں کے زندہ اور موجود ہوتے ہوئے حشر کرکے حساب کتاب لے۔ اور جزا سزا دے۔ بحث قدرت کی نہیں ہے۔ بحث تو یہ ہے کہ آیاتِ کلام اللہ سے کیا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

رشید۔ اس سے زیادہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جسم پھر اسی زمین سے نکالا جائے گا۔ روح عالم برزخ سے لاکر جسم میں ڈالی جائے گی۔ اسمیں کیا اشکال ہے!

سعید۔ اسمیں بھی اشکال ہیں۔ وہ یہ کہ سورۂ واقعہ میں خدا فرماتا ہے کہ جب روح بدن سے الگ ہوجاتی ہے تو مرنے والا اگر نیک آدمی ہوتا ہے تو روح و ریحان اور جنتِ نعیم میں جاتا ہے اور مرنے والا بد ہوتا ہے تو جحیم دوزخ میں جلتا ہے۔ سورۂ نوح میں فرماتا ہے کہ وہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کردیئے گئے اور نار جہنم میں داخل کردیئے گئے ہیں سورۂ یٰسین میں ہے کہ مومن سے کہا گیا جنت میں داخل ہوجا۔ اسی طرح

شہیدوں کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ انھیں مُردہ مت کہو۔ وہ خدا کے پاس زندہ ہیں۔ سورۂ قمر میں ہے متقی جنت و نہر میں خدا کے پاس ہیں۔ اور یہ بھی ایک آیت میں فرماتا ہے کہ جنتی لوگ جنت سے نہیں نکالے جائینگے وماھم منھا بمخرجین۔ دوزخیوں کے بارے میں بھی فرماتا ہے وماھم بخارجین من النار۔ دوزخ سے نہیں نکلینگے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جب اس جسم کے ذرات اسی زمین سے نکالے جائینگے اور روح جنت یا دوزخ سے لاکر اس جسم میں ڈالی جائے گی تو اس وقت جنتی روح جنت سے اور دوزخی روح دوزخ سے نکالنی پڑیگی حالانکہ صاف فرماتا ہے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہونے کے بعد نکالے نہیں جائیں گے۔ پھر یہ خلافِ وعدہ اور خلافِ قانون تصور کیسا؟ اس سوال کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟

(باقی پھر)

تبادلۂ خیالات کے متعلق مُراسلات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم مولوی صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

آپ کو یاد ہوگا کہ اواخر مارچ ۱۹۴۱ء میں جب میں دہلی گیا تھا۔ احباب کے مجمع میں آپ نے منسوخیت شریعتِ اسلامیہ کے موضوع پر تحریری مناظرہ کو منظور کیا تھا۔ ہاں شرائط وغیرہ کے تصفیہ کے لئے آپ نے فرمایا تھا کہ آخر اپریل میں مجھے خط لکھیں۔ میں چند دن کی تاخیر سے یہ خط آپ کو بھیج رہا ہوں۔ موضوع بالا پر تحقیق تبادلۂ خیالات کے لئے آپ جو شرائط مناسب خیال فرمائیں ان سے مطلع فرمائیں ہمارا دعویٰ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ قرآنیہ منسوخ نہیں ہوئی نہ آئندہ رہتی دنیا تک منسوخ ہوگی۔ ہم اسی کا ثبوت دینگے اور آپ اس دعوے کی تردید کرینگے۔

امید کہ آپ جلد تر اپنے جواب سے مطلع فرمادینگے۔

خاکسار ابوالعطاء جالندھری قادیان۔ ۱۰-۹-۱۹۴۱

ہواللہ

جناب مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ نے خط بھیجنے میں دیر کی۔ خیر۔ تبادلۂ خیالات کیلئے یہ طریق ہوگا کہ آپ اپنا پرچہ قادیان کے کسی اخبار یا رسالے میں چھپوا کر میرے پاس بھجوا دیجئے۔ میں اپنے رسالۂ پیامبر میں جواب چھاپ کر آپ کی خدمت میں ارسال کر دونگا۔ اس بحث میں طرفین کے چار چار پرچے ہونگے۔ والسلام

خادم امر اللہ محفوظ الحق علمی قرولباغ دہلی

۲۶ رمئی ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولوی محفوظ الحق صاحب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب ۲۷ رمئی موصول ہوا۔ آپ کی تجویز مجھے منظور ہے۔ اس میں صرف یہ دو ترمیمیں ضروری ہیں۔ (۱) کل پرچے اکٹھے ہی شائع کئے جائیں خواہ مشترکہ خرچ پر علیحدہ کتاب کی صورت میں خواہ اپنے اپنے رسالہ جات میں۔ (۲) چار چار پرچوں کی بجائے حقیقی مُدّعی کے پانچ اور سائل کے چار ہونے چاہئیں۔ امید کہ آپ انصاف کی خاطر ان دونوں باتوں کو منظور فرمائینگے اور مجھے جلد مطلع فرمادینگے تا پرچہ جات شروع ہوسکیں۔ واللہ الموفق۔ خاکسار ابوالعطاء جالندھری، قادیان

۵-۶-۴۱

ہواللہ

جناب مکرم ابوالعطاء صاحب علیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کا مکتوب مورخہ ۵ رجون موصول ہوا۔ مسرت ہوئی۔ آپ نے جو دو ترمیمیں

پیش کی ہیں ان میں سے پہلی ترمیم سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ پرچوں کی اشاعت کے متعلق میری رائے یہی ہے کہ آپ اپنا پرچہ قادیان کے کسی اخبار یا رسالے میں چھپوا کر میرے پاس بھجوایا کیجئے۔ میں اپنا جواب اپنے رسالہ پیامبر میں چھاپ کر ارسالِ خدمت کیا کروں گا۔ آپ کی دوسری ترمیم منظور کرتا ہوں کہ آپکے پانچ پرچے ہونگے۔ خادم امر اللہ محفوظ الحق علمی مدیر پیامبر قرولباغ نئی دہلی

۷ رجون ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم مولوی صاحب! بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کا مکتوب مورخہ ۷ رجون مجھے قادیان سے ہو کر ایبٹ آباد میں موصول ہوا۔

آپ نے پرچوں کی تعداد کے متعلق جو تصریح کی ہے مجھے اس سے اتفاق ہے۔ پرچوں کی اشاعت کی مجوزہ صورت بھی منظور ہے۔ میں اپنا پرچہ دارالامان کے کسی اخبار یا رسالہ میں طبع کروا کر آپ کو بھیجا کروں گا۔ انشاء اللہ۔ اور آپ اپنا مطبوعہ جواب مجھے بھجوایا کریں گے۔ آپ کی اس تجویز سے میں متفق ہوں۔ مگر میری تجویز یہ بھی ہے کہ دونوں فریق کے پرچے ختم ہونے پر یکجا بھی مشترکہ خرچ سے طبع ہوں۔ تا پڑھنے والے کو بالمقابل دلائل کا موازنہ کرنے کا موقع مل سکے۔ اگر آپ اس تجویز سے اتفاق کریں تو بہت بہتر ہوگا۔

نوٹ۔ میں عنقریب قادیان پہنچ کر اپنا پہلا پرچہ لکھوں گا اور طبع کروا کر آپ کو بھیجدونگا۔ انشاء اللہ ۔ آپ میری مذکورہ بالا تجویز کے متعلق آخر جون ۱۹۴۱ء تک معرفت بابو غلام رسول صاحب احمدی دفتر سشن کورٹ ایبٹ آباد مطلع فرماویں۔ خاکسار ابوالعطاء جالندھری از ایبٹ آباد 16.6.41

ہو اللہ

جناب مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب۔ علیکم التحیتہ والسلام

جناب کا مرسلہ مکتوب مورخہ ۱۶ رجون موصول ہوا۔ ممنون

آپ اپنا پرچہ قادیان کے کسی اخبار یا رسالے میں چھپوا کر بھجوائینگے میں پیامبر میں جواب چھاپ کر ارسالِ خدمت کرونگا۔ پرچوں کے یکجا مشترکہ خرچ سے طبع کرانے کی تجویز کو بطور شرط میں ضروری نہیں سمجھتا۔ مذاکرہ ختم ہو جانے پر دیکھا جائیگا۔ طرفین کے اخبارات میں پرچے شائع ہوتے رہیں گے۔ ہاں کچھ پتے آپ اپنے احباب کے ہمیں بھجوادیجئے جنھیں ہم پیامبر بھیجتے رہینگے۔ اور کچھ پتے ہم اپنے احباب کے آپ کو بھیج دیں گے جنھیں آپ اپنا مطبوعہ پرچہ بھجواتے رہیں۔ یہ آسان طریق ہے۔ یہ تبادلہ مفت ہوگا۔ والسلام

خادم امر اللہ محفوظ الحق علمی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم مولوی صاحب! وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ آپکا مکتوب مورخہ ۱۹ رجون موصول ہوا۔ میں سفروں کے باعث جلد جواب نہیں دے سکا۔ آپ اپنے احباب کے پتے ارسال فرمادیں تا انکے نام میرا مطبوعہ پرچہ پہنچ جائے۔ آپکا جواب آنے پر میں بھی پتے ارسال کردونگا۔ انشاء اللہ۔ تھوڑے دنوں کی فرصت ملنے پر میں اپنا پرچہ مرتب اور طبع کرا کے آپکی خدمت میں ارسال کرونگا۔ انشاء اللہ۔ ماہ جولائی سے پیامبر میرے نام جاری فرمادیں

خاکسار ابوالعطاء جالندھری۔ قادیان 13-7-41

ہو اللہ۔ جناب مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ

جناب کا مکتوب ۱۲ رجولائی ۱۹۴۱ء موصول ہوا۔ سفر کے باعث آپ جواب جلد نہ دے سکے۔ کچھ حرج نہیں۔ اطمینان سے پرچہ لکھئے کوئی جلدی نہیں ہے۔ چالیس پتے ارسال خدمت کر رہا ہوں جنھیں آپ اپنا مطبوعہ پرچہ بھیجتے رہینگے۔ آپ بھی چالیس پتے ارسال فرما دیجئے جنھیں میں وہ پیامبر بھیجتا رہوں جسمیں آپکے پرچے کا جواب ہوگا۔ جولائی سے پیامبر آپکے نام جاری کر دیا گیا ہے۔ خادم امر اللہ محفوظ الحق علمی۔ ۲۲ رجولائی ۱۹۴۱ء

ہو اللہ ۔ جناب مکرم السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ عرصہ ہوا چالیس پتے ارسال خدمت کر دیئے تھے جنھیں آپ اپنا مطبوعہ پرچہ ارسال فرماتے۔ مگر ابھی تک آپ نے کوئی اطلاع نہ دی اور نہ چالیس پتے ارسال فرمائے جنھیں میں آپ کے مضمون کا مطبوعہ جواب بھیجا کرتا۔ جواب کا انتظار کر رہا ہوں

محفوظ الحق علمی ۴ راکتوبر ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم جناب مولوی محفوظ الحق صاحب۔ وعلیکم السلام ۔ آپکی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں بعض مصروفیتوں کے باعث مجوزہ مضمون مکمل کر کے اخبار میں نہیں دے سکا۔ انشاء اللہ اوائل جنوری ۱۹۴۲ء میں وہ مضمون یعنی پہلا پرچہ اخبار میں دیدونگا۔ اور طبع کرا کر آپ کی خدمت میں ارسال کردونگا۔ اور اسکے ساتھ ہی چالیس اصحاب کے پتے بھی بھیجدونگا۔ (خاکسار ابوالعطاء جالندھری۔ قادیان 15/12/41

(نوٹ) آج مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۴۲ء تک جناب مولوی ابوالعطاء صاحب کی جانب سے مضمون کا پہلا پرچہ موصول نہیں ہوا۔ آئندہ جو کارروائی ہوگی اس سے احباب کو مطلع کیا جائے گا۔

قسمتِ فارسی

ما حقائق را بگیتی جلوہ گر خواہیم کرد

از طبع بزرگترین شاعر معاصر ایرانی حضرت متصاعد الی اللہ ادیب بیضائی

ما اساسِ کفر را زیر و زبر خواہیم کرد　　ہر کسی را از حقیقت با خبر خواہیم کرد

کفر دانی چیست؟ پوشیدن بباطل روی حق　　ما حقائق را بگیتی جلوہ گر خواہیم کرد

طاعتِ خالق بغیر از خدمتِ مخلوق نیست　　لاجرم ما خدمتِ نوعِ بشر خواہیم کرد

بارِ غم از دوشِ ہر غمدیدہ برخواہیم داشت　　موجباتِ رنج و غم را بی اثر خواہیم کرد

کرد احمد گر بتالیفِ عرب شق القمر　　ما بتالیفِ بشر شق القمر خواہیم کرد

ذلت از نسوان۔ نجاست از نصاری و یہود　　دور بود از ابتدا ما دور تر خواہیم کرد

خیمۂ یک رنگیِ اقوامِ عالم را تمام　　در جہان از خاوران تا باختر خواہیم کرد

شیعہ را خواہیم داد آگاہی از زہدِ علی　　عامہ را مستحضر از عدلِ عمر خواہیم کرد

بہرِ تعمیمِ معارف جانفشان خواہیم بود　　ہستیِ خود برخیِ علم و ہنر خواہیم کرد

پیش ازین گر در بدر میرفت فہم و معرفت　　ما جہالت را ز امکان در بدر خواہیم کرد

ہمچو سقراط از پیِ تعدیلِ اخلاقِ عموم　　حق پرستی را بدلہا مستقر خواہیم کرد

این تعصبہای گوناگونِ دینی را تمام　　غرق در بحرِ حقیقت چون شمر خواہیم کرد

مردہا گشتند از ما جمعِ معدودے و ما　　زندہ شان بہر تلافی سر بسر خواہیم کرد

ما و بیضائی ببذلِ گنجِ تعلیم بہا
ہر کجا باشد گدائی معتبر خواہیم کرد

بشرِ امروز

امروز که انوارِ علوم مختلفه آفاقِ شرق و غرب عالم را منوّر نموده امروز که حقیقت و ماهیتِ هر چیزے بواسطه زحماتِ حقیقت جویان روشن و آشکار گردیده امروز که عروسِ تمدّن حجاب از روی دلارا برگرفته امروز که زن و مرد پی بحقوقِ متبادلهٔ خویش برده امروز که هر ملّیت و طائفه طالب صعود باعلیٰ مراتب ترقی گشته امروز که هر دولت و قبیله از اسم توحّش متوحش شده امروز که حسِّ نوع پرستی از فکرِ بشر تولد یافته و بالآخره امروز که هر صاحب نظرے قدر و منزلتِ خود را شناخته و برای تحصیلِ سعادت هر موئے را شگافته و بجهتِ کشودنِ بابِ راحت و آسائش بهر برزن و کوئی شتافته - جای دریغ و افسوس است که اهلِ دانش و نوع پرستانِ جهان از یک نکته بسیار مهمی غفلت ورزیده اند - آری امروز برای تعیینِ ارتفاعِ قللِ جبال مشقاتی تحمّل میشود بجهتِ کشفِ جزائرِ غیر مسکون در دریا و اُقیانوسها نفوسی غرق میشوند برای تمیزِ خواصِ نباتات بدنها مسموم میگردد بجهتِ دانستنِ اوضاعِ زندگیِ نقاطِ مختلفه سطح زمین. سیاحها دوچار حیواناتِ درنده و حشراتِ گزنده میگردند برای کشفِ شهرهای قدیمی - پولها خرج و نقبها حفر میشود بجهت تنقیدِ تألیفاتِ نویسندگان مقالات نشر و کتب طبع میگردد برای تشریح مومیائی و تحقیق عمر غوکی سالهای دراز وقت صرف میشود اما متاسفانه برای حلِ مسائلِ دینی که اگر این مشکل گشوده شود برابری با همه سعادتها میکند و جسم سقیم بشر را روح و صحتِ عاجل می بخشد چنانچه شائسته است عطفِ توجهی نمیشود بلکه این ایام بقسمے مسائلِ دیانتی غیر قابلِ ذکر و اهمیت بنظرها میآید که حتّیٰ صحبت دراین موضوع را خواص و عوام اتلافِ وقت می پندارند و غالباً دین و اهلش را آلتِ تمسخر و استهزا قرار می دهند -

اگرچه هرگاه آفتابِ دینِ بهائیت از اُفقِ عالَم طالع نشده بود و مشکلات ادیانِ سابق را بطوریکه عقل سلیم تصدیق نماید و قلب مطمئن شود حل نفرموده بود ما هم مردم را بنفرت از دین حق سیرا دیم و ملامت نمی کردیم بلکه اوّل کسانی بودیم که از زیرِ بار دیانت فرار و مردم را هم از تشبّث بذیلِ اطهرِ آن بیزار مینمودیم و مانندِ دیگران مذاهب و ادیان را لاعن شعور مسخره میکردیم زیرا وقتیکه مثلاً در اوّلِ سفر تکوین تفصیل آفریده شدنِ اشیاء را میخواندیم و در اناجیلِ اربعه قصد نشان دادنِ ابلیس از بالای کوهِ بیت المقدس جمیع نقاطِ زمین را بعیسیٰ ملاحظه مینمودیم

و در قرآن مجید حکایتِ اصحاب کهف را تلاوت میکردیم و از طرفِ دیگر انتظارِ یهود یسوعیرا از شهرِ بن موشه نصاری مسیحیرا از آسمان و شیعه قائم را از شهر جابلقا یا چاهِ سرمن رای مشاهده مینمودیم و از جانبے نقل انشقاقِ رودِ نیل بعصاے موسوی و احیای اموات بانفاسِ عیسوی و شق قمر با دو انگشتِ محمدیرا استماع نموده و از علمای هر ملت که معانی آنهارا جویا میشدیم حمل بر ظاهر عبارات مینمودند و از جهتے انشعاب ادیان را بمذاهب و اختلافِ مذاهب را با یکدیگر میدیدیم چاره جز انکار و اعراض نداشتیم چه بر اهلِ علم حتیٰ اطفالِ مدارسِ ابتدائیه نیز معلوم است که آسمانِ ظاهری وجودِ خارجی ندارد که در روزِ اوّل خلق شود و علاوه با وجود نبودنِ آفتاب روزی تصور نمیشود و همچنین شیطانیکه بحسبِ ظاهر بدان اوصاف وصف شده مانند غول و جن و پری اموری است موهوم که جز در عالمِ خیال وجود ندارد و از بالای کوه تمام نقاطِ زمین کروی الشکل را ارائه کردن امری است بدیهی البطلان و زنده ماندنِ انسان در غارے مسدود یا چاهی سیاه بدون اطعمه و البسه مدتِ چند صد سال کاری است محال. و بهمین قیاس است سائرِ مطالب و عبارات مرموزهٔ کتبِ مقدسه.

اما حال که حضرت بهاء الله با قلمِ معجز شیم غامض ترین مسائل کتبِ سماوی را با اسهل عبارات و توافق عقل و علم حل فرموده و برای حلِ سائرِ مسائلِ جزئیه هم بواسطهٔ نزول کتابِ شریف ایقان مفتاحی بدست داده و کتابے مانند اقدس که حاوی احکامِ اخلاقی که راجع بروحانیات و محتوی قوانینِ اقتصادی که راجع بجسمانیات است از ملکوتِ مقدس نازل فرموده و نیز با دلائلِ واضحه و براهینِ قاطعه حقانیتِ هر دینے از ادیانِ سالفه را در زمانِ خود اثبات نموده ما اهلِ بهاء قیدِ دیانت را آزادی میدانیم و هر حزنیرا در این سبیل شادی میشماریم و بهمین سبب اگر لسان و قلمِ معرضین سیف و سنان شود و بر صفحاتِ قلوب و سینه هاے ما خطوطِ خونین بنگارد این سعادت را از دست نمیدهیم و این خوشبختیِ ابدی را از کف نمی گذاریم.

و نیز دانایان و صاحبانِ وجدان را که از بدبختی و فلاکت اکثریتِ اهلِ عالم متأثر گشته و امراض بیچارگی و بحرانِ اقتصادیِ نوعِ خویش را مشاهده کرده اند و برای علاج این درد بجا نگداز بهر در دویده و بهر وسیله متوسل شده و چارهٔ این آفات را نیافته اند متذکر میسازیم و بشارت میدهیم که بهائیت سفره گسترده و خوانی چیده که منعم و درویش. غنی و فقیر. عالم و جاهل مادی و متألّه میتواند از آن متنعم شود و از برکتِ این مائدهٔ آسمانی بوصالِ هرگونه آمال نائل گردد. چنانچه مشاهده میشود هزارها ایرانی و تورانی شرقی و غربی. آسیائی و امریکائی که هرکدام دارای دین و مذهب ذوق و مشرب علم و صنعت هنر و حرفت رسوم و آداب و پیشوا و کتابِ مخصوصی بوده اند بعد از تحقیقاتِ کامله مقصودِ خود را در این تعالیم مبارکه یافته اند و الّا روزِ اوّل حضرت بهاء الله و بعد از آن پیروانِ او نه ثروتے داشته اند که مردم را تطمیع کنند و شریکِ خود سازند و نه توپ و تیپے که نفوس را تخویف نمایند و بر آنها مسلط شوند. بل یگانه علتیکه سببِ انتشارِ این تعالیمِ مبارکه شده همانا لسانِ شفقت

محبت و توافقِ احکامِ آن با مقتضیاتِ وقت است.

بلی شریعتیکه بواسطه برداشتنِ تعصبات دینی. مذهبی وطنی. سیاسی. نژادی و لسانی اختلافات را زائل نماید و بامرِ ایجاد و ترویجِ لغت وخطی عمومی اهلِ عالم را بخیمهٔ وحدت دعوت کند اگر اجابت نشود از انصاف دور است کتابیکه رموز وکنایات و استعارات وبشاراتِ مزامیر وانجیل وقرآن و تورات را بتمامی برساده آشکار سازد اگر رد شود دلیلِ بی وجدانی است دینی که علم وعقل را باخود برابر وبرادر شمارد وموهومات وخرافات را دشمن دارد اگر پذیرفته نشود علامتِ جهل است تعالیمیکه بدونِ جنگ وجدال با سهل طرق بین غنی وفقیر مساوات را با رضایتِ طرفین که اصعب امور است اجرا فرماید اگر توهین شود ظلم صرف است وشریعتیکه مرد وزن ودختر وپسر را در حقوقِ متبادله وامورِ اجتماعیه یکسان شمارد وفرقی بین آنها نگذارد اگر پیروی نشود از بی تمیزی است.

هرچند اهل بهاء یقین دارند که اگر امروز بهائیت انظارِ اهلِ عالم را بخود جلب نکند وقلوبِ طوائف وامم را بواسطهٔ برخی مخطورات بخویشتن جذب نماید عنقریب نوعِ انسان خود را مجبور بقبولِ آن می بینند وفرضاً اگر همه جمیع بهائیانِ عالم فانی ومعدوم شوند وفقط یک کتاب از این تعلیماتِ مبارکه در عالم موجود باشد بنوعِ بشر عاقبت آنرا پیدا واحکامش را بموقعِ اجرا خواهد گذاشت اما سبب اینکه هریک از آنها اقلاً نصف اوقات خویش را صرفِ ترویجِ این امر می کنند ودر این راه تا حال جانها نثار کرده ناموسها بباد داده واطفال قربانی کرده اند همانا اقتدا بمحبوب ومولای خویش است که در آخرین لوحِ منیع (عهد) می فرماید (مقصود این مظلوم از حمل شدائد وبلایا وانزال آیات واظهارِ بینات اخماد نارِ ضغینه وبغضا بوده که شاید آفاقِ افئدهٔ اهلِ عالم بنورِ اتفاق منور شود وبآسایشِ حقیقی فائز گردد)

(عزیز سلیمانی)

تقویم بدیع

از یک تا هفت ویک تا نوزده در نوزده ۱۶۳ و چهار ایام ها وبعد از سنه سال ۵ روز ونامِ سال وماه وهفته باسماء وصفاتِ الهیه مزین است

....

این تقویم نود وهشت سال است. در عالمِ امر وخلق جاری است وسال بسال بهتر وخوشتر جلوه مینماید که حتی امسال که کاغذ ومقوای خوب کمیاب وبسیار گرانست لجنهٔ طبع واشاعتِ امری باتاییداتِ الهیه موفق گردیده که عکسِ مشرق الاذکار امریکا را به کارتهای بزرگ سفید براق باندازهٔ ۱۵ در ۱۲ انچ بامرکبِ سه رنگ چاپ نماید وتقویمِ بهائی ومیلادی را بامرکبِ دو رنگ وحروفِ انگلیسی در ذیلِ ایامِ هفته توماً گنجانیده بر بیست ورق کاغذ علیحده طبع وبرکارت منقوش نصب وترتیب گردیده است که پس از اتمامِ هر شهر بیانی باید یک ورق از کارت جدا نمود وپس از اتمامِ سال عکسِ مشرق الاذکار امریکا زینت بخشِ دار الابرار خواهد بود.

هدیهٔ آن اگرچه بیش از اینهاست ولی لجنه بملاحظهٔ اینکه همهٔ احباء بتوانند چند نسخه خریداری نموده بدوستان ونزدیکانِ خود نیز بدهند قیمت فقط نسخه چهار آنه معین نموده است ولی مخارجِ پست آن بعهدهٔ مشترکین محترم خواهد بود طالبین بآدرس ذیل رجوع نمایند :-

منشی لجنهٔ طبع واشاعتِ بهائیانِ هند وبرما. بهائی هال کراچی

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم | مارچ سنہ ۱۹۴۲ع | نمبر سوم

ای ربّ

اے پروردگار!

اقبلت بنفسی الیٰ مطلع اٰیات احدیتك و اعرضت عن الّذین

میں تیری احدیت کے مطلع آیات کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ اور جن لوگوں نے تیرے مشرقِ امر پر اعتراض کئے ہیں

اعترضوا علےٰ مشرق امرك فاحفظنی یا الٰھی فی ظل رحمتك

ان سے روگردان ہوں۔ تو مجھے اے میرے خدا اپنی رحمتِ کبریٰ کے سایے میں

الکُبریٰ ثم اجعلنی من الّذین استقاموا علےٰ امرك

محفوظ رکھ پھر مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جو تیرے امر پر مستقیم ہیں۔ اور

و وفّوا بمیثاقك ونبذوا وراھُم من فی الملك اجمعین

تجھ سے کیا ہوا عہد پورا کر رہے ہیں۔ اور تمام دنیا کے لوگوں کو اپنے پیچھے پھینک چکے ہیں۔

وقدّر لی یا الٰھی نصرۃ امرك وذکرك بین عبادك ولا تحرّمنی

اور اے میرے خدا! میرے لئے مقدر فرما دے کہ میں تیرے امر کی نصرت و تبلیغ میں معروف رہوں اور تیرے

عما قدرته لخیرۃ خلقك انك انت المقتدر العلیم الحکیم ٥

بندوں میں تیرا ذکر کیا کروں اور مجھے اس نعمت سے محروم نہ رکھ جو تو نے اپنی بہترین مخلوق کے لئے مقدر فرمائی ہے۔

بے شک توہی قدرت والا علیم و حکیم ہے

پادشاہانِ زمین

سلسلہ کے لئے دیکھو پیامبر دسمبر ۱۹۴۱ء

حضرت شوقی ربّانی کے قلم سے

ترجمہ

شہنشاہِ فرانس کے نام

نپولین سوم شہنشاہ فرانس کو حضرت بہاء اللہ نے ان الفاظ میں خطاب فرمایا :-

"اے پادشاہ پیرس ! پادریوں کو کہدے کہ اب گھنٹیاں بجانی چھوڑ دیں۔ ناقوسِ اعظم' اسمِ اعظم کی صورت میں ظاہر ہوگیا ہے اور تیرے پروردگار برتر و بزرگ کی مشیت کی انگلیاں آسمانِ لقا میں اس کے پرجلال نام پر اُسے بجا رہی ہیں۔ اس طرح تیرے پروردگار کی زبردست آیتیں پھر ایک دفعہ تیری طرف بھیجی گئیں تاکہ شاید تو آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے خدا کو یاد کرنے کے لئے اُٹھے ان ایام میں جن میں دُنیا کی تمام قومیں رو پیٹ رہی ہیں۔ شہروں کی بنیادیں ہل گئی ہیں اور بے دینی کی گرد نے تمام انسانوں کو گھیرا ہوا ہے بجز ان کے جن کو تیرے پروردگار علیم و حکیم نے بچانا چاہا۔ .... اے پادشاہ ! اُس آواز کو سُن جو تجھے اُس آگ میں سے پکار رہی ہے جو اس سینا پر اس سدا بہار درخت میں روشن ہو رہی ہے جسے تیرے پروردگار نے شہرِ قدم سے پرے مقدس اور برف سی سفید جگہ بلند فرمایا ہے کہ "مجھ رحیم و رحمٰن خدا کے سوا کوئی خدا نہیں"۔ ہم نے تمہارے پاس اُسے حق کے ساتھ بھیجا جس کی ہم نے روح القدس سے تائید کی تاکہ وہ تمھیں اس نیرِ اعظم کی خبر دے جو تیرے پروردگار بزرگ و برتر کی مشیت کے افق سے چمکا ہے اور جس کی روشنی مغرب پر پڑ رہی ہے تاکہ اس دن میں جسے خدا نے تمام دنوں کی روشنی بنایا ہے تم اپنے چہروں کو اُس (حضرت بہاء اللہ) کی طرف متوجہ کرو۔ اور اسی دن میں تیرے پروردگار رحمٰن نے اپنے انوار کی تجلی آسمان اور زمین کے تمام رہنے والوں پر آشکار فرمائی ہے۔ خدا کی خدمت اور اس کے امر کی نصرت کے لئے کھڑا ہو۔ وہ پروردگار بے شک تجھے ظاہر اور غیب کی افواج سے مدد دے گا۔ اور تجھے سورج تلے کی تمام چیزوں پر غالب بنا دے گا .... میرے اسم کے زیور سے اپنے جسم کو آراستہ کر اور اپنی زبان کو میرے ذکر میں لگا اور اپنے دل کو میری پیاری اور برتر محبت سے مزین کر۔ ہم نے تیرے لئے سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہا جو تیرے لئے ان سب چیزوں سے جو تیرے پاس ہیں اور تمام زمین کے خزانوں سے بہتر ہے۔ بے شک تیرا پروردگار خبیر اور تمام باتوں کا جاننے والا ہے.....

اے پادشاہ ! ہم نے تیرے وہ لفظ سُنے جو تو نے جنگ (جنگ کریمیا) کے فیصلہ کے متعلق زارِ روس سے کہے۔ بے شک تیرا پروردگار جاننے والا اور سب باتوں سے آگاہ ہے۔ تو نے کہا "میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا۔ اُن کی آہ و بکا نے جو بحرِ قلزم میں غرق ہوئے مجھے جگا دیا"۔ یہ ہم نے تجھے کہتے سُنا۔ اور بے شک تیرا پروردگار جو کچھ میں کہتا ہوں اُس کا گواہ ہے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ جس آواز نے تجھے جگایا وہ ان کے رونے کی آواز نہ تھی بلکہ تیری اپنی خواہشاتِ نفسانی کی آواز تھی۔ کیونکہ ہم نے تجھے آزمایا مگر اِس بات سے بیگانہ پایا۔ میرے طرزِ کلام کو سمجھ اور

اور سمجھدار لوگوں میں سے ہو .... اگر تو سچائی سے وہ الفاظ کہتا تو تو خدا کی لوح کو اپنی پیٹھ کے پیچھے نہ پھینکتا جب یہ تجھے اس کی طرف سے جو مقتدر و حکیم ہے بھیجی گئی تھی۔ ہم نے اس کے ذریعے تیری آزمائش کی اور تجھے اس کے خلاف پایا جو تو زبان سے کہتا ہے۔ اٹھ اور اُن باتوں کی تلافی کر جن میں تو قاصر رہا ہے۔ بہت جلد تو اور جو کچھ تو رکھتا ہے تباہ ہو جائے گا اور بادشاہت صرف خدا کی جو تیرا اور تیرے باپ دادا کا خدا ہے رہے گی۔ تیرے لئے واجب ہے کہ تو اپنے معاملات کو اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق نہ چلائے۔ مظلوم کی آہ سے ڈر اور اسے ظالموں کے تیروں سے بچا۔ جو کچھ تو نے کیا ہے اس کے سبب تیری بادشاہت کے کاموں میں گڑبڑ ہو جائے گی اور سلطنت تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس بات کی سزا میں جو تو نے کی ہے۔ پھر تجھے معلوم ہوگا کہ تو نے کیسی صریح خطا کی؟ انقلاب اُس ملک میں سب لوگوں کو گھیر لے گا۔ بجز ایک صورت کے کہ تو اس امر کی نصرت کے لئے اُٹھے اور اس سیدھے راستے میں روح اللہ کی پیروی کرے۔ کیا تو اپنی شان و شوکت پر مغرور ہے۔ میری جان کی قسم۔ یہ رہنے والی نہیں۔ بلکہ بہت جلد یہ گذر جائے گی۔ بجز اس کے کہ تو اس مضبوط دامن کو اچھی طرح پکڑ لے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ذلت تیرے پیچھے چلی آرہی ہے اور تو بے پروا ہے .... اپنے محلوں کو اہل قبور کے حوالے کر اور اپنی سلطنت کو اس کے سپرد کر جو اس کا خواہشمند ہو اور پھر تو ملکوت کی طرف رجوع کر۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ چیز ہے جو خدا نے تیرے لئے پسند فرمائی ہے۔ کاش کہ تو رجوع کرنے والوں میں سے ہوتا! .... اگر تو اپنی سلطنت کا بوجھ اٹھانا چاہتا ہے تو اُسے امر اللہ کی نصرت کرنے کے لئے اٹھا۔ پاک اور مقدس ہے یہ مقام۔ جو کوئی اس تک پہنچ جاتا ہے وہ تمام وہ نیکیاں پا لیتا ہے جو خدائے علیم و حکیم کی طرف سے آتی ہیں .... یہ جانتے ہوئے کہ وہ تباہ ہونے والی ہے۔ پھر بھی تو اپنی دولت کا غرور کرتا ہے! تو اس بات میں خوش ہے کہ تو ایک بالشت بھر زمین پر حاکم ہے۔ جبکہ اہل بہاء کی نظروں میں تمام دنیا مُردہ چیونٹی کی آنکھ کے سیاہ داغ سے زیادہ نہیں۔ تو اُسے انھیں کے لئے چھوڑ دے جو اس کے دلدادہ ہو رہے ہیں اور تو اس کی طرف رجوع کر جو تمام دنیا کا مقصود ہے وہ متکبر لوگ اور ان کے محل کیا ہوئے؟ ان کی قبروں پر نگاہ کر تاکہ تو سبق حاصل کر سکے کیونکہ ہم نے اسے ہر دیکھنے والے کے لئے ایک سبق مقرر کیا ہے۔ اگر نسائمِ ظہور تجھے گھیر لیں تو تو دنیا کو ترک کر کے ملکوت کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور جو کچھ تیرے پاس ہے تو اُسے نثار کر دیگا تاکہ تو اس عالیشان منظر کے نزدیک ہو سکے۔

پوپ اعظم کے نام

پوپ پائس نہم کے لئے حضرت بہاء اللہ نے نازل فرمایا:۔ "اے پاپا! پردے پھاڑ دے۔ رب الارباب بادل کے سایوں میں ہو کر آپہنچا ہے۔ اور قدرت و اقتدار والے خدا کی طرف سے ہونے والی بات پوری ہو گئی .... بے شک وہ ایک دفعہ پھر آسمان سے آیا ہے جیسے وہ پہلے آیا تھا۔ خبردار اس پر ایسے اعتراض نہ کرنا جیسے فریسیوں نے بلا دلیل و برہان کئے تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ سے فضل کا آبِ حیات بہہ رہا ہے اور اس کے بائیں ہاتھ سے عدل کی عمدہ شراب جاری ہے اور اس کے آگے آگے فردوس کے فرشتے آیات کے جھنڈے لئے ہوئے چل رہے ہیں۔ خبردار کسی نام کی وجہ سے تو اپنے پروردگار سے محروم نہ ہونا جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ دنیا کو ترک کر اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر جس کے ذریعے تمام دنیا منور کی گئی ہے .... کیا تیرے لئے یہ مناسب ہے کہ تو محلوں میں رہے اور شہنشاہِ ظہور بدترین مقام میں زندگی بسر کرے؟ ان محلوں کو تو ان کے لئے چھوڑ دے جو ان کے خواہشمند ہیں

اور تو خوشی اور مسرت سے دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملکوت کی طرف رجوع کر .... دنیا کے لوگوں میں اپنے خداوند رحمٰن کے نام سے اٹھ کھڑا ہو اور اطمینان کے ہاتھوں میں جامِ زندگی لے اور پہلے آپ اسمیں سے پی اور پھر انھیں پلا جو تمام ادیان کے لوگوں میں سے اس کی طرف رجوع کریں۔

یاد کر جب روح (حضرت عیسیٰ) آئے تھے تو ان کے زمانہ میں ملک کے سب سے بڑے عالم نے ان کے خلاف فتویٰ دیا اور وہ جو ایک ماہی گیر تھا ان پر ایمان لایا۔ پس اے صاحبانِ خرد! عبرت حاصل کرو۔ تو آسمانِ اسمار کے آفتابوں میں سے ایک آفتاب ہے تو اپنے نفس کی حفاظت کر۔ ایسا نہ ہو کہ تاریکی اپنے پردے اس پر ڈال دے اور تجھے نور سے محروم کر دے .... ان پر غور کر جنھوں نے بیٹے (حضرت مسیح) کی جب وہ قوت و قدرت کے ساتھ آیا مخالفت کی۔ کتنے فریسی اس کے دیدار کے انتظار میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اس کی جدائی میں روتے اور دعائیں مانگتے تھے۔ لیکن جب اس کے ظہور کی نسائم ان پر سے گذریں اور اس کا جمال بے نقاب ہوا تو وہ اس کے خلاف اٹھے اور اس سے جھگڑا کیا .... سوائے چند ایک کے جو قوم کے درمیان کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے اس کی طرف رجوع ہوئے لیکن آج ہر ایک سلطنت و قوت کا مالک اس کے نام پر فخر کرتا ہے۔ اسی طرح یہ خیال کر ان دنوں کتنے عیسائی درویش ہیں جو میرے نام کی خاطر دنیا کو تیاگ کر اپنے گرجوں میں معتکف ہیں۔ مگر انھوں نے جب مقررہ وقت آیا اور ہم نے اپنے جمال کو بے نقاب کیا تو ہمیں نہ پہچانا۔ حالانکہ صبح و شام وہ میرا نام لے کر دعائیں مانگتے ہیں ....

وہ کلمہ جسے بیٹے (حضرت مسیح) نے چھپایا آج ظاہر کر دیا گیا ہے۔ آج یہ کلمہ انسان کی شکل میں بھیجا گیا ہے مبارک ہے وہ پروردگار جو باپ ہے۔ جو بلا شک و شبہ اپنے جلال کے ساتھ قوموں کے درمیان آگیا ہے۔ اے نیک لوگوں کی جماعت اس کی طرف رجوع کرو .... یہ وہ دن ہے جس دن چٹان (پطرس) چلا چلا کر پروردگار مقتدر و متعالی کی تعریف کر رہا ہے یہ کہکر "دیکھو باپ آگیا اور جو وعدہ ملکوت میں تم سے کیا گیا تھا پورا ہوا ...." میرا جسم صلیب کی تمنا کر رہا ہے اور میرا سر خدائے رحمٰن کی راہ میں نیزے کی انی کا انتظار کر رہا ہے تاکہ دنیا اپنی زیادتیوں اور اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے ....

اے اسقفِ اعظم! کان لگا کر وہ آواز سن جو مردہ ہڈیوں میں جان ڈالنے والا اپنے اسم اعظم کے (بلند) مقام سے تجھے سنا رہا ہے۔ وہ تمام زیورات جن سے تو اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے بیچ دے اور خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔ اس خدا کی راہ میں جو دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن لاتا ہے۔ اپنی سلطنت کو بادشاہوں کے حوالے کر اور گھر سے نکل کر ملکوت کی طرف متوجہ ہو اور دنیا سے منقطع ہو کر زمین اور آسمان کے درمیان اپنے پروردگار کی تعریف کر۔ اس طرح تجھے مالکِ اسمار تیرے پروردگار عزیز و علام کی طرف سے حکم دیتا ہے۔ بادشاہوں کو نصیحت کر اور کہہ "لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آؤ۔ خبردار۔ مبادا تم ان حدود سے تجاوز کرو جو کتاب میں مقرر کی گئی ہیں"۔ ایسا کرنا بیشک تیری شان کے شایاں ہے۔ مبادا تو دنیا کی چیزوں کو اور اس کی دولت کو اپنے لئے صرف کرے۔ ان کو ان کے لئے چھوڑ دے جو اسکے خواہشمند ہیں اور تو وہ چیز لے جو تجھے تمام کائنات کے پروردگار نے حکم دیا ہے۔ اگر کوئی تجھے ساری دنیا کے خزانے بھی دے تو تو ان کی طرف نگاہ بھی نہ کرنا۔ تو ویسا ہی بن جیسا تیرا مولیٰ تھا۔ اس طرح

وحی کی زبان نے وہ بیان کیا جسے خدا نے کتابِ آفرینش کی زیبائش بنایا ہے .... اگر میری آیات کی شراب سے تو مخمور ہو جائے اور تو زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے اپنے پروردگار کے عرش کے سامنے حاضر ہونے کا ارادہ کرے تو میری محبت کو اپنی پوشاک بنا ۔ میری یاد کا زرہ بکتر پہن ۔ اور مالکِ قدرت پر توکل کو اپنا زادِ راہ سمجھ ۔ .... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ فصل کاٹنے کا دن آ گیا ۔ اور تمام چیزیں چھانٹ چھانٹ کر الگ الگ کر دی گئی ہیں جنھیں اس نے پسند کیا ۔ عدل کے ظروف میں رکھا اور انھیں جو آگ کے لائق تھے آگ کے سپرد کیا ۔ آج موعودہ دن میں تیرے قادرِ مطلق اور مہربان خدا کی طرف سے کتاب میں یہی فیصلہ ہوا ہے ۔ بے شک جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے ۔ سوائے مقتدر و مہیمن خدا کے اور کوئی خدا نہیں "

زارِ روس کو خطاب الگزنڈر دویم زارِ روس کی لوح میں ہم پڑھتے ہیں ۔ " اے زارِ روس ۔ پاک و قدوس بادشاہ خداوند خدا کی آواز پر کان لگا اور فردوس کی طرف رجوع کر ۔ وہ منظر جس میں وہ رہتا ہے جو ملاءِ اعلیٰ کے درمیان بہت سے اعلیٰ ترین ناموں سے معروف ہے اور جو ملکوتِ خلق میں خداوندِ بہیٰ ابہیٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ خبردار ! ایسا نہ ہو کہ تیرا نفس تیرے پروردگار رحیم و رحمن کے چہرے کی طرف تیرے رجوع کرنے میں حائل ہو ۔ ہم نے تیری وہ دعا سنی جو تو نے خلوت میں مناجات کرتے ہوئے اپنے مولیٰ سے مانگی ۔ اسی لئے میری محبت آمیز مہربانی کی نسیم چلی اور میری رحمت کا سمندر موجیں مارنے لگا ۔ ہم نے حق کے ساتھ تیری دعا کا جواب دیا ۔ بے شک تیرا پروردگار علیم و حکیم ہے ۔ جب میں جیل خانے میں زنجیروں اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا ۔ تیرے سفیروں میں سے ایک نے میری مدد کی ۔ اس لئے خدا نے تیرے لئے ایک ایسا مقام مقدر کیا ہے جسے بجز خدا کے کوئی سمجھ نہیں سکتا ۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ تو اس اعلیٰ مقام کو بدل دے .... خبردار ایسا نہ ہو کہ ملک تجھے مالکِ حقیقی سے دور رکھے ۔ بے شک وہ اپنی ملکوت کے ساتھ آ گیا ہے اور تمام ذرات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ۔ دیکھو ۔ خدا اپنے عظیم جلال کے ساتھ آ گیا ہے ۔ باپ آ گیا ہے اور بیٹا (حضرت مسیح) مقدس وادی سے پکار رہا ہے ۔ " اے میرے خداوند خدا میں حاضر ہوں ---- میں حاضر ہوں " سینا اس گھر کے گرد طواف کر رہا ہے اور جلتی ہوئی جھاڑی پکار پکار کر کہہ رہی ہے : خدائے رحمن ابر پر سوار ہو کر آ گیا ہے ۔ مبارک ہے وہ جو اس کا قرب حاصل کرتا ہے اور افسوس ہے ان پر جو اس سے دور ہوتے ہیں ۔

لوگوں کے درمیان تو اس قطعی امر کو لے کر کھڑا ہو اور پھر قوموں کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلا ۔ تو ان میں سے مت ہو جو خدا کو اس کے ناموں میں سے ایک نام لے کر پکارتے رہے مگر جب وہ جو تمام اسماء کا مقصود ہے ظاہر ہوا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور اس سے منہ پھیر لیا ۔ اور آخر کار صریح ظلم کے ساتھ اس کے خلاف فتویٰ صادر کیا ۔ ذرا غور کرو اور ان ایام کو یاد کرو جب روح اللہ (حضرت مسیح) ظاہر ہوتے اور ہیرودیس نے ان کے خلاف فتویٰ دیا ۔ مگر خدا نے اپنی پوشیدہ افواج سے اس کی مدد کی اور صحیح طور پر اس کی حفاظت کی اور اپنے وعدہ کے مطابق اسے ایک دوسرے ملک کو بھیج دیا ۔ بے شک وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ تیرا پروردگار جسے چاہتا ہے اسے بچاتا ہے خواہ وہ سمندروں کی موجوں میں ہو یا اژدھے کے منہ میں ہو یا ظالموں کی تلواروں کے نیچے ہو ....

میں پھر کہتا ہوں ۔ میری آواز کو جو میں تجھے اپنے جیل خانہ سے سنا رہا ہوں سن ۔ تاکہ تو ان چیزوں سے آگاہ ہو جو میرے

جمال پر ان لوگوں کے ہاتھوں وارد ہوئیں جو میرے جلال کے مظاہر ہیں اور تو سمجھ لے کہ باوجود میری قدرت وقوت کے میرا صبر کتنا بڑا ہے۔ اور میری طاقت کے باوجود میری بردباری کس قدر بزرگ ہے۔ میری جان کی قسم۔ اگر تو ان چیزوں کو جانتا جو میری قلم سے نازل ہوئیں اور میرے امر کے خزانوں سے واقف ہوتا اور میرے اسرار کے موتیوں کو جانتا جو میرے اسماء کے سمندروں اور میرے کلمات کی سیپیوں میں مخفی ہیں تو میرے نام کی محبت کی خاطر اور میری ملکوتِ جلال وجمال کی تمنا میں میری راہ میں اپنی جان کو نثار کر دیتا۔ خوب جان لے کہ اگرچہ میرا جسم میرے دشمنوں کی تلواروں کے نیچے ہے اور میرے بدن کو بے شمار دکھ دیئے جاتے ہیں پھر بھی میری روح ایک ایسی مسرت سے معمور ہے جس کے مقابلے میں تمام دنیا کی خوشیاں ہیچ ہیں۔

اپنے دل کو اس کی طرف لگا جو تمام دنیا کا قبلۂ مقصود ہے اور کہہ اے اہل زمین۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس کی راہ میں اس نے جو حق کے ساتھ آیا اور پروردگار بزرگ وبرتر کی خبر تمہارے پاس لایا شہادت برداشت کی۔ کہہ یہ وہ خبر ہے جس سے نبیوں اور رسولوں کے دل خوش ہوئے۔ یہی وہ ہے جسے دنیا کا دل یاد کرتا ہے اور جس کا وعدہ خدائے مقتدر وحکیم کی کتابوں میں دیا گیا ہے۔ خدا کے رسولوں کے ہاتھ میری ملاقات کی تمنا میں خدائے بزرگ وبرتر کی طرف اٹھے رہتے تھے .... بعض میری جدائی میں زار وقطار روتے تھے بعض نے میری راہ میں مصیبتیں برداشت کیں اور بعض نے میرے جمال کی خاطر اپنی جانیں نثار کیں اگر تم ان میں سے ہو جو کہ جانتے ہیں۔ کہہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے اپنی ذات کی تعریف نہیں چاہی بلکہ خود خدا نے چاہی ہے اگر تم انصاف سے فیصلہ کرو۔ میری ذات میں سوائے خدا اور اس کے امر کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا اگر تم دیکھ سکو۔ میں وہی ہوں جس کی تعریف اشعیا کی زبان سے کی گئی۔ میں وہی ہوں جس کے نام سے تورات اور انجیل مزین ہوئیں .... مبارک ہے وہ بادشاہ جس کی سلطنت اسے بادشاہِ حقیقی سے نہ روک سکی اور جو صمیم قلب کے ساتھ خدا کی طرف راجع ہوا ہے۔ بے شک وہ ان میں سے محسوب ہے جو خدائے مقتدر ودانا کی مشیت سے فائز ہوئے ہیں۔ بہت جلد ایسا بادشاہ اپنے آپ کو ملکوت کے بادشاہوں میں شمار ہوتا پائے گا۔ اسمیں شک نہیں کہ تیرا پروردگار سب چیزوں پر حاوی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جسے جس چیز سے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔ بے شک وہ مقتدر و قدیر ہے۔

ملکہ وکٹوریہ کو خطاب

ملکہ وکٹوریہ کو حضرت بہاء اللہ نے لکھا ہے :۔ "اے ملکۂ لندن! اپنے پروردگار کی جو تمام دنیا کا پروردگار ہے آواز سن جو وہ تجھے خدائی صنوبر کے درخت سے پکار رہا ہے کہ بیشک مجھ مقتدر وحکیم کے سوا کوئی خدا نہیں۔ جو کچھ زمین کا ہے اسے دور پھینک دے اور اپنی سلطنت کے سر کو اپنے پروردگار بزرگ کی یاد کے تاج سے مزین کر۔ بیشک وہ اپنے عظیم جلال کے ساتھ دنیا میں آگیا ہے اور جو کچھ انجیل میں کہا گیا وہ سب پورا ہو گیا ہے۔ ملک شام اپنے پروردگار کے قدم سے مشرف ہوا ہے اور شمال وجنوب دونوں اس کے وصال کی شراب سے سرشار ہو رہے ہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جس نے پروردگار رحمٰن کی خوشبو پائی اور اس نورانی صبح میں اس کے جمال کے مشرق کی طرف متوجہ ہوا۔ مسجد اقصیٰ اپنے ربِ ابہیٰ کے نسائم سے اور بطحاء (مکہ) اپنے بزرگ وبرتر خدا کی آواز سن کر جھوم رہا ہے۔ ان کی ہر ایک کنکری اس اسم اعظم کے ذریعے پروردگار کی تعریف کر رہی ہے۔ (باقی باقی)

(مترجمہ عباس علی بٹ)

مطالع الانوار یا ڈان بریکرز

حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی وضع اور آپ کے سلوک نے مجھے آپ کا گرویدہ بنالیا تھا۔ آپ کے دین کے اصول میں نے کبھی آپ کے منہ سے نہیں سنے۔ اگرچہ یہ خیال مجھے تھا کہ آپ کے اصول عیسائیت سے ملتے جلتے ہیں۔ کچھ ارمنی بڑھیوں نے جو آپ کے قید خانے میں کچھ مرمت کرنے کے لئے گئے تھے آپ کو بائبل پڑھتے بھی دیکھا تھا۔ آپ نے ان سے یہ بات چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ خود انھیں بتایا۔ اس بات کا تو کامل یقین ہے کہ آپ کے دین میں وہ مذہبی دیوانگی نہیں ہے جو مسلمانوں میں عیسائیت کے لئے ہے نہ اس میں عورتوں کے لئے ایسی بندشیں ہیں جو اس وقت مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں۔"

یہ تاثرات ہیں جو حضرت باب کو دیکھکر ایک مہذب یورپین کے دل میں پیدا ہوئے۔ اگرچہ آپکے اخلاق اور آپ کی تعلیمات کا اثر و نفوذ مغرب میں دور دور پھیلا ہوا ہے مگر کوئی یادداشت ایسی ثبت نہیں جس سے یہ پایا جاتا ہو کہ کسی اور یورپین نے بھی آپ کو دیکھا ہو۔

آپ کے اخلاق و صفات کی خوبی و شرافت۔ آپ کی شخصیت کی ملاحت اور قوتِ نفوذ آپ کے فطرتی حسن کے ساتھ ساتھ آپ کا ادراک اور قوتِ فیصلہ ایسا عظیم تھا کہ آپ کے اعلان فرماتے ہی آپ سارے ایران میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک محبوب ہو گئے۔ آپ کی کشش کا یہ حال تھا کہ جو سامنے آیا وہ دل و جان سے آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ حتیٰ کہ بہت سے اُن قید خانوں کے داروغے جن میں آپ مقید رہے آپ پر ایمان لائے۔ بہت سے دشمن آپ سے ایکدفعہ مل کر آپ کے سچے دوست بن گئے۔ ایسی ہر دلعزیز ہستی کو بغیر رائے عامہ کی ناراضگی حاصل کئے فراموش کرنا گذشتہ صدی کے وسط کے ایران میں بھی مشکل تھا مگر حضرت باب کے پیروؤں کے لئے یہ بات نہ تھی۔

مُلّاؤں کو ان کے معاملہ میں دیر کرنے یا ریشہ دوانیاں کرنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ شاہ سے لے کر معمولی مسلمانوں تک میں کسی دینی تحریک کے خلاف تعصب کی آگ کو بھڑکانا نہایت آسان تھا۔ بابیوں پر یہ الزام آسانی سے لگ سکتا تھا کہ وہ شاہ سے باغی ہیں اور ان کی حرکات و سکنات کو باغیانہ سیاسی چالیں کہدینا کچھ مشکل نہ تھا۔ علاوہ ازیں حضرت باب کے پیرو بے شمار ہوگئے تھے۔ ان میں سے بہت سے مرفہ الحال تھے۔ کچھ تو امیر تھے اور بہت ہی کم ایسے تھے جن کے پاس جائداد نہ تھی۔ ان جائدادوں کو حاصل کرنے کی حرص پڑوسیوں کو دلانا بہت ہی آسان تھا۔ حُکّامِ وقت کے خوف و ہراس اور لوگوں کے آز و حرص اور مذہبی دیوانگی کو بھڑکا کر مُلّاؤں نے قتل و غارت اور ہتک احترام و ناموس کی ایک مہم جاری کی جو انھوں نے نہایت بے رحمانہ غضب و تندی سے اُسوقت تک جاری رکھی جب تک انھوں نے اپنے خیال کے مطابق اپنے مقصد کو پوری طرح حاصل نہ کرلیا۔

ظلم و ستم کی اس روئداد کے بہت سے واقعات نبیل نے اپنی تاریخ میں لکھے ہیں۔ ان میں سے مازندران۔ نیریز اور زنجان کے واقعات اس لئے ممتاز ہیں کہ بابیوں نے مجبور ہوکر دفاع کے لئے کس بہادری سے اپنی جانیں اپنے محبوب کے لئے قربان کیں۔ ان تین موقعوں پر بابی جب چاروں طرف سے گھر گئے تو اپنے گھروں سے نکل کر خاص خاص جگہوں میں جمع ہوئے اور دفاعی حصار بندی کر کے مسلح ہوکر اپنے تعاقب کرنیوالوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے ہر ایک منصف و غیر جانبدار مشاہد فوراً اس بات کی شہادت دیگا کہ مُلّاؤں نے ان مظلوموں پر جو سیاسی ریشہ دوانیوں کا بہتان لگایا تھا وہ سراسر غلط اور جھوٹا تھا۔ جب کبھی بابیوں کو یہ یقین دلایا گیا کہ دینی عقائد کی خاطر وہ ستائے نہ جائینگے تو انھوں نے فوراً امن کے ساتھ اپنے کام کاج کرنے اور ان دفاعی کارروائیوں کو

لے کرنے کے لئے مستعدی ظاہر کی۔ نبیل نے اس بات پر زور دیا ہے کہ
وں نے کبھی جارحانہ لڑائی نہیں کی۔ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے نہایت
جراَت و بہادری سے لڑے مگر کبھی جارحانہ حملہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ سخت لڑائی
کے دوران میں اگر کوئی عمدہ موقع ان کے ہاتھ لگا تو انھوں نے اس موقع سے
فائدہ نہ اٹھایا۔ اور کوئی ناجائز یا غیر ضروری نقصان نہ پہنچایا۔

ان لڑائیوں کے اخلاقی پہلو کا ذکر فرماتے ہوئے مقالۂ سیاح کے
صفحہ ۳۵ میں حضرت عبدالبہاء رقم فرماتے ہیں:۔

"وزیر (میرزا تقی خان) نے نہایت جسارت سے بلا ہدایات پائے
یا حاصل کئے بابیوں کو سزا دینے اور قتل و غارت کرنے کے حکم ملک کے
چاروں طرف بھیجدیئے۔ گورنروں اور مجسٹریٹوں کو دولت جمع کرنے کا یہ
ایک بہانہ ہاتھ لگا۔ اور حکام نے نفع بٹورنے کا اسے ایک وسیلہ بنا لیا۔
مشہور مجتہدوں نے ممبروں پر چڑھ کر عوام کو جمع کر کے ایک عام حملہ
کر دینے کے فتوے دیئے۔ مذہبی قوتوں اور ملکی قانون نے مل کر
ان لوگوں کو برباد و تہ تیغ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ان لوگوں کو یہ پتہ نہ تھا
کہ حضرت باب کی تعلیمات کے بنیادی اصول اور عقاید کیا ہیں۔ یہ
بیچارے اپنے فرائض سے بھی ناآشنا تھے۔ ان کے خیالات و اعتقادات
پہلے طریقے کی مانند تھے اور ان کا رویہ قدیم دستور کے مطابق تھا۔
علاوہ ازیں حضرت باب تک پہنچنے کا راستہ ان پر بند تھا۔ اور
مصائب کی آگ ہر طرف شعلہ زن تھی۔ مشہور مجتہدین کے فتووں
پر حکومت اور عوام نے نہایت شدت و تندہی کے ساتھ ہر طرف
تاخت و تاراج کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اور دن رات ظلم و ستم کرنے۔
اذیت دینے۔ قتل کرنے اور لوٹنے میں مشغول تھے تاکہ وہ اس
آگ کو فراموش کر دیں اور ان بیچاروں کو ملیامیٹ کر ڈالیں۔
قصبوں میں جہاں ان کی تعداد محدود تھی سب کے سب پکڑے
گئے اور لقمۂ شمشیر کر دیئے گئے۔ بڑے بڑے شہروں میں جہاں
ان کی تعداد زیادہ تھی وہ اپنے قدیم اعتقاد کی بناء پر دفاع کیلئے
اٹھ کھڑے ہوتے۔ کیونکہ ایسی حالت میں ان کے لئے اپنے فرض کو
جاننا ناممکن تھا اور سب دروازے ان پر بند تھے۔

کچھ سال بعد جب حضرت بہاءاللہ نے اعلان فرمایا تو آپ نے
ایسے حالات میں اپنے دور کے قانون و آئین کو ان الفاظ میں
مشتہر کیا اور شک و شبہ کے لئے کوئی گنجائش نہ چھوڑی کہ مارے
کے لئے مارنے کی بجائے مرنا بہتر ہے"

بابیوں کی دفاعی کوششیں ہر جگہ ناکام رہیں۔ دشمن کثیر
تعداد میں ان پر ہر جگہ غالب ہوتے۔ حضرت باب کو بھی قیدخانہ
سے لاکر جام شہادت پلایا۔ آپ کے خاص خاص شاگردوں میں سوائے
حضرت بہاءاللہ کے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ آپ کو بھی معدودے چند
وفادار پیروؤں کے ساتھ ایک غیر ملک کو سب کچھ چھین چھان اور
لوٹ کھسوٹ کر بطور ایک قیدی کے جلاوطن کر دیا۔

یہ آگ اگرچہ دب گئی تھی مگر بجھی نہ تھی۔ یہ ان جلاوطنوں کے
دلوں میں روشن تھی جو اسے سفر کرتے ہوئے ملک بملک ساتھ لئے گئے
اپنے وطن ایران میں بھی یہ اتنی دور تک پہنچ چکی تھی کہ مادی ظلم و تشدد
سے اس کا بجھنا محال تھا اور لوگوں کے دلوں میں سلگ رہی تھی اور
ایک عالمگیر شعلہ بننے کے لئے اسے صرف ایک روحانی پھونک کی
ضرورت تھی۔

حضرت باب کی پیشینگوئی کے مطابق عین اسی وقت جو آپ نے
پہلے سے بتلا دیا تھا خدا کے دوسرے بزرگتر ظہور نے اعلان امر فرمایا۔
بابی دور کے آغاز سے نو سال بعد یعنی ۱۸۵۳ء میں حضرت
بہاءاللہ نے اپنی الواح میں اپنے امر اور اپنی شخصیت کی طرف اشارہ
فرمایا اور دس سال بعد جب آپ بغداد میں ساکن تھے آپ نے اپنے
ہمراہیوں کے سامنے اپنے موعودہ ہستی ہونے کا اعلان فرمایا۔

(باقی)

مبحثِ قیامت

نہایت خوشی کی بات ہے کہ فاضل مدیر المحدیث نے مسئلہ قیامت کے متعلق بحث کو اصولی طور پر اٹھایا ہے۔ چنانچہ المحدیث ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۴۲ء میں اس بحث کو منقح اور محقق کر دینے کیلئے موضوع بحث نئے سرے سے پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہمارا عقیدہ از روئے قرآن مجید یہ ہے جسے ہم پہلے بھی کئی دفعہ شائع کر چکے ہیں کہ روزِ قیامت ایک خاص زمانے کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں۔ اول حصے میں سب اشیاء اپنی موجودہ ہیئات و اشکال میں فنا ہو جائینگی۔ دوسرے حصے میں لوگ قبروں سے نکل کر اپنے نیک و بد اعمال کی سزا پائیں گے۔"

اہل بہار کا اعتقاد ہے کہ روزِ قیامت سب اشیاء کی موجودہ ہیئات و اشکال کا فنا ہو جانا اور پھر لوگوں کا زمین سے نکلنا کلام الٰہی سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ قیامت فنائے عالم کا نام نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کوکب ہند۔ بہائی میگزین اور پیامبر میں بار بار ہو چکی ہے۔ اصل بحث یہی ہے کہ قیامت کو فنائے عالم سے کچھ تعلق ہے اور کیا واقعی روزِ قیامت تمام اشیاء فنا ہو جائیں گی؟ فاضل مدیر المحدیث فرماتے ہیں کہ "زمانۂ قیامت کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فنا ہے اور دوسرے میں حشر و نشر" (المحدیث ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

ہمیں اس سے قطعی اختلاف ہے۔ ہماری تحقیق میں قیامت اسی دنیا میں پیغمبر برحق کی بعثت سے برپا ہوتی ہے۔ قیامت میں دنیا کا فنا ہو جانا بالکل غلط ہے اور کلام الٰہی سے ثابت نہیں ہے۔ پس اصل بحث یہی ہے کہ کیا قیامت میں دنیا فنا ہو جائے گی؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دنیا فنا ہو جائے گی تو قیامت کا وہی مفہوم درست ہوگا جو عام مسلمان اور مدیر المحدیث مانتے ہیں۔ اور اگر قیامت کے دن دنیا کا فنا ہو جانا ثابت نہ ہو تو پھر عام مسلمانوں اور مدیر المحدیث کا اعتقاد قطعاً غلط ہوگا۔ اس لئے ہم اسی نقطۂ بحث کی تنقیح کرتے ہیں۔ فاضل مدیر المحدیث قیامت کے دو حصے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پہلے حصہ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ دوسرے حصہ میں انسانی اجساد کا حشر نشر ہوگا۔ قرآن مجید میں پہلے حصے کو نفخۂ اولیٰ اور دوسرے حصے کو نفخۂ ثانیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

(المحدیث ۔ ۳؍ اگست ۱۹۴۲ء)

منقولہ بالا عبارت پیامبر کے مقالہ "انوارِ قیامت" کی ابتدائی سطور ہیں یہ مقالہ دسمبر ۱۹۴۲ء کے پیامبر میں آٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مقالہ میں دو نفخوں پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور سورۂ زمر کی وہ آیت جس میں دو نفخوں کا ذکر ہے زیرِ بحث لائی گئی ہے۔ لغت اور قرآن مجید سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ نفخۂ اولیٰ میں فنائے عالم ہرگز ہرگز ثابت نہیں اور جناب مدیر المحدیث کی تحریر فرمودہ مسلمات سے بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ یہ تفریق صحیح نہیں کہ نفخۂ اولیٰ فنا کا نفخہ ہے اور نفخۂ ثانیہ حشر نشر کا۔ پھر اسی مقالہ پیامبر میں الفاظ دکّ ۔ رجّ ۔ بسّ ۔ نسف ۔ قاع صفصف ارض ۔ جبال کے معانی لغتِ عرب سے واضح و عیاں طور پر دکھائے گئے تھے اور معتبر کتبِ لغات کے حوالے بھی درج کئے گئے تھے۔ جن سے

جناب مدیر اہلحدیث نے انکار نہیں کیا۔ اور کوئی عالم انکار نہیں کر سکتا۔
اس مقالے کے متعلق اہلحدیث ۱۹ر دسمبر ۱۹۴۲ء میں جناب مدیر فرماتے ہیں:۔

"ناظرین آگاہ ہونگے بہت عرصے سے بہائیوں اور اہلحدیثوں میں
اس بارے میں مضمون نویسی ہورہی ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ
جو قیامت کے متعلق ہے وہ قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں
بہائیوں کا دعوے ہے کہ جس قیامت کا ذکر قرآن مجید میں
آیا ہے اس سے مراد بہاء اللہ کی بعثت ہے۔ اس کے متعلق
ہم نے مفصل مضمون بحوالہ آیات قرآنیہ اہلحدیث ۷ر اکتوبر
میں درج کر کے لکھا تھا کہ ان آیات کا جو صریح مفہوم ہے
وہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ آیات صریحہ
بہاء اللہ کی بعثت پر منطبق کر کے دکھائیں۔ جس کا جواب
بہائی رسالہ پیامبر دہلی بابت دسمبر میں آیا ہے۔ اس کا ذکر
آئندہ کسی پرچے میں ہوگا۔"

اس کے بعد پیامبر جنوری ۱۹۴۳ء میں مقالہ "علم السموات والارض" شائع کیا گیا ہے جس میں لغت عرب اور آیات قرآن مجید سے "سماء، سموات، ارض" کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ یہ مقالہ ۲۱ صفحات پر ہے۔ جس کے آخر میں مدیر پیامبر نے فاضل مدیر اہلحدیث اور علمائے کرام کی خدمت میں گذارش کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"مسئلہ قیامت، دین کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ کوکب ہند، بہائی تحریرین اور پیامبر میں جو تحقیقات پیش کی گئی ہیں وہ سب علمائے کرام کیلئے نہایت قابل توجہ ہیں۔ آزادی وجدان سے ہم جس قدر کلام الٰہی پر غور کرتے ہیں قیامت، کا فنائے عالم سے کوئی تعلق نہیں پاتے۔ صرف یہ کہنا کہ چونکہ تمام مسلمان قیامت کو فنائے عالم سمجھتے ہیں اس لئے مان لینا چاہئے علم و حق پرستی کی میزان میں کوئی وزن نہیں رکھتا؛ ہم نے پیامبر کی گذشتہ اور موجودہ اشاعت میں کسی قدر مفصل آیات قیامت پر اظہار خیال کیا ہے اور لغت عرب سے بھی عقلی حوالے دیتے ہیں۔ اب ہم منتظر ہیں کہ فاضل مدیر اہلحدیث کیا فرماتے ہیں؟ یہ مذاکرہ نہایت مخلصانہ علمی تحقیق ہے" (پیامبر جنوری ۱۹۴۳ء)

اس کے بعد یہ ہوا کہ ۳۰ر جنوری ۱۹۴۳ء کے اہلحدیث میں محترم فاضل مولانا ثناء اللہ صاحب نے ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں ۷ر اکتوبر کا مضمون دوبارہ لکھدیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"۷ر اکتوبر کے اہلحدیث میں ہم نے سورۃ واقعہ کی ابتدائی آیات
پیش کی تھیں جو مکرر درج ذیل ہیں۔ اذا وقعت الواقعة ليس
لوقعتها كاذبة خافضة رافعة اذا رجت الارض رجا
وبست الجبال بسا فكانت هباء منبثا وكنتم ازواجا
ثلثة الخ تا لا بارد ولا كريم۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سورۃ مبارکہ کے پہلے حصہ میں فنائے عالم کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں انسانوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔"

مبحث قیامت کا نقطۂ مرکزی

فاضل مدیر اہلحدیث فرماتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائینگی۔ قرآن مجید میں پہلے حصے کو نفخۂ اولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورہ واقعہ کی ابتدائی آیتوں میں فنائے عالم کا ذکر ہے۔"

مبحث قیامت کا نقطۂ مرکزی یہی ہے کہ قیامت میں فنائے عالم کا ثبوت کلام الٰہی سے دیا جائے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قیامت کے دن دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی تو حشر و نشر کا وہ مفہوم جو جناب مدیر اہلحدیث کے ذہن میں ہے درست ثابت ہوگا۔ اور اگر قیامت کے دن عالم کا فنا ہو جانا ثابت نہ ہو سکے تو قطعی طور پر تمام آیات قیامت کے وہی معانی درست رہیں گے جو مدیر پیامبر نے کئے ہیں اور وہ خیالات بکلی غلط ہونگے جو عام طور پر قیامت کے متعلق پھیلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اسی مرکزی نقطے پر بحث ضروری ہے کہ کیا قیامت

کے دن یہ کارخانۂ عالم فنا ہو جائے گا؟

اس سے قبل بھی ہم بہت سی آیاتِ کلام اللہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ قیامت کے دن کارخانۂ عالم فنا نہ ہوگا اور جو جو آیات فنائے عالم کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں ان کے صحیح معانی لغتِ عرب اور دیگر آیاتِ قرآنی سے واضح کر چکے ہیں۔ اور مدلل طور پر دکھا چکے ہیں کہ ان آیات سے قیامت کے دن عالم کا فنا ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کرۂ ارض اور اس نوعِ انسان کی موجودگی میں ہی پیغمبرِ حق کے ظہور سے قیامت برپا ہوتی ہے۔ فنائے عالم سے قیامت کا کوئی تعلق نہیں۔

اب پھر ایک بار جناب مدیر اہلحدیث کی پیش کردہ آیات سورۂ وقعہ پر غور و تفکر کی نظر ڈالتے ہیں۔ کیا ان سے قیامت کے نفخۂ اولیٰ میں فنائے عالم ثابت ہو سکتی ہے؟

پہلی نظر

فاضل مدیر اہلحدیث یکم نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۳ پر اظہار فرماتے ہیں کہ فنا کے وقت پہاڑوں کا اُڑ جانا قرآنی منصوصات میں سے ہے۔ اور قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ قرآن مجید میں پہلے حصے کو نفخۂ اولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔" (اہلحدیث ۱۳ اگست ۱۹۴۰ء)

"قیامت کے پہلے حصے کا ذکر اصرح طور پر مندرجہ ذیل آیات میں ملتا ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ" (پ ۲۹ ع ۵)

(اہلحدیث ۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۶ کالم ۲)

خلاصہ یہ ہوا کہ نفخۂ اولیٰ سے تمام جہان فنا ہو جائے گا۔ دو نفخوں کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے؟ سورۂ زمر میں جہاں فرمایا ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات والارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ہم قیام ینظرون۔ ان دو نفخوں کا حوالہ اہلحدیث ۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۴ پر موجود ہے اور اسلامی عقائد متعلقۂ فنائے عالم کی کتاب مجمع الکرامہ صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱ کا مطالعہ کافی ہے۔ (کالم ۲)

"شہ مجمع الکرامہ کے مصنف علام نے ان صفحات پر سورۂ زمر کے دو نفخوں کی گویا تفصیل بتائی ہے جو بالکل صحیح ہے" (اہلحدیث حاشیہ کالم ۲)

اس عبارت سے فاضل مدیر اہلحدیث کا مقصد یہ ہوا کہ تمام جہان کی فنا کا ذکر سورۂ زمر کے بیان کردہ نفخۂ اولیٰ میں ہے۔

اس کی تردید

فاضل مدیر اہلحدیث کے اس بیان کے رد میں کہ نفخۂ اولیٰ میں عالم فنا ہوگا ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے خود ان کا بیان پیش کرتے ہیں جس میں انھوں نے صاف طور پر سورۂ زمر کے بیان کردہ نفخۂ اولیٰ میں فنائے عالم کا رد فرمایا ہے اور لکھدیا ہے کہ سورۂ زمر کی آیت ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض سے لوگوں کا مرجانا مراد نہیں ہے۔ چنانچہ آپ اپنی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں اس آیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

ونفخ فی الصور ای تقوم	صور پھونکا جائیگا یعنی قیامت برپا ہوگی۔
القیامۃ فصعق من	صعق من فی السموات ومن فی الارض کے معنی
فی السموات ومن فی	یہ ہیں کہ لوگ بے ہوش ہو جائینگے۔ مرینگے نہیں
الارض ای صاروا مغشیا	کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے خر موسیٰ
علیہم ولم یموتو۔ لقولہ	صعقا۔ موسیٰ بیہوش ہو کر گر گئے۔ صعقا کے
تعالیٰ وخر موسیٰ صعقا	معنی بے ہوشی ہیں (نہ کہ موت)

اس تحریر میں مولانا ثناء اللہ نے صاف کہدیا ہے کہ نفخۂ اولیٰ میں لوگ مرینگے بھی نہیں۔ تو پھر فنائے عالم کا کیا ذکر ہے؟ اور دلیل بھی بیان فرمادی کہ صعق کے معنی بے ہوشی ہیں نہ کہ موت۔

جناب مولانا کا یہ بیان کہ آیت نفخ فی الصور فصعق میں لوگوں کا مرنا مراد نہیں بالکل بجا اور مدلل ہے کیونکہ فی الحقیقت صعق کے معنی موت اور فنا نہیں ہیں۔

پیامبر نے خود کئی مرتبہ یہی بات لکھی تھی۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۴۱ء کے مضمون "انوارِ قیامت" میں اسی آیت پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اس آیت میں

چند صریح الفاظ ایسے ہیں جو قیامت میں فنائے عالم کے بالکل خلاف اشیاء عالم کی موجودگی کا اعلان کر رہے ہیں (۱) صعق جس کے معنی بیہوش ہونا ہیں فنا یا معدوم ہونا یا ذرات میں تبدیل ہوجانا نہیں۔ بے ہوشی کا لفظ کھلا ثبوت ہے کہ لوگ موجود رہینگے۔ فنا نہ ہونگے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں تجلی طور کے ذکر میں فرمایا ہے وخرّ موسیٰ صعقًا کہ حضرت موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے تو کیا بے ہوش ہونے سے یہ مراد ہے کہ حضرت موسیٰ کا وجود فنا ہوکر ذرات میں تبدیل ہوگیا تھا اور وہ معدوم ہوگئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ پس لفظ صعق عقیدہ فنا کے خلاف چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ قیامت کے نفخۂ اولیٰ میں فنا ہرگز ہرگز نہیں ہوگی۔

(۲) سورۂ نمل ع ۷ میں صعق کی بجائے فزع فرمایا ہے۔ یعنی گھبرا جائینگے۔ پھر ساتھ ہی فرمایا وھم من فزع یومئذ اٰمنون۔ کہ نیک لوگ اس وقت گھبراہٹ سے بھی محفوظ رہینگے۔

(۳) نفخۂ اولیٰ میں اشیاء عالم کی فنا کا ذکر نہیں۔ ذوی العقول کی بھی فنا کا ذکر نہیں۔ صرف بے ہوشی یا گھبراہٹ کا ذکر ہے اور وہ بھی بعض کی بے ہوشی یا گھبراہٹ کا۔ مختصر لفظوں میں یہ ہوا کہ نفخۂ اولیٰ میں صرف ایسا ہوگا کہ کچھ لوگ گھبرا جائینگے اور کچھ اطمینان سے رہینگے۔ پس یہ کہنا کہ نفخۂ اولیٰ میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہوجائیں گی نہایت بے بنیاد اور سراسر غلط ہے۔

اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ نفخۂ اولیٰ میں بھی لوگ زندہ۔ موجود و مطمئن رہینگے تو یہ تفریق ہرگز تسلیم کے قابل نہیں کہ نفخۂ اولیٰ میں فنا ہوگی اور نفخۂ ثانیہ میں حشر نشر۔ چونکہ یہ خیالی بنیاد ہی منہدم ہوگئی اس لئے قرآن مجید میں جس قدر آیات نفخ صور کے متعلق ہیں ان میں دو حصے کرنا کہ بعض تو فنا کا بیان کرتی ہیں اور بعض حشر نشر کا۔ یہ خیال کسی طرح درست نہیں۔

دوسری نظر

فاضل مدیر اہلحدیث مانتے ہیں کہ نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ کے درمیان "مدت مدید اور عرصۂ بعید" کا فاصلہ ہوگا۔[۱] یہ بھی کہتے ہیں کہ جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے نکلینگے۔[۲] یہی وقت یوم الفصل یعنی فیصلے کا دن ہے۔[۳] "پہلے حصے میں دنیا بالکل فنا ہوجائے گی۔ دوسرے میں حساب کتاب ہوگا۔"[۴] یہ بھی فرماتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حصہ میں پہاڑوں کو برباد کرکے صاف میدان کر دیا جائے گا۔"[۵] اور بار بار لکھتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حصہ فنا کا ذکر اصرح طور پر سورۂ حاقہ اور سورۂ واقعہ کی ابتدائی آیات میں ہے کہ پہلی بار صور پھکنے پر زمین اور پہاڑ چکنا چور کر دیئے جائینگے۔ یہ قیامت کے پہلے حصے میں ہوگا۔"[۶]

اب قابل غور امر یہ ہے کہ یوم الفصل نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا اور نفخۂ اولیٰ میں پہاڑ ٹوٹ چکے ہونگے۔ [illegible] مرسلات میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ستاروں کا ماند پڑنا۔ آسمان کا کھلنا۔ پہاڑوں کا اکھیڑا جانا۔ یہ سب امور یوم الفصل میں واقع ہونگے۔ اسی کے لئے ملتوی رکھے گئے ہیں لاَیِّ یومٍ اُجّلت۔ لیوم الفصل۔ نیز سورۂ عم یتساءلون میں ارشاد فرماتا ہے ان یوم الفصل کان میقاتا۔ فیصلے کا دن مقررہ وقت ہے یوم ینفخ فی الصور جب صور پھونکا جائے گا۔ فتاتون افواجا وفتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا۔

مولنا ثناء اللہ تفسیر ثنائی میں اس آیت پر لکھتے ہیں "صور میں مُردوں کی زندگی کی آواز پھونکی جائے گی۔ پس اس کی تاثیر سے تم سب انسان گروہ گروہ بکر

[۱] تفسیر ثنائی سورۂ زمر [۲] اہلحدیث ۲۲ مئی ۱۹۴۲ء صفحہ ۴ کالم ۲ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۴ کالم ۲ [۳] تفسیر ثنائی سورۂ نبأ [۴] اہلحدیث ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۳ کالم اول [۵] تفسیر ثنائی سورۂ تکویر [۶] اہلحدیث ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۴ کالم دوم۔ اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۵ کالم ۳۔

یدانِ محشر میں آؤ گے اور اس روز موجودہ آسمان پھٹ کر دروازے دروازے ہوجائے گا اور اتنے بڑے جسیم پہاڑ اپنی جگہوں سے بذریعہ حرکت چلائے جائینگے تو وہ غبار ہوجائینگے۔ پھر ان کو سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔"

(تفسیر ثنائی سورۃ نبآ)

اس جگہ بالکل صاف لکھا ہے کہ آسمان کا دروازے ہونا اور پہاڑوں کا لایا جانا نفخۂ ثانیہ کے بعد یوم الفصل میں ہوگا۔ پس نفخۂ اولیٰ کو فنا کا وقت اور نفخۂ ثانیہ کو حشر کا وقت قرار دے کر الگ الگ کرنا یہ تفریق غلط اور بے بنیاد ہے۔

چونکہ سورۃ نبآ کی مذکورہ بالا آیات میں تصریح ہے کہ یوم الفصل میں آسمان کھل کر دروازے دروازے ہوجائے گا اور پہاڑ چلائے جائینگے اور سراب ہوکر رہ جائینگے۔ اور مسلّم ہے کہ یوم الفصل فنائے عالم کا دن نہیں ہے بلکہ لوگوں کے اجتماع کا دن ہے اور مذکورہ بالا آیات میں صراحت سے فرمایا کہ یوم الفصل میں یہ انقلابات ہونگے تو بآسانی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آسمان پھٹنے۔ زمین اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے کا وہ مطلب بالکل نہیں جو ظاہری رنگ میں سمجھا جاتا ہے۔ ان آیاتِ بیّنات سے صاف ثابت ہوا کہ آسمان کے کھلنے۔ زمین اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے کا وہی مطلب صحیح ہے جو پیامبر دسمبر ۱۹۴۱ء وجنوری ۱۹۴۲ء میں واضح کیا گیا ہے خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا سو تم لوگ فوجیں بن کر آؤ گے اور فضائے بلند کی بندش اور مشکل دور کردی جائے گی۔ تب بلندی میں دروازے ہوجائینگے۔ یعنی مختلف مقامات پر پہنچنے اور جانے کے راستے بن جائینگے۔ تمدنی لحاظ سے لغوی اور ظاہری معنی میں سماء کے کھلنے کا نظارہ بلندی پر ہوائی جہازوں کے پرواز کی صورت میں نمودار ہے۔ سماء کے لغوی معنی بلندی قرآن مجید میں بھی ہیں۔ "کانّما یصّعّد فی السّماء" گویا کہ وہ شخص بڑی محنت سے بلندی میں اونچا چڑھ رہا ہے۔ باب کے معنی کسی جگہ جانے کا راستہ و ذریعہ ہیں

قرآن مجید میں ہے فتحنا علیھم ابواب کلّ شیءٍ۔ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی راستے اور ذریعے جن سے چیز حاصل ہو۔ پس فضائے بلند میں انسانی آمد و رفت و سفر کے راستے کھل جانے کی خوشخبری آیت فُتحت السّماء فکانت ابوابا میں تھی۔

روحانی پہلو سے اس آیۂ مبارکہ کے یہ معنی ہیں کہ آسمانِ فیضِ الٰہی کے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ اور جبال پہاڑ اپنی جگہ سے چلائے جائینگے تو وہ سراب ہوجائینگے۔ جبال بڑے بڑے لوگ جن میں علمائے امتِ مرحومہ بھی داخل ہیں جن کی ہستیاں سراب کی مانند رہ گئی ہیں۔ سراب اس ریگ زار کو کہتے ہیں جسے پیاسا دور سے دیکھکر پانی سمجھتا ہے مگر پاس جاکر دیکھتا ہے تو نرا ریت ہی ریت ہے۔ یہی کیفیت آج علمائے زمانہ کی ہے کہ تحقیق اور علم حق کے پیاسے ان میں علم و عرفان کا پانی دیکھتا ہوا خیال کرتے ہیں مگر جب ان کے پاس جاتے ہیں تو ریگ زار اوہام کے سوا کچھ نہیں پاتے۔ پیاسے محروم و مایوس و تشنہ ہی رہ جاتے ہیں۔ آج تمام اقوام کے لیڈروں کا یہی حال ہے۔

نیز جبال سے مراد احکامِ شریعتِ سابقہ بھی ہیں۔ ان کی بھی یہی کیفیت ہے کہ دیکھنے میں تو بڑے مضبوط اور قائم۔ کتابوں اور لوگوں کی زبان پہ جمے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں وہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح پراگندہ ہوکر موجودہ زمانہ کی فضا سے اُڑے چلے جارہے ہیں۔'

سورۃ واقعہ کی ابتدائی آیات جنھیں فاضل مدیر اہلحدیث نے فنائے عالم کے ثبوت میں پیش کیا ہے ہم یہاں لاتے ہیں

اذا وقعت الواقعة لیس لوقعتها كاذبة خافضةٌ رافعةٌ	جب قیامت واقع ہوجائے گی جس کے واقع ہونے میں کسی طرح شک شبہ نہیں۔ وہ قیامت کتنے ہی بلند مراتب انسانوں کو جو دنیا میں بڑے رتبے والے ہونگے پست کردیگی اور کتنے ہی پست رتبہ لوگوں کو ایمان و اعمال صالحہ کی وجہ سے بلند کریگی۔ (از تفسیر ثنائی)

اذا رجت الارض رجّا } الخت اور پست لوگ (عوام) مضطرب ہو جائینگے اور بڑے بڑے لوگ ہانکے جائینگے
وبست الجبال بسّا } ہو جائینگے اور بڑے بڑے لوگ ہانکے جائینگے
فکانت ھباءً منبثّا } تو وہ بے حقیقت ہو جائینگے (چنانچہ اس
وکنتم ازواجًا ثلٰثۃ } زمانہ میں کتنے بادشاہ ہانک دیتے گئے)

بس کے معنٰی آہستہ ہانکنا (قاموس۔ مفردات راغب) اور تم تین قسموں میں ہو جاؤ گے۔ السابقون۔ اصحب الیمین اصحب الشمال۔ جیسا کہ کتاب اللہ کے وارثین کے حق میں فرمایا ہے فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات۔ کہ ان میں سبقت لے جانے والے۔ میانہ رو اور ظالم تین قسم کے اشخاص ہوتے ہیں۔ اور سورۃ البلد میں فرمایا ہے کہ مومنوں کا نام اصحب المیمنۃ اور منکروں کا نام اصحب المشئمۃ ہے۔

اعتراضات کے جواب

فاضل مدیر اہلحدیث نے پیامبر دسمبر ۱۹۴۱ء کے مقالہ "انوار قیامت" پر چند اعتراضات کئے ہیں۔ ذیل میں ان کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ محققین فائدہ اٹھائیں۔

اعتراض "یہ ترجمہ تو مجازی ہی نہیں بلکہ بالکل من گھڑت ہے۔ کیونکہ مجاز مراد لینے کے قواعد علم اصول میں مقرر ہیں۔ یہاں ان میں سے کوئی نہیں پایا جاتا۔" (اہلحدیث ۳۰ جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۲ کالم ۳)

جواب آسمان کا پھٹنا یا کھلنا، پہاڑوں کا چلایا جانا سورۃ نبا کی آیت مذکورہ میں یوم الفصل میں مذکور ہے۔ اور یوم الفصل مستقل طور پر فنا کا وقت نہیں۔ تو اسمیں فنائے عالم کا ذکر ہرگز نہیں آسکتا۔ یہ وجہ اور قرینہ ہے کہ یہاں آسمان کے پھٹنے اور پہاڑوں کے چلانے جانے سے فنائے عالم کے معنٰی مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہی معنٰی درست ہیں جو ہم نے کئے ہیں۔

اعتراض مذکورہ بالا اعتراض کو آگے بڑھاتے ہوئے جناب مدیر اہلحدیث لکھتے ہیں کہ "پہاڑوں سے سلاطین۔ علماء۔ اور احکام شریعت مراد لینا کسی طرح لغت عرب کے موافق نہیں" (اہلحدیث حوالہ مذکور)

جواب جبل کے اصل معنٰی میں مضبوط اور بڑے ہونے کا مفہوم ہے کل غلیظ جافٍ (محیط المحیط) اسی مفہوم و حقیقت کے لحاظ سے پہاڑ کو بھی جبل کہتے ہیں۔ مضبوطی اور بڑائی مادی طور پر پہاڑ میں اور معنوی طور پر مضبوط دل اور بڑے آدمیوں میں پائی جاتی ہے جن میں سلاطین و علماء بھی داخل ہیں۔ چنانچہ دلی مضبوطی کے لحاظ سے مومنوں کو خدا نے جبال کہا ہے۔ مولانا ثناء اللہ خود لکھتے ہیں :-

وان کان مکرھم } ان کو چالیں ایسی نہ تھیں کہ ان سے پہاڑ جیسے
لتزول منہ الجبال } مضبوط دل والے ایماندار اپنی جگہ سے ہل جاتے۔
(سورۃ ابراہیم) } (تفسیر ثنائی جلد چہارم صفحہ ۱۸۰)

لغت میں صاف صاف لکھا ہے الجبل کل وتد اعظم وطال و سید القوم وعالمھم (قاموس) جبل زمین کے ہر ایک اس حصے کو کہتے ہیں جو بڑا اور اونچا ہو اور قومی سردار اور عالم کو بھی کہتے ہیں۔ یقال فلان جبل قومہ (محیط المحیط) محاورہ ہے کہ وہ آدمی اپنی قوم کا پہاڑ ہے یقال فلان جبل من الجبال (لسان العرب) فلاں آدمی پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

جبال سے احکام شریعت مراد لینا بھی اسی حقیقت قرار و ثبات کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ اسی آیت لتزول منہ الجبال کے متعلق ہم نے تفسیر جلالین کا حوالہ لکھدیا تھا کہ پہاڑوں سے اس آیت میں احکام شریعت بھی مراد لئے گئے ہیں۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی کی مترجم حمائل صفحہ ۳۳۸ پر اس آیت میں جبال سے انبیاء علیہم السلام اور شرائع حقہ مراد لئے ہیں۔ اور تفاسیر میں بھی یہی لکھا ہے۔ تو کیا یہ کسی طرح لغت عرب کے موافق نہیں کیا اہل پیامبر سے گفتگو کرتے ہوئے تمام مسلمات سابقہ کا انکار جائز ہے؟ فاتقوا اللہ یا اولی الالباب۔

مادی پہلو کے معنی

دسمبر ۱۹۴۲ء کے پیامبر میں پہلے لغات مع حوالجات مفصل لکھی گئی تھیں پھر ان کے مطابق آیات کا ترجمہ کیا گیا تھا۔ مگر محترم مدیر اہلحدیث نے یہ حصہ بالکل نظر انداز کر دیا۔ جو مضمون کی بنیاد تھا[1] لیکن جناب موصوف نے ہمارے اس ترجمہ کو لغتِ عرب کے مطابق اور حقیقی بتایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"پس یہاں مدیر کے دو ترجموں میں سے جو ترجمہ حقیقی ہے وہی مرادِ خداوندی ہوگا۔ دگر ہیچ۔ اور اسی کے مطابق ہمارا اعتقاد ہے۔

(اہلحدیث ۳۰ رجنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۵ کالم ۲)

لیکن جناب موصوف نے ہمارے اس ترجمہ پر بعض اعتراضات بھی کئے ہیں جن کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے :-

اعتراض اذا رجت الارض رجًا۔ جب زمین کو ہلاکر اکھیڑا جائے گا۔ اس کے دروازے بنائے جائینگے (جیسا کہ موجودہ تعمیرات میں مٹی کو کھودنے کے آلات سے حرکت دیکر اکھیڑا جاتا ہے اور گارے سمینٹ وغیرہ کے دروازے بنائے جاتے ہیں)

فاضل مدیر اہلحدیث نے اسی لفظ پر کہ اس کے دروازے بنائے جائینگے اعتراض کیا ہے کہ "یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے"؟ (اہلحدیث ۳۰ رجنوری ۴۳ء صفحہ ۵)

جواب اسی دسمبر کے پیامبر میں لغات کے سلسلے میں لکھا گیا تھا کہ رج کے معنی قاموس میں بنا الباب (دروازہ بنانا) بھی لکھے ہیں۔ پس یہ لفظ رجت کا ترجمہ ہے۔

اعتراض (وبست الجبال بسًا) اور پہاڑوں کو پھوڑ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

اور باریک ذرے کئے جائینگے۔ کسی چیز میں لتھیڑ کر زمین سے ہموار کر دیئے جائینگے۔ جیسے پہاڑ سے پھوڑے ہوئے پتھروں کو ڈامر یا سمنٹ میں لتھیڑ کر سڑکوں اور تعمیرات میں لگا رہے ہیں۔ سمینٹ خود پہاڑ کے پتھروں سے بنتی ہے"؟

"تجھ سے پہاڑوں کی نسبت دریافت کرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ میرا رب پہاڑوں کو اکھیڑ دیگا اور ان کی جگہ سے ہٹادے گا۔ سو ان اکھڑے ہوئے اور اٹھائے ہوئے پہاڑوں کو ایسی ہموار جگہ بنادے گا جس میں اونچ نیچ گڑھے اور بل پڑے ہوئے دکھائی نہ دینگے۔ چنانچہ موجودہ تمدن اور تعمیرات میں ان باتوں کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔" (پیامبر دسمبر ۱۹۴۲ء)

اس فقرہ پر کہ پھوڑے ہوئے پتھروں کو ڈامر یا سمینٹ میں لتھیڑ کر سڑکوں اور تعمیرات میں لگا رہے ہیں مولنا اعتراض کرتے ہیں کہ یہ آیت کا ترجمہ نہیں بلکہ ایجاد بندہ ہے (اہلحدیث)

جواب صرف (ایجاد بندہ) کہدینا کوئی معقول بات نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ لغت عرب اور کلام الہی سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ پیامبر میں ساتھ ہی لغات مع حوالجات لکھدی گئی تھیں مگر ان سے نظر ہٹالینے کی وجہ سے ایسا اعتراض کر دیا گیا۔ ذیل میں ترجمہ مع لغت ملاحظہ ہو۔

بُست الجبال بسا پہاڑوں کو پھوڑ کر ان کے ٹکڑے اور باریک ذرے کر دیئے جائینگے۔ بُست کے معنی ہیں فُتِّتَتْ ٹکڑے کئے جائینگے (کنز العلوم واللغة) چنانچہ آجکل دنیا بھر میں تعمیرات کیلئے پہاڑوں کو توڑ کر ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ بست کے معنی اتخاذ البسیسة بھی ہیں۔ یعنی کسی پتلی چیز میں لتھیڑ کر ساتی بنانا۔ جیسے ستوؤں کو پانی میں سانتے ہیں (قاموس) اس لئے ہم نے لغت کے عین مطابق کہا ہے۔ یہ ایجاد بندہ نہیں۔ ایجاد قدرت ہے کہ ہزار سال پیشتر نئے تمدن کی خبر دی اور اسکے باریک سے باریک پہلو کو ادا کر دیا۔ اور عجیب تر یہ کہ مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کو ایک ہی جامع لفظ میں بیان کر دیا۔ الحمد للہ۔ غور و تفکر کرنے والے کلام الہی کے اسرار اور کشفِ حقائق سے مزید سرشار ہونگے۔ کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون

---

[1] حالانکہ خود اس طرز عمل کی شکایت فرماتے ہیں۔ احمدیوں کی نسبت لکھتے ہیں "مرزائی اخبارات اہلحدیث کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر اسی قدر جس کو اپنے حلقہ عمل بیش قابو میں رہیں۔ جس مواخذہ میں پانی مرتا دیکھتے ہیں اسے چھوتے بھی نہیں" نہ اپنے ناظرین تک اس حوالے کو پہنچاتے ہیں نہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ (اہلحدیث ۳۰ رجنوری ۱۹۴۳ء صفحہ ۶ کالم ۳)

مُنادیِ الٰہی

یا اسرافیل لعمر اللہ قد نفخنا فی الصور و انصعق من فی السمٰوات والارض الا من شاء اللہ ربک ورب ابائک الاولین به اخذ الزلازل قبائل الارض واضطرب کل عالم و زل کل قدم وناح کل حکیم واقشعر جلد کل امیر و تحیر کل عارف وسبق کل قاصد بصیر کم من عالم منع عن الامر و کم من جاھل سرع وقال اٰمنت بک یا مقصود العارفین کم من امۃٍ سمعت و اقبلت و فازت و کم بطل انکر و اعرض عن اللہ العزیز الجمیل۔

ترجمہ ـــــ اے اسرافیل: حیاتِ خداوندی کی قسم۔ ہم نے صُور پھونک دیا ہے اور آسمان زمین والے بیہوش ہوگئے ہیں۔ صرف وہ لوگ ہوش میں ہیں جنھیں تیرے اور تیرے اولین بزرگوں کے رب نے بچانا چاہا۔ ہمارے صُور پھونکنے سے روئے زمین کے خاندانوں کو زلزلوں نے گھیر لیا ہے۔ ہر عالم گھبرا گیا۔ ہر ایک پاؤں پھسل گیا۔ ہر دانشمند رو پڑا۔ ہر امیر کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ہر عارف حیرت زدہ ہوگیا اور ہر ایک بینا طالبِ حق آگے بڑھ گیا۔ کتنے ہی عالم امرِ حق سے محروم رہ گئے اور کتنے ہی بے علم فوراً آگئے اور پکار اُٹھے کہ اے تمام عارفوں کے مقصود ہم نے تجھے مان لیا۔ کتنی ہی باندیاں سُن کر متوجہ ہوئیں اور ایمان سے فائز ہوگئیں اور کتنے ہی پہلوان منکر ہوکر خدائے عزیز جمیل سے روگرداں ہوگئے۔

ھٰذا یوم فیه اضطرب کل ذی اطمینان وفزع کل عالم وصاح کل صامت وشھد لسان العظمة الملک للہ العلیّ العظیم

یہ وہ دن ہے کہ ہر مطمئن مضطرب ہوگیا اور ہر عالم گھبرا گیا اور ہر خاموش چلّا اٹھا۔ زبانِ عظمت نے گواہی دی کہ ملک کا مالک صرف خدائے برتر و بزرگ ہی ہے۔

قل یا عباد الرحمٰن هل بینکم من ذی سمعٍ یسمع نداء الله وهل بینکم من ذی بصرٍ لینظر ما ظهر فی الیوم الموعود

کہدے کہ اے خدائے رحمٰن کے بندو! کیا تم میں کوئی سننے والا ہے جو خدا کی ندا سن لے اور کیا تم میں کوئی آنکھوں والا ہے، جو یومِ موعود میں ظاہر ہونے والے واقعات کو دیکھ لے۔

انا نوصیک والذین آمنوا بالعمل الخالص فی هٰذا الیوم الذی کان مذکوراً فی کتب الله العلیم الخبیر

آج اس دن میں جس کا ذکر خدائے علیم و خبیر کی کتابوں میں تھا ہم تجھے اور سب مومنوں کو عملِ خالص کی نصیحت و وصیت کرتے ہیں ۔۔۔۔

هٰذا یوم الاعمال ولکن الناس اکثرهم من الغافلین

یہ اعمال کا دن ہے لیکن اکثر لوگ غافل ہیں

قل یا ملأ الارض ضعوا الاقوال وتمسکوا بالاعمال کذٰلک یامرکم الغنی المتعال لو انتم تشعرون هٰذا یوم الذکر والثناء وهٰذا یوم المکاشفة واللقاء ولکن الناس عنه معرضون۔

کہدے اے روئے زمین والو! باتیں بنانا چھوڑ دو اور اعمال کو مضبوط تھام لو۔ خدائے بے نیاز و برتر تمھیں یہی حکم دیتا ہے۔ کاش تم عقل و شعور سے کام لو۔ یہ ذکر اور حمد و ثنا کا دن ہے اور یہ مکاشفہ و لقاء کا دن ہے مگر لوگ اس سے منہ پھیر رہے ہیں۔

قد ظهرت العلامات وبرزت البینات واتی الموعود باسمه المهیمن القیوم انه لهو الکنز المخزون والسر المکنون قد ظهر من افق العالم ویدع الامم الی الله مالک القدم ولکن الناس هم لا یسمعون۔

بے شک علامات ظاہر ہوگئیں۔ کھلے دلائل روشن ہوگئے۔ موعود اپنے مہیمن و قیوم نام کے ساتھ آگیا۔ یقیناً یہی ہے چھپا ہوا خزانہ۔ اور پوشیدہ راز جو افقِ عالم سے جلوہ گر ہوگیا ہے اور تمام قوموں کو خدائے مالک قِدم کی جانب بلا رہا ہے۔ لیکن لوگ سنتے ہی نہیں۔

اذا قمنا نادینا الکل الی اللہ اذا انشقت السماء و زلزلت الارض ومرت الجبال ونادی لسان العظمۃ الملک للہ الواحد الفرد العزیز المحبوب ۔ و اسمعنا العالم ما امرنا بہ علی شانٍ ما منعتنا سیوف الآفاق ولا نعاق اهل النفاق تعالی اللہ مالک الملک والملکوت ۔ قد اخذ الاضطراب سکان الارض الا من شاء اللہ کذالک قضی الامر ولکن القوم لا یفقهون ۔

جب ہم اٹھ کھڑے ہوئے ہم سب کو خدا کی طرف بلایا ۔ تب آسمان پھٹ گیا اور زمین لرز گئی اور پہاڑ چلنے لگے اور زبان عظمت پکار اٹھی کہ ملک کا مالک صرف واحد و یکتا غالب محبوب خدا ہی ہے ۔ اور جو حکم ہمیں دیا گیا وہ ہم نے تمام جہان کو ایسی شان سے سنا دیا کہ ہر طرف کی تلواریں اور اہل نفاق کی چیخ چنگھاڑ ہمیں نہ روک سکیں ۔ ملک و ملکوت کا مالک خدا نہایت بلند و برتر ہے ۔ تو روئے زمین کے باشندوں کو اضطراب نے گھیر لیا ہے بجز ان کے جنھیں خدا نے بچانا چاہا ۔ اسی طرح امر کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ لیکن لوگ نہیں سمجھتے ۔

قد حضرت النعمۃ وھم لا یاکلون قد ظهرت الحجۃ وھم لا یعرفون قد نزلت الآیات وھم لا یفقهون ۔

نعمت حاضر ہے اور وہ کھاتے ہی نہیں ۔ حجت ظاہر ہو چکی ہے اور وہ پہچانتے ہی نہیں ۔ آیتیں نازل کی گئی ہیں اور وہ سمجھتے ہی نہیں ۔

قد ظهرت الکلمۃ ونادت الساعۃ وتقول القیامۃ بشری لکم یا ملأ الارض بهذا الیوم المبارک البدیع ۔ انتبهوا من رقد الهوی قد اتی مولی الوری بسلطانٍ عظیم ۔

کلمۃ اللہ ظاہر ہو گیا ۔ ساعت بول اٹھی اور قیامت کہہ رہی ہے کہ اے روئے زمین والو تمھیں اس مبارک یوم جدید کی بشارت ہو خواہش نفسانی کی نیند سے بیدار ہو جاؤ ۔ مالک جہان عظیم الشان سلطنت کے ساتھ آپہنچا ہے ۔

شهد اللہ انہ لا الہ الا هو والذی ظهر انہ لمحبوب العالم و بدیع الامم الی اللہ الفرد الخبیر والذی اقبل الیہ قد فاز بیوم اللہ ولقائہ والذی اعرض انہ من المحرومین ۔

خدا گواہی دے رہا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ جو ظاہر ہوا ہے (یعنی حضرت بہاء اللہ) وہ تمام جہان کا پیارا ہے اور

سب قوموں کو خدائے واحد و یکتا کی طرف بلا رہا ہے - جو شخص اس کی طرف متوجہ ہوا وہ خدا کے دن اور خدا کی ملاقات سے فائز ہوگیا - اور جس نے منہ پھیر لیا وہ محروم لوگوں میں سے ہے -

---

قد اتی یوم القیام وقام فیه قیوم الاسماء بسلطانٍ احاط من فی السموات والارضین لمّا نفخ فی الصّور وقامت القبور اضطرب النّاس منهم من تحیّر و منهم من انصعق و منهم من طار شوقاً لظهور الله ربّ العٰلمین -

اٹھ کھڑے ہونے کا دن آگیا اور اس میں قیوم اسماء ایسی قوت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا جو تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگوں پر غالب ہے - جب صُور پھونک دیا گیا اور اہلِ قبور برپا ہوگئے تو لوگ سراسیمہ ہوگئے - کوئی حیرت میں پڑگیا - کوئی بے ہوش گیا - اور کوئی ان میں سے وہ بھی ہے جو خدائے رب العٰلمین کے ظہور کے شوق میں پرواز کرنے لگا -

---

قُل خافوا الله ولا تدحضوا الحق باهوائکم انّه اتیٰ من سماء العظمة بقدرة و سلطان - اِنَّك طرباً بجنحة السّرور بما اسمعناك حفیف سدرة المنتهیٰ من هٰذا المقام الّذی جعله الله مطلع الوحی و مشرق الانوار -

کہدے خدا سے ڈرو اور اپنی خواہشوں کے ذریعے حق کو نہ گراؤ - حق تو آسمانِ عظمت سے قدرت و قوت کے ساتھ آیا ہے - ہاں تو خوشی کے پروں سے پرواز کر کہ ہم نے تجھے سدرۃ المنتہیٰ کی آواز اس مقام سے سُنا دی ہے جسے خدا نے آفتاب وحی کا مطلع اور خورشیدِ انوار کا مشرق بنایا ہے -

---

یا اسمی اشهد بما شهد الله انّه لا اله الّا هو الفرد الواحد العلیم الخبیر اذهب بکتاب الله و اٰثاره الیٰ دیاره و ذکّر فیها احبّائی بهٰذا الیوم الّذی کان مذکوراً فی افئدة الانبیاء و مسطوراً فی کتب النبیّین والمرسلین

اے میرے نام! وہی شہادت دے جو خدا نے دی ہے کہ اس یکتا یگانہ علیم و خبیر کے سوا کوئی معبود نہیں ہے - خدا کی کتاب اور اس کے آثار اس کی بستیوں میں لے جا اور میرے احباء کو اُن مقامات پر اس دن کی یاد دلا کر جو نبیوں کے دلوں میں مذکور اور انبیاء و مرسلین کی کتابوں میں مسطور تھا -

---

یہ طوفانِ بلا کیوں؟

نیل کنٹھ للّا متعلم بی۔اے سری پرتاپ کالج۔ سرینگر کے قلم سے

زمانہ حاضرہ کا نام نہاد تمدن دنیا کو امن و اتحاد دینے میں ناصر رہا ہے۔ اس تمدن نے وحشت و بربریت کو اور بھی سخت و سنگین بنا کر دنیا میں پھیلایا ہے۔ مادیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ انسانی نیکیاں اور خوبیاں تاریکی کے پردہ میں چھپ گئی ہیں۔ جس کے باعث معاشرتی بے چینی اور سیاسی شور و شغب پھیل رہا ہے۔ بڑھتی ہوئی مادیت نے انسان میں ایسی برائیاں پیدا کر دی ہیں کہ اگر ان کا تدارک جلد نہ ہوا تو نوعِ انسان کی تباہی یقینی ہو جائے گی۔ ہم ان برائیوں میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں تاکہ ہمیں انتباہ حاصل ہو۔ اور ہم ان سے بچ کر اپنی زندگی کو سدھار سکیں۔

(۱) بے دینی یا بے وفائی۔ یہ بیماری عام ہو رہی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم موجودہ جنگ یا بلا کے جنگل میں گرفتار ہیں۔ بے دینی نے ہم میں لالچ کو بڑھا دیا ہے۔ لالچ ہمیں جلبِ منفعت پر مجبور کرتا ہے اور ہم دوسروں کے حقوق کو پامال کرتے ہیں جس کا بدیہی نتیجہ جنگ ہوتا ہے اور جنگ قوم کے نونہالوں کو ملیامیٹ کر ڈالتی ہے۔

(۲) سائنس اور دین متفق نہیں ہیں۔ ہم نے انھیں دو مختلف چیزیں بنا رکھا ہے۔ اگر سائنس دین کو ملحوظ رکھتی تو قتل و غارت گری کے اسلحہ و اوزار نہ بنائے جاتے اور سائنس کی ایجادات بجائے انسانوں کی تخریب میں لگائے جانے کے تعمیری کوششوں میں ان کی ممد ہوتیں۔ تعمیر تمدن کی صحیح حفاظت کے لئے سائنس کو حکمت و دانائی کا ساتھ نہ چھوڑنا چاہئے۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"دین اور سائنس دو بازو ہیں جن کے ذریعے عقل انسانی ان بلندیوں پر پرواز کر سکتی ہے جہاں روح ترقی کے لئے آسانیاں پاتی ہے۔ ایک بازو سے پرواز ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ اگر کوئی شخص فقط دین کے بازو سے ہی پرواز کرنا چاہے گا تو وہ فوراً توہمات کی دلدل میں جا پڑے گا۔ اس کے برعکس اگر فقط سائنس کے بازو سے ہی اڑے گا تو وہ جلد ہی مادیت کے گڑھے میں جا گرے گا"

(ترجمہ از انگریزی کتاب وزڈم آف عبدالبہاء)

(۳) طمع جو ہمارے دلوں میں راز جوئی اور ہوسناکی پیدا کرتی ہے۔ رحم کو ملیامیٹ کر ڈالتی ہے اور دنیا کو مٹا دیتی ہے۔ اس سے ہمیں فانی اور ناپائدار مادی چیزوں کے حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ان خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ہم دوسروں پر ہر طرح کا ظلم کرتے ہیں حقیقت کا آفتاب طمع کے بادلوں سے گہنا جاتا ہے۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:۔

"خبردار جسمانی خواہشات، روح کے آسمانی انوار کو تاریک نہ کرنے پائیں۔ تاکہ تم خدا کے بچوں کے ساتھ اس کی دائمی ملکوت میں داخل ہو سکو۔"

(انگریزی کتاب وزڈم آف عبدالبہاء)

(۴) **تعصبِ جنسی** ۔ موجودہ جنگِ یورپ درحقیقت اسی تعصب کا نتیجہ ہے ۔ دنیا کے جنگجو سرداروں نے اپنی اپنی قوم میں اس خیال کو پھیلایا ہوا ہے کہ ان کی قوم دنیا کی تمام دوسری اقوام سے اعلیٰ ہے اور ان کی جنس تمام دیگر اجناسِ انسان سے ممتاز ہے ۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"جملہ تعصبات دینی ہوں یا جنسی ، سیاسی ہوں یا قومی بالکل ترک کر دینے چاہئیں ۔ کیونکہ ان تعصبات نے دنیا کو بیمار بنا رکھا ہے ۔ یہ بہت سخت بیماری ہے ۔ اگر اس کا علاج نہ کیا گیا تو یہ کُل نوعِ انسان کو برباد کر کے چھوڑے گی ....

جنسی تعصب سراسر دھوکا اور بالکل وہم و سراب ہے کیونکہ خدا نے ہم سب کو ایک جنس پیدا کیا ہے ۔"

(وزڈم آف عبدالبہاء)

(۵) **جوع الارض** ۔ یہ بیماری یعنی دنیا کے ممالک کو فتح کر کے اپنے تصرف میں لانا اور ان سے اپنی قوم کے لئے فائدہ حاصل کرنا اس وقت تمام سلطنتوں اور حکومتوں میں پھیلی ہوئی ہے ۔ ہر ایک حاکم یا فوجی سردار یہ چاہتا ہے کہ وہ کمزوروں کی آزادی کو پامال کر کے انھیں اپنی قوم کا محکوم بنائے اور انکی محنت اور ان کے ملک کی قدرتی زرخیزی سے اپنے ملک اور اپنے لوگوں کو فائدہ پہنچائے ۔

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں :-

"اُف یہ کیسا بھیانک خیال ہے ! انسان جو ایک اعلیٰ عالم سے تعلق رکھتا ہے اپنے آپ کو اتنا ذلیل کرتا ہے کہ وہ اپنے ہی ہمجنسوں کو قتل کرتا ہے اور انھیں مصیبت و بلا کے غار میں دھکیلتا ہے ۔ یہ سب کچھ وہ زمین کے ایک ٹکڑے کے لئے کرتا ہے ۔ اشرف المخلوقات ' ارذل المخلوقات یعنی مٹی کے لئے لڑتا ہے ۔"

(وزڈم آف عبدالبہاء)

مذکورہ بالا اسباب ہیں جن سے جنگ کا دیوتا نیند سے جاگ اٹھا ہے اور دنیا بربادی اور مصیبت کے غار میں گر رہی ہے ۔ تمام دنیا کے سیاستدان دنیا کی موجودہ بیماریوں کا علاج کرنے سے عاجز رہ گئے ہیں ۔

ان بیماریوں کا فقط ایک ہی علاج ہے ۔ خدا نے اس علاج کو بھی پیدا کیا ہے ۔ یہ علاج حضرت بہاء اللہ کی تعالیم مبارکہ ہیں ۔ بہائی تعلیمات ہی جنگ و بربادی کے بھوت کو اُتار کر دنیا کو امن و امان دے سکتی ہیں ۔

اس میں شک نہیں کہ "عالمگیر امن" دنیا میں جاری ہوگا ۔ جنگ بند ہو جائیگی اور لوگ راحت و آرام اور خوشی و خرمی کی زندگی بسر کرینگے ۔

ٹینی سن نے کہا :-

" گھنٹے بجاؤ ۔ اور جنگ کو جو قدیم سے دنیا پر چھا رہی ہے بھگا دو ۔ گھنٹے بجاؤ اور امن کی قرنہائے دراز کو دنیا میں آنے دو ۔

مگر حق تو یہ ہے کہ جنگ کو محبت دور کر سکتی ہے ۔ محبت کی کمی ہے ۔ دنیا کو شریعتِ محبت کی ضرورت ہے ۔ دینِ محبت چاہئے ۔ روحِ محبت درکار ہے یہ شریعت اور یہ دین اور یہ روح ' بہائی آئین میں نمودار ہے ۔

اگرچہ جنگ کی بیماری انتہا کو پہنچ چکی ہے اور بیمار دنیا جاں بلب اور زندگی سے بیزار ۔ مگر ساتھ ہی طبیب الٰہی کے ہاتھوں درد کا درمان بھی تیار ہے ۔ مبارک ہے وہ بیمار جو اس داروئے شفا سے بہرہ یاب و شفایاب ہوا ۔ س

مگر ایسے بیمار کا کیا ٹھکانہ ؟ کہ جو درد ہی کو دوا جانتا ہے
بُرا مانتا ہے جو سمجھائے کوئی بُرائی کو اپنی بھلا جانتا ہے
وہ انجام کو روئے گا سر کو ڈھک کر نہیں سمجھیں دھوکا خدا جانتا ہے

صیام و عید

الحمد للہ۔ رضائے الٰہی کی راہیں کشادہ ہیں۔ اہلِ ایمان کیلئے
روزمرہ کا فرضِ منصبی ادا کرنا بھی عین عبادت اور ترقیٔ روحانی کا موجب ہے
روزانہ نماز معراجِ رُوح ہے۔ روزے خاص روحانی کیف کا سرچشمہ ہیں
صبح وشام کلامِ الٰہی کی تلاوت نہایت اعلیٰ غذائے روح ہے۔ دعا و مناجات
آبِ حیاتِ ابدی ہے۔

خدائے رحمٰن کے فضل وکرم سے ہر سال کی طرح امسال بھی ایامِ ہا
آئے۔ ۲۶۔۲۷۔۲۸ رفروری اور یکم مارچ کو ایامِ ہا منائے گئے جن میں
خداوندِ رحمٰن کی تسبیح وتہلیل اور حمد وثنا کے نغموں سے ارواح نے خاص
روحانی سرور حاصل کیا۔ ضیافتوں کے سلسلہ نے پرلطف نعمتوں سے محظوظ کیا
پھر نہایت خوشی کے ساتھ ۲ رمارچ سے اہلِ بہاء صیام میں داخل ہوئے۔ اور
آجکل دلی خوشی سے روزے رکھ رہے ہیں۔ بہائی تقویم کے لحاظ سے یہ شہر العلاء
ہے۔ ۲۰ رمارچ کو روزے ختم ہو جائینگے۔ ۲۱ رمارچ کو عید نوروز ہوگی۔ پھر
۲۱ راپریل کو عید رضوان کا پہلا دن ہوگا۔ ان عیدوں میں ظہورِ رحمتِ
خداوندی پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ دورِ وحدت کی آمد پر
مسرت کی جاتی ہے۔ خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے کہ وہ تمام عالمِ انسانی
کے لئے وحدت واخوت کا زمانہ لایا۔ اور اس محبوب موعود کو ظاہر
فرمایا ہے جس کے سب منتظر ومشتاق تھے۔ اب قدرت کی نئی تجلیات
کے مشاہدے ہو رہے ہیں۔ ہماری روحیں شکر کے سجدے
کررہی ہیں

بہائی جنتری میں سال کے اُنیس مہینے ہیں اور ہر مہینہ
انیس دن کا ہوتا ہے۔ شہر البہاء پہلا مہینہ ہے۔ جس کا پہلا دن
یوم البہاء ہے۔ یہی ۲۱ رمارچ عید نوروز کا دن ہے۔

نہایت مبارک ہے وہ انسان جو اس عید مبارک کی روحانیت
سے فائز ہوتا ہے اور خدا کے فضل پر سرور وشادمانی کرتا ہے۔

قدیم زمانے سے بھی یہ دن نہایت مبارک سمجھا گیا ہے۔ اسی دن
سورج نقطۂ اعتدال پر ہوتا ہے۔ دن رات برابر ہوتے ہیں۔

نقطۂ اعتدال ظہورِ الٰہی کا نشان ہے۔ یعنی آفتابِ صداقت
افقِ رحمت سے طلوع کرتا ہے اور اپنی کرنیں سب جگہ پھیلاتا ہے۔ گویا
دنیا میں نیا دن نکلتا ہے جو روحانی روشنی کے لحاظ سے نیا موسم دکھاتا ہے
جیسا کہ یہ ظاہری آفتاب کا نوروز موسمِ بہار کو لاتا ہے۔ سب زندہ اشیاء
میں نئی حرکت پیدا کرتا ہے۔ پودے سر اٹھاتے ہیں۔ جنگل لہلہاتے ہیں
دلوں میں نئی تازگی آتی ہے۔ یہ ظاہری بہار ہمیں سکھاتی ہے کہ جس طرح
مادی سورج کا نیا دور نئی زندگی کی لہر پیدا کرتا ہے، روحانی سورج،
مظہرِ ظہور باطنی زندگی عطا کرتا ہے۔

اے روحو! تم جو فساد و تعصبات کی تاریکیوں میں قید ہو۔ آؤ آؤ
نورِ حقیقت کا نیا دن نکل آیا ہے۔ تم جو جنگ وخونریزی کی ظلمت میں گرفتار
ہو صبحِ وحدت کی روشنی میں آؤ۔ مایوس ہونے والو! خوشی سے اچھل پڑو
کہ امید بر آئی۔ ہمیشہ سے جس گوہرِ مقصود کی تلاش تھی وہ اب مل گیا ہے
ہمیشہ سے جس جلوۂ موعود کا مژدہ تھا وہ ظہور فرما ہوا۔ خوشی سے
قدم آگے بڑھاؤ اور فائز ہو جاؤ۔

آسمان کے دروازے کھل گئے۔ خدائی وعدے روشن ہو گئے
اب تم اپنا عہد پورا کرو۔ اور اپنا چہرہ روشن۔

موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

وقت نہایت نازک ہے۔ لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اختلاف اور فساد کے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔ گرانی اور پریشانی بڑھ رہی ہے سب کو چاہیئے کہ بڑی توجہ سے ان حالات کو دیکھیں اور غور کریں کہ یہ آفتیں کیوں نازل ہو رہی ہیں اور اُن کا علاج کیا ہے۔ ان مصیبتوں سے لوگ کس طرح بچ سکتے ہیں سب مل کر تدابیر سوچیں۔ لازم ہے کہ سب لوگ اتحاد و اتفاق کریں۔ پھوٹ اور نفرت کو دور کر دیں۔ تعصب کو بالائے طاق رکھیں۔ سب لوگ خداوند عالم کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کی بارگاہ میں عاجزی کریں۔ گناہوں سے باز آئیں۔ صدق دل سے توبہ کریں۔ نیکی اور ہمدردی پر کمربستہ ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم کو غیر نہ سمجھے۔ سب ایک ہی درخت کے پتے ہیں۔ قدرت کی طرف سے یہ مصائب ایک تازیانہ ہیں جو ہمیں ہوشیار کر رہے ہیں کہ ہم سب اپنی آنکھیں کھولیں اور سنبھل جائیں۔ اب بھی اگر ہم نے غفلت کی تو ہلاکت و بربادی سامنے ہے۔ اس وقت فطرت کا پیغام اور خدا کا حکم یہی ہے کہ سب انسان متفق و متحد ہو جائیں۔ ایک دل اور ایک زبان ہو جائیں۔ تفرقے کی باتیں بھول جائیں۔ اختلافات کو فراموش کر دیں۔ میل ملاپ کے سوا ہر بات کو فضول سمجھیں۔ اتحاد و اتفاق انسان کی زندگی کے لئے روح ہے۔ یہ خیال نہ کریں کہ اتحاد و اتفاق دیگر اغراض کیلئے ہونا چاہیئے۔ نہیں بلکہ دیگر اغراض سب اتحاد و اتفاق پر قربان کر دی جائیں۔ کیونکہ اتحاد و اتفاق خود مقصود بالذات ہے۔ جب یہ حاصل ہو جائے تو دیگر اغراض باسانی حاصل ہو جاتی ہیں۔ اگر اتحاد و اتفاق حاصل نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اتحاد و اتفاق کے راستے میں نہ مذہب رکاوٹ ہو نہ سیاست مانع ہو۔ جو چیز اتحاد و اتفاق کی راہ میں روک ہے اُسے اُٹھا دینا لازم ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ موجودہ زمانے کا دین اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہی ہے۔ اب ہمیں عالمگیر صلح کی سخت ضرورت ہے۔ تمام قوموں میں اتحاد و یگانگت لازمی ہے اسی چیز پر امنِ عام اور ترقی و فلاح موقوف ہے۔

اہل مذاہب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ سب حضرات اپنے اپنے مذاہب کی مقدس کتابوں کو غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ ان میں محبت و ہمدردی، نیکی اور سچائی کے احکام ہی آپ کو ملتے ہیں اور صرف اس نظر سے مقدس کتابوں کا مطالعہ نہ فرمائیے کہ یہ کتابیں مخصوص آپ کی ہیں بلکہ اس نقطۂ نظر سے دیکھئے کہ یہ خدا کی کتابیں ہیں اور ساری دنیا کی بھلائی ان کا نتیجہ ہونا چاہیئے۔

نیز ایک یا دو کتابوں پر ہی نظر کو محدود نہ رکھئے۔ تمام وہ مقدس کتابیں جنھوں نے نوع انسان کو بہتری و ترقی کی راہ دکھائی ہے اُن سب کو محبت کی وسیع نظر سے ملاحظہ کیجئے۔ آپ جتنا غور کریں گے اتنا ہی صاف صاف امر واضح ہو جائے گا کہ سب مقدس کتابیں انسان کو ایک ہی منزل وحدت پر لے جانا چاہتی ہیں۔ سب کتابیں اصل میں ایک ہی کتاب ہیں۔ عام لوگوں میں محبت اور رواداری کی روح پھیلانا لازم ہے۔ جب تک دلوں کے اندر مذہبی تعصب کی آگ بھڑک رہی ہے امن چین نصیب نہ ہوگا۔

تمام اہلِ علم سے گذارش ہے کہ وہ اپنے علم کی قوت کو دنیا کی بھلائی میں خرچ کریں۔ ہر تفرقے کے رخنے کو بند کرنے میں کوشاں ہوں۔ کلامِ الٰہی کے حقائق کو سمجھنے اور سمجھانے میں پوری جدوجہد کریں۔ دلوں کو علمِ حق کی روشنی سے منور کرنے میں مصروف رہیں۔ تقلید سے آزاد ہو کر

تحقیق کے میدان میں قدم رکھیں۔ یہ خوف و خطر دل سے نکال دیں کہ تحقیق کرنے سے گمراہ ہو جائیں گے۔

موجودہ زمانہ خدائی پروگرام کے مطابق ایک عجیب اور شاندار زمانہ ہے۔ یہ وہی وقت ہے جس کی خبر تمام الہامی صحیفوں میں تھی۔ جو حالات اسوقت رونما ہیں ان سب باتوں کی اطلاع مقدس ہستیوں نے پہلے سے دیدی تھی۔ عالم میں واقعات پر نظر ڈالیئے۔ اور صحائف مقدسہ کو دیکھیئے تو قدرت کا کرشمہ نظر آئے گا۔ پیامبر میں اس قسم کی باتوں کا ذکر کسی قدر ہوتا رہتا ہے۔

ادارہ پیامبر نہایت خوشی سے اعلان کرتا ہے کہ اس سلسلے میں جو حضرات نئے نئے انکشافات کر رہے ہوں وہ ہمیں مطلع فرمائیں اور جو کچھ ادارہ پیامبر سے دریافت کرنا چاہیں بخوشی دریافت کریں۔

پیامبر جو مضامین قیامت کے انکشاف پر شائع کر رہا ہے وہ سب کے سب نہایت قابل توجہ ہیں۔ جس کسی کو ان مضامین میں کوئی شک و شبہ پیدا ہو وہ دل کھول کر سوال کرنے کا مجاز ہے۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ اہل علم اتنے عظیم الشان مسئلۂ دین کے حقائق پر غور نہیں کرتے اور دین کی جو تعلیم انھیں بہترین مقام پر لے جاسکتی ہے اسے بالکل فراموش کئے ہوئے ہیں۔

اگر کچھ حضرات اہل علم ایسے مستعد ہو جائیں جو پوری توجہ سے تمام الہامی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں اور سب مل کر قیامت کی حقیقت پر غور کریں اور اپنی تازہ تحقیقات سے اہل مذاہب کو فیضیاب فرمائیں تو کس قدر اچھا ہو۔ مدیر پیامبر اس خدمت میں جان و دل سے شریک ہوگا۔ اگر یہ راز سب علماء پر منکشف ہو جائے کہ فی الحقیقت عصر حاضر وہی یوم قیامت کبریٰ ہے جسکی خبر یں الہٰی کتابوں میں دی گئی تھیں تو پھر انسانی ذہن ایک عظیم انقلاب و اصلاح کی طرف متوجہ ہوگا اور تمام موجودہ مشکلات کو سمجھنے اور ان میں مناسب اقدام کرنے کیلئے بڑی روشنی مل جائے گی۔ خدا کی قدرت نظر آئے گی۔ علم و یقین کے چشمے اُبل پڑیں گے اور ہر صاحبِ نظر اپنے آپ کو ایک نئے عالم میں دیکھیگا۔ جب انسانوں کی اکثریت اس نور سے منور ہو جائے گی تو روئے زمین نورانی جنت بن جائے گی۔ وحدت کا خیمہ وسیع بلند ہوگا اور ارواح انسانی یگانگت کی دنیا میں شاد و خرم ہونگی۔ یقینی بات ہے کہ آخر کار ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ لیکن مبارک ہیں وہ انسان جو اس بابرکت دور کے لانے میں اپنی قوتیں صرف کریں۔

قسمت فارسی

بنام خداوند یکتا

ای کریم انشاءالله بعنایت کریم در ظلّ سدرهٔ ربّ العلمین مستریح باشی و بفیوضات منزله از سماء فضل فائز ذکرت لدی العرش بوده و خواهد بود و این از اعظم عنایات الهیه محسوب ای کریم کمر خدمت را محکم کن که شاید نفوس ضعیفه از ذکر مالک بریه بکمال حب و قدرت قلبیه ظاهر شوند بشأنیکه دنیا و ما فیها آن نفوس را از حق منع ننماید کل باخلاق الهیه در این ایام نورانیه ظاهر شوند ای کریم بادهٔ روحانیهٔ معنویه آماده و ساقی احدیه موجود ولکن اکثر بریه ممنوع و محروم مشاهده میشوند حق بکمال ظهور ظاهر و خلق در نهایت اشتیاق مشتاق مع ذالک عشاق از معشوق محروم و در تیه فراق در احتراق لذا هادی و ناصح و معلم لازم دارند تا بدانند که سبب منع چیست و علت بعد چه بعضی از عباد بتعلیم محتاج نیستند ایشان بمنزلهٔ عیون مشاهده میشوند و عین را دیدن نباید آموخت و همچنین گوش را شنیدن حینیکه باعانت روح مفتوح شد خود مشاهده مینماید ولکن در کل احیان باید بطلعت رحمن پناه برد که مبادا رمد و یا علت اخری حادث شود و حائل گردد ایشانند عبادی که بعد از ارتفاع نداء بافق اعلی توجه نموده اند و بشأنی مستقیمند که احدی قادر بر انحراف آن نفوس مطمئنه از شطر احدیه نیست از سلسبیل بیان رحمن در کل احیان نوشیده و مینوشند و بکلمات الهیه مانوس و مشتعلند و ما دون این نفوس بمواعظ حسنه و نصائح مشفقانه محتاج لذا باید احبای الهی بحکمت و بیان بر این امر خطیر اقدام کنند بعضی را باقوال و بعضی را بافعال و اعمال و بعضی را باخلاق تبلیغ نمایند و بشطر احدیه کشانند اعمال حسنه و اخلاق روحانیه بنفسها مبلغ امرند بعضی از این محزون نباشند که عالم نیستند و کسب علوم ظاهره ننموده اند ملاحظه در زمان رسول نما که بعد از ظهور آن نیر اعظم جمیع علماء و ادباء و حکماء از آن شریعهٔ عرفان رحمن محروم ماندند و ابوذر که راعی غنم بود بمجرد اقبال بغنی متعال بحور حکمت و بیان از قلب و لسانش جاری و حال جمیع علماء را نزد ذکرش خاضع مشاهده مینمائی و حال آنکه در اول امر احدی باو اعتنا نداشته تعالی القدیم ذوالفضل العظیم انه هو الحاکم علی ما اراد و انه لهو المقتدر القدیر لذا هر یک از احبای الهی که بافق باقی فی الحقیقه اقبال نمود باو افاضه میشود آنچه سبب هدایت بریه باشد بگو ای احبای من شما اطبای معنوی بوده و هستید باید بحول و قوهٔ الهیه بدریاق اسم اعظم امراض باطنیهٔ امم و رمد

عیون اہل عالم را مداوا نمائید و شفا بخشید تا کل بشاطی بحر اعظم در ایام مالک قدم توجه نمایند
و باید کل بقمیص امانت و ردای دیانت و شعار صدق و راستی ظاهر و باطن خود را مزین نمائید تا سبب علو
امر و تربیت خلق گردد این ظهور از برای اجرای حدودات ظاهره نیامده چنانچه در بیان از قلم رحمن
جاری بلکه لاجل ظهورات کمالیه در انفس انسانیه و ارتقاء ارواحهم الی المقامات الباقیه و ما یصدقه عقولهم
ظاهر و مشرق شده تا آنکه کل فوق ملک و ملکوت مشی نمایند لعمری لو اخرق الحجاب فی هذا المقام
لتطیر الارواح الی ساحة ربک فالق الاصباح ولکن چون بحکمت امر نمودیم لذا لبعضی از مقامات را
مستور داشتیم تا جذب مختار زمام اختیار را اخذ ننماید و کل بآداب ظاهره ما بین بریه مشی نمایند و
سبب هدایت ناس شوند بعضی عقول شاید که بعضی حدودات مذکوره در کتب الهیه را لاجل عدم اطلاع بر
مصالح مکنونه در آن تصدیق ننمایند ولکن آنچه از قلم قدم در این ظهور اعظم در اجتماع و اتحاد و اخلاق
و آداب و اشتغال بما ینتفع به الناس جاری شده احدی انکار ننموده و نمی‌نماید مگر آنکه بالمره از عقل
محروم باشد اگر احبای الهی بطراز امانت و صدق و راستی مزین نباشند ضرش بخود آن و جمیع ناس راجع
اولاً آن نفوس ابداً محل امانت کلمه الهیه و اسرار مکنونه ربانیه نخواهند شد و ثانی سبب ضلالت و اعراض ناس
بوده و خواهند بود و عن ورائها قهر الله وغضبه وعذاب الله وسخطه ای کریم ندای رحمانی را
از قلم روحانی بلسان پارسی بشنو لعمری انه یجذبک الی مقام لاتری فی الملک الا تجلیات هذا
الامر الذی اشرق من افق الطاف ربک العلیم الحکیم - اگر جمیع بریه حجبات مانعه را خرق
نمایند و صریر قلم اعلی را که در بقعه نوراء باذن مالک اسماء مرتفع است اصغا کنند کل بجان بشطر رحمن
توجه نمایند قد منعتهم اهوائهم وهم الیوم منصعقون - ای کریم شمس کلمه الهیه که از مشرق اراده
مشرق و طالع شد هر صاحب بصری ادراک مینماید و آن کلمه بمثابه شمس ظاهره روشن و مضی است
ما بین کلمات العالمین - الیوم یومی نیست که قلم اعلی باین اذکار مشغول شود ینبغی لکل نفس فی
هذا الیوم اذا سمع النداء من الافق الاعلی یدع الوری عن ورائه یقوم
بحول الله مقبلاً الی مولاه ویقول لبیک یا محبوب من فی السموات والارضین
لسان رحمن در روضه بیان باین کلمه مبارکه ناطق میفرماید لازال ذکر آن نیر اعظم
لا اله الا انا ان یا خلقی ایای فاعبدون بوده و خواهد بود و آنچه در این مقام از قلم
مبدع اسماء و صفات جاری شده نظر برحمت سابقه بوده که جمیع ممکنات را احاطه فرموده که
شاید اهل امکان از کوثر حیوان که از یمین رحمت رحمن جاریست محروم نمانند انه لهو الغفور الرحیم

بعد اذ کان غنیّاً عن العالمین. بعضی از اهل فرقان و بیان که در عقیده وقوف و یا عقیده ارتیاب
و امثال آن توقف نموده اند این نظر بتوهماتیست که از قبل مابین قوم بوده بگو ای عباد امروز روزیست
که باید حرق جمیع احجاب نمائید و جمیع اوهام را محو کنید و بکمال اقبال بافق جمال قلباً توجه نمائید چه که
سبیل رجل بما اکتسبت ایدی الظالمین ممنوع شده و بامرے جز بما ظهر من الظهور ناظر نباشید چه که
مابین ناس کلمات موهومه لا تغنی بسیار و بهمان موهومات بعضی از اهل بیان را از نیّر رحمن که از افق امکان
طالع شده ممنوع نموده و محروم ساخته و آن نفوس بغایت بے درایت و عقل مشاهده میشوند بگو اے
گمگشتگان وادی ضلالت کدام یک از موهومات محققه نزد شما صدق بوده و رائحه صدق از او
استشمام نموده اید لا و نفسی الحق کلها رجعت الی حقا نفکم الموهومة وبقی الامر لله
المهیمن القیوم هزار سنه او از ید نفس موهومیرا در شهر موهوم با جمعی از نساء و اولاد مقتدر
داده اید و بآن اوهام معتکف تفکر نما که در آن الف سنه بچه متمسک بودند فوالذی انطقنی بالحق
قلم شرم مینماید از ذکر آن نفوس موهومه محتجبه آنچه در ذکر آن نیّر اعظم یعنی قائم مابین آن قوم
بوده حرفی از آن تحقق نداشته و عندالله مذکور نبوده چنانچه بعد از ظهور بر کل معلوم و مبرهن شد
این یکی از موهومات آن نفوس بوده بعد از انکه ید قدرت الهیه حرق حجاب نمود بعضی مطلع شدند و همچنین
موهومات دیگر که مابین آن قوم است و تا حال خرق نشده باید بهمان قسم مشاهده نمائید عسی الله ان
یخرقها لمن یشاء صدر مسرور و قلب منیر باید مقدساً عن کل الاشارات والکلمات بشطر امر توجه نماید
بگو الیوم یوم ریب و ارتیاب نیست احرقوه بنار کلمة ربکم العزیز الوهاب ای احبای من
آخر ببصر انصاف مشاهده نمائید این مظلوم در فم ثعبان و در جمیع احیان بلایائی بر او وارد که احدی
غیرالله مطلع نه و نفسش را انفاق نموده که شاید از افق انقطاع طالع شوید تا ممالک ابداع و اختراع
از شما روشن و منیر گردد و قدر خود را بدانید و از اموراتی که سبب تضییع امر شود مابین ناس احتراز
نمائید قل یا لیت عرفتم تموجات هذا البحر وما سترفیه من لئالی حکم ربکم العزیز الحمید
ای کریم اگرچه تغنیات قلم اعلی را انتهائی نه ولکن بلحن دیگر توجه نمودیم سبحانک اللهم یا الهی
اسئلک باسمک الذی به نزلت امطار رحمتک وظهرت آیات قدرتک وطلعت
شمس مشیتک واحاطت رحمتک من فی ارضک وسمائک ان تلبس الذین هم
آمنوا اثواب الامانة والانقطاع ثم اجذبهم الی المطلع الذی منه اشرقت شمس
الامتناع لیظهرهم تقدیس امرک بین عبادک وتنزیه احکامک فی مملکتک ای رب

انت الغنی وهم الفقرآء لاتأخذهم بما غفلوا فارحمهم ثمّ اغفرلهم لانّهم حملوا الشدائد فی سبیلك ان غفلوا عن بعض اوامرك ولکن سعوا بقلوبهم وارجلهم الیك لاتنظر الی خطیئاتهم فانظر الی الانوار التی اشرقت من آفاق قلوبهم والبلایا التی وردت علیهم فی سبیلك ثمّ ایدهم بعد ذلك علی ما یرتفع به اعلام امرك فی بلادك ورایات عظمتك فی دیارك انّك انت المقتدر علی ما تشآء فی قبضتك ملکوت الانشآء لا اله الّا انت المتعالی المهیمن العلی العظیم ای کریم وصایای الٰهیه را ازبرای هر نفسی ذکر نمائید وتلاوت کنید که شاید بما اراد الله عامل شوند ذکرمن قبلی من معك من کلّ اناث وذکور قل لك الحمد یا ربّی العزیز الغفور ٥

در اثبات ظهور اعظم

بیانِ مبارک حضرت عبدالبهآء

هوالله

ای جویای حقیقت! نامه رسید و مقصد معلوم گردید - سوال نموده بودید که اگر این جلوهٔ ربانی همان ملکوت آسمانی است که حضرت مسیح میفرمود که نزدیکست بچه برهان ثابت شود وبچه دلیل مبرهن گردد - وبچه بشارت داده شود -؟

فرصت جواب مفصّل نیست - مختصر ذکرے میشود - بدان! بدلائلی این ملکوت جدید ثابت شود که ملکوت مسیح بآن ثابت شد - دلیل ملکوت لاحق مانند دلیل ملکوت سابق است بلکه برهان اعظم است - وبرهان بر دو قسم است برهان عوام وبرهان خواص - وخواص ببرهان عوام قانع نگردند - وعوام نیز ببرهان خواص یقین حاصل ننمایند عوام خوارق عادات جویند امّا خواص این را برهان نشمرند وقناعت نکنند وسیراب نگردند بلکه دلائل قطعی عقلی جویند - لهذا برای شما که نظرے دقیق وعقلی سلیم دارید اقامهٔ براهین قاطعهٔ عقلیه نمائیم که هیچ فردے مجال انکار نه. گوئیم که مقصد از ظهور ملکوت تربیت نفوس وترقی عالم انسانی وظهور محبت الله والفت ویگانگی جمیع بشر وظهور کمالات الٰهی وتحقیق علویت عالم انسانی است - مقصد از ظهور ملکوت ونتیجه این - پس نظر در قوت تربیت حضرت بهآءالله کن که

شرق تاریک را روشن نموده و وحوش ضاریه را فرشتهٔ آسمانی فرموده - نادانان را دانا کرده و درندگان را آهوان بر وحدت فرموده - نفوسیکه بعقیده و عادت دشمن عالمیان بودند - حال - بنهایت یگانگی دوست و مهربانند - از شدت جهل کتاب مقدس را میسوختند - حال بیان حقائق و اسرار تورات و انجیل مینمایند - و در مدت قلیله چنان تربیت فرمود که در زیر قید و زنجیر و تحت تهدید تیغ و شمشیر فریاد یا بهاء الابهی میزدند و قاتلان را نبات بر حلاوت بدهان میدادند که با دهن شیرین ضربت زن - و البته حکایت پطرس حواری و بانگ خروس را در خاطر داری -

و برهان دیگر آنکه نزد جمیع اعاظم و علمای ایران در طهران مسلم است که حضرت بهاء الله در مکتبی نبودند و در مدرسی تعلیم نگرفتند - از بدو طفولیت روش و سلوک دیگر داشتند با وجود این علما و فضلای ملل شرق بر علم و فضل و دانائی و کمالات خارق العادهٔ او شهادت دادند - و حضرت بهاء الله را با وجود انکار و اشتداد عداوت اعتراف کنند که فرید عصر و وحید دهر بود - ولی معترف بمقامات عالیه نیستند مگر مخلصین و مختارین -

و برهان دیگر نفس تعالیم بهاء الله که بکلی بینونت و اختلاف را از عالم انسانی براندازد - و وحدت و ائتلاف ابدی تاسیس نماید - مراجعت بالواح تجلیات و اشراقات و کلمات و بشارات و طرازات نمائید واضح و مشهود گردد که ملکوت جدید را چه تعالیمی که جسم علیل عالم را علاج سریع و شفای ابدی است - و قابل الانکار است - و چنین تعالیمی تابحال سبقت نیافت -

و برهان دیگر اینکه حضرت بهاء الله چنین امر عظیمی که صیتش آفاق را گرفت و در شرق بنهایت تمکن یافته و بارقهٔ صبح منیرش مانند شعاع آفتاب در انتشار است با وجود آنکه دول و ملل شرق مانع و معارض و بکمال قوت معترض بودند در این سجن شدید ظاهر و بلند و منتشر نمود - ملاحظه نما که ظهور چنین قدرت و قوتی تابحال سبقت یافته ؟ چه برهانی اعظم از این که در سجن اعظم خطابات شدید را بجمیع ملوک فرمود و اخبارات صریح از استقبال داد - و امپراطور اعظم در وقتیکه بنهایت اقتدار داشت تهدید بانقلاب سریع و سقوط تاج و انعدام و اضمحلال فرمود - و بعینه واقع گردید - و همچنین بسائر ملوک ارض - این الواح و خطاب در سجن صادر و واقع - ملاحظه فرما که باین قدرت و عظمت در حبس قاتلان و سارقان جلوه نمود - چه برهان اعظم از اینست - باری براهین بسیار فرصت تحریر ندارم -

واما برهان در نزد عوام نادان خوارق عادتست - مختصر اینست که از این قبیل خارق عادات از حضرت بهاء الله در السن و افواه بسیار و اگر بخواهند رسائل متعدده تالیف نمایند ولی خصم منکر را این برهان ساطع قاطع نیست -

لهذا ما خوارق عادات از حضرت بهاء الله روایت ننمائیم - زیرا خصم نیز از این قبیل روایات از آل موهومهٔ خود بیان کند و مستند بکتب و رسائل خویش گرداند لهذا ما برهان عقلی بیان کنیم تا از برای نفسی مجال انکار نماند و علیک البهاء الابهی -

(ع ع)

نطقِ مبارک

حضرت عبدالبہاء

هُوالله - ای حبیبِ محترم! آتش را لزوم ذاتی سوختن است و قوهٔ برقیه را لزوم ذاتی افروختن. آفتاب را لزوم ذاتی درخشیدنست و خاک را لزوم ذاتی قوهٔ رویئیدن. در لزوم ذاتی انفکاک جائز نه. چون تغییر و تبدل و تحول و انتقال از جائے بجائے از لوازم ذاتیه امکان است یعنی تتابع فصل ربیع وصیف و خریف و شتا و تبدلِ روز و شب از لوازم ذاتیه عالم ارضی است. پس هر بهاری را خریفی درپی و هر صیفی را شتائی درعقب و هر روزی را شبی و هر صبحے را شامے. وقتیکه اساس ادیانِ الٰهی بکلی منهدم و اخلاقِ عالمِ انسانی متغیر. اثری از نورانیتِ آسمانی نه. و محبت بین بشر مختل. ظلمتِ عناد و جدال و قتال و سرمای خمودت و انجماد حکمران بود و تاریکی احاطه نموده بود. حضرت بهاء الله مانند کوکبِ آفاق از مشرقِ ایران طالع شد انوارِ هدایتِ کبریٰ درخشید و نورانیتِ آسمانی بخشید و تعالیمِ بدیعی تاسیس فرمود. و فضائلِ عالمِ انسانی تاسیس کرد. و فیوضاتِ آسمانی ظاهر فرمود. و قوهٔ روحانیه باهر ساخت. و این اساس را در عالمِ وجود ترویج فرمود:-

(اولاً) تحری حقیقت — زیرا جمیع ملل بتقالیدِ عامیانه تشبث نموده اند و ازینجهت با یکدیگر در نهایت اختلاف و غایت نزاع و جدال اند. اما ظهورِ حقیقت کاشفِ این ظلماتست و سبب وحدتِ اعتقاد. زیرا حقیقت تعدد قبول نکند.

(ثانیاً) وحدتِ عالمِ انسانی. یعنی جمیع بشر کل مشمولِ الطافِ جلیلِ اکبر اند. بندگانِ یک خداوندند. و پرورده حضرت ربوبیت. رحمت شاملِ کل است و تاجِ انسانی زینتِ هر سر. لهذا باید جمیع طوائف و ملل خود را برادر یکدیگر دانند و شاخ و برگ و شگوفه و ثمرِ شجرهٔ واحده شمرند زیرا جمیع سلالهٔ حضرتِ آدم اند. و لئالیِ یک صدف. نهایت اینست که محتاجِ تربیت اند. نادانند جاهلاند. باید هدایت نمود. مریض اند باید معالجه کرد. طفلانند باید در آغوشِ مهربانی پرورش داد تا به بلوغ و رشد رسند. و جهلا لازم تا درخشنده و روشن گردند.

(ثالثاً) آنکه دین اساسِ الفت و محبت است. و بنیانِ ارتباط و وحدت. دین اگر سبب عداوت گردد. الفت نبخشد بلکه مورثِ کلفت گردد. عدمِ دین به از وجودِ آنست و تجرد از دین مرجح بر آن.

(رابعاً) دین و علم توام است. از یک دیگر انفکاک ننماید و از برای انسان دو بال است که بآن پرواز نماید.

جناحِ واحد کفایت نکند۔ ہر دینی کہ از علم عاری ست عبارت از تقالید است۔ و مجاز است نہ حقیقت۔ لذا تعلیم از فرائض دین است۔

(خامساً) آنکہ تعصب دینی و تعصب جنسی و تعصب سیاسی و تعصب وطنی ہادم بنیان انسانیت است۔ حقیقت ادیان الٰہی واحد است۔ زیرا حقیقت یکیست تعدد قبول نکند۔ و جمیع انبیاء در نہایت اتحاد ند۔ نبوت حکم آفتاب دارد۔ در ہر موسمی از نقطہ ای طلوع نماید۔ لذا ہر سلفی اخبار از خلف فرمودہ و ہر خلفی تصدیق سلف کردہ۔ (لا نفرق بین احدٍ من رسلہ۔

(سادساً) مساوات بین بشر است و اخوتِ تام۔ عدل و دین اقتضا مینماید کہ حقوقِ نوعِ انسانی جمیعاً محفوظ و مصون ماند و حقوقِ عمومی یکسان باشد۔ و این از لوازمِ ذاتیہ ہیئتِ اجتماعیہ است۔

(سابعاً) تعدیلِ معیشتِ نوعِ بشر است۔ تا جمیع از احتیاج نجات یافتہ ہر کس بقدر امکان و اقتضار در رتبہ و مکان راحت یابد۔ ہمچنانکہ امیر عزیز است و در نعمت مستغرق۔ فقیر نیز رزقِ یومی داشتہ باشد۔ و در ذلتِ کبریٰ نماند و از شدتِ جوع از عالمِ حیات محروم نگردد۔

(ثامناً) صلحِ اکبر است۔ باید از جمیع دول و ملل بانتخابِ عمومی محکمۂ کبریٰ تاسیس شود و اختلاف و آراء دول و ملل در آن محکمۂ کبریٰ فیصل یابد تا منتہی بجنگ نگردد۔

(تاسعاً) آنکہ دین از سیاست جدا است۔ دین را در امورِ سیاسی مدخلی نہ۔ بلکہ تعلق بقلوب دارد نہ عالمِ اجسام۔ رؤسائے دین باید بتربیت و تعلیم نفوس پردازند و ترویجِ حسنِ اخلاق نمایند و در امورِ سیاسی مداخلہ ننمایند۔

(عاشراً) تربیت و تعلیم و ترقی و رعایت و حرمتِ زنان است۔ زیرا زنان در زندگانی شریک و سہیمِ مردانند۔ و از حیثیتِ انسانی یکسانند۔

(حادی عشر) استفاضہ از فیوضاتِ روح القدس است۔ تا مدنیتِ روحانیہ تاسیس شود۔ زیرا مدنیتِ مادیہ تنہا کفایت نکند و سببِ سعادتِ انسان نشود۔ زیرا مدنیتِ مادیہ مانند جسم است و مدنیتِ روحانیہ مانند روح۔ جسم بی روح زندہ نگردد۔ (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم)

این نبذہ ای از تعالیم حضرت بہاءاللہ است و در تاسیس و ترویجِ آن نہایت مشقت و بلایا تحمل نمود۔ ہمیشہ مسجون و معذب بود و در نہایت تعب۔ ولی در زندان این ایوان رفیع را بنیان نہادند و تاریکی سجن باین نور برتو بر آفاق انداختند۔ بہائیان را نہایت آرزو اجرای این تعالیم است۔ و بجان و دل بکوشند کہ جانِ خویش را فدای این مقصد کنند تا نور آسمانی آفاقِ انسانی را روشن نماید۔ من بنہایت مسرورم کہ در این محفلِ محترم با شما گفتگو مینمایم و نہایت رجا دارم کہ این احساساتِ وجدانی من در نزدِ شما مقبول گردد۔ و در حقِ شما دعا مینمایم کہ بأعظم مراتبِ عالمِ انسانی موفق و مؤید گردید۔ ❁

پندی یکی از دانش آموزان کلاس اخلاقی

بیائید یاران زکین کین کشیم
که از دست این کینه در آتشیم

دماری برآورد این کین ز ما
که دودش برون شد ز هفتم سما

چرا دشمن جان یک دیگریم؟
مگر ما ز درندگان بدتریم!

چرا کینه گیریم بر جای دین
که ما را پریشان نماید چنین

زمانی بنام مهین کشوری
مکانی باسم وطن پروری

قرونی بوهم نسب بهتری
دهوری بخواب کهن رهبری

فریقی باوهام فضل و کمال
گروهی بحرص زر و سیم و مال

قلیلی بدیهیم و تخت و کلاه
غفیری بنام وزیر و سپاه

صفوف و الوفی بیاراستیم
ز ابنائے خود کینه ها خواستیم

گرفتیم جانهای ابدان خویش
فگندیم باجها بایوان خویش

فزون شد ز حد کین این کین ز ما
برون شد زیاد دین و آئین ما

زیانی جهانی ز کین است و بس
نجات بشر رد این است و بس

بباید تا کینه را بفگنیم
که در رنج این کهنه اهریمنیم

بباید تا زین گمان وا رهیم
که نوع بشر غیر یک دیگریم

بباید به اصل خود پی بریم
که از یک نژادیم و یک گوهریم

جهاندار ما را بمهر آفرید
هم از مهر و مه جمله را پرورید

بروح خداوندیش زنده ایم
بمهر جمالش فروزنده ایم

بعنصر مودة مظهر ذات حق
بمیزان الواح و آیات حق

درخت بشر سدره واحد است
اگر برگ و اثمار وی لا حد است

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم — اپریل سنہ ۱۹۴۲ع — نمبر چہارم

قُل

یوں عرض کر

یا الٰہی وسیّدی ومحبوب فؤادی ورجاء قلبی والمذکور فی ظاهری وباطنی اسئلك

اے میرے خدا! اے میرے آقا! اے میرے دل کے محبوب - اے میرے دل کی آرزو! اور اے وہ کہ میرے ظاہر و باطن میں تیری یاد بسی ہوئی ہے

باسمك الّذی انفق نفسهٗ فی سبیلك وحمل البلایا فی حبك واظهار امرك ان ترسل علی

میں تیرے اُس نام کے وسیلے جس نے اپنے آپ کو تیری راہ میں قربان کر دیا ہے اور تیری محبت میں اور تیرے امر کے اظہار میں مصیبتیں برداشت کی ہیں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ

هٰذه الدّیار نفحات قمیص رحمتك والطافك ای ربّ هٰؤلاء عبادك وهٰذه دیارك

ان بستیوں پر اپنی قمیص رحمت والطاف کی خوشبوئیں پھیلا دے - اے پروردگار! یہ لوگ تیرے بندے ہیں اور یہ بستیاں تیری ہیں - اگرچہ

ولو انّهم احتجبوا باهوآئهم وبها منعوا عن التوجه الی شطر فضلك والاقبال الی كعبة عرفانك

یہ لوگ اپنی نفسانی خواہشوں کے باعث حجابات میں گرفتار اور تیرے فضل کی جانب اور تیرے کعبۂ عرفان کی طرف توجہ کرنے سے محروم ہو رہے ہیں لیکن تو وہ ہے کہ تیری رحمت تمام کائنات پر

ولٰكن انت الّذی سبقت رحمتك الكائنات واحاط فضلك الممكنات اسئلك باسمك الباطن

چھائی ہوئی ہے اور تیرا فضل ممکنات پر محیط ہے - میں تیرے اسم باطن کے وسیلے جو تیری سلطنت لے کر ظاہر ہوا ہے اور تو نے

الّذی ظهر بسلطانك وجعلته مهیمنًا علی من فی ارضك وسمائك ان لا تدع هٰؤلاء باهوائهم انزل

اُسے اپنی زمین و آسمان کے باشندوں پر غالب بنایا ہے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو ان کی نفسانی خواہشوں میں نہ چھوڑ

علیهم ما یجعلهم مقبلین الی شطر عنایاتك وناظرین الی وجهك فانظر الیهم یا الٰهی بلحظات رحمانیتك

ان پر وہ چیز نازل فرما جو انھیں تیری عنایت کی سمت بڑھنے والے اور تیرے چہرۂ جمال کی جانب متوجہ بنا دے - اے خدا ان کی طرف اپنی رحمانیت کی نظر فرما - اور

وخذ ایادیهم بقدرتك وسلطانك اخرج یا الٰهی من جیب عنایتك ید قدرتك وبها اخرق الحجبات

اپنی قدرت و قوت سے اُن کی دستگیری کر - اے میرے خدا! اپنی جیب عنایت سے اپنی قدرت کا ہاتھ نکال اور اپنے دستِ قدرت سے ان پردوں کو

الّتی حالت بینهم وبینك لیسرعنّ كل الی شریعة قربك ولیطوفنّ حول ارادتك ومشیتك

چاک کر دے جو ان کے اور تیرے درمیان حائل ہو گئے ہیں تاکہ سب کے سب تیری راہِ قرب کی طرف دوڑ پڑیں اور تیرے ارادہ و مشیت کا طواف کریں -

ولو تطردهم من یخلّصهم من النّار یا نور السّمٰوات والارضین

اگر تو انھیں دھتکار دیگا تو اے آسمانوں اور زمینوں کے نور! انھیں آگ سے کون چھڑا ئے گا -

پادشاہانِ زمین

(سلسلہ کے لئے دیکھیں پیامبر مارچ سنہ ۱۹۴۲ء)

حضرت شوقی ربّانی کے قلم سے

اے ملکۂ لندن! اپنی خواہش کو چھوڑ دے اور دل سے اپنے مولائے قدیم کی طرف متوجہ ہو۔ ہم تجھے محض خدا کے لئے نصیحت کرتے ہیں اور ہم پسند کرتے ہیں کہ آسمان وزمین بنانے والے پروردگار کی یاد میں تیرا نام بلند ہو۔ بیشک وہ میری باتوں کا گواہ ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو نے غلام اور لونڈیوں کی خرید وفروخت ممنوع قرار دی ہے۔ خدا نے اس نئے ظہور میں یہی حکم دیا ہے۔ خدا نے اس کام کی جزا تیرے لئے لکھدی ہے۔ بیشک وہ اچھے کام کرنے والوں کو پورا بدلہ دینے والا ہے اگر تو اس پیغام کی پیروی کرے جو خدائے علیم وخبیر کی جانب سے تجھے بھیجا گیا ہے۔ یقیناً وہ شخص جس نے آیات نازل کرنے والے خدا کی طرف سے اپنے پاس بیّنات آنے کے بعد روگردانی کی اور تکبّر سے کام لیا خدا اُس کے عمل کو اکارت کردے گا۔ بیشک وہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

ہم نے سُنا ہے کہ تو نے زمامِ مشاورت جمہور (پارلیمنٹ) کے ہاتھوں میں دیدی ہے۔ یہ تو نے خوب کیا۔ کیونکہ جمہوریت کے ذریعے ہی تمام کاموں کی بنیادیں مضبوط ہونگی اور تیرے زیرسایہ رہنے والے سب ادنیٰ اور اعلیٰ لوگوں کے دل اطمینان پائینگے۔ لیکن اس جمہوری پارلیمنٹ کے ممبروں کو خدا کے بندوں میں امانت دار ہونا چاہیئے اور انھیں اپنے آپ کو تمام روئے زمین کا وکیل سمجھنا چاہیئے یہ وہ بات ہے جو خدای قدیر وحکیم کی طرف سے لوح میں اُن سے کہی گئی .... مبارک ہے وہ جو پارلیمنٹ میں محض خدا کے لئے جاتا ہے اور خالص انصاف کے ساتھ لوگوں میں حکم کرتا ہے۔ بیشک وہ کامیاب انسانوں میں سے ہے۔ ....

اے ملکہ! تو خدا کی طرف متوجہ ہو اور کہہ۔ اے میرے مالک! میں مملوک ہوں اور تو تمام بادشاہوں کا مالک ہے۔ میں اُمید کے ہاتھ تیرے آسمانِ فضل وبخشش کی طرف اُٹھاتی ہوں۔ مجھ پر اپنے ابرِ کرم سے وہ چیز نازل کر جو مجھے تیرے سوا ہر ایک سے الگ کردے۔ اور مجھے تیرے قریب کردے۔ اے پروردگار! میں تجھ سے تیرے اس نام کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں جس کو تو نے تمام ناموں کا بادشاہ اور زمین وآسمان کے لئے اپنی ذات کا مظہر بنایا ہے کہ تو ان پردوں کو چاک کردے جو میرے لئے تیرے مطلعِ آیات اور مشرقِ وحی کی شناخت میں حائل ہیں۔ بیشک تو قدرت والا غالب اور کرم کرنے والا ہے۔ اے پروردگار! تو مجھے اپنے دنوں میں اپنی قمیصِ رحمانیت کی خوشبوؤں سے محروم نہ رکھ۔ تو میرے لئے وہی لکھدے جو تو نے اپنی ان کنیزوں کے لئے لکھا ہے جو تجھ پر اور تیری آیات پر ایمان لائی ہیں

اور تیرے عرفان سے فائز ہوئی ہیں۔ اور اپنے دل سے تیرے اُفقِ امر کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں۔ بیشک تو تمام جہانوں کا مالک اور سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنی کنیزوں میں اپنے ذِکر کی توفیق دے۔ پھر میری طرف سے ان باتوں کو قبول کر اور اپنے بندوں میں اپنے امر کی نصرت کی توفیق دے۔ پھر میری طرف سے ان باتوں کو قبول فرما جو تیرے چہرۂ جمال کی روشنیوں کے طلوع کے وقت میرے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ نور اور عظمت تیرے ہی لئے ہے لے وہ کہ تیرے ہاتھوں میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت کی جان ہے۔"

کتابِ اقدس جو اس ظہورِ اعظم کی مقدس ترین کتاب ہے اسمیں حضرت بہاء اللہ جرمنی کے شہنشاہ ولیم اوّل کو خطاب کر کے فرماتے ہیں "کہہ اے بادشاہ برلن۔ اس ندا کو سُن جو اس ہیکلِ مبین سے بلند ہے۔ بیشک کوئی خدا نہیں بجز میرے جو ہمیشہ رہنے والا۔ بے ہمتا اور قدیم ہوا دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ غرور اور تکبر تجھے مشرقِ ظہور کے پہچاننے سے روکے۔ دنیوی خواہشیں پردہ بن کر تجھے عرش و کرسی کے مالک سے دور نہ رکھیں۔ قلمِ اعلیٰ تجھے اس طرح نصیحت کرتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ تیرا پروردگار نہایت مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ کیا تجھے وہ شخص (نپولین سوم) یاد ہے جو طاقت میں تجھ سے کہیں زیادہ تھا اور جس کا درجہ تیرے درجہ سے بڑا تھا۔ اب وہ کہاں ہے؟ وہ چیزیں کیا ہوئیں جن کا وہ مالک تھا؟ عبرت پکڑ اور ان میں سے مت ہو جو غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اس نے (نپولین سوم نے) خدا کی لوح کو جسمیں ہم نے اُسے اس ظلم سے آگاہ کیا تھا جو اہلِ ظلم نے ہم پر کئے تھے، پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا تھا۔ پس ذلت نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور وہ نہایت نقصان کے ساتھ سپردِ خاک ہوا۔ اے بادشاہ! اُس کی حالت پر غور کر اور اُن کی حالت پر بھی غور کر جنھوں نے تیری طرح ملک فتح کئے تھے اور انسانوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ خدائے رحمٰن محلوں سے اُنھیں قبروں میں لے گیا۔ متنبہ ہو اور سوچنے والا بن"۔ اسی کتاب میں آگے چل کر عجیب و غریب پیشینگوئی ہے:۔ "اے دریائے رھائن کے کنارو۔ میں تمھیں خون سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں۔ کیونکہ جزا کی تلواریں تمھارے خلاف کھینچی گئی ہیں۔ اور تیری ایک دفعہ پھر باری ہے۔ ہم برلن کے آہ و نالے سن رہے ہیں۔ اگرچہ آج وہ ظاہر جاہ و جلال میں ہے"۔

پھر کتاب اقدس میں شہنشاہ فرانسس جوزف سے خطاب کر کے فرمایا ہے:۔

"اے آسٹریا کے شہنشاہ! جس وقت تو مسجدِ اقصیٰ (یروشلیم) دیکھنے کے لئے آیا۔ وہ جو خدا کے انوار کا مطلع ہے عکا کے قید خانہ میں قید تھا۔ تو اُس کے پاس سے ہو کر گذرا مگر تو نے اس کے متعلق دریافت نہ کیا۔ جس کے ذریعے ہر گھر کی عزت بلند ہوئی اور ہر ایک بلند دروازہ کھول دیا گیا۔ بیشک ہم نے اسے (یروشلیم کو) ایک ایسا مقام بنایا تھا جس کی طرف تمام دنیا لوٹتی تھی اور میری یاد کرتی تھی۔ تو نے سے جو اس یاد کا مقصد و مدعا ہے رد کیا جب وہ تیرے اور تمام جہانوں کے پروردگار اور خدا کی ملکوت کے ساتھ ظاہر ہوا۔ ہم ہر وقت تیرے ساتھ تھے اور ہم نے تجھے اصل سے غافل مگر فرع سے متمسک پایا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں تیرا پروردگار اس کا گواہ ہے۔ ہم تجھے اپنے نام کا طواف کرتے اور خود ہم سے غافل دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اگرچہ ہم تیرے چہرے کے سامنے تھے۔ اپنی آنکھیں کھول تاکہ تو اس اُفقِ اعلیٰ کو دیکھے اور اس کو پہچانے جس کا نام سلئے کر تو دن اور رات دعائیں مانگتا ہے اور اس نور کا نظارہ کرے جو اس روشن اُفق کے اوپر چمک رہا ہے"۔

سورۃ ملوک میں سلطان عبدالعزیز کو ان الفاظ میں خطاب فرمایا ہے:۔ "سن اے بادشاہ! اس کی بات سن جو ہمیشہ سچ بولتا ہے

وہ تجھ سے وہ چیزیں نہیں مانگتا جو خدا نے تجھے عطا کی ہیں۔ جو بلا پس وپیش صراطِ مستقیم پر چلتا ہے۔ وہ تجھے تیرے پروردگار خدا کی طرف بلاتا ہے۔ تجھے سیدھا راستہ دکھاتا ہے وہ راستہ جو سچی فلاح پر منتج ہوتا ہے تاکہ شاید تو ان میں سے ہو جائے جن کے ساتھ بھلائی کی جائے گی .... وہ جو اپنے آپ کو بالکل اپنے خدا کی راہ میں دے دیتا ہے۔ بیشک خدا اُس کا ساتھ دیتا ہے اور وہ جو اپنا پورا پورا بھروسہ خدا پر رکھتا ہے بیشک خدا اُسے ہر آفت سے بچائے گا اور ہر بُرے سازش کرنے والے کی شرارت سے محفوظ رکھیگا۔

اگر تو میری بات سنے اور میرے مشورہ پر چلے خدا تجھے ایسا بلند و بالا درجہ عطا کرے گا کہ تمام زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کی یہ طاقت نہ ہوگی کہ تجھے چھو سکے یا ضرر پہنچا سکے۔ اے پادشاہ! اپنے سارے دل اور سارے وجود کے ساتھ خدا کے احکام پر عمل کر اور اُن کی راہ میں مت چل جو ظالم ہیں۔ اپنی رعایا کے اُمور کی باگ ڈور کو خود اپنے ہاتھوں میں مضبوطی کے ساتھ پکڑ اور بذاتِ خود اُن کے معاملات کی دیکھ بھال کر۔ کوئی امر بھی تیری توجہ کے بغیر نہ رہے کیونکہ اسی میں تیری سب سے بڑی بہتری مخفی ہے۔

خدا کا شکر کر کہ اس نے تجھے تمام دنیا میں سے چُن لیا اور اُن پر بادشاہ بنایا جو اُسی دین کے پیرو ہیں جس کا تو خود پیرو ہے۔ تیرے لئے واجب ہے کہ تو خدا کی اُن عنایات کا شکریہ ادا کرے جو خدا نے تجھ پر کی ہیں اور ہمیشہ اس کے نام کو بلند کرے۔ تو اس کی سب سے بڑی شکر گذاری اس طرح کر سکتا ہے اگر تو اُن کو پیار کرے جو اُس کے پیارے ہیں اور اس کے بندوں کو دغابازوں کی شرارت اور مکر و حیلے سے بچائے تاکہ اس کے بعد پھر کوئی انھیں نہ ستائے۔ پھر تو کمرِ ہمت باندھ کر اُٹھ اور اُن کے درمیان خدا کی شریعت کو جاری کر تاکہ تو اُن میں سے ہو جائے جو نہایت استقامت کے ساتھ شریعت اللہ پر قائم ہیں۔

اگر تو عدل و انصاف کے دریاؤں کے پانی کو اپنی رعایا کے درمیان پھیلا دے تو اس میں شک نہیں کہ خدا ظاہر و غائب افواج سے تیری مدد کرے گا۔ اور تیرے امور میں تجھے تقویت دیگا۔ کُل کائنات اور سلطنت اس کی ہیں۔ مومنوں کے اعمال اُسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

اپنے خزانوں اور اپنی دولت پر بھروسہ نہ رکھ۔ اپنا سارا بھروسہ اپنے پروردگار خدا کے فضل پر رکھ۔ جو کچھ تو کرے تیرا بھروسہ اور توکّل اُس پر ہو اور تو اُن میں سے ہو جا جو اُس کی رضا کے آگے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ایسا کر کہ خداوند خدا خود تیرا مددگار بنے اور تجھے اپنے خزانوں سے مالا مال کرے۔ اُسی کے پاس آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں۔ جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اخذ کر لیتا ہے۔ کوئی خدا نہیں بجز اُسکے جو سب کا مالک اور سب کا معبود ہے۔ اُس کی دہلیز رحمت کے سب فقیر ہیں اور اُس کی قُدرت کے ظہور کے سامنے سب عاجز اور اس کی عنایات کے متمنّی۔ ــــ اعتدال کی حد سے آگے قدم نہ رکھ اور جو تیری خدمت کرتے ہیں اُن سے انصاف کا برتاؤ کر۔ اُن کی ضروریات کے مطابق اُنھیں عطا کر۔ اتنا نہ دے کہ وہ دولت کو جمع کرنے لگیں۔ جس سے وہ اپنے جسموں کو زینت دیں۔ اپنے گھروں کو سجائیں اور وہ چیزیں حاصل کریں جو اُن کے لئے فائدہ مند نہیں ہیں اور وہ فضول خرچی کرنے والوں میں شمار ہوں۔ خالص عدل کے ساتھ اُن سے سلوک کر تاکہ نہ اُن میں سے کوئی عسرت کی زندگی بسر کرے اور نہ کوئی عیش و عشرت میں اپنی زندگی ضائع کرے۔ یہ ہے صریح عدل۔ رذیل کو شریف اور قابل عزت لوگوں پر حاکم مت بنا۔ اہل دل اور عقلمند لوگوں کو ذلیل اور بے کار شخصوں کے رحم پر مت چھوڑ۔ یہ ہم نے دیکھا جب ہم شہر (قسطنطنیہ) میں آئے اور ہم اسکے گواہ ہیں .... خُدا کے ترازوی عدل کو اپنے سامنے رکھ اور پھر تو ہر روز اُس آدمی کی طرح جو خدا کے حضور میں کھڑا ہو اپنی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر دن کے

اعمال کو اُس ترازو میں تول۔ اس سے پیشتر کہ تو حساب دینے کے لئے بُلایا جائے خود اپنا حساب آپ کر۔ کیونکہ اُس دن کسی شخص میں خدا کے خوف سے کھڑے رہنے کی قوت نہ ہوگی اور وہ دن ایسا دن ہوگا جس دن غافلوں کے دل کانپ رہے ہونگے۔

"زمین پر تو خدا کا سایہ ہے۔ پس اُن کاموں کے کرنے کی کوشش کر۔ جو اتنی بڑی شان کے شایاں ہوں۔ اگر تو اُن چیزوں کی پیروی کرنے سے قاصر رہا جو ہم نے تیرے لئے نازل کی ہیں اور تجھ تک پہنچائی ہیں تو تو بلاشک اُس بڑی اور بیش قیمت عزت سے ذلت کی طرف گر یگا۔ توبہ کر اور خدا سے پورا پورا تمسک کر اور اپنے دل کو دنیا اور اس کے دھوکوں سے پاک کر اور اُسمیں کسی غیر کی محبت کو جگہ نہ دے جب تک تو اپنے دل کو ایسی محبت کے ہر شائبہ سے پاک نہ کریگا اُسوقت تک خدا کے نور کا پرتو تجھ پر نہ پڑے گا۔ کیونکہ خدا نے کسی کو بھی ایک دل سے زیادہ دل نہیں دیا۔ بیشک یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اُس کی قدیم کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ چونکہ خدا نے انسان کو ایک ہی دل دیا ہے اس لئے تجھے واجب ہے کہ تو خبردار رہے کہ اس کی محبت بھی ایک ہی رہتی ہے۔ پس اپنے دل کی ساری محبت سے اس کی محبت کر اور اس کی محبت کے سوا ہر ایک کی محبت اس میں سے نکال دے۔ تاکہ وہ تجھے اپنی توحید کے سمندر میں غوطہ ور کرے اور تجھے اپنی وحدت کا سچا مددگار بنائے۔ ....

ظالم کو چاہیے کہ ظلم سے باز آئے

"اے بادشاہ! جو کچھ ہم نے تجھے مخاطب کر کے کہا ہے اُسے خوب غور سے سُن۔ ظالم کو چاہیئے کہ اپنے ظلم سے باز آئے اور اپنے ہم مذہبوں میں سے اُن کو الگ کر دے جو بے انصافی کرتے ہیں۔ خدائی راستی کی قسم! جو دُکھ اور مصائب ہم نے سہے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ جو قلم ان کو لکھنے لگیگا وہ درد و کرب سے بیتاب ہو جائے گا۔ ان میں سے کوئی بھی جو سچے دل سے توحید خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا حامی ہے ان کے بیان کے بوجھ کو برداشت نہ کرسکیگا۔ ہمارے مصائب اس قدر زیادہ اور سخت ہیں کہ ہمارے دشمن بھی ہم پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں اور ان کے علاوہ ہر عقلمند کی آنکھیں زار و قطار رو رہی ہیں۔ یہ سب ظلم ہم پر ڈھائے گئے۔ حالانکہ ہم نے تجھے آگاہ کیا اور لوگوں کو تیرے سایہ تلے آنے کا حکم دیا تاکہ تو اُن کے لئے جو توحید الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے حامی ہیں ایک طاقتور پناہ گاہ بن جائے۔

اے بادشاہ! کیا میں نے کبھی تیرے حکم نہیں مانے؟ کیا میں نے کبھی تیرے قوانین کی خلاف ورزی کی؟ عراق میں تیرے نمائندوں میں سے کوئی ثبوت پیش کرسکتا ہے کہ میں نے کبھی ملک کے قوانین کی اطاعت نہیں کی؟ نہیں۔ اس خدا کی قسم جو سب جہانوں کا خدا ہے! ہم نے ایک لمحہ بھر کیلئے بھی قوانین ملک سے سرتابی نہیں کی۔ اور نہ ہی تیرے عمال کے خلاف کچھ کیا۔ انشاءاللہ ہم کبھی تیرے خلاف نہ ہونگے اگرچہ ہم پر اِن سے بھی سخت مصیبتیں آئیں جو اس وقت تک ہم پر آچکی ہیں۔ روز و شب۔ صبح و شام ہم خدا سے تیرے لئے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ مہربانی کے ساتھ تیری مدد کرے کہ تو اس کا مطیع ہو اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرے کہ وہ تجھے بُرے آدمیوں کے گروہوں سے بچائے۔ پس جو تو مناسب سمجھے وہ کر اور ہمارے ساتھ وہ سلوک کر جو تیری شان اور سلطنت کے شایاں ہے۔ جو کام تو اس وقت کرے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے کرنے میں شریعت اللہ کو کبھی مت بھول۔ کہہ تعریف ہو اس خدا کی جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

(باقی باقی)

مطالعُ الانوار یا "ڈان بریکرز"

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب وہ بڑا اور بزرگ دین جس کے لئے حضرت باب نے راستہ تیار کیا تھا اپنی قوت وسعت کو ظاہر کرنے لگا۔ اگرچہ حضرت بہاء اللہ ساری عمر جلاوطنی اور قید میں رہے۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں آپ نے صعود فرمایا اور بہت ہی کم اہل یورپ نے آپ کو دیکھا مگر آپ کی الواح نئی آمد کی خوشخبری کے ساتھ نئی اور پرانی دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کے پاس پہنچائی گئیں۔ شاہ ایران۔ پوپ اعظم اور ایالات متحدہ امریکہ کے پریزیڈنٹ کو بھی الواح بھیجی گئیں۔ آپ کے صعود کے بعد آپ کے فرزند حضرت عبد البہاء بنفسِ نفیس اس بشارت کو مصر اور مغرب میں دور دور تک پہنچانے کے لئے انگلستان۔ فرانس۔ سوئیزرلینڈ۔ جرمنی اور امریکا میں گئے۔ اور ہر جگہ اس بات کا اعلان کیا کہ آسمانوں کے دروازے پھر کھولے گئے ہیں۔ اور ایک نئی وحی اور ایک نیا دَور بنی نوع انسان کو برکت دینے کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ آپ نے نومبر ۱۹۲۱ء میں صعود فرمایا اور آج وہ آگ جو ایک وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بالکل ٹھنڈی کر دی گئی ہے ایک دفعہ پھر چمک اٹھی اور ایران کے ہر حصے میں روشن ہے۔ براعظم امریکا میں جل رہی ہے اور دنیا کے ہر ملک میں شعلہ زن ہے۔ حضرت بہاء اللہ کے الہامی کلام اور حضرت عبد البہاء کے مستند بیانات پر بہت سی کتابیں ان کی شرح یا شہادت کے طور پر لکھی گئی ہیں۔ اخلاقی اور روحانی اصول جن کا حضرت بہاء اللہ نے برسوں پہلے تاریک ترین مشرق میں اعلان فرمایا تھا اور جنہیں آپ نے ایک مربوط سکیم کے سانچہ میں ڈھالا تھا اب ایک ایک کر کے دنیا میں تمدن و ترقی کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اگرچہ لوگ اُن کے بنانے والے سے آگاہ نہیں ہیں۔ اس بات کے احساس نے کہ دنیا قدیم حالات کو پیچھے چھوڑ آئی ہے اور پرانی ہدایت اسے موجودہ اضطرار سے پار نہیں گذار سکتی عقلمند لوگوں کو یاس اور شک سے بھر دیا ہے۔

سوائے ان لوگوں کے کہ جو حضرت بہاء اللہ کی تاریخ میں اس ہمارے زمانہ کی نئی نئی اور فوق العادہ باتوں اور نشانات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

امر کو شروع ہوئے قریباً تین نسلیں ہو چکی ہیں۔ اس کے اوّلین ماننے والے جو تلوار اور سولی سے بچ گئے تھے عمرِ طبعی پا کر گذر چکے ہیں اس کے دو بڑے بانیوں اور اُن کے شجیع شاگردوں کے بارے میں ان کے زمانہ کے حالات معلوم کرنے کے دروازے بند ہو چکے ہیں اس لئے نبیل کی تاریخ جو آپ نے صداقت کے مفاد کو مدنظر رکھکر نہایت دیانت داری سے لکھی ہے اور جو حضرت بہاء اللہ کی زندگی کے دَوران میں ہی پوری ہو گئی تھی اب بے مثل و بے نظیر حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت باب کے اعلان کے وقت ہمارا مصنف صرف ۱۳ سال کا تھا۔ آپ ۱۸ صفر ۱۲۴۷ھ کے دن ایران کے گاؤں زرند میں پیدا ہوئے تھے۔ اپنی ساری عمر آپ اس امر کے بانیوں کے ساتھ رہے اگرچہ آپ بچہ ہی تھے مگر آپ ملا حسین کے ہمراہیوں میں شامل ہونے کے لئے شیخ طبرسی جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر وہاں بابیوں کے قتلِ عام ہونے کی خبر نے آپ کے ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا۔ آپ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ طہران میں حضرت باب کے ماموں حاجی میرزا سید علی سے ملے جو اس وقت حضرت باب سے قلعہ چہریق میں ملاقات

کر کے واپس آئے تھے۔ آپ کئی سال تک حضرت باب کے کاتب میرزا احمد کے ہمراہ رہے۔

عراق کو جلاوطنی سے پہلے آپ کرمانشاہ اور طہران میں حضرت بہاء اللہ کے حضور میں مشرف ہوتے۔ اور پھر بغداد۔ اڈریانوپل۔ اور سجن عکّا۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہے۔ آپ کئی دفعہ تبلیغ امر کے لئے اور مظلوم و منتشر احباب کی ہمّت افزائی کے لئے ایران بھیجے گئے۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں جب حضرت بہاء اللہ کا صعود ہوا تو آپ عکّا۔ میں تھے۔ آپ کی وفات نہایت رقّت انگیز اور دلخراش طور پر ہوئی۔ محبوبِ عالمیان کی وفات نے آپ پر ایسا سخت اثر کیا کہ رنج سے مغلوب ہوکر آپ نے اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دیا جہاں آپ ڈوب گئے اور آپ کی نعش سمندر سے بہکر عکّا کے کنارے آلگی۔

آپ کی تاریخ سنہ ۱۸۴۴ء سے شروع ہوتی ہے جب حضرت بہاء اللہ کے چھوٹے بھائی میرزا موسیٰ آپ کے ساتھ تھے۔ یہ قریبًا ڈیڑھ سال میں ختم ہوئی اور مسودہ کے کچھ حصہ پر تو حضرت بہاء اللہ نے نظر ثانی فرمائی اور کچھ پر حضرت عبدالبہاء نے۔

آپ کی کُل کتاب امر کی تاریخ کو سنہ ۱۸۹۲ء یعنی حضرت بہاء اللہ کے صعود کے وقت تک بیان کرتی ہے۔ اس تاریخ کا پہلا حصہ جسمیں حضرت بہاء اللہ کے ایران سے جلاوطن ہونے تک کا حال ہے اس جلد میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ یہ کتاب عمل کی اُن ہیجان انگیز عبارات اور شجاعت و ایمان کے بولتے ہوئے بیانات کے لئے اتنا نہ پڑھی جائے گی جتنا یہ اس اہمیت کی خاطر پڑھی جائے گی جو اِن واقعات کو حاصل ہوئی۔ اور جو اس میں ایسی عمدگی سے ثبت ہے۔

(باقی آئندہ)

برقِ تجلّی

(۱) وجودِ غیر سے جب کوئی دِل بُت خانہ ہوتا ہے
شہودِ جلوۂ معبود سے بیگانہ ہوتا ہے

(۲) تصوّرِ غیر کا جسمیں قدم رکھنے نہیں پاتا ؎
وہی دِل جلوۂ دلبر کا خلوت خانہ ہوتا ہے

(۳) وہ آکر بزمِ اُلفت میں دکھا جاتے ہیں اِک جلوہ
کوئی مدہوش ہوتا ہے کوئی دیوانہ ہوتا ہے

(۴) کسی کی آنکھ میں برقِ تجلّی جگمگاتی ہے ؎
کسی کا جذبۂ گفتار مجذوبانہ ہوتا ہے

(۵) نہ گِرتا ہے نہ جلتا ہے نہ مرتا ہے نہ مٹتا ہے
جمالِ شمعِ لافانی کا جو پروانہ ہوتا ہے

(۶) تجلّی دیکھنے پائیں تو کیسے؟ ہم نہیں ہوتے
ہمارے سامنے جب جلوۂ جانانہ ہوتا ہے

(۷) دلوں سے جب محبّت کی کشش معدوم ہوتی ہے
تو انسانوں کا ہر مجمع بس اک ویرانہ ہوتا ہے

(۸) جہاں ارواح میں ہوتا ہے باہم جذبِ روحانی
زمیں پر جنّت الفردوس وہ کاشانہ ہوتا ہے (علی)

بشارت و مناجات

اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

جگ چلتا پھرتا سایا ہے اِک خواب و خیال کی مایا ہے
جو آج ہے اور کل کچھ بھی نہیں کیوں اُس پر دھوکا کھایا ہے
کیوں خاک کو سمجھا گھر اپنا۔ ہے عرش بریں تیری منزل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

خواب اور خیال اور وہموں میں خود کو سمجھا خوش فہموں میں
خوش فہمی کے معنیٰ یہ نہیں کہ چکر کھائے وہموں میں
بے خود فہمی کے خوش فہمی۔ وہم فاسد۔ زعمِ باطل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

اِک ذرۂ لاشی کے بھی سمجھنے سے کل دنیا قاصر ہے
اُس ذات کو کوئی کیا سمجھے اوّل ہے نہ جس کا آخر ہے
بھید اُس کی قدرت کا کوئی سمجھا۔ نہ سمجھنے کے قابل
اے تن اے من اے جاں اے دِل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

ہر باطن سے باطن ہے وہ ہر ظاہر سے ظاہر ہے وہ
خود اُس کی سمجھ سے کام تو لے سمجھانے پر قادر ہے وہ
مایوس نہ ہو کوئی مشکل۔ اُس کے نزدیک نہیں مشکل
اے تن اے من اے جاں اے دِل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

اے خالقِ ہستی کل عالم اے مالکِ حسن و جمالِ قِدم
اے شمس غنا دریائے کرم مقصودِ رُسل۔ موعودِ اُمم!
یَا ظَاہِرُ بِالاِسْمِ الاَعْظَم اب لطف و عنایت ہو شامل
اے تن اے من اے جاں اے دِل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

سب اہلِ جہاں بدحال ہوئے غفلت کے سبب پامال ہوئے
خونریزی کا یہ عالم ہے دریا کے دریا لال ہوئے
دیوانگی بڑھتی جاتی ہے انجام و مآل سے ہیں غافل
اے تن اے من اے جاں اے دِل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

اِک قطرہ تیری رحمت کا دوزخ کو بجھا دینے والا
اِک شعلہ تیری محبت کا کونین کی دولت سے بالا
کشتیِ جہاں گرداب میں ہے ساحل سے اِسے کر دے واصل
اے تن اے من اے جاں اے دل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

ترے عدل سے کل شاہانِ جہاں۔ مبہوت ہوئے اور لرزہ بجاں
ترے امر سے کل اقوام و امم انگشت بدنداں اور حیراں
ترے بھید سے ہر عارف ناداں ترے علم سے ہر عالم جاہل
اے تن اے من اے جاں اے دِل
کب تک جھوٹے جگ پر مائل

احمدؔ اس دورِ قیامت میں قیّوم کی حمد و ثنا کیجے
دنیا کو بشارتِ حق دیجے اور اُن کے حق میں دُعا کیجے
اور اہلِ بہا کو کہیے مبارکباد یہ نورانی محفل
اے تن اے من اے جاں اے دل کب تک جھوٹے جگ پر مائل

کیا دین ناقابلِ تغیّر یا آخری ہو سکتا ہے؟

محترمہ شیریں فوجدار کے قلم سے

دینی تعصب کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگ دینوں کو عظیم الشان محرک عمل واقعات ہونے کی بجائے نفقط تاریخی واقعات خیال کرتے ہیں۔ مختلف دینوں کے ماننے والوں کے درمیان سخت دشمنی پھیل رہی ہے۔ اس دشمنی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہر ایک دین کا ماننے والا اپنے دین کو دوسرے سب دینوں سے نرالا اور اعلیٰ سمجھتا ہے۔ اگر دین کو علمی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے کہ دین نوعِ انسان کی ترقی میں کس قدر محرک عمل ہے اور اس علم کے ساتھ ہی لوگوں میں ایک دوسرے کے دین کے ساتھ رواداری اور بردباری کرنا پیدا ہو جائے۔

جب کبھی بھی ایک سچی روحانی قوت انسانوں کی زندگیوں پر مؤثر ہوتی ہے تو یہ قوت ایک سچا دین ہوتی ہے جس کی ہم سب کو عزت کرنی چاہیے۔ اور جب کوئی دین فقط رسوم و رواج کا ایک بنڈل بن کر رہ جاتا ہے تو وہ دین اپنا اصلی عمل کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔

دین کا اصلی مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں خدا کی ہستی کا یقین پیدا کیا جائے۔ ان میں مشیتِ الٰہی کے سامنے تسلیم ہونے کی خصلت پیدا کی جائے اور خدائی اخلاق و صفات کے ذریعے دلوں کو زندہ کیا جائے۔

دین دنیا میں محض اتفاقاً پیدا نہیں ہوتے۔ یہ روحانی طور پر ارتقائے انسانی کے غیر منقطع سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جب کبھی ایک دین اپنا کام پورا کر چکتا ہے تو فوراً دوسرا دین ظاہر ہو جاتا ہے اور اپنے ساتھ امید اور اطمینان کا پورا پیمانہ لاتا ہے۔ روحانی قوت سے بھرپور ہوتا ہے جس سے یہ اپنے ماننے والوں کی زندگیوں کو نئے سانچوں میں ڈھالتا ہے اور انھیں دوبارہ حیوانی عادتوں کی طرف رجوع کرنے سے روکتا ہے۔

بنیادی طور پر تمام دین ایک ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ حق مختلف اور متصادم نہیں ہو سکتا۔ تمام انبیاء اور اوتاروں کا مقصد ایک تھا۔ کسی ایک نبی یا اوتار کی دوسرے نبی یا اوتار سے دشمنی نہ تھی۔ خدا کی عبادت اور بندوں کی محبت سب میں ایک سی تھی۔ اور کامل انقطاع کے سبب اُن کی زندگیاں انسان میں صفاتِ الٰہی کے جلوہ دکھانے کی پاک صاف آئینوں کی مانند تھیں۔

جیسے جیسے نوع انسانی ترقی کرتی جاتی ہے یہ نئے اور اعلیٰ وحی کے سمجھنے کی استعداد حاصل کرتی جاتی ہے۔ جوں جوں اس کی استعداد لگاتار بڑھتی جاتی ہے توں توں وقتاً فوقتاً اس کی روحانی زندگی کے اصول پر عمل کرنے کی لیاقت کم ہوتی جاتی ہے۔ گویا عمل اور ردِ عمل کا ایک سلسلہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور رہے گا۔ پس جب کبھی ردِ عمل اپنی انتہائی حد تک پہنچ جاتا ہے تو خدا کا پیغامبر ظاہر ہوتا ہے تاکہ وہ انسانوں کے بجھے ہوئے دلوں کو دوبارہ جلا کرے۔ جس سے ان میں صفاتِ الٰہیہ کے انعکاس قبول کرنے کی قوت پیدا ہو۔ ہر ایک بڑے دین کے بانی نے اپنے ماننے والوں کو آگاہ کیا۔ اس نے انھیں رجعت یا دوبارہ آنے کی خوشخبری دی۔ اور انھیں نصیحت کی کہ

جب کبھی حق دوبارہ ظاہر ہو اُسے قبول کرنا۔ اور یہ بھی کہا کہ حق کا دوبارہ ظاہر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ دین کا رسوم و رواج بن جانا اور بگڑ کر انسانی خواہشاتِ نفسانی کا مجموعہ ہو کر رہ جانا لازمی ہے۔

گذشتہ ادیان کی تاریخ ہمارے اس بیان کی گواہ ہے۔ سری کرشن بھگوان کے آنے سے پہلے ہندوستان دھرم سے خالی نہ تھا۔ مگر چونکہ پرانے رشیوں اور اوتاروں کی روشنی اب انسانوں کے دلوں کو روشن نہ کر سکتی تھی اس لئے سری کرشن بھگوان نے جنم لیا۔ اور آسمانی وحی کی بانسری سے انسانی دلوں کو اپنا متوالا بنایا۔ اور انھیں نیکی اور محبت کا راستہ دکھایا۔ دھرم میں اصلاح کی اور اسی پرانے دھرم کو پھر سے زندہ کیا۔ مگر امتدادِ زمانہ کے سبب اور لوگوں کی سرکشی و گمراہی کے باعث صرف آپ کی پاک تعلیمات کو ہی مسخ نہیں کیا بلکہ خود اس جوہرِ پاک کو ایسا بنا کر ظاہر کیا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص تھا جو دنیوی لذائذ اور شہوانی خواہشات کا دلدادہ تھا۔

ہندوستان پر ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ ہمیں فرضی کہانیوں پر اعتقاد رسم و رواج پر دلدادگی اور حیوانی اور انسانی قربانی اعلیٰ درجہ کا دھرم سمجھی جاتی تھی۔ ایسے خونی زمانہ میں بھاگوان بدھ ظاہر ہوا۔ اور اس نے دھرم کے بجھتے ہوئے انگاروں میں ایک نیا شعلہ پیدا کیا۔ آپ کے محبت اور اہنسا کے پیغام نے انسان کو مجبور کیا کہ وہ برا اخلاق۔ تشدد اور احمقانہ رسم و رواج سے باز آئیں۔ بدھ دھرم کی جوت میں راجہ اشوک ہندوستان کو عزت اور شہرت کے بام پر لے گیا۔ بدقسمتی سے بدھ دھرم کے وہ پرولا دن بھی ختم ہوگئے۔ بدھ دھرم کی سچی تعلیمات اب فقط اس کی پاک کتابوں کی سجاوٹ ہیں۔ اصلی بدھ دھرم کہیں بھی نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت زرتشت بھی ایران میں کوئی پہلے پیغمبر نہ تھے۔ آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر آچکے تھے۔ مگر لوگ ان کی تعلیمات بھول چکے تھے۔ حضرت زرتشت نے قدیم ایرانیوں کو توہمات۔ عبادت اور طبیعت پرستی میں ڈوبے ہوئے پایا۔ اپنے آسمانی پیغام کے ذریعے حضرت زرتشت نے ایرانیوں کو جگایا۔ انھیں ان کے اعتقادات کا بودا پن دکھایا اور ان میں شریف خیالات پیدا کئے۔ یہ لوگ متحد اور ترقی کے دلدادہ دنیا بھر میں بہادری۔ اخلاق۔ کلچر اور تمدن کے لئے مشہور ہو گئے۔ جبتک زرتشتی اپنے دین پر عامل رہے وہ دنیا میں ہر جگہ فتحمند تھے مگر جوں ہی ان کی روحانی ترقی بند ہوئی شکست اور ذلت نے انھیں گھیر لیا۔ ان کی سلطنت جاتی رہی اور وہ دوسروں کے غلام بن گئے۔ اپنے وطن سے بے وطن ہو کر وہ دنیا کی آبادی کے سمندر میں محو شدہ قطرے کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ زرتشتیوں کے پاس حضرت زرتشت کا سچا دین نہیں رہا۔ ان کی کتابیں اُن کے ہاتھ میں نہیں رہیں۔ جسے وہ آجکل دین کہتے ہیں اور جس پر عمل کرتے ہیں وہ فقط ہندو اور قدیم مجوسی اعتقادات کا مرکب سا ہے۔

بنی اسرائیل مصریوں کے اسیر تھے۔ وہ لوگ انھیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رذیل ترین ایک شریف ترین اسرائیلی کے ساتھ جو ظلم چاہتا تھا کر سکتا تھا۔ غلامی اور جہالت میں پلے ہوئے یہ لوگ فرعون کے لوگوں سے کوئی پناہ کی جگہ نہ رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ نے انھیں آزاد کیا۔ متحد بنایا اور ان غلاموں کو ایسا مہذب بنایا کہ وہ دنیا کے تمام لوگوں سے انسانی صفات۔ علوم و فنون۔ استقامت و عزم۔ بہادری۔ جرأت۔ عزت اور فیاضی میں بڑھ گئے۔ مگر جب امتدادِ زمانہ سے وہ دین کی بنیادی تعلیمات کو بھول گئے اور حضرت موسیٰ کی تعلیمات کو سطحی رسومات اور ملحدانہ رواج سے بدل دیا تو ان کا اقبال زوال میں اور ان کی عزت بدترین ذلت میں بدل گئی۔

حضرت عیسیٰ نے ان لوگوں کو منتشر اور بے وطن پایا۔ اس نے ان کو شجرہ مسیحیہ کے سایہ تلے متحد کیا۔ اس نے ان میں ایک نئی روح پھونک دی اور بہت جلد یہ وحشی قانون "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" منسوخ کر دیا گیا۔ حضرت مسیح کی تعلیم محبتِ خدا اور محبتِ انسانی کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ ان قوموں میں رفاہِ عام کے ادارے قائم ہونے لگے۔ خدا اور مسیح کے نام پر

زندہ کلیسیا کے تمام ممبر ایسی اخوت کی لڑی میں پروئے گئے جو عمل میں بھی ایسی ہی پر اثر تھی جیسی خیال میں خوبصورت و باعظمت تھی مگر امتداد زمانہ سے پادری لالچی اور دنیا دار ہوتے گئے۔ وہ مادّی درجات اور شہرت کے پیچھے لگ گئے۔ بادشاہوں کے درباروں میں ان کے ٹھاٹ کے ٹھاٹ دنیوی جاہ و جلال کی امید میں جمع رہنے لگے۔ امیر آدمیوں کے قیمتی اوقات اور حکومتوں کی طرف سے زکوٰۃ نے ان پادریوں کو لوگوں سے بے پرواہ بنا دیا اور وہ مغرور اور کاہل بن گئے۔ وہ حکومتوں کے بڑے بڑے اعیان و ارکان کا ہاتھ بٹانے لگے جو ظلم و تشدد کے بانی اور بغاوت و حکم عدولی کے سرگروہ ہوتے تھے۔ انھوں نے ہمیشہ رہنے والے جلال سے رخ پھیر لیا۔ اور دنیاوی مفاد اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کشمکش میں وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے لگے۔ حکومت کے وزیروں اور کلیسا کے خادموں دونوں نے مل کر عوام کو دبانا۔ پامال کرنا اور ان پر ہر ایک ظلم روا رکھنا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین، تہذیب اور فارغ البالی کا بنیادی اصول اقوام یورپ میں سے جاتا رہا۔

لیکن حضرت محمدؐ کے ظہور سے اُمید کی ایک نئی صبح ظاہر ہوئی اور دنیا میں ایک نئی روشنی چمک اٹھی۔ اہل عرب جو ظہور اسلام سے پہلے جہالت اور بربریت میں مشہور تھے ساری دنیا کی قوموں میں علوم و فنون درس و تدریس۔ فلسفہ۔ سیاسیات۔ اخلاقیات۔ صنائع اور ایجادات میں صفِ اوّل میں ہو گئے۔ اتحاد نے انھیں ایسا طاقتور بنا دیا کہ وہ ساری دنیا پر حاکم ہو گئے۔ لیکن آج جو نظارہ اسلام پیش کر رہا ہے وہ بالکل ایک علیٰحدہ بات ہے۔ وہ پہلے کی عزت اور اتحاد اب ذلت اور نفاق سے بدل گیا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی گمراہی سے اپنے دین کے جلال کو گھٹا دیا ہے فرقوں اور جماعتوں میں بٹ کر مسلمان بت پرست ہو گئے ہیں اور ان کے بت گوشت اور پوست کے چلتے پھرتے انسان ہیں جو مٹی اور پتھر کے بتوں سے بہت زیادہ مضرت رساں ہیں۔ پیروں اور قبروں کی پرستش نے بانی اسلام کی عزت اور محبت کو ان کے دلوں سے مٹا دیا ہے اگر انسانی گمراہی اور برائی آج بھی ویسی ہی ہے جیسی دو ہزار برس پہلے تھی تو آجکل کے مسلمان ان عیسائیوں سے کسی طرح کم نہیں جو ابتدائے اسلام کے زمانہ میں تھے۔ یہ اگر انسانی برائیوں اور گمراہی میں کچھ اضافہ ہوا ہے تو آجکل کے مسلمان اُن عیسائیوں سے اتنے ہی بدتر ہیں۔

ایک رحم کرنے والے خدا سے یہ کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ انسان تو برائیوں اور گناہوں کی تاریکی میں ٹھوکریں کھاتا پھرے اور وہ اس کی ہدایت اور نجات کے لئے پیغمبر نہ بھیجے؟

موجودہ بے دینی۔ مادہ پرستی اور بے پروائی عالمگیر ہے اور اتنی عظیم الشان ہے کہ پہلے کبھی دنیا میں دیکھی یا سنی نہیں گئی۔ تمام دینوں کی پاک کتابوں میں اس زمانہ کا ذکر ہے اور اس طوفانِ عظیم کا بھی ذکر ہے جو اِن حالات کے بعد خدائی آواز نہ سننے کے سبب دنیا کو تباہ و برباد کریگا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہر دین نے یہ تسلی دی ہے کہ اس طوفانِ بلا کے بعد نوعِ انسان پاک و پاکیزہ ہو جائے گی۔ ایک نئی عالمگیر تہذیب قائم کی جائے گی اور تمام نوعِ انسان ایک گلے میں متحد اور ایک ہی آسمانی گڈریئے کے زیرِ سایہ ہو جائے گی۔

اب ہم جب بات کرتے ہیں تو ساری دنیا کی بات کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں ساری دنیا کی جنگ۔ ساری دنیا کا امن۔ ساری دنیا کے لئے ایک زبان۔ ساری دنیا کی ایک حکومت۔ ساری دنیا کا ایک قانونِ معاشرت وغیرہ وغیرہ۔ اور ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جس کی فضا میں کھنچ کر اتنی چھوٹی بن گئی ہے کہ اب ہر ایک ملک ایکدوسرے کا پڑوسی بن گیا ہے۔ آمد و رفت کے وسائل۔ معاشیات اور رسل و رسائل کی آسانیوں نے تمام ملکوں کو ایک ملک بنا دیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب دنیا اس قدر بدل گئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم یہ نہ مانیں کہ دین بھی بدلنا چاہئے۔ اور ایک نئے پیغمبر کو موجودہ دنیا کے حالات کو سنوارنے کے لئے ایک عالمگیر

دین کے ساتھ آنا چاہئے ؟

تقریباً سب کے سب اس سوال کا یہی جواب دیتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے مگر ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا ہی دین ہوگا جو آخر کار دنیا کی اصلاح کریگا اور تمام دنیا کا دین بنے گا۔ عیسائی بھی یہی کہتے ہیں۔ یہودی بھی یہی دعویٰ کر رہے ہیں۔ مسلمان بھی یہی کہتے ہیں اور دوسرے ادیان کے لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر وہ یہ بات بغیر سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں۔ جب یہودیوں نے اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو حضرت عیسیٰ آئے تاکہ انھیں سیدھی راہ دکھائیں۔ آپ نے یہ کام کیسے کیا۔ یہودیوں کے دین کے ذریعے نہیں۔ بلکہ ایک نئے دین کے ذریعے جو بعد کو عیسائیت کہلایا۔ آپ نے تورات کے قوانین بدل دیئے۔ "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" کی جگہ آپ نے فرمایا۔ "اگر کوئی تمھارے بائیں رخسارے پر طمانچہ مارے تو تم داہنا بھی اس کی طرف کر دو"

جب عیسائی اپنے دین سے ہٹ کر ذلت اور بے دینی میں پڑ گئے تو حضرت محمد ظاہر ہوئے۔ حضرت عیسیٰ کے قانون بدل دیئے گئے اور نئے قانون دیئے گئے جو بہت کچھ حضرت موسیٰ کے قوانین کے مطابق تھے۔ مگر آپ کا دین اسلام کہلایا۔ یہودیت نہیں کہلایا۔ اب جبکہ مسلمان بھی اپنے جادہ دین سے گر گئے ہیں اور کل دنیا اخلاقی اور روحانی نیکیوں سے دور ہو رہی ہے ایک نیا دین قوت اور قدرت کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اور اس دین کا نام امر بہائی ہے۔ یہ دین چہار اطرافِ عالم میں نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور یہ صرف مسلمانوں کو ہی ایک نئی زندگی نہیں دے رہا۔ بلکہ عیسائی۔ یہودی۔ زرتشتی ہندو وغیرہ بھی اس سے ایک نئی روح حاصل کر رہے ہیں۔ اس امر کے بانی کی زندگی کے حالات اور اُس کی تعلیمات پڑھنے سے روشن ہو جاتا ہے کہ اس دین میں کل دنیا کا دین بننے کے لئے کس قدر استعداد اور قوت موجود ہے۔

چونکہ تمام موجودہ دین اور دھرم اپنے اپنے ماننے والوں کی زندگیوں پر اثر انداز نہیں رہے اس لئے ناممکن ہے کہ وہ دوسرے ادیان کے ماننے والوں کو ایک مرکز پر جمع کر سکیں۔

مندر۔ گرجے۔ یہودیوں کی عبادت گاہیں اور آتشکدے اب تزکیہ نفس کے مرکز ہونے کی بجائے کاروبار کی منڈیاں بن رہی ہیں ہمیں آجکل سچے دین کی اتنی ضرورت ہے کہ پہلے کبھی نہ تھی۔ یہ کہنا کہ کوئی دین آخری دین ہے اور اب اس کے بعد کوئی دین نہ آئے گا۔ اور کوئی پیغمبر اب گمراہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ظاہر نہ ہوگا۔ صفاتِ الٰہی سے کم علمی ظاہر کرتا ہے۔ ایسی دلیلیں اپنے نبی سے جھوٹی محبت۔ جہالت اور خدا پر سوءِ ظن سے پیدا ہوتی ہیں۔

"عذابُ النار"

"طلوعِ اسلام دہلی" ایک بہترین رسالہ ہے۔ جناب غلام احمد پرویز ایک مفکرِ اسلام کی حیثیت سے قابلِ قدر کام کر رہے ہیں۔ جمود و تقلید کی زنجیریں توڑنے میں طلوع اسلام کی جدوجہد نہایت بیش قیمت ہے تمام مسلمانوں کو طلوعِ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ قیمت سالانہ مع محصولڈاک پانچ روپے۔ نمونہ کے لئے ۴۰ر کے ٹکٹ بھیجئے۔ جناب آخوندزادہ حسین امام منیجر طلوع اسلام دہلی قرولباغ سے طلب فرمایئے

طلوعِ اسلام مارچ ۱۹۴۳ء میں ایک مقالہ بعنوان "عذاب النار" شائع ہوا ہے جسمیں سے ایک اقتباس قارئینِ پیامبر بھی ملاحظہ فرمائیں:-

"دنیا کی مختلف قوموں پر نگاہ ڈالئے۔ کچھ قومیں غلبہ اور قوت میں بہت آگے ہوتی ہیں اور کچھ قومیں کمزور اور ضعیف۔ زبردست قومیں ان زیردست قوموں کو اپنا محکوم رکھتی ہیں اور دنیائے معاملات اور بساطِ سیاست پر محکوموں کے فیصلے بالادست قوم کے فیصلوں کے تابع ہوتے ہیں محکوم اقوام کے پاس اپنی مفاظت کے لئے کچھ سامان نہیں ہوتا۔ وہ اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے بالادست اقوام کی قوت و سامان کی محتاج ہوتی ہیں۔ دنیا میں حرب و ضرب کے فیصلے تو بالادست اقوام ہی کرتی ہیں لیکن زبردست اقوام ان فیصلوں کے تابع ہونے کی وجہ سے ان شعلہ فشانیوں سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتیں۔ جب آگ کا عذاب چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے تو زیردست اقوام بالادست اقوام کو پکارتی ہیں کہ اس مصیبت کو ان سے رفع کریں لیکن اُس وقت کمزور اور قوی دونوں بے بس ہوتے ہیں۔ اللہ کا عذاب نہ کسی کے روکے رُک سکتا ہے نہ کسی کے ٹالے ٹل سکتا ہے۔

واذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنا نصیبا من النار۔ قال الذین استکبروا انا کل فیھا ان اللہ قد حکم بین العباد

۴۰/۴۸-۴۷

جب آگ کے عذاب میں وہ ایک دوسرے سے جھگڑینگے تو اُس وقت کمزور لوگ اُن سے کہینگے جو (طاقت کے بل پر) تکبر کرتے تھے کہ ہم تو یقیناً تمھارے تابع تھے تو کیا تم اس عذاب نار کا کچھ حصہ ہم سے ہٹاؤ گے نہیں؟ جو لوگ تکبر کرتے تھے وہ کہینگے کہ ہم تو سب ہی اس عذاب کے اندر ہیں یقیناً اللہ نے بندوں میں فیصلہ کر دیا ہے۔

دوسرے مقامات پر بھی ان جماعتوں کے باہمی جھگڑوں کا ذکر ہے۔ یعنی وہ جماعتیں جو اس ہلاکت کے آتشین عذاب کو چھیڑتی ہیں اور (ان کے بعد) وہ جماعتیں جنھیں ان کی اتباع میں بلا اختیار و ارادہ اس ہلاکت کے گڑھے میں کودنا پڑتا ہے۔ سورہ صٓ میں عذاب نار کے ذکر میں ہے۔

ھٰذا فوج مقتحم معکم لا مرحبا بھم انھم صالوا النار قالوا بل انتم لا مرحبا بکم انتم قدمتموہ لنا فبئس القرار

قالوا ربنا من قدم لنا هٰذا فزده عذابًا ضعفًا فی النار ۝

"یہ ایک جماعت اور آئی جو تمھارے ساتھ (عذاب میں شریک ہونے کے لئے) آنکھیں بند کر کے کود رہے ہیں۔ اُن پر خدا کی مار ہو۔ یہ بھی دوزخ میں چلے آ رہے ہیں وہ (اگلوں سے) کہینگے کہ خدا کی مار تمھارے اوپر ہو۔ کیونکہ تم نے ہی تو اس مصیبت کو ہمارے لئے تیار کیا ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ وہ (پیچھے آنیوالے) کہینگے۔ اے ہمارے پروردگار! جس نے اس عذاب کو ہمارے لئے تیار کیا ہے اُسے آگ کا دُگنا عذاب دینا۔"

جب آگ کا عذاب چاروں طرف سے مسلط ہو جائے گا تو ہر شخص اعتراف کرے گا کہ فی الواقع یہ ان کے جرائم کا فطری نتیجہ ہے۔ اس وقت انھیں احساس ہوگا کہ وہ نظام جو غیر خدائی قوانین کی بناء پر مرتب کیا گیا تھا کس قدر ہلاکت آفریں تھا۔ اس وقت چاروں طرف سے ایک جدید نظام کی آوازیں بلند ہونگی۔ ہر ایک کی آواز ہوگی کہ اس عذاب سے نجات کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ ہر طرف سے پکار ہوگی کہ

فاعترفنا بذنوبنا فهل الٰی خروج من سبیل (۴۰/۱۱)

"ہم اپنے جرائم کا اعتراف کرتے ہیں۔ سو اس (عذاب) سے نکلنے کی کوئی راہ بھی ہے؟"

پھر یہ بھی دیکھئے کہ اس عذابِ نار کی طرف روانگی اور اس میں داخلہ کس انداز سے ہوگا۔ دھوئیں کے بادلوں کے سائے میں (ظلٍّ من یحموم ۵۶/۴۳) طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے (ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعًا فاسلکوه ۶۹/۳۲) آگ کے شعلوں کی لپٹ سے منہ جھلسے ہوئے چہرے بگڑے ہوئے (تلفح وجوههم النار وهم فیها کالحون ۲۳/۱۰۴) آگ کے عذاب کی طرف دھکیلے جائینگے (یوم یدعون الٰی نار جهنم دعًا ۵۲/۱۳) اور سامنے سے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے بڑے بڑے محلات جتنے پھیلاؤ میں اور اس انداز سے گویا زرد رنگ کے اونٹ قطار در قطار کھڑے ہیں۔ (انها ترمی بشررٍ کالقصر ۝ کانه جملٰت صفر ۷۷/۳۲-۳۳) یہ ہوگا وہ آتشیں عذاب جس کی طرف مجرمین کشاں کشاں پابجولاں گھسٹتے چلے جائینگے۔ چیختے۔ چلاتے۔ مدد کو پکارتے۔ لیکن اُس دن نہ اُن کا کوئی یار و مددگار ہوگا نہ رفیق اور دوست، جو انھیں اس ہلاکت انگیز عذاب سے نجات دلا سکے کہ یہ عذاب تو اُن کے اپنے ہاتھوں کا لایا ہوا ہے۔

———— • ————

حیاتِ اُخروی کے جہنم کے متعلق انسانوں کو سمجھانے کے لئے انسانوں ہی کی زبان میں بیان کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اُس عذاب کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے! آج کوئی دماغ اس کا تصور اور کوئی قلب اس کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ یہ تو وہیں جا کر معلوم ہوگا۔ لیکن خود اس دنیا میں انسان اپنے غیر فطری نظامِ زندگی کے طفیل آگ کے جس عذاب میں آج مبتلا ہے دیکھئے کہ اُخروی عذاب النار کا تمثیلی بیان اس پر بھی کس طرح منطبق ہو رہا ہے۔ زمین سے آگ۔ آسمان سے آگ۔ دائیں اور بائیں آگ۔ ہوا میں آگ۔ پانی میں آگ۔ غرضیکہ ہر مکان میں آگ (ہر مکین کے دل میں آگ) اوپر اور نیچے آگ کے پردے۔ ہر چیخ اور پکار۔ نالہ و شیون۔ آہ و بکا۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان۔ کشاں کشاں آگ کے شعلوں کی طرف دھکیلے چلے جا رہے ہیں۔ ہر شخص تڑپ رہا ہے کہ اس عذاب سے نکل بھاگنے کی کوئی صورت ہو۔ لیکن بے بسی کا یہ عالم کہ ہر شخص اپنی تمناؤں کے باوجود پھر آگ کے گڑھوں کی طرف جانے پر مجبور ہے۔ قوموں کی قومیں۔ کوئی بالارادہ کوئی بلا ارادہ اس آگ میں جھلسے جانے کے لئے دہکتے ہوئے انگاروں میں کودتی چلی جا رہی ہیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور اس سے بچا کیسے جا سکتا ہے!! دھوئیں کے سیاہ بادل چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ۳۰۰ سو میل کی مسافت سے تیل کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائی دے رہے ہیں۔ ہلاکت اور بربادی کے عفریت ہر طرف فضا میں منڈلا رہے ہیں۔ تباہی اور خونریزی کے شیاطین کی زنجیریں کٹ چکی ہیں اور وہ پورے کے پورے صفحۂ ارض پر انسانوں کی لاشیں روندتے پھاندتے آگ اور خون کی ہولی کھیلنے میں مصروف ہیں۔ کسی گوشے میں امن نہیں۔ کوئی

کو نہ محفوظ نہیں۔ اور یہ سب اس لئے کہ انسانوں نے خدا کو بھلا دیا اور انسانیت کو قوانینِ خداوندی کی بجائے خود ساختہ آئین و دستور کے قالب میں ڈھالنے پر مجبور کر دیا۔ جس کا لازمی نتیجہ آگ کا عذاب تھا اور یہ عذاب تو اُس آنیوالے عذاب کے مقابلے میں کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ یہ عذاب مسلط اس لئے کیا جاتا ہے کہ شاید انسان اس سے عبرت حاصل کرے اور اپنے آپ کو نظامِ خداوندی کے تحت لاکر اس بڑے عذاب کی ہلاکت سے بچ جائے۔

ولنذیقنّهم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلّهم یرجعون (۳۲/۲۱) ہم یقیناً انھیں عذاب اکبر (بڑے عذاب) کے ورے ادنیٰ (قریبی) عذاب چکھائینگے۔ تاکہ شاید یہ لوگ (حقیقت کی طرف) رجوع کرلیں" — شاید انسان اس عالمگیر عذاب سے عبرت حاصل کرکے اپنی روشِ زندگی کو فطرت کے صحیح قوانین (کتاب اللہ) کے تابع کرلے۔ اگر اس نے ایسا کرلیا تو سمجھئے کہ اس نقصان کے مقابلہ میں فائدہ زیادہ ہے لیکن اتالیقِ فطرت کی اِس سرزنش اور گوشمالی کے باوجود اگر اس نے حقیقت کی طرف آنے سے اعراض برتا تو سمجھ لے کہ قوانینِ الٰہیہ کے انتقام کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔" ومن اظلم ممّن ذُکّر بآیاتِ ربّه ثمّ اعرض عنها انا من المجرمین مُنتقمون (۳۲/۲۲) اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جسے خدا کی نشانیوں کی یاد دہانی کرائی جائے لیکن اس کے بعد وہ ان سے پہلوتہی کرلے یقیناً (ہمارا قانونِ مکافاتِ عمل) مجرمین سے انتقام لیکر رہیگا۔

مسدّسِ حالیؒ

"ونُفخ فی الصّور" (اذا رُجّت الارض رجّاً)

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

فاذاهم من الاجداث الی ربهم ینسلون۔ قالوا یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا

نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

هٰذا ما وعد الرحمٰنُ وصدق المرسلون

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے — کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

یتلو علیهم اٰیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا — حقیقت کا گُر ایک اک اُن کو بتایا

وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین

زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر — وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر

هٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر — کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر

تو ہے جیسے مذکور قرآں کے اندر — ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر

یونہی جو کتاب اس پیمبر پہ آتی

وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

(   )

(اذا الشمس کورت (جب آفتاب دین بے نور ہوجائے گا)

پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا — گیا چھوٹ سررشتہ دین ہدیٰ کا

واذا النجوم انکدرت (اور جب ستارے (علمائے دین) ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑینگے)

رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا — تو پورا ہوا عہد تھا جو خدا کا

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

(خداتعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ آپ اپنی حالت نہیں بدلتی)

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک — وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

وانشقت السماء فھی یومئذ واھیہ

(اور آسمان دین پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل بودا ہوگا)

مگر دین برحق کا بوسیدہ ایواں — تزلزل میں مدت سے ہیں جس کے ارکاں

زمانہ میں ہے جو کوئی دن کا مہماں — نہ پائینگے ڈھونڈا جسے پھر مسلماں

والملک علی ارجائھا

(اور فرشتے (علمائے دین) اس کے کناروں پر آجائینگے (یعنی دین کی طرف سے توجہ ہٹالینگے)

عزیزوں نے اس سے توجہ ہٹالی — عمارت کا ہے اس کی اللہ والی

لکل امۃ اجل اذا جاء اجلھم فلا یستأخرون ساعۃ ولا یستقدمون

(ہر قوم کے لئے ایک وقت معین ہے۔ جب اُن کا وہ معین وقت آپہنچا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں)

اور نہ آگے سرک سکتے ہیں

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے — سرانجام ہر قوم و ملت یہی ہے

سدا سے زمانہ کی حالت یہی ہے — طلسم جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت یاں ہوئے خشک چشمے اُبل کر
بہت باغ چھانٹے گئے پھول پھل کر

یومئذ تحدث اخبارھا (اس دن زمین اپنی خبریں دے گی)

واذا الصحف نشرت (جب کتابیں پھیلائی جائیں گی)

واشرقت الارض بنور ربھا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوجائے گی)

پہنچتی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں — چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں

عیاں ہیں ہر اک بر اعظم کی خبریں — کھلی ہیں زمانے پہ عالم کی خبریں

نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

ثم یوم القیامۃ یکفر بعضکم ببعض و یلعن بعضکم بعضاً

(اور پھر قیامت میں تمہارا یہ حال ہوگا کہ تم میں ہر کوئی ایک دوسرے کا مخالف ہوجائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا)

نہ سُنی میں اور جعفری میں ہو اُلفت — نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت

وہابی سے صوفی کی کم ہو نہ نفرت — مقلد کرے نا مقلد پہ لعنت

رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم
کہ دین خدا پر ہنسے سارا عالم

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

(جو کوئی اس زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہیگی ذات پروردگار تیرے صاحب بزرگی اور صاحب انعام کی)

وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے — جہاں کی وراثت اُسی کو سزا ہے

سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے — نہ کوئی رہیگا نہ کوئی رہا ہے

مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب
غلام اور آزاد ہیں رفتنی سب

(بلند پرواز)

سبع سموات

پیامبر دہلی جنوری ۱۹۴۳ء میں لعنوان "علم السموات والارض" ایک مقالہ شائع ہوا تھا جسمیں لغتِ عرب اور آیاتِ قرآن مجید سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ سماء کے معنٰی بلند چیز اور بلندی ہیں۔ ارض کے معنٰی پست چیز اور پستی ہیں۔ شریعت یا دینِ حق اپنی حقیقی بلندی میں سب سے ممتاز ہے اور اسی لئے دین کو قرآن مجید میں سماء قرار دیا ہے اور سمٰواتِ سبع وہ ادیانِ حق ہیں جو ہمارے موجودہ زمانۂ تاریخ میں اصولی اعتبار سے سات دین ہیں۔ دین اسلام دینِ مسیحی۔ دینِ موسوی۔ دینِ صابی۔ دینِ زرتشتی۔ ویدک دھرم۔ بودھ دھرم دینِ خداوندی اپنی حقیقت میں ازل سے ابد تک ایک ہی دین ہے۔ لیکن اختلافِ تشکیلات کی بناء پر یہ سات دین ہیں۔ جن کے ماتحت اقوامِ عالم بڑی بڑی ترقیات کر چکی ہیں۔ اور قرآن مجید میں سبع سمٰوات سے مراد یہی سات ادیانِ عالم ہیں۔ اور ان سموات و ارض کا چھ دن میں بنایا جانا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ یہ سات ادیان اور ان کے زیر سایہ امتوں کا ظہور چھ ہزار سال کے عرصے میں ہوا ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں ستۃ ایام فرمایا ہے اور صاف کہدیا ہے کہ ایک یوم سے مرادِ خداوندی ایک ہزار سال ہے۔ (سورۂ حج و سورۂ سجدہ)

اس کے ساتھ مقالہ "علم السمٰوات والارض" میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ لفظِ سماء مادی لحاظ سے بلند چیزوں پر بھی اطلاق پاتا ہے اور سمٰوات سے مراد بلند کرات بھی ہیں جو سات نہیں ہیں بے شمار ہیں۔ اور قدیم و جدید علمائے ہیئت کے کچھ بیانات بھی پیش کر دیئے گئے تھے۔

مقالہ "علم السموات والارض" پر جناب خواجہ عباد اللہ صاحب اختر بی۔اے نے صحیفہ "البیان" امرتسر بابت مارچ ۱۹۴۳ء میں چند تنقیدات فرمائی ہیں جن کے جوابات یہاں عرض کئے جاتے ہیں۔ ایسے علمی مذاکرات یقیناً مفید ہوتے ہیں :-

(۱)

خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں "بات تو صرف اتنی ہے کہ سمٰوات و ارض کن معنوں میں قرآن میں استعمال ہوئے ہیں؟ علم الالسنہ کے عالم جانتے ہیں کہ ہر ایک زبان کے ہر ایک لفظ کا ابتدائی مفہوم محض محسوسات کو تعبیر کرتا ہے۔ سمٰوات و ارض وہی مادی اشیاء ہیں جو ہم برہنہ آنکھ سے محسوس کرتے ہیں"۔

جواب۔ جناب نے یہ توضیح نہ فرمائی کہ وہ "سماء" جسے برہنہ آنکھ سے ہم سب مشاہدہ کرتے ہیں کیا چیز ہے؟ جسے آسمان کہا جاتا ہے کیا وہ کوئی ٹھوس چیز ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آسمان اتنا موٹا دلدار ہے کہ پانچسو سال میں یہ موٹائی طے کی جا سکتی ہے اور اسمیں ستارے گڑے ہوئے ہیں۔ یا یہ کہ آسمان نام ہے فضائے بلند کا جسمیں بے شمار ستارے اور سیارے موجود و متحرک ہیں۔ سماء یا آسمان کے متعلق جناب کا خیال کیا ہے؟ اگر آپ اُسے ایک ٹھوس چیز خیال فرماتے ہیں تو کیا قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہوتی ہے؟ اور اگر جناب آسمان کو ایک فضائے وسیع یقین کرتے ہیں تو ہم اور آپ متحد ہیں۔ مقالہ علم السمٰوات والارض میں یہ بات وضاحت سے لکھی جا چکی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "پس آسمان صرف فضائے وسیع کا نام ہے کسی ٹھوس دلدار چیز کا نام نہیں۔ بے شمار دنیائیں اس فضائے لامتناہی میں اس طرح گشت لگا رہی ہیں جیسے پرندے فضائے بلند میں گھومتے ہیں

یا جیسے ابر کے ٹکڑے تیزی سے حرکت کرتے ہیں "۔

تورات کتاب پیدائش میں بھی فضاء کو آسمان لکھا ہے۔

" تب خدا نے فضاء کو بنایا " اور خدا نے فضاء کو آسمان کہا " (پ ۱)

ہاں یہ یقینی بات ہے کہ قرآن مجید میں سماء فضائے وسیع کو بھی کہا ہے اور سبع سموات سے مراد سموٰاتِ ادیان ہیں۔ اپنی اپنی جگہ دونوں مفہوم درست ہیں اور خود قرآن میں اس کے دلائل موجود ہیں جن میں سے چند دلائل مقالہ علم السموٰات والارض میں دیئے جا چکے ہیں۔

(۲)

جناب خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں :۔ " حضرت علمی کا یہ ارشاد ہے کہ سماء اور ارض کے معنی بلندی اور پستی ہے۔ علم الالسنہ کے رو سے صحیح نہیں۔ کیونکہ ابتدائی مفہوم لازماً وہی کچھ ہے جو برہنہ آنکھ سے مادی دنیا میں محسوس ہو رہا ہے۔ بلندی پستی کا خیال بعد میں اخذ کیا گیا ہے۔ جبکہ خصوصیت سے عمومیت کی طرف ذہن منتقل ہوا۔

جواب۔ علم الالسنہ کے حقائق میں سے یہ بات بھی ہے کہ کوئی زبان یکدم مرتب نہیں ہوئی۔ ہر زبان نے تدریجی طور پر ترقی کی ہے جس وقت جو الفاظ محسوسات کے لئے رائج ہوئے وہ محسوسات کے لئے اور جس وقت جو الفاظ معنوی و روحانی چیزوں کے لئے جاری ہوئے وہ اپنی جگہ استعمال کئے گئے۔ اور بعض الفاظ ایسے ہیں جو اپنی حقیقت کی وسعت کے لحاظ سے مادی اور معنوی دونوں پہلوؤں کے لئے مستعمل ہوئے اور ہوتے ہیں بعض الفاظ فراموش اور متروک بھی ہوتے رہے اور نئے الفاظ پیدا ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی زبانوں میں یہ سلسلہ کارفرما رہے گا۔ اصل چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ جس کتاب کے الفاظ پر بحث ہے وہ کتاب ان الفاظ کو کن کن معنوں میں استعمال کر رہی ہے۔

مقالہ علم السموٰات والارض میں لغت اور قرآن مجید کے حوالوں سے واضح کیا جا چکا ہے کہ لفظ سماء اور ارض کی لغوی حقیقت کیا ہے اور

....

.... قرآن مجید نے کن کن موارد میں استعمال کیا ہے۔ نیز ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا زمانہ زبانِ عرب کا ابتدائی زمانہ نہ تھا۔ جناب خواجہ صاحب موصوف کے خیال کے مطابق جب بلندی و پستی کا خیال اخذ کیا گیا اس سے بھی طویل عرصہ بعد کا زمانہ تھا جب قرآن مجید نازل ہوا۔ چنانچہ اگر بالفرض سماء یا آسمان کے ابتدائی معنی صرف فضا تسلیم کئے جائیں تو بھی تاریخی طور پر قرآن مجید سے پہلے سماء یا آسمان روحانی معنوں میں استعمال ہو چکا تھا۔ بہتر ہے کہ الہامی کتاب کے حوالے پر اکتفا کی جائے۔

حضرت مسیح کا قول انجیل مقدس میں درج ہے کہ میں آسمان سے آیا ہوں قد نزلتُ من السماء " (انجیل یوحنا ۶ باب) اور فرماتے ہیں آسمان پر کوئی نہیں چڑھا سوا اس کے جو آسمان سے اترا یعنی ابن آدم جو اب بھی آسمان میں ہے " (انجیل مقدس یوحنا ۳ باب)

ظاہر ہے کہ یہاں فضائے کائنات مراد نہیں بلکہ آسمانِ قدرت یا روحانی بلندی مراد ہے۔ اور یہ فقرہ کہ ابن آدم اب بھی آسمان میں ہے " کس قدر واضح ہے کہ یہاں آسمانِ قدرت یا روحانی بلندی کے سوا کوئی اور مراد نہیں ہو سکتی۔ پس لفظ سماء محسوسات کے علاوہ معقولات کے لئے قرآن مجید سے بہت پہلے استعمال ہو چکا تھا۔ لہٰذا لفظ سماء یا آسمان کو صرف فضاء کے معنی میں محدود ٹھہرانا درست نہیں بلکہ روحانی معنی میں بھی اس کا استعمال ثابت ہے۔

(۳)

جناب خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں " آپ کا یہ ارشاد کہ سماء کا اطلاق بادل پر بھی قرآن مجید میں ہوا ہے قطعاً غلط ہے۔ قرآن مجید میں بادل کے لئے لفظ سحاب استعمال ہوا ہے "۔

جواب۔ لغتِ عرب میں سماء کے معنی سحاب بھی ہیں۔ لفظ سماء کے متعلق منجد میں ہے :۔

کلّ ماعلاک وظہر الفرس	سماء ہر بلند چیز۔ گھوڑے کی پیٹھ۔ ہر چیز
سقف کلّ شئی۔ المطر۔ السّحاب	کا بالائی حصہ۔ بارش۔ بادل۔

کلیات ابی البقاء لغت کی نفیس کتاب کہتی ہے "السحاب المطر۔ کہ لفظ سماء کے معنی بادل بھی ہیں۔ بارش بھی ہیں۔ قدیم مفسرین نے بھی کتنی ہی آیات مبارکہ میں السّماء کا ترجمہ السحاب کیا ہے۔ ایک متداول درسی کتاب تفسیر جلالین کا حوالہ بطور نمونہ پیش کرنا کافی ہوگا۔ سورۃ بقر کی آیت اوکصیبٍ من السّماء میں السّماء کے معنی لکھتے ہیں السحاب یعنی بادل۔

(۴)

جناب خواجہ صاحب موصوف فرماتے ہیں "جن آیات کا حوالہ علمی صاحب نے دیا ہے اُن میں سماء کا ترجمہ آسمان ہے بادل نہیں۔ اور نہ ہونا چاہئے کیونکہ بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے۔

جواب - سماء کے معنی بادل لغتِ عرب میں مسلّم ہیں۔ عربی داں مفسرین نے آیات میں السماء کے معنی السّحاب کئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان آیات میں سماء کا ترجمہ بادل نہ ہونا چاہئے۔ آسمان ہونا چاہئے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں بشرطیکہ سماء کا مفہوم فضائے بلند ہو۔ کیونکہ سماء کے یہ معنی زبانِ عرب میں مروّج ہیں۔ لیکن اگر سماء کا مفہوم کوئی ٹھوس چیز ہے جیسا کہ عوام کا خیال ہے تو اس صورت میں سماء کا یہ مفہوم دلائل سے ثابت کرنا چاہئے اور اب جبکہ یہ مشہور امر ہے کہ بادل ابخرات سے بنتے ہیں اور حرارتِ آفتاب سے بکھر کر برستے ہیں تو پھر ٹھوس آسمان سے بارش کے معنی ہی کیا ہوئے؟

جناب خواجہ صاحب موصوف نے سماء سے مراد بادل نہ ہونے پر یہ استدلال فرمایا ہے کہ "بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے" اس کے جواب میں سورۃ واقعہ کی ایک آیتِ مبارکہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

افرأیتم الماء الذی تشربون	کیا تم نے اس پانی پر غور کیا جسے تم پیتے ہو
ءانتم انزلتموہ من المزن	کیا تم نے اس پانی کو بادل سے برسایا ہے؟

مُزن اور سحاب مترادف ہیں۔ اس آیت میں بادل سے پانی برسانا کہا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح انزل من السّماء ماءً میں بادل سے پانی برسانا فرمایا گیا ہے۔ کیا آیت انزلتموہ من المزن پر اعتراض کے رنگ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح انزل من السّماء ماءً میں سماء سے بادل مراد لینے پر یہ جرح کوئی چیز نہیں کہ بادل تو خود پانی کی ایک صورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بادل سے پانی برسانا نہایت خوبصورت بات ہے۔ کیونکہ بادل بطور ایک ذخیرے کے ہوتے ہیں اور چونکہ بادل خود پانی ہوتے ہیں اس لئے ارسلنا السماء اور یرسل السّماء میں سماء سے مراد بارش ہے۔ جس کی تائید لغتِ عرب کرتی ہے۔ آیت انزلتموہ من المزن کا ترجمہ تمام اردو مترجمین بھی یہی کرتے ہیں کہ "کیا تم نے اُتارا ہے اس کو بادل سے"۔ پس انزل من السماء ماءً کا یہ ترجمہ بالکل ٹھیک ہے کہ بادل سے پانی برسایا۔

(۵)

مادی سمٰوات وارض اور اُن کی تخلیق سے ہمیں کب انکار ہے۔ جس کے لئے کتاب پیدائش کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس نکتہ کو حل فرمائیے کہ کتاب پیدائش میں یہ لکھا ہے کہ "خدا نے فضا کو بنایا" اور "خدا نے فضا کو آسمان کہا" لیکن یہ اس کتاب میں کہاں لکھا ہے کہ سات آسمان بنائے اور جبکہ آسمان ایک فضائے بسیط کا نام ہے تو پھر سات عدد آسمان کیا معنی؟ پھر یہ بھی حل فرمائیے کہ تورات میں آسمان اور زمین کو ایک ایک دن میں بنانے کی تصریح ہے اور قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "دو دن میں یہ کام ہوا"۔ پھر قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ "دو دن میں زمین بنایا۔ چار دن میں زمین پر دیگر اشیاء بنائیں۔ پھر اس کے بعد دو دن میں سات آسمان بنائے"۔ اور توراۃ میں لکھا ہے کہ آسمان دوسرے دن ہی بنا!۔ نیز قرآن مجید میں جو سبع سمٰوات وارد ہے اس کی تشریح بھی فرما دیجئے۔

جناب نے آیت تو لکھدی اور مدیر پیامبر کے بیان کردہ معنی پہ اعتراض بھی فرما دیا لیکن یہ نہ فرمایا کہ جناب کے نزدیک سبع سمٰوات سے کیا مراد ہے؟ آپ کی تشریح کے بعد ضرورت ہوئی تو میں بھی کچھ گذارش کرونگا

اسی طرح سات شریعتیں اور سات اُمتیں جو مدیر پیامبر نے آیتِ قرآنی سے اخذ کی ہیں عنایت فرما کر کسی آیت سے آپ اس سے زیادہ ثابت فرما دیجئے۔ صرف دعوٰی تو دلیل نہیں ہے۔

نیز مدیر پیامبر نے سات ادیان کے ثبوت میں قرآن مجید کی نصِ صریح "سبع طرائق" پیش کی تھی. جناب محترم نے اس پر بھی کچھ روشنی نہ ڈالی کہ سبع طرائق سے کیا مراد ہے. سبع طرائق کا کھلا ترجمہ سات شریعتیں لغت و قرآن کے بالکل مطابق ہے. جناب کو اس سے اختلاف ہے تو سبع طرائق کی مُراد واضح فرمایئے جو قرآن مجید اور لغتِ عرب کے موافق ہو۔

اپنا یہ دعوٰی بھی کہ حضرت موسیٰ کو دس احکام دیئے گئے تھے وہ انجیل اور قرآن میں سات رہ گئے ذرا واضح اور مدلل فرما دیجئے۔

(مدیر پیامبر)

بقیہ مضمون صفحہ ۲۴

اہلحدیث کا ایک سوال اسی ۲۰ر فروری ۴۳ء کے اہلحدیث میں فاضل مدیر ایک سوال کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں لکھا ہے "قیامت کے دن ہم مجرموں کو اکٹھا کرینگے جن کی آنکھیں نیلی ہونگی (زُرْقًا) اور لکھا ہے کہ خدائی احکام سے روگردانی کرنے والے کا حشر ہم اس حال میں کرینگے کہ وہ اندھا ہوگا" (اعمٰی)۔ تو حضرت بہاء اللہ کے وقت جو حشر ہوا اسمیں منکروں کی یہ حالت ہوئی تھی. کیا سب سے پہلے ایرانی منکر اندھے یا نیلی آنکھ والے بن گئے تھے؟

پیامبر "زرقا" کے معنٰی اعمٰی ہیں۔ "زرق الرجل عمی" (منجد)

"عمی" کا حقیقی مفہوم قرآنی۔ روحانی بے بصیرتی یعنی ضلالت ہے۔ سورہ حٰم میں خداوند فرماتا ہے "فاستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ" انھوں نے اندھا پن یعنی ضلالت کو ہدایت کے مقابلے میں محبوب رکھا۔

آپ کی پیش کردہ آیت "نحشرہ یوم القیٰمۃ اعمٰی" کے معنی مجمع بحار الانوار میں لکھے "ای اعمی القلب او البصر" کہ مراد دل کا اندھا ہے یا آنکھوں کا اندھا ہے۔ تفسیر جلالین میں بھی لکھا ہے کہ مراد "آنکھوں کا اندھا یا دل کا اندھا ہے"۔ جب دل کا اندھا مراد ہے تو آپ کا سوال حل ہوگیا۔

مجمع بحار الانوار میں یہ بھی لکھا ہے "العمایۃ الضلالۃ" عمایت کے معنی ضلالت ہیں۔ اور آیت "لِمَ حشرتنی اعمٰی" کے بارے میں لکھا ہے "ای عن حجتی وقد کنت عالما" یعنی اپنی دلیل و حجت میں کیوں بے بصر ہوگیا حالانکہ عالم تھا؟

"عمی" روحانی بے بصری کے معنٰی میں قرآن اور کلامِ روحانی میں مسلمہ اصطلاح اور حقیقت ہے۔ آیاتِ ذیل پر نظر ڈالئے "عموا وصموا" (مائدہ) وہ لوگ کور و کر ہو گئے۔ "وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم" (نمل)، (روم) "تو ان بے بصروں کو گمراہی سے نکال کر راہ نہیں دکھا سکتا۔" "کانوا قوماً عمین" "وہ بے بصر لوگ تھے۔" "فعمیت علیھم الانباء" (قصص)، "قیامت کے دن عظیم الشان فائدے کی باتیں ان پر تاریک ہو جائیں گی۔ وہ مفید علم حق سے محروم رہ جائیں گے۔" سو جیسا خدا نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور آیت "نحشرہ یوم القیٰمۃ اعمٰی" کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہر مسرف و منکرِ آیات کو اسی طرح جزا دیتے ہیں (یعنی دنیا میں)، کیونکہ آگے فرماتا ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ شدید اور دیرپا ہوگا۔

قیامت کے متعلق اہلِ بہاء کا اعتقاد حقیقت پر مبنی ہے

مسئلۂ قیامت پر پیامبر میں مفصّل و مدلّل مضامین شائع ہو رہے ہیں فاضل مدیر اہلحدیث امرتسر سے اِس مضمون پر عرصے سے تبادلۂ خیالات ہو رہا ہے۔ گذشتہ اشاعت مارچ میں بھی ہم نے اصل مبحثِ قیامت پر توجہ کو مرکوز کرنے کی اپیل کی تھی کہ سب سے پہلے یہ فیصلہ ہونا چاہئے کیا فنائے عالم کا نام قیامت ہو سکتا ہے؟ کیا قیامت کے دن کُل عالَم فنا ہو جائے گا؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قیامت کے آنے پر تمام کائناتِ ہستی معدوم ہو جائیگی اور پھر دوبارہ تمام لوگ زندہ کئے جائینگے تو قیامت کے متعلق جو عام عقیدہ ہے جس کے نمائندے فاضل مدیر اہلحدیث بھی ہیں درست ہوگا۔ لیکن اگر یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کے دن کائنات فنا ہو جائے گی بلکہ اس کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عالَم فنا نہ ہوگا تو قیامت کا عام عقیدہ غلط ٹھہرے گا اور اہلِ بہاء جو کہتے ہیں کہ قیامت کرۂ ارض کے رہتے ہوئے نئے ظہورِ حق کے ذریعے انقلابِ عظیم برپا ہونے کا نام ہے۔ یہ امر درست اور بجا ثابت ہوگا۔

اب تک علماء کی طرف سے کوئی ایسی دلیل نہیں پیش کی گئی جو قیامت کے دن فنائے عالَم کو ثابت کرتی۔ جو آیات فنائے عالَم کے بارے میں پیش کی جاتی ہیں پیامبر نے اُن پر کافی روشنی ڈال دی ہے اور عیاں کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی آیت سے قیامت کے دن فنائے عالَم کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ بہت سی ایسی آیات پیامبر نے پیش کر دی ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ قیامت اس کرۂ ارض پر انسانوں کے موجود رہتے ہوئے ظہورِ حق سے برپا ہوگی اور وہ برپا ہو چکی ہے۔

علماء اس مرکزی بحث کی طرف نہیں آتے۔ فاضل مدیر اہلحدیث بھی جم کر اس مرکزی نقطے پر بحث نہیں کرتے۔ درمیان سے اُٹھا کر چند باتیں تحریر فرما دیتے ہیں۔ جن کا جواب بھی پیامبر میں مدلّل طور پر دے دیا جاتا ہے۔

فاضل مدیر اہلحدیث فرماتے ہیں کہ قیامت کے متعلق ہمارا عقیدہ حقیقتِ لفظیہ پر مبنی ہے اور فریقِ بہائیہ کا خیال مجاز پر (اہلحدیث ۱۲ فروری ۱۹۴۲ء)

پیامبر دسمبر ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں ہم نے آیت وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ (حاقہ) ـ آیت اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا (واقعہ) ـ آیت فیذرھا قاعا صفصفا (طٰہ) کا ترجمہ لغتِ عرب کے مطابق حقیقی ترجمہ لکھا تھا۔ اور لغتِ عرب کے کثیر حوالوں سے ارض ـ جبال ـ دک ـ رج ـ بس ـ قاع ـ صفصف وغیرہ کے معانی بھی لکھ کر پہاڑوں کا توڑا جانا۔ مٹی کا اکھیڑا جانا۔ اُن کا سڑکوں اور عمارتوں میں لگایا جانا۔ زمین کا تعمیرات اور سڑکوں کی شکل میں آباد و ہموار ہو جانا لغوی حقیقی معنی کے لحاظ سے بتایا تھا۔ نیز روحانی پہلو کر بھی ترجمہ کیا تھا۔ تو جنابِ فاضل مدیر اہلحدیث نے لغوی مادّی پہلو کے ترجمہ کی نسبت فرمایا تھا کہ

> "خدارا انصاف کیجئے اِن دو ترجموں میں سے کون سا ترجمہ لغتِ عرب کے مطابق ہے"۔ بہائی مدیر کے دونوں ترجموں سے جو ترجمہ حقیقی ہے وہی مرادِ خداوندی ہوگا۔ دگر ہیچ اور اسی کے مطابق ہمارا اعتقاد ہے" (اہلحدیث ۳۰ جنوری ۱۹۴۲ء)

جب ہمارے ایک ترجمہ کو لغتِ عرب کے مطابق "حقیقی" اور "مرادِ خداوندی" تسلیم فرما لیا تھا تو اب عام طور پر یہ کہنا کہ "فریق ہمارا یہ کا خیال مجاز پر مبنی ہے درست نہیں ہو سکتا۔

اب رہی یہ بات کہ روحانی پہلو سے جو معنی ہم نے کئے تھے فاضل مدیر اہلحدیث انھیں مجاز قرار دیتے ہیں اسمیں بھی دقتِ نظر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ہماری میگزین لاہور ۱۹۴۳ء نمبر اول اور نمبر نہم میں ہم حقیقت و مجاز پر بحث کر چکے ہیں لیکن چونکہ فاضل مدیر اہلحدیث نے حقیقت و مجاز کی بحث چھیڑی ہے اس لئے ہم بھی پھر ایک بار اس بحث کی ضروری باتوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور حقیقت و مجاز کے متعلق قواعدِ مسلّمہ درج کرتے ہیں

قواعدِ مسلّمہ

عُرفِ عام و عُرفِ خاص | لغت یعنی زبان و اصطلاح دو قسم کی ہوتی ہے (۱) لغتِ عامہ (۲) لغتِ خاصہ

لغتِ عامہ وہ ہے جو روزمرہ عام طور پر سب لوگ بولتے ہیں

لغتِ خاصہ وہ ہے جسے کسی خاص جماعت نے اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے مقرر کیا ہو اور اپنے دائرے میں استعمال کرتی ہو۔ جیسے صرف و نحو، منطق و فلسفہ و طب و ڈاکٹری وغیرہ وغیرہ علوم و فنون کی معینہ اصطلاحات۔

لغتِ عامہ کو "عُرفِ عام" اور لغتِ خاصہ کو "عُرفِ خاص" بھی کہتے ہیں۔ مختلف علوم و فنون سے تعلق رکھنے والے عرفِ خاص بہت سے ہیں۔

عُرفِ شرع | انہیں میں ایک نہایت اہم عرف ہمارے سامنے عرفِ شرع ہے یعنی دینی اصطلاح یا مذہبی کتابوں کے وہ الفاظ جو پیغمبروں نے اپنے نقطۂ نظر سے کسی مفہوم کے لئے استعمال کئے ہیں۔ وہ لغتِ عامہ کو لیتے ہوئے دینی نقطۂ خیال سے مخصوص مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں[1]۔

[1] جتنے احکام یا اخبارِ شرعیہ ہیں وہ دراصل لغت ہی پر مبنی ہیں۔ مگر لغت کی خاص قسم یا صنف مراد ہوتی ہے جو صاحبِ شریعت خود بتا دیتا ہے۔
(فاضل مدیر اہلحدیث ۲۶ فروری ۱۹۴۳ء)

مثلاً الفاظِ صلٰوۃ۔ صوم۔ زکوٰۃ۔ حج کے لغوی حقیقی معانی دعا۔ بندش۔ پاکیزگی۔ قصد ہیں۔ مگر قرآنِ مجید نے چونکہ ان افعال کی تشریح خود کر دی ہے اس لئے مطلق لفظی معنی مراد لینا صحیح نہ ہوگا[1] بلکہ شرعی نقطۂ نظر سے حقیقی معانی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ مال۔ حج بیت اللہ مقصود ہیں۔

حقیقت و مجاز | جس اصطلاح کے دائرے میں گفتگو ہو رہی ہو اسی کے مطابق موضوعِ اصلی میں کسی کلمہ کا استعمال کرنا "حقیقت" ہے۔ جیسے لفظ صلٰوۃ شریعت کی مقرر کردہ نماز کے معنی میں استعمال ہو تو یہ "حقیقتِ شرعیہ" کہلاتی ہے۔ یہی لفظ صلٰوۃ اگر دائرۂ لغتِ عام میں صرف دعا کے معنی میں استعمال ہو تو اسے "حقیقتِ لغویہ" کہتے ہیں۔ لیکن شریعت میں گفتگو کرنے والا لفظِ صلٰوۃ کو دعا کے معنی میں استعمال کریگا تو یہ استعمال "مجاز" ہوگا۔ کیونکہ اس نے اصل موضوع سے ہٹا کر استعمال کیا ہے۔ اگرچہ لغت کے نقطۂ نظر سے صلٰوۃ کا استعمال دعا کے معنی میں حقیقت ہے[2]۔ چنانچہ لفظ صلٰوۃ خود قرآن مجید میں جہاں بکثرت نماز کے معنی میں استعمال ہوا ہے وہاں محض دعا کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے[3]۔

متکلم کے نقطۂ خیال کی بنا پر حقیقت و مجاز بدل جاتے ہیں | جو بات ایک شخص کے قول میں حقیقت ہے وہی بات اختلافِ نقطۂ خیال کی وجہ سے دوسرے شخص کے قول میں مجاز ہے۔ مثلاً دہریہ کہتا ہے "انبت الربیع البقل" "موسم بہار نے سبزہ اگا دیا"۔ دہریہ کے نقطۂ خیال میں بہار کا سبزہ اگانا ایک "حقیقت" ہے نہ کہ مجاز۔ کیونکہ دہریہ کے اعتقاد میں مؤثرِ حقیقی زمانہ ہی ہے لیکن یہی بات اگر ایک خدا پرست کے منہ سے نکلے تو کلام مجاز پر محمول ہوگا۔ کیونکہ خدا پرست کے نزدیک سبزے کا اگانا حقیقی طور پر خدا کا کام ہے۔ موسم بہار کی طرف نسبت مجازی ہے[4]۔

[1] اہلحدیث ۲۶ فروری ۱۹۴۳ء [2] علم معانی و بیان کی کتاب مختصر المعانی۔ بحث حقیقت و مجاز ملاحظہ ہو [3] وصل علیہم ان صلٰوتک سکن لھم (ابراہیم) صلوا علیہ (احزاب)
[4] ملاحظہ ہو کتاب المطول۔ بحث اسناد خبری)

حقیقت مقدم ہے ہر دائرۂ لغت جسمیں گفتگو ہو رہی ہو اُس کے نقطۂ خیال سے جو حقیقت ہوگی اس سلسلۂ کلام میں وہی حقیقت مقدم رکھنی چاہئے۔ پہلے لفظ کے حقیقی معنیٰ مُراد لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جب حقیقی معنیٰ ممکن نہ ہوں تب مجازی معنیٰ لئے جائیں[1]

حقیقت و مجاز کے اصولِ مسلّمہ کا خُلاصہ

(۱) لفظ کا اپنے موضوعِ اصلی میں استعمال کرنا حقیقت ہے اور اس سے تجاوز کر کے استعمال کرنا مجاز ہے۔

(۲) ہر عُرفِ عام اور ہر عُرفِ خاص میں حقیقت و مجاز خاص خاص نقطۂ نظر سے اپنے اپنے دائرے میں الگ الگ ہوتے ہیں۔

(۳) ایک لفظ ایک عرف میں حقیقت اور دوسرے میں مجاز ہو سکتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔

(۴) ایک متکلّم کے نقطۂ خیال سے ایک حقیقت ہے دوسرے متکلّم کے اعتقاد پر نظر کر کے وہی مجاز ہے۔

(۵) پیغمبروں کے کلام میں انھیں کے نقطۂ نظر سے حقیقت و مجاز ہوتے ہیں۔

(۶) ہر عُرف میں گفتگو کرتے ہوئے اُس کے نقطۂ نظر سے جو حقیقت ہے وہ مقدم ہوگی۔ جب وہ مُراد نہ ہو سکے تو مجاز اختیار کیا جائے گا۔

(۷) دینی کتاب نے کسی لفظ کے لغوی معنیٰ پر اضافہ کر کے جو رُوحانی مفہوم پیدا کیا ہے وہ حقیقت ہے جو اس نے مقرر کی ہے۔ وہی اوّل مدّنظر رہنی چاہئے۔ جب وہ ممکن نہ ہو سکے تو پھر حقیقت و مجازِ لغوی جو وہاں دُرست ہو اختیار کیا جائے۔

[1] ہمارا اُن کا (یعنی فاضل مُدیر اہلحدیث اور اہلِ بہار کا) ایک علمی اُصول پر اتفاق ہوگیا۔ وہ علمی اصول علمی الفاظ میں یہ ہے صحۃ المجاز مبنیٌ علی استحالۃ الحقیقۃ یعنی اس وقت مجازی معنیٰ مراد لینے جائز ہیں جب حقیقی معنیٰ محال ہوں۔

(اہلحدیث ۲۷ فروری ۱۹۴۳ء)

حقیقت و مجاز اور قرآنِ کریم

آیاتِ قرآن مجید میں حقیقت بھی ہے۔ مجاز بھی ہے کہیں پر صرف حقیقتِ لغوی ہے۔ اور کہیں پر صرف حقیقتِ شرعی ہے۔ جن آیات میں حقیقتِ لغوی اور حقیقتِ شرعی دونوں جمع ہیں وہاں دونوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ دونوں کے ملحوظ رکھنے سے تفسیر جامع ہوتی ہے اور ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں سے حقائق منکشف و نمودار ہوتے ہیں۔

اب ہم چند اُن حقیقتوں کا ذکر کرتے ہیں جو پیغمبرانہ نقطۂ خیال کی بناء پر قرآن مجید میں مقرر ہیں۔ تاکہ ہر ایک جویائے حق کے لئے یہ مضمون مشعلِ نور ہو۔

"خلق" کا مفہوم حقیقی لُغتِ عام مادّی پیدائش کو خلق کہتی ہے کلامِ الٰہی اس سے بڑھ کر اپنے نصب العین کے مطابق روحانی پیدائش کو "خَلق" کہتا ہے۔ سورۂ صافات میں فرماتا ہے کہ "کیا یہ اہلِ کفر پیدائش میں زیادہ مضبوط ہیں یا وہ جنھیں ہم نے خلق کیا ہے (یعنی اہلِ ایمان)[1]۔" یہاں صرف اہلِ ایمان کو خلقِ الٰہی ٹھہرایا ہے۔ یہ روحانی نقطۂ نظر سے خلق کی حقیقتِ شرعی ہے۔ کیونکہ خلق کی اصل حقیقت روحانی مومن میں ہی ہے۔

حیات کا حقیقی مفہوم عرفِ عام میں مرنا جینا صرف ظاہری مرنا جینا ہے۔ مگر کلامِ الٰہی اس سے بڑھ کر کمالاتِ انسانیت کی روح یعنی ایمان و عملِ صالح سے انسان کی حیاتِ اصلی بتاتا ہے اور جو آدمی ایمان و عملِ صالح سے خالی ہے اُسے مُردہ ٹھہراتا ہے۔ ارشاد ہے کہ "مُسلمانو! اللہ رسول کی مانو جبکہ وہ تمھیں زندگی بخش چیز کی طرف بلاتا ہے"۔[2] "اور وہ جو مُردہ تھا ہم نے اُسے زندہ کر دیا اور

[1] اھم اشدّ خلقًا ام من خلقنا۔

[2] یا ایّھا الّذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم۔

اسے ایک روشنی دی جسے وہ لوگوں میں لئے پھرتا ہے۔[۱] اور فرمایا "جسے مرنا ہے دلیل سے مرے اور جسے جینا ہے دلیل سے جئے"۔[۲] لسانِ قرآن کی یہ ایک حقیقت ہے جو اس کے نصب العین کی بناء پر مقصودِ اصلی ہے۔ چنانچہ واقعات میں اس نے ایک صحیح اور اصلی معنی میں "زندہ قوم" پیدا کر دی تھی۔

صحت و مرضِ روحانی | طب و ڈاکٹری جسمانی بیماریوں کا علاج کرتی ہیں۔ کلامِ الٰہی انسان کو صحتِ جسمانی قائم رکھنے کا حکم دیتے ہوئے روحانی صحت کو مقصدِ اعظم ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ عقائد و اعمال اور قلب و روح کی صحت ہی انسان کی حقیقی صحت ہے اور کلامِ الٰہی انسان کی باطنی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔[۳] روحانی امراض جو بد اخلاقی اور بد اعمالی کی شکل میں افراد اور جماعتوں کو ہلاک کر رہے ہیں واقعی حقیقت رکھتے ہیں اور ان کا علاج الٰہی تعلیم ہی ہے۔ یہ بات شاعری نہیں حقیقتِ اصلیہ ہے۔ ایسے الفاظ دینی و روحانی پہلو سے حقیقت پر محمول ہیں نہ کہ مجاز پر۔

دل کا حقیقی مفہوم | گوشت کا ٹکڑا دل تو ہر انسان و حیوان میں ہے قرآن اپنے روحانی نقطۂ نظر سے دل صرف اسے کہتا ہے جو کلامِ حق کو قبول کرتا ہے۔[۴] یہ کلامِ الٰہی کی ایک معینہ حقیقت ہے جسے وہ خود بتا چکا ہے

سمع و بصر کے حقیقی معنی | کان اور آنکھ عرفِ عام میں صرف ظاہری کان اور آنکھ ہیں۔ کلامِ الٰہی اپنے دائرۂ حقیقت میں فرمانِ حق سننے اور ظہوراتِ حق دیکھنے والی قوت کو سمع و بصر کہتا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں جو نورِ حق کو نہیں دیکھتا "اعمیٰ" ہے۔ جو کلامِ حق نہیں سنتا "اصم" ہے۔ جو حق بات نہیں بولتا "ابکم" ہے۔ منکرِ حق بہرے۔ گونگے۔ اندھے ہیں۔[۵]

۱ اومن کان میتًا فاحییناہ وجعلنا لہ نورًا یمشی بہ فی الناس
۲ لیہلک من ہلک عن بینۃٍ ویحییٰ من حیّ عن بینہ
۳ وننزّل من القراٰن ما ھو شفاءٌ۔ شفاءٌ لما فی الصدور
۴ ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب
۵ صمٌّ بکمٌ عمیٌ فہم لا یرجعون۔

اپنی اصطلاحِ حقیقی کو واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے "بات یہ ہے آنکھیں اندھی نہیں۔ پر سینوں میں دل اندھے ہیں"۔[۱] زبانِ قرآن کی اپنی بیان کردہ حقیقتوں میں سے یہ بھی ایک حقیقت ہے نہ کہ مجاز۔

حجابِ مستور | خداوندِ عالم فرماتا ہے "ہم نے ان کے آگے پیچھے دیوار کھڑی کر دی ہے۔ ہم نے انھیں گھیر لیا ہے۔ اب انھیں کچھ نہیں سوجھتا"۔[۲] "جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور منکرینِ آخرت کے درمیان ایک حجابِ مستور کر دیتے ہیں"۔[۳] "حجابِ مستور" کہکر اپنی اصطلاح کو ظاہر فرمادیا کہ یہ حجاب باطنی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے نہ کہ مجاز۔

سماءِ حقیقت | سماء لغتِ عامہ میں ہر بلند چیز کو کہتے ہیں۔ زبانِ قرآن میں روحانی بلندی اور انسان کا مدار رفعت یعنی دین سماء کا حقیقی مفہوم ہے۔

ارضِ حقیقی | عوام کرۂ خاک کو ارض کہتے ہیں۔ لفظ ارض کے لغوی معنی ہیں "ہر نیچی چیز" اور بساط۔ کلامِ الٰہی میں ارض کا حقیقی مفہوم ہے بساطِ قلوب جو آسمانِ دین کے زیرِ سایہ ہے۔[۴] یا کسی مقام پر روحانی پستی جو روحانی بلندی ضائع ہونے پر ملتی ہے جو منکرینِ حق کا حصہ ہے۔[۵]

جبال کا مفہومِ دینی | عوام "جبال" زمین کے پہاڑوں کو کہتے ہیں۔ قرآن اپنے دائرۂ نظام کی نظر سے راسخ القلب اور حق پر مستقیم انسانوں کو جبال کہتا ہے۔[۶] نیز احکامِ شریعت بھی جبال کے مصداق ہیں۔ یہ بھی زبانِ قرآن میں ایک حقیقت ہے نہ کہ مجاز۔ ان حقائق کی تفصیل ہم پیامبر کے گذشتہ پرچوں میں کر چکے ہیں۔

شمس۔ قمر۔ نجوم | سورج۔ چاند۔ ستارے عرفِ عام میں ظاہری کواکب ہیں روحانی نقطۂ نظر سے شمسِ حق پیغمبر۔ قمرِ ہدایت نائبِ پیغمبر۔ نجوم روحانی اولیا و علماء قواعدِ مسلمہ حقیقت و مجاز کے لحاظ سے یہ اطلاقات دائرۂ لغتِ عامہ میں مجاز کہلاتے ہیں مگر دینی و روحانی دائرۂ کلام میں حقیقتیں مسلمہ ہیں نہ کہ مجاز۔

آخری نتیجہ | مذکورہ بالا اصول و حقائق کی روشنی میں عیاں ہو گیا کہ اہلِ بہا مسئلہ قیامت کے سلسلہ میں کلامِ الٰہی کے جو معانی کرتے ہیں وہ لغتِ عام کے نقطۂ نظر سے ایک طرح حقیقت اور ایک طرح مجاز ہیں اور جو لغتِ عام سے آگے روحانی پہلو کے معانی ہیں وہ دینی

حاشیہ کالم ۲ { ۱ فانّھا لا تعمی الابصار ولٰکن تعمی القلوب التی فی الصدور ۲ وجعلنا من بین ایدیھم سدًّا و من خلفھم سدًّا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون۔ ۳ واذا قرأت القراٰن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ حجابًا مستورًا ۴ اعلموا ان اللّٰہ یحیی الارض بعد موتھا ۵ ولو شئنا لرفعنٰہ بھا ولٰکنّہ اخلد الی الارض

قسمت فارسی

لوح مبارک

هو المالك بالاستحقاق

قلم اعلی میفرماید ای نفسیکه خود را اعلی الناس دیده و غلام الهی را که بچشم ملأ اعلی باو روشن و منیر است ادنی العباد شمرده غلام توقعی از تو و امثال تو نداشته و نخواهد داشت چه که لازال هر یک از مظاهر رحمانیه و مطالع عزّ سبحانیه که از عالم باقی بعرصهٔ فانی برای احیای اموات قدم گذارده اند و تجلّی فرموده اند امثال تو آن نفوس مقدسه را که اصلاح اهل عالم منوط و مربوط بآن هیاکل احدیه بوده از اهل فساد دانسته اند و مقصر شمرده اند قد قضی نحبهم فسوف یقضی نحبك و تجد نفسك فی خسران عظیم بزعم تو این محیی عالم و مصلح آن مفسد و مقصّر بوده جمعی از نسوان و اطفال صغیر و مرضعات چه تقصیر نموده اند که محلّ سیاط قهر و غضب شده اند در هیچ مذهب و ملّتی اطفال مقصر نبوده اند قلم حکم الهی از ایشان مرتفع شده ولکن شرارهٔ ظلم و اعتساف تو جمیع را احاطه نموده اگر از اهل مذهب و ملّتی در جمیع کتب الهیه و زبر قیمه و صحف متقنه بر اطفال تکلیفی نبوده و نیست و از این مقام گذشته نفوسی هم که بحق قائل نیستند ارتکاب چنین امور ننموده اند چه که در هر شیئ اثری مشهود و احدی انکار آثار اشیاء ننموده مگر جاهلیکه بالمرّه از عقل و درایت محروم باشد لذا البتّه نالهٔ این اطفال و حنین این مظلومان را اثری خواهد بود جمعی که ابداً در ممالک شما مخالفتی ننموده اند و با دولت عاصی نبوده اند در ایام و لیالی در گوشهٔ ساکن و بذکر الله مشغول چنین نفوس را تاراج نمودید و آنچه داشتند بظلم از دست رفت بعد که امر بخروج این غلام شد بجزع آمدند و نفوسیکه مباشر نفی این غلام بودند مذکور داشتند که باین نفوس حرفی نیست و حرجی نه و دولت ایشان را نفی ننموده اگر بخواهند با شما بیایند کسی را با ایشان سخنی نه انفقرا خود مصارف نمودند و از جمیع اموال گذشته بلقای غلام قناعت نمودند و متوکلین علی الله مرّة اخری با حق هجرت کردند تا آنکه مقرّ حبس بهاء حصن عکا شد و بعد از ورود ضباط عسکریه کل را احاطه نموده اناثاً و ذکوراً صغیراً و کبیراً جمیع را در قشلهٔ نظام منزل دادند شب اوّل

جمیع از اکل و شرب ممنوع شدند چه که باب قلعه را ضباط عسکریه اخذ نموده و کل را منع نمودند از خروج و کسی بفکر انفقرا نبفتاد حتی آب طلبیدند احدی اجابت ننمود چندلیست که میگذرد و کل در قلعه محبوس دحال آنکه پنج سنه در ادرنه ساکن بودیم جمیع اهل بلد از عالم و جاهل و غنی و فقیر شهادت دادند بر تقدیس و تنزیه این عباد در حین خروج غلام از ادرنه یکی از احبای الهی بدست خود خود را فدا نمود نتوانست این مظلوم را در دست ظالمان مشاهده نماید و سه مرتبه در عرض راه سفینه را تجدید نمودند معلوم است بر جمعی اطفال از حمل ایشان از سفینه بسفینه چه مقدار مشقت وارد شد و بعد از خروج از سفینه چهار نفر از احبا را تفریق نمودند و منع نمودند از همراهی و بعد از خروج غلام یکی از آن چهار که موسوم بعبد الغفار بود خود را در بحر انداخت و معلوم نیست که حال او چه شد این رشحی از بحر ظلم وارده است که ذکر شد و معذلک اکتفا ننموده اید هر یوم مأمورین حکمی اجرا میدارند و هنوز منتهی نشده در کل لیالی و ایام در مکر جدید مشغولند و از خزانهٔ دولت در هر شبانه روز سه رغیف نان باسرا میدهند و احدی قادر بر اکل آن نه از اول دنیا تا حال چنین ظلمی دیده نشده و شنیده نگشت فوالذی انطق البهاء بین الارض والسماء لم یکن لکم شأن ولا ذکر عند الذین انفقوا ارواحهم واجسادهم واموالهم حبا لله المقتدر العزیز القدیر. کفی از طین عند الله اعظم است از مملکت و سلطنت و عزت و دولت شما ولو یشاء لیجعلکم هباء منبثا وسوف یأخذکم بقهر من عنده ویظهر الفساد بینکم ویختلف ممالککم اذا تنوحون وتتضرعون ولن تجدوا لانفسکم من معین ولا نصیر این ذکر نه برای آنست که متنبه شوید چه که غضب الهی آن نفوس را احاطه نموده ابدا متنبه نشده و نخواهید شد و نه بجهت آنست که ظلمهای وارده بر انفس طیبه ذکر شود چه که این نفوس از خمر رحمن بهیجان آمده اند و سکر سلسبیل عنایت الهی چنان اخذشان نموده که اگر ظلم عالم بر ایشان وارد شود در سبیل حق راضی بل شاکرند ابدا شکوه نداشته و ندارند بلکه دماشان در ابدانشان در کل حین از رب العلمین آمل و سائل است که در سبیلش بر خاک ریخته شود و همچنین روسشان آمل که بر کل سنان در سبیل محبوب جان و روان مرتفع گردد چند مرتبه بلا بر شما نازل وابدا التفات ننمودید یکی احتراق که اکثر مدینه بنار عدل سوخت چنانچه شعرا قصائد انشاء نمودند و نوشته اند که چنین حرقی تا بحال نشده مع ذلک بر غفلت شان افزود و همچنین وبا مسلط شد و متنبه نشدید و لکن منتظر باشید که غضب الهی آماده شده زود است که آنچه از قلم امر نازل شده مشاهده نمائید آیا عزت خود را باقی دانسته اید و یا ملک را دائم شمرده اید لا ونفس الرحمن نه عزت شما باقی نه ذلت ما - این ذلت مفخر عزتهاست و لکن نزد انسان - وقتیکه این غلام طفل بود و بحد بلوغ نرسیده والد از برای یکی از اخوان

که کبیر بود در طهران اراده تزویج نمود و چنانچه عادت آن بلد است در هفت شبانه روز بجشن مشغول بوده اند روز آخر مذکور نمودند که امروز بازی شاه سلطان سلیم است و از امراء و اعیان و ارکان بلد جمعیت بسیار شد و این غلام در یکی از غرف عمارت نشسته ملاحظه می نمود تا آنکه در صحن عمارت خیمه برپا نمودند مشاهده شد صوری بهیکل انسانی که قامتشان بقدر شبری بنظر می آمد از خیمه بیرون آمده ندا مینمودند که سلطان می آید کرسیها را بگذارید بعد صورے دیگر بیرون آمدند مشاهده شد که بجاروب مشغول شدند و عده اخری بآب پاشی بعد شخص دیگر ندا نمود مذکور نمودند جارچی باشی است ناس را اخبار نمود که برای سلام در حضور سلطان حاضر شوند بعد جمعی با شال و کلاه چنانچه رسم عجم است و جمعی دیگر با تبرزین و جمعی فراشان و میرغضبان با چوب و فلک آمده در مقامهای خود ایستادند بعد شخصی با شوکت سلطانی و اکلیل خاقانی بکمال تبختر و جلال یتقدم مرة و یتوقف اخری آمده در کمال وقار و سکون و تمکین بر تخت متمکن شد و حین جلوس صدای شلیک و شیپور بلند گردید و دخان خیمه و سلطان را احاطه نمود بعد که مرتفع گشت مشاهده شد که سلطان نشسته وزراء و امراء و ارکان بر مقامهای خود مستقر در حضور ایستاده اند در این اثناء دزدے گرفته آوردند از نفس سلطان امر شد که گردن او را بزنند فی الفور میرغضب باشی گردن آن را زده و آب قرمزی که شبیه بخون بود از و جاری گشت بعد سلطان بحضار ببعضے مکالمات نموده در این اثناء خبر دیگر رسید که فلان سرحد یاغی شده اند سان عسکر دیده چند فوج از عساکر باطوپخانه مأمور نمود بعد از چند دقیقه از ورای خیمه استماع صدا های طوپ شد مذکور نمودند که حال در جنگ مشغولند این غلام بسیار متفکر و متحیر که این چه اسبابیست سلام منتهی شد و پرده خیمه را حائل نمودند بعد از مقدار بیست دقیقه شخصے از ورای خیمه بیرون آمد و جعبه در زیر بغل از او سوال نمودم این جعبه چیست و این اسباب چه بوده مذکور نمود که جمیع این اسباب منبسطه و اشیای مشهوده و سلطان و امراء و وزراء و جلال و استجلال و قدرت و اقتدار که مشاهده فرمودید الآن در این جعبه است فوربی الذی خلق کل شیٔ بکلمة من عنده که از آن یوم جمیع اسباب دنیا بنظر این غلام مثل آن دستگاه آمده و می آید و ابداً بقدر خردلی وقر نداشته و نخواهد داشت بسیار تعجب مینمودم که ناس بچنین امورات افتخار مینمایند مع آنکه متبصرین قبل از مشاهده جلال هر ذی جلالی زوال آنرا بعین الیقین ملاحظه مینمایند ما رأیت شیئاً الا وقد رأیت الزوال قبله وکفی بالله شهیداً بر هر نفسی لازم است که این ایام قلیله را بصدق و انصاف طی نماید اگر بعرفان حق موفق نشد اقلا بقدم عقل و عدل رفتار نماید عنقریب جمیع این اشیاء ظاهره و خزائن مشهوده و زخارف دنیویه و عساکر مصفوفه و البسه مزینه و نفوس متکبره

در جبهٔ قبر تشریف خواهند برد بمثابهٔ همان جبه و جمیع این جدال و نزاع و افتخارها در نظر اهل بصیرت مثل
لعب صبیان بوده و خواهد بود اعتبروا ولا تکن من الذین یرون و ینکرون از این غلام و دوستان حق
گذشته چه که جمیع اسیر و مبتلایند و ابداً هم از امثال تو توقعی نداشته و ندارند مقصود آنکه سر از فراش غفلت
برداری و بشعور آئی بی‌جهت متعرض عباد الله نشوی تا قدرت و قوت باقیست در صدد آن باشید که ضری از مظلومی
رفع نمائید اگر فی الجمله بانصاف آیند و بعین الیقین مشاهده در امورات و اختلافات دنیای فانیه نمائید خود اقرار
مینمائید که جمیع بمثابهٔ آن بازیست که مذکور شد بشنو سخن حق را و بدنیا مغرور مشو این امثالکم الذین
ادعوا الربوبیة فی الارض بغیر الحق و ارادوا ان یطفئوا نور الله فی بلاده و یخربوا ارکان البیت
فی دیاره هل تریهم فانصف ثم ارجع الی الله لعله یکفر عنک ما ارتکبته فی الحیوة الباطلة
ولو انا نعلم بانک لن توفق بذلک ابداً لان بظلمک سعر السعیر و ناح الروح و اضطربت ارکان العرش
و تزلزلت افئدة المقربین ای اهل ارض ندای مظلوم را بآذان جان استماع نمائید و در این مثلی که ذکر شده
درست تفکر کنید شاید بنار امل و هوی نسوزید و باشیاء مزخرفهٔ دنیای دنیه از حق ممنوع نگردید
عزت و ذلت فقر و غنا زحمت و راحت کل در مرور است و عنقریب جمیع من علی الارض بقبور راجع لذا
هر ذی بصری بمنظر باقی ناظر که شاید بعنایات سلطان لایزال بملکوت باقی در آید و در ظل سدرهٔ امر ساکن گردد
اگرچه دنیا محل فریب و خدعه است ولکن جمیع ناس را در کل حین بفنا اخبار مینماید همین رفتن اب ندائیست
از برای ابن و او را اخبار میدهد که تو هم خواهی رفت و کاش اهل دنیا که زخارف اندوخته اند و از حق محروم گشته اند
میدانستند که آن کنز بکه خواهد رسید لا و نفس البهاء احدی مطلع نه جز حق تعالی شانه - حکیم سنائی
علیه الرحمة گفته پند گیرید ای سیاهیتان گرفته جای پند

پند گیرید ای سپیدیتان دمیده بر عذار

ولکن اکثری در نومند مثل آن نفوس مثل آن نفسی است که از سکر خمر نفسانیه با کلبی اظهار محبت مینمود
و او را در آغوش گرفته با او ملاعبه میکرد چون فجر شعور دمید و افق سما از نیر نورانی منیر شد مشاهده نمود
که معشوقه و یا معشوق کلب بوده خائب و خاسر و نادم بمقر خود بازگشت هیچ مدان که غلام را ذلیل نمودی و یا براو
غالبی مغلوب یکی از عبادی ولکن شاعر نیستی پست ترین و ذلیل ترین مخلوق بر تو حکم مینماید و آن نفس و هوی
است که لازال مردود بوده اگر ملاحظهٔ حکمت بالغه نبود ضعف خود و من علی الارض را مشاهده مینمودی - این ذلت
عزت امر است لو کنتم تعرفون لازال این غلام کلمه که مغایر ادب باشد دوست نداشته و ندارد الادب
قمیصی به زیناها کل عبادنا المقربین والا بعضی از اعمال که هیچ دانسته اید مستور است

در این لوح ذکری شد ای صاحب شوکت این اطفال صغار و این فقراء بالله غیر آلای عسکر لازم نداشتند بعد از ورود دهلی یولی عمر نامی بین هاشمی بین یدی حاضر الله یعلم ما تکلم به بعد از گفتگوها که برائت خود و خطیئه شما را ذکر نمود این غلام مذکور داشت که اولاً لازم بود اینکه مجلسی معین نمایند و این غلام با علمای عصر مجتمع شوند و معلوم شود جرم این عباد چه بوده و حال امر از این مقام گذشته و تو بقول خود ماموری که ما را با خرب بلاد حبس نمائی یک مطلب خواهش دارم که اگر بتوانی بحضرت سلطان معروض داری که ده دقیقه این غلام با ایشان ملاقات نماید آنچه را که حجت میدانند و دلیل بر صدق قول حق میشمرند بخواهند. اگر من عند الله اتیان شد این مظلومان را رها نمایند و بحال خود بگذارند عهد نمود که این کلمه را ابلاغ نماید و جواب بفرستد خبری از او نشد و حال آنکه شأن حق نیست که نزد احدی حاضر شود چه که جمیع از برای اطاعت او خلق شده اند ولکن نظر باین اطفال صغیر و جمعی از نساء که همه از یار و دیار دور مانده اند این امر را قبول نمودیم.
و مع ذلک اثری بظهور نرسید عمر حاضر و موجود سؤال نمائید لیظهر لکم الصدق و حال اکثری مریض در حبس افتاده اند لا یعلم ما ورد علینا الا الله العزیز العلیم - دو نفر از این عباد در اول ایام ورود برفیق اعلی شتافتند یکروز حکم نمودند که آن اجساد طیبه را بر ندارند تا وجه کفن و دفن را بدهند و حال آنکه احدی از آن نفوس چیزی نخواسته بود و از اتفاق در آن حین زخارف دنیویه موجود نبود هر قدر خواستیم که بما واگذارند و نفوسیکه موجودند حمل نعش نمایند آنهم قبول نشد تا آنکه بالآخره سجاده بردند در بازار هراج نموده وجه آن را تسلیم نمودند بعد که معلوم شد قدری از ارض حفر نموده آن دو جسد طیب را در یک مقام گذارده اند با آنکه مضاعف خرج دفن و کفن را اخذ نموده بودند قلم عاجز و لسان قاصر که آنچه وارد شده ذکر نماید ولکن جمیع این سموم بلایا در کام این غلام اعذب از شهد بوده ایکاش در کل حین ضرّ عالمین در سبیل الهی و محبت رحمانی بر این فانی بحر معانی وارد میشد از او صبر و حلم میطلبیم چه که ضعیفید نمیدانید چه اگر ملتفت میشدی و نفحه از نفحات متضوعه از شطر قدم فائز میگشتی جمیع آنچه در دست داری و بآن مسروری میگذاشتی و در یکی از غرف مخروبه این سجن اعظم ساکن میشدی
از خدا بخواه بحد بلوغ برسی تا بحسن و قبح اعمال و افعال ملتفت شوی
والسلام علی من اتبع الهدی

از اشعار مرحوم عندلیب

هُوَ الابهی

یومِ میثاق است بنگر مالکِ میثاق را

البشارت شاهدِ فردوسِ اعلیٰ آمده ، وه چه زیبا آمده ، با رخی بیضا و با گیسوی سودا آمده وه چه زیبا آمده
از طلوعِ نورِ پیمان شد بپا حشرِ جدید برکشا چشمی حدید بین که اعلیٰ اسفل آمد اسفل اعلیٰ آمده ״
مالکِ ملکِ ربوبیت نهان اندر شهود با جنودِ فضل و جود ناصرِ پیمان و پنهان ز اهلِ انشا آمده ״
مطلعِ اسماءِ حسنیٰ معنیِ اُمّ الکتاب بود پنهان در حجاب بی حجاب امروز با اوصافِ اسما آمده ״
شد بدیعِ اول اندر یومِ پیمان جلوه گر با رخی همچون قمر ای ملائک سجده کادم بدنیا آمده ״
از جلیل آمد منادی وارثِ نوح و خلیل آن خلیلِ بس جمیل با عصای موسیٰ و با روحِ عیسیٰ آمده ״
ماهِ کنعانِ وجود از کیدِ اخوانِ حسود شد بچاهِ غم فرود اینک اندر مصرِ جان با شور و غوغا آمده ״
شاخهٔ ثانیِ روح از وادیِ لورای نور با هزاران جذب و شور با دو ثعبانِ مبین با نارِ موسیٰ آمده ״
میزند ناقوس بر بامِ کلیسا این نوا روحِ عیسیٰ از سما بلکه گوید روح بخشِ بس مسیحا آمده ״
گشت مشرق آفتابِ یثرب از فارانِ روح با دو صد فتح و فتوح با جنود لم تروها شاهِ بطحا آمده ״
نقطهٔ اولیٰ ظهورش اول از شیراز بود اندر آنجا رخ کشود کرهٔ اخریٰ پدید از ارضِ عکا آمده ״
اسمِ اعظم طلعتِ ابهیٰ جمالِ بیمثال آن خدای ذوالجلال جلوه گر بارِ دگر از وجهِ اسما آمده ״
کرد ظلِّ این اسمِ اعظم اخذِ عهد با هزاران جد و جهد آن شجر با هر ثمر اکنون هویدا آمده ״
تلخ آمد جامِ عهدش گر بکامِ مارقین در مذاقِ عاشقین شربتِ شیرین تر از شهدِ مصفیٰ آمده ״
عصمتِ کبریٰ و لتعصیهٔ حقیقی را حسود دست آویزی نمود غافل از این کین ز وصفِ دلبرِ ما آمده ״
شاهِ ما از ابتدا از ارضِ طا آمد پدید از بها آمد پدید ماهِ ما با طلعتِ نورا ز نوراء آمده ״
بود چندی هم انیسِ شاه در شهرِ کبیر آن جمالِ بی نظیر تا در ارضِ سر جمالش عالم آرا آمده ״
شمسِ ابهیٰ کرد چون در مغربِ ابهیٰ صعود مظهرِ عین الغیوب مشرقِ آن نور شد مشرق چو بیضا آمده ״

ناگہان دیدم که از مغرب برآمد آفتاب   تا کشید از رخ نقاب   حشر دیگر در جهان زین قصه پیدا آمده   وه چه زیبا آمده
چون ز مغرب بر دمد خورشید مغرب مشرق است   هم مضئ و مشرق است   شمس خود واحد است آفاق شتی آمده   〃
مغرب و مشرق یکی شد مرجع و مطلع یکی   تا یکی اندر شکی   مغرب شمس بها این چهره زیبا آمده   〃
جلوهٔ شمس بها در جلوهٔ میثاق بین   شورش عشاق بین   زانکه معشوق بها با جام صهبا آمده   〃
یوم میثاق است بنگر مالک میثاق را   نیر آفاق را   کز سماء سرمدی با صد تجلی آمده   〃
نقض میثاق آیت توحید را اثبات کرد   تا شود معبود فرد   زانکه آن ذات قدم لازال یکتا آمده   〃
در مذاق عاشقان آن شاهد جام الست   ساغر پر می بدست   میگسار و غمزدا و روح بخشا آمده   〃
آن ثمر آمد که مکنون بود از اصل قدیم   حال زین فرع کریم   بین که اثمار بقا افزون ز احصا آمده   〃
کنز مخزون بها از مخزن سر وجود   پرده از رخ برگشود   لؤلؤ مکنون حق بیرون ز دریا آمده   〃
مهبر درگاه ممثل آن جمال کبریا   دین و دل از دست ما   طلعت قدس بها بهر تماشا آمده   〃
ای پسر چون و چرا در کار حق کردن خطاست   کار ابلیس و غواست   چند گوئی این ظهور امروز بی جا آمده   〃
در کتاب عهد و اقدس در خصوص من اراد   گر ترا باشد سواد   نیک بنگر کو مراد شاه ابهی آمده   〃
من اراد ش خواند حق او شد مراد و حق مرید   اوست بحکم ما یرید   لیک با خلق جهان با صد مدارا آمده   〃
ای گروه عاشقان صد مژده کز غیب بقا   شد عیان سر خدا   دلبر جانانه با رخسار نورا آمده   〃
منصعق شد بس کلیم از تابش آن نور پاک   بلکه یکسان شد بخاک   مندک و صد پاره چندین صخر و صما آمده   〃
ای صبا با ساکنین وادی صهیون بگو   کای گروه نیک خو   باز ابن الله پدید از صور و صیدا آمده   〃
گوی با رهبان اعظم کای خلیفه ذو فنون   خرق کن پردهٔ ظنون   بین که عیسی ز آسمان با کوس و کرنا آمده   〃
ای صبا کن عاکفین دیر کرمل را خبر   کای گروه بی بصر   بارها عیسی بسیر این کلیسا آمده   〃
سر اعظم روح اکرم زندگی بخش قلوب   طلعت رب الربوب   تا شفا بخشد بر این صما و عمیا آمده   〃
بینوایان را نوا بخشد اسیران را نجات   مرده جانان را حیات   ناتوانان را توان حی و توانا آمده   〃
نفخهٔ صور ظهورش تا بامریکا رسید   مرده ها را جان دمید   جلوهٔ اشراق نورش تا بخارا آمده   〃
ای صبا از چین زلفش نفحه بر سوی چین   کاین نگار نازنین   از برای اتحاد خلق دنیا آمده   〃
تا شگفت آن نوگل توحید در باغ وجود   باغ را روشن نمود   در ثنایش عندلیب اینگونه گویا آمده   〃
آنکه در رد خدا بنوشت برهان اللبیب   نی جواب ای عندلیب   منت ایزد را که نزد خلق رسوا آمده   〃
〃

باید نفس خود را متذکّر داشت

ای چشم پُر انوار ! خطا کارِ تو نیست — بنگر رخ آن یار که این یارِ تو نیست
ای سر ! تو فرازندهٔ عزّ و شرفی — بر خاک میاسای که این کار تو نیست
ای نخبه زبان ! بجز ثنایش مسرای — کاوصافِ جهان لایقِ گفتارِ تو نیست
ای گوش ! بجز رازِ خدائی مشنو — کآوازِ جهان قابل و درکارِ تو نیست
ای دل ! مپسند جز پسندیدهٔ یار — کاشیاءِ جهان درخورِ بازارِ تو نیست
ای یخب ! سوی مالِ جهان باز مشو — کاین خاکِ سیه قابلِ بردارِ تو نیست
ای پای ! مپیمای رهِ آز و حسد — کاین راهِ عدم شیوهٔ رفتارِ تو نیست
ای تن ! تو بدنیای دنی تکیه مکن — کاین کهنه خرابات نگهدارِ تو نیست

ای جان ! بفضای لامکان جای گزین
کاین تن که فنا شود سزاوارِ تو نیست

تقویمِ بدیع

ازیک تا هفت و یک تا نوزده در نوزده ۳۶۱ و چهار ایام هَا و بعد از ۳۶۱ سال ۵ روز و نامِ سال و ماه و هفته باسماء و صفاتِ الهیّه مُزیّن است.

این تقویم نود و هشت سال است در عالَم امر و خلق جاریست و سال بسال بهتر و خوشتر جلوه مینماید که حتّی امسال که کاغذ و مقوای خوب کمیاب و بسیار گرانست لجنهٔ طبع و اشاعتِ امری با تائیداتِ الهیّه موفق گردیده است که عکس مشرق الاذکار امریکا را بر کارتهای بزرگ سفید براق باندازهٔ ۱۵ در ۱۲ با مرکبِ سه رنگ چاپ نماید و تقویم بهآئی و میلادی را با مرکب دو رنگ و حروفِ انگلیسی در ذیلِ ایامِ هفته توأماً گنجانیده بر بیست ورق کاغذ علیحده طبع و بر کارت منقوش نصب و ترتیب گردیده است که پس از اتمامِ هر شهر بهائی باید یک ورق از کارت جدا نمود و پس از اتمامِ سال عکسِ مشرق الاذکار امریکا زینت بخشِ دار الابرار خواهد بود. هدیهٔ آن اگرچه بیش از اینهاست ولی لجنه بملاحظهٔ اینکه همهٔ احباء بتوانند چند نسخه خریداری نموده بدوستان و نزدیکانِ خود نیز بدهند. قیمت فقط نسخهٔ چهار آنه معین نموده است ولی مخارجِ پستِ آن بعهدهٔ مشترکین محترم خواهد بود. طالبین بآدرس ذیل رجوع نمایند. — منشی لجنه طبع و اشاعت بهائیان هند و برما بهائی هال کراچی

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم — مئی سنہ ۱۹۴۲ع — نمبر ۵

سبحانك اللّٰهم يا الٰهى

تو پاک ہے اے خدا۔ اے میرے معبود!

كم من رؤس نصبت على القناة فى سبيلك وكم من صدور استقبلت السهام فى رضائك

تیری راہ میں بے شمار سر نیزوں پر چڑھا دیئے گئے اور تیری رضا میں بہت سے سینے تیروں کا نشانہ بنا دیئے گئے۔

وكم من قلوب تشبكت لارتفاع كلمتك وانتشار امرك وكم من عيون ذرفت

اور تیرا کلمہ بلند کرنے اور تیرا امر پھیلانے میں بہت سے دل چھلنی کر دیئے گئے اور تیری محبت میں بے شمار آنکھوں نے

فى حبك۔ اسئلك يا مالك الملوك وراحم المملوك باسمك الاعظم الذى جعلته

آنسو بہائے ہیں۔ اے تمام بادشاہوں کے مالک! اور غلاموں پر رحم کرنے والے۔ میں تیرے اس اسم اعظم کا واسطہ دیکر درخواست

مطلع اسمائك الحسنى ومظهر صفاتك العليا ان ترفع السبحات التى حالت بينك

کرتا ہوں جسے تونے اپنے اسماءِ حسنٰی کا مطلع اور اپنی صفاتِ عالیہ کا مظہر بنایا ہے۔ کہ ان پردوں کو ہٹا دے جو تیرے اور تیری مخلوق کے

وبين خلقك ومنعتهم عن التوجه الى افق وحيك ثم اجذبهم يا الهى بكلمتك

درمیان حائل ہو گئے ہیں اور انھیں تیری وحی کے اُفق کی طرف متوجہ ہونے سے روک رکھا ہے۔ پھر اے میرے معبود تو اپنے بلند کلمہ

العليا عن شمال الوهم والنسيان الى يمين اليقين والعرفان ليعرفوا ما اردت

کے ذریعے انھیں وہم و نسیان کی بائیں جانب سے یقین و عرفان کی دائیں جانب کھینچ لے تاکہ جو کچھ تونے اپنے فضل وکرم سے ان کے لئے

لهم بجودك وفضلك ويتوجهوا الى مظهر امرك ومطلع اياتك۔ يا الهى انت الكريم

پسند فرمایا ہے اس سے واقف ہو جائیں اور تیرے مظہر امر اور مطلع آیات کی طرف متوجہ ہوں۔ اے میرے معبود۔ تو ہی بڑا فضل کرنیوالا

ذو الفضل العظيم لا تمنع عبادك عن البحر الاعظم الذى جعلته حاملا للئالئ علمك

کریم ہے۔ اپنے بندوں کو اس بحر اعظم (کے فیض) سے محروم نہ رکھ۔ جسے تونے اپنے علم وحکمت کے جواہرات کا مخزن قرار دیا

وحكمتك ولا تطردهم عن بابك الذى فتحته على من فى سمائك وارضك اى رب لا تدعهم

اور انھیں اپنے اس در سے دور نہ کر جو تونے زمین وآسمان کے رہنے والوں کے لئے کھول رکھا ہے۔ اے پروردگار۔ ان لوگوں کو انہی کی

بانفسهم لانهم لا يعرفون ويهربون عما هو خير لهم مما خلق فى ارضك فانظر اليهم يا الهى بلحظات

حالت پر نہ چھوڑ کیونکہ وہ نادان و بے خبر ہیں۔ اور وہ اس چیز سے بھاگتے ہیں جو ان کے لئے زمین کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ اے میرے

اعين الطافك ومواهبك وخلصهم عن النفس والهوى ليتقربوا الى افقك الاعلى ويجدوا

معبود! لطف وکرم سے ان پر اپنی مہربانی کی نظر فرما اور انھیں نفس و ہوٰی کی قید سے آزاد کر تاکہ وہ تیرے افق اعلیٰ کی طرف پہنچنے کی کوشش کریں

حلاوة ذكرك ولذة المائدة التى نزلت من سماء مشيتك وهواء فضلك لم تزل احاط كرمك

اور تیرے ذکر کی لذت پائیں اور اس خوانِ نعمت کا مزہ چکھیں جو تیری مشیت کے آسمان اور تیرے جود وکرم کے تقاضے سے نازل ہوا ہے۔ تیرا کرم ہمیشہ

الممكنات وسبقت رحمتك الكائنات۔ لا اله الا انت الغفور الرحيم ٥٥٥

تمام جہان پر محیط رہا ہے اور تیری رحمت تمام کائنات کو گھیرے ہوئے ہے۔ اے غفور۔ رحیم۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

شریعتِ اتحاد

اعلموا ان الشرائع قد انتهت الی الشریعة المتشعبة من البحر الاعظم اقبلوا الیها

خوب سمجھ لو کہ تمام شریعتیں بحرِ اعظم سے نکلنے والی شریعت پر منتہی ہوئی ہیں ہمارے حکم سے اس شریعت کی

امرًا من لدنّا انا کنا حاکمین ۔ انظروا العالم کھیکل انسان اعترته

طرف متوجہ ہو جاؤ ۔ بلاشک ہمیں حاکم ہیں۔ تمام عالم کو ایک ہیکل انسانی کی مانند دیکھو ۔ اسے کئی بیماریاں

الامراض وبرئه منوط باتّحاد من فیه اجتمعوا علی ما شرعناه لکم ولا تتّبعوا

لاحق ہو گئی ہیں۔ اور اس کی صحت و شفا اہل عالم کے اتحاد سے وابستہ ہے ۔ ہم نے جو شریعت تمہارے لئے مقرر

سبل المختلفین ٥ (کتاب مبین ص۲۰)

کی ہے اس پر جمع ہو جاؤ اور اختلافات پھیلانے والوں کی راہوں پر نہ چلو۔

ان ربکم الرحمٰن یحب ان یَرَی من فی الاکوان کنفس واحد وھیکل واحد

تمہارا پروردگارِ مہربان تمام اہلِ جہان کو ایک ہی جان اور ایک ہی جسم کی مانند متحد دیکھنا پسند کرتا ہے۔

اغتنموا فضل اللہ ورحمته فی هذه الایام التی ما رأت عین الابداع شبهها

خدا کے فضل و رحمت کو ان دنوں میں غنیمت سمجھو جن کی مثال چشمِ عالم نے اب تک نہ دیکھی تھی۔ مبارک ہے

طوبیٰ لمن نبذ ما عنده ابتغاء ما عند اللہ نشهد انه من الفائزین (ص۴۳)

وہ انسان جس نے خدا کی پسندیدہ چیز کے لئے اپنی پسندیدہ چیز کو چھوڑ دیا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ کامیاب لوگوں میں سے ہے۔

قد جاء الغلام لیحیی العالم ویتّحد من علی الارض کلها سوف یغلب ما اراد اللہ وتری

یہ بندہ عالم کو زندہ کرنے آیا ہے اور تاکہ تمام روئے زمین کے لوگ متحد ہو جائیں۔ جو کچھ خدا نے چاہا ہے وہ غالب ہو کر رہیگا

الارض جنة الابهی کذلک رقم من قلم الامر علی لوح قویم ٥ (ص۱۳۲)

اور تو سرزمین کو جنتِ ابہیٰ دیکھیگا۔ قلمِ امر سے لوحِ قویم پر اسی طرح ثبت ہوا ہے۔

اتّحدوا یا ملأ الارض باتّحادکم تنفطر سماء الظلم وتنصعق الاصنام (ص۱۴۵)

اے سرزمین کے گروہ! متحد ہو جاؤ ۔ تمہارے اتحاد سے ہی ظلم کا آسمان پارہ پارہ ہو جائے گا اور بت بے حواس ہو جائیں گے۔

قد مرّت نسائم الفضل وحملت الاشیاء وکان اللہ علی ما اقول شہیدا۔ سوف
فضل کی خوشگوار ہوائیں چل پڑی ہیں اور ان کے ذریعے اشیاء بار دار ہوگئی ہیں۔ خدا میری بات کا گواہ ہے۔ عنقریب
یظہر من کل شئ ما تفرح بہ افئدۃ الموحدین اذًا تشاہد المشرکین یفرّون
ہر چیز سے وہ کچھ ظاہر ہوگا جس سے موحدین کے دل خوش ہو جائیں گے۔ تب تم دیکھو گے کہ مشرکین دائیں بائیں بھاگتے پھر رہے
عن الیمین والشمال ولن یجدوا مفرًّا امینا (ص ۱۹۹)
ہیں اور کوئی امن کی جگہ نہ پائیں گے۔

اتحدوا فی حب اللہ ھذا خیر لکم مما خلق فی الاکوان (ص ۳۵۵، کتاب مبین)
تم خدا کی محبت میں متحد ہو جاؤ۔ یہ بات تمہارے لئے عالم ہستی کی ہر چیز سے بہتر ہے۔

از کتاب اقدس کا لوح

ان اللہ اراد ان یؤلف بین القلوب ولو باسباب السمٰوات والارضین۔ ایاکم
خدا تمہارے دلوں کو ملانا چاہتا ہے اگرچہ آسمانوں اور زمینوں کے اسباب کے ذرائع سے ہو۔ خبردار!
ان تفرقکم شئونات النفس والھوٰی کونوا کالاصابع فی الید والارکان للبدن
نفس و ہوی کی حالتیں تمہیں پراگندہ نہ کریں۔ ہاتھ کی انگلیوں اور جسم کے اعضاء کی طرح متحد ہو جاؤ
کذٰلک یعظکم قلم الوحی ان انتم من الموقنین۔ (ص ۷۱)
قلم وحی تمہیں اسی طرح نصیحت کرتا ہے۔ اگر تم اہلِ ایقان میں سے ہو تو یقین کرو۔

عاشروا مع الادیان بالروح والریحان لیجدوا منکم عرف الرحمٰن (ص ۳۹)
تمام اہلِ ادیان کے ساتھ فراخدلی اور خوشی سے زندگی بسر کرو تاکہ وہ تم میں رحمٰن کی خوشبو پائیں۔

قد منعتم فی الکتاب عن الجدال والنزاع والضرب وامثالھا عما تحزن بہ الافئدۃ
تمہیں کتاب اللہ میں لڑائی جھگڑے اور مار پیٹ اور ایسی سب باتوں سے منع کر دیا گیا ہے جن سے ضمیر اور دل
والقلوب (ص ۳۹)
غمزدہ ہو جائیں۔

لا ترضوا لاحد ما لا ترضونہ لانفسکم اتقوا اللہ ولا تکونن من المتکبرین (ص ۳۹)
تم کسی کے لئے بھی کوئی ایسی بات پسند نہ کرو جسے اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو۔ خدا سے ڈرو اور متکبروں میں سے ہرگز نہ بنو۔

یا اھل الارض لا تجعلوا دین اللہ سببًا لاختلافکم انہ نُزّل بالحق لاتحاد من فی العالم
اے روئے زمین کے لوگو! تم خدا کے دین کو اپنے اختلاف کا ذریعہ نہ بناؤ۔ خدا کا دین تو فی الحقیقت اتحادِ اہلِ عالم کے لئے نازل
اتقوا اللہ ولا تکونوا من الجاھلین (ص ۳۲)
ہوا ہے۔ خدا سے ڈرو اور جاہلوں میں سے نہ بنو

طوبیٰ لمن یحبّ العالم خالصًا لوجه ربّه الکریم (۶۲)

اس شخص کو مبارکباد جو محض اپنے پروردگار بزرگ کی رضا کے لئے تمام عالم سے محبّت رکھتا ہے۔

قد جئنا لاتّحاد من علی الارض واتّفاقهم یشهد بذلك ما ظهر من بحر بیانی بین عبادی ولکنّ القوم اکثرهم فی بُعد مبین (۶۳)

ہم تمام اہلِ جہان کے اتحاد و اتفاق کے لئے آئے ہیں۔ جو کچھ میرے بیان کے سمندر سے میرے بندوں میں ظاہر ہوا ہے وہ اس بات کا گواہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہایت ہی دوری میں پڑے ہوئے ہیں۔

تمسّکوا بما ینتفع به انفسکم و اهل العالم کذلك یأمرکم مالك القدم الظّاهر بالاسم الاعظم انّه لهو الآمر الحکیم (۶۴)

تم ان کاموں کو اختیار کرو جن سے تمہارے نفوس اور تمام اہلِ عالم فائدہ اٹھائیں۔ مالکِ قدم جو اسمِ اعظم کے ذریعے ظہور فرما ہوا ہے تمہیں اسی طرح حکم دیتا ہے۔ یقیناً وہی آمرِ حکیم ہے۔

قل یا ملأ الارض تالله قد ظهر اللّوح المحفوظ وانّه یمشی بین عباده و یقول هذا یوم وعدتم به فی کتب الله من قبل اتّقوا الله ولا تتّبعوا کلّ مشرك مرتاب (۶۶)

کہہ دے اے روئے زمین کے لوگو! خدا کی قسم لوحِ محفوظ جلوہ گر ہے اور وہ اپنے بندوں میں محو خرام ہے اور یوں گویا ہے کہ یہ وہی دن ہے جس کا وعدہ پہلے سے تمہیں کتاب میں دیا گیا تھا۔ خدا سے ڈرو اور کسی مشرک مرتاب کی پیروی نہ کرو

قل یا ملأ الارض اتّقوا الله ولا تتّبعوا اهوائکم اسرعوا الی البحر الاعظم الّذی ماج بین العالم بسلطان غلب العالمین (۷۰)

کہہ دے اے روئے زمین کے لوگو! خدا سے ڈرو اور اپنی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اس بحرِ اعظم کی جانب جلد چلو جو تمام دنیا میں ایسی قوت سے موجزن ہے کہ تمام جہانوں پر غالب آ گئی ہے۔

قل یا ملأ الارض تالله قد جرت سفینة الله علی بحر البیان وانّها تمرّ علی البرّ والبحر لو انتم من العارفین۔ (۷۰)

کہہ دے اے روئے زمین کے لوگو! خدا کی قسم کشتیٔ الٰہی بیان کے سمندر میں چل رہی ہے اور وہ میدان اور سمندر میں یکساں چلتی چلی جا رہی ہے۔ کاش تم بھی عارفوں میں داخل ہو جاؤ۔

آسمانی بادشاہت کی ضیافت

عہد قدیم میں وعدہ مقدس پیغمبروں اور پاک صحیفوں نے آج سے کئی ہزار سال پہلے خبریں دی تھیں کہ خداوند عالم تمام قوموں کے لئے روحانی دسترخوان بچھائے گا۔ ولیضع رب الجنود لجمیع الشعوب فی ھذا الجبل ولیمة سمائن۔ اور رب الافواج اس پہاڑ پر ساری قوموں کے لئے فربہ چیزوں سے ایک ضیافت تیار کریگا۔" (یسعیاہ ب۲۵ آیت ۶)

عہد جدید میں وعدہ اور پورب پچھم۔ اتر۔ دکھن سے لوگ خدا کی بادشاہت کی ضیافت میں شریک ہونگے۔" (لوقا ب۱۳)

"اور میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے آکر ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے ساتھ آسمانی بادشاہت کی ضیافت میں شریک ہونگے۔ (متی باب۸)

روحانی خوراک فانی خوراک کے لئے محنت نہ کرو۔ بلکہ اس خوراک کیلئے جو ہمیشگی زندگی ٹھہرتی ہے جسے ابن آدم تمھیں دیگا کیونکہ باپ یعنی خدا نے اسی پر مہر کی ہے۔ (یوحنا ب۶)

حقیقی روٹی۔ خدا کی روٹی زندگی کی روٹی۔ آسمانی روٹی میرا باپ تمھیں آسمان سے حقیقی روٹی دیتا ہے کیونکہ خدا کی روٹی وہ ہے جو آسمان سے اتر کر دنیا کو زندگی بخشتی ہے (یوحنا ب۶) یہ وہ روٹی ہے جو آسمان سے اترتی ہے تاکہ آدمی اس میں سے کھائے اور نہ مرے۔ میں ہوں وہ زندگی کی روٹی جو آسمان سے اتری۔ اگر کوئی اس روٹی میں سے کھائے تو ابد تک زندہ رہیگا۔" (یوحنا ب۶) "جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مرجائے توبھی زندہ رہیگا" (یوحنا ب۱۱) میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے (یوحنا ب۶) انھوں نے اس سے کہا کہ اے خداوند یہ روٹی ہم کو ہمیشہ دیا کر (یوحنا ب۶) اور میرے بھیجنے والے کی مرضی یہ ہے کہ جو کچھ اس نے مجھے دیا ہے اسمیں سے کچھ کھو نہ دوں بلکہ اسے آخری دن پھر زندہ کروں۔ (یوحنا ب۶)

قرآن مجید اور مائدۂ آسمانی کتاب مقدس کے عہد قدیم اور عہد جدید دونوں سے واضح و آشکار ہے کہ خداوند عالم نے تمام قوموں کیلئے ایک مائدۂ آسمانی نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں ایک سورت المآئدہ کے نام سے موجود ہے جسمیں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم سے مائدۂ آسمانی نازل فرمانے کی درخواست کی تھی (جیسا کہ انجیل یوحنا میں آتا ہے کہ مسیح کے ماننے والوں نے کہا کہ اے خداوند! یہ روٹی ہم کو ہمیشہ دیا کر۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے کہ حواریوں نے مائدۂ آسمانی کے لئے درخواست کی تو حضرت مسیح نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا

قال عیسی ابن مریم اللّٰھم	عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے ہمارے
ربنا انزل علینا مائدۃ	ترقی دینے والے خدا۔ ہمارے لئے وہ آسمانی
من السّمآء تکون لنا عیدًا	مائدہ نازل فرما جو ہمارے اگلے اور پچھلے
لاوّلنا واٰخرنا واٰیۃً منک	سب لوگوں کو خوشی کے ساتھ بار بار ملے اور
قال اللہ انّی منزّلھا علیکم	تیرا نشان ہو۔ خدا نے فرمایا۔ میں تم پر
فمن یکفر بعد فانّی	مائدۂ آسمانی ضرور نازل کرونگا۔ اس کے
اعذّبہ عذابًا لّا اعذّبہ	نازل ہونے پر جو لوگ انکار و ناشکری
احدًا من العٰلمین ٥	کرینگے میں انھیں ایسا عذاب دوں گا
(پ۷ المائدہ ع۱۵)	جیسا تمام عالم میں سے کسی کو نہ دوں گا۔

وعدۂ الٰہی کے مطابق مائدۂ آسمانی خود ظہورِ مسیح کی صورت میں مسیحی قوم کے

اگلوں کو بھی عطا ہوا۔ جیسا کہ آیاتِ انجیل سے ثابت ہے اور پچھلوں کو ظہورِ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اور اب پھر حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے ذریعے وہی مائدۂ آسمانی دیا گیا۔ جیسا کہ مسیح نے خود فرمایا تھا کہ جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے میں اُس سے کچھ کھو نہ دونگا۔ بلکہ آخری دن اسے پھر زندہ کرونگا۔ اور خدا سے درخواست کی تھی کہ یہ مائدۂ آسمانی ہمارے پچھلے لوگوں کے لئے بھی خوشی کا باعث ہو۔ اور لوٹ کر پھر انھیں ملے۔

اور معلوم ہوچکا ہے کہ اس مائدہ آسمانی سے مُراد وہ روحانی نور ہے جو حقیقی زندگی بخشتی ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ "یہ مائدۂ آسمانی ابنِ آدم تمھیں دے گا۔" سو اب وعدے کے مطابق ابنِ آدم کا ظہور ہوگیا ہے اور اس نے دنیا کو وہ مائدۂ آسمانی دیا ہے جس کا وعدہ اور انتظار تھا۔ خداوند عالم فرماتا ہے :-

قُل قد اتی المختار فی ظلل الانوار لیحیی الاکوان من نفحات اسمه الرحمٰن ویتحد العالم ویجتمعوا عَلیٰ هٰذهِ المائدة التی نزلت من السماء ـ (کتاب مبین ص۶۱)

کہدو۔ روشنیوں کے سایوں میں ہو کر وہ مالک مختار آ پہنچا ہے تاکہ عالم ہستی کو اپنے اسم رحمٰن کے نفحات سے زندہ کرے اور تمام عالم انسانی متحد ہو جائے اور سب لوگ اس مائدۂ روحانی پر جمع ہو جائیں جو آسمان سے اُترا ہے۔

ونزلت مائدة العرفان من سماء الفضل ان کنتم تفقهون (مبین ص۳)

اور مائدۂ عرفان آسمانِ فضل سے نازل ہوا ہے۔ تم حقیقت فہم ہو تو سمجھ لو۔

ایاکم ان تکفروا بنعمة الله بعد انزالها هٰذا خیر لکم مما عندکم انه سیفنی وما عند الله یبقی انه هو الحاکم علیٰ ما یرید (کتاب مبین ص۱۲)

خبردار! جب خدا کی نعمت نازل ہو چکی تم اس کی ناشکری نہ کرنا۔ یہ تمھارے لئے تمھاری سب چیزوں سے بہتر ہے کیونکہ تمھاری یہ چیزیں تو فنا ہو جائینگی اور خدا کے پاس کی نعمت لازوال ہے۔ یقیناً خدا اپنے ہر ارادہ پر حاکم ہے۔

قانونِ قدرت یہی ہے کہ جب کوئی قوم مائدۂ آسمانی کی بےقدری کرتی ہے تو دنیاوی نعمتیں بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں بھی فرمایا کہ اس مائدۂ آسمانی کے نازل ہونے پر جو لوگ انکار اور ناشکری کرینگے انھیں سخت عذاب دیا جائے گا جو تاریخ دنیا میں اپنی نظیر نہ رکھتا ہوگا۔

آج خداوند عالم فرماتا ہے:-

طوبیٰ للذین عرفوا النور وسرعوا الیه اذاهم فی الملکوت یاکلون و یشربون مع الاصفیاء وترٰکم یا ابناء الملکوت فی الظلمة ـ (لوح پاپا)

مبارک ہیں وہ جنھوں نے نور کو پہچانا اور جلد جلد اس کی طرف بڑھے تو دیکھو وہ میرے برگزیدوں کے ساتھ آسمانی بادشاہت میں کھا پی رہے ہیں۔ اور اے آسمانی بادشاہت کے فرزندو! ہم تمھیں تاریکی میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔

(کتاب مبین ص۲۶ و [illegible])

خداوند عالم گواہ ہے کہ حضرت مسیح نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔ ابن آدم بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان سے آگیا ہے جیسے پہلے بھی آسمان ہی سے آیا تھا۔ وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھ گیا ہے۔ فرشتے اس کے ساتھ آئے ہیں۔ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیج چکا ہے جو اس کے برگزیدوں کو آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ جو آسمانی بادشاہت کے فرزند بنتے تھے اور حضرت مسیح اور دیگر نبیوں کی معرفت ایک عظیم الشان آسمانی بادشاہت کے منتظر و مشتاق بنائے گئے تھے مسیح کے الفاظ میں اُن کے دل خمار اور نشہ بازی اور اس دنیا کی فکروں سے "سست" ہوگئے اور انھوں نے مائدۂ آسمانی اور

دینِ خداوندی سے اپنے آپ کو غافل و محروم کر لیا۔ وعدے کے مطابق آنے والا وقت ان پر پھندے کی طرح ناگہاں۔ ان پر بلکہ سب روئے زمین کے باشندوں پر آن پڑا ہے۔ کاش اب ان لوگوں کو ہونے والی تباہیوں سے بچنے اور ابن آدم کے حضور کھڑے ہونے کا مقدور حاصل ہو۔ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہے کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی تھی۔ اب زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹ رہی ہیں۔ اور جیسے بجلی آسمان کی ایک طرف سے کوند کر دوسری طرف چمکتی ہے۔ ویسے ہی ابن آدم سرزمینِ مشرق ایران سے نکل کر سرزمین قدس فلسطین میں ظاہر و جلوہ گر ہوا۔ لیکن جیسا کہ لکھا تھا اس نے بہت دکھ اٹھائے اور اس زمانے کے لوگوں نے اسے رد کیا۔ مسیح کو جو کچھ اور باتیں کہنی تھیں جن کی برداشت اس وقت لوگ نہیں کر سکتے تھے اب سچائی کا روح دنیا میں آکر تمام سچائی کی راہ دکھا رہا ہے۔ اور ہاں جیسا کہ مسیح نے فرمایا تھا خدا کی بادشاہت ظاہری و دنیاوی طور پر نہیں آئی بلکہ روحوں پر حکومت خدائی بادشاہت ہے جو حضرت بہاؤ اللہ کے ذریعے نمودار ہو رہی ہے۔

اس روحانی اور الہٰی سلطنت سے روگردانی کا اثر یہ ہو رہا ہے کہ انسان کے دل کا باطنی فساد جنگ اور قتال کی شکل میں رونما ہے۔ دنیا آگ میں جھلس رہی ہے۔

مسیحی قوموں کے گرفتارِ ظلمت ہو جانے کی خبر خود حضرت مسیح نے یوں دی تھی " میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب پچھم سے آکر ابراہیم۔ اضحٰق اور یعقوب کے ساتھ آسمانی بادشاہت کی ضیافت میں شریک ہونگے مگر بادشاہت کے بیٹے اندھیرے میں ڈھکیلے جائینگے۔ (متی ۸ ب) جب تم ابراہیم۔ اضحٰق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی بادشاہت میں شامل اور اپنے آپ کو باہر نکالا ہوا دیکھو گے۔ (لوقا ۱۳ ب)

میں تم سے کہتا ہوں بہتیرے داخل ہونے کی کوشش کرینگے اور نہ ہو سکیں گے۔ (لوقا ۱۳ ب)

سو واقعات سے ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے جو کچھ فرمایا تھا وہ آج آشکار ہو گیا۔ عیسائی اقوام کو مسیح کے ذریعے آسمانی مائدہ دیا گیا جس میں نرم دلی۔ عفو۔ رحم۔ محبت سب سے بڑی چیز تھی مگر ان اقوام نے اس مائدۂ آسمانی کو بُری طرح ٹھکرا دیا ہے۔ پھر دوبارہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مائدۂ روحانی عطا ہوا۔ مگر مسیحی اقوام نے اُسے قبول نہ کیا۔

اب حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے ظہور میں پھر وہی نعمت نازل ہوئی ہے اور مائدۂ آسمانی نہایت خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے جس میں اتحادِ عالم اور عالمگیر صلح و امن اور محبتِ نوعِ بشر خاص نعمتیں ہیں لیکن ان اقوام نے اس مائدۂ آسمانی کی قدر نہ کی۔ اور بے پروائی سے منہ پھیر لیا۔ تب خداوند عالم نے وہی کیا جو فرمایا تھا کہ مائدۂ آسمانی نازل کرنے کے بعد جو لوگ انکار و ناشکری کرینگے میں انھیں ایسا سخت عذاب دوں گا کہ جیسا دنیا میں کسی کو نہ دیا ہو۔ آج تمام جہان کی آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟

موجودہ جنگ عالمگیر عذاب ہے اور یہ مسیحی اقوام کے اندر سے ہی اُٹھا ہے اور وہ آپس میں الجھ کر عذاب و ہلاکت میں مبتلا ہو رہی ہیں۔ تمام دنیا متفقہ طور پر مان رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تاریخ عالم میں ایسے عذابِ عظیم کی نظیر نہیں ملتی۔ روحانی نعمت کے انکار کرنے پر دنیا کی ظاہری نعمتیں فنا ہوتی جا رہی ہیں اور دنیا حیران ہے۔ قدرتِ الٰہی عجیب شان دکھا رہی ہے۔ فرمایا تھا:-

" جیسے کڑوے دانے جمع کئے جاتے اور آگ میں جلائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی دنیا کے آخر میں ہوگا "

(متی ۱۳ ب)

پس اب اہل دنیا کو چاہیئے کہ وہ خداوند عالم کی رضا تلاش کریں۔ گناہوں سے باز آئیں۔ دین کی حقیقت کو سمجھیں۔ تمام مظاہر الٰہی کی صداقت کو قبول کریں۔ اس مائدۂ آسمانی کو حاصل کریں جو آج آسمانِ فضل سے نازل ہوا ہے۔ اتحاد عالم کا پروگرام جو قلم قدرت نے لکھا ہے سب کو چاہیئے کہ اسے جاری کریں۔ مذہب اور قوم اور وطن اور زبان کے نام سے جس قدر تعصبات اور فرقہ وارانہ خیالات ہیں سب کو مٹا دیں۔ محبت کی روح سے سرشار ہو کر آسمانی بادشاہت کی ضیا فنت میں آئیں۔ اس یکتا زمانے کی قدر و منزلت کو پہچانیں۔ اور اس ظہور کی برتری و عظمت کو شناخت کریں۔ اور آج کے مائدۂ آسمانی سے بہرہ یاب ہوں۔ والسلام۔

عصرِ حاضر کا روشن پہلو

یہ سرزمین عرصۂ محشر ہے اِن دِنوں　　اجلاس میں عدالتِ داور ہے اِن دِنوں

روزِ ازل سے دھوم تھی جس کے ظہور کی　　اُس دلربا کی دید میسّر ہے اِن دنوں

ارض و سما جِسُن بدل کر نئے ہوئے　　دُنیائے عشق عالَمِ دیگر ہے اِن دنوں

فرقت کا دَور ختم ہوا۔ عاشقو! چلو　　بزمِ وصالِ یار مُنوّر ہے اِن دنوں

اے تشنگانِ آبِ بقا! اِذنِ عام ہے　　خود منتظر وہ ساقیٔ کوثر ہے اِن دنوں

پھیلی ہوئی ہے گُلشنِ دلدار کی مہک　　عُشّاق کا دماغ مُعطّر ہے اِن دنوں

انسانیت کے گھر میں اخوّت کا دَور ہے　　آپس میں ایک ایک برادر ہے اِن دنوں

(علمی)

دُنیا بھر میں آگ بھڑک رہی ہے

انسان کی قوتِ خیال جب روحانیت سے لبریز ہوتی ہے تو انسان نورانی ہوتا ہے اور جب انسان میں غیض و غضب اور تعصب کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ ناری ہوتا ہے۔

جو انسان قہر و غضب اور حرص و آز۔ بغض و حسد میں سراپا آتش ہو جاتے ہیں۔ انکارِ حق میں جوش دکھاتے ہیں۔ بدعملی میں سرگرم ہوتے ہیں وہ شیطان کہلاتے ہیں۔

جو انسان حق پرست ہوتے ہیں اور اطاعتِ الٰہی میں خوشی سے مستعد ہوتے ہیں اور نیکیوں میں سب سے بڑھ جاتے ہیں وہ فرشتے بن جاتے ہیں۔

پاور ہاؤس سے جو بجلی کی لہر چلتی ہے وہ مختلف مشینوں میں مختلف کام کرتی ہے۔ وہی لہر جب بلب میں آتی ہے تو روشنی پھیلاتی ہے۔ اور وہی لہر جب کسی برقی چولھے کے تاروں میں پہنچتی ہے تو آگ بن جاتی ہے جس سے ہر طرح کے کھانے پکائے جاتے ہیں۔ کہیں بجلی کی لہروں سے مریضوں کے جسم میں نئی زندگی کی حرارت پیدا کی جاتی ہے۔ کہیں بجلی کے ذریعے تختۂ موت پر مجرموں کو فنا کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ برقی لہر سے ہی جگہ جگہ حماموں میں پانی گرم کیا جاتا ہے اور اسی سے جگہ جگہ برف آب بنایا جاتا ہے۔

اسی طرح ارواحِ انسانی اپنے اپنے خواص و اعمال کے لحاظ سے الگ الگ اثر دکھاتی ہیں۔ انہیں اعمال کی بناء پر ان کی فطرت نور یا کیفیتِ نار ان میں نمودار ہو جاتی ہے۔ نورانی انسان دنیا کو منور کر دیتے ہیں۔ اہلِ نار خرمنِ ہستی میں آگ لگا دیتے ہیں۔ نوری خود روشن ہو کر دوسروں کو روشن کر دیتے ہیں۔ ناری آپ جلتے اور دوسروں کو جلاتے ہیں۔ انھیں آگ والوں کا ذکر خداوندِ عالم نے یوں فرمایا ہے کہ خود ان کے دلوں پر آگ مشتعل ہوتی ہے اور ان میں آگ بھری ہے (سورۂ ہمزہ) یہی ان کی آتشِ باطن جب زور سے بھڑکتی ہے تو بے شمار دلوں کو جلا ڈالتی ہے۔ بستیوں کو پھونک دیتی ہے اور قسم قسم کے آتش گیر مادّوں میں نمودار ہو کر انسانوں کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے یہی آگ نار الحرب یا آتشِ جنگ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور بحر و بر میں فساد برپا کرتی ہے۔ خداوند عالم ہمیشہ آتشِ فساد کو بجھانے کا سامان کرتا ہے۔ پیغمبر کو بھیجتا ہے اور آگ میں پڑے ہوئے لوگوں کو باہر نکال لیتا ہے۔ لیکن بہت سے انسان نور سے بھاگتے ہیں اور نار ہی میں رہنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی خیر خواہ کی آواز نہیں سنتے۔

عصرِ حاضر میں خداوند عالم نے حضرت بہاء اللہ کے ذریعے تمام شاہانِ عالم اور اقوامِ عالم کو عدل و انصاف اور اتحاد و اتفاق کی تاکید ارشاد فرمائیں۔ بار بار مفصل الواح میں یگانگت و وحدت کی تعلیمات دیں۔ بادشاہوں کو عام طور پر اور بڑے بڑے بادشاہوں کو خاص خاص طور خطاب فرمایا۔ تمام حکومتوں کے علماء اور لیڈروں کو مخاطب فرما کر اصلاح و تعمیرِ عالم کے احکام دیئے۔

حضرت عبدالبہاء نے تقریر اور تحریر کے ذریعے اور بنفسِ نفیس یورپ۔ جرمنی۔ فرانس۔ امریکہ میں تشریف لے جا کر یونیورسٹیوں میں

قوموں کے اداروں۔ عبادت گاہوں میں سب کو عام خطاب کر کے وحدت و یگانگت اور عالمگیر صلح و اتحاد کے احکام الٰہی پہنچائے۔ ہزار ہا لوگوں نے حضرت عبدالبہاء کی آواز پر لبیک کہا۔ لیکن اکثر لوگ غفلت میں ہی چور رہے۔

حضرت عبدالبہاء نے پہلی جنگ عظیم سے قبل دنیا کو خطرۂ جنگ سے آگاہ فرما دیا تھا۔ اور پھر جنگِ عظیم ختم ہو جانے کے بعد بھی فرماتے رہے کہ اور بھی خطرات درپیش ہیں۔ ہولناک وقت آنے والا ہے۔

لیکن لوگوں نے بہت کم توجہ کی۔ آخر کار یہ عظیم و مہیب فساد دنیا میں رونما ہو گیا جس کے اثر سے دنیا کا کوئی ملک نہیں بچا۔ کوئی انسان بلکہ کوئی چیز بھی نہیں بچی۔ اس عالمگیر آتش فساد نے دنیا کو جھلس کر رکھ دیا۔ اور خدا بہتر جانتا ہے کہ آگے کیا کچھ ہوگا۔

حضرت مسیح نے جو خبریں دی تھیں وہ اب واقعات بن کر رونما ہو رہی ہیں۔ بے شک ہم لڑائیاں دیکھ رہے ہیں اور ایسی لڑائیاں جن کی مثال چشم عالم نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ بیشک ہم طرح طرح کی افواہیں سن رہے ہیں کیونکہ ایسے وقت میں افواہوں کا کثرت سے پھیلنا بتایا گیا تھا۔ افواہوں سے بڑا اضطراب پھیل رہا ہے اور جیسا کہ فرمایا تھا آج قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کر رہی ہے کال پڑ رہے ہیں۔ بھونچال آ رہے ہیں۔ دنیا دار لوگ دینداروں کو تکلیف دے رہے ہیں بہتیرے مومن جو ظہورِ ثانی مسیح پر ایمان لائے قتل کر دیئے گئے۔ عام دنیا میں مختلف قومیں اور جماعتیں اور لوگ ایک دوسرے سے عداوت کر رہے ہیں۔ اور بہت سے جھوٹے نبی بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں جیسا کہ ہر قوم اور ہر مذہب کے زیرِ سایہ بناوٹی نبی۔ ولی۔ مرشد۔ درویش زاہد وغیرہ بن کر اہلِ عالم کو ظہورِ حق اور دینِ حق سے محروم بنا رہے ہیں۔ بیدینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ گئی ہے مگر ساتھ ہی آسمانی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہو رہی ہے جو سب قوموں کے لئے گواہی اور خدائی نشان ہے۔

عہد قدیم کے نبیوں کی معرفت بھی خداوند عالم نے فرمایا تھا کہ آخری دنوں میں جہاں رحمت بڑے زور سے نیا ظہور دکھائے گی وہاں اہلِ حجاب پر نقمت و قہر کا نزول بھی بڑے زور سے ہوگا۔ ایسا کہ سارے انسان گھبرا جائیں گے۔ اور خداوندِ عالم نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا تھا کہ خونریزی کے ذریعے انھیں سزا دوں گا اور یہ کہ ان پر آگ اور گندھک برساؤں گا۔ نیز فرمایا تھا کہ "میں ماجوج پر اور اُن پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا"

(حزقیل ب ۳۹)

قرآن مجید میں بھی اس آگ کی خبر دی گئی تھی،

یہ بات اچھی طرح ثابت ہو چکی ہے کہ قیامت میں فنائے عالم نہ ہوگی۔ اور جب قیامت میں فنائے عالم نہیں ہے تو آیاتِ قیامت اسی دنیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ مدعا ہم مفصل دلائل سے کوکب ہند۔ بہائی میگزین اور پیامبر میں ثابت کر چکے ہیں۔ اسی لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پیش نظر مضمون کی مناسبت سے ہم سورۂ تکویر اور القارعہ درج کی آیات لکھتے ہیں جن میں یہ بھی ذکر ہے کہ دریاؤں میں بھی آگ لگائی جائے گی۔ دنیا میں سخت آگ بھڑکائی جائے گی۔ شہروں میں آگ لگا کر پھونک دیا جائے گا۔ اب ہم تمام آیات ذیل میں درج کرتے ہیں:-

اذا الشمس کورت۔ جب آفتاب اسلام لپیٹ لیا جائے گا۔ اذا النجوم انکدرت جب ستارے یعنی علماء بے نور ہو جائیں گے۔ اذا الجبال سیرت جب قوی دل مومنین اور احکام دین اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جائیں گے واذا العشار عطلت اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنی ناقابلِ اہمیت قرار دی جائیں گی۔ جو کسی زمانے میں اہل عرب کے نزدیک

نفیس مال سمجھی جاتی تھیں۔ واذا الوحوش حشرت اور جب
وحشی جانور سدھانے کے لئے جمع کئے جائینگے۔ اور وحشی لوگ اکٹھے
کر دیئے جائینگے۔ جیسا کہ لڑائیوں میں دنیا بھر کے گنوار بھرتی کئے جاتے
ہیں واذا البحار سجرت اور جب دریاؤں میں آگ لگا دی جائے گی
سو اب موجودہ جنگ میں بڑے بڑے سمندروں میں پٹرول کی آگ
لگا دی گئی۔ میلوں دریا میں آگ لگی رہی اور کئی کئی دن تک بلند شعلے
اُٹھتے رہے۔ بحار عربی میں شہروں کو بھی کہتے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ
شہروں میں آگ لگا دی جائے گی۔ موجودہ جنگ کے واقعات دنیا
کی آنکھوں کے سامنے ہیں کہ بڑے بڑے مشہور شہروں میں آگ لگا دی گئی
جس کی روشنی چالیس چالیس میل تک جاتی تھی۔ ایسی آتشزدگی ہوئی جس کی
مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ لغت کے لحاظ سے سجرت کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ
شہر لوگوں سے بھر جائیں گے۔ موجودہ تمدن میں بات نہایت عیاں ہے
کہ شہروں میں اس قدر لوگ بھر گئے ہیں کہ پہلے کبھی اس قدر نہ بھرے تھے۔
اور آگ بھی ایسی لگی کہ کبھی نہ لگی تھی۔

واذا النفوس زوجت اور لوگ باہم ملا دیئے جائینگے۔
کاروباری تعلقات میں لوگ اس شان اور اس کثرت سے مل رہے
ہیں کہ پہلے زمانوں میں ایسے کبھی نہ ملے تھے۔ یہاں رشتہ داری کے
تعلقات میں بھی متمدن عالم نے مذہب اور قوم کی حدود کو درمیان
سے اُٹھا دیا ہے اور سب انسان شادی بیاہ میں باہم ملتے جا رہے ہیں
ایک قوم دوسری قوم سے ایک ملک دوسرے ملک سے مل رہا ہے۔

واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت
اور زندہ درگور عورت سے سوال کیا جائیگا کہ وہ کس گناہ میں ہلاک
کر دی گئی۔ یعنی حقوقِ نسوان کے متعلق مطالبات ہونگے جیسا کہ ہو رہے
ہیں اور عورتوں کی جائز آزادی اور مساوات کی تحریکات بڑے
زور سے کام کریں گی۔ اور اس زمانے میں ایسی بڑی بڑی تحریکات کام کر رہی ہیں۔

واذا الصحف نشرت۔ اور جب کتابیں۔ الہامی صحیفے۔
اور عام کتابیں۔ رسالے۔ اخبارات۔ اشتہارات کے اوراق کی
نشر و اشاعت کی جائیگی۔ تمام وہ کتابیں جو دنیا میں نایاب تھیں
وہ بھی چھپ کر شائع ہو رہی ہیں اور ایک دن میں اس قدر نشر و
اشاعت کا کام ہو جاتا ہے جتنا پہلے ایک صدی میں بلکہ ایک ہزار
سال میں بھی نہ ہو سکتا تھا۔

صحیفہ۔ صفحہ کو بھی کہتے ہیں۔ تو کتابوں اخباروں۔ اشتہاروں
کے علاوہ تمام سائن بورڈ بھی صفحات ہیں جن پر عبارات لکھی ہوتی ہیں۔
ہر گلی کوچے اور سڑک اور بازار میں اذا الصحف نشرت کا
نظارہ دکھائی دے رہا ہے۔ بلکہ نقد روپے کی جگہ بھی اب صحف
نے لے لی ہے۔ نوٹ بھی صفحات ہیں جن پر عبارت لکھی ہوتی ہے۔
اور وہ کل عالم میں منتشر ہیں۔ دنیا بھر کا کاروبار اُن سے ہو رہا ہے

واذا السماء کشطت جب آسمانِ دین وعلم کا پردہ دُور
کر دیا جائے گا۔ دینی حقائق آشکار ہو جائینگے۔ علمی اکتشافات
بے نقاب ہو جائینگے۔ جیسے کسی پھل کے اوپر سے چھلکا اُتار دیا جاتا
ہے تو اصل مغز کھانے کو مل جاتا ہے اسی طرح دین وعلم کا قشر
یعنی بیرونی چھلکا اُتار دیا گیا ہے اور اصل مغز موجود و نمودار ہے
جس سے سچے طلبگار فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

واذا الجحیم سعرت جب آگ بھڑکائی جائیگی۔
اس کلمۂ الٰہیہ کا بھی عجیب ظہور اس زمانے میں ہو رہا ہے۔
اب اس طرح سے آگ بھڑکائی گئی ہے جس کی مثال عالم ہستی
میں پہلے کبھی سننے میں بھی نہیں آئی۔

کسی وقت بزرگوں سے ہم نے یہ بات سنی تھی کہ قیامت کے
دن لوگ اپنی جیبوں میں آگ لئے پھرینگے اور جلیں گے نہیں۔
ماچس کی ایجاد نے اس بات کو سچا کر دکھایا۔ اب دنیا بھر میں

ہماری عالمگیر سواری ریل موجود ہے جو آگ سے چلتی ہے۔ برق رفتار موٹریں پٹرول کی آگ سے دوڑ رہی ہیں۔ آسمان پر ہوائی جہاز آگ ہی کے ذریعے اڑتے اور تمام دنیا کا سفر کرتے ہیں۔ مٹی کا تیل۔ موبل آئل۔ اسپرٹ۔ پٹرول یہ سب زمین کے اندر بہنے والے دریاؤں کے پانی ہی تو ہیں جو آگ بن بن کر بھڑکتے ہیں اور نئے زمانے کے نئے کاموں میں وہ عجیب عمل کر رہے ہیں جو گذشتہ زمانوں میں انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے تھے۔ خالقِ فطرت نے ان سب چیزوں اور حالتوں کو اذا البحار سجرت اور اذا الجحیم سعرت میں بیان فرما دیا۔ جحیم بھڑکتی آگ کو کہتے ہیں۔ فالقوہ فی الجحیم (صٰفٰت) منکروں نے کہا کہ ابراہیم کو بھڑکتی آگ میں ڈال دو

موجودہ جنگ میں بے نظیر طریق پر آگ بھڑکائی گئی ہے ایسی گیس بنائی گئی ہے جو عمارتوں پر چھوڑ دی جائے تو سب میں کلیتہً آگ لگا دے۔ ایسے بم بنائے گئے ہیں جو آگ لگا کر بستیوں کو پھونک ڈالتے ہیں۔ آدمیوں کو بھون ڈالتے ہیں اور جس چیز پر پڑیں اسے جلا کر خاک کر دیتے ہیں۔

واذا الجنۃ ازلفت۔ ظہورِ حق کے ذریعے جنت آراستہ کر دی گئی ہے جسے اہلِ بصیرت دیکھتے ہیں۔

علمت نفس ما احضرت۔ لوگوں پر اپنی اپنی مساعی کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔

فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ۔ جب وہ بڑی چیز آئیگی جو مٹانے والی ہوگی۔ دنیا کے تمدن اور تعمیرات کو مٹائیگی۔ پرانے مذاہب و رسوم کو مٹائے گی۔ یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ تب نوعِ انسان کو معلوم ہو جائیگا کہ اس نے کیا کیا کوششیں کی ہیں وبرزت الجحیم لمن یریٰ اور دیکھنے والے کے سامنے آگ نکال کر رکھ دی جائیگی۔ لمن یریٰ۔ جو دیکھتا ہے۔ دیکھنا کئی رنگ میں ہے اور دیکھنے والے کئی قسم کے ہیں۔ از جملہ رویتِ باطنی یعنی حقیقتِ روحانی کا مشاہدہ کرنا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ اس زمانۂ موعود میں اہلِ بصیرت دیکھ لینگے یہ آگ آتشِ جہنم ہے جو دنیا میں بھڑک رہی ہے۔

فاما من طغیٰ و اثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأویٰ۔ پھر تفصیل فرماتا ہے کہ جو لوگ دورِ قیامت میں حق سے سرکشی کر کے دنیادارانہ زندگی کو مقدم کرینگے۔ ان کا مطمحِ نظر صرف سفلی زندگی ہوگی وہ مادیت میں غرق ہونگے تو ان کا مقام یہی آگ ہوگی۔ چنانچہ آجکل دنیا کے بندے یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ آگ جو لڑائی میں بھڑکائی جا رہی ہے یہی ہماری حفاظت اور پناہ گاہ ہے۔ اگر ہم نے جنگ نہ کی تو ہم تباہ ہو جائیں گے اور ہمارا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہی آتشِ جنگ انھیں گھیر کر جلا ڈالے گی۔

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی المأویٰ۔ جو لوگ دورِ قیامت میں اپنے پروردگار کے قیام و ظہور کے حضور میں ترساں ہونگے اور نفس کو بے جا خواہشوں سے باز رکھینگے (بے جا خواہشوں میں دنیا پرستی۔ حرص و آز۔ قتل و غارت۔ جنگ و فساد بڑی اور بہت بری خواہشات ہیں) نفسانی خواہشوں سے باز رہنے والوں کی پناہ گاہ جنتِ حریت۔

القارعۃ ما القارعۃ۔ دنیا کو دہلا دینے والی سخت مصیبت۔ کیا ہی سخت مصیبت ہے۔ وما ادرٰک ما القارعہ۔ اور تم سمجھے دنیا کو دہلا دینے والی سخت مصیبت کیا ہے؟

یوم یکون الناس کالفراش المبثوث۔ جبکہ لوگ پھیلے ہوئے پتنگوں کی مانند ہونگے۔ کچھ تو جمالِ حق کی شمع کے پروانے ہو کر جان فدا کریں گے اور کچھ گمراہی و جنگ و فساد کی آگ میں گر رہے ہونگے

وتکون الجبال کالعھن المنفوش ۔ اور بڑے بڑے لوگ دھنکی ہوئی روئی کی مانند پراگندہ ہونگے۔ جیسا کہ علمائے مذاہب قدیمہ اور پرانے طرز پر حکومت کرنے والے بادشاہوں کا حال آجکل سب کو نظر آرہا ہے۔

فاما من ثقلت موازینہٗ فھو فی عیشۃ راضیۃ۔ تو اب جس کی علمی و عملی میزانیں بھاری ہونگی وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ واما من خفت موازینہٗ فامہٗ ھاویہ اور جس کی علمی و عملی میزانیں ہلکی ہونگی تو ھاویہ اس کی ماں ہوگی۔ وہ ہاویہ یعنی گرانے والی ہلاکت سے ہی پیدا ہوگا۔ اور اسی کی گود میں پرورش پائے گا اور وہی اس کا ٹھکانا ہوگی۔ وما ادرٰک ماھیہ اور تم سمجھے بھی کہ ھاویہ کیا چیز ہے؟ نارٌ حامیہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

یہی آگ اب آسمان سے برس رہی ہے۔ شہروں میں لگ رہی ہے۔ دریاؤں میں بھڑک رہی ہے۔ گلی کوچوں میں پھیل رہی ہے عمارتوں کو گرا رہی ہے۔ جان و مال کو تباہ کر رہی ہے۔ اس کے خوف سے لوگ گھبرا رہے ہیں۔ خداوند عالم رحم فرمائے کہ اس کے رحم کے سوا کوئی پناہ نہیں ہے۔

خداوند عالم سورۂ حج میں فرماتا ہے یاایھا الناس اتقوا ربکم۔ اے لوگو! خدا سے ڈرو۔ ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم۔ وقتِ موعود کی ہلچل بہت بڑی چیز ہے۔ یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت۔ جس دن تم وہ ہلچل دیکھو گے تو ایسا اضطراب ہوگا کہ مامتا رکھنے والی مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی جنھیں انھوں نے اپنا دودھ پلا کر پالا تھا۔ چنانچہ لاکھوں لاکھوں لاڈلے بیٹوں کو مائیں جنگ میں بھیجکر انھیں بھولی ہوئی چیز بنا رہی ہیں۔ اور جب بم یا آگ برستی ہے تو بھی نفسی نفسی کی پکار میں بہت سی مائیں بچوں کو بھول کر اپنی جان بچانے کی فکر میں ہوتی ہیں۔

وتضع کل ذات حمل حملھا۔ اور حمل والی اپنا حمل وضع کر دیگی۔ بھلا قیامتِ موہوم میں حمل کہاں؟ یہ تو دنیا کا ہی ذکر ہے جہاں آجکل دہشت اور سخت دھاکے وغیرہ سے حمل گر رہے ہیں

وتری الناس سُکٰرٰی وما ھم بسکٰرٰی۔ اور اے دیکھنے والے! تو لوگوں کو مدہوش۔ حواس باختہ دیکھے گا اور حالانکہ وہ کوئی نشے سے مدہوش نہ ہونگے ولکن عذاب اللّٰہ شدید۔ مگر خدا کا عذاب سخت ہوگا۔ عذاب میں حواس باختہ ہونگے۔

اور فرماتا ہے۔ ومن الناس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم ولا ھدًی ولا کتٰبٍ منیر ثانی عطفہٖ لیضل عن سبیل اللّٰہ اور بعض لوگ ایسے ہیں اور ہونگے کہ وہ علم و ہدایت اور کسی روشن کتاب کے بغیر ہی خدا کی نسبت بحث مباحثہ اور جھگڑا کرینگے۔ یعنی دہریت و لامذہبی کی باتیں کرینگے اور حق سے منکر ہونگے۔ اپنی توجہ حق سے ہٹا کر لوگوں کو بھی راہ حق سے بہکا کر گمراہی میں ڈالینگے۔ لہٗ فی الدنیا خزیٌ ونذیقہٗ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں خواری نصیب ہوگی اور قیامت کے زمانے میں ہم انھیں آگ لگا کر جلا دینے کا عذاب چکھائینگے۔

ذٰلک بما قدمت یداک وان اللّٰہ لیس بظلام للعبید اے عذاب پانے والے! یہ سب کچھ تیرے ہی کرتوت کا نتیجہ ہے اور خدا تو اپنے بندوں سے ذرا بھی ناواجب سلوک نہیں کرتا۔

اُجالا اور اندھیرا

نیو لائٹ روشنی کیسی پیاری چیز ہے۔ انسان کو روشنی سے قدرتی تعلق ہے۔ زندگی اور روشنی دونوں لازم ملزوم ہیں۔

آجکل نیا زمانہ ہے۔ نئی نئی قسم کی روشنیاں نکل آئی ہیں۔ شادیوں میں گیس کے ہنڈے جلتے ہیں۔ بجلی کے قمقموں سے مکانات بقعۂ نور بن جاتے ہیں۔ سڑکیں اور گلی کوچے الکٹرک لائٹ سے جگمگا رہے ہیں۔ گھر گھر میں بجلی کی روشنی سے چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔

یہ تو نئے زمانے کی روشنی کا منظر ہے۔ اب ذرا پرانے زمانے پر بھی ایک نظر ڈالئے جبکہ گھروں میں مٹی کے دیئے ٹمٹماتے تھے۔ کڑوے تیل کے چراغ ہوتے تھے اور بڑی خوشی نصیب ہوئی تو گھی کے چراغ جلالئے۔ کوئی آدمی خوش نصیب ہوتا تو اسے چراغ کے ساتھ ڈیوٹ بھی میسر آجاتا تھا۔ ورنہ اکثر تو طاقوں ہی میں چراغ دھرے رہا کرتے تھے۔ تیل اور میل کچیل کی دھاریں طاق سے لے کر زمین تک پہنچی تھیں رات کو جنگلوں میں ہمارے بزرگوں کے پاس اگر کوئی روشنی ہوتی تھی تو وہ یہی کہ کسی بانس یا لکڑی میں آگ لگالی یا ایک ڈنڈے پر تھوڑا سا کپڑا باندھ کر اس پر ذرا سا تیل ڈال لیا اور مشعل بنالی اور روانہ ہوگئے کبھی کبھی مشعل سے کپڑے جل جاتے اور منہ جھلس جاتے تھے۔

اب مشعل کی جگہ ٹارچ نکل آئے ہیں جنھیں نہایت اطمینان سے جیب میں بھی رکھ سکتے ہیں اور جب چاہیں روشن کرسکتے ہیں۔

سوال ہے کہ کیا پرانے زمانے کی روشنی اور نئے زمانے کی روشنی میں آسمان زمین کا فرق نہیں ہے؟ کیا پرانے زمانے کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی ایک جگنو کے مانند نہ تھی؟ اور نئے زمانے کی روشنی چودھویں رات کے چاند کی سی نہیں ہے؟

کیا یہ قدرت کا ایک انعام اور فطرت کا ایک اہتمام نہیں ہے؟

تو اب کیا اس لئے کہ ہمارے بزرگ باپ دادا مٹی کے دیئے جلاتے تھے ہم نئی روشنی کے انتظام کو پسند نہ کریں گے؟

اور ہاں کیا یہ ترقی کی نئی جگمگاہٹ صرف ظاہری روشنی تک محدود ہے جیسے مٹی کے دیئے کے مقابلے میں بجلی کے بلب اور مشعل کی جگہ ٹارچ آگئے ہیں کیا روحانی روشنی کی دنیا میں جسے علم اور دین کہتے ہیں نئی روشنی پیدا نہیں ہوئی؟ کیا قدرت نے صرف ظاہری روشنی میں فیاضی دکھائی ہے اور باطنی روشنی میں بخل سے کام لیا ہے؟

نہیں نہیں۔ بلکہ یہ ظاہری روشنی کی ترقی ایک نشان ہے جو حقیقی روشنی کی نئی تجلی کا اعلان کررہی ہے کہ جیسے ظاہری روشنی سے سرزمین روشن ہوگئی ہے ویسے ہی حقیقی روشنی بھی دنیا میں آگئی ہے اور دلوں اور روحوں کو روشن و منور کررہی ہے۔ اس کا نام ہے "دینِ بہائی" یعنی روحانی روشنی کا نیا نظامِ نورانی۔ جو سارے عالم کو نورٌ علیٰ نور بنا دیگا۔ وہ ہزاروں لاکھوں قلوب وارواح کے اندر نئی برقی روشنی پہنچا چکا ہے۔ وہ ہر آن اپنی جھلکاہٹ زیادہ سے زیادہ پھیلاتا جارہا ہے۔ بہائی روشنی کو بادشاہوں نے، عالموں نے، عوام کے ہجوم نے انکار کی پھونکوں اور ظلم وستم کی آندھیوں سے بجھانا چاہا لیکن یہ روشنی اور بھی تیز ہوگئی۔ اور ایران سے نکل کر دنیا کے پورب پچھم، اتر، دکھن میں پھیل گئی۔

مگر پرانے زمانے والے مٹی کے دیئے کو ہی لئے بیٹھے ہیں اور اس برقی روشنی سے گھبراتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ہر نئی روشنی سے پہلے پہل یونہی اچنبھا اور ڈر معلوم ہوا کرتا ہے اور جب اس کی خوبی نظر آجاتی ہے تو پھر ہر ایک اسی کو اپنے گھر میں جگہ دیتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

بہائی روشنی وہی روشنی ہے جس کی بابت نبی کہتا ہے کہ "دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائیگی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا اور اُس کا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ زمین تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلینگے"

یہی بشارت قرآن مجید نے یوں دی تھی واشرقت الارض بنور ربہا۔ کہ زمین اپنے ترقی دینے والے رب کی روشنی سے پر نور ہوجائے گی۔

بلیک آوٹ سب کو حکم دیا گیا ہے کہ بتیاں بند کر دیں۔ گھروں کے باہر جھروکوں اور روشندانوں سے بھی روشنی باہر نہ جانے پائے موٹروں اور گاڑیوں پر بھی جو روشنی ہو وہ بھی گہرے پردے میں چھپی ہوئی ہو۔ سڑکوں کی بجلیاں بالکل گل رہیں۔

آہ! تاریکی چھا رہی ہے۔ شہروں میں اندھیرا پھیلا ہوا ہے گلی کوچے ظلمتکدے بنے ہوئے ہیں۔ دم گھٹا جا رہا ہے۔ چلنا پھرنا دشوار ہے۔ ذرا غور کیجئے ایک آدمی کے دل میں ظلمت پیدا ہوتی اور اور اس نے چاہا کہ دوسرے لوگوں پر حملہ کر دے۔ شہروں کو تباہ کرے اور لوگوں کو مغلوب کر لے۔ یہ دل کا اندھیرا ظاہر میں آیا اور خوف و خطر لایا اور دل کے اندھیرے نے ہی بلیک آوٹ پیدا کر دیا۔ اور شہروں اور بستیوں پر اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ اب دیکھئے کہ دل کا اندھیرا کس طرح دنیا میں اندھیر نگری پھیلا دیتا ہے۔ جبھی تو سب پیغمبر کہتے چلے آئے ہیں کہ دل کی روشنی اصل روشنی اور دل کا اندھیرا سب اندھیروں کی جڑ ہے۔ اور دل کی روشنی ہی حقیقی روشنی ہے جس سے دنیا روشن ہوتی ہے۔

بلیک آوٹ اپنی خاموش زبان سے ہمیں سُنا رہا ہے کہ لڑائی ایک اندھیرا ہے جس میں پھنس کر انسان برباد ہوتا ہے۔ بغض و حسد اور تعصب وہ اندھیرا ہے جس میں قومیں ٹھوکریں کھاتی اور اوندھے منہ گر جاتی ہیں۔

بلیک آوٹ ختم ہوگیا۔ آج سڑکوں پر روشنی ہے۔ گھروں میں روشنی ہے۔ سب چیزیں روشن نظر آتی ہیں۔

اندھیرے کے بعد روشنی کا ملنا کس قدر خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہی ہماری فطرت کا حال ہے۔ دُنیا مدتوں سے بلیک آوٹ میں مبتلا تھی۔ بہائی روشنی آگئی جو دستِ قدرت کی پیدا کی ہوئی نئی روشنی ہے۔ وہ لوگ خوفناک بلیک آوٹ میں پڑے ہوتے ہیں۔ جو روحانی روشنی سے دور ہیں۔ نیکی صداقت۔ امانت۔ دیانت اور محبت کے نورانی بلب ان کے دلوں میں روشن نہیں ہیں اور ان کا تعلق اس بجلی گھر سے نہیں ہے جو اس زمانے میں کارخانہ عالم کے مالک نے قائم کیا ہے۔ جسے دینِ بہائی یعنی روحانی روشنی کا مرکز کہتے ہیں۔ وہ لوگ روحانی بلیک آوٹ میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں جو تعصبات اور فرقہ وارانہ خیالات اور جنگ و فساد کے اندھیرے میں ہیں۔

افسوس افسوس۔ دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور اندھیرے والے گم گشتہ ہو رہے۔ افسوس افسوس۔ جس برے وقت سے ڈرایا گیا تھا وہ لوگوں پر پھندے کی طرح آپڑا۔ افسوس افسوس۔ غافل دنیا نے اندھیرے کو پسند کیا۔ اور وہ روشنی سے دور بھاگ رہی ہے۔

مبارک مبارک خدائی روشنی آئی۔ دلوں کا بلیک آوٹ ختم ہوا چاہئے آنکھیں کھولو۔ اُجالا ہوگیا۔ شاہراہ روشن ہوگئی۔ نور و ہدایت کا وقت آگیا۔

یہ دیکھو نیا ماجرا ہوگیا — کہ ہم عنانِ دورِ بہا ہوگیا
اندھیرا گیا۔ روشنی آگئی — نمودار نورِ خدا ہوگیا
قدامت کو جدت نے رخصت کیا — یہ سارا جہاں اب نیا ہوگیا
زمانہ کہاں سے کہاں آگیا — ذرا دیکھئے کیا سے کیا ہوگیا

حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ

جناب مولوی عمرالدین صاحب شملوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں جناب باب و بہاء اللہ صاحبان کے دعاوی کو سچا نہیں مانتا لیکن باایں ہمہ چونکہ بہاء اللہ صاحب کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اس لئے ان کو شیعہ مذہب کے صوفیوں میں سے ایک حد سے بڑھا ہوا صوفی مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں" (پیغام صلح ۱۰ مارچ ۱۹۴۲ء صفحہ ۹ کالم اول)

اس پر ہم اپنے محترم دوست سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم میں بہ نص صریح رب کے آنے کی پیشگوئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا جاء ربک والملک صفاً صفاً۔ (الفجر ۸۹ پ ۳۰) اور تیرا رب آئیگا اور فرشتے قطاروں کی قطاریں۔

(۲) تحیتھم یوم یلقونہ سلٰم۔ واعد لھم اجراً کریماً۔ (الاحزاب۔ ع ۶۔ پ ۲۲) ان کی دعائے ملاقات جس دن وہ اس سے ملینگے سلامتی ہوگی اور ان کے لئے عزت والا اجر تیار کیا گیا ہے"

یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ جیسا کہ سورہ مذکور کے چھٹے رکوع کے شروع میں یہ الفاظ ہیں:۔

یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً وسبحوہ بکرۃ واصیلاً۔ ھو الذی یصلی علیکم وملئکتہ	اے مسلمانو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تمھیں برکت دے گا اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمھیں اندھیرے سے روشنی کی طرف
لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمومنین رحیماً۔	نکالے۔ اور وہ مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ (آیت ۴۱ تا ۴۳)

اس کے بعد فرمایا تحیتھم یوم یلقونہ سلٰم واعد لھم اجراً کریماً۔ ان کی دعائے ملاقات جس دن وہ اس سے ملیں گے سلامتی ہوگی۔ اور ان کے لئے عزت والا اجر تیار کیا گیا ہے۔

حدیث شریف　قرآن شریف کے اس وعدہ لقائے ربانی کا حدیث شریف میں یوں ذکر ہے۔

"(۱۳۵۱) زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس گئے اور ان سے حجاج کے مظالم کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا صبر کرو۔ اس لئے کہ آئندہ جو زمانہ آئے گا وہ زمانہ گذشتہ سے بدتر ہوگا اور اسی طرح اس کے بعد کا زمانہ اس سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ تم خدا سے جا ملو۔ یہ بات میں نے تمھارے نبی صلعم سے سنی ہے"۔ (بخاری) (مشکوٰۃ المصابیح اردو مطبوعہ دہلی ص۵۰۸)

ملاحظہ کیجئے قرآن کریم میں بالتصریح فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ کا ذکر کثیر کرو۔ وہی ہے جو تمھیں اندھیرے سے نور کی جانب نکالیگا۔ وہ اور اس کے فرشتے تمھیں برکت دینگے۔ حدیث شریف میں کھلے الفاظ میں کہا گیا کہ مسلمانوں کی حالت بدسے بدترین ہوتی جائے گی یہاں تک کہ وہ اپنے خدا سے جاملینگے گویا مسلمانوں کے لئے بعد آنحضرت صلعم کوئی اچھی گھڑی نہیں ہے بجز اس وقت کے جب وہ خدا سے جاملیں۔

اس حدیث کو نواب صدیق حسن خاں مرحوم اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۲۶۹ پر یہی الفاظ لکھتے ہیں :-

"ترمذی از انس روایت کردہ کہ نیست ہیچ سال مگر سالیکہ بعد اوست بدتر است از وے تا آنکہ ملاقات کنید شما بارب خود ہم از انس آمدہ کہ نمی آید بر شما ہیچ سالے و روزے مگر انچہ بعد از وے است بدتر است از وے تا آنکہ ملاقی شوید با پروردگار خود (اخرجہ البخاری والنسائی)

(ترجمہ) ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لئے (یعنی مسلمانوں کے لئے) کوئی ایسا سال نہیں ہے کہ وہ ایک کے بعد دوسرا سال ہے مگر تمہارے لئے بدترین نہ ہو پہلے سال سے (تمہاری یہ حالت اسی طرح بد سے بدتر ہوتی چلی جائیگی) یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے ۔ حضرت انس سے یہ بھی روایت ہے کہ تم پر کوئی سال اور کوئی دن نہیں آئیگا مگر وہ آنے والا دن اور آنے والا سال گذشتہ دن اور گذشتہ سال سے بدترین ہوگا۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ یہ حدیث بخاری اور نسائی نے روایت کی ہے۔"

مختصر یہ کہ قرآن کریم اور احادیث میں خدا کے آنے اور اس سے ملاقات کرنے کی پیشگوئیاں بکثرت ہیں۔ تورات اور انجیل میں بھی خدا کے آنے اور اس سے ملاقات کی بیشمار پیشگوئیاں ہیں۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک لکھی جاتی ہیں :-

(۱) احبار ۔ باب ۲۶ ۔ آیت ۱۱ میں ہے :-

"میں اپنا مسکن تم میں رکھونگا۔ اور میری روح تم سے نفرت نہ کریگی اور میں تمہارے درمیان سیر کرونگا۔ اور تمہارا خدا ہونگا اور تم میری قوم ہوگے "

(۲) یسعیاہ باب ۲۵ ۔ آیت ۹ میں ہے :-

"اس روز کہا جائیگا کہ لو یہ ہمارا خدا ہے۔ ہم اسی کی راہ تکتے تھے "

(ب) "اس دن خداوند اکیلا سربلند ہوگا" (یسعیاہ ۲/۱۱)

(۳) مکاشفات یوحنا باب ۲۱ آیت ۳ میں ہے

"میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سنا کہ دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے۔ وہ ان کے ساتھ خیمہ کریگا اور وہ ان کا خدا ہوگا "

کیا ساڑھے تیرہ سو برس میں کسی شیعہ یا سنی نے بالہام الٰہی اپنے آپکو ان پیشگوئیوں کا مصداق ٹھہرایا؟ اگر ایسا ہے تو بدو اسلام سے لیکر آجتک کسی مسلم صوفی کا یہ الہامی دعویٰ دکھا دیجئے کہ خداوند عالم نے فلاں صوفی کو اپنے الہام کے ذریعے اسے یہ اطلاع دی ہو کہ کتب مقدسہ میں لقاء ربانی کی پیشگوئیوں کا تو مصداق ہے۔ اور اگر ایسا نہیں دکھایا جاسکتا جیسا کہ یقیناً نہیں دکھایا جاسکتا تو پھر حضرت بہاؤاللہ جل اسمہ الاعلیٰ پر نازل شدہ کلام کو کسی مسلم صوفی کے حالت سکر کے الہام کے مشابہ قرار دیکر اس کی تاویل کرنا کہانتک جائز ہے ؟

اصل بات یہ ہے کہ کتب مقدسہ میں آخری زمانہ میں ظہور خداوندی اور لقاء ربانی کی پیشگوئیاں بکثرت ہیں جن کا تعلق آخری زمانہ سے ہے اس لئے یہ پیشگوئیاں نہ تو آج سے پہلے کسی پیغمبر پر چسپاں کی جاسکتی ہیں اور نہ کسی حال کے راہب اور صوفی پر۔ پیغمبروں پر تو اس لئے چسپاں نہیں ہوسکتیں کہ پیغمبروں نے خود اپنے آپ کو ان پیشگوئیوں کا مصداق نہیں ٹھہرایا بلکہ انھیں آخری زمانہ سے متعلق کردیا۔ پس جو مقام کسی گذشتہ پیغمبر کا بھی نہیں ہے کیونکر ممکن ہے کہ کوئی راہب یا صوفی یا عالم اس مقام کا ادعا بھی کرسکے؟

پس یا تو کسی مسلم صوفی کا الہامی دعویٰ پیش کیجئے کہ تیرہ سو برس کے اندر

کبھی کسی جگہ پر کسی صوفی نے ایسا ادعاءِ منجانب اللہ کیا ہو کہ آخری زمانہ میں ظہورِ الٰہی کی پیشگوئیوں کا مصداق میں ہوں۔ یا جو عین وقت پر ظاہر ہوا اُسے تسلیم کیجئے۔ حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ یہی ہے کہ جمیع کتبِ مقدسہ میں خدا کی طرف سے جس لقائے الٰہی کا وعدہ تھا وہ میں ہوں۔ چنانچہ کتاب الشیخ صفحہ ۸۷ پر فرماتے ہیں:۔

در جمیع کتبِ الٰہیہ وعدۂ لقاء صریح بودہ وہست ومقصود از این لقاء لقاءِ مشرقِ آیات ومطلعِ بیّنات ومظہرِ اسماءِ حسنیٰ وصفاتِ علیاءِ حق جلّ جلالہ است۔ حق بذاتہ وبنفسہٖ غیبِ منیع لایدرک بودہ پس مقصود از لقاء لقاءِ نفسی بودہ کہ قائم مقامِ او است ما بین عباد	تمام خدائی کتابوں میں وعدہ لقاء صریح ہے اور اس لقائے الٰہی سے مقصود خدا کے مشرقِ آیات اور مطلعِ بیّنات اور مظہرِ اسماءِ حسنیٰ کی ملاقات ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تو وہ پوشیدہ غیبِ لانہایہ ہے جس کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ پس لقاءِ الٰہی سے اسی مظہر کی لقاء مراد ہے جو بندوں میں خدا کا قائم مقام و نائب ہے“

کتاب ایقان میں فرماتے ہیں:۔

”لکن رسول اللہ وخاتم النبیّین (سورۃ الاحزاب) کے بعد کل لوگوں سے اپنے دیدار کا وعدہ فرماتا ہے۔ چنانچہ وہ آیات جو اس شہنشاہِ بقا کی لقاء پر دلالت کرتی ہیں کتاب میں مذکور ہیں اور ان میں سے کچھ پہلے لکھی جاچکی ہیں۔ خدائے واحد اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن میں کوئی ذکر ایسا عظیم اور ایسا صریح نہیں جیسا کہ اس کی لقاء و دیدار کا ہے۔ فھنیئاً لمن فاز بہٖ فی یوم اعرض عنہ اکثر الناس کما انتم تشھدون۔ (مبارک ہیں وہ لوگ جو اس سے فائز ہوتے ہیں جس دن بہت لوگ اس سے انکار کرچکے جیسا کہ تم دیکھ بھی رہے ہو) تو بھی وہ حکم اول (خاتم النبوت) کی رو سے امر ثانی (دیدار خدا) سے منکر ہو رہے ہیں حالانکہ قیامت کے دن خدا کا دیدار ہونا نصِ کتاب ہے۔ اور قیامت سے مراد جیسا کہ واضح دلیلوں سے محقق و ثابت کیا گیا اس کے مظہر کا اس کے امر پر قیام کرنا ہے اور اسی طرح دیدار کا مطلب اس کی ہیکل ظہور میں اس کے جمال کا دیدار ہے۔ کیونکہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (نظریں اسے دیکھ نہیں سکتیں مگر وہ نظروں کو دیکھتا ہے) ان تمام واضح وصاف صاف بیانات کے ہوتے ہوئے بھی وہ بے سمجھے بوجھے لفظ ختم کے پیچھے لگ کر موجدِ ختم و آغاز سے اس کے دیدار کے دن پس پردہ ہو رہے ہیں۔

یہ وہ وعدہ کتبِ مقدسہ کا ہے جو جملہ اُمم کو مع مسلمانوں کے دیا گیا۔ چنانچہ اپنے وعدہ کے مطابق مالکِ اسماء آیا اور اس نے جملہ اُمم کو بدیں الفاظ دعوت دی۔

(۱) ھٰذا یوم وعدتم بہٖ من قبل وفی التوراۃ والانجیل والفرقان (اقدس ص۱۳۶)	یہ وہ دن ہے جس کا تمہیں پہلے سے وعدہ دیا گیا تھا۔ نیز تورات وانجیل و قرآن میں موعود تھا۔

(۲) پھر فرمایا:۔

قل یا ملأ الفرقان قد اتی الموعود الذی وعدتم بہٖ فی الکتاب (مجموعہ اقدس ص۲۳۵)	کہہ دے اے گروہِ فرقان وہ موعود آگیا جس کا تمہیں کتاب میں وعدہ دیا گیا تھا۔

(۳) پھر فرمایا:۔

انّہٗ لھوالّذی سمّی فی التوراۃ بیھوہ وفی الانجیل بروح الحق وفی الفرقان بالنبأ العظیم تمسکوا یا قوم بما وعدتم بہٖ من قبل بلسان النبیّین والمرسلین (مجموعہ اقدس ص۸۶)	یہی وہ ہے جس کا نام تورات میں یہوہ اور انجیل میں روح الحق اور قرآن میں نبأ عظیم آیا ہے۔ اے قوم انبیاء و مرسلین کی زبانی جس امر کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا اس کو نہایت مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔

(۴) پھر فرمایا:۔

ھٰذا یوم فیہ ظھر النبأ العظیم الذی بشر بہ اللہ والنبیّون	یہ وہ دن ہے جس میں اس نبأ عظیم کا ظہور ہوا جس کی بشارت خدا نے اور

والمرسلون (مجموعہ اقدس ص)	تمام انبیاء و مرسلین نے دی تھی۔

(۵) پھر فرمایا:-

قل یا ملأ الانجیل قد فتح باب السماء والذی من صعد الیھا (اقدس صفحہ ۴۷)	کہدے اے گروہ انجیل! آسمان کا دروازہ کھل گیا اور جو اس پر چڑھ گیا تھا وہ آگیا۔

(۶) پھر فرمایا:-

قل ھذا یوم بشر بہ محمد رسول اللہ ومن قبلہ الانجیل والتابور۔ (اقدس ص۵۵)	کہدے یہ وہ دن ہے جس کی بشارت محمد رسول اللہ نے پہلے سے دی تھی اور ان سے پہلے انجیل وزبور نے خوشخبری دی تھی۔

(۷) پھر فرمایا:-

یا معشر الملوک قد اتی المالک والملک للہ المھیمن القیوم	اے بادشاہو! مالک آگیا۔ اور ملک خدائے مہیمن وقیوم کا ہے (اقدس ص۲۶)

(۸) پھر فرمایا:-

ص والنبأ العظیم قد اتی الرحمن بسلطان مبین ووضع المیزان وحشر من علی الارض اجمعین قد نفخ فی الصور اذا سکرت الابصار واضطرب من فی السموات والارضین (مبین ص۲۵۳)	ص۔ نبأ عظیم کی قسم۔ رحمن کھلی ہوئی سلطنت کے ساتھ آگیا۔ میزان کھی گئی تمام اہل زمین میں حشر برپا ہوگیا۔ صور پھونکا گیا۔ یکدم آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور بلندیوں اور پستیوں کے رہنے والے گھبرا گئے۔

.. ..

(۹) پھر فرمایا:-

قد اتی یوم القیام وقام فیہ قیوم الاسماء بسلطان احاط من فی السموات والارضین لما نفخ فی الصور	قیامت کا دن آگیا اور تمام آسمانی و زمینی باشندوں کو گھیرنے والی سلطنت کے ساتھ قیوم الاسماء کھڑا ہوگیا۔ جب صور پھونکا گیا اور اہل قبور
وقامت القبور اضطرب الناس منھم من تحیر ومنھم من انصعق ومنھم من طار شوقاً لظھور اللہ رب العلمین (اقدس ص۲۵۲)	کھڑے ہوئے تو لوگ گھبرا اٹھے۔ بعض حیران ہوگئے بعض بیہوش۔ اور بعض خدائے رب العلمین کے جلوے کے شوق میں پرواز کرنے لگے۔

(۱۰) پھر فرمایا:-

اذکر ما انزلہ الرحمن فی الفرقان یوم یقوم الناس لرب العلمین	یاد کرو جو رحمن نے قرآن میں نازل فرمایا کہ جس دن لوگ رب العلمین کی حضوری کے لئے کھڑے ہونگے (اقدس ص۹۵)

تلک عشرۃ کاملۃ

انتہا یہ ہے کہ حضرت بہآء اللہ عز اسمہ الاعلیٰ کا وہ دعویٰ نہیں ہے جسے بعض مسلم صوفیوں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے کہ انھوں نے حالت سکر میں انی انا اللہ یا انا الحق وغیرہ الفاظ کہے۔ اگر ان کلمات کو واقعی منجانب اللہ بھی سمجھا جائے تو یہ الفاظ اس مقام اور ظہور کو ثابت نہیں کرتے جس مقام اور ظہور کے متعلق جملہ کتب مقدسہ اور قرآن مجید نے بشارات دی ہیں اور اس ظہور کا زمانہ تک معین کر دیا ہے۔ اور نہ ہی کسی مسلم صوفی نے اپنے آپ کو لقاء الٰہی کی بشارت کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ تیرہ سو برس میں بجز حضرت بہآء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ کے اس مقام کا کسی مسلم کی جانب سے دعویٰ نہیں کیا گیا۔ اس دعوے کو سن کر بہت سے عارف باللہ ہونے کے مدعی یہ سمجھے کہ یہ شخص مدعی الوہیت ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

ومنھم قال انہ کفر باللہ بعد اذ شھدت جوارحی بانہ لا الٰہ الا ھو (لوح سلطان ص۱۱۶)	اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے خدا کا انکار کیا۔ حالانکہ میرے تمام اعضاء اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

نیز فرمایا:-

العجب کل العجب من الذی قال انه من ظهر قد ادعی الالوهیة فی نفسه وبذلك کفر بالله المهیمن القیوم ـ قل یا ایها الابکم اما سمعت نداء الله من الشجرة المرتفعه علی البقعه النوراء انه لا اله الا هو

سراسر تعجب ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ ظاہر ہونے والا (بہاء اللہ) مدعی الوہیت ہے۔ اور خدائے مہیمن قیوم کا منکر ہے۔ کہدے اے بہرے کیا تونے نورانی ٹیلے پر درخت سے اٹھتی ہوئی ندائے الٰہی نہیں سنی کہ بجز اس کے کوئی معبود نہیں (رشش الواح)

اور ہمارے محترم دوست جیسے مزاج والوں نے اگر بہت احترام کیا تو فرما دیا کہ ایک حد سے بڑھا ہوا صوفی ہے، مگر جیسا کہ کہا گیا تھا کہ اس روز کہا جائیگا لو یہ ہمارا خدا ہے۔ ہم اسی کی راہ تکتے تھے" (یسعیاہ) مومنین اس ندا کو سنتے ہی پکار اٹھے کہ "الوہیت حق لایزال بے مثال جمال قدم مذعن و مطمئن گشتیم" ہمیں جمال قدم حق لایزال و بیمثال کے مقام الوہیت کے ظہور نے مطمئن کر دیا (بہجۃ الصدور صفحہ ۳۶۶)

یہ ہے وہ ظہور دعقیدہ جس پر ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا جملہ اُمم کو حکم دیا گیا۔ مگر ہمارے محترم دوست کو یہ عقیدہ' عیسائیوں کا عقیدہ معلوم ہوتا ہے اور بقول ان کے قرآن کریم نے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔ سو یہ تو صحیح ہے کہ قرآن کریم نے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے جبکہ عیسائیوں کے عقیدے میں سیدنا مسیح صلوٰۃ اللہ وسلامہ کے ظہور کو ظہور قیامت کبریٰ اور باپ کا بے نقاب ظہور قرار دیا گیا ہو' کیونکہ اس مقام کا دعویٰ خود حضرت مسیح نے بھی نہیں کیا بلکہ صاف فرمایا کہ "باپ آئے گا"۔ مگر اہل بہاء کیوں حق پر نہیں ہیں جبکہ قرآن کریم میں اور احادیث میں بے نقاب ظہور رب ـ اللہ ـ رحمٰن کی پیشگوئی موجود ہے اور مدعی کا دعویٰ بھی انہیں الفاظ میں موجود ہے ؛

(ایم ـ اے ـ صمدانی)

مسدّس حالی

فجعلنٰهم احادیث ومزقنٰهم کل ممزق

بُرے اُن پہ وقت آ کے پڑنے لگے اب   وہ دُنیا میں بس کر اُجڑنے لگے اب
بھرے اُن کے میلے بچھڑنے لگے اب   بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب
ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم پہ چھا کر

نہ ثروت رہی اُن کی قائم نہ عزّت   گئے چھوڑ ساتھ اُن کا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن اُن سے ایک ایک رخصت   مٹیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

"اے میرے اللہ اے میرے خدا۔ ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لئے سزاوار ہے کیونکہ تو نے مجھے اپنی طرف آنے کی راہ دکھائی اور اپنے افق ظہور کی طرف ہدایت کی۔ اپنا راستہ مجھ پر ظاہر کر دیا اور اپنی دلیل مجھے بتا دی۔ تو نے مجھے اس وقت اپنی طرف متوجہ کیا جبکہ علماء اور فقہا اور ان کے مریدوں میں سے اکثر بندوں نے تجھ سے منہ موڑ لیا۔ حالانکہ تیری طرف سے اُن کے پاس نہ کوئی دلیل تھی اور نہ کوئی ثبوت" (مناجات از طرازات حضرت جمال مبارک)

بہت لوگ بن کر ہوا خواہِ اُمّت   سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت
سدا گاؤں در گاؤں نوبت بہ نوبت   پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیلِ دولت
یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارثِ انبیا اب

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر   نہیں ذات والا میں کچھ جن کے جوہر
بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اس پر   کہ تھے اُن کے اسلاف مقبولِ داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

"اسمیں شک نہیں کہ یہ بندہ (حضرت بہاؤاللہ) آج کے دن دنیا کو نئی زندگی دینے اور اس کے تمام بسنے والوں کو متحد کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے پورا ہوتا ہے اور تو عنقریب دنیا کو سچ مچ جنت ابہیٰ دیکھے گا۔

فخر اس کے لئے زیبا نہیں جو اپنے ملک سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر کا مستحق وہ شخص ہے جو بنی نوعِ انسان سے محبت کرتا ہے۔

اے دنیا والو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔"

وحدت کا خیمہ بلند ہو گیا۔ کسی کو بیگانگی کی نگاہ سے مت دیکھو۔ اور نہایت الفت و فراخدلی سے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ رکھو۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

قالوا ءاذا متنا وکنا ترابًا وعظامًا ءانا لمبعوثون (قرآن مجید)
(کہتے ہیں جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں۔ کیا ہم اٹھائے جائینگے)

کبھی کہتے ہیں سعی و کوشش ہے فاضل کہ مقسوم میں کوششیں سب ہیں باطل
نہیں ہوتی کوشش سے تقدیر زائل برابر ہیں یاں محنتی اور کاہل

ہلانے سے روزی کی گر ڈور ہلتی
تو روزی نکموں کو ہرگز نہ ملتی

نکموں کے ہیں سب یہ دلکش ترانے سلانے کو قسمت کے رنگیں فسانے
اسی طرح کے کر کے حیلے بہانے نہیں چاہتے دست و بازو ہلانے

وان لیس للانسان الا ما سعیٰ
(اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا)

وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی
کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی

واما ان کان من المکذبین الضالین
(اور اگر ہے جھٹلانے والے گمراہوں میں سے)

سنی تم نے یہ جس جماعت کی حالت تنزل کی بنیاد ہے یہ جماعت
بگڑتی ہیں قومیں اسی کی بدولت ہوا اس کی ہے مفسدِ ملک و ملت

کیا صور و صیدا کو برباد اسی نے
بگاڑا دمشق اور بغداد اسی نے

فنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم
(پس مہمانی ہے گرم پانی کی اور داخل کرنا ہے دوزخ کا)

جہاں ہے زمیں پر نحوست ہے ان کی جدھر ہے زمانے میں نکبت ہے ان کی
مصیبت کا پیغام کثرت ہے ان کی تباہی کا لشکر جماعت ہے ان کی

وجود ان کا اصل البلیات ہے یاں
خدا کا غضب ان کی بہتات ہے یاں

ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سبیلاً
(یہ تو محض انعام کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ بے راہ ہیں)

جہاں بڑھ گئی ان کی تعداد حد سے ہوئی قوم محسوب سب دام و دد سے
رہا اس کو بہرہ نہ حق کی مدد سے وہ اب بچ نہیں سکتی نکبت کی زد سے

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰہم انفسہم واولئک ہم الفٰسقون
(اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنھوں نے اللہ سے بے پروائی کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں)

بچو ایسے شوموں کی پرچھائیوں سے ڈرو ایسے چپ چاپ لغفائیوں سے

فاما ان کان من المقربین (پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا)

بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے نشاں جن سے قائم ہیں صدق و صفا کے
نہ شہرت کے خواہاں نہ طالب ثنا کے نمائش سے بیزار دشمن ریا کے

ریاضت سب ان کی خدا کے لئے ہے
مشقت سب اس کی رضا کے لئے ہے

فروح و ریحان وجنۃ نعیم ٥

(اس کے لئے تو راحت ہے اور رزق ہے اور آرام کی جنت ہے)

نہیں مرحلہ کوئی دشوار ان کو ہر اک راہ ملتی ہے ہموار ان کو
گلستاں ہے صحرائے پر خار انکو برابر ہے میدان و کہسار انکو

نہیں حائل ان کے کوئی رہگذر میں
سمندر ہے پایاب ان کی نظر میں

واما ان کان من اصحاب الیمین

(اور جو شخص داہنی طرف والوں میں سے ہوگا یعنی اہل ہمت لوگ)

اسی طرح یاں اہل ہمت ہیں جتنے کمربستہ ہیں کام پر اپنے اپنے
جہاں کی ہے سب دھوم دھام ان کے دم سے فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں ان کے

بغیر ان کے بے ساز و ساماں تھی مجلس
نہ ہوتے اگر یہ تو ویراں تھی مجلس

انھیں کا اجالا ہے ہر رہگذر میں انھیں کی ہے یہ روشنی دشت و در میں
انھیں کا ظہورا ہے سب خشک و تر میں انھیں کے کرشمے ہیں سب بحر و بر میں

فسلٰم لک من اصحٰب الیمین

(پس سلامتی ہے تجھکو داہنی طرف والوں سے)

انھیں سے ہے رتبہ یہ آدم نے پایا
کہ سر اس سے روحانیوں نے جھکایا

بلند پرواز

قیامت برپا میزانِ عمل قائم

(از بیان حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ)

آج ہم ایسے وقت پر جمع ہو رہے ہیں جو ہمارے ملک اور دنیا کے لئے عظیم ترین خطرہ اور طوفان کا وقت ہے۔ دنیا کی حالت اسوقت بہت ہی نازک اور تشویش انگیز ہے۔ تخت اور تاج ٹوٹنے والے تاروں کی طرح گر رہے ہیں۔ بنی نوع انسان سب سے بڑے خطرے کی حالت میں ہیں۔ وہ ممالک جو صدیوں سے اپنی آزادی پر فخر کرتے تھے آج بیرحمانہ حیوانی قوت کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت پھر بے علمی اور بہیمیت کے اسی قعر مذلت میں پہنچ جائیگی جس سے صدیوں کی کوشش اور تعلیم و تربیت کے بعد نکلی تھی اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب جس کی چمک دمک نے عالم کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا اب خاک میں مل رہی ہے۔ آج دنیا امن و سکون کو ہر گوشہ میں تلاش کر رہی ہے لیکن یہ نعمت دور دور نظر نہیں آتی۔ ہر جانب قیامت برپا ہے۔ انسانیت خود اپنے آپ سے دست و گریبان ہے۔ نظام کائنات میں ایک ہیجان برپا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میزانِ عمل قائم ہے۔ اور ہم اپنے اعمال کی سزا پا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں؟ اسلئے کہ ازمنۂ وسطیٰ کے ذہنی خلفشار کے بعد سوچنے والوں نے صفائی کے ساتھ ریاستی اور مذہبی مناقشات کے مضر نتائج پر نہیں سوچا۔ اور ریاستوں نے جو مغربی طرز کے جمہوری اصول پر قائم ہوئیں اگر کھلم کھلا خدا کا انکار نہیں کیا تو اقرار بھی نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست انتظامی اور قانونی ادارہ ہو کر رہ گئی اور اخلاقی احتساب اس کے دائرہ عمل سے خارج ہو گیا۔ سرمایہ دار اور مزدور کی آویزش شروع ہو گئی۔ قومیت کا تعصب بڑھکر قومی اقتصادیات کی طرف لایا۔ اندرونی سرمایہ داری ابھری اور نو آبادیات کی طرف بڑھی۔ مغربی یورپ کے مختلف ممالک باہم رقیب ہو گئے جن کا

جملہ مذاہب کی لازمی وحدت

"مجمع البحرین کی اس بلند مرتبہ سرزمین میں وحدت مذاہب ایک ایسی محسوس اور شاندار حقیقت ہونی چاہیئے جس سے صرفِ نظر ممکن ہی نہیں ہے۔ جہاں ایک طرف سرہند اور پاک پٹن کے فقرائے عظام اور دوسری جانب بنارس اور پریاگ کے سنیاسیوں کی تعلیم آپس میں اس طرح سموئی ہوئی ہو وہاں وحدتِ مذاہب کی حقیقت پر صرف خاموشی کے ساتھ غور کرنا ہی مناسب ہے۔ بحث و مباحثہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔"

ان الفاظ میں آنریبل ڈاکٹر سر سید سلطان احمد۔ ممبر قانون حکومت ہند نے ۱۴ مارچ ۱۹۴۲ء کو دہلی میں جملہ مذاہب کی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطبہ کا آغاز کیا ـــــ

آگے چل کر سر سلطان احمد نے کہا:۔

(۱) "جہاں کبیر۔ نانک۔ رجب اور راوی داس۔ پلٹو اور پران ناتھ بابا لال اور دادو دیال نے رحمٰن اور رام دونوں کے گُن گائے ہوں وہاں ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنے قلوب اس خدائے واحد و بزرگ و برتر کی طرف رجوع کریں۔ جس کا فیضان اپنشد اور قرآن دونوں میں موجود ہے۔ جس کا ذکر اپنشد میں اس طرح ہے کہ "خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں" اور جس کے لئے قرآن میں یہ آیا ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ"۔

جس سرزمین پر امیر خسرو اور گوپال نائک نے موسیقی کی فضا میں ساتھ ساتھ تانیں اڑائی ہوں اور جہاں ابوالفضل اور راجہ ٹوڈرمل نے ایک سلطنت میں یک رنگی پیدا کرنے کی ایسی کوشش کی ہو وہاں تعاون کی گفتگو تحصیلِ حاصل ہے۔ لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھیئے کہ وہی پاک دھرتی جس کی فضا میں ایک زمانہ میں آریوں کی

بھی پہلے لوگوں۔ بودھ مت والوں اور زرتشتی۔ صوفی اور بھگت ویدانت اور قرآن۔ سنسکرت اور فارسی۔ مشرق اور مغرب سب کے سُریلے سنگت سے گونج رہی تھیں وہی آج فرقہ پرستیوں کے جھگڑوں سے پارہ پارہ ہے۔ ہماری یہ سرزمین بدرجہ اتم۔ انسانوں۔ مذہبوں اور تہذیبوں کا سنگم ہے۔ لیکن وہی آج نا اتفاقی کی وجہ سے تلخ ترین محرومیوں سے دوچار ہے۔ اولادِ آدم میں شاید ہم سے زیادہ ناخلف اور کوئی نہ ہوگا!

مختلف گروہوں کے مذاہب اپنی نشو و نما کے مختلف مدارج میں اور اپنی اخلاقی ضرورتوں کے مختلف حالات کے تحت ایک دوسرے سے یکساں نہیں بلکہ باوصف اختلاف یکساں رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انفرادیت اور زمانوں اور ملکوں کے تغیرات کے باوجود انسانی سرشت دراصل ایک ہی ہے۔ اور یہی دراصل تمام مذاہب اور تمام تمدنوں کے لازمی اتصال کی بنیاد ہے۔ بنی نوع انسان کی یکسانیت وحدتِ مذاہب کو مستلزم ہے۔ بنی آدم سب کے سب ایک ہیں۔

صاحبِ شعور انسان منظرِ عام پر نمودار ہونے کے دن سے لاتعداد نمونے بدلتا اور پیدا کرتا رہا ہے۔ مگر نوع وہی ایک ہی رہی ہے یعنی نوعِ انسانی۔ اور یہ بقول جولین ھکسلے کے واقعی بڑی تعجب کی بات ہے۔ اس لئے کہ کثرت میں وحدت کی ایسی عجیبُ غریب مثال کسی اور حیوان میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ آلڈس ھکسلے کو اس پر حیرت ہے کہ کثرتِ اختلاف کے باوجود انسانوں میں عدمِ مشابہت اتنی کم ہے"۔

نوع انسان کے مختلف دوروں کا ذکر کرنے کے بعد کہا۔

(۲) مذہب کیا ہے؟ مذہب نام ہے انسان کے اپنے خالق کے ساتھ بنیادی رشتہ کا۔ وہ اس مسرت کا مظہر ہے جو خدا سے مل جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ انسانی خیال کے جمالیاتی ذوق کی معراج اور محبت کا سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہے۔

ایسے گہرے جذبے اور ایسے متین اور رفیع تصور میں صرف خوشگوار اختلافات ہی کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ جیسے موسیقی کے مختلف سروں کے اختلاف جو مختلف ہیں لیکن مغائر نہیں بلکہ جن کی ہم آہنگی کر نغمہ پیدا ہوتا ہے۔ خود "مذہبی اختلاف" کی اصطلاح ہی ایک شدید لفظی تضاد ہے۔ یہ اصطلاح مذہب کی نقیض حسین ترین احساسات کی ایک بھونڈی نقل ہے اور ایک شریف ترین جذبہ کی نفرت انگیز طریقے پر غلط ترجمانی ہے۔ ہندو۔ بودھ۔ زرتشتی۔ عیسائی اور مسلمان سب کی مذہبی کتابیں محبت کے پیغامات سے بھری ہوئی ہیں۔ انجیل میں ہے" جیسے کہ مقدس باپ نے مجھ سے محبت کی ویسے ہی میں تم سے کرتا ہوں۔ جیسے میں تم سے محبت کرتا ہوں ویسے ہی تم کو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنا چاہئے۔ میں نے تم سے یہ اس لئے کہا ہے کہ میری خوشی تمھاری ذات میں بھی سرایت کر جائے اور تمھاری خوشی مکمل ہو جائے"۔ اسی طرح قرآن میں خدا کو "ودود" اور "مومن" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود مختلف فرقوں میں طویل، بے پناہ اور پرآشوب لڑائی ہوتی رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق عہدِ حشرات کی طرف عود کر رہی ہے۔

سر سروے پلے نے کس درد بھرے دل سے کہا ہے "کتنی تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ یقین کرتے ہیں کہ گویا نوزائیدہ نسلِ انسانی کے پالنے کے پاس ایک خبیث دیو بیٹھا تھا"۔

" ہمیں نہ صرف مختلف مذاہب کو ایک دوسرے کا تکملہ سمجھنا چاہئے بلکہ مذہب اور سائنس کو بھی ایک دوسرے کا شریک تصور کرنا چاہئے۔ مذہب کو رسومات کے ساتھ ہرگز خلط ملط نہ کرنا چاہئے۔ اول الذکر سے ہمارا اعتقاد روحانی پیکر اختیار کرتا ہے۔ ثانی الذکر ایک زمانہ میں مذہب کا جمالیاتی اور معاشرتی حجاب تھا۔ حسن اتفاق سے موجودہ سائنس کو مذہب سے کوئی بیر نہیں ہے۔

(۳) مذاہب کے متعلق صحیح رویّہ اگر ہم اپنے مذہبوں کی کنہ تک پہنچنا چاہیں اور اس ناقابلِ بیان نور کو دیکھیں جو پیغمبرانِ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے تو ہم یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتے کہ نہ صرف تمام مذاہب کی روح میں یکسانیت ہے بلکہ تمام نوعِ انسان بھی ایک ہے قرآن کہتا ہے "خلقنا کم من نفس واحدۃ" واقعہ یہ ہے کہ اخوتِ انسانی دنیا کے تمام بڑے مذاہب کا سنگِ بنیاد ہے۔ اس حقیقت کے حصول میں جو رکاوٹ بھی ہو اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ ایک وفاقی دنیا کی ترقی پذیر تحریک کو آگے بڑھنے کا راستہ دینے کیلئے اس رکاوٹ کا دور کرنا ناگزیر ہے"۔

آجکل انسان سیاسی اور معاشی مساوات کی دھن میں معاشرتی اور انسانی برابری کو بھول گیا ہے۔ دائرۃ الحق کو وسیع کرنے کی کوششوں میں ہمارا دائرۂ فکر اب تک صرف ایسے جملوں تک محدود ہے۔

"اینگلو سیکسن زبانیں بولنے والے لوگوں کا وفاق"۔ "یورپ کو ضرور متحد ہو جانا چاہیئے"۔ "ایشیا ایک ہے"۔ — مگر ہماری منزل صرف یہیں تک کیوں ہو؟ ہمارا اہم بالشان کام تو یہ ہونا چاہیئے کہ نوع انسان ایک منظم مجموعہ بنے اور زندہ رشتوں کے شیرازہ میں منسلک ہو جائے۔ جب تک فرقہ وارانہ تاثرات غالب رہینگے اس وقت تک مضطربانہ مسابقت۔ ناعاقبت اندیشانہ منافرت اور تباہ کن جنگ کا دَور دورہ رہے گا۔ نجات صرف ایک ملک تو کیا صرف ایک برّاعظم کو متحد کرنے میں بھی نہیں ہے۔

مذہب صرف کسی محدود نیکی کا نام نہیں ہے کہ آدمی صرف چند گھنٹے یا چند دن دُعا پڑھ لیا کرے یا بھجن گا لیا کرے یا چند رسمیں ادا کر لے اور نہ مذہب ترکِ دنیا کی ترغیب ہے ہر مذہب میں جو مذہب کہلانے کا مستحق ہو اصول عمل بھی ایک بڑی چیز ہے جو انسان کامل بننے میں مدد دیتا ہے۔ تمام مذاہب کی وحدت کا اعتراف ہمارا ایک ایسا اعتقاد ہونا چاہیئے جو ہمارے ہر فعل ہمارے ہر خیال اور ہماری شخصیت کے ہر مظہر میں جاری و ساری ہو۔ مذہب کے نام پر ہمارا یہاں آج مل بیٹھنا بالکل بیکار ہوگا اگر ہم صرف ایک کاغذی تحریک پاس کر کے چپ چاپ اپنے گھروں کو چلے جائیں اور ایک عظیم الشان اتحاد کی تعمیر کا کوئی ارادہ ہم میں بیدار نہ ہو۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے "ہم امتیازات پیدا نہیں کرتے" اس سے ہم میں انفرادیتوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا ولولہ پیدا ہونا چاہیئے۔ اگر ہم اس انسانی مذہب کو اپنے میں پیدا نہ کر سکیں جو انسان کے ضمیر کا جزو ہے اور جو ہمارے متروکہ تمام مذاہب کی قدر مشترک ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ جن مذاہب میں ہم پیدا ہوتے ان کی حقیقت سے بھی ہم بے خبر رہے۔

(۴) اتحاد انسانی کی تحریک اب وقت آ گیا ہے کہ تمام مذاہب کے حیات آفریں ضروری اجزاء سمو کر نوعِ انسان کی ایک سوسائٹی کی تشکیل کی جائے۔ جب سیاسی معاملہ بازی کی جگہ محبت کا راج ہو جائیگا تو اتحاد انسانی کی منزل نزدیک تر آ جائے گی۔ صرف بین الاقوامی تدبیری وفاقی دنیا کے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کبیر کہتا ہے "اپنی چترائی تہ کر رکھو۔ محبت کچھ اور ہی چیز ہے اور جس نے سچے دل سے اسے ڈھونڈھا اس نے اسے ضرور پایا ہے"۔ آج محبت کے نرم ہاتھ کو فولادی پنجے نے جھٹک دیا ہے۔ ہندوستان۔ چین اور عرب کے تمام پیغمبروں کی تضحیک کیجاتی ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کو پرانے زمانہ کے دانشمندوں کے اقوال یاد کرنے کی جس قدر ضرورت آج ہے اتنی دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔

انجیل — "امن و صلح کرانے والے مبارک ہیں۔ وہی ابنائے الٰہی کہلائیں گے۔"

قرآن — "اللہ امن اور صلح کی جگہ بلاتا ہے"۔

وید — اے دھرتی شانتی۔ اے ہوا شانتی۔ اے آکاش شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔ جو کچھ بھی بھیانک بے رحم اور برا ہے میں اسے دباتا ہوں۔ شانت۔ راس آنے والا یہاں سب سکون سے رہیں۔ (اتھر وید)

آج نئے نظام عالم کا ذکر ہر ایک کی زبان پر ہے۔ اقوام اکثر عالمی اتحاد کا شیرازہ مرتب کرنے کے لئے مل کر بیٹھتی ہیں۔ لیکن تاریخ کی قوتوں کے سامنے ان کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ رہنمایانِ اقوام جب ملتے ہیں تو ان کے دماغوں میں سیاست کا سودا ابھرا ہوتا ہے۔ ان میں "محبت" کے نور کی کمی ہوتی ہے جس کے بغیر وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ خالق نے سب میں اپنی روح سمو کر ساری دنیا کو ایک برادری بنا دیا ہے۔ "تب اس نے اُسے مکمل بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی"۔ جب وہ دن آئیگا کہ انسان اس روح کی روشنی میں پہلے کی طرح اپنی مشترک

روح کا جائزہ لیں گے تو اس دن ہماری یہ دنیا بھی ایک نیا روپ بدلے گی۔ نئے آسمان اور نئی زمین کی تخلیق ہر آن جاری ہے۔

مثال کے طور پر یہی دیکھ لیجئے کہ پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی ہی میں کس طرح ایک نیا عرب اور انسانیت کا ایک نیا نقطۂ نظر پیدا کر دیا۔ کوئی حقیقت جس قدر عظیم ہوگی اتنے ہی اس کے عملی پہلو زیادہ ہوں گے۔ اور اس کے اطلاق کا دائرہ بھی اتنا ہی وسیع تر ہوگا۔ دنیا کے لئے جس نئے نظام کی ضرورت ہے اور جو عنقریب ظہور پذیر ہوگا آئیے اس کی تشکیل میں ہم اس پیشگوئی کو اپنی مشعل راہ بنائیں۔

(اقتباس از مرکزی اطلاعات)

نورِ انورِ اتحاد

یہ نظم جناب احمد یزدانی نے مذاہب کانفرنس دہلی منعقدہ ۴ اپریل ۱۹۴۲ء میں پڑھی:۔

ہے تمام ارض و سما کا اصل جوہر اتحاد
روح ذرہ ذرہ۔ جانِ ماہ و اختر اتحاد

کیا حجر اور کیا شجر اور کیا ملک اور کیا بشر
سب کی ہستی کے لئے ہے زیب و زیور اتحاد

ہر فنا اور موت کی بنیاد ہے جنگ و نفاق
ہے بقا و زندگی کا آبِ کوثر اتحاد

لے چلا قوموں کو دوزخ کی طرف قومی عناد
ہے مگر فردوسِ نورانی کا رہبر اتحاد

ہم نے مانا آج دنیا کا مرض پیچیدہ ہے
پر علاج اس کا ہے واحد لے برادر اتحاد

رخصتِ دورِ خزاں ہے آمدِ فصلِ بہار
جنگ ہوگی منتہی ـــ ہوگا منور اتحاد

جنگِ اعظم ختم ہوگی۔ صلحِ اکبر جلوہ گر
کرنے والا ہے بپا نورانی محشر اتحاد

سب کی فطرت ایک ہے سب کی حقیقت ایک ہے
جب حقیقت ایک ہے۔ ہوگا نہ کیونکر اتحاد؟

جنگ ناوانی یہ سب نابود ہوگی ایک دن۔
ہو چکا ہے حق کی جانب سے مقدر اتحاد

باغِ عالم کے ثمر لانے کا موسم آگیا
"ربطِ عالم" پھول ہے۔ اور پھل کا منظر "اتحاد"

دین اور دنیا کی جیسے اولیں بنیاد ہے
دین اور دنیا کی ہے معراجِ اکبر اتحاد

حق نے یوم الدین فرمایا ہے جسے وہ دن ہے آج
آج ہے دین اور مذہب پیشِ داور اتحاد

سارے احکامِ شریعت ہیں ستاروں کی مثال
آسمانِ دین پر خورشیدِ انور اتحاد

جس نے اس کی قدر و عظمت جان لی عارف ہے وہ
دینِ حق کا ہے بلند اسرار دفتر اتحاد

صورِ اسرافیل نے آغازِ نغمہ یوں کیا
ہے جمالِ ذوالجلال۔ نورِ انور اتحاد!

محو ہونگی ساری موجیں عالمِ اضداد کی
ہیں تمام اضداد قطرے اور سمندر اتحاد

خالق الاضداد بیشک جامع الاضداد ہے
اس نے ظاہر کر دیا اضداد پرور اتحاد

آج دنیا اک وطن ہے اور قومیں ایک قوم:
جیسا برتر یوم ہے ویسا ہی برتر اتحاد

احمد اب ہوگا جہاں سب ایکدل اور اک زبان
تفرقے مٹ جائینگے اور ہوگا گھر گھر اتحاد

قبلہ و کعبہ

نہایت اہم سوالات :

(۱) کیا خدا کے سوا کوئی مسجود ہو سکتا ہے ؟

خدا نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ اس سجدے کی حقیقت کیا تھی ؟ کیا آدم کو مسجود بنایا تھا ؟ یا آدم بطور قبلہ کے تھے اور سجدہ اصل میں خدا کو تھا ؟ اگر آدم صرف قبلہ تھے تو اس کا بیان کلامِ الٰہی میں کہاں ہے ؟ اگر آدم قبلہ تھے تو وفاتِ آدم کے بعد اُمت کے لئے قبلہ کیا تھا ؟ کیا غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ کیا حضرت آدم اپنے وقت کے پیغمبر تھے یا نہیں ؟

ان باتوں پہ قرآن مجید سے روشنی ڈالیے۔

(۲) کیا شریعتِ موسوی میں کوئی ایسا قبلہ مقرر کیا گیا تھا جس کی طرف مُنہ کر کے موسوی اُمت کے لوگ نماز پڑھتے تھے۔ کیا ایسے قبلۂ یہود کا ذکر حضرت موسیٰ کی کتاب میں کہیں ملتا ہے ؟ کیا یہود میں ایسے قبلہ کا کوئی نشان ملتا ہے ؟

(۳) کیا حضرت مسیح نے کوئی قبلہ مقرر کیا تھا جس کی طرف رُخ کر کے خود حضرت مسیح اور ان کے ماننے والے نماز پڑھتے تھے۔ کیا انجیل میں کہیں ایسے قبلۂ نصاریٰ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں میں ایسے قبلہ کا کوئی نشان ملتا ہے ؟

(۴) مفسرینِ قرآن نے عام طور پر لکھا ہے کہ "بیت المقدس اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا۔ وہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔" اس کی اصلیت کیا ہے یا مفسرین کی کوئی غلط فہمی ہے ؟

(۵) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مکی زندگی میں نماز پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے یا بیت المقدس کی طرف۔ جب آپ سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو کس طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے ؟ اگر آنحضور بیت المقدس یا کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے تو قرآن مجید میں وہ آیت کہاں ہے جس میں آپ کو کعبہ یا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا ؟ تمام مکی زندگی میں جب آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور سجدہ کیا کرتے تھے تو کیا اُس وقت کعبہ میں کثیر التعداد بُت بھی موجود رہتے۔ کیا بخاری میں نہیں لکھا کہ فتح مکہ کے دن بھی کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے تو کیا ایسی صورت میں کہ بُت بھی کعبہ میں بھرے ہوئے تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سالہا سال اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے رہے ؟

(۶) جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ کیا یہ خود اپنی ذاتی رائے سے آپ نے قبلہ پسند کیا تھا یا حکمِ الٰہی سے۔ کیا پیغمبر اپنی ذاتی رائے سے بھی شریعت بنا سکتا ہے ؟ اگر حکمِ الٰہی سے بیت المقدس کو قبلہ بنایا تھا تو یہ حکم قرآن مجید میں کہاں ہے ؟ جب تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا اور آنحضور نے خانۂ کعبہ کی طرف رُخ پھیر کر نماز پڑھنا شروع کی تو اس وقت سے فتح مکہ تک تقریباً سات سال ایسی حالت میں کہ مکہ بتوں سے پٹا پڑا تھا خداوند عالم نے اسی کو قبلہ مقرر فرمایا۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمان اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے اور سجدے کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن یعنی ہجرت کے آٹھ سال بعد کعبہ بتوں سے پاک ہوا۔ کیا اس واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا چاہے تو ایک بت خانے کو اسمیں بُت ہوتے ہوئے بھی

بنام خداوند یکتا

بگو ای دوستان. کذب قبل محبوب ابهی را آویخت و برصاص ظلم شهید نمود تفکر در نفوس کاذبه خائنه کنید که باسم صدق و امانت و زهد و ورع مابین ناس ظاهر بودند تا از فزع این یوم اکبر محفوظ مانید. یکی ذکر جابلقا نمود و دیگری بجابلصا اشاره کرد و کاذب دیگر آیکلی موهومی ترتیب داد و برعرش ظنون مقر معین نمود بی انصافی ناحیهٔ مقدسه ذکر کرد و بی انصاف دیگر کلماتی باو نسبت داد و این امور منکره کاذبه سبب و علت شد که سلطان مدینهٔ احدیه را بتمام ظلم شهید نمودند اگر ید قدرت الهی جمیع حجبات را خرق نماید امور تازه مشاهده نمائید و کلمات بدیعه اصغا کنید حال یک کلمه میفرمائیم که شاید آن کلمه سدی شود مابین صدق و کذب و آن کلمه اینست طهروا آذانکم عما یتکلم به الذین ینسبون انفسهم الی البیان و یکفرون بمنزله و سلطانه و مرسله چه که این نفوس محتجبه بعینه بر قدم آن نفوس حرکت مینمایند طوبی از برای چشمیکه می بیند و ادراک نماید او از اقوی الناس و اقدرهم لدی الحق مذکور است استمعوا مانطق به مبشری من قبل قال و قوله الحق نطفهٔ یکساله یوم ظهور او اقوی است از کل بیان محض عنایت و شفقت این اذکار از قلم مختار جاری احفظ و قل لک الحمد یا اله العالمین. حزب شیعه که خود را فرقهٔ ناجیه مرحومه میشمردند و افضل اهل عالم میدانستند بتواتر روایاتی نقل نمودند که هر نفسی قائل شود باینکه موعود متولد شود کافر است و از دین خارج. این روایات سبب شد که جمعی را من غیر تقصیر و جرم شهید نمودند تا آنکه نقطهٔ اولی روح ماسواه فداه از فارس از صلب شخص معلوم متولد شدند و دعوی قائمیت نمودند اذاً خسر الذین اتبعوا الظنون والاوهام و امر بمثابهٔ نور آفتاب بر عالمیان ظاهر شد مع ذالک آن حزب غافلهٔ مردوده اعراض نمودند و بر قتل آن جوهر وجود قیام کردند ای اهل بهاء مالک اسماء میفرماید در این امور

تفکر نمائید که شاید اصنام ظنون و اوهام را فی الحقیقه بشکنید و باوهام تازه که معرضین بیان
بآن متمسک و متشبث اند مبتلی نشوید بقوت و قدرت الهی بر امر قیام نمائید و عباد را از ظلم نفوس مشرکه
و ظنون انفس کاذبه غافله حفظ کنید در اسرار مستوره تفکر نمائید تا حین ظهور اهل فرقان یعنی حزب شیعه
از یوم الله و کیفیت ظهور مطلع نبودند گویا از بحر آگاهی بالمره بی نصیب بودند و از اشراقات آفتاب معانی محروم و ممنوع. آنچه را
بظنون و اوهام خود ادراک نمودند و بآن متمسک بودند امر الهی به غیر آن جاری و ظاهر شد و آن
نفوس موهومه که خود را اتقای خلق و ازهد عالم میشمردند بطلبی قیام نمودند که ملأ اعلی و اهل
مدائن اسماء و ملکوت انشاء کل متحیر ماندند کذلک نطق القلم الاعلی فضلاً من عنده
لتطلعوا علی ما ستر عنکم و تشاهدوا ما کان خلف الحجاب بما اکتسبت ایدی الذین
هاموا فی هیماء الظنون و الاوهام و افتوا علی الذی اتی بالحق من لدی الله المهیمن
القیوم ای شاربان رحیق مختوم اسم قیوم میفرماید در فرقه که خود را ناجیه و مرحومه
میشمردند ملاحظه کنید که عند ظهور امتحان از فرقه طاغیه باغیه منکره مردوده محسوب
شدند و در کتاب الهی از قلم اعلی از مظاهر نفی مذکور و مسطورند ان شاء الله باید اهل بهاء که از
اصحاب سفینه حمراء در قیوم اسماء مذکورند باستقامتی ظاهر شوند که لائق این امر اعظم و یوم
مبارک است امروز روز خدمت و استقامت است اگر طفلی بر این امر مستقیم ماند او اقوی از کل
بیان است بشهادة الله و شهادة من ظهر من قبل و بشر الناس بهذا النبأ العظیم.

در الواح عراق و ارض سر و سجن اعظم در ستان الهی را آگاه نمودیم و بظهور عجل و ناعقین و
طیور لیل و کتاب سجین و الواح نار اخبار دادیم تا کل بشأنی مستقیم شوند که اهل عالم و ما عندهم
قادر بر تحریف آن نفوس ثابته مستقیمه نباشند باید بمثابه جبال مشاهده شوند نه مانند اوراق
که بهر ریحی متحرک اند و بانذک نسیمی منقلب کذلک علمکم العلیم و عرفکم عارف الخبیر
و هداکم الی صراطه المستقیم جهد نمائید و بکمال عجز و ابتهال از قوی قدیر مسئلت
کنید تا شما را موید فرماید بر امری که بطراز رضا مزین است و همچنین موفق دارد بر عملی که ذکر آن

بدوام ملک و ملکوت در کتاب الهی باقی و پاینده ماند فرصت را از دست مدهید و وقت را ضایع مگذارید قسم بدریای علم لدنی که آنی از این ایام افضل است از قرون و اعصار یشهد بذلک ربک المختار فی هذا المقام الکریم. ان شاء الله بنار محبت رحمن حجبات مانعه را بسوزانید و بنور روحبخش قلوب را منور دارید امروز روز این کلمهٔ محکمهٔ مبارکه است که از قبل لسان احدیه بآن تکلم نموده کل شیٔ هالک الا وجهه امروز یوم الله است و حق وحده دراو ناطق لا یذکر فیه الا هو این الابصار الطاهرة الحدیدة و این القلوب المنیرة الفارغة امروز روز ابصار و آذان و قلوبست از حق بخواهید تا این سر را مالک شوید و از حجبات مقدس دارید چه که حجاب رقیق بل ارق بصر را از مشاهده و آذان را از اصغاء و قلب را از تفقه منع نماید باینکلمهٔ علیا که از قبل از قلم اعلی نازل شده نظر نمائید:-

ای پسران دانش. چشم سر را پلک بآن نازکی از دیدن جهان و آنچه دراوست بی بهره نماید دیگر پردهٔ آز اگر بر چشم دل فرود آید چه خواهد نمود. ای دوستان امروز باب آسمان بمفتاح اسم الهی گشوده و بحر جود امام وجه ظاهر و مواج و آفتاب عنایت مشرق و لائح. خود را محروم ننمائید و عمر گرانمایه را بقول این و آن تمام مکنید کمر همت محکم نمائید و در تربیت اهل عالم توجه کنید دین الهی را سبب اختلاف و ضغینه و بغضاء ندانید لسان عظمت میفرماید آنچه از سماء مشیت در این ظهور امنع اقدس نازل مقصود اتحاد عالم و محبت و وداد اهل آن بوده باید اهل بهاء که از رحیق معانی نوشیده اند بکمال روح و ریحان با اهل عالم معاشرت نمایند و ایشانرا متذکر دارند بآنچه که نفع آن بکل راجعست اینست وصیت مظلوم اولیاء و اصفیای خود را. عالم بمحبت خلق شد و کل بوداد و اتحاد مأمورند باینکلمهٔ مبارکه که از افق فم سلطان احدیه اشراق نموده ناظر باشید و ذکر نمائید کنت فی قدم ذاتی و ازلیة کینونتی عرفت حبی فیک خلقتک والقیت علیک مثالی واظهرت لک جمالی. ای اهل بهاء شما در اوطان و این مظلوم در سجن اعظم در حینیکه در دریای احزان منغمس است هر یک از شما را بکلمات و بیاناتی ذکر مینماید که اگر حرفی از آن کلمات بر مرایای وجود ممکنات

تجلی نماید در کل کلمه انت المحبوب ظاهر شود بشأنکه جمیع بیابند و قرأت نمایند این فضل بی منتهی از دست مدهید و آنچه در سبیل الهی بر این مظلوم و شما وارد شده از آن غافل نشوید قدر خود را بدانید و مقامات خود را باسم حق حفظ نمائید چه که مشرکین و منکرین و خائنین بلباس توحید و اقبال و امانت ظاهر شده اند و بکمال جد و جهد در اضلال نفوس مشغولند ان ربکم الرحمن یقول الحق و یخبرکم بالفضل و یهدیکم صراطه المستقیم سبل ناس را بگذارید و راههای غافلین را معدوم شمارید و بگوئید انه لایمشی فی طرقکم و لا یعمل ما عندکم قد ظهر و اظهر صراطه المستقیم و عرف الکل منهجه القویم طوبی لنفس سرعت الی بحر رحمة ربها و لاذان سمعت صریر قلمه الاعلی و لعین رأت آیاته الکبری و للسان نطق بثنائه الجمیل. قل ان ارحموا علی انفسکم و لا تتبعوا الذین کفروا بالله و آیاته و انکروا حجته و برهانه و قاموا علی الاعراض بظلم مبین انه فی التعین الاعظم دعا الملوک و المملوک الی الاسم الاعظم الذی کان مکنونا فی علم الله و مذکورا فی صحف المرسلین. ای دوستان ذکر جمیع در کتب الهی بوده و خواهد بود و اگر بعضی از اولیای حق بلوح علیحده فائز نشوند بیقین مبین بدانند که اسمشان و توجهشان و اقبالشان علی مراتبهم از قلم اعلی در کتاب مذکور و مسطور است از حق تائید بخواهید تا بامری که سبب و علت ذکر پاینده باشد فائز گردید انه یری و یسمع و هو العلیم الخبیر. دنیا را ثباتی نبوده و نیست عنقریب من علی الارض بقبور راجع شوند فو الذی انطق کل شیء بثناء نفسه که این دنیا و آنچه در او مشهود است نزد صاحب بصر بیک کلمه از کلمات الهی معادله نمینماید چه که از زائل و فانی بوده و خواهد بود و این مدوام اسماء و صفات دائم و باقی خواهد ماند. هیچ عاقلی بملاحظه یوم او یومین نعمت باقیه الهیه از دست نمیدهد براستی میگوئیم جان لم یزل و لایزال آهنگ گلشن مکاشفه و لقاء داشته و دارد و لکن اوهام و آمال لاتغنی او را از ملکوت قرب منع نموده باید بنار ایقان و نور ایمان حجبات را بسوزانید و قلوب افسرده را منور دارید. جهد نمائید تا از کوثر ایقان که از یمین عرش الهی جاری است بنوشید هر نفسی بآن فائز شد او از اهل بقا در صحیفه حمراء مذکور است الحمدلله عنایت حق و الطافش مقبلین را بصراط مستقیم راه نموده

ولعطیهٔ کبری وموهبت عظمی فائز فرموده قدر مقام خود را بدانید و در کل احوال آگاه باشید چه که گمراهان در کمین هادیان بوده و خواهند بود ان ربکم الرحمن لهو العلیم الحکیم. آیا در ارض طالب صادقی مشاهده شد که از فیض فیّاض محروم شود یا قاصدی دیده شد که بصدق تمام مقصد اقصی را اراده نماید و از او ممنوع گردد لاونفسه الحق و اگر بعضی از موحدین و مقربین مخلصین بر حسب ظاهر امری را طلب نمودند و بآن فائز نشدند این نظر بحکمتهای بالغهٔ الهی بوده باید محزون نباشند چه که از برای هر امری میقاتی مقرر و مقدر است اذاجاء الحین یظهر بالحق من لدی الله رب العلمین. افرحوا یا اولیآء الله واصفیائه بما یذکرکم قلمی الاعلی فی هذا اللیل الذی فیه ینطق لسان العظمة انه لا اله الا هو المؤید الناصح الفرد العزیز الحمید طوبی لمن فاز بالاستقامة الکبری انه من اهل الفردوس الاعلی فی کتاب الله مالک الاسمآء وفاطر السمآء الذی ظهر بالحق بسلطان مبین ایاکم ان تمنعکم حجبات الاسماء عن سلطانها و منزلها ومبدعها. تمسکوا بحبل عنایة ربکم الرحمن وتشبثوا بذیله المنیر من عمل ما امر به یصلین علیه الملأ الاعلی واهل الجنة العلیا والذین سکنوا فی قباب العظمة امرًا من لدی الله العزیز الحمید کذلک ذکرکم المظلوم اذ کان فی سجن الغافلین وعلمکم ما یقربکم فی کل الاحوال الی الله المقتدر المهیمن العزیز الفرید انا نوصی الکل بالحکمة والبیان فی امر ربهم الرحمن کما وصیناهم من قبل انه لهو الناصح الامین. تلک کلمة انزلناها فی الواح شتی ینبغی لکل من آمن بالله فی هذا الظهور ان یتمسک بها ویکون من الراسخین ونهینا الکل عن کل ما لا یحبه الله وامرناهم بما تفرح به افئدة الامم

انه لهو المشفق الکریم عاشروا یا احبائی بالروح والریحان کل الادیان ایاکم ان تجعلوا کلمة الله علة الاختلاف او سببًا لاظهار البغضاء بینکم قل اتقوا الله یا ملأ الارض ولا تکونوا من الغافلین انه یأمرکم بما تجدون منه عرف الروح لو کنتم من العارفین البهآء علیکم وعلی من معکم ویحبکم ویجد منکم ویسمع منکم ما رقم من القلم الاعلی فی هذا الامر المبرم الظاهر المبین ٥٥

ماہنامہ
پیامبر علی
جلد سوم — جون سنہ ۱۹۴۲ء — نمبر ۶

دُعائے حضرت بہاءاللہ

اُس کے نام سے جس کے ذکر سے ملأ اعلیٰ کے دل زندہ ہوتے ہیں

تو پاک ہے اے خدا۔ اے میرے معبود! تو مشاہدہ و ملاحظہ فرمارہا ہے کہ میں تیرے بندوں میں کس طرح سے گرفتارِ بلا ہوا ہوں۔ باوجودیکہ میں تیرے اُس دروازۂ رحمت پر فروتنی کے سوا کچھ نہیں چاہتا جسے تو نے اپنے زمین و آسمان کے باشندوں کے لئے کھولا ہے اور میں نے انھیں وہی حکم دیا ہے جو تو نے مجھے دیا اور میں نے انھیں وہی دعوت دی جس کے لئے تو نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ تیری عزت کی قسم! میں نے کبھی نہ چاہا کہ میں کسی پر کسی طرح سے بھی برتری حاصل کروں اور جو کچھ تو نے اپنی بخشش و عنایت سے مجھے عطا فرمایا ہے میں نے نہیں چاہا کہ اسکی وجہ سے لوگوں کے سامنے فخر کروں۔ کیونکہ اے میرے معبود! میں تیرے ظہور کے روبرو اپنا کوئی ظہور محسوس نہیں کرتا۔ اور تیری اجازت و ارادہ کے بغیر اپنے لئے کوئی امر موجود نہیں پاتا۔ بلکہ ہر آن میرے دل کے اندر سے یہی آواز اٹھتی ہے کاش میں وہ زمین ہوتا جس پر تیرے مخلص دوستوں اور مقرب برگزیدوں کے چہرے تیرے لئے سجدے میں گرتے ہیں۔ اگر کوئی کان رکھنے والا میرے

ارکانِ بدن کی طرف متوجہ ہوگا تو میرے ظاہر و باطن اور میرے دل و زبان اور میری رگوں اور میرے اعضاء و جوارح سے یہی ندا سُنے گا کاش ایسا ہو کہ مجھ سے وہ بات ظاہر ہو جس سے ان لوگوں کے دل خوش ہو جائیں جنھوں نے میرے پروردگار بزرگ و برتر کی یاد کا مزہ چکھ لیا ہے اور کاش میری ندا کے ذریعے کوئی تیرے جبروتِ امر اور ملکوتِ عرفان کی طرف چڑھ جائے اے وہ کہ ملکوتِ بقا اور عالمِ ہستی تیرے قبضے میں ہے۔ اور اگر میں نے کہا کہ اے عالمِ ہستی کے رہنے والو! میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ! تو اس سے میری مراد تیرا وہ امر ہی تھا جسے دیکر تو نے مجھے ظاہر و مبعوث فرمایا ہے تاکہ سب لوگ تیرے مقامِ وحدانیت اور تیرے مرکزِ شانِ فردانیت کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اے بہاء کے محبوب۔ اور اے بہاء کے مقصود! تو خوب جانتا ہے کہ بہاء تیری محبت و رضا کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔ اور وہ تیرے بندوں کو نفس و ہویٰ کے اشارات سے پاک کر دینا چاہتا ہے اور انھیں شہر بقا میں پہنچا دینا چاہتا ہے کہ وہ تیرے امر میں متحد ہو جائیں اور تیری خوشنودی کی شریعت پر اکٹھے ہو جائیں۔ اے میرے محبوب! تیری عزت کی قسم! اگر تو ہر آن مجھے نئی بلا کے ذریعے عذاب دے تو یہ عذاب مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس بات کے کہ تیرے دوستوں میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جس سے ان کے دلوں میں کدورت آ جائے اور ان کا اتحاد و اجتماع پراگندہ ہو جائے۔ کیونکہ تو نے مجھے اسی لئے تو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ تیرے اس امر پر متحد ہوں جس کے مقابلہ پر تیرے آسمان و زمین کی مخلوق ٹھہر نہیں سکتی۔ اور وہ تیرے ماسوا سے منہ پھیر لیں اور تیری شانِ کبریائی کے افق کی جانب رُخ کریں۔ اور تیری رضا کی طرف متوجہ ہوں۔ تو۔ اب اے میرے معبود! اپنی پوشیدہ عنایت کے بادل سے وہ (پانی) برسا جو انھیں تمام غموں سے اور بشری محدودات سے پاک و طاہر کر دے تاکہ ملأ اعلیٰ اُن سے تقدیس و بے نیازی کی خوشبوئیں پائیں۔ پھر اے میرے معبود! انھیں اُس توحید پر قائم ہونے کی توفیق دے جسے تو پسند کرتا ہے جو یہ ہے کہ جب کوئی کسی پر نظر ڈالے تو اسمیں وہ تجلی دیکھے جس کے ذریعے تو اُس پر جلوہ گر ہوا ہے۔ اس ظہور فرمائی کے لئے جس کا عہد تو نے دورِ بیان میں تمام عالمِ ہستی کے باشندوں سے لیا تھا۔ اور جو کوئی اس برتر و بلند تر مقام پر نظر رکھیگا اور اس بزرگ ترین و روشن ترین شان کو دیکھیگا وہ کسی کے سامنے اپنی بڑائی نہیں چاہے گا۔

اُن لوگوں کو مبارکباد جو اس سے فائز ہوئے اور وہ باہم نہایت راحت و خوشدلی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ وہ توحید ہے جو تجھے ہمیشہ سے محبوب ہے اور تو نے اسے اپنے مخلص بندوں اور مقرب لوگوں کے لئے مقدر فرمایا ہے اب اے بادشاہوں کے مالک! میں تیرے اُس نام کے ذریعے جس سے تو نے بندوں میں محبت و دوستی کی شریعت جاری کی ہے درخواست کرتا ہوں کہ میرے دوستوں میں وہ چیز پیدا کر دے جو انہیں تمام حالات میں متحد بنا دے تاکہ تیری مخلوق میں اُن کے ذریعے تیری توحید کے نشانات ظاہر و نمودار ہوں۔ اور تفرید کے ظہورات تیری مملکت میں آشکار ہوں۔ یقیناً تو مقتدر ہے جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ تو ہی سب پر غالب و نگراں اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔

(اس مناجات کی اصل اسی پرچہ کے فارسی حصہ میں درج ہے)

ایک لوحِ مبارک صرف اردو

بسم اللہ الاقدس العلیّ الابھیٰ

خدا کی قسم! بلا و مصیبت کے سبب بہار کی محبت اور بڑھ گئی کہ وہ اسے مالکِ اسماء اور خالقِ سماء کے ذکر سے نہ روک سکی اور وہ ہر گھڑی اہلِ جہان کو اُن کے پروردگار رحمٰن کی جانب بلا رہا ہے۔ سو یہ آگ بھی کیا ہی خوب ہے کہ اس پر جتنا پانی پڑتا ہے یہ اپنے پروردگار مقتدر، برتر، دانا کی محبت میں اتنا ہی زیادہ بھڑکتی ہے۔ اور اس نے روئے زمین والوں کی عزت کے لئے اپنی ذلت کو قبول کیا اور تمام جہان کی نجات کے لئے قید خانہ منظور کر لیا ہے۔

اے میرے سیّاح! میرا امر عظیم ہے عظیم۔ جسے تمام آسمانوں اور زمینوں کے لشکر نہیں روک سکتے۔ اگر تو اپنے پروردگار کے ذکر کی شیرینی اس کی آیتوں میں سے ایک آیت میں بھی پائے تو فوراً مدہوش ہو کر گر پڑے اور جب کھڑا ہو تو پکار اٹھے کہ یا الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا ظہور مطالعِ وحی اور مشارقِ الہام سے سبقت لے گیا ہے اور ظہور کے دہنِ مبارک سے نکلنے والے ہر ایک حرف میں وہ چیز مضمر ہے جس سے تمام جہانوں کو زندگی ملتی ہے۔ اے پروردگار! ظہور خراب ترین شہر میں ساکن ہے حالانکہ تمام آسمانوں اور زمین کی معموری اسی کے نام سے ہے۔ تیرے ظالم بندوں نے ایسا ظلم کیا ہے۔

میری محبت کی حرارت سے مشتعل رہو جیسا کہ اس ظہور میں ہونا چاہئے جس سے کہ مقربوں کے چہرے چمک اٹھے ہیں۔ مجھے چاہنے والے کو میری طرف سے یاد کر۔ پھر میری عنایت کی انگلیوں سے میرا کوثرِ فضل اُسے پلا تاکہ وہ اسے میرے اُفقِ رحمت اور میرے مطلعِ اسماء اور عرشِ عظیم کی جانب کھینچ لے۔ سب تعریف خدائے رب العٰلمین کے لئے ہے۔

انوارِ ظہور

حضرت بہاء اللہ سالہا سال سخت مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ مسلسل اذیتیں اور متواتر جور و جفا سہتے رہے اس قدر دکھ اٹھانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اہلِ یقین صبر و استقامت کا سبق حاصل کریں۔ اتحاد و اتفاق کے مرکز پر قائم ہوں۔ محبت و الفت کی تکمیل کریں۔ اختلاف اور دوئی کا نام و نشان مٹا دیں۔ غیریت کو درمیان سے محو و نابود کر دیں۔ صرف اُن حدود میں جو کتبِ الٰہیہ نے معین کی ہیں امتیاز ضرور باقی رہے باقی تمام جدائی کے نشانات گم ہو جائیں۔ ایک عالمگیر اتحاد۔ منظم وحدت۔ اور پائدار یگانگت اور نہ ٹوٹنے والا میل ملاپ پیدا ہو جائے اور یہ عالم امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔

ایک سچا مومن خدا کے حکم سے تمام مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ وہ اپنی طرف سے صلح کا علم بلند کر چکا ہے اور سب کو امن و امان دینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ وہ سب سے محبت و الفت رکھتا ہے کسی کی توہین نہیں کرتا۔ کسی کی عیب جوئی نہیں کرتا۔ کسی کی غیبت نہیں کرتا۔ کسی پر بہتان نہیں باندھتا۔ وہ اس بنا پر کہ سب میرے بھائی ہیں اور میرے خالق کی مخلوق ہیں سب کو پیار کی آنکھوں سے دیکھتا ہے سب سے بھلائی کرتا ہے۔ سب کی عزت و حرمت قائم رکھتا ہے۔ اگر جب کوئی اس کو ستائے اور دکھ پہنچائے تو بھی صبر کرتا ہے اور لوٹ کر اپنے مقابل کو دکھ نہیں پہنچاتا۔ درحقیقت یہ تمام معاملہ وہ محض خدا کے لئے کرتا ہے۔ اب اگر اس کے مقابل دوسرا آدمی برا سلوک کرتا ہے تو برا سلوک کرنے والا اپنے کئے کی سزا پائے گا مگر محبت اور بھلائی کرنے والا تو اپنا بلند مقام حاصل اور بہترین جزا کا مستحق ہو چکا ہے۔

ہر نیکی اور اچھے سلوک کرنے والے کا عمل حقیقت میں خدا کی طرف راجع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سب کچھ حکمِ خدا کی اطاعت میں کرتا ہے اگر کسی مومن کا ادب و احترام کرتا ہے تو اسی لئے کہ اس کے ایمان باللہ پر نظر رکھتا ہے۔ وہ کسی انسان کی خدمت کرتا ہے تو اسی لئے کہ خلقِ خدا کی خدمت کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی مومن کا دل دکھاتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر سے پیش آتا ہے تو درحقیقت یہ تکبر خدا کے مقابلہ میں ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک مومن باللہ کو نظرِ حقارت سے دیکھا یا اگر ایک انسان کو ستاتا ہے تو اس نے خلقِ خدا کے ساتھ برا سلوک کیا۔ گویا اس نے خالق کے ساتھ برا سلوک کیا۔

چند روزہ زندگی میں فانی چیزوں کا عاشق بن کر انسان اپنی فنا کا سامان کرتا ہے۔ کس قدر افسوس ہے کہ وہ اپنے انجام سے غافل ہے۔ لازم ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کا سلوک کیا جائے۔ لازم ہے کہ نفسانی پردوں کو روحانی محبت کی آگ سے جلا دیا جائے۔ لازم ہے کہ سب ایک دوسرے سے ہر روز ایسی خوشی و محبت سے مل کر زندگی بسر کریں کہ چہرے مسرت سے پھولوں کی طرح شگفتہ ہوں۔ اور سب کے دل محبت کی جنت ہوں۔ ایک دن بھی کدورت اور رنجش میں نہ گذرنے دیں۔ قدرتِ الٰہی سے آجکل اہلِ دل کی دنیا کلمۃ الٰہی کے اثر سے محبت میں سرگرم ہے۔ اُن پر افسوس جن کے دل سرد ہیں۔

اور ان کی محبت ٹھنڈی ہو چکی ہے۔

باہمی اتحاد و اتفاق اور دنیا میں امن و سلامتی کا ایک بڑا ذریعہ حسنِ اخلاق ہے۔ اچھے اخلاق سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور بُرے اخلاق سے انسانیت اور سوسائیٹی کی سرسبز کھیتی سوکھ جاتی ہے۔ حسنِ اخلاق تنظیم اور اتحاد کے لئے وہ سنگِ بنیاد ہے جس پر امن و آسائش کی عمارت اور اصلاح و ترقی کی تعمیر قائم ہوتی ہے۔

خصوصیت کے ساتھ اہل بہآء کا فرض ہے کہ وہ موجودہ دورِ فنا میں حیاتِ جدید کا صور پھونک دیں۔ ہر وقت اس فکر و کوشش میں رہیں کہ ڈوبنے والوں کو غرقابِ فنا سے بچائیں اور راہ بقا دکھائیں۔ اور لوگوں میں اس طرح سے رفتار اختیار کریں کہ اُن میں نورِ حق کے آثار سب کو نظر آئیں۔ کیونکہ صرف اہل بہآء اس وقت وہ جماعت ہیں جو نئی آفرینش میں اوّلین ہستی ہیں۔ وہی ہیں جنھوں نے اب سب سے اوّل عبودیت کے مقام پر قدم رکھا ہے۔ وہی سب سے اوّل جلوۂ حق کے سامنے سربسجود ہو گئے ہیں۔ وہی ہیں جو کعبۂ مقصود کا طواف کرنے میں سب سے پہلے مصروف ہوئے ہیں۔

سچے اہلِ بہآء خدا کے محبوب ہیں۔ اُن کا ذکر ملأ اعلیٰ میں عزت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے چشمِ بصیرت دیکھتی ہے۔ اور جب یہ مقام کسی کو نظر آجاتا ہے تو وہ اپنی جان فدا کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ ایسے پاک نفوس کی عظمت اور قدر خداوند عالم ہی خوب جانتا ہے۔

یہ پاک نفوس جذبۂ روحانی سے سرشار ہو کر کمال اُلفت و محبت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس شان سے دوستی اور یگانگی اختیار کرتے ہیں کہ ان کے اتحاد سے توحید کا علم بلند ہو جاتا ہے اور شرک کا جھنڈا گر جاتا ہے۔ وہ نیک کاموں اور باہمی خوشنودی میں بڑھ بڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

اہل بہآء کو وہ کلام الٰہی ملا ہے جو قلوب میں نئی جان ڈالتا ہے۔ روح کو ترقی عطا کرتا ہے۔ انسان کی زندگی کو بلند کر دیتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے "خدا کی پہلی بات یہ ہے کہ خواہش اور آلودگی سے پاک سینہ اور دنیا کے مختلف رنگوں سے پاکیزہ دل لے کر جاننے دیکھنے. قدرت رکھنے والے خدا کے حضور میں آؤ اور جو اس کے دن کی شان کے لائق ہے وہ ساتھ لاؤ۔ آج دیدار کا دن ہے۔ کیونکہ یزدانِ پاک بے پردہ ظاہر و جلوہ گر ہے۔ پاک جان سے دوڑ کر چلو شاید پہنچ جاؤ اور جو کچھ اسوقت ضروری ہے اسکو سمجھ سکو۔ پرہیزگاری کے پانی کے ذریعہ اپنے آپ کو ہوس اور بُرے کاموں سے پاک کرو تاکہ بے نیاز کے دن کا بھید سمجھ سکو۔ وہی پہلی قدیم روشنی آج آخری دن میں نمودار ہو رہی ہے۔ تین چیزوں کے ذریعہ دیدار مل سکتا ہے اور نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ دل اور آنکھ کی پاکی سے اور کان کو سنی سنائی باتوں سے پاک کرنے سے۔ کہدو اے دوستو! راہ نما آگیا۔ اس کی باتیں سب باتوں سے نمایاں ممتاز ہیں۔ اور اس کا راستہ سب راستوں میں صاف نظر آتا ہے۔ راہ تو حقیقت میں اُسی کی راہ ہے اسی کو اختیار کرو۔ اور اسی کی بات اصل میں بات ہے اسی کو سنو۔ آج خدا کی رحمت کے بادل برس رہے ہیں اور دانائی کا سورج سب کو روشن کر رہا ہے اور اپنی راہ دکھا رہا ہے۔ جو افسرد تو وہی ہے جو وہم و گمان کا راستہ چھوڑ کر خدا کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اے دوستو! خدا کے طاقتور ہاتھ نے وہم و گمان کے پردے چاک کر دیئے ہیں تاکہ آنکھ (حقیقت کا جلوہ) دیکھے اور کان (رازِ حقیقت) سننے سے محروم نہ رہے۔ آج کان لگا کر سننے کا دن ہے۔ دوستِ یکتا کی گفتگو سنو اور جو طریق مناسب ہے اسی پر رفتار اختیار کرو"۔

انکشافِ حقیقت

دنیا کی تمام چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں انسان کی فلاح و بہبودی قدرت کا عظیم مقصد ہے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوان سب انسان کے خادم ہیں۔ آگ۔ پانی۔ ہوا انسان کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ سامان خوراک۔ لباس و مکان کے مہیا کرنے میں زمین۔ سورج۔ چاند۔ بارش۔ بجلی تمام قویٰ مصروفِ کار ہیں۔ غرضکہ گردشِ لیل و نہار کا تمام ہنگامۂ حشر و نشو ہر آن انسانی نشو و ارتقاء کے لئے جدّ و جہد کی مسلسل حرکت ہے۔

انسان اپنے اندر جماد۔ نبات۔ حیوان کے تمام جوہری کمالات رکھتا ہے۔ اس کا اپنا امتیازی مقام حیوانیت سے نہایت بالا تر ہے۔ صرف کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا اور جسمانی توالد و تناسل حیوانی درجہ کے اعمال ہیں۔ ہاں علم و عقل۔ کشفِ رموزِ قدرت۔ عرفانِ حق اخلاقِ فاضلہ۔ روحانیت و ربانیت۔ یعنی وہ اعمال جن سے امن و صلح محبت و عزت۔ مخلوق کی راحت و رفعت رونما ہو انسان کی شان کے شایاں ہیں۔ انھیں اعمال سے انسانیت اپنا مقام نمایاں کرتی ہے اور زندگی کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام اچھی تحریکات اور مفید ادارے اسی مقصدِ وحید کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ تمام علماء و حکماء۔ فلاسفر جو آجتک دنیا میں پیدا ہوئے ارتقائے انسانی کے لئے زبردست مساعی اور قربانیاں کر چکے ہیں۔

سب سے بہتر اور برتر اصلاحی مجاہدے اور ارتقائی اقدام روحانی پیشواؤں نے کیا ہے جو دنیا کے دل کو بدلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انبیائے کرام اور پیغمبران عظام انسانی ارتقائے حقیقی کی مملکت کے سلاطین ہوئے ہیں۔

بانیانِ ادیان جن کے پروگراموں پر کروڑوں انسان عامل ہوکر بہترین وجود بن گئے۔ تاریخ عالم میں آفتاب بن کر چمک رہے ہیں۔

ہر ایک پیغمبر برحق نے دنیا میں وہ حشر و نشور برپا کیا جس کے اثر سے آسمان زمین بدل گئے۔ اور نوعِ انسان منازلِ ارتقاء طے کرتی ہوئی بلند مقام پر پہنچ گئی۔

تمام انبیائے کرام نے نہایت حسین و جمیل پیرایے میں نوعِ انسان کو بشارت دی تھی کہ اس کرۂ ارض پر ایک عظیم الشان دورِ ارتقاء نمودار ہوگا۔ قیامتِ کبریٰ اور حشرِ اقوام کا زمانہ آئیگا۔ جس قدر یہ موعود وقت قریب آتا گیا انبیائے کرام اس یومِ عظیم کی نبوت و بشارت پر زیادہ زور دیتے گئے اور تبشیر و انذار میں روز افزوں جوش اور ولولے کے ساتھ تفصیلات بیان فرماتے گئے۔ یہانتک کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت کو مکمل اور ختم کر دیا۔ اور فرمایا کہ میرے بعد اب اسی یومِ موعود اور قیامتِ کبریٰ کا ظہور ہے۔

الحمد للہ۔ یومِ موعود آگیا۔ ناموس قدرت اور وعدۂ الٰہی کے مطابق یومِ موعود کا آنا یقینی تھا۔ بے شک ہر پیغمبر حق کا ظہور حشر انگیز اور قیامت خیز تھا۔ خدا نے ظہورِ حق کے دن کو ہی قیامت مقرر کیا ہے عصرِ حاضر کے ظہورِ حق سے قیامتِ کبریٰ اور عالمگیر حشر نمودار ہوا ہے جس کے آثار روز بروز تیزی کے ساتھ عالم میں آشکار ہوتے جاتے ہیں

حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ نے صُور پھونک دیا۔ نوعِ انسان کے قالب میں ارتقاء کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ یہ وہی حقیقت ہے جس کے

متعلق خداوندِ عالم فرماتا ہے لترکبن طبقًا عن طبق۔ تم درجہ بدرجہ بلند ہوتے چلے جاؤ گے۔ اب ارتقاءِ انسانی کے معراج کا زمانہ آگیا ہے۔ وہی زمانہ جس کے بارے میں خدا نے فرمایا تھا کہ انسان اپنے رب سے جا ملے گا۔ یاایھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحًا فملاقیہ۔ اے انسان! تو نہایت سعی و کوشش کر رہا ہے کہ اپنے رب سے مِل جائے۔ سو ضرور تو اس سے مل جائے گا۔

اب لقائے الٰہی کا وقت آگیا۔ کثیر التعداد انسان لقاءِ الٰہی سے فائز ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا تھا کہ قیامت کبریٰ میں دیدارِ الٰہی حاصل ہوگا من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لاٰت۔ جو شخص لقائے الٰہی کا مشتاق ہے اسے مژدہ ہو کہ خدا کا معین وقت یقینًا آ رہا ہے۔

اب وہ وقت آ پہنچا اور سب لوگوں کو خدا کے حضور خضوع و سجود کی دعوت دی جا رہی ہے مگر وہ اس دعوتِ حق کو قبول نہیں کرتے چنانچہ یہ پیش خبری سورۂ نٓ میں اس طرح لکھی ہے:-

یوم یکشف عن ساقٍ ویدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعۃً ابصارھم ترھقھم ذلۃ وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون ٥ فذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث سنستدرجھم من حیث لا یعلمون ٥ (سورۂ نٓ)

جب نیا ظہور ہوگا اور لوگ سجود و اطاعت کی طرف بلائے جائیں گے تو وہ سجود و اطاعت نہ کر سکیں گے ان کی عقلیں حیران ہونگی۔ ان پر ذلت سوار ہوگی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ سجود و اطاعت کی طرف بلائے جاتے تھے تو سالم و مستطیع تھے تو اس خبر کو جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دو۔ میں انھیں ایک حال سے دوسرے میں اس طرح لیجاؤں گا کہ انھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔

کشفِ ساق اور مفسّرین

"یوم یکشف عن ساق" سورۂ نٓ میں یہ آیت مبارک آئی ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "جس دن پنڈلی کھولی جائے گی"۔ اس کے متعلق تفسیروں میں یہ باتیں لکھی ہیں:-

(۱) کشفِ ساق کا واقعہ دنیا میں ہی ہوگا۔ کیونکہ اسمیں آگے فرمایا ہے کہ لوگ سجدہ کرنے کے لئے بلائے جائینگے اور عبادت کی طرف دعوت دنیا میں ہی ہوتی ہے۔

(۲) کشفِ ساق سے مراد شدۃ الامر یعنی سخت حالت ہے جو قیامت میں ہوگی۔

(۳) کشفِ ساق سے مراد یہ ہے کہ اصل حقیقت ظاہر ہوجائے گی۔ یعنی قیامت کے دن حقائق اشیاء ظاہر ہو جائینگی۔ ساق کے معنی اصل ہیں جس سے کوئی چیز قائم ہو۔ جیسے ساق الشجر درخت کا تنہ۔

(۴) قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کا ایک تمثل ہوگا۔ اور ساق یعنی پنڈلی ہوگی جو کھلے گی اور لوگوں کو سجدہ کے لئے بلایا جائے گا۔

(خلاصہ از تفسیر کبیر امام رازی۔ سورۂ ن)

(۵) خدا اپنی پنڈلی کھولیگا یعنی اپنی قدرت دکھائے گا جس سے شدت و سختی رونما ہوگی۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کشفِ ساق سے مراد ایک نورِ عظیم ہے جس کے سامنے لوگ سربسجود ہو جائینگے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر خازن سورۂ نٓ)

(۷) حدیث۔ ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولیگا۔ مومن مرد و عورت سجدہ میں گر پڑینگے۔ بجز ریائی سجدہ کرنے والے لوگوں کے کہ ان کی کمر تختہ ہو جائے گی۔ (تفسیر روح المعانی)

(۸) مفسّرین عمومًا یہ بھی فرماتے ہیں کہ کشفِ ساق کی حقیقت ہم نہیں جانتے یہ چیز اُن امور میں سے ہے جس کی تاویل قیامت کے دن ہی ظاہر ہوگی ابھی تو ہمارا کام ایمان و تفویض ہے۔

مفسرین کرام کا یہ رویہ قابل تعریف تھا۔ اب جبکہ یوم قیامت کا ظہور ہوگیا۔ ان حقائق کا انکشاف بھی ہوگیا ہے۔ خود خداوند عالم نے ان حقائق کا بیان اپنے تازہ کلام مبارک میں مفصل طور پر فرما دیا ہے۔ لغت عرب اور قواعد علمیہ اور خود قرآن مجید کی آیات سے بھی یہ حقائق ثابت و مبرہن ہوگئے ہیں۔ بنیادی غلطی قیامت کے بارے میں یہ پھیل گئی تھی کہ قیامت فنائے عالم اور اس کے بعد مُردوں کا قبروں سے نکل کر محشور ہونا سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کلام الٰہی کی ایک آیت سے بھی یہ بات ثابت نہیں۔ یہاں ہم نے مفسرین کے جو بیانات درج کئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ بھی سب ٹھیک ہوگئے ہیں۔ چنانچہ ہم نمبروار ہر ایک کو لیتے ہیں ؎

(۱) بالکل درست ہی کشفِ ساق کا واقعہ دنیا میں ہی ہوا نہ کہ فنائے عالم کے بعد۔

(۲) واقعی شدت و سختی بھی اس دورِ قیامت میں نمودار ہے۔

(۳) بے شک اب اصل امر و حقائق اُمور ظاہر ہو رہے ہیں۔ سب کتبِ الٰہیہ اور قرآن مجید کے مخفی سے مخفی حقائق و اسرار منکشف ہو رہے ہیں۔ اشیائے عالم کے حقائق بھی بڑے زور سے برسرِ ظہور آ رہے ہیں۔

(۴) قیامت کے دن خدا کا تمثل بھی ظاہر ہوگیا۔ مظہرِ ظہور حضرت بہاء اللہ آئینۂ تجلیِ الٰہی تھے جن کے ظہور سے قیامت برپا ہوئی اور لوگوں کو سجودِ الٰہی کے لئے بلایا گیا۔ مومن خالص سربسجود ہوئے۔

(۵) بیشک خدا نے اپنی قدرت زبردست رنگ سے دکھائی ہے اور دکھا رہا ہے۔ اور ابھی تو بہت کچھ ہوگا۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ایک نورِ عظیم ہوگا جس کے سامنے مومن سربسجود ہوگے۔ یہ تجلی الٰہی ہے۔ جو ظہور فرما ہے۔

(۷) بے شک ریاکار سجدہ کرنے والے نئی قدرتِ الٰہی کے سامنے سجدہ کرنے سے محروم رہ گئے ہیں۔

(۸) خموشی کا وقت ختم ہوا۔ بیانِ حقیقت کا وقت آگیا ہے۔ کیونکہ خدا نے حقیقت ظاہر فرما دی۔

ہنگامہ خیز جلوۂ فطرت ہے آجکل

دنیا میں رستخیز کی حالت ہے آجکل
سب کہہ رہے ہیں دَورِ قیامت ہے آجکل

دفتر کھلے ہوئے ہیں حساب و کتاب کے
اجلاس میں خدا کی عدالت ہے آجکل

اب مل رہی ہے سب کو کئے کی جزا سزا
اور آشکار دوزخ و جنت ہے آجکل

ہیں ایک سمت بغض و عداوت شرر فشاں
اک سمت نور بار ہدایت ہے آجکل

اِک سمت لعن و طعن۔ جدال و قتال ہے
اک سمت نورِ جذبۂ اُلفت ہے آجکل

سب اہلِ نور شاد ہیں بزمِ وصال میں
نورانیوں میں جشنِ مسرت ہے آجکل

ظلمت زدہ پڑے ہیں عذابِ فراق میں
سینے میں اُن کے آتشِ حسرت ہے آجکل

عرشِ ظہور آج ہے دار السلام میں
روئے زمین گلشنِ جنت ہے آجکل

قدرت کی آفرینش تازہ بپا ہوئی
خلقِ جدید مظہرِ جدت ہے آجکل

پھیلا ہے کائنات میں نورِ تجلیات
ہنگامہ خیز جلوۂ فطرت ہے آجکل

جو مرگیا اُس کی قیامت ہوگئی

فاذا قامت القیامۃ
یقول الانسان یومئذٍ
این المفر۔ ھذا کنایۃ
عن ساعۃ الموت وقد
بینت لک فیما تقدم
ان ھذہ الکنایۃ ملئ
بھا القرآن فاذا ذکر
یوم القیٰمۃ فقد ورد
بحال الموت والحق ان
الانسان فی حال موتہ
تقوم قیامتہ الخاصۃ بہ

جب قیامت برپا ہوگی انسان
اس دن کہیگا کہاں بھاگ جاؤں
اسمیں موت کی طرف اشارہ ہے
اور میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ اس
اشارے سے قرآن بھرا پڑا ہے
جب کہیں یوم قیامت کا ذکر
ہوتا ہے تو وہیں موت کی حالت
کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔
اور سچ بات ہے کہ ہر انسان
کی شخصی قیامت موت کے
وقت ہی قائم ہوجاتی ہے۔

(صـ۱۰۳ تفسیر طنطاوی جلد ۲۴)

دنا اجلہ فمات فھذا
قد قامت قیامتہ والدنیا
فی حقہ قد ذھبت فلا سماء
ولا ارض لدیہ مما عندنا

تفسیر طنطاوی صـ۳۹ جلد رابع

انسان کی آخری گھڑی آگئی پس
تو وہ مرجاتا ہے سو یہی اس کی
قیامت ہے جو قائم ہوچکی اور دنیا
اس کے حق میں فنا ہے اس کے
نزدیک نہ آسمان رہا نہ زمین رہی
جو ہمارے نزدیک موجود ہے۔

من مات فقد قامت قیامتہ
الساعۃ جزء من اجزاء الزمان

جو مرگیا اسکی قیامت ہوگئی۔ ساعۃ
وقت کے ایک حصے کا نام ہے۔

ولیعتبر بھا عن القیٰمۃ
وقد ورد فی الکتاب و
السنۃ علی ثلٰثۃ اقسام
القیٰمۃ الکبریٰ للبعث
والجزآء۔ والوسطیٰ ھی
انقراض القرن۔ و
الصغریٰ وھی موت الانسان

اور ساعۃ قیامت کو بھی کہتے ہیں
اور قرآن و حدیث میں قیامت تین
قسم پر کی ہے۔ (۱) قیامت کبریٰ
بعثت اور جزا و سزا کیلئے (۲)
قیامت وسطیٰ۔ ایک نسل کا ختم ہوجانا
(۳) قیامت صغریٰ۔ انسان کا
مرجانا۔ (مجمع بحار الانوار لغت قوم)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ
من حدیث ابی ھریرۃ
المرفوع الی النبی (ص)
اذا وسد الامر الی غیر اھلہ
فانتظر الساعۃ وتقدم
فی تفسیر الآیۃ السابقۃ
ان الاستاذ الامام قال
ان المراد بالساعۃ فی
ھذا الحدیث ساعۃ
الامۃ التی تقوم فیھا
قیامتھا ای تدول دولتھا
علی حد من مات فقد

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ کی
ایک حدیث مرفوع بیان کی ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
کام نااہلوں کے سپرد کردیا جائے
تو ساعۃ کا انتظار کرو۔ اور گذشتہ
آیت کی تفسیر میں ذکر ہوچکا ہے کہ حضرت
استاذ امام (مفتی عبدہٗ) نے فرمایا ہے
کہ اس حدیث میں ساعۃ سے مراد
امت کا وہ وقت ہے جبکہ اس کی
قیامت برپا ہوگی یعنی اس کا دور ختم
ہوجائیگا۔ اس اصل کے مطابق کہ
کہ جو مرگیا اس کی قیامت آگئی۔

قامت قیامتہ ۔ وفی احیاء العلوم ان القیٰمۃ قیامتان ۔ القیٰمۃ الصغریٰ وھی قیامۃ افراد الناس بالموت والقیامۃ الکبریٰ وھی قیامتھم کلھم بانتھاء ھٰذا العالم والدخول فی عالم الاٰخرۃ ۔ وقد یقال ان قیامۃ الجماعات کقیامۃ الافراد ۔ والتجوز بالساعۃ فی ھٰذا المقام اقرب الی اللغۃ من التجوز بلفظ القیامۃ فان القیامۃ من القیام وھی یوم یقوم الناس لرب العٰلمین ۔ واما الساعۃ فھی الوقت المعین مطلقا لاستعمال الناطقون بالعربیۃ یقولون جاءت ساعۃ فلان او جاء وقتہ والقرینۃ تعیین المراد بذالک الوقت والساعۃ (تفسیر المنار ص۲۱۴-۲۱۵)

اور کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ قیامت دو ہیں ۔ (۱) قیامت صغریٰ ۔ یعنی ہر فرد انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی قیامت ہو جاتی ہے ۔ اور قیامت کبریٰ سب انسانوں کی قیامت ۔ جب یہ عالم ختم ہوگا اور لوگ عالم آخرت میں داخل ہو جائیں گے ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جماعتوں کی قیامت افراد کی قیامت کے مانند ہی ہے ۔ اور اس مقام پر مجازاً "ساعۃ" کا استعمال کرنا لفظ قیامت استعمال کرنے سے لغت کے زیادہ قریب ہے ۔ کیونکہ قیامت تو قیام سے ہے اور وہ قیامت یہ ہے کہ جب لوگ رب العٰلمین کیلئے قیام کریں گے ۔ لیکن لفظ ساعت کے معنیٰ مطلق وقت معین ۔ عربی بولنے والے ہمیشہ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کی ساعت آگئی یا اس کا وقت آگیا اور قرینہ بتا دیتا ہے کہ اس وقت اور ساعت سے مراد اس جگہ کون سا وقت اور کونسی ساعت ہے

قولہ من مات فقد قامت قیامتہ (روح البیان جلد ۱۰) قال المغیرۃ ابن شعبہ

حضرت رسول کریم نے فرمایا ہے جو مرگیا اس کی قیامت آگئی ۔ مغیرہ ابن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

رحمہ اللہ یقولون القیٰمۃ القیٰمۃ وانما قیامۃ احدھم موتہ ۔ وشھد علقمۃ جنازۃ فلما دفن قال اما ھذا فقد قامت قیامتہ ۔ ولتمیمۃ بعضھم

خرجت من الدنیا وقامت قیامتی
غداۃ اقل الحاملون جنازتی

(تفسیر روح البیان پ ۲۹)

کہ لوگ قیامت قیامت کہتے ہیں اور ہر ایک فرد انسان کی قیامت تو اس کی موت ہے ۔ علقمہ ایک جنازے میں شریک ہوئے ۔ جب میت دفن کردی گئی تو علقمہ نے کہا کہ اس مرنے والے کی قیامت تو ہو چکی ۔ اسی بات کو کسی شاعر نے نظم کیا ہے ؎

دنیا سے اٹھا میں تو ہوئی میری قیامت
جس صبح کو لوگوں نے اٹھائی مری میت

قیل الساعات التی ھی القیٰمۃ ثلاثۃ ۔ الساعۃ الکبریٰ وھی بعث الناس للمحاسبۃ وھی التی اشار الیھا بقولہ علیہ السلام لا تقوم الساعۃ حتی یظھر الفحش وحتی یعبد الدرھم والدینار الیٰ غیر ذالک وذکر امورا لم تحدث فی زمانہ ولا بعدہ والساعۃ الوسطیٰ وھی موت اھل القرن الواحد وذالک نحو ما روی انہ رای عبد اللہ ابن انیس فقال ان یطل عمر ھذا الغلام

کہا گیا ہے کہ ساعات جو قیامت ہیں تین ہیں ۔ ساعت کبریٰ ۔ حساب کتاب کیلئے لوگوں کو اٹھانا ۔ جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ساعت اسوقت قائم ہوگی جب فحش کاری اور بے حیائی ظاہر ہوگی اور درہم و دینار (دولت) کی پوجا کی جائے گی وغیرہ وغیرہ اور یہ باتیں آنحضور کے زمانہ میں اور آپکے بعد ظاہر نہیں ہوئیں ۔ اور ساعت وسطیٰ ایک زمانے کے آدمیوں کا مرجانا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن انیس کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس نوجوان کی عمر بڑی ہوئی تو یہ نہ مرے گا یہانتک کہ قیامت

لم یمت حتیٰ تقوم الساعة نقیل انه آخر من مات من الصحابه۔

قائم ہو جائے گی - کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن انیس صحابہ میں سے وہ ہیں جو سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

والساعة الصغریٰ هی موت الانسان - فساعة کل انسان موته وهی المشار الیها بقوله قد خسر الذین کذبوا بلقآء الله حتیٰ اذا جاءتهم الساعة بغتة ومعلوم ان هٰذه الحسرة تنال الانسان عند موته لقوله وانفقوا مما رزقنٰکم من قبل ان یأتی احدکم الموت فیقول الآیه - وعلیٰ هٰذا قوله قل أرأیتکم ان اتٰکم عذاب الله او اتتکم الساعة - وروی انه کان اذا هبت ریح شدیدة تغیر لونه علیه السلام فقال تخوفت الساعة وقال ما امد طرفی ولا اغضها الا واظن الساعة قد قامت یعنی موته۔

{مفردات راغب لفظ ساعت}

اور ساعتِ صغریٰ انسان کی موت ہے تو ہر انسان کی ساعت و قیامت اسکی موت ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو لوگ لقائے الٰہی کو جھوٹ بتاتے ہیں وہ خسارے میں پڑ گئے ہیں۔ یہانتک کہ جب انھیں اچانک ساعت آجائیگی۔

اور ظاہر ہے کہ یہ حسرت (جس کا ذکر اس آیت میں ہے) انسان کو موت کے وقت ہوتی ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا کہ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسمیں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ کہے (ہائے افسوس) نیز اس آیت میں بھی ساعت سے مراد موت ہی جو فرمایا ہے کہ بتاؤ اگر تمھیں عذابِ خدا آجائے یا ساعت آجائے اور روایت ہے کہ جب سخت ہوا چلتی تھی تو حضور علیہ السلام کا رنگ فق ہو جاتا اور فرماتے تھے کہ میں ساعت سے خوفزدہ ہو گیا اور یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ میں اپنی آنکھ پھیلاتا یا بند کرتا ہوں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ ساعت قائم ہو گئی۔ اسی سے مراد موت تھی۔

انما قیامة احدکم موته (تفسیر سہل بن عبداللہ التستری ص ۲۸۳)

تم میں سے ہر ایک فرد کی قیامت اس کی موت ہے۔

اعلم ان القیامة ثلاث الکبریٰ وهو حشر الاجساد والسوق الی المحشر للجزآء والقیامة الصغریٰ وهی موت کل احد کما قال علیه السلام من مات فقد قامت قیامته ولذا جعل القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرات النیران۔ قیامة الوسطیٰ وهی موت جمیع الخلائق۔

(ص ۳۸۷ تفسیر فتح البیان جلد دہم)

جاننا چاہیے کہ قیامت تین ہیں۔ قیامت کبریٰ حشر اجساد اور جزا سزا کیلئے محشر کی طرف لے جانا۔

قیامت صغریٰ ہر انسان کی موت ہے چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی اور اسی لئے آنحضور نے قبر کو جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا قرار دیا ہے۔

قیامتِ وسطیٰ۔ سب لوگوں کا مرجانا ہے۔

موت کو انفرادی قیامت کہنا جیسا کہ مذکورہ بالا حوالجات میں ہے ایک درست بات ہے اور جب یہ ثابت ہوا کہ ہر شخص کی موت کے وقت ہی اس کی قیامت ہو جاتی ہے تو پھر اسی وقت جزا سزا مل جانا بھی ظاہر ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے واضح ہے کہ مرنے کے ساتھ انسان کو نیکی بدی کی جزا سزا ملنا شروع ہو جاتی ہے وہ جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب ہر شخص کی قیامت ہو چکی جزا سزا ہو چکی تو اب کسی اور قیامت کی گنجائش اور ضرورت کیا ہے۔ پس یہ سمجھنا کہ ایک وقت تمام اولین آخرین میدان محشر میں جمع ہونگے اور ان کا حساب کتاب ہوگا جس کے بعد وہ جزا سزا پائینگے سب غلط ٹھہرا۔ ہاں قیامت کبریٰ کا

بہائی کیا مانتے ہیں؟

حضرت بہاء اللہ کی بنیادی تعلیمات میں سے چند تعلیمات یہ ہیں :-

(۱) ہر شخص کو خود حقیقت کی تلاش کرنی چاہئے۔ اس ہی لئے ہر شخص کا ضمیر آزاد ہے۔

(۲) سچائی درحقیقت ایک ہی ہے۔ اسی لئے کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

(۳) دنیا کے تمام مذاہب کی بنیادی تعلیم ایک ہی ہے۔ اختلاف صرف فروعات میں ہے۔ اس لئے سب مذہب سچے ہیں۔

(۴) مذہب اور سائنس حقیقت کو مختلف پہلوسے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

(۵) مذہب اور سیاست کا دائرۂ عمل باہم نہیں ٹکرانا چاہئے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے دائرے میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے

(۶) دینی تعلیم کا اصلی مقصد میل ملاپ اتحاد اور اتفاق ہے۔ اگر دین اختلاف کا باعث ہو تو بے دینی بہتر ہے۔

(۷) مذہبی تعصب اور مذہبی جنگ کو مٹانے کی انتہائی کوشش کرنی چاہئے اس تعصب اور جنگ کی بنیاد نادانی ہے۔

(۸) معاشرتی، قومی، نسلی، جنسی اور تمام دوسرے قسم کے تعصب دنیا کی بنیادوں کو ہلا رہے ہیں۔ ان کو مٹانے کے لئے انتہائی کوشش کرنی چاہئے۔

(۹) تمام دنیا کے لوگ ایک خاندان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان سے کسی طرح کم یا زیادہ نہیں ہے۔

(۱۰) سب کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں۔ یعنی قانون کی نگاہ میں سب برابر اور معاشرتی لحاظ سے بھی سب برابر ہیں۔ ہر شخص کو بلند اقتصادی درجوں تک پہنچنے کا حق ہونا چاہئے۔

(۱۱) مرد اور عورت کو برابر برابر ترقی کرنے کے لئے موقع ملنے چاہئیں۔ اس لئے عورتوں کو زیادہ آزادی دینی چاہئے۔

(۱۲) دنیا میں مال و دولت کی تقسیم کے جو طریقے رائج ہیں اُن کو بدل کر زیادہ مناسب طریقے رائج کرنے چاہئیں۔

(۱۳) دنیا کے تمدن اور اس کی معاشرت کی اصلاح میل ملاپ کے ساتھ بغیر لڑائی جھگڑے کے ہونی چاہئے۔ اور صلح اکبر قائم ہونی چاہئے۔

(۱۴) تمام دنیا کا انتظام ایک بین الاقوامی مرکز سے ہو جس کے حکم منوانے کے لئے ایک بین الاقوامی پولس ہونی چاہئے۔ اور تمام دنیا کی فوجیں برخواست ہو جانی چاہئیں۔ بین الاقوامی جھگڑوں اور مناقشوں کو جنگ کے ذریعہ طے کرنے کی بجائے پنچایت کے ذریعہ طے کرنا چاہئے۔

(۱۵) لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم مفت اور جبریہ ہونی چاہئے۔

(۱۶) تمام دنیا کے لئے ایک بین الاقوامی زبان اور ایک بین الاقوامی طرز تحریر قائم ہونا چاہئے۔

(۱۷) خدا ہر جگہ ہے اور کہیں محدود نہیں۔ توحید حقیقی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دنیا میں سب خرابیاں ہیں۔

(۱۸) پیغمبروں کا آتے رہنا دنیا کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔

(۱۹) خدا کی وحدانیت کو حقیقی معنوں میں سمجھ لے وہ تمام پیغمبروں کو ایک ۔تمام مذہبوں کو ایک ۔تمام آسمانی کتابوں کو ایک ۔ ساری دنیا کے انسانوں کو ایک ۔ دین علم ۔ سائنس ۔فلسفے کو ایک ۔ امیر غریب عالم جاہل عورت مرد کالے گورے لال پیلے کو ایک جانے اور مانے گا۔

بہائی تعلیمات کی روح بہت تھوڑی سی عبارت میں یوں بیان کی جاسکتی ہے :۔

محبت ۔ دین کی جان ہے

صلح جوئی ۔ زندگی کی لازمی شرط ہے۔

عمل عقیدت اور ریاضت سے بلند ہے

خدمتگذاری ۔ ہی بزرگی کا اونچا درجہ ہے ۔

سچی خاکساری ۔ ہی اس بلند مرتبہ کا راستہ ہے ۔

اعمال ۔ ہی سچائی کی جانچ ہیں۔

نوٹ ۔ یہ مضمون ۱۹۱۵ء میں انگریزی میں لکھکر شائع کیا تھا۔اب اردو میں پہلی بار ترجمہ کرکے شائع کیا جارہا ہے۔ (حشمت ع)

پیامبر کا پیام چاہنے والوں کے نام

پڑھنے والوں کے نام | پیامبر یہ چاہتا ہے کہ ہر مہینے ایسے مضمون آپ کے سامنے پیش کرے کہ آپ ان کو بڑے شوق سے پڑھیں ۔اور ہر مہینے پیامبر کی آمد کا انتظار کریں ۔لیکن جیسے تالی بجانے کے لئے دو ہاتھوں کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی پیامبر کو دلچسپ بنانے کے لئے بھی دو دل اور دو دماغ کی ضرورت ہے ۔ایک دل اور دماغ پڑھنے والے کا ۔ دوسرا دل اور دماغ لکھنے والے کا ۔ لکھنے والوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں وہ پڑھنے والوں کو اچھا لگا ۔ بُرا لگا ۔ زیادہ پسند آیا ۔کم پسند آیا بہت فائدہ مند تھا یا کچھ فائدہ مند نہ تھا ۔ تو لکھنے والے پڑھنے والوں کی ضرورت کو زیادہ سے زیادہ خیال میں رکھکر مضمون لکھ سکتے ہیں اور پھر رسالہ زیادہ سے زیادہ پڑھنے والوں کے دل کو اچھا لگیگا اور زیادہ سے زیادہ دماغوں کو بھائیگا۔

اس لئے پڑھنے والوں کے نام پیامبر کا پیام یہ ہے کہ کم ازکم تین مہینے تک ہر مہینے رسالہ وصول ہونے کے ایک ہفتے کے اندر اپنی رائے لکھکر بھیجئے اور ہمیں اپنا مفید مشورہ دیجئے۔

پڑھانے والوں کے نام | پڑھنے والوں میں شاید ہی کسی کو پیامبر اتنا کم پسند ہوگا کہ وہ خود پڑھ کر اور کسی کو پڑھنے کی ترغیب نہ دلاتا ہو۔ یہ دنیا کا قاعدہ ہے جو چیز ہم خود پسند کرتے ہیں اپنے دوستوں ۔رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھی اس کی خبر دیتے ہیں اور ان سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ بھی اس اچھی چیز کو دیکھیں یا سنیں یا پڑھیں ۔ عام طور پر علم دوست

لوگوں کا طریقہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت کسی عمدہ مضمون یا کتاب کا ذکر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے کتاب یا رسالہ مانگ کر پڑھتے ہیں۔ اگر ہر مہینے نہیں تو دوسرے تیسرے مہینے ضرور کوئی نہ کوئی مضمون ایسا اچھا پیامبر میں نکلتا ہوگا جو آپ کو خود بھی بہت زیادہ پسند آتا ہوگا اور دوسروں کو دکھانے اور پڑھانے کے قابل ہوگا۔ مثلاً قیامت کے متعلق جو مضمون پیامبر میں نکل رہے ہیں وہ لاجواب بتائے جا رہے ہیں۔ کیا آپ ان مضمونوں کو اپنے علماء اور دین سے محبت رکھنے والے سمجھدار دوستوں کو دکھاتے رہے ہیں۔ اگر نہیں دکھاتے رہے ہیں تو آپ اپنے دوستوں کو ایک نایاب حقیقت سے محروم کر رہے ہیں۔ شاید ہی کسی دوسری کتاب میں اتنی تفصیل کے ساتھ ایسے عام فہم طریقہ اور ایسے اچھوتے طرز میں ایسے سخت اور مشکل مسئلہ پر آسانی سے سمجھ آنیوالے مضمون مل سکیں۔ اور مسئلہ بھی کون سا۔ قیامت۔

اگر آپ دکھاتے رہے ہیں تو کتنے دوستوں کو۔ ہماری رائے میں ہر رسالہ کم از کم پانچ ورنہ نو آدمیوں کو پڑھنا چاہئے۔ اس لئے پڑھانیوالوں کے نام پیامبر کا پیام ہے کہ آپ کم از کم اپنے رسالہ کو نو آدمیوں کو پڑھوائیے اور اگر نہ پڑھوا سکیں تو ہمیں لکھئے کہ کیا خود پیامبر میں کوئی ایسا نقص ہے جسکی وجہ سے آپ اس کو نو آدمیوں کو نہیں پڑھوا سکتے۔ اگر ہے تو ہم بڑی خوشی سے اُسے رفع کرنے کی کوشش کرینگے۔

تبلیغ میں حصے لینے والوں کے نام

حضرت بہاء اللہ نے ہر شخص پر خود تبلیغ کرنا فرض کیا ہے۔ لیکن تبلیغ کے بہت سے طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کبھی کوئی بہائی مبلغ آپ کے شہر میں وارد ہو تو آپ اس کو ایسے لوگوں سے ملائیں جو اس مسافر جیسے عالم فاضل عامل بہائی سے مل کر خوش ہونگے۔ اس کی باتیں سن کر اپنی دوستی اور محبت کو اور بڑھا سکیں گے۔ اپنے شکوک و شبہات اس سے گفتگو کر کے رفع کرا سکیں گے۔ غرضکہ جو لوگ اپنے پڑوسیوں کی زبانی زیادہ تفصیل کے ساتھ ان باتوں کو نہیں سننا چاہتے وہ اس مسافر کی زبانی ان باتوں کو سن لینگے۔ اس کے علاوہ اگر وہ مسافر خود ان سے جاکر ملے تو شاید اس سے خوشی کے ساتھ نہ ملیں بلکہ شاید اس کی طرف توجہ بھی نہ کریں۔ لیکن ایک دوست کے ملانے کے بعد پوری توجہ اور خیال سے اس کی باتیں سنیں۔

پیامبر بالکل ایسا ہی ایک مسافر ہے جو ہر مہینے آپ کے پاس نئے نئے مضمون سمجھانے کے لئے آتا ہے۔ اگر آپ ان مضامین کے لکھنے والوں کو بلائیں تو کتنی دقت اور کتنا خرچ ہو۔ لیکن پیامبر ایک کم خرچ بالانشین مسافر عالم فاضل بہائی ہے جو آپ کے اور آپ کے دوستوں کی فرصت کے وقت بلا تکلف خدمت کے لئے موجود ہے۔ پس تبلیغ میں حصہ لینے والوں کے نام پیامبر کا پیام یہ ہے کہ پیامبر کا موجودہ فائل احتیاط سے رکھئے۔ گذشتہ فائل میں اگر کچھ پرچے کم ہو گئے ہیں تو ان کو دفتر پیامبر سے منگوا لیجئے۔ اپنے دوستوں اور پڑوسیوں میں پیامبر کے ذریعے امر بہائی کا چرچا پھیلائیے اور دفتر پیامبر کو لکھکر تاکید کیجئے کہ آپ کے دوست احباب کن مضامین کے متعلق اور زیادہ جاننا چاہتے ہیں۔

احباب کے نام

امر بہائی آپ کو ایسا پسند ہے کہ تمام دنیا کی دولت عزت شوکت غرضکہ ہر چیز بھی آپ کو دیجائے اور اس کے بدلے میں آپ کو کہا جائے کہ آپ امر بہائی کو بیکار اور جھوٹا بتا دیجئے تو آپ ہر قسم کی ناداری، بے عزتی اور ذلت کو پسند کرینگے لیکن امر بہائی کو سچا اور دنیا کے لئے سب سے زیادہ مفید بتائینگے۔ اگر حکم اور اقتدار کے مالک آپ سے کہیں کہ اگر امر بہائی کو بیکار اور جھوٹا نہ بتایا تو جان، مال، عزت غرضکہ سب کچھ چھین لیا جائے گا تو آپ بڑی خوشی سے ایران کے بیس ہزار شہیدوں کی طرح ہر ذلت تکلیف اور بے عزتی کے ساتھ مرنا پسند کریں گے اور آخری دم تک امر بہائی کی سچائی کی گواہی دیتے رہینگے

حالانکہ آپ نے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے نہ حضرت باب کا نام سنا تھا نہ حضرت بہاء اللہ کا۔ بلکہ کچھ دن تک بہائی مبلغوں کے ساتھ لڑ جھگڑ کر بحث مباحثے کے بعد آپ نے خود امر بہائی کو قبول کیا ہے۔ بس ضرور کوئی بات یا باتیں آپ نے ایسی دیکھی یا سنی ہیں جنھوں نے آپ کے دل اور دماغ پر ایسا سکہ بٹھا دیا ہے کہ آپ ہر طرح کی ذلت و خواری کے لئے تیار ہیں۔ مگر امر بہائی کو جھوٹا بتانے کو تیار نہیں ہیں۔ ایسی ہی باتوں سے دنیا میں ہر دین کا سکہ چلا ہے۔ اس لئے پیامبر کا پیام احباب کے نام یہ ہے کہ آپ ہم کو لکھکر بتایئے ایسی کون سی بات آپ نے دیکھی یا سنی ہے جس نے آپ کو امر بہائی کا گرویدہ اور شیدا بنا دیا۔

(حشمت ع)

مصلحِ عالم

اللہ کا فرمان سناتے ہیں بہائی
اور جنتِ وحدت میں بلاتے ہیں بہائی

طوفانِ ضلالت سے بچاتے ہیں بہائی
ڈوبی ہوئی کشتی کو تراتے ہیں بہائی

ہر مذہب و ملت سے تعصب کو مٹا کر
دنیا کو مصیبت سے چھڑاتے ہیں بہائی

منزل بھی نئی آج مسافر بھی نئے ہیں
عالم کو نئی راہ دکھاتے ہیں بہائی

سرمست بناتا ہے موحد کو سراسر
وہ نغمۂ توحید جو گاتے ہیں بہائی

دیتے ہیں زمانے کو وہ پیغامِ اخوت
بچھڑی ہوئی قوموں کو ملاتے ہیں بہائی

خالق نے بنایا ہے انھیں مصلحِ عالم
بگڑے ہوئے سب کام بناتے ہیں بہائی

دنیا میں ہر اک سمت انھیں دیکھنے والے
کرتے ہیں اشارے کہ "وہ آتے ہیں بہائی"

بہتے ہیں ہر اک موج میں اسرار کے موتی
عرفان کے دریا جو بہاتے ہیں بہائی

کلام اللہ ربّ العلمین

بسم اللہ الباقی بلا زوال

خدا کے نام سے جسے ہمیشہ بقا ہے کبھی زوال نہیں

قل انا انزلنا من جهة العرش ماء البيان لينبت به من قلوبكم نبات

کہدے ہم نے عرش کی جانب سے بیان کا پانی اُتارا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمھارے دلوں سے حکمت و تبیان کا

الحكمة والتبيان افلا تشكرون۔ ان الذين استنكفوا عن عبادة ربهم

سبزہ اُگے ۔ کیا تم شکر گذار نہ ہو گے۔ یقیناً جو لوگ اپنے رب کی بندگی سے منہ پھیرتے ہیں وہ

اولئك قومٌ مدحضون واذا تتلى عليهم الايات يمرون مستكبرين ويصرون

گری ہوئی قوم ہیں ۔ اور جب اُن کے سامنے آیات پڑھی جاتی ہیں بڑے بنتے ہوئے ہٹ دھرمی کرتے ہیں

على الحنث ولا يشعرون والذين كفروا اولئك فى ظل من يحموم قد

اور گناہ پر اصرار کرتے ہیں۔ اور اپنی اس بُری حالت کا احساس بھی نہیں کرتے ۔ اور انکار کرنے والے کالے دھوئیں کے سایہ

اتت الساعة وهم يلعبون قد اُخذوا بنا صيتهم ولا يعرفون قد وقعت

میں ہیں ۔ ساعۃ آپہنچی ہے اور وہ کھیل کود میں پڑے ہوئے ہیں ۔ ان کی چوٹیاں پکڑلی گئی ہیں اور وہ پہچانتے ہی نہیں ۔ موعود واقعہ

الواقعة وهم عنها يفرون وجاءت الحاقة وهم عنها معرضون۔ هٰذا

رونما ہو چکا ہے اور وہ اس سے دور بھاگ رہے ہیں ۔ حقیقتِ ثابتہ آگئی اور وہ اس سے روگردان ہیں ۔ یہ وہ زمانہ ہے

يوم يفر فيه كل مرء من نفسه وكيف من ذوى القربىٰ لو كنتم تفقهون

جسمیں ہر آدمی خود اپنے سے گریز کر رہا ہے تو پھر رشتہ داروں سے گریز کرنا کیا؟ کاش تم اس راز کو سمجھ لیتے۔

قُل تالله قد نفخ فى الصور والناس هم منصعقون وصاح الصآئح ونادى

کہدے خدا کی قسم صور پھونک دیا گیا ہے اور لوگ بے ہوش ہو رہے ہیں۔ بولنے والے نے آواز بلند کر دی اور

المناد الملك لله المقتدر المهيمن القيوم هٰذا يومٌ فيه منعت الابصار و

پکارنے والے نے پکار دیا کہ ملک صرف خدا کا ہے جو صاحب اقتدار سب پر غالب اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے

فزع من فی الارض الا من شاء ربک العلیم الحکیم قد اسودت الوجوہ الا
جبکہ بصیرتیں دیکھنے سے روک دیگئی ہیں اور روئے زمین والے گھبرا اٹھے ہیں بجز ان کے جنھیں تیرے پروردگار علیم وحکیم نے چاہا۔ سب رو سیاہ ہو گئے
من اتی الرحمٰن بقلب منیر قد سکرت ابصار الذین ھم کفروا عن النظر
بجز ان کے جو روشن دل لیکر خداوند رحمٰن کے حضور میں حاضر ہوئے۔ منکروں کی نظریں خدائے عزیز و حمید کی طرف دیکھنے سے
الی اللہ العزیز الحمید قل اما قرئتم القران فاقرئوا لعلکم تجدون الحق
بند ہوگئی ہیں۔ کہدے کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔ پڑھو تاکہ تم حق کو پاؤ۔ قرآن یقیناً
انہ لصراط مستقیم ھذا صراط اللہ لمن فی السمٰوات والارضین ان نسیتم القرآن
راہ راست ہے۔ تمام آسمانوں اور زمینوں کے باشندوں کے لئے یہ ظہور خدا کا راستہ ہے۔ اگر تم
لیس البیان عنکم ببعید انہ بین ایدیکم اقرؤہ لعلکم لا ترتکبون ما ینوح
قرآن کو بھلا چکے ہو تو بیان تو تم سے دور نہیں ہے۔ وہ تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ تم اسے پڑھو تاکہ تم ایسے کام نہ کرو جن سے خدا کے
بہ المرسلون قوموا من الاجداث الی متی ترقدون ھٰذہٖ نفخۃ اخریٰ الیٰ من
فرستادہ روتے ہیں۔ گڑھوں میں سے اٹھ کھڑے ہو جاؤ کب تک سوتے رہو گے؟ یہ دوسری بار صور پھونکا گیا ہے اب تم
تنظرون، ھٰذا ربکم الرحمٰن وانتم تجحدون قد زلزلت الارض واخرجت
کس کی طرف دیکھتے ہو۔ یہ تمھارا پروردگار رحمٰن ہے اور تم انکار کئے جا رہے ہو۔ زمین تھرتھرا گئی ہے اور اپنے بوجھ نکال کر باہر
اثقالھا افانتم تنکرون۔ قل اماترون الجبال کالعھن والقوم من سطوۃ الامر
پھینک رہی ہے کیا تم انکار ہی کرتے رہوگے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پہاڑ اون کی مانند ہو رہے ہیں۔ اور خدائی امر کے رعب
ھم مضطربون تلک بیوتھم خاویۃ علیٰ عروشھا وھم جند مغرقون ھٰذا
داب سے مضطرب ہیں۔ یہ ان کے گھر گرے ہوئے ویران پڑے ہیں اور وہ ایک ڈوبی ہوئی قوم ہیں۔ یہ وہ دن ہے
یوم فیہ اتی الرحمٰن علیٰ ظلل العرفان بسلطان مشھور انہ ھو الشاھد
جس میں خدائے رحمٰن عرفان کی بدلیوں پر سوار ہو کر ساف نظر آتی ہوئی سلطنت کے ساتھ آگیا ہے۔ وہ تمام اعمال کا شاہد و گواہ ہے
علی الاعمال وانہ ھو المشھور لو کنتم تعرفون قد انفطرت سماء الادیان
اور وہی مشہور ہے۔ کاش تم پہچان سکتے۔ دینوں کا آسمان شق ہوگیا ہے۔ اور
وانشقت ارض العرفان والملٰئکۃ منزلون۔ قل ھٰذا یوم التغابن الیٰ من
عرفان کی زمین پھٹ گئی۔ اور فرشتے اتر رہے ہیں۔ کہدے یہ ہے ہار جیت کا دن۔ تم کس طرف

تھربون قد مرّت الجبال وطویت السمآء والارض فی قبضته لوکنتم

بھاگتے ہو؟ پہاڑ چلتے جا رہے ہیں۔ آسمان لپیٹ لیا گیا ہے۔ زمین خدا کی مٹھی میں ہے۔ کاش تم اس حقیقت کو جان

تعلمون هل لاحد من عاصم لا ونفسه الرحمٰن الّا الله المقتدر العزیز المنان

سکتے۔ کیا کسی کو کوئی بچانے والا ہے؟ خداوند رحمٰن کی قسم کوئی نہیں۔ ہاں صرف خدا ہی بچانے والا ہے جو

قد وضعت کل ذات حمل حملها ونری الناس سکاری فی هٰذا الیوم الّذی فیه

صاحب اقتدار۔ غالب اور لطف وکرم فرمانے والا ہے ہر ایک بوجھ والی نے اپنا بوجھ گرا دیا ہے اور ہم سب لوگوں کو

اجتمع الانس والجان قل افی الله شكّ ها انّه قد اتیٰ عن مطلع الفضل بقدرة

بیہوش دیکھ رہے ہیں۔ آج اس دن میں جس میں انس وجن باہم اکٹھے ہو گئے ہیں۔ کہدے کیا تمھیں خدا کے بارے میں شک ہے۔ یہ دیکھو۔ وہ مطلع الفضل سے

وسلطان ام فی آیاته افتحوا الابصار انّ هٰذا هو البرهان قد ازلفت الجنّة

قدرت وسلطنت کے ساتھ آ پہنچا ہے۔ یا کیا تمھیں خدا کی آیات میں شک ہے؟ آنکھیں کھولو کہ یہ تمھارے سامنے وہ خود ہی دلیل وبرہان ہے۔ دائیں جانب

عن الیمین وسعّرت الجحیم وتلك هی النیران ادخلوا الجنّة رحمة من عندنا

بہشت آراستہ کر دی گئی ہے (اور دوسری طرف) جہنم بھڑکا دی گئی ہے اور یہی ہے بھڑکتی ہوئی آگ۔ ہماری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ اور

واشربوا فیها خمر الحیوان من ید الرحمٰن. هنیئًا لکم یا اهل البهآء تالله انتم

اسمیں خدائے رحمٰن کے ہاتھ سے شراب زندگی پیو۔ اے اہل بہآء! یہ تمھارے لئے کیا ہی خوشگوار ہے۔ بخدا تم

الفائزون هٰذا ما فاز به المقرّبون وانّه لماء مسکوب الّذی وعدتم به فی

کامیاب ہو۔ یہ وہ چیز ہے جس سے مقرب فائز ہوئے ہیں اور یہی وہ اوپر سے بہتا ہوا پانی ہے جس کا وعدہ قرآن میں

الفرقان ثمّ فی البیان جزاءً من ربّکم الرحمٰن طوبیٰ للشاربین۔ یا عبد الناظر

تمھیں دیا گیا تھا۔ پھر بیان میں بھی کہ یہ تمھارے پروردگار رحمٰن کی طرف سے جزا ہے۔ پینے والوں کو مبارکباد۔ اے متوجہ ہونیوالے بندے!

اشکر الله بما نزّل لك فی السجن هٰذا اللّوح لتذکّر النّاس بایّام ربّك العزیز العلیم

خدا کا شکر ادا کر کہ قید خانے میں تیرے لئے یہ لوح نازل فرمائی تاکہ تو لوگوں کو اپنے پروردگار عزیز علیم کے دنوں کی خبر دیکر ہوشیار کرے

کذلك اسّسنا لك بنیان الایمان من ماء الحکمة والبیان وهٰذا ماء کان مستوی

اس طرح ہم نے تیرے لئے حکمت وبیان کے پانی سے حصار ایمان کی بنیاد رکھی ہے اور یہی حکمت وبیان کا پانی تیرے پروردگار رحمٰن کے

عرش ربّك الرّحمٰن وکان عرشه علی المآء فکّر لتعرف وقل الحمد لله ربّ العالمین۝

عرش کی جائے قیام ہے۔ اور اس کا عرش اسی پانی پہ ہے۔ خوب غور وفکر کر تاکہ تو شناخت کر لے اور کہدے کہ تمام تعریف خدائے رب العلمین کیلئے ہے

آج کے لئے خدائی دین و مذہب کیا ہے؟

حضرت بہآء اللہ فرماتے ہیں :-

" آج خدا کا دین اور خدا کا مذہب یہ ہے کہ مختلف مذاہب اور متفرق راستوں کو بغض وعداوت کا ذریعہ نہ بنائیں۔ یہ اصول وقوانین اور محکم ومتین راستے ایک ہی مطلع سے ظاہر اور ایک ہی مشرق سے نمودار ہوئے ہیں اور یہ اختلافات وقت اور زمانہ اور قرون واعصار کی مصلحتوں کے لحاظ سے تھے۔ اہل بہآء! کمر ہمت مضبوط باندھو تاکہ مذہبی لڑائی جھگڑے دنیا کے لوگوں میں سے اٹھ جائیں اور نابود ہو جائیں۔ خدا اور اس کے بندوں کی محبت میں اس عظیم الشان کام کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ مذہبی بغض وکینہ ایک عالم کو جلانے والی آگ ہے اور اس کا بجھانا بہت دشوار۔ مگر قدرتِ الٰہی کا ہاتھ لوگوں کو اس سخت بلا سے نجات بخشے گا۔

دونوں حکومتوں میں واقع ہونے والی لڑائی پر غور کیجئے کہ دونوں طرف سے کس قدر جان ومال ضائع ہوئے کس قدر آبادیاں ویران ہو گئیں گویا وہ تھی ہی نہیں۔ بیان کے فانوس کے لئے یہ کلمہ چراغ کی مانند ہے کہ اے تمام عالم کے لوگو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک شاخ کے پتے ہو۔ نہایت محبت واتحاد اور کمال مودت واتفاق سے باہم سلوک کرو۔

آفتاب حقیقت کی قسم! نورِ اتفاق آفاق کو روشن ومنور کر دیتا ہے خداوند آگاہ اس بات کا گواہ ہے۔ کوشش کرو تاکہ تم اس بلند مقام پر جو عالم انسانی کی حفاظت وحمایت کا مقام ہے فائز ہو جاؤ۔ یہ قصد تمام مقاصد کا بادشاہ اور یہ امید تمام امیدوں کی شہنشاہ ہے۔ لیکن جبتک آفتاب عدل افق ظلم کی سیاہ بدلیوں سے صاف نہ ہوگا اس مقام کا ظہور مشکل نظر آتا ہے اور سیاہ بدلیاں وہ لوگ ہیں جو ظنون واوہام کے مظاہر ہیں یعنی علمائے ایران۔ ہم نے کبھی شریعت کی زبان میں اور کبھی حقیقت وطریقت کی زبان میں گفتگو کی اور ہمارا انتہائی مقصد اور آخری غرض اسی بلند واعلیٰ مقام کا ظہور تھا۔ اور خدا اس کا کافی گواہ ہے۔ اے اہل بہآء تمام عالم کے ساتھ روح وریحان سے زندگی بسر کرو اگر تمہارے پاس کوئی کلمہ یا کوئی جوہر ہے جس سے لوگ محروم ہیں تو محبت وشفقت کی زبان سے تلقین کرو۔ اور دکھا دو۔ اگر قبول ہو اور اثر کرے تو مقصد حاصل ورنہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس کے حق میں دعا کرو۔ نہ کہ جفا۔ شفقت کی زبان دلوں کو کھینچنے والی اور روح کے لئے خوانِ نعمت ہے۔ اور الفاظ کے لئے بمنزلہ معانی کے ہے اور آفتابِ حکمت ودانائی کے چمکنے کے لئے افق کی مانند ہے۔ اس جگہ جو علماء کا ذکر کیا گیا تو اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو ظاہر میں لباس علم سے آراستہ کرتے ہیں اور باطن میں اس سے بے بہرہ ہیں۔ اس مقام کے ذکر میں لوحِ حضرت سلطان کے اندر چند فقرے کلماتِ مکنونہ کے جو صحیفۂ فاطمیہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے نام پر قلم الٰہی سے ظاہر ہوا ہے ذکر کئے جاتے ہیں :-

اے بیوفا لوگو! تم کیوں ظاہر میں گلہ بانی کا دعویٰ کرتے ہو اور باطن میں میری بکریوں کے بھیڑئیے بن رہے ہو۔ تمہاری مثال اس ستارۂ صبح کی سی ہے جو ظاہر میں چمکتا ہوا اور روشن ہے اور باطن میں

میری لبستی اور شہروں کے قافلوں کی ہلاکت و گمراہی کا سبب ہے" اور اسی طرح فرماتا ہے "اے پسر دنیا! بہت سے صبح کے وقتوں میں میری عنایت کی تجلی مشرق لامکان سے تیرے مکان میں آئی اور تجھے بستر راحت پر غیر کے ساتھ مشغول دیکھا اور روحانی بجلی کی طرح اپنے نورانی مقام عزت کی طرف لوٹ گئی۔ اور میں نے قرب کی خلوت گاہوں میں قدسی لشکروں کے سامنے اس بات کا اظہار نہ کیا اور تیری خجالت گوارا نہ کی۔ اور اسی طرح فرماتا ہے۔ اے میری دوستی کے دعویدار! اوقات سحر میں میری نسیم عنایت تجھ پر ہوکر گذری اور تجھے بستر غفلت پر سویا ہوا پایا اور تیرے حال پر روئی اور لوٹ گئی۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ راہ خدا میں جو کچھ پیش آئے وہ جان کے لئے محبوب اور روح کا مقصود ہے۔ اس کی راہ میں ہلاک کرنے والا زہر بھی بہترین شہد ہے اور عذاب "عذب لائق" (یعنی عمدہ شیرنی) ہے۔" فقط

(اقتباس از الواح حضرت بہاء اللہ)　　ثناء حسین نوگانوی از شملہ

قرآن مجید میں ایک انقلاب عظیم کی پیشگوئی

(از خطبۂ جمعہ جناب امیر جماعت احمدیہ - لاہور)

اذا وقعت الواقعۃ ..... الخ

ایک عظیم الشان ہونے والی بات

فرمایا ہے کہ کوئی بڑی عظیم الشان ہونے والی بات ہے جو واقع ہو کر رہیگی۔ لیس لوقعتھا کاذبۃ۔ اس کے ہونے کو کوئی جھوٹا نہیں کر سکتا۔ بظاہر وہ اتنی بڑی بات ہے کہ طبائع اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن وہ فرماتا ہے کہ وہ بات ہو کر رہیگی۔ اور جتنا بھی لوگ اس کے خلاف کوشش کریں وہ اس کے ہونے کو روک نہیں سکتے۔

ایک انقلاب آنے والا ہے

کیا چیز ہے وہ خافضۃ رافعۃ۔ کوئی ایسی بات ہے جو کچھ لوگوں کو پست اور ذلیل کر دیگی اور کچھ لوگوں کو بلند مقام پر پہنچا دیگی۔ وہ کونسی چیز ہے جو ایک گروہ کو بلند کر دے۔ اس کے صاف معنی ہیں کہ کوئی بڑا بھاری انقلاب آنیوالا ہے۔ اور وہ انقلاب آ کر رہے گا۔ اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو لوگ آج طاقت میں ہیں وہ ذلیل ہو جائیں گے اور جن لوگوں کو ان کے اچھے اصولوں اور بلندی اخلاق کے باوجود پست اور ذلیل سمجھا جاتا ہے وہ بلند مراتب پر پہنچ جائینگے۔

زمین ہل جائیگی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائینگے

یہ کس طرح ہوگا۔ فرماتا ہے اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا۔ جب زمین ہل جائیگی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں فکانت ھباء منبثا۔ بڑے باریک ذرات جو ہوں ان کو ھبا کہتے ہیں۔ جیسے دھوپ کے اندر ذرات اڑتے ہوئے دیکھے ہونگے۔ تو فرمایا کہ وہ پہاڑ اس طرح کے ذرے ہو جائینگے کہ کسی چیز پر اثر نہ کر سکیں گے ہوا میں اڑ جائینگے۔ زمین کا کانپنا، ہل جانا یہ الفاظ بھی انقلاب پر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا ان بڑے بڑے لوگوں کے متعلق ہے جو پہاڑوں کی طرح روک بنے ہوئے ہیں۔

اس وقت تین گروہ ہو جائیں گے

پھر فرماتا ہے وکنتم ازواجاً ثلٰثۃ۔ دیکھئے کس قدر صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس وقت تم تین گروہ بن جاؤ گے فاصحٰب المیمنۃ ما اصحٰب المیمنۃ۔ ایک برکت اور یمن والے لوگ اور کیا ہی شان ہے اصحاب میمنہ کی۔ واصحٰب المشئمۃ۔ اور کچھ شوم اور بدبختی والے لوگ ما اصحٰب المشئمۃ کیا ہی بدبخت ہیں اصحاب المشئمہ۔ والسّٰبقون السّٰبقون اولٰئک المقربون اور کچھ آگے بڑھ جانے والے بہت آگے بڑھ جائینگے۔ یہی مقربین بارگاہِ الٰہی ہیں۔ یہ تین گروہ ہیں۔ جن میں سے دو گروہ مومنوں کے ہیں اور ایک گروہ کفار کا ہے۔ یہ وہی تین گروہ ہیں جن کا ذکر خافضۃ رافعۃ میں ہے، کہ کچھ لوگ گر جائینگے۔ پست اور ذلیل ہو جائینگے اور کچھ لوگ بلند کئے جائینگے۔

قرآن مجید کی ابتدائی وحی میں ایک انقلاب کا ذکر

یہ امر کہ ایک عظیم الشان انقلاب آنیوالا ہے اس کا ذکر قرآن کریم کی ابتدائی وحی میں بار بار آیا ہے اور مختلف پیرایوں میں آیا ہے۔ کہیں فرمایا الحاقۃ ما الحاقۃ وہ حق ہو کر رہنے والی بات کیا ہی عظیم الشان ہو کر رہنے والی بات ہے۔ گویا یہ فرمایا کہ وہ حق جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ قائم ہو کر رہیگا۔ کہیں فرمایا القارعۃ ما القارعۃ وہ عظیم الشان مصیبت کی مار جو پڑے گی۔ اور تجھے کس طرح پتہ لگے کہ وہ عظیم الشان مصیبت کیا ہے۔ کہیں اسے النبأ العظیم کا نام دیا۔ یہ سب ایک ہی انقلاب عظیم کے مختلف نام ہیں اور ایک جگہ نہایت صفائی کے ساتھ فرمایا یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القھار۔ زمین بدل جائیگی۔ آسمان بدل جائیگا، اور ایک خدائے واحد کے آگے جھکنے کے لئے لوگ نکل آئیں گے۔

بظاہر یہ ہونے والی بات نہ تھی

اگر قرآن کریم کو بغور پڑھیں تو وہ ایسی پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔ میں نے یہ چند آیتیں بطور نمونہ پڑھ دی ہیں کیوں قرآن کریم نے اسپر اتنا زور دیا ہے اور یہاں تو فرمایا اذا وقعت الواقعۃ آنیوالی بات کو کہا کہ واقع ہو چکی۔ یہ اسلئے کہا کہ بظاہر یہ ہونے والی بات نظر نہ آتی تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آواز اٹھاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ایک خدائے واحد کی فرمانبرداری کرو۔ اور بدیوں کو چھوڑ دو۔ اس آواز کے اندر کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ اس آواز کی کوئی شنوائی ہوگی۔ ساری قوم مخالف ہے اور سخت ترین دشمنی سے کام لیتی ہے۔ طرح طرح سے مخالفتیں کی جاتی ہیں۔ دکھ اور عذاب دیئے جاتے ہیں۔ ماریں کھاتے ہیں۔

انتہائی مشکلات میں کامیابی کی بشارت

ادھر یہ مصیبتیں ہیں۔ دکھ ہیں۔ ادھر یہ تسلیاں ہیں جو قرآن دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ تمام مخالفتوں کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائینگے اور جن کو بڑے سمجھا جاتا ہے وہ ذلیل ہو جائینگے اور جن کو آج دکھ دیا جاتا اور ذلیل کیا جاتا ہے وہ بلند کر دیئے جائینگے۔ یہ تسلیاں اس وقت ان ہونی چیز نظر آتی تھیں، لیکن آج دنیا کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا کا سب سے عظیم الشان واقعہ وہ انقلاب ہے جو اسلام نے پیدا کیا۔ اور وہ بات جو انہونی نظر آتی تھی وہ واقعہ بن کر دنیا کے سامنے آگئی۔

اس وقت ان تسلیوں کی ضرورت تھی

یقیناً ان تسلیوں کی ضرورت اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو تھی۔ کیونکہ ظاہر حالات بالکل مخالف تھے اور کوئی صورت ایسی نظر نہ آتی تھی کہ عرب کی سرزمین کسی وقت خدائے واحد کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار ہوگی۔ اس وجہ سے اس کو اذا وقعت الواقعۃ کے لفظوں میں بیان فرمایا۔ انسان اسے انہونی سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تو واقع ہو چکی ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ چند ہی

برس کے بعد اسی عرب میں ایک خدائے واحد کی حکومت نظر آتی تھی اور ابتک نظر آرہی ہے۔ بلکہ دنیا کے ایک بڑے حصہ پر بھی انقلاب واقع ہوا۔ جس طرح یہ بات صحیح ہے کہ اسلام کی وہ کامیابی۔ حق کا تمام مخالفتوں کے باوجود آخر کار کامیاب ہوجانا، تمام مخالفتوں کا پاش پاش ہوجانا ایک انہونی بات دکھائی دیتی تھی۔

آج بھی یہ بات انہونی ہے

اسی طرح اگر آج یہ کہا جائے کہ یورپ اور امریکہ اور چین اور جاپان اور ہندوستان کے لوگ خدائے واحد کے آگے سر جھکا دیں گے تو کوئی اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ آج یہ بات بھی اسی طرح انہونی نظر آتی ہے جس طرح عرب کا انقلاب ایک انہونی چیز دکھائی دیتا تھا لیکن آپ دیکھئے کہ کس قدر زبردست ایمان لوگوں کے اندر تھا جنھوں نے ایسے حالات میں آپ کا ساتھ دیا۔ محمد رسول اللہ صلعم کا ایمان تو اس آواز کی صداقت پر تھا ہی۔ لیکن صحابہ کے قلوب بھی اس نور ایمان کو اپنے اندر لئے ہوئے تھے۔

آج مسلمانوں کو بھی اس پیشگوئی پر ایمان نہیں

جس طرح سے خدائے واحد کے آگے سر جھکانا اس وقت ناممکن نظر آتا تھا، شرک، بت پرستی، طرح طرح کے توہمات اور بدرسومات۔ ناپاک اور قبیح خیالات اور بدترین عادات کا جس طرح اس وقت زور تھا اسی طرح آج بھی ہے۔ آج بھی حق سے نفرت اور بدرسوم اور عادات پر اصرار ہے۔ غیروں کو چھوڑیئے وہ قوم جو قرآن کو پڑھتی ہے۔ بلند سے بلند مقام پر اسے رکھتی ہے اس کا بھی ایمان نہیں کہ قرآن نے جو حق کے غلبہ کی خبر دی ہے اور اتنی صفائی سے دی ہے کہ فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یہ پوری ہو کر رہیگی۔ آج بہت لوگ ہیں جو تبلیغ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

(از اخبار پیغام صلح لاہور۔ ۱۲ ؍ مئی ۱۹۴۲ء صٹ)

ضرورتِ اصلاح و تربیت

ہماری آنکھوں میں اور دلوں میں سما رہے ہیں سمانے والے
کمالِ قدرت سے اپنے جلوے دکھا رہے ہیں دکھانے والے

سدا سے آتے رہے ہیں اب تک خدا کی باتیں سنانے والے
تو پھر یہ کہنا خلافِ حق ہے کہ اب نہیں ہیں وہ آنے والے

خدا کی سنت نہیں بدلتی۔ ہماری فطرت نہیں بدلتی
ہمیں ضرورت ہے سیکھنے کی۔ تو کیوں نہ آئیں سکھانے والے

تھپک تھپک کر سلا رہی ہیں سبھی کو نفس و ہویٰ کی نیندیں
اور اس پہ یہ قہر ہو رہا ہے کہ سو گئے ہیں جگانے والے

بھنور میں کشتی پھنسی ہوئی ہے۔ بلا کا دریا امنڈ رہا ہے
فنا کی موجوں میں ہم بھی بہتے اگر نہ آتے ترانے والے

(علمی)

بہائی تعلیمات

علوم اور فنون سیکھو حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں:-

"انسان اپنے نفس اور اپنی بلندی اور پستی- عزت اور دولت- محتاجی اور توانگری کے اسباب کو پہچانے۔ انسان کے لئے اُس کے وجود اور بلوغ کے بعد ثروت لازم ہے۔ یہ ثروت اگر صنعت یا کسی پیشہ سے حاصل ہو تو وہ عقلمندوں کے نزدیک قابلِ تعریف اور پسندیدہ ہے۔ خصوصاً اُن بندوں کے نزدیک جو جہان کی تربیت اور لوگوں کی تہذیب میں لگے ہوتے ہیں ہر قسم کے علوم و فنون کی تحصیل جائز ہے۔ لیکن علوم سے مراد وہی علوم ہیں جو سودمند اور بندگانِ خدا کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔ صاحبِ حکمت حاکم کی طرف سے ایسا ہی فیصلہ ہوا ہے۔ تم میں سے ہر ایک پر کسی نہ کسی صنعت اور ہنر کا حاصل کرنا فرض ہے۔ تمہارا اس میں مشغول ہونا ہم نے خدا کی عبادت کے برابر قرار دیا ہے" (الواح مبارکہ حضرت بہاءاللہ)

خوش اخلاقی اور ملنساری اہل ادیان کے ساتھ ہنسی خوشی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آؤ اور جو چیز طور پر کلام کرنے والا لایا ہے اس کو ظاہر کرو۔ ہر بات میں انصاف کرو۔ صاف باطن اور وفادار دوستوں کو چاہئے کہ تمام جہان کے ساتھ خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ کریں۔ کیونکہ میل ملاپ کا ذریعہ پہلے بھی ملنساری ہی تھی اور اب بھی وہی ہے اور اتحاد و اتفاق دنیا کے انتظام اور لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔ نیک نصیب اُن لوگوں کے جو شفقت اور محبت کی رسی پکڑے ہوئے ہیں اور بغض و عداوت سے خالی اور آزاد ہیں" (طرازات - حضرت بہاءاللہ)

اخلاق و آداب اے اہل عالم میں تمہیں ادب کی نصیحت کرتا ہوں فی الحقیقت ادب تمام خوبیوں کا سردار ہے۔ مبارک ہے وہ جو اس کی چادر سے ملبوس اور ادب کے نور سے منور ہے۔ ادب اور تعلیم سے آراستہ شخص ایک بڑے مقام کا مالک ہے۔ (لوحِ عالم - بہاءاللہ)

دین اور مذہب کیا ہے؟ آج خدا کا دین اور مذہب یہ ہے کہ لوگ بہت سے طریقوں اور مختلف راستوں کو عداوت کا موجب نہ بنائیں۔ یہ اصول و قوانین اور پختہ راستے ایک ہی مطلع سے ظاہر ہوتے اور ایک ہی مشرق سے چمکے ہیں۔ اور یہ اختلافات زمانے کی مقتضیات کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ اے اہلِ بہاء! کمر ہمت مضبوط باندھو۔ تاکہ مذہبی لڑائی جھگڑا اہل جہان میں سے اُٹھ جائے اور نابود ہو جائے۔ خدا اور اس کے بندوں کی محبت کے لئے اس عظیم الشان کام پر کمر بستہ ہو جاؤ۔ مذہبی بغض اور کینہ ایک عالم کو جلانے والی آگ ہے اور اس کا بجھانا بہت مشکل نظر آتا ہے مگر خدا کی قدرت کا ہاتھ مدد فرمائے گا اور لوگوں کو اس پیچیدہ بلا سے نجات بخشے گا۔ (بہاءاللہ)

حیاتِ ابدی کیا ہے؟ حیاتِ ابدی خدا کا فضل ہے۔ یہ بحرِ حقیقت کی مانند ہے اور مقبلین اس بحر کی لہروں کی مثال۔ ایک بڑا سمندر اور ہزاروں لہریں ایک ہی ہیں۔ پھر حیاتِ ابدی آفتاب کی شعاعوں کی طرح ہے اور ماننے والے دریچوں کی طرح۔ آفتاب جو روشنی پیدا کرتا ہے ایک ہی ہے اور وہی روشنی ان روحانی دریچوں میں داخل ہوتی ہے اور ان تمام چیزوں کو جو اُن کے اندر ہیں روشن اور منور کر دیتی ہے۔ یا حیاتِ ابدی کی مثال باغ کی سی ہے۔ اس کے پھول۔ رنگ و بو مختلف ہیں تاہم وہ نشو و نما پاتے ہیں اور اپنا حسن و جمال ایک ہی خدا سے حاصل کرتے ہیں یا صداقت روشنی کی طرح ہے جو ہمیشہ ایک ہی ہے اور مقبلین اور مومنین کے

نفوس آئینہ کی مثال ہیں جن میں روشنی منعکس ہوتی ہے۔ صداقت اُس موم بتی کی روشنی کی طرح ہے جو نہیں بدلتی۔ اگرچہ شمعدان جو اُسے اٹھائے ہوئے ہے بدل جائے۔ ہر سال کا گلاب ایک ہی خوبصورت پھول ہے جو مختلف باغات میں ظاہر ہوتا ہے (خطاباتِ عبدالبہآء)

دنیا سے دل نہ لگاؤ دنیا ایک بے حقیقت نمائش ہے اور ہستی کی صورت نیستی ہے۔ اس سے دل نہ لگاؤ اور اپنے پروردگار سے تعلق نہ توڑو۔ اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی مثال اُس ریت کی سی ہے جو دور سے پانی کی شکل میں دکھائی دیتی ہے دریا سے اس کی طلب میں سخت کوشش کرتے ہیں مگر جب اس کے پاس پہنچتے ہیں تو کچھ بھی نہیں پاتے اور بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ یا دنیا اُس معشوق کی مانند ہے جس میں جان نہ ہو۔ عاشق جب اُس کے نزدیک پہنچتا ہے تو ناخوشگوار اور بیکار پاتا ہے اور سوائے ندامت اور حسرت کے اور کچھ اُسے نہیں ملتا۔ (حضرت بہآءاللہ)

روح کی روشنی فصل ووصل۔ مفارقت وملاقات جسمانی امور ہیں روح تو ملنے اور جدا ہونے سے۔ پاس ہونے اور دور ہونے سے۔ اتصال والنفصال سے بالاتر ہے۔ یہ سب حالات اجسام کی کیفیات اور مادی چیزوں کے لوازم ہیں۔ روح اپنے بلند و برتر مرکز میں ہمیشہ اسی طرح برقرار رہتی ہے۔ جیسے آفتاب اپنے محور میں رہتا ہے۔ روح کے آنے جانے سے مقصد جسم کی لطافت یا کثافت ہے۔ جیسے آسمان کے سامنے رکھا ہوا آئینہ شفاف ہو تو اس میں سورج کی کرنیں فوراً آجاتی ہیں اور روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور آئینہ دھندلا ہوتے ہی روشنی غائب ہو جاتی ہے اب ہم سمجھ گئے۔ کہ قریب سے مراد صفائی اور لطافت ہے اور بُعد گدلا پن اور دھندلا ہونا ہے۔ (خطابات عبدالبہآء)

خدا کی نعمتوں کا شکر خدا کی نعمتوں کا شکر سختی اور زحمت کے وقت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ عین آسائش کے وقت تو ہر شخص شکر کرسکتا ہے حکایت ہے کہ سلطان محمود نے ایک خربوزہ تراش کر ایاز کو دیا۔ ایاز اسے کھاتا جاتا تھا اور شکریہ اور مسرت کا اظہار کرتا جاتا تھا۔ جب سلطان نے اُس خربوزے میں سے تھوڑا سا خود چکھا تو دیکھا بہت ہی کڑوا ہے۔ ایاز سے پوچھا کہ ایسا کڑوا خربوزہ تو کس طرح کھا رہا ہے۔ تو رنجیدہ نہیں ہوتا؟ ایاز نے عرض کیا میں نے سلطان کے ہاتھ سے طرح طرح کی میٹھی لذیذ نعمتیں کھائی ہیں اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ ایک مرتبہ کڑوی چیز پاکر ملال کا اظہار کروں۔ اس لئے انسان جو خدا کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے اگر کسی وقت تھوڑی سی زحمت دیکھے تو اس سے متاثر نہ ہونا چاہئے۔ اور خدا کی عنایتوں کو نہ بھولنا چاہئے۔ (خطاباتِ عبدالبہآء)

اصلی انقطاع کیا ہے؟ حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ ایک امیر کا ملکوتِ الٰہی میں داخل ہونا ایسا ہی مشکل ہے جیسے ایک اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذرنا۔ یہ اشارہ ایسے آدمی کی طرف ہے کہ جس کا دل دولت میں لگا ہو۔ یعنی جو مال ومتاع میں پھنسا ہو۔ ایک بالکل نادار اور مفلس شخص بھی دنیا دار ہوتا ہے اور ایک بہت امیر شخص منقطع ملتا ہے۔ انقطاع کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا دل اس دنیا کی چیزوں میں لگا نہ ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ان چیزوں کو چھوڑ دے یا یہ کہ وہ محنت اور مزدوری چھوڑ دے اور اپنا پیشہ نہ کرے نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اُسے استعمال نہ کرے۔ وہ ریشمی لباس پہنے یا سوتی۔ اُسے چاہئے کہ وہ دونوں حالتوں میں یکساں رہے۔ (خطابات عبدالبہآء)

خطاپوشی ہمیں دوسروں کی خطاؤں کے بارہ میں خاموش رہنا چاہئے انکے لئے دعا کرنی چاہئے۔ انکی مدد کرنی چاہئے۔ اور مہربانی کے ذریعے انکی خطاؤں کو درست کرنا چاہئے ہمیں چاہئے کہ ہم ہمیشہ نیکیوں کو دیکھیں اور بدیوں پر نگاہ نہ کریں۔ اگر کوئی شخص دس نیکیاں رکھتا ہے اور ایک بدی تو ہمیں لازم ہے کہ ہم ان دس کو دیکھیں اور ایک بھول جائیں اگر کوئی شخص دس بدیاں رکھتا ہے اور ایک نیکی تو ہمیں چاہئے کہ اس ایک نیکی کو دیکھیں اور دس بدیوں کو بھول جائیں ہمیں چاہئے کہ ہم کبھی کسی کے بارہ میں نالائم کلمہ نہ کہیں خواہ وہ

قسمت فارسی

مناجات و لوح مبارک

بسم الذی بذکره یحیی قلوب الملأ الاعلی

سبحانك اللهم یا الهی تشهد و تری کیف ابتلیت بین عبادك بعد اذ ما اردت الا الخضوع لدی باب رحمتك الذی فتحته علی من فی ارضك و سمائك و ما امرتهم الا بما امرتنی و ما دعوتهم الا بما بعثتنی به و عزتك ما اردت بان استعلی علی احد بشأن من الشئون و ما اردت ان افتخر علیهم بما اعطیتنی بجودك و افضالك انی لا اجد یا الهی لنفسی ظهوراً تلقاء ظهورك و لا امراً الا بعد اذنك و ارادتك. بل فی کل حین نطق فؤادی یا لیت کنت تراباً تقع علیه وجوه المخلصین من احبائك و المقربین من اصفیائك لو یتوجه ذو اذن الی ارکانی لیسمع من ظاهری و باطنی و قلبی و لسانی و عروقی و جوارحی یا لیت یظهر منی ما تفرح به قلوب الذین ذاقوا حلاوة ذکر ربی العلی الاعلی و یصعد بندائی احد الی جبروت امرك و ملکوت عرفانك یا من بیدك ملکوت البقاء و ناسوت الانشاء و ان قلت الحق الحق یا ملأ الانشاء ما اردت بذلك الا امرك الذی به اظهرتنی و بعثتنی لیتوجهن کل الی مقر وحدانیتك و مقعد عز فردانیتك و انت تعلم یا محبوب البهاء و مقصود البهاء انه ما اراد الا حبك و رضائك و یرید ان یطهر قلوب عبادك من اشارات النفس

قسمت فارسی

مُناجات و لوحِ مُبارک

بسم الذی بذکره یحیی قلوب الملأ الاعلی

سبحانک اللهم یا الهی تشهد وتری کیف ابتلیت بین عبادک بعد اذ ما اردتُ الا الخضوع لدی باب رحمتک الذی فتحته علی من فی ارضک و سمائک وما امرتهم الا بما امرتنی وما دعوتهم الا بما بعثتنی به و عزتک ما اردت بان استعلی علی احد بشان من الشئون وما اردت ان افتخر علیهم بما اعطیتنی بجودک وافضالک انی لا اجد یا الهی لنفسی ظهوراً تلقاء ظهورک ولا امراً الا بعد اذنک وارادتک. بل فی کل حین نطق فؤادی یا لیت کنت تراباً تقع علیه وجوه المخلصین من احبائک والمقربین من اصفیائک لو یتوجه ذو اذن الی ارکانی لیسمع من ظاهری وباطنی وقلبی ولسانی وعروقی وجوارحی یا لیت یظهر منی ما تفرح به قلوب الذین ذاقوا حلاوة ذکر ربی العلی الاعلی ویصعد بندائی احد الی جبروت امرک وملکوت عرفانک یا من بیدک ملکوت البقاء وناسوت الانشاء وان قلتُ الی الی یا ملأ الانشاء ما اردتُ بذلک الا امرک الذی به اظهرتنی وبعثتنی لیتوجهن کل الی مقر وحدانیتک ومقعد عز فردانیتک وانت تعلم یا محبوب البهاء ومقصود البهاء انه ما اراد الا حبک ورضائک ویرید ان یطهر قلوب عبادک من اشارات النفس

از امور نقصی بر او وارد نہ اگر واقع شود دلیل است بر عظمت شانِ او و پاکیِ فطرت او مثلاً اگر نفسی
نزد خاضع شود از برای دوستانِ الہی این خضوع فی الحقیقہ بحق راجعست چہ کہ ناظر بایمانِ اوست باللہ
در این صورت اگر نفسِ مقابل بمثل او حرکت نماید و یا استکبار از او ظاہر شود شخص بصیر بعلو عمل خود و جزای
آن رسیدہ و میرسد و ضرر عمل نفسِ مقابل بخود او راجعست و ہمچنین اگر نفسی بر نفسی استکبار نماید آن استکبار
بحق راجعست نعوذ باللہ من ذلک یا اولی الابصار۔ قسم باسم اعظم حیف است این ایام نفسی بشئونات عرضیہ
ناظر باشد بالستید برامر الہی و بایکدیگر بکمال محبت سلوک کنید خالصاً لوجہ المحبوب حجبات نفسانیہ را
بنارِ احدیہ محترق نمائید و باوجوہ ناضرہ مستبشرہ بایکدیگر معاشرت کنید۔ کل سجایای حق را بچشم خود
دیدہ اید کہ ابداً محبوب نبودہ کہ شبی بگذرد و یکی از احبای الہی از این غلام آزردہ باشد قلب عالم
از کلمۂ الہیہ مشتعل است۔ حیف است باین نار مشتعل نشوید۔ انشاء اللہ امیدواریم کہ لیلۂ مبارکہ را لیلۃ الاتحادیہ
قرار دہید و کل بایکدیگر متحد شوید و بطراز اخلاق حسنۂ ممدوحہ مزین گردید و ہمتتان این باشد کہ نفسی را از
غرقاب فنا بشریعۂ بقا ہدایت نمائید و در میانۂ عباد بقسمی رفتار کنید کہ آثار حق از شما ظاہر
شود چہ کہ شمائید اول وجود و اول عابدین و اول ساجدین و اول طائفین۔ فوالذی انطقنی بما اراد
کہ اسماء شما در ملکوت اعلیٰ مشہورتر است از ذکر شما در نزد شما گمان مکنید این سخن وہم است
یا لیت انتم ترون ما یری ربکم الرحمٰن من علو شانکم وعظمۃ قدرکم وسمو مقامکم
نسئل اللہ ان لا تمنعکم انفسکم واہوائکم عما قدر لکم۔ امیدواریم کہ در کمال

الفت و محبت و دوستی بایکدیگر رفتار نمائید بشانیکہ از اتحادِ شما علم توحید

مرتفع شود و رایت شرک منہدم گردد و سبقت بگیرید از یکدیگر

در امورِ حسنہ و اظہار رضا لہ الخلق والامر

یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وانہ

لہو المقتدر العزیز القدیر

نطقِ مبارک حضرتِ عبدالبهاء

در مجلسِ صلح عمومی کلیسای گریث متودیث نیویورک

هوالله

چون نظر بتاریخ کنیم ملاحظه مینمائیم که از اولِ عالم الی زماننا هٰذا بین بشر جنگ و جدال بوده - یا جنگ بین ادیان بوده یا حرب بین اجناس بوده یا نزاع و جدال بین دول بوده یا بین دو اقلیم و جمیع اینها از جهل بین بشر ناشی و از سوء تفاهم و عدمِ تربیت منبعث و اعظم نزاع و قتال بین ادیان بوده و حالانکه انبیای الهی بجهت اتحاد و الفت بین بشر آمدند زیرا آنان شبان الهی بودند نه گرگان شبان بجهتِ حفاظت و جمع گوسفندان است نه برای تفریقِ آنها هر شبان الهی جمعی از اغنامِ متفرقه را جمع کرد از جمله حضرت موسیٰ بود که اغنامِ اسباط متفرقه بنی اسرائیل را جمع کرد و با یکدیگر الفت داد و بارضِ مقدس برد بعد از تفریق آنها را جمع نمود و با یکدیگر التیام داد و سبب ترقی ایشان گردید - لهٰذا ذلتشان بعزت تبدیل شد و فقرشان بغنا و رذائلِ اخلاقشان بفضائل مبدل گشت. بدرجهٔ که سلطنتِ سلیمانی تاسیس یافت و صیتِ عزتشان بشرق و غرب رسید پس معلوم شد موسیٰ شبانِ حقیقی بود زیرا اغنامِ متفرقهٔ اسرائیل را جمع نمود و باهم التیام داد و چون حضرت مسیح ظاهر شد او نیز سبب الفت و اجتماعِ اغنامِ متفرقه گشت اغنامِ متفرقهٔ اسرائیل را با اغنام متشتته یونان و رومان و کلدانیان و سوریان و مصریان جمع فرمود این اقوام باهم در نهایت جدال و قتال بودند خونِ یکدیگر را میریختند و مانند حیوانات درنده یکدیگر را میدریدند لکن حضرت مسیح این ملل را جمع و متفق و متحد نمود و جمیع را ارتباط داد و نزاع و جدال را بکلی بنیان برانداخت پس معلوم شد که ادیانِ الهی سبب الفت و محبت بوده دین الله سبب نزاع و جدال نیست اگر دین سبب جدال گردد عدم آن بهتر است زیرا دین باید سببِ حیات گردد اگر سببِ ممات شود وابسته بعدم خوشتر و بیدینی بهتر است زیرا تعالیم دینی بمنزلهٔ علاجست اگر علاج سبب مرض شود البته عدم علاج خوشتر است. همچنین وقتیکه عشائر عرب در نهایت عداوت و جدال بودند خونِ یکدیگر میریختند و اموال را تاراج

می نمودند و اہل و اطفال را اسیری کردند و در جزیرۃ العرب مقاتلۂ دائمی داشتند نفسی راحت نبود ہیچ قبیلہ آرام نداشت در چنان وقتی محمدؐ ظاہر شد و آنہا را جمع کرد و قبائل متفرقہ را الفت داد و بایکدیگر متحد و متفق نمود ابداً قتال و جدال نماند عرب بدرجۂ ترقی کرد کہ سلطنت اندلس و خلافت کبری تأسیس نمود از این فہمیدیم کہ اساس دین الٰہی برای صلح است نہ جنگ و اساس ادیان الٰہی یکیست و آن محبت است حقیقت است الفت و ارتباط است ولی این نزاعہا منبعث از تقالید است کہ بعد پیدا شد اصل دین یکیست و آن حقیقت است و اساس ادیان الٰہی است اختلاف ندارد۔ و اختلاف در تقالید است چون تقالید مختلف است لہٰذا سبب اختلاف و جدال گردد۔ اگر چنانچہ جمیع ادیان عالم ترک تقالید کنند و اصل اساس دین را اتباع نمایند جمیع متفق شوند نزاع و جدالی نماند زیرا دین حقیقت است و حقیقت یکیست تعدد قبول ننماید اما امتیازات جنسی و اختلافات قومی وہم محض است زیرا نوع بشر یکیست کل یکجنسند و جمیع سلالہ یک شخص ہمہ ساکن یک کرہ ارضند اختلاف جنس در آفرینش و خلقت الٰہی نیست خدا جمیع را بشر خلق کردہ یکی را انگلیز و دیگری را فرنساوی و ایرانی و امریکائی اجناس مختلفہ خلق نمودہ لہٰذا اختلافی در جنس بشر نہ جمیع برگہای یک درختند و امواج یک بحر۔ اثمار یک شجرند و گلہای یک گلستان در عالم حیوانات ملاحظہ کنید در نوع آنہا امتیازی نیست گوسفندان شرق و غرب باہم بچرند ہیچ گوسفندان شرقی گوسفندان غربی را بیگانہ نشمرند کہ اینہا قوم دیگر اند بلکہ باہم در نہایت التیام و الفت در چراگاہ بچرند نزاع نوعی وطنی در میان آنہا نیست و ہمچنین طیور شرق و غرب مانند کبوتران جمیع در نہایت الفت و ارتباطند ابداً امتیازات ملیہ در میان شان نیست این امور در بین حیوانات کہ عاری از دانشند سبب اوہام نمیشود آیا سزاوار است انسان اتباع اینگونہ اوہام کند و حال آنکہ عاقل است و مظہر ودیعۂ الٰہیہ است قوۂ مدرکہ دارد و قوۂ متفکرہ دارد باوجود این مواہب چگونہ اتباع اینگونہ اوہام کند یکی گوید من آلمانی ہستم یکی گوید من فرنساوی ہستم یکی گوید من انگلیز ہستم یکی گوید من ایتالیائی ہستم و باین اوہام باہم نزاع و جدال کنند و حرب و قتال نمایند۔ آیا این سزاوار است لا واللہ۔ زیرا حیوان راضی باین اوہام نشود چگونہ انسان راضی میشود باآنکہ وہم است و محض تصور اما محاربات و اختلافات اوطان کہ این شرق است این غرب است این جنوب است و این شمال است آیا این جائز است لا واللہ این نیز اوہام است و صرف تصور و خیال جمیع ارض قطعۂ واحدہ است و وطن واحد لہٰذا نباید بشر متمسک باین اوہام شود حال الحمد للہ چون من از شرق باینجا آمدم می بینم این مملکت در نہایت معموریست ہوا در کمال لطافت است اہالی در نہایت درجہ آداب و حکومت عادل و منصف آیا جائز است بگوییم اینجا وطن من نیست۔ و سزاوار اعتنا و عنایت نہ این نہایت تعصب است انسان نباید متعصب باشد بلکہ باید تحری حقیقت نماید یقین است کہ جمیع بشر

ذبح وامدند وکرۀ ارض وطن واحد پس ثابت شد که باعث هرگونه حرب وقتال صرف اوهام است ابداً اساسی ندارد ملاحظه در طرابلس نمائید ببینید از هجوم غیر مشروع ایتالیائی چه میشود چه قدر بیچاره ها در خون خویش می غلطند روزی هزاران نفوس از دو طرف تلف میشود چه قدر اطفال بی پدر چه قدر پدران بی پسر میشوند وچه قدر مادران که از مرگ فرزندان ناله وفغان مینمایند آخر چه ثمری حاصل خواهد شد ابیچ نه ثمرے نه نتیجه ئی. انصاف نیست که انسان آنقدر غافل باشد ملاحظه در حیوانات مبارکه نمائید که ابیچ حرب ندارند جدال ندارند هزاران گوسفندان باهم میچرند هزاران جوق کبوتران می پرند وابداً نزاع نکنند لکن گرگان وسگان درنده همیشه باهم درنزاع وجدالند ولی برای طعمه مجبوربشکار لکن انسان محتاج نیست قوت دارد ولی محض طمع وشهرت ونام این خونها ریخته میشود بزرگان بشر در قصور عالیه در نهایت راحت آرمیده اند ولی بیچارگان را بمیدان حرب میرانند دهر روز آلت جدیدی که هادم بنیان بشر است ایجاد میکنند ابداً بحال بیچارگان رحم ننمایند و ترحم بمادران نکنند که اطفال را در نهایت محبت پرورش داده اند چه شبها که محض آسایش فرزندان آرام نداشته اند چه روزها که در تربیت ایشان منتهای مشقت دیده اند تا آنها را ببلوغ رسانیده اند آیا سزاوار است این مادران وپدران در یکروز هزاران جوانان اولاد خویش را درمیدان حرب پاره پاره ببینند این چه وحشت است واین چه غفلت وجهالت واین چه بغض وعداوت حیوانات درنده محض قوت مزوری میدرند ولی گرگ روزی یک گوسفند میدرد امّا انسان بی انصاف در یکروز صد هزار نفر آغشته خاک وخون نماید وفخر کند که من بهادری کردم وچنان شجاعتی ابراز نمودم که روزی صد هزار نفس را هلاک کردم ومملکتی را بباد فنا دادم ملاحظه کنید که جهالت وغفلت انسان بدرجه ئیست که اگر شخصی یک نفر را بکشد او را قاتل گویند وقصاص نمایند اور ابکشند یا حبس ابدی نمایند امّا اگر انسانی صد هزار نفر را در روزے هلاک کند او را جنرال اوّل گویند واوّل شجاع دهر نامند اگر شخصی از مال دیگرے یک ریال بدزدد او را خائن وظالم گویند امّا اگر شخصی مملکتی را غارت کند او را جهانگیر نام نهند این چه قدر جهالت است چه قدر غفلت است باری در ایران درمیان مذاهب ادیان مختلفه نهایت عداوت وبغضا بود خاصه چنین در سائر ممالک آسیا۔ ادیان دشمن یکدیگر بودند مذاهب خون یکدیگر میریختند اجناس وقبائل درجنگ وجدال وهمیشه درنزاع وقتال بودند همچو میدانستند که نهایت فخر در اینست که نوع خود را بکشند اگر دینی بردینی غلبه مینمود قتل وغارت میکرد ولی نهایت فخر مینمود درهمچو وقتے حضرت بهآءالله در ایران ظاهر شد وتأسیس وحدت عالم انسانی کرد واساس صلح اکبر نهاد جمیع را بندگان خدا فرمود که خالق کلّ خداست ورازق کلّ خدا. او بجمیع مهربان است ماچرا نامهربان باشیم او به بندگان خود رؤف ورحیم است ماچرا باید بغض وعداوت داشته باشیم مادام خداوند کلّ را رزق میدهد تربیت میفرماید. بجمیع مهربان است مانیز باید کلّ را دوست مهربان باشیم این است سیاست الهیه ما باید اتباع سیاست الهیه نمائیم آیا ممکن است بشر

سیاستی بہتر از سیاستِ الٰہیہ تأسیس کند این ممکن نیست پس باید متابعتِ سیاستِ او کنیم ہمین طور کہ خدا با جمیع بمحبت و مہربانی معاملہ می فرماید ما نیز محبت و مہربانِ عموم باشیم خلاصہ حضرت بہاء اللہ اساس صلح عمومی نہاد و ندای وحدتِ عالم انسانی بلند فرمود تعالیمِ صلح و صلاح در شرق منتشر ساخت و در این خصوص بجمیع ملوک نوشت و کل را تشویق کرد و بکل اعلان فرمود کہ عزتِ عالمِ انسانی در صلح و صلاح است و این قضیہ بدایتش شصت سال پیش واقع و بسبب اینکہ امر بتعالیمِ صلح فرمود ملوکِ شرق مخالفتِ او نمودند. زیرا این تعالیم را منافی خیال و منفعتِ خویش تصور کردند. ہر نوع اذیتی بر او وارد نمودند ضرب و حبسِ شدید وارد ساختند و سرگون ببلادِ بعیدہ کردند آخر در قلعۂ او را حبس نمودند و بر ضدِ دوستانِ او برخاستند برای این مسئلہ یعنی ترکِ تقالید وہمیہ و وحدتِ عالم انسانی خونِ بیست ہزار نفر را ریختند چہ خاندانہا را کہ پریشان نمودند چہ نفوس را کہ قتل و غارت کردند لکن دوستانِ بہاء اللہ ابداً فتور نیاوردند و الی الآن بدل و جان در نہایت سعی میکوشند کہ ترویج صلح و اتفاق نمایند و بالفعل بر این امرِ خطیر قائمند جمیع طوائفی کہ تعالیمِ بہاء اللہ را قبول نمودہ اند ہمہ حامی صلح عمومی ہستند و مروجِ وحدتِ عالم انسانی نہایتِ محبت را بنوعِ بشر دارند زیرا میدانند کہ جمیع بندگانِ یک خداوندند و کل از جنسِ واحد و سلالۂ واحدہ نہایت بعضی جاہلند باید تربیت شوند مریضند باید معالجہ گردند اطفالند باید تعلیم و آداب یابند طفل را نباید دشمن شمرد مریض را نباید مبغوض داشت باید معالجہ کرد و نادانان را باید تعلیم و تربیت نمود لہذا اس اساس ادیانِ الٰہی الفت و محبتِ بشر است اگر دینِ الٰہی سبب بغض و عداوت شود آن دینِ الٰہی نیست زیرا دین باید سبب ارتباط باشد سبب ترویجِ الفت و یگانگی شود اما ہر چیزی مجرد دانستن کفایت نکند جمیع میدانیم عدالت خوب است لکن قوۂ اجرائیہ لازم مثلاً اگر بدانیم معبد ساختن خوب است باین دانستن معبدی بوجود نمی آید باید ارادہ ساختن نمود و بعد ثروت لازم مجرد دانستن کفایت نکند ما جمیع میدانیم صلح خوب است سبب حیات است لکن محتاجِ ترویج و تعلیم اما چون این عصر عصرِ نورانیست استعداد صلح حاصل. لابد بر این است این افکار منتشر شود و بدرجۂ اجراء و عمل آید یقین است خود زمانِ حامیانِ صلح می پرورد در جمیع اقالیمِ عالم صلح موجود و چون من بامریکا آمدم دیدم جمیع ہمہ حامیِ صلحند و اہالی در نہایت استعداد و حکومتِ امریکا در نہایت عدالت و مساوات بین بشر جاری است لہذا من آرزویم چنان است کہ اول پرتوِ صلح از امریکا بسائرِ جہات افتد اہالیِ امریک بہتر از عہدہ برآیند زیرا مثل سائرین نیستند اگر انگلیز بر این امر برخیزد گویند بجہتِ منافعِ خویش مبادرت باین امر نمودہ. اگر فرانسہ قیام نماید گویند بجہتِ محافظۂ مستعمراتِ خود برخاستہ اگر روس اعلان کند

گویند برای مصالحِ سلطنتِ خود تکلّم کرده . امّا دولت و ملّتِ امریکا مسلم است که نه چنان استعماراتی دارند نه در فکرِ توسیع دائرهٔ مملکت هستند و نه در صدد حمله بسائر ملل و ممالک پس اگر اقدام کنند مسلّم است که منبعث از همّتِ محض و حمیّت و غیرت صرفست هیچ مقصدی ندارند باری مقصودِ من امنیست که شما این علم را بلند نمائید زیرا شما سزاوار ترید در جمیع بلاد استعداد موجود است و فریادِ صلح عمومی بلند زیرا مردم بتنگ آمده اند . دول هر سالی مبلغی بر مصارف جیش میافزایند لهذا مردم خسته اند الآن زیر زمین اروپا مملو از آلات و ادواتِ شرر بار گشته است نزدیک است موادِ جهنمیه بنیانِ عالم انسانی را براندازد باری اعظم سببِ صلح اساس ادیانِ الٰهی است اگر سوء تفاهم بین ادیان از میان برود ملاحظه مینمائید که جمیع حامی صلح‌اند و مروّج وحدتِ عالم انسانی زیرا اساس کل یکی است و آن حقیقت است و حقیقت تعدد و تجزّی قبول نکند . مثلاً حضرت موسی ترویج حقیقت نمود حضرت مسیح مؤسس حقیقت بود حضرت محمّد حامیِ حقیقت بود حضرت باب منادیِ حقیقت بود جمیع انبیاء نور حقیقت بودند حضرت بهاء‌الله علم حقیقت بلند نمود ترویج صلح عمومی و وحدتِ عالم انسانی فرمود در حبس و زندان آنی آرام نیافت تا در شرق علمِ صلح را بلند فرمود نفوسیکه تعالیم او را قبول نمودند جمیع حامی صلح‌اند جان و مال خود را انفاق مینمایند

پس همینطور که امریکا در ترقیاتِ مادیه شهرهٔ آفاق است و در ترویج صنائع

و بذلِ همت مشهور و معروف باید در نشر صلح عمومی نیز نهایت غیرت

بنمایند تا مؤید شوند و این امر خطیر از اینجا بسائر جهات

سرایت نماید من دعا در حقِ شما می کنم که

موفق و مؤید شوید "

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم　　اگست سنہ ۱۹۴۲ء　　نمبر ۸

الٰہی الٰہی

اے میرے خدا! اے میرے خدا!

اشهد بوحدانيّتك وفردانيّتك ولعزّك وعظمتك وسُلطانك انا عَبدُك وابن عَبدك قد اقبلت

میں تیری وحدانیت و یکتائی اور تیری عزت و عظمت و سلطنت کی شہادت دیتا ہوں۔ میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا فرزند ہوں۔ سب سے منہ

اليك منقطعًا عن دونك وراجيًا بدائع فضلك اسئلك بامطار سحاب سماء كرمك

پھیر کر اور تیرے فضل کے نئے نئے انعامات کی امید کرتے ہوئے تیری طرف متوجہ ہوا ہوں۔ میں تیرے آسمان کرم کی بدلی سے برسنے والی بارشوں کا

وباسرار كتابك ان تؤيّدني على ما تحبّ وترضىٰ اى ربّ هٰذا عَبدٌ اعرض عن الاوهام

اور تیری کتاب کے بھیدوں کا واسطہ دیکر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنی محبوب اور پسندیدہ باتوں کی توفیق عطا فرما۔ اے پروردگار یہ بندہ

مُقبلًا الىٰ اُفق الايقان وقام لدى باب فضلك وفوّض الاُمور اليك وتوكّل عليك

اوہام سے منہ پھیر کر افق الیقان کی طرف متوجہ ہوا ہے اور تیرے دروازۂ فضل کے پاس آکھڑا ہوا ہے۔ اور اپنے سب کام تیرے سپرد کر دیئے ہیں اور تجھ پر بھروسہ

فافعل به ما ينبغى لسماء جودك وبحر كرمك اِنّك انت المقتدر العليم الحكيم اشهد يا الٰهى

رکھتا ہے۔ تو اس سے وہی معاملہ کر جو تیرے آسمانِ بخشش اور دریائے کرم کے شایانِ شان ہے۔ یقیناً تو صاحبِ اقتدار علم و حکمت والا ہے۔ میں گواہی

بانّك اعلم بى منّى قدّر لى ما يقرّبنى وينفعنى فى الاٰخرة والاُولىٰ انّك انت مولى الورىٰ وفى قبضتك زمام

دیتا ہوں کہ اے میرے خدا تو مجھ سے زیادہ میرے حال کو جانتا ہے۔ تو میرے لئے وہ چیز مقدر فرما دے جو مجھے تیرا قرب بخشے اور میرے لئے آخرت و دنیا میں فائدہ رساں

الفضل والعطاء لا اله الّا انت الفضّال الكريم. البهاء على اهل البهاء الذين ما منعهم ضوضاء الامم عن مالك القدم

ہو۔ یقیناً تو سارے جہان کا مالک ہے اور تیرے ہی قبضہ میں فضل و عطا کی باگ ڈور ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بہت فضل کرنے والا اکرم ہے۔ خدا کی روشنی ان اہل بہاء پر

قاموا وقالوا الله ربّنا وربّ العرش العظيم.

جنہیں تمام قوموں کا شور و غوغا مالک قدم سے الگ نہ کر سکا۔ وہ کھڑے ہوئے اور پکار اٹھے۔ خدا ہی ہمارا پروردگار اور عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

کلام اللہ رب العلمین

ھو الباقی بلا زوال

وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اسے کبھی زوال نہیں

سبحان الذی نزل الآیات بالحق فی ھذا السجن الذی جعله الله المنظر الاکبر

پاک ہے وہ ذات جس نے اس قید خانے میں سچی آیات نازل فرمائیں جسے خدا نے منظر اکبر بنایا ہے۔

تنزل فیه ملئکة الامر فی العشی والاشراق الذی خلق السموات والارض

جہاں شب و روز امر اللہ کے فرشتے اُترتے رہتے ہیں۔ اس خدائے پاک نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

ارسل الاریاح وسخر السحاب له مبشرات بین یدیه یبشرن الذین توجهوا

ہوائیں چلائیں۔ بادل مسخر کئے۔ اس کی بشارت دینے والی ارواح اس کے آگے آگے اُن لوگوں کو بشارت دیتی ہیں

الی مشرق الوحی فی ھذا الیوم الذی ینادی المناد من یمین العظمة والاقتدار

جو اس زمانے میں مشرقِ وحی کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ منادی عظمت و اقتدار کے دائیں جانب سے ندا دے رہا ہے

غلب کل شیٔ سلطانه واحاطت کلمته علی من فی السموات والارض ولا

اس کی عظمت سب پر غالب آئی ہے اور تمام آسمانوں اور زمین والوں پر اس کا کلمہ محیط ہو گیا ہے اور صرف

یعقل ذٰلك الا اولوا الالباب طار الموحدون فی ھوآء القرب والجلال و

حقیقت شناس اشخاص ہی اس چیز کو محسوس کرتے ہیں۔ موحد قرب و جلال کی ہوا میں پرواز کر رہے ہیں اور مجرم بیڑیوں

المجرمون فی السلاسل والاغلال رب السموات والارض الذی انزل الآیات

اور زنجیروں میں گرفتار ہیں۔ خدا تمام آسمانوں اور زمین کا تربیت کرنے والا مالک ہے۔ جس نے

وانطق الغلام نفخ فی الصور وصعق من فی السموات والارض اذاً مرت

آیات نازل فرمائیں اور اس بندے کو بولنے کا حکم دیا۔ اس نے صور پھونک دیا اور تمام آسمانوں اور زمین کے باشندے گھبرا اٹھے

الجبال من سطوة الامر واضطربت الاکوان قل السموات مطویات بیمینه

تب سطوتِ امر سے پہاڑ چلنے لگے اور عالم ہستی میں اضطراب برپا ہو گیا۔ کہدے کہ تمام آسمان خدا نے دستِ قدرت میں لپیٹ لئے ہیں

والارض فی قبضة ربکم العزیز الجبار۔ قد نصب الصراط ووضع المیزان
اور زمین تمھارے پروردگار عزیز و جبار کے قبضے میں ہے۔ پل صراط لگا دیا گیا ہے۔ میزان قائم کر دی گئی ہے۔

والملك للہ الواحد المقتدر العزیز القهار رب العرش والثری لا الہ
اور ملک خداوند واحد مقتدر، عزیز، قہار کا ہی ہے۔ وہ عرش و فرش کا مالک ہے۔ اس بےنیاز

الا هو الغنی المتعال قل اتی الجبار علی ظلل اسمہ المختار اذا اقشعرت
برتر کے سوا کوئی خدا نہیں۔ کہدے کہ خداوند جبار اپنے نام المختار کے سایوں میں ہوکر آپہنچا ہے۔ تب لوگوں کے

الجلود وزلت الاقدام الا من انقطع عمن فی السموات والارض وقصد
رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور پاؤں پھسل گئے۔ بجز اس کے جو تمام آسمان و زمین والوں سے بے تعلق ہوگیا۔ اور اس نے فروتنی و

کعبة الکبریاء بخضوع واناب یسبح لہ من فی السموات والارض الا
رغبت سے کعبۂ کبریائی کا قصد کیا۔ تمام آسمان و زمین والے خدا کی تسبیح کرتے ہیں بجز ان کے

الذین سکرت ابصارهم واخذهم السکر فی یوم التناد قد صغت قلوب
جن کی نظریں سراسیمہ ہوگئی ہیں اور اس پکار کے دن انھیں مدہوشی نے دبا لیا ہے۔ اُن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے

الذین کفروا بالآیات قل اتستعجلون بالسیئة وقد خلت من قبلکم
ہیں جنھوں نے آیاتِ الٰہی کا انکار کیا۔ کہدے کیا تم بدی میں جلد بازی سے کام لیتے ہو اور تم سے پہلے عبرت انگیز

المثلات اتقوا اللہ انہ قوی فی الاخذ وانہ لشدید المحال نری القوم
واقعات گذر چکے ہیں۔ خدا سے ڈرو کہ وہ گرفت کرنے میں قوی اور سخت سزا دینے والا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ

صرعیٰ وسیئت وجوههم من نفحات القهر ان ربك شدید العقاب۔
پچھڑے ہوئے ہیں اور قہر الٰہی کے جھونکوں سے ان کے منہ بگڑ گئے ہیں۔ یقیناً تیرا پروردگار سخت عذاب دینے والا ہے

قل قد اشرقت شمس الامر من افق الوحی اذا ضاقت افئدة الذین
کہدے کہ امر کا آفتاب افقِ وحی سے چمک اٹھا ہے۔ تو اب اُن لوگوں کے دل تنگ ہوگئے ہیں جنھوں نے

کفروا بربهم الرحمن وزاغت الابصار اذا اتاك لوح الجلال خذه بالخضوع
اپنے پروردگار رحمٰن کا انکار کیا۔ اور ان کی نظریں ٹیڑھی ہوگئیں۔ جب لوحِ جلال تیرے پاس پہنچے تو اُسے نہایت

والابتهال ثم اطلع من افق الاطمینان وارفع اللوح بین الاحزاب قل یا
فروتنی و عاجزی کے ساتھ ہاتھ میں لے۔ پھر افقِ اطمینان سے سر نکال اور قوموں کے درمیان لوح کو بلند کر۔ کہدے کہ اے

ملأ البیان ان ھٰذا لھو البرھان قد اشرق من افق الرحمٰن بقدرة
گروہِ بیان! یقیناً یہ ظہور، خود دلیل و برہان ہے جو اُفقِ رحمٰن سے قدرت و سلطنت کے ساتھ نمودار ہوا ہے

وسلطان افیہ شكّ ام فی الّذی ارسلہ قد خسر الّذین کذّبوا بآیاتنا
کیا تمھیں اس کی نسبت شک ہے یا خدا کی نسبت جس نے اسے بھیجا ہے۔ وہ لوگ سراسر نقصان میں ہیں جو ہماری آیتوں کا

سوف تأکلھم النّیران قد اخذت القلم نفحات ملیك القدم بحیث ینطق
انکار کر بیٹھے۔ عنقریب آگ انھیں کھا جائیگی۔ قلم کو مالکِ قدم کے نفحات نے اس طرح گرفت کر لیا ہے کہ وہ شام و سحر خدائی اذکار

بالاذکار فی الغدوّ والآصال وما منعتہ سطوة الفجّار الّذین کفروا
میں مصروف ہے اور اُسے اُن سرکشوں کی شان و شوکت ذکرِ حق سے باز نہ رکھ سکی جنھوں نے اپنے خداوند عزیز

بربّہ العزیز المختار انّہ ینادی وورائہ الفراعنة الّذین حقّت علیھم
مختار کا انکار کر دیا ہے وہ ندا بلند کرنے میں مشغول ہے اور وہ فرعون لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں

کلمة العذاب ولھم سوء الدّار خذ کتاب الفضل ودع الّذینھم
جن پر کلمۂ عذاب ثابت ہو چکا ہے اور اُن کا بُرا مقام ہے۔ تو فضل و کرم کی کتاب کو تھام لے اور منکروں کو چھوڑ دے

کفروا ان ھم الّا فی ضلال وادع النّاس الی اللہ
وہ تو سراسر ضلالت میں ہیں۔ تو لوگوں کو خدا کی طرف بُلا اور اُن لوگوں

ولا تخف من الّذین اتّبعوا کلّ مشرك مرتاب
سے نہ ڈر جو ہر ایک مشرک اور شک میں پڑے ہوئے کی پیروی کرتے ہیں

البھآء علیك وعلیٰ من اٰمن
تجھ پر اور یومِ معاد کے ماننے والوں پر

بیوم المعاد
خدا کا نور ہو

(کتاب مبین ص ۲۸۱)

قیمت سالانہ چار روپے

کاغذ کی گرانی کے باعث پیامبر کی سالانہ قیمت تین ۳ روپے سے
چار ۴ روپے کر دی گئی ہے۔ تمام معاونین کرام مطلع رہیں (مدیر)

حضرت عبد البہاء

(مرکز میثاق)

(از قلم پولیسٹ ٹامسن - ترجمہ از جناب عباس علی صاحب بٹ بی اے) (گذشتہ سے پیوستہ)

آپ کے متعلق لوحِ غصن میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"اے لوگو! ان کے ظاہر ہونے کے لئے خدا کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ تم پر خدا کی سب سے بڑی عنایت۔ کاملترین نعمت ہیں۔ انھیں کے ذریعہ ہر ایک بوسیدہ ہڈی جان پائیگی۔ جو کوئی ان کی طرف توجہ کرتا ہے وہ میری طرف توجہ کرتا ہے اور جو کوئی ان سے منہ پھیرتا ہے وہ میرے جمال سے منہ پھیرتا ہے۔"

اور جو کوئی ان سے منہ پھیرتا ہے وہ میرے جمال سے منہ پھیرتا ہے۔ میری محبت کو رد کرتا ہے اور مجھ سے منحرف ہوتا ہے۔ وہ تمھارے درمیان خدا کی امانت اور اُس کی ودلیعت ہیں۔ تمھارے لئے اُس کا ظہور اور اُس کے برگزیدہ بندوں کے لئے اُس کا جمال ہیں ...... ہم نے اُسے انسانی شکل میں بھیجا ہے"

حضرت عبد البہاء کے افتخار میں نازل شدہ دیگر الواح میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

"ہم خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ دنیا کو تیرے علم و حکمت کے ذریعے روشن کرے"

دوسری جگہ فرمایا ہے:-

"خدا کا بہاء تجھ پر ہو اور اُس پر ہو جو تیری خدمت کرتا ہے اور تیرے گرد گھومتا ہے..... ہم نے تجھے کل بنی نوع انسان کی پناہ اور آسمان و زمین کے تمام رہنے والوں کی سپر اور ان تمام کے لئے حصن متین بنایا ہے جو خدائے عزیز و علیم پر ایمان لائے ہیں"

جب حضرت عبد البہاء بیروت گئے ہوئے تھے تو حضرت بہاء اللہ آپ کو خطاب فرما کر لکھتے ہیں:-

"خدا کی تعریف ہو جس نے ارض با (بیروت) کو اُس کے قدوم سے شرف بخشا۔ جسکے گرد تمام اسماء گھومتے ہیں......
مبارک اور بہت مبارک ہے وہ زمین جس پر سے وہ چل کر گئے۔ وہ آنکھ جس نے اُن کے چہرے کے جمال کو دیکھا۔ وہ کان جس نے ان کی ندا کو سُننے کی عزت حاصل کی۔ وہ دل جو اُس کی محبت کی چاشنی سے لطف اندوز ہوا"

اسی لوحِ مبارک میں حضرت بہاء اللہ اپنے فرزند کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"خدا کی اعظم و مقتدر غصن۔ اس کا قدیم اور غیر متغیر سر"

اپنے روحانی انکسار کی بلندیوں سے اور اپنے مقام عبودیت کے جوہر کو جانتے ہوئے حضرت عبد البہاء لوحِ غصن کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:-

"میں شہادت دیتا ہوں کہ ان آیات و الفاظ کے صحیح معنی اصلی مُراد اور اندرونی راز جمالِ ابہیٰ کے آستانِ مبارک پر میری عبودیت۔ میری کامل فنا اور اُس جمالِ اقدس کے مقابل میری تعلمی محویت ہے۔ یہ میرا درخشاں تاج ہے اور یہ میری نہایت

قیمتی زینت ہے۔"

حضرت ولیِ امراللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں:-

"کتاب اقدس اور کتاب عہد کے صریح نصوص کے مطابق میں کلام اللہ کا مبیّن و مفسّر ہوں ...... جوکوئی میری تفسیر سے منہ پھیرتا ہے وہ اپنے وہم کا بندہ ہے۔"

ایسے بیانات کے ہوتے ہوئے بھی اگر ہم اس پردے کو اٹھانا چاہیں جو خدا کے ہاتھ نے ڈالا ہے اور ممنوعہ مکان میں تاک جھانک کریں تو حضرت بہاءاللہ کے ان کلمات کی تفسیر کرنا تو درکنار ہم انھیں سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ مگر آگاہی ممنوع نہیں ہے۔ اور اس آگاہی کا طریقہ بھی ہمیں حضرت سرکار آغا نے خود بتایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اپنے قلب کے ساتھ عبدالبہاء کے دل کی طرف توجہ کر۔ یہ پوشیدہ راز تجھ پر کھل جائے گا اور یہ سربستہ بھید تجھ پر افشا ہو جائے گا۔" "دوستو! اپنے قلوب کے آئینوں کو میری طرف کرو۔ اس میں شک نہیں اس قلب کے بھید تمھارے قلوب پر منعکس ہونگے اور اس مہجور کے جذبات واحساسات تم پر ظاہر و واضح ہو جائینگے۔" "میں ایک چراغ ہوں اور خدا کی محبت میری روشنی ہے۔ یہ روشنی قلوب کے آئینوں میں منعکس ہوتی ہے۔ پس تو اپنے دل کو دیکھ۔ یعنی جب یہ ہر قسم کے خیالات سے آزاد ہو تو تو دیکھیگا کہ میری محبت کا نور کیسا اس آئینہ میں ظاہر ہے اور تو کتنا میرے قریب ہے ..... ملکوتِ الٰہی کے ذکر و خیال میں رہ۔ یہانتک کہ تو میرے اسرار کو سمجھ سکے۔"

عبدالبہاء کے نمونہ پر | اگر ہم چاہتے ہیں کہ حضرت بہاءاللہ کے عہد و میثاق سے وفاداری کریں۔ اور اس آرزو کے بر آ کے لئے دعائیں مناجاتیں کریں کہ ہم اس کے "سر" کے سمجھنے وا بنیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم حضرت عبدالبہاء کی اعلیٰ زندگ اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنائیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق و اتحاد سے رہیں۔ ہمارے اس عمل میں یہ راز بھی مخف ہے کہ اس کے ذریعہ امراللہ دنیا کی موجودہ تاریکیوں کے پردو کو پھاڑ کر اسے بہت جلد نورانی اور راحت و آرام کی جگہ بنا د کیونکہ جب تک ہماری زندگیاں نورانی نمونے نہ بنیں گی تب تک وہ محبت جو اس کے قلبِ مبارک سے نکل کر مردہ ہڈیوں میں ڈال دیتی ہے ہمارے دلوں میں منعکس نہ ہوگی۔ جب تک ان مؤمنین اولین کی طرح جن کا ذکر مطالع الانوار (ڈان بریکز) میں ہم پڑھتے ہیں محبت نہ کرینگے اور جب تک عبدالبہاء کی منعکس شکل جو ہمارے درمیان اس کی امانت ہے حقیقت میں ہمارے اندر جلوہ گر نہ ہوگی اس وقت تک ہم اس قوت کو نہ کر سکینگے جو تنہا اس دنیا کو بدل سکتی ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر اپنے محبوب کے اسوۂ حسنہ پر نظر کر ہیں۔ پہلے تو ہم ایک سرسری نظر سے آپ کی اس زندگی کو دیکھی جو آپ نے ایک قید خانہ کی دیواروں کے اندر گذاری پھر ہم آپ کی اس زندگی پر ایک مختصر سی نظر کرینگے۔ جب آپ دو بادشاہوں کے جو آپ کے دشمن تھے زوال کے بعد یعنی سلطان ترکی اور شاہِ ایران کے تخت سے اتارے جانے کے بعد آپ آزاد ہو کر یورپ اور امریکا تشریف لے گئے۔ او اپنے ہر ایک قول و عمل سے اہل یورپ و امریکا کی آنکھوں کے سا اپنے باپ کی مقدس تعلیمات کا ایک نمونہ بن کر دکھایا۔

عکا میں آپ "فقیروں کا باپ" مشہور تھے۔ ہفتہ می

ایک خاص دن آپ شہر کے لولے لنگڑوں۔ اندھوں۔ اپاہجوں اور کوڑھیوں کو اپنے باغ میں جمع کرتے اور آپ اُن کے درمیان اپنی خاص شان سے پھرتے اور ہر ایک کے پاس کھڑے ہو کر اس کو گلے لگاتے اور اپنی پیاری آواز میں اُس کی ہمت افزائی کرتے۔ کوڑھیوں تک کو آپ گلے سے لگاتے تھے۔ پھر آپ ہر ایک کے ہاتھ میں اتنی نقدی چپکے سے دے دیتے کہ وہ اُس کے لئے ایک ہفتہ تک کافی ہوتی۔

یہ رقت انگیز نظارہ مغرب کے بے شمار ناظرین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ ہر ہفتہ جمعہ کے دن دیکھنے میں آتا تھا۔ پھر آپ فقیروں اور مصیبت زدوں کو اپنے پاس بلاتے۔ لیکن ہر روز آپ دن میں بار ہا بنفسِ نفیس اُن کے جھونپڑوں میں جاتے اور اُن کے دکھوں میں اُن کے شریک ہوتے۔ ایک ایرانی بہائی نے مجھے بتلایا "عکا میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی گلی یا قید خانہ کی کوئی کوٹھڑی ایسی نہیں جو میں نے نہ دیکھی ہو۔ کیونکہ میں اپنے مولیٰ کے نقشِ قدم پر چلتا ہوں۔"

اگرچہ آپ پر ظلم و ستم کی کوئی حد نہ رہی تھی مگر آپ ہمیشہ اپنے ظالموں پر مہربان رہے۔ آپ ظلم و ستم دُکھ اور تکلیف کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ اس کی ایک نمایاں نظیر شاہِ ایران محمد علی شاہ کے بھائی شہزادہ ظلّ سلطان سے آپکی نہ بھولنے والی مُلاقات ہے۔ نہ صرف عبدالبہآء نے بلکہ آپ کے ماننے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے بہائی شہداء کے گروہ کے بعد گروہ نے ان دو شاہزادوں کے ہاتھ سے موت سے بدتر تکالیف سہی تھیں۔ جب شاہِ ایران اور سلطانِ ترکی کے زوال پر حضرت عبدالبہآء آزاد ہوئے آپ یورپ کے سفر پر جاتے ہوئے پہلے تھونن نے بنیز کو گئے جو جھیل جنیوا پر خوشنما اور خوشگوار بستی ہے۔ جلاوطن شاہِ ایران اُس زمانہ میں یورپ کے کسی ملک میں تھا اور ظلّ سلطان بھی اپنے دو بیٹوں کے ساتھ جلاوطنی کی حالت میں جنیوا کو بھاگ گیا تھا۔ عبدالبہآء آزاد اور بری اور ظلّ سلطان محتاج و بے پناہ ایک دوسرے کے بہت قریب تھے حضرت عبدالبہآء جس عظیم ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ایک مشہور یورپین بھی رہتا تھا جو ایران میں شہزادہ ظلّ سلطان سے مل کر ایک دن جب وہ یورپین تھونن میں ہوٹل کی جنگلہ دار کھلی جگہ پر کھڑا تھا اور حضرت عبدالبہآء کچھ تھوڑی دور پر چہل قدمی فرما رہے تھے ظلِّ سلطان اُس جگہ آیا۔ حضرت عبدالبہآء معمول کے مطابق عمامہ۔ سفید قبا اور اُس پر لمبی عبا پہنے ہوئے تھے۔ آپکے گیسو قدیم ایرانی شرفاء کی رسم کے مطابق کندھوں تک پہنچتے تھے۔ ظلّ سلطان نے یورپین سے علیک سلیک کرنے کے بعد فوراً پوچھا:-

"یہ ایرانی امیر کون ہے؟"

"عبدالبہاء"

"مجھے آپ کے پاس لے چلیں۔"

اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس کو بیان کرتے ہوئے یورپین نے کہا "کاش کہ آپ اُس بدبخت کو ذلیل بہانے بناتے ہوئے سُنتے۔"

مگر عبدالبہآء نے اُسے گلے سے لگا لیا۔ اور جواب دیا "یہ سب پُرانی باتیں ہیں ان کا خیال نہ کریں۔ آپ اپنے دونوں بیٹوں کو میری ملاقات کے لئے بھیجیں۔ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔"

یہ دونوں جوان ایک ایک کرکے آئے۔ ہر ایک ایک دن حضرت عبدالبہآء کے پاس رہا۔ پہلے چھوٹا آیا وہ نابالغ تھا۔ اور حضرت سرکار آغا کے حضور میں بہت ادب و احترام سے رہا۔ دوسرا

بڑا تھا۔ اور بہت حساس تھا۔ جب حضرت عبدالبہاء کے گھر سے نکلا تو زار وقطار رو رہا تھا۔ اور کہتا تھا "کاش میں اس خاندان میں پیدا نہ ہوتا۔ کسی اور خاندان میں پیدا ہوا ہوتا"؟ کیونکہ نہ صرف بہت سے بہائی اس کے تایا کے عہدِ حکومت میں شہید کئے گئے تھے (جن میں سے سو سے زیادہ اس کے باپ کے اُکسانے پر شہید کئے گئے تھے) اور حضرت عبدالبہاء کی زندگی کو بار بار خطرے میں ڈالا تھا۔ اس کے دادا ناصرالدین شاہ کے حکم سے حضرت باب شہید کئے گئے تھے اور ہزاروں ہی بابی ظلم وستم اور موت کا نشانہ بنائے گئے تھے۔

یہ نوجوان شہزادہ پھر سے پیدا ہو گیا تھا یعنی وہ بہائی ہو گیا۔

حضرت عبدالبہاء اور ظل سلطان کے درمیان اس ملاقات سے کچھ تھوڑا عرصہ پہلے حضرت عبدالبہاء اپنی زندگی کے نازک ترین وقت سے گذرے تھے۔ سلطان عبدالحمید آپ کے قتل کا حکم جاری کرنے والا ہی تھا۔ اس سلطان نے ایک تحقیقاتی کمشن قسطنطنیہ سے بھیجا تھا جس نے حضرت عبدالبہاء کو بغاوت کا ملزم قرار دیا تھا۔ یہ کمشن یہ فیصلہ کر کے قسطنطنیہ جا رہا تھا اور ابھی جہاز میں ہی تھا کہ نوجوان ترک اُٹھے اور انھوں نے رات کے اندر اندر سلطان عبدالحمید کو تخت سے اُتار دیا۔ موت کے انتظار کے ان دنوں میں اطالوی سفیر نے ایک تجویز سوچی۔ وہ حضرت عبدالبہاء کو ایک اطالوی جہاز میں بھگا لیجانا چاہتا تھا۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے حضرت عبدالبہاء خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے خیال کیا کہ حضرت باب نہیں بھاگے اور حضرت بہاء اللہ نہیں بھاگے پس میں بھی نہ بھاگوں گا۔ میں خود کو اس طرح آزاد نہ کرونگا تب خدا نے مجھے آزاد کر دیا۔ خدا کی توپ عبدالحمید کے محل پر دندنائی!"

۱۹۱۱ء، ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۳ء کے اکثر حصوں میں حضرت عبدالبہاء نے یورپ اور امریکہ کے سفر کئے۔ اور اپنی عجیب فصاحت وبلاغت کے ذریعہ اپنے باپ کی تعلیمات کی تبلیغ فرمائی۔ ہر ایک گرجہ۔ یونیورسٹی سنیگاگ اور ارتقائی تحریکات کے ہر ممبر سے آپ نے دُنیا کو بآوازِ بلند اُس وحدت کے احساس کی دعوت دی جو اس کی سرشت میں موجود ہے تاکہ اس وحدت کے احساس کے صحیح عرفان کے بعد عالمگیر امن وصُلح قائم ہو جائے۔ دنیا کو آپ نے متنبہ کیا کہ اگر وہ خدا اور امن وصُلح کی طرف متوجہ نہ ہوئی تو مہیب وبرباد کن جنگیں ہونگی۔ آپ نے بیشمار لوگوں کو حضرت بہاء اللہ کا پیغام سُنایا۔ اپنی روحانی محبت سے دلوں کو گرمایا اور کثیر التعداد لوگوں میں بیداری پیدا کی۔ مگر اس نسل پر غفلت وغنودگی کس قدر چھائی ہوئی تھی کہ وہ پھر گہری نیند میں سو گئے!

اُن بے شمار لوگوں پر جنہوں نے حضرت عبدالبہاء کو دیکھا اور سُنا آپ کے اثر نے نرالے نتائج پیدا کئے۔ آپ جب لوگوں میں چلا کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ایسی دنیا میں جس میں نیم انسان بستے ہیں ایک آسمانی فرشتہ چلا آرہا ہے۔ آپ کا ناقابلِ بیان جمال۔ آپ کی نورفشاں قوت۔ آپ کی عجیب آسمانی شان کو جو کوئی دیکھتا اس کی آنکھیں تعجب سے آپ کو دیکھتی ہی رہتیں۔

خلیل جبران شاعر نے جب آپ کو دیکھا تو پکار اُٹھا:-
"آج پہلی دفعہ ایک ایسی شکل دیکھی ہے جو روح القدس کے رہنے کی جگہ ہونے کے قابل ہے"۔

ایک منکر خدا آپ کا لکچر سننے کے لئے گرجہ میں گیا اور اس کے بعد شوق سے آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آپ کے مکان پر حاضر ہوا۔ جب اس منکرِ خدا سے پوچھا گیا کیا تم نے حضرت عبدالبہاء

کی عظمت کو محسوس کیا؟" تو اُس نے غصہ سے جواب دیا" کیا
نیاگرا کی عظمت تم کو محسوس کرنی ہوتی ہے؟"

آپ سے ملنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق آپکو دیکھ سکے۔ ایک اعلیٰ طبقہ کی عورت نے آپ کو دیکھا اور تعجب سے پکار اٹھی" ایسا حسن و جمال۔ قوت کا جمال اور ایسا دلفریب حسن۔ بے شک آپ دنیا کے مرد کامل ہیں"۔ ایک اور اعلیٰ طبقہ کی عورت نے جو آپ سے بہت دیر تک بات چیت کرتی رہی آخر میں کہا۔ "تم اُن سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔ انھوں نے میرے دل کے اندر تک دیکھا اور میرے تمام بھید معلوم کر لئے"۔

ایک غمزدہ عورت نے جس پر ایک مصیبت پڑی تھی کہا۔
"آپ نے غم کی تمام تلخی میرے دل سے نکال دی"

ایک مشہور ڈرامہ نویس نے جو آپ سے ملاقات کرنے گیا واپس آکر سب کے سامنے کہا "میں خدا کے حضور سے آیا ہوں"۔

بی میکلنگ نے جو اُس زمانہ میں ریاستہائے متحدہ امریکا کا خزانچی تھا آپ سے ملاقات کرنے کے بعد اُس کے اثر کو بیان کرنے کے لئے الفاظ ٹٹولتے ہوئے کہا "میں نے محسوس کیا کہ میں کسی بڑے نبی۔ ایلشیعا۔ ایلیجا کے حضور میں ہوں۔ ..... نہیں نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میں مسیح کے حضور میں ہوں۔ نہیں۔ یہ بھی نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میں آسمانی باپ کے حضور میں ہوں۔"

ترکی سفیر ضیا پاشا کو جو ایک دیندار مسلمان تھا جب یہ بتایا گیا کہ حضرت بہاء اللہ ظاہر ہوئے ہیں تو اُس نے ایک نئے رسول کے خیال کا تمسخر اڑایا تھا۔ مگر جب حضرت عبدالبہاء واشنگٹن میں تھے تو ایرانی سفارت خانہ میں ہز ایکسیلینسی علی قلی خاں اور میڈم خاں کی دعوت پر ہز ایکسیلینسی ضیا پاشا ضیافت میں آئے اور وہاں حضرت عبدالبہاء سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فوراً آنحضرت کو ترکی سفارت خانہ میں دعوت دی اور ضیافت کے وقت آپ کا جام محبت پیتے ہوئے اس ترکی سفیر نے حضرت عبدالبہاء کی طرف آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا "اس زمانہ کا نور جو خدا کے جلال اور اس کی کاملیت کو ہمارے درمیان پھیلانے کے لئے آیا ہے۔"

یہ صرف چند مثالیں اُس اثر کی ہیں جو "سر اللہ" نے لوگوں پر کیا جسے میں نے ۱۹۱۲ء میں بذاتِ خود محسوس کیا۔

حضرت عبدالبہاء کے واپس ملک شام کو لوٹ جانے پر پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں گلیل کی سخت دھوپ میں باوجودیکہ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی آپ خود اپنے گیہوں کے کھیت ہل چلایا کرتے تھے تاکہ بھوکوں کو روٹی مل سکے۔

جب ۱۹۲۱ء میں حضرت عبدالبہاء ملکوت ابہیٰ کو صعود فرما گئے تو تمام عالم بہائی ایسے غم و اندوہ میں ڈوب گیا جو ایک دور میں فقط ایک ہی مرتبہ محسوس ہوتا ہے۔ جب شاگرد اپنے مالک کا افسوس کرتے ہیں۔ اس رنج و اندوہ کی تاریکی میں آپ کی وصایای مبارکہ سورج کی طرح چمکیں اور آپ کے مضطرب و محزون شاگردوں کے لئے ایک بے بہا نعمت ثابت ہوئیں۔ کیونکہ ان میں آپ نے اپنے نواسے۔ دنیا بھر کے محبوب حضرت شوقی افندی کو امر اللہ کا ولی۔ اپنا جانشین اور کتب مقدسہ کا تنہا مفسر مقرر فرمایا تھا۔ پس ہمارا دین فرقہ بندیوں اور جھگڑوں سے بچا لیا گیا تھا اور ہمیں "بے خطا ہدایت" کا ایک نقطہ ماسکہ دیا گیا تھا۔

حضرت عبدالبہاء اس زبردست دستاویز یعنی وصایای مبارکہ میں فرماتے ہیں کہ "یہ مضبوط قلعہ حضرت ولی امر اللہ کی اطاعت کرنے سے ناقابلِ تسخیر رہیگا" اعضائے بیت العدل۔ اغصان و افنان اور ایادیِ امر اللہ پر فرض ہے کہ وہ حضرت ولی امر اللہ کے مطیع۔ تابعدار اور فرمانبردار رہیں"۔

" حضرت ولیِ امر اللہ کلام الٰہی کے مفسر ہیں اور آپ کے بعد

آپ کا جانشین آپ کا پہلوٹھا بیٹا ہوگا۔"

صلوٰۃ و سلام تکبیر و بہاء ان پر ہو جو ایمان لائے مطمئن اور اس کے عہد و میثاق پر ثابت قدم رہے۔ اور اس نور کی پیروی کی جو میرے صعود کے بعد آفتاب ہدایت آسمانی میں سے روشن ہو رہا ہے۔ کیونکہ دیکھو! وہ وہ مقدس اور مبارک غصن ہے جو دو مقدس شجروں سے پھوٹی ہے۔ مبارک ہے وہ جو اس کے سایہ تلے آتا ہے جو کُل نوع انسان پر چھایا ہوا ہے۔"

ملکوتِ الٰہی

حضرت شوقی افندی فرماتے ہیں حضرت عبدالبہاء نے اپنی زبردست وصایا کے احکام کے ذریعے اس مزدوری رشتہ کو قائم کیا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس عصر کو جو ابھی ابھی گذرا ہے رشاندار و مجاہدانہ عصر شہداء) اس عصر کے ساتھ جس میں ہم ہیں (عصر عبوری و تدوینی) ملا دیا ہے ......"

" ان کی (حضرت عبدالبہاء کی) وصایای مبارکہ کو ایک ایسا دائمی اور نہ ٹوٹنے والا رشتہ سمجھنا چاہیئے۔ جو سر اللہ کے قلب مبارک نے ان تین زمانوں کے تواتر او تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے سوچا ہے جو عصر بہائی کے ترکیبی اجزاء ہیں " (عصر شہداء۔ عصر تدوین۔ عصر طلائی یاست یگ)

حضرت بہاء اللہ کے امر مبارک نے جو تخلیقی قوتیں پیدا کی ہیں اور جو حضرت عبدالبہاء کے قلب مبارک کے اندر پیوست ہو کر نشو و نما ہوئی ہیں ان کے ملاپ اور باہمی عمل نے ایک ایسا آلہ پیدا کیا ہے جسے نئے نظم عالم کا منشور سمجھنا چاہئے۔ اور یہ نیا نظم عالم اس دور عظیم کا مایۂ امتیاز اور وعدۂ خوشگوار ہے۔ اس لئے حضرت عبدالبہاء کی وصایای مبارکہ اس پر اسرار تعلق کا جو اس میں جس نے اپنے آسمانی مقصد کے تخلیقی اثر کو پہنچایا اور اس میں جو اس کا ذریعہ اور برگزیدہ پانے والا تھا بدیہی نتیجہ ہیں۔"

جب ہم وصایای مبارکہ میں نئے نظام عالم کا خاکہ دیکھتے ہیں جو بقول حضرت ولی امر اللہ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں مضمر ہے تو ہمیں حضرت اشعیا کی یہ عبارت یاد آجاتی ہے "حکومت اس کے کندھوں پر ہوگی اور وہ عجیب۔ مشیر۔ قادر مطلق خدا۔ ابدی باپ اور امن کا شہزادہ کہلائیگا۔ اس کی حکومت اور امن کی بڑھوتری کے لیئے کوئی حد نہ ہوگی۔ ......" اور اس کے علاوہ چاند کی روشنی سورج کی سی روشنی ہوگی اور سورج کی روشنی سات گنی ہوگی۔ وہ سات دنوں کی روشنی کی مانند ہوگی۔ اس دن جس دن یہوا اپنے لوگوں کے زخم کو باندھیگا اور ان کے گھاؤ کو اچھا کریگا۔"

اور کتاب مکاشفات میں لکھا ہے "میں نے ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین دیکھی۔ کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین گذر چکی تھی۔"

اس بڑی دستاویز یعنی حضرت عبدالبہاء کی وصایای مبارکہ میں ہم حضرت عبدالبہاء کو ایک اور شکل میں دیکھتے ہیں۔ یعنی ایک آسمانی ترتیب و نظم کا معمار۔ اس ترتیب و نظم کا جس کے ذریعہ زمین پر خدا کی ملکوت قائم ہوگی۔

ہم جو اس تدوینی زمانہ میں رہ رہے ہیں دھندلکے میں اس مستقبل کا نظارہ کر رہے ہیں جب ایک دیوالیہ دنیا جو اس وقت اپنے رہنماؤں کی تجاویز سے دھوکا کھا کر ایک ایسی مصیبت میں گرفتار ہے جو پہلے کبھی دیکھی یا سنی نہیں گئی۔ آخر کار اس آسمانی نقشہ کی طرف متوجہ ہوگی۔ ہم اس مستقبل کی شان و شوکت دھندلی سی دیکھ سکتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا زمانہ ہے جو ایسے انسانوں کا مقتضی ہے جن کی جسمانی اور ذہنی نشو و نما مکمل ہو چکی ہو۔ ایسے انسان جو ترقی کر کے اس حالت میں پہنچ گئے ہوں جس میں ان کی ارواح روحانی دنیا کے ساتھ تعلق

کے ذریعہ آسمانی ہدایت پانے کے لائق ہو جائیں۔

بیت العدل عمومی کو جو حضرت ولی امراللہ کے ساتھ مل کر کام کریگا "بے خطا ہدایت" کا وعدہ دیا گیا ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ اس بے خطا ہدایت کا مرجع نقطہ حضرت ولی امراللہ ہونگے جو کتب مقدسہ کے واحد مفسّر کے طور پر خدا کی طرف سے الہام پایا کریںگے۔

پس حضرت ولی امراللہ کی اطاعت جو درحقیقت کلام الٰہی کی اطاعت ہے الواح اور ہمارے مولیٰ حضرت عبدالبہاء کے اسوۂ حسنہ کی صمیمی پیروی۔ محافل روحانی کی اطاعت اور ان سے مل کر کام کرنا۔ یہ سب درحقیقت ہمارے بنیادی اتحاد و اتفاق کی کلید ہیں۔ ہم جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سچے مومنین کا چھوٹا سا گروہ خدا کے فضل سے وحدت کی ایسی گہرائیوں تک پہنچ سکتا ہے جو ساری دنیا میں امن قائم کرسکتی ہیں اور ایک روحانی مرکز قائم کرسکتا ہے جو تمام دنیا میں اخوت پھیلا سکتا ہے۔ ہمیں سوائے اطاعت کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

حضرت عبدالبہاء آپ اپنی وصایای مبارکہ اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ عصر بہائی کے تینوں حصوں میں یعنی عصر شہداء و عصر تدوین و عصر طلائی میں ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہیں۔ ایک توقیع مبارک میں حضرت ولی امراللہ اس نکتہ کو زرا زیادہ وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

اگرچہ جسم غائب ہو چکا ہے۔ آپ کی روح بلکہ وہ تمام نقشے اور ادارے جو آپ نے اپنی زندگی میں تجویز فرمائے تھے ہمارے عصر کے موجودہ انتظامیہ دور میں برابر کام کر رہے ہیں لہذا عصر حضرت عبدالبہاء اور امراللہ کے موجودہ انتظامیہ زمانہ نشوونما میں اعتقادی اور تاریخی تسلسل موجود ہے۔ مشرق الاذکا

اور شمالی۔ متوسط اور جنوبی امریکا میں تبلیغ جو نقشۂ ہفت سالہ کے ماتحت امریکا کے جامعۂ بہائی کے لیئے دو اہم فرائض ہیں۔ حضرت عبدالبہاء کے زمانۂ ماموریت میں ہی قائم کیئے گئے تھے۔ نقشۂ ہفت سالہ درحقیقت اس آسمانی نقشہ کا نتیجہ ہے جو ہمارے مولیٰ نے (پچھلی) جنگ عظیم کے تاریک ترین ایّام میں دوستان امریکا کے لئے جو غیر فانی الواح نازل فرمائی تھیں انھیں بیان فرمایا تھا۔ لہذا ان کا عمل اور ان کی کامیابی کا مدار ان طریقوں اور اصولوں کا وفادارانہ استعمال ہے جن کی تصریح خود آپ نے فرمائی تھی۔ اور سائنس قوت و ہدایت پر ہے جو آپ کے تخلیقی کلام میں مرکوز ہے۔

اب ہم کچھ اور اپنے مولیٰ حضرت عبدالبہاء۔ سرّاللہ۔ بندۂ خدا اور ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کے متعلق بیان کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

ایک زندہ جسم کا اصلی خادم اس کا دل ہے۔ اور دل کا اعلیٰ ترین فرض محبت اللہ کا ذریعہ بننا ہے۔ حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں کہ محبت کا قانون ہی ایک ایسا قانون ہے جو تغیّر و تبدّل کے ماتحت نہیں ہے۔ اور وصایای مبارکہ میں حضرت عبدالبہاء کے آخری الفاظ احبای الٰہی کے نام اس سرّ محبت کے متعلق ہیں جس کے بغیر کوئی شخص درجۂ عبودیت حاصل نہیں کرسکتا۔

خدا کے پیارو! اس دورِ مبارک میں نزاع و فساد منع ہے۔ ہر ایک تعدّی و زیادتی کرنے والا شخص خدا کے فضل سے محروم ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ تمام جماعتوں اور قبیلوں سے خواہ آشنا ہوں یا بیگانہ نہایت محبت و راستی و درستی سے پیش آؤ اور دلی مہربانی کرو بلکہ رعایت اور محبت کو اس درجہ تک پہنچاؤ کہ بیگانہ اپنے آپ کو آشنا دیکھے اور دشمن اپنے آپ کو دوست سمجھے۔ یعنی ان کے درمیان بالکل کوئی فرق نہ رہے۔ کیونکہ اطلاق و عمومیت امر خدا کی

طرف سے ہے اور قیود و حدود اس دنیا کی خاصیت ہیں۔ اس لئے انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ فضائل و کمالات اس سے ظاہر ہوں جن کا ہر ایک پر پرتو پڑے۔ مثلاً آفتاب عالمتاب کے انوار تمام دنیا پر پرتوفگن ہیں اور بارانِ رحمتِ پروردگار تمام لوگوں پر برستا ہے۔ جان بخشنے والی نسیم ہر ذی روح کی پرورش کرتی ہے اور نعمتِ الٰہی تمام کائناتِ زندہ کو نصیب ہوتی ہے اسی طرح خدا کے بندوں کی محبت و مہربانی عام طور پر سب انسانوں پر ہونی چاہئے۔ اس کے لئے کسی قسم کی قید یا تخصیص نہ ہونی چاہئے۔ پس ای یارانِ مہربان۔ تمام قوموں، گروہوں اور دینوں کے ساتھ کمال راستی و دوستی و وفاپرستی و مہربانی و خیرخواہی و دوستی کے ساتھ سلوک کرو تاکہ تمام جہانِ ہستی فیض بہائی کے جام سے سرمست ہو اور نادانی و دشمنی و بغض اور کینہ روی زمین سے زائل ہو جائے۔ بیگانگی کی تاریکی تمام فرقوں اور قبیلوں میں یگانگی کی روشنی سے بدل جائے۔ اگر دوسرے گروہ اور قومیں تم سے جفا کریں، تم وفا کرو۔ ظلم کریں، تم عدل کرنا۔ اگر تم سے پرہیز کریں تو تم انھیں اپنی طرف جذب کرنے کی کوشش کرنا۔ دشمنی کریں۔ تم دوستی کرنا۔ اگر تمھیں زہر دیں تم انھیں شہد دینا۔ اگر وہ تمھیں زخمی کریں تم انکے زخموں پر مرہم لگانا۔ مخلصین اور صادقین کی صفات ہیں ۔

کیا دُنیا کی حیاتِ جدید ممکن ہے؟

مسٹر نیل کنھٹ کے قلم سے

تمام دُنیا آگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی ہے۔ ان شعلوں کی شدت روز بروز بڑھ رہی ہے اور جس طرف سے شعلے گذرتے ہیں وہاں بربادی اور تباہی اپنے پیچھے چھوڑتے جاتے ہیں۔ دنیا کی حالت اس وقت ناگفتہ بہ ہے۔ تہذیب اپنے شاندار تخت سے گر رہی ہے۔ جدھر دیکھو مصیبت اور افلاس کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس سے ایک بات تو آفتاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ موجودہ دنیا روح کے لحاظ سے بالکل دیوالیہ ہو رہی ہے۔ روحانی صفات سے بالکل عاری ہے اور یہ سچ بھی ہے۔ ہم خود غرض اور بے رحم ہو رہے ہیں۔ ہم میں کوئی ایسی صفت نہیں جسے بجا طور پر انسانی صفت کہا جائے ہمارے دلوں میں دھوکا۔ نفرت۔ بدلہ لینے کا جذبہ اور سخت دلی رچی ہوئی ہے۔ ان باتوں کو دیکھتے ہی ہمارے دلوں میں فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا کوئی ایسی چیز ہے جو دنیا کو اس بلائے عظیم سے بچا سکے؟ اس کا جواب آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ اسی حالت میں بچ سکتی ہے جب یہ دُنیا کے موجودہ نجات دہندہ کی تعلیمات کی پیروی کریگی۔

ان تعلیمات میں سے ہم بعض کا مختصراً یہاں ذکر کرتے ہیں:۔

(۱) **عالمگیر محبت**:۔ جنگ بلا روک بڑھتی جا رہی ہے۔ لاکھوں ہی انسان ہر روز موت کے گھاٹ اُتارے جا رہے ہیں۔ جنگجو اقوام انسانوں کو قتل کر کے لطف اُٹھا رہی ہیں۔ یہ اس بات کا

نتیجہ ہے کہ ہم مادی طور پر بہت زیادہ ترقی کر گئے ہیں۔ مادی ترقی ہماری روحانی ترقی کی رکاوٹ ہوگئی ہے۔ اگر ہم اسی طرح مادیت میں بڑھتے گئے تو آخر کیا ہوگا؟ ہم سب گمنامی اور تاریکی کے گہرے غار میں جاگرینگے۔ ہمیں چاہئے کہ اب جبکہ ہم نے اپنی مادی قوتوں کو اس قدر ترقی دے لی ہے ہم یہ قوتیں اپنی روحانی قوتوں کو ترقی دینے میں لگائیں اور مادی اور روحانی قوتوں کا موازنہ قائم کریں تاکہ ہم کامل ترقی پائیں۔ ہماری روح خود غرضی اور حرص کی گھٹاؤں میں چھپی ہوئی ہے۔ ان گھٹاؤں کو دور کریں تاکہ ہماری روح ہمدردی اور محبت کے انوار کو ظاہر کرے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم عالمگیر محبت کو اپنا نصب العین بنائیں اور دوست و دشمن کو آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی بصیرت سے دیکھیں۔

(۲) **وحدت عالم انسانی**:- ہمیں طرح طرح کے تعصبات کے روگ لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک قومی تعصب ہے۔ موجودہ جنگ اسی تعصب کا نتیجہ ہے۔ یہ جنگ اس وقت تک نہ بند ہوگی جب تک وحدت عالم انسانی ہم میں جلوہ گر نہ ہوگی۔ ہمیں چاہئے کہ ہم دنیا کو فقط ایک وطن کی طرح دیکھیں۔ جب یہ اصول اچھی طرح ہم میں رائج ہو جائیگا تو جنگ خود بخود اٹھ جائیگی۔ صلح اکبر دنیا پر راج کریگی۔ مصیبت زدہ عالم انسان حیات جدید پائیگا۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں "تم سب ایک ہی درخت کے پتے اور ایک ہی باغ کے پھل ہو"۔

(۳) **تمام دین یا دھرم خدا کی طرف سے ہیں**:- جب کبھی لوگ برادری اور محبت کا دم بھرنے لگتے ہیں تو جنگ کے حامی پکار اٹھتے ہیں "دھرم لٹ گیا" "دین مٹ گیا" یہ وہ لوگ فقط اپنی غرض کو پورا کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بلا سوچے سمجھے ان کی پیروی نہ کریں۔ اگر کبھی اس قسم کا سوال اٹھے تو ہمیں چاہئے کہ ہم عقل سے کام لیں۔ جب تمام دین خدا کی طرف سے ہیں جو نور اور روشنی ہے تو پھر دین کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ دینی تعصبات کو ترک کریں۔ سچائی کبھی آلودہ نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کی لڑائیاں چھوٹے چھوٹے مذہبی جھگڑوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر یہ جنگجو لوگ صرف اتنا سوچیں کہ سب دین دھرم خدا کی طرف سے ہیں تو ان کو پتہ لگ جاتے کہ وہ کسی غیر کو نہیں بلکہ اپنے ہی بھائی کو قتل کر رہے ہیں۔ جوں جوں یہ حقیقت ان پر واضح ہوگی محبت اور آپس کی ہمدردی بڑھتی جائے گی۔ دشمنی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور اس بدقسمت ہندوستان میں صلح و امن کا راج ہو جائیگا۔

(۴) **اقتصادی مشکلات** - موجودہ اقتصادی انتظام یعنی استعماریت (کیپیٹلیزم) بہت برا ہے۔ موجودہ جنگ بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ بےحساب دولت اور ذلیل افلاس دونوں موجود ہیں جب تک اس برے اور ظالمانہ انتظام کے نقائص دور نہ کئے جائینگے دنیا میں امن کیسے ہوسکتا ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے ان نقائص کو دور کرنے کے لئے تعلیمات فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:- "دولتمندوں کو چاہئے کہ وہ اپنی دولت سے کچھ دیں۔ ان کو لازم ہے کہ وہ لوگوں کی دلداری کریں اور ہمدردانہ افہام وتفہیم کی عادت ڈالیں اور ان بدنصیبوں کا خیال کریں جو ضروریات زندگی سے بھی محروم ہیں"۔

(۵) **عدل و انصاف کا قیام** - موجودہ دنیا میں عدل و انصاف مفقود ہیں۔ طرفداری شیوہ ہر خاص و عام ہے۔ حضرت بہاء اللہ دیگر مظاہر الٰہی کی مانند عدل کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے عدل و انصاف کے قیام کو یقینی اور محکم بنانے کے لئے بیت العدل کی بنیاد رکھی۔ بیت العدل دنیا میں عدل و انصاف کو پھیلائے گا۔

یہ تمام باتیں تعلیمات بہائی میں موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ

مکمل مانند۔ تو توہمات کی ماری ہوئی۔ ظالم اور بے رحم دنیا اور پرکھی تعلیمات کے ذریعہ حیات تازہ پائے گی۔ گڑبڑی اور بدنظمی انتظام وترتیب سے بدل جائیگی۔ ناچاقی اور دشمنی کی تاریکی اتحاد و اتفاق کے نور سے کافور ہو جائے گی۔ زرد۔ بھوری۔ کالی۔ گوری سب تو میں ایک ساتھ مل کر رہیں گی۔ شہزوری وسینہ زوری کا زور نہ چلیگا حق والنصاف کا راج ہوگا۔ ظلم بیخ وبن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائیگا عدل کا دَور دَورہ ہوگا۔ محبت اور خیر خواہی ہمارے ہر کام کی محرک ہوگی۔ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرینگے۔

ظہور اللہ ولقاء اللہ

ذاتِ غیب یہ قطعی طور پر مسلم ہے کہ خدا ذاتِ غیب ہے۔ اس مفہوم کے لئے خدا کا ایک نام الباطن ہے۔ اسی بات کو قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے لا یحیطون بہ علما (طٰہٰ ع) کہ لوگوں کا علم وادراک خدا پر محیط نہیں ہوسکتا۔ لا تدرکہ الابصار (انعام) عقل وبصر اسے پا نہیں سکتی ہیں۔ کتاب مبارک ایقان میں ارشاد ہے کہ "غیب ہویہ ذاتِ احدیہ بروز وظہور وصعود ونزول۔ دخول و خروج سے مقدس ہے۔ ہر وصف کرنے والے کے وصف سے برتر ہے ہر ایک سمجھنے والے کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی ذات غیب میں تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی اپنی ہستی میں ہمیشہ ابصار و انظار سے پوشیدہ رہیگا۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (سورۃ الانعام) اسے ابصار ادراک نہیں کرسکتیں وہ ابصار کو ادراک کرتا ہے۔ وہ لطیف وخبیر ہے"

"تمام انبیاء، اوصیاء، علماء، عرفاء، حکماء اس جوہر الجواہر کی معرفت تک نہ پہنچ سکنے کا اعتراف کرتے ہیں اور اس حقیقت الحقائق کے عرفان سے عاجز رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔"

مظاہر قدرت خدا ذاتِ غیب ہے اور اس کا نام الباطن ہے ساتھ ہی اس کا نام الظاہر بھی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ باطن ہوتے ہوئے بھی ظہور فرماتا ہے۔ اللہ نور السمٰوات والارض (سورۂ نور) خدا تمام آسمان وزمین کی روشنی ہے۔

مظاہر عام

کتاب ایقان میں ارشاد ہے "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ صفات واسماءِ الٰہی کا جلوہ گاہ ہے۔ چنانچہ ہر ذرے میں اس آفتاب حقیقی کی تجلی کے آثار ظاہر وہویدا ہیں" (ایقان)

مظاہر خاص

"تمام موجودات میں سے خاص طور پر انسان اس خلعت سے مخصوص اور اس شرف سے ممتاز ہوا ہے۔ چنانچہ تمام صفات واسمائے الٰہی انسانی مظاہر کے ذریعے اکمل واشرف طور پر نمودار ہیں" (ایقان) "انسان جو مخلوقات میں سب سے اشرف واکمل ہے۔ سب چیزوں سے زیادہ قدرتِ الٰہی پر دلالت کرتا ہے اور سب معلولات سے بڑھ کر خدا کی قدرت کا نشان ہے" (ایقان)

مظاہر اخص واعلیٰ

" اور انسانوں میں سب سے کامل، افضل اور لطیف ترین نمایندے

آفتاب حقیقت کے مظاہر ہیں۔" اور یہ قدسی ہیاکل اوّلین قدیم آئینے ہیں جو غیب الغیوب اور اس کے تمام اسماء و صفات۔ اس کے علم و قدرت اور سلطنت و عظمت۔ رحمت و حکمت و عزت و جود و کرم کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تمام صفات ان جواہر احدیہ کے ذریعے ظاہر و ہویدا ہوتی ہیں اور یہ صفات صرف چند پیغمبروں سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مقرب پیغمبر اور مقدس اصفیاء ان صفات سے موصوف اور ان اسماء سے موسوم ہیں۔ نہایت یہ ہے کہ بعض پیغمبر بعض مراتب میں ظہور کے لحاظ سے بڑھ کر اور نور کے لحاظ سے برتر ہوتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے تلك الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض (ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے) (ایقان)

حضرت بہاء اللہ لوح تفسیر والشمس میں فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح یہ بندہ تم کو نصیحت کرتا ہے جس کے وجود کا ہر ایک عضو اور رگ رگ اس بات کی شاہد ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ سے اپنی عظمت و جلال کی بلندی اور رفعت و اجلال کی برتری میں ہے اور جن لوگوں کو اس نے حق و ہدایت کے ساتھ بھیجا یہ لوگ اس کی مخلوق ہیں۔ اس کی وحی کے مشارق اور اس کے بندوں کے درمیان اس کے امر کے مطالع اور اس کے الہام کے سرچشمے ہیں۔ انھیں کے ذریعے اسرار ظاہر ہوئے اور شریعتیں قائم ہوئیں اور خداوند غالب و مختار کا امر روشن ہوا۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی علیم و خبیر۔"

حضرت محمدؐ بھی مطلع اسمائے حسنیٰ تھے اسی لوح تفسیر والشمس میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:۔

"درود و سلام اسمائے حسنیٰ و صفات علیا کے اس مطلع پر جس کے نام کے ہر حرف میں اسمائے حسنیٰ کے خزانے پوشیدہ ہیں اور جس کے ذریعے عالم غیب و شہود کے کل وجود آراستہ ہوئے جس کا نام ملکوت اسماء میں محمد رکھا گیا اور جبروت بقاء میں احمد کے نام سے موسوم ہوا۔"

تمام مظاہر اعلیٰ کی نسبت کتاب ایقان میں فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ قدم کے آئینے اور ہویت کے مطالع اس آفتاب جود اور جوہر مقصود کی نمایندگی کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا علم اس کے علم کا نمایندہ ہوتا ہے۔ ان کی قدرت اس کی قدرت کا نشان ہوتی ہے۔ ان کی سلطنت اس کی سلطنت کو ظاہر کرتی ہے۔ ان کا جمال اس کے جمال کا جلوہ دکھاتا ہے۔ ان کا ظہور اس کے ظہور سے ہی ہوتا ہے۔"

اور فرماتے ہیں:۔

"ان مقدس انوار کی ملاقات سے خدا کی ملاقات حاصل ہوتی ہے اور ان کے علم سے خدا کا علم اور ان کے چہرے سے خدا کا چہرہ" (ایقان)

پیغمبر کا مقام فنا از نفس و بقا باللہ

پیغمبر جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ ما کان لرسول ان یأتی بآیة الا باذن اللہ (رعد ع) کسی رسول کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کوئی آیت و حکم خدا کی اجازت کے بغیر دیسکے ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (سورہ نجم ع) پیغمبر اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ وحی الٰہی سے بولتا ہے۔ قل ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ (انعام ع) اے پیغمبر کہدے کہ میں تو صرف وحی الٰہی کی اطاعت کرتا ہوں۔ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (انعام ع) کہدے کہ میری نماز۔ میری قربانی۔ میرا جینا۔ میرا مرنا سب خدائے رب العٰلمین کے لئے ہی ہے۔ پیغمبر کا اپنے آپ کو خدا کے حضور فنا کرنے اور صرف تجلی الٰہی کے باقی رہنے کا بیان کلام الٰہی میں بکثرت ہے۔ اور یہ مقام فنا از نفس اور بقا باللہ کا مقام ہے۔ اور یہ کلمہ اگر ذکر ہوتا ہے تو نیستی محض پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مقام ایسا مقام ہے جس کی

بابت کہا گیا ہے کہ نہ میں اپنے لئے کسی نفع یا ضرر کا مالک ہوں اور نہ حیات و نشور کا۔" (لوح ابن ذئب اُردو ص۹)

حکم اللہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنِ الحکم الا للہ (انعام ع)، ولا یشرک فی حکمہٖ احداً۔ (کہف ع) حکم کرنا صرف خدا کا حق ہے اور خدا اپنی حاکمیت میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔ اس کے ساتھ ہی رسول کو حاکم بناتا ہوا فرماتا ہے فاحکم بینھم بما انزل اللہ (مائدہ ع) "تو وحی خدا کے مطابق ان میں حکم کر۔" تو کیا خدا نے رسولوں کو شریک حکم بنالیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنا محکوم اور خلق کا حاکم بنایا۔ یہ خدا کی حکومت کا ظہور ہے۔ جس کا مظہر اعلیٰ پیغمبر کو مقرر فرمایا ہے یہاں پیغمبر ذاتی لحاظ سے فنا کے مقام میں ہے اور خدا ہی حاکم ہے یعنی پیغمبر کا ذاتی حکم کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے خدا کا حکم ہے۔ خدا سے الگ ہو کر تو رسول کا حکم ہی نہیں وجود بھی کچھ نہیں۔ کیونکہ کل شئ ھالک الا وجھہٗ ہر چیز فانی و نابود ہے۔ صرف جلوۂ الٰہی یا توجہ خداوندی مقام بقا میں ہے۔ اگر خدا کا جلوۂ قدرت نہ ہو تو کوئی چیز ہستی بھی نہیں رکھ سکتی۔ پس حقیقت میں حاکم صرف خدا ہے اور حاکمیت خدا ہی کا مقام ہے۔ اسی حاکم مطلق نے رسول کو خلق پر حاکم بنایا ہے۔ اسی بات کو نیابت یا مظہریت کہتے ہیں یعنی رسول حاکمیت الٰہیہ کا مظہر ہے۔ از خود کچھ نہیں۔ خدا نے ہی اسے اس مقام پر کھڑا کیا ہے۔ فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (نساء ع) "تیرے رب کی قسم۔ یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک تجھے اپنے اختلافات میں حکم نہ بنالیں اور جو فیصلہ تو کردے اُسے کھلے دل سے قبول کرلیں اور بے چون و چرا تسلیم کرلیں۔" پس خداوند عالم نے پیغمبر کو واجب التسلیم حاکم و حکم مقرر فرمایا۔ یہی مظہریت ہے۔

قولِ رسول قولِ الٰہی خداوند عالم اپنی وحی کو اپنا قول کہتا ہے قولہ الحق (انعام ع)، لقد وصلنا لھم القول (قصص ع) اس کے ساتھ ہی اپنے قول و کلام کو رسول کا قول کہتا ہے۔ انہٗ لقول رسول کریم (حاقہ ع) "یہ قرآن رسولِ کریم کا قول ہے" مقصد یہ ہے کہ یہ کلام خدا نے فرمایا ہے۔ رسول کی زبانی ظاہر ہوا ہے تو اسے خدا کا قول کہئے یا رسول کا قول کہئے۔ اپنے اپنے مقام پر ہر ایک نسبت درست ہے۔ خدا کا قول اصل حقیقت کے لحاظ سے ہے اور رسول کا قول واسطہ ہونے کے لحاظ سے ہے۔ یعنی رسول خدا کی صفتِ کلام کا مظہر یا جلوہ گاہ ہے۔ جیسے زبانِ انسان کی صفتِ کلام کے لئے مظہر یا جلوہ گاہ ہے۔ اسی وجہ سے آدمی دونوں طرح کی عبارت استعمال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا کہا مان لیجئے۔ یوں بھی کہتا ہے کہ میری زبان کا اعتبار کیجئے۔ ان دونوں عبارتوں کا ایک ہی مدعا ہے۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ قول کو خود اپنی طرف نسبت کیجئے یا زبان کی طرف نسبت کیجئے کوئی فرق نہیں۔ تمام قرآن لفظ قل سے بھرا پڑا ہے۔ قل یعنی اے پیغمبر کہدے اس اعتبار سے تمام قرآن قولِ رسول ہوا۔ اور اصل متکلم کے لحاظ سے قول خدا ہے۔ دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ بلکہ اس سے اصل حاکم اور نائب، مُظہر اور مظہر کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

فعلِ رسول فعلِ الٰہی قرآن مجید میں فرماتا ہے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (انفال ع)۔ "اے رسول! جب تو نے کنکریاں پھینکی تھیں تو تو نے نہ پھینکی تھیں۔ مگر خدا نے پھینکی تھیں"

یہاں صاف صاف فرماتا ہے کہ اے رسول! تو نے جو کنکریاں پھینکی تھیں وہ تو نے نہیں خدا نے پھینکی تھیں۔ اس عبارت سے یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ یہاں رسول خود خدا بنتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مقصد یہی ہے کہ باوجودیکہ بظاہر میں خود رسول نے ہی کنکریاں پھینکی تھیں لیکن خدا اس فعل کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ کیونکہ اصل میں تو قوتِ الٰہیہ تھی جو رسول کے وجود میں کام کر رہی تھی۔ اس لئے

رسول کے وجود کو یہاں مقام فنا میں رکھا اور بقا باللہ کے لحاظ سے فعل رسول کو فعل خدا کہا۔ کیونکہ حقیقت میں قوت و قدرت تو خدا ہی کی تھی۔ جو رسول کے ہاتھوں ظاہر ہوئی۔ رسول تو صرف مظہر تھا۔ اسی نقطہ نظر سے خدا نے رسول سے بیعت کرنے والوں کو خدا سے بیعت کرنے والا بتایا ہے۔ اور رسول کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (فتح ع) اے رسول! جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں حقیقت یہی ہے کہ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اسی حقیقت کو روشن کرنے کے لئے چند آیات قرآنی اور بھی لکھی جاتی ہیں :-

اصل	ترجمہ
(۱) ومن یطع اللہ ورسولہ (نساء ع، احزاب ع، فتح ع)	جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا۔
(۲) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (نساء ع، مائدہ ع، تغابن ع، نور ع)	اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو
(۳) اطیعوا اللہ ورسولہ (انفال ع، مجادلہ ع)	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو
(۴) اطیعوا اللہ والرسول (آل عمران ع، ع)	اللہ اور رسول کی اطاعت کرو
(۵) ومن یطع اللہ والرسول (نساء ع)	جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا۔
(۶) ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (نساء ع)	جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہی اللہ کا فرمانبردار ہے۔
(۷) ومن یعص اللہ ورسولہ (نساء ع، احزاب ع، جن ع)	جو اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہو
(۸) استجیبوا للہ وللرسول (انفال ع۳)	اللہ اور رسول کی بات مانو۔
(۹) الذین استجابوا للہ وللرسول (آل عمران ۱۸)	جو لوگ اللہ اور رسول کی بات مانتے ہیں۔
(۱۰) فردوہ الی اللہ والرسول (نساء ع)	تو اسے اللہ اور رسول کے سامنے پیش کرو۔
(۱۱) قل الانفال للہ والرسول (انفال ع)	کہدے ال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا۔
(۱۲) للہ العزۃ ولرسولہ (منافقون ع)	عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی۔
(۱۳) ما حرم اللہ ورسولہ (توبہ ع)	جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔
(۱۴) ما اتٰھم اللہ ورسولہ (توبہ ع)	جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں دیا۔
(۱۵) سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ (توبہ ع)	ہمیں خدا اپنے فضل سے اور اس کا رسول دے گا۔
(۱۶) واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ (توبہ ع)	اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے کہ اُسے خوش کیا جائے۔
(۱۷) اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ (توبہ ع)	اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انھیں مالدار بنا دیا۔
(۱۸) اذا قضی اللہ ورسولہ امراً (احزاب ع)	جب خدا اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دے۔
(۱۹) ومن یتول اللہ ورسولہ (مائدہ ع)	جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے۔
(۲۰) الذین یحاربون اللہ ورسولہ (مائدہ ع)	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں۔
(۲۱) شاقوا اللہ ورسولہ (انفال ع، حشر ع)	اللہ اور اس کے رسول کی انھوں نے مخالفت کی۔

(۲۲) من یحادد اللہ ورسولہٗ ۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی جھگڑا کرے (توبہ ع)

(۲۳) لمن حارب اللہ ورسولہٗ ۔ اس شخص کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت کرے۔ (احزاب ع)

(۲۴) ان کنتن تردن اللہ ورسولہ ۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہو (احزاب ع)

(۲۵) ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ (احزاب ع)

(۲۶) من حاد اللہ ورسولہٗ جس نے اللہ اور اس کے رسول سے عداوت کی۔ (مجادلہ ع)

(۲۷) ینصرون اللہ ورسولہٗ ۔ مومن اللہ اور رسول کی مدد کرتے ہیں (حشر ع)

(۲۸) مھاجراً الی اللہ ورسولہ ۔ جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرکے نکلے۔ (نساء ع)

(۲۹) لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ ۔ مومنو! اللہ اور رسول کے آگے مت چلو۔ (حجرات ع)

(۳۰) فاذا جاء رسولھم قضی بینھم ۔ جب ان کا رسول آجاتا ہے ان میں فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ (یونس ع)

(۳۱) وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔ ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ان تمام آیاتِ مبارکہ میں خدا اور رسول کی نسبت کتنے الفاظ ہیں جن میں خدا اور رسول کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ان امور میں خدا اور رسول کی یگانگت ہے۔ مثلاً کتنی ہی آیتوں میں خدا اور رسول کی اطاعت کو ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتادیا ہے کہ خدا کی اطاعت رسول کی اطاعت میں ہی مضمر ہے۔ یا یوں کہئے کہ رسول کی اطاعت کوئی الگ چیز نہیں۔ وہ صرف خدا کی ہی اطاعت ہے مگر چونکہ اطاعت کا تمام دستورالعمل رسول کے ذریعے ہی انسان کو ملتا ہے اس لئے رسول کا ذکر بھی ہے۔ ورنہ اصل میں اطاعت تو صرف خدا کی ہے۔ اب بار بار اطاعتِ رسول کا حکم دینا کیا یہ معنی رکھتا ہے کہ خدا اپنے ساتھ رسول کو بھی شریک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مقصد یہی ہے کہ خدا کی اطاعت کا ظہور اب خدا کے مظہر پیغمبر کی اطاعت میں ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ع)

اے رسول کہدے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ خدا تم سے محبت کریگا۔ اسی حقیقت کو یوں ظاہر فرمایا کہ تمام معاملات خدا اور رسول کے سامنے پیش کرو۔ روشن ہے کہ بندوں کے سامنے تو صرف رسول تھا۔ اس کے حضور میں معاملات کو پیش کرنا ہی خدا کے حضور میں پیش کرنا تھا۔

اسی طرح خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کا حکم ہے اور عجیب بات ہے کہ اس آیت میں یوں فرمایا ہے کہ خدا اور رسول اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو خوش کیا جائے۔ "ان یرضوہ" اس کو راضی کیا جائے۔ اس میں ضمیر مفرد رکھکر خدا اور رسول کی یگانگت ظاہر فرمادی۔ اس نظر سے خدا اور رسول الگ الگ نہیں۔

اسی طرح فرمایا کہ اللہ اور رسول کا فیصلہ ایک ہی ہے۔ یعنی فیصلہ تو اصل میں خدا ہی کا ہے مگر وہ رسول کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ فرمانا کہ جو لوگ اللہ اور رسول کو ایذا دیتے ہیں خدا رسول کی یگانگت کا اعلان ہے کہ اس آیت میں رسول کو ایذا دینا خدا کو ایذا دینا قرار دیا ہے۔ خدا تو اس بات سے منزہ و مقدس ہے کہ اسے کوئی ایذا دے سکے تو پھر یہ کہنا کہ جو اللہ کو ایذا دیتے ہیں یہی معنی رکھتا ہے کہ رسول کو ایذا دینا اللہ کو ایذا دینا ہے۔ اسی طرح ساتھ ساتھ بہت سی باتوں کو ملاکر خدا اور رسول کی یگانگت کو بتایا۔ مثلاً یہ فرمانا کہ اللہ اور رسول کے آگے مت چلو۔ بھلا اللہ کہاں

چلتا ہوا دکھائی دیا۔ جس کے آگے لوگ چل سکتے۔ البتہ رسول زمین پر
چلتے تھے تو خدا نے لوگوں کو آداب سکھایا کہ رسول کے آگے مت چلو۔ پیچھے
رہو۔ اور اس بات کو یوں کہا کہ اللہ اور رسول کے آگے مت چلو۔ تو
بین یدی اللہ کا مظاہرہ بین یدی رسول اللہ میں ہوا۔
مگر اس طرح ملا کر فرمایا کہ اللہ اور رسول کے آگے مت چلو۔ یعنی مظہر کی
بے ادبی کرنا مُظہر یعنی خدا کی بے ادبی ہے۔

ان آیات پر خوب غور کیجیے تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائیگا
کہ رسول کی حیثیت اپنے ذاتی وجود کے اعتبار سے مقام فنا میں ہے
اور مظہر حق ہونے کے اعتبار سے مقام بقا میں ہے۔ یہ کیفیت ہر
ظہور حق میں نمودار ہوتی رہی ہے۔ اب حضرت بہاء اللہ کے
زمانۂ ظہور میں یہ کیفیت فنا فی اللہ اور بقا باللہ نہایت ہی عظیم
پیرایے میں ظاہر ہوئی۔ یہانتک کہ فرماتے ہیں۔ آج خدا کا دن ہے۔ یہیں
سوائے خدا کے کسی کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔ آفتاب الوہیت کی کرنوں نے
تمام اسماء و القاب کو ہی سوخت کر دیا ہے۔ اور جیسے چودھویں کے
چاند کی روشنی میں تارے ماند پڑ جاتے ہیں۔ الفاظ نبی و رسول اس تجلی اعظم
میں محو ہیں۔ یہی راز تھا جو پیغمبروں نے کہا تھا کہ خود خدا آئیگا اور
خدا نے بار بار فرمایا تھا کہ میں آؤنگا اور بندے خدا کے پاس حاضر
ہونگے۔

بندوں کا خدا کے پاس آنا

(۱) من اتی اللہ بقلب سلیم (شعراء ع) جو کوئی تندرست دل لیکر
خدا کے پاس آئیگا (۲) حتی اذا جاءنا (زخرف ع) یہانتک کہ جب وہ
ہمارے پاس آتا ہے۔ (۳) لقد جئتمونا کما خلقنکم اول مرۃ
(انعام ع)، تم ہمارے پاس آتے ہو جیسا کہ ہم نے تمھیں پہلی بار بنایا تھا۔
(۴) من یأت ربہ مجرما (طٰہٰ ع) جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر
آئیگا (۵) ومن یأتہ مؤمنا (طٰہٰ ع)، اور جو اس کے پاس مومن بنکر
آئیگا (۶) لقد جئتمونا فرادی کما خلقنکم اول مرۃ (انعام)
تم تنہا تنہا ہمارے پاس آئے ہو جیسا ہم نے پہلی بار تمھیں بنایا تھا۔ (۷)
ویأتینا فردا (مریم ۵) اور وہ ہمارے پاس تنہا آئیگا۔ (۸)
وکلھم اتیہ یوم القیمۃ فردا (مریم ع) اور سب لوگ قیامت کے
دن خدا کے پاس تنہا آئینگے۔ (۹) اسمع بھم وابصر یوم یأتوننا
(مریم ع) کس قدر سنتے اور دیکھتے ہونگے جس دن ہمارے پاس آئینگے۔
(۱۰) یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا (مریم ع) جس دن ہم
پرہیزگاروں کو بارگاہ رحمن میں وارد کرینگے۔ (۱۱) یوم یقوم الناس
لرب العلمین (تطفیف) جس دن لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے
ہونگے۔

خدا کا بندوں کے پاس آنا

(۱) فاتی اللہ بنیانھم (نحل ع) خدا ان کی عمارتوں میں آگیا (۲) و
جاء ربک (فجر ع) اور تیرا پروردگار آئیگا (۳) ولقد جئنٰھم بکتاب
( ) اور ہم ان کے پاس کتاب لیکر آتے ہیں (۴) جئنا من کل
امۃ بشھید (نساء ع) اور ہر جماعت میں سے گواہ لے کر ہم آئینگے (۵)
جئنا بک علی ھؤلاء شھیدا (نساء ع) اور ان پر ہم تجھے گواہ لے کر
آئینگے (۶) ھل ینظرون الا ان یأتیھم اللہ (بقرہ ۲۶) یہ لوگ یہی
انتظار کرتے ہیں کہ خدا ان کے پاس آجائے (۷) ھل ینظرون الا ان یأتی
ربک (انعام ع) یہی انتظار کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار آجائے (۸) وجوہ
یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ (قیامۃ) بہت سے چہرے اس دن تر و
تازہ ہونگے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

ان تمام آیات مبارکہ میں بندوں کا خدا کے پاس آنا تصریح سے مذکور
ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ان آیات کا مفہوم کیا ہے۔ خدا کا بندوں
کے پاس اور بندوں کا خدا کے پاس آنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر نقل مکانی کے

طور پر خدا بندوں کے پاس آتا ہے تو ظاہر ہے یہ خدا کے لئے جسم و محدودیت کا اثبات ہے۔ اسی طرح بندوں کا خدا کے پاس جانا اگر اس طرح ہے کہ بندے کہیں سے چل کر کہیں دوسری جگہ جاکر خدا کے پاس پہنچتے ہیں تو بھی وہی تجسم کا اعتقاد پیدا ہوتا ہے۔ اگر خدا ہر جگہ موجود اور ہر جگہ حاضر ناظر ہے تو پھر بندوں کا خدا کے پاس جانا کیا بات ہوتی؟ خدا کو کسی دور جگہ عرش پر سمجھکر خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں کا سفر طے کرکے خدا کے پاس پہنچے تھے اور پھر حضرت موسیٰ کے سمجھانے پر بار بار لوٹ کر خدا کے پاس گئے۔ سو اگر قرآن خدا کو مجسم و محدود بتاتا ہے تو یہ باتیں صحیح ہو سکتی ہیں ورنہ بالکل خلافِ حقیقت ہیں۔ اور اگر قرآن خدا کو مجسم و محدود نہیں کہتا تو پھر خدا کا بندوں کے پاس آنا یا بندوں کا خدا کے پاس جانا کچھ اور حقیقت رکھتا ہے جسے معقول رنگ میں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ نہ عقلِ سلیم کے خلاف ہو اور نہ مسلماتِ قرآن کے خلاف ہو۔ اب سمجھئے کہ بندوں کا خدا کے پاس جانا یہ ہے کہ انسان کے دل سے پردے ہٹ جائیں اور وہ چشمِ بصیرت سے رحمت یا قہرِ الٰہی کی تجلی دیکھ لے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو حضورِ خداوندی میں مشاہدہ کرے۔ یہ کیفیت زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی انسانوں کو حسبِ حالات پیش آتی رہتی ہے۔ لیکن اس حقیقت کا سب سے بڑا ظہور اس وقت ہوتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ اپنی تجلیِ اعظم کسی پیغمبر یا مظہرِ ظہور کے ذریعے دنیا میں ظاہر فرماتا ہے۔ سب سے بڑی رحمت کا وقت یہی ہوتا ہے جو ابدی رحمت ساتھ لاتا ہے۔ اور یہی قہر کا بڑا وقت ہوتا ہے کہ تمام قہر اسی سے نمودار ہوتے ہیں۔ جو کوئی مظہرِ ظہورِ الٰہی کے ذریعے چشمِ حق بیں سے جلوۂ الٰہی دیکھتا ہے اس سے بڑھکر کوئی بصیر اور خوش نصیب نہیں اور جو کوئی اس آفتابِ ظہور کو نہیں دیکھ سکتا وہ ہمیشہ کے لئے دیدِ حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مظہرِ ظہور ہی وہ بابِ رحمت ہے جس کے ذریعے انسان نعیمِ ابدی اور عرفانِ الٰہی کی جنت میں داخل ہوتا ہے اور اس سے باہر رہ کر ہلاکت و ظلمت میں

گرفتار ہوتا ہے۔ آیاتِ مذکورہ میں کس قدر وضاحت اور کس قدر صراحت سے بیان فرما دیا ہے کہ قیامت کے دن خدا اپنے بندوں کے پاس آئیگا اور بندے خدا کے پاس آئینگے۔ جیسے کلامِ الٰہی پیغمبر کی زبان سے ہی ظاہر ہوتا ہے یعنی پیغمبر کے ذریعے خدا اپنے بندوں سے باتیں کرتا ہے یونہی پیغمبر کے ذریعے خدا بندوں سے ملتا ہے اور بندے خدا سے ملتے ہیں یہ حقیقت ہر پیغمبر کے وقت نمودار ہوتی رہی اور ہر پیغمبر کا زمانۂ ظہور، قیامت کا دن تھا۔ مگر ساتھ ہی ہر پیغمبر نے بڑے زور سے بشارت دی تھی کہ بڑی قیامت آنیوالی ہے جسمیں خدا اپنے بندوں سے ملے گا۔ ان سے باتیں کریگا اور انھیں اپنے پاس بلائے گا۔ اور بندے خدا کے پاس جائینگے۔ اور اس سے ملاقات کرینگے۔ اس بیان کی حقیقت وہی ہے جو ذکر کیگئی ہے کہ پیغمبر یا مظہرِ الٰہی کے ذریعے یہ ملاقات حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ قیامتِ کبریٰ اپنے وقت پر آگئی اور مظہرِ ظہور نے صور پھونک دیا۔ ندائے الٰہی بلند کر دی۔ اہلِ بصیرت جمالِ حق دیکھنے لگے اور بیمار آنکھوں والے چکا چوندھ میں پڑے ہوئے ہیں اور حیرت سے آنکھیں مل رہے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں صاف صاف فرمایا تھا کہ بہت سے لوگ اُس دن اپنے رب کا جلوہ دیکھینگے اور بہت سے اہلِ حجاب دیدارِ حق سے محجوب و محروم رہینگے۔

آیاتِ لقاء

"خدائے واحد شاہد ہے کہ لقاء سے بڑھ کر کوئی بات اور اس سے زیادہ صریح تر کوئی ذکر قرآن میں نہیں ہے" (ایقان)

(۱) الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم و انھم الیہ راجعون (بقرہ ع ۵) جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ (۲) واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ (بقرہ ع ۲۸) اور خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ تم اس سے ملنے والے ہو (۳) قد خسر الذین کذبوا بلقآء اللہ (انعام ع ۴) جن لوگوں نے خدا کی ملاقات کو

انکار کر دیا ہے وہ سراسر خسارے میں پڑ گئے۔ (۴) ثمّ اٰتینا موسی الکتاب تماماً علی الّذی احسن وتفصیلاً لکلّ شیئٍ وھدًی ورحمۃً لعلّھم بلقاء ربّھم یومنون (انعام ع۱۹) پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی نیکو کار پر اپنی نعمت پوری کرنے کو اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت و رحمت۔ تاکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات پر ایمان رکھیں (۵) انّ الّذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیٰوۃ الدّنیا واطمأنّوا بھا والّذین ھم عن اٰیاتنا غفلون اولٰئک مأوٰھم النّار بما کانوا یکسبون (یونس ع۱) جو لوگ ہماری ملاقات کی آرزو نہیں رکھتے اور سفلی زندگی میں مگن اور مطمئن ہیں اور جو ہماری آیات سے غافل ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ (۶) یوم یحشرھم کان لم یلبثوا الّا ساعۃً من النّھار یتعارفون بینھم قد خسر الّذین کذّبوا بلقاء اللہ وما کانوا مھتدین (یونس ع۵) جس دن خدا انھیں جمع کرے گا گویا وہ دن کی ایک گھڑی ٹھہرے۔ آپس میں تعارف حاصل کرتے ہونگے۔ جن لوگوں نے خدا کی ملاقات کو جھوٹ بات بتایا وہ خسارے میں پڑ گئے ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں۔ (۷) وما انا بطارد الّذین اٰمنوا انّھم ملاقوا ربّھم ولٰکنّی ارٰکم قوماً تجھلون (ہود ع۳) اور نوح نے کہا کہ میں ایمانداروں کو اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں۔ وہ تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں تم نادان قوم ہو۔ (۸) یدبّر الامر یفصّل الاٰیات لعلّکم بلقاء ربّکم توقنون (رعد ع۱) خدا امر کی تدبیر۔ آیات کی تفصیل کر رہا ہے تاکہ تم اپنے رب کی لقاء کا یقین کرو۔ (۹) الّذین ضلّ سعیھم فی الحیٰوۃ الدّنیا وھم یحسبون انّھم یحسنون صنعاً۔ اولٰئک الّذین کفروا باٰیات ربّھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزناً (کہف ع۱۲) جن لوگوں کی تمام کوشش دنیاوی زندگی میں محو ہوگئی اور اس خیال میں مگن ہیں کہ ہم تو بہترین ہنرمند اور دستکار ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کر دیا ہے۔ سو اُن کے کام ضائع ہو گئے۔ ہم قیامت کے دن اُن کیلئے کوئی وزن قائم نہیں کرینگے۔ (۱۰) وقال الّذین لا یرجون لقاءنا لولا اُنزل علینا الملٰئکۃ او نرٰی ربّنا۔ لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوًّا کبیرا (فرقان ع۳) اور جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے انھوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ اُترے یا ہم خود اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ یہ لوگ اپنے جی میں بڑے بنتے ہیں اور بڑی سرکشی کر رہے ہیں (۱۱) من کان یرجوا لقاء اللہ فانّ اجل اللہ لاٰتٍ وھو السمیع العلیم (عنکبوت ع۱) جو کوئی لقائے الٰہی کی آرزو رکھتا ہے تو خدا کا مقررہ وقت یقیناً آ رہا ہے (۱۲) والّذین کفروا باٰیات اللہ ولقائہ اولٰئک یئسوا من رحمتی واولٰئک لھم عذابٌ الیم. (عنکبوت ع۲) جو لوگ خدا کی آیات اور اس کی ملاقات سے منکر ہیں وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور انھیں عذاب الیم ہے۔ (۱۳) ان کثیراً من النّاس بلقاء ربّھم لکٰفرون (روم ع۱) اور اکثر لوگ اپنے رب کی لقاء سے منکر ہیں۔ (۱۴) وقالوا ءاذا ضللنا فی الارض ءانّا لفی خلقٍ جدید بل ھم بلقاء ربّھم کٰفرون (السجدہ ع۱) اور انھوں نے کہا کہ جب ہم بستی میں گم ہو چکے ہیں تو اب کیا ہم نئی پیدائش میں ہونگے۔ بلکہ یہ لوگ اپنے رب کی لقاء سے منکر ہیں۔ (۱۵) الا انّھم فی مریۃٍ من لقاء ربّھم الا انّہ بکلّ شیئٍ محیط (حم السجدہ ع۶) خبردار یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک و شبہ میں ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ خدا تو ہر چیز پر محیط ہے (۱۶) یا ایّھا الانسان انّک کادحٌ الی ربّک کدحاً فملاقیہ (الانشقاق) اے انسان! تو اپنے رب کی طرف جانے کی نہایت جد و جہد کر رہا ہے۔ سو آخر تو اس سے ملاقات کریگا۔"

حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں "تمام کُتب الٰہی میں وعدۂ لقاء

صرنجا تھا اور ہے اور اس لقاء سے مراد حق جل جلالہ کے مشرق آیات اور مطلع بینات اور مظہر اسمائے حسنیٰ اور مصدر صفات علیا کی لقاء ہے حق بذات خود و بنفس خود غیب منیع لا یدرک ہے۔ پس لقاء سے مراد اس نفس کی لقاء ہے جو بندوں کے درمیان خدا کا قائم مقام ہے "

(لوح ابن ذئب اردو ص۱۸۱)

مشرقِ وحی۔ مطلعِ امر۔ مامور بالنداء۔ مظہرِ الٰہی۔ مقامِ تجلی۔ مرکزِ لقاء

ان اول ما کتب اللہ علی العباد عرفان مشرق وحیہ و مطلع امرہ الذی کان مقام نفسہ فی عالم الامر والخلق (کتاب اقدس ص۱)

خدا نے سب سے پہلا کام جو بندوں پر فرض کیا ہے یہی ہے کہ خدا کے مشرقِ وحی اور مطلعِ امر کو شناخت کیا جائے جو عالمِ امر و خلق میں خدا کا قائم مقام ہے۔

....

لیس لمطلع الامر شریک فی العصمۃ الکبریٰ انہ لمظہر یفعل ما یشاء فی ملکوت الانشاء۔ (اقدس ص۱۵)

عصمتِ کبریٰ میں مطلعِ امر کا کوئی شریک نہیں۔ یہ مطلعِ امر عالمِ ہستی میں یفعل ما یشاء یعنی خدا کے اختیارِ مطلق کا مظہر ہوتا ہے۔

....

قل ھذا المطلع الوحی و مشرق الاشراق الذی بہ اشرقت الافاق لو انتم تعلمون (کتاب اقدس ص۷)

کہدے کہ یہ (بہاء اللہ) مطلعِ وحی اور مشرقِ اشراق ہے۔ جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے ہیں۔ کاش تمھیں اس حقیقت کا علم ہو۔

....

نبذ ما عند الناس و خذ ما

لوگوں کی باتوں کو چھوڑ دے اور

اتیٰ بہ مطلع وحی ربک (مجموعہ اقدس ص۱۸)

تیرے پروردگار کا مطلعِ وحی جو کچھ لایا ہے اُسے تھام لے۔

یا محمد قبل علی یذکرک المظلوم فی السجن الاعظم لیقربک الی اللہ مولی العالم الذی ظہر بمظہر نفسہ و مشرق آیاتہ ان ربک لھو المقتدر القدیر۔ (مجموعہ اقدس ص۸۳)

اے محمد علی! سجنِ اعظم میں مظلوم تجھے یاد کر رہا ہے تاکہ وہ تجھے اس مالکِ جہان کے قریب کر دے جو اپنے مظہرِ نفس اور مشرقِ آیات کے ذریعے ظاہر ہوا ہے۔ یقیناً تیرا رب قدرت و اقتدار کا مالک ہے۔

تاللہ کنت نائماً ایقظتنی ید ارادۃ ربکم الرحمٰن وامرنی بالنداء بین الارض والسماء لیس ھذا من عندی لو انتم تعرفون۔ (مجموعہ اقدس ص۱۰۵)

خدا کی قسم میں سویا ہوا تھا۔ تمھارے پروردگار رحمٰن کے ارادے کے ہاتھ نے مجھے جگا دیا۔ اور مجھے آسمان و زمین کے درمیان نداء بلند کرنے کا حکم دیا۔ یہ کارروائی میری طرف سے نہیں ہے۔ کاش اس حقیقت کو شناخت کرو۔

قد اخذ المختار من کفی زمام الاختیار واقامنی کیف شاء و انطقنی کیف اراد انہ ھو المقتدر علیٰ ما یشاء بقولہ کن فیکون (مجموعہ اقدس ص۱۰۶)

خدائے مختار نے میرے ہاتھ سے زمامِ اختیار لے لی اور جیسے چاہا مجھے برپا کر دیا۔ اور جس طرح چاہا مجھ سے کلام کرایا۔ یقیناً وہ مالک اقتدار ہے اپنے فرمان کن فیکون سے جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔

قل لا یُریٰ فی الکلمۃ الا مکلمھا ولا فی التجلی الا الاجمال المجلی ولا فی التنزیل الا المنزل المھیمن علیٰ ما خلق بقولہ کن فیکون (مجموعہ اقدس ص۱۲۸)

کہدے کلمہ کے اندر اس کا متکلم یعنی بولنے والا ہی دکھائی دیتا ہے اور تجلی میں مجلی یعنی جلوہ گر ہونے والا ہی نظر آتا ہے اور تنزیلِ وحی میں نازل کرنے والا ہی دکھتا ہے جو اپنے فرمان کن فیکون سے بنائی ہوئی تمام

لوحِ مبارک

بسم الله الاقدس الاعظم الاکبر الاعز الاجل الاکرم الافرد الاوحد

المتعالی الممتنع العزیز المنیع

یا نبیل قبل علیک بہائی وذکری وثنائی طوبی لک بما حضرت لدی الوجه وسمعت نداء ربک
رب العلمین وفزت بما اراد لک انه لهو الحاکم علی ما یرید یا نبیل قد حبس الغلام وارتفع نعیب
الغراب سوف تسمعه من اکثر البلاد اذا سمعت ولّ وجهک شطر الله المقدس العزیز المحبوب
قل وجهت وجهی الیک یا من توجهت الیک افئدة الاصفیاء ولاحت بک وجوه المرسلین اشهد
انک کنت مستویاً علی عرش التوحید لیس لک ند فی الابداع ولا شبه فی الاختراع من یدعی
بعدک امراً انه من المفترین قل یا قوم تمسکوا بهذا الحبل المتین انا نهیناکم عن الاوهام وامرناکم بالتوجه
الی سلطان الغیب والشهود الذی اشرق من افق الاقتدار انتم اتبعتم اهوائکم وتمسکتم باوهام انفسکم
وظننتم ربکم غافلاً عنکم لا ونفسی عندی علم ما کان وما یکون یشهد بذلک من عرف نفسی وقرء ما نزل
من لدن علیم خبیر انا دارینا مع العباد علی شأن ظنوا ما ظنوا الا انهم من الغافلین. قل ایاکم
ان تشرکوا بالله باسمی ارتفعت اعلام التوحید وظهرت آیات التجرید انه لهو الفرد الواحد
المقتدر القدیر ای نبیل علم حق بمقامی است که بعضی از عباد خود را عالم و عاقل و حق را غافل شمرده اند
هذا خسران مبین حرکت نمی کند شیء مگر باذن و اراده او و خطور نمی نماید در قلوب امری مگر
آنکه حق باو محیط و عالم و خبیر است بسا از نفوس که ارتکاب نمودند آنچه را که منهی بوده و مع علم بآن

ازحق جل فضله اظهار عنایت و مکرمت برحسب ظاهر مشاهده نموده اند و اینفقره را حمل بر عدم
احاطهٔ علمیهٔ الهیه کرده اند غافل ازانکه اسم ستارم هتک استار را دوست نداشته و رحمت سابقه
حجبات خلق را ندریده ای علی لعمری اسم غفارم سبب تعویق عقاب بوده و اسم وهابم علت تاخیر عذاب
تفصیل اینظهور اعظم ذکر نشده الا علی قدر معلوم ناس اگر در ما نزل فی البیان درست تفکر نمایند
برشحی از طمطام این بحر مرزوق خواهند شد انچه تاکیدات که در اقرار عباد از سماء ارادهٔ مالک ایجاد
در بیان نازل شده نظر بآن بوده که شجرهٔ ربانیه و سدرهٔ الهیه و قرة اعین ظهورات صمدانیه را شهود
وموجود ملاحظه میفرمودند و الا بکلمهٔ از انچه نازل شده تکلم نمیفرمودند در امتناع بیان رحمن را بالمشافه
استماع نمودی متوهمین بسیارند و هر یک بوهمی مبتلی شده اند ناس را از موهوم منع نمودیم که بسلطان شهود
تمسک جویند بعضی باوهامات نفسانیه خود تمسک جسته و تشبث نموده اند در تیه وهم سائرند و خود را
از اهل مکاشفه دانسته اند و در مفازهٔ غفلت ماشیند و خود را از فارسان میادین شهود شمرده اند
لعمری انهم من المتوهمین انهم من الهائمین انهم من الغافلین انهم من الصاغرین وانچه را
که صبیان ادراک نموده اند هنوز بآن نرسیده اند چه که هر صبیی عالم است براینکه اگر هر روز
ظهوری ظاهر شود اوامر الهیه و احکام ربانیه مابین بریه معطل و معوق و بی نفاذ خواهد ماند بگو
ای قوم اگر هوی شما را از مشرق هدی منع نمود اقلاً از انصاف تجاوز ننمائید اگر نفسی فی الجمله
منصف باشد هرگز بکلمهٔ که سبب تفریق ناس و اختلاف احباب شود تکلم ننماید بلکه بتمام همت و
قدرت در ارتفاع اسم اعظم سعی بلیغ و جهد منیع مبذول میدارد لعمری هم راقدون لو تراهم
بعینی لتجدهم من المیتین درحین مهاجرت از عراق اکثری از عباد را اخبار نمودیم بما ظهر
ویظهر چنانچه اگر الواح منزله قرائت شود کل تصدیق مینمایند انچه را که در این لوح از قلم صادق امین
جاری شده قل یا قوم لو تریدون ماء الحیوان تالله انه قد جری باسمه العلی الابهی طوبی للشاربین
ولو تریدون الاقتدار انه اشرق من افقی. تعالی ربکم و رب العلمین لو تریدون الآیات انها
ملأت الآفاق خافوا و لاتکونن من المتوهمین لو تریدون البینات انها بکینونتها قد ظهرت واشرقت

فی کل یوم من هذا الافق المبین. قل ان اجذبوا العباد بهذا الاسم الّذی به ظهرت الصیحة وحقّت
الساعة واخذت الزلازل کل القبائل وانفطرت السماء وانشقّت الارض ونسفت الجبال وظهر ما نزل
فی الواح الله المقتدر الملک العزیز العظیم من یدعی مقاماً وجذباً وولهاً وشوقاً بغیر هذا الاسم
انه من الاخسرین ولو یتکلم بکل البیان او یفجر الانهار من الاحجار ویسخر الارياح ويمطر السحاب
کذلک نزّل الامر فی هذه اللیلة المبارکة التی ینطق فیها لسان القدم باسمه الاعظم وجری کوثر
البیان من فم ربک الرحمن اذا فزت قم ثم ارفع یدیک قل لک الحمد یا اله من فی السموات والارضین
ای نبیل بنصائح مشفقانه ومواعظ حسنه از قبل این مسجون احبا را تکبیر بلیغ منیع برسانید وبگوئید الیوم
یوم نصرت امر الله است بحکمت وبیان ناظر باصل امر باشید واز دونش معرض که شاید سبب هدایت
واجتماع امم بر شاطی بحر اعظم گردید هیچ فضلی باین فضل معادله ننموده ونمی نماید ظهور قبلم ومبشر عوالم
جمیع بیان را در این ظهور اعظم معلق بکلمه بلی فرموده وکلمه از سماء مشیتش نازل نشد مگر آنکه ازان کلمه
نفحه تقمیص حیّ استنشاق شده ومیشود ناس را از انکار بالمرّه نهی فرموده اند وحال آنکه مدّعیان کذبه
بسیار مشاهده میشوند ودر هر وقت بوده وخواهند بود واحدی تفکر در این ننمود که آیا سبب
چیست وعلّت چه که جمیع را امر فرموده اند که در آن یوم ببیان وما نزّل فیه از جمال قدم محجوب
نمانند طوبی للعارفین طوبی للمتفرسین طوبی للمتوسمین. طوبی للفائزین لعمری این نبوده مگر آنکه
مشاهده میفرمودند که لسان قدم در قلب عالم انّه لا اله الا انا ناطق است اگر در بحور این بیان
تفکر نمایند وتمسک کنند بر علت تاکیدات لانهایه که در بیان از قلم امر نازل شده مطلع میشوند عرفان این مقام
مفتاح علوم حق است بر کل لازم است جهد نمایند که شاید بآن فائز گردند وبعتبین کامل شهادت دهند
قد ظهر محبوب العٰلمین بگو ای منصفین الیوم یومی نیست که باوهام النفس خود ناس را متوهم نمائید
واز شاطی احدیه محروم کنند الیوم یومی است که باین اسم اعظم ما بین امم ندا نمایند سخروا العالم
بهذا الاسم الممتنع المنیع. امینست حق وذکر حق وبیان حق ونیست بعد از او مگر گمراهی آشکار
انشاء الله باید بکمال خلق تبلیغ فرمائید ومحاربه وفساد جمیعاً در این ظهور اعظم نهی شده هذا من

فضله علی الأمم ولکن الناس اکثرهم لا یفقهون بگو ای عباد امر الله را لعب صبیان شمرید و از احاطهٔ علمیهٔ الهیه غافل مباشید جمیع بوجه منیر و لسانِ صادق و قلبِ پاک و استقامتِ تمام و امانتِ صرف و تقدیسِ بحت و تنزیهِ بات ما بین بریه مشهود باشید و بذکر و ثنای حق ناطق کمر خدمت محکم نمائید که شاید در غرّهٔ عین ایام الله بخدمتی فائز گردید و مرتکب نشوید اموری را که ضررش بر شما و عباد الله وارد شود سببِ هدایت باشید قولاً و فعلاً این است نُصحِ اعظم که از قلم قدم جاری شده چندین سنه حمل بلایا و رزایا نمودیم تا آنکه امر الله ما بین سواه مرتفع و ظاهر شد حال سبب تضییع آن مشوید و ذیلِ مقدس را بطینِ اوهامِ النفسِ غافله میالائید نوالذی اتانی مقامهٔ لمن فی السموات والارض که آنی ملاحظهٔ خود را ننمودیم لم یزل ولا یزال طرفِ ابهی بأفقِ امر متوجه نظر بعزتِ امر ذلتِ کبری را قبول نمودیم وما اردت لنفسی بل لنفس الله لو کنتم من العارفین وما اردتُ امری بل امر الله لو کنتم من المنصفین وعمری امرهٔ امری وامری امرهٔ طوبی للعارفین ولکن از برای حق نفوسی است که ندای ماسواه را طنینِ ذباب دانند ومن فی العالم را معدوم مشاهده نمایند و از شطر قدم و منظر اکبر نظر باز ندارند ایشانند اهلِ بهاء و ساکنین فلکِ حمراء علیهم ذکر الله و ثنائه و ثناء الملأ الأعلی۔

ای نبیل قبل علی بعضی از ناس بسیاری الصاف مشاهده میشوند در حسن بجستانی مشاهده نما وقتی در عراق بین یدی حاضر و در امر نقطهٔ اولی روح ماسواه فداه شبهاتی بر او وارد چنانچه تلقاء وجه معروض داشت و جواب بالمواجه از لسانِ مظهر احدیه استماع نمود و از جمله اعتراضاتیکه بر نقطهٔ اولی نموده آنکه آنحضرت در جمیع کتبِ منزله حروفِ حی را باوصافِ لاتحصی وصف نموده اند و من یکی از نفوس محسوبم و بنفسِ خود عارف و مشاهده مینمایم که ابداً قابلِ این اوصاف نبوده و نیستم نفسِ اوصاف سببِ ریب و شبههٔ او شده و غافل از انکه زارع مقصودش سقایهٔ گندم است ولکن زوان بالتبع سقایه میشود جمیع اوصاف نقطهٔ بیان راجعست باول من آمن وعدهٔ معدودات حسن و امثالِ او بالتبع بماءِ بیان و اوصافِ رحمن فائز شده اند و این مقام باقی تا اقبال باقی و اذا یأفل مقر

راجع امنیست که میفرماید بسا از اعلی شجرهٔ اثبات در ظهور نیر اعظم از ادنی شجرهٔ نفی محسوب میشوند الامر بیدالله انه لهو الحکیم العلیم اوصاف حضرت نظر آن بوده که این نفوس بر حسب ظاهر بکلمهٔ بلی فائز شدند ولکن جمیع را تصریحًا معلق و منوط باین ظهور اعظم فرموده اند ان رأیته ذکره من قبلی لعلک تجده من الراجعین الی الله الذی خلق کل شیٔ بامر من عنده انه ولی المقبلین قل ان انصف یا عبد تالله لو تنصف و تتفکر فیما نزل فی البیان لتصیح باسمی و شأنی بین العالمین ـ مخصوص میفرماید ببیان و ما نزل فی البیان وحروفات بیان از مظهر رحمن محتجب نمانید چه که کل بیان ورقه ایست از ان رضوان حقیقی در امر نقطه اولی هم مستقیم نبوده همیشه مضطرب و متزلزل مشاهده میشده عسی الله ان یعرفه مطلع امره ولیقربه الیه انه علی کل شئ قدیر مخصوص در بیان بحروفات حی خطاباتے فرموده اندکه اگر عارف بآن شوند البته خود را هلاک نمایند که مبادا کلمهٔ از مصدر الوهیه نازل شود که رائحهٔ عدم رضا در حق ایشان استشمام گردد بگو ای حسن تفکر لتعرف لعلک تجد الی المحبوب سبیلا براو لازم کتاب بدیع که باسم یکی از احباب از مطلع بیان رب الارباب نازل شده بسیار ملاحظه نماید لعله یتخذ المقصود لنفسه محبوبا.
عجبست که بحرفی از بیان فائز نشده اند و تفکر در تاکیدات لاتحصی که از معین قلم اعلی جاری شده ننموده اند لعمری لو یتفکرون لیعرفون میفرماید اگر نفسی بیک آیه ظاهر شود ابدا تکذیب او نکنید واگر ادعا نماید نفسی من غیر برهان تعرض ننمائید این بسی واضح ومشهود است چون طلعت احدیه مطلع ظهورات عزت صمدانیه را مشهود ملاحظه میفرمودند و عالم بآن بودند که احدی جز آن طلعت قدم قادر بر نداء نخواهد بود لذا کل را تربیت فرمودند که بر این شریعه جمع شوند و بشانی در آیات منزله تاکید فرموده اند که از برای احدی مجال توقف واعتراض باقی نمانده والا ابدا بامثال این کلمات متکلم نمی فرمودند چنانچه حال قلم قدم واسم اعظم میفرماید اگر نفسی بکل آیات ظاهر شود قبل از اتمام الف سنه کامله که هر سنه آن دوازده ماه بما نزل فی الفرقان ونوزده شهر

بما نزل فی البیان که بر شهر نوزده یوم مذکور است ابداً تصدیق منمائید. در یکی از الواح
ما دل من یدعی امراً قبل اتمام الف سنة کاملة انه کذاب مفتر نسئل الله ان یؤیده علی الرجوع
ان تاب ان ربک لهو التواب و ان اصر علی ما قال یبعث علیه من لا یرحمه ان ربک شدید العقاب
چه که ضرر این نفوس بحقیقت شجره ربانیه راجع و سبب اختلاف و جدال و نزاع و تزلزل قلوب ضعیفه
و عدم استقرار امر ما بین بریه بوده و خواهند بود فاسئل الله ان یعرفهم انفسهم و یؤیدهم علی ما اراد
ان ربک لهو الغفور الرحیم بگو امر الله را لغو مدانید ای صاحبان ذائقه بحر عذب فرات
در امواج بملح اجاج قانع مشوید در بیانات رحمانی تفکر نمائید و ببصر حدید در آن نظر کنید
که شاید برشحی از بحر معانی که در بیان مستور است فائز شوید و در این فجر روحانی خود
و عباد را از هبوب اریاح قمیص رحمانی محروم ننمائید قسم لبساط قدم ان البهاء ینوح علیکم
و یبکی لکم و ما اراد لنفسه شیئاً و قبل ضر من علی الارض کلها لخلاصکم و
نجاتکم و اقترابکم الی الله العزیز الحمید کذلک القینا علیک
لتبلغ امر مولاک بالحکمة و البیان انه یؤیدک و انه
لهو المستعان والبهاء علیک و علی ابنک و
علی الذین یسمعون قولک فی امر ربک
العزیز المنان

نطقِ مبارک

شب محفل عظیم و مجلس مہمی در انجمن تیاسفیهای نیویورک بود و خطابهٔ مبارکه از قدمت سلطنت الهیه و عدم انقطاع فیوضاتِ مخصوصهٔ ربانیه که همیشه حق بوده و خواهد بود و در ظلّ فیوضاتِ رحمانیهٔ او همیشه خلق مستفیض و موجود و از انوارِ مظاهر فضل وجودش مستنیر و منوّر سنّة الله التی قد خلت من قبل و لن تجد لسنّة الله تبدیلاً و لا تحویلا ۔ و صورت خطابهٔ مبارکه در آن مجلس اینست (۴ر دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء)

هو الله

نفوسیکه خبر از عالمِ حقیقت و تتبّع در کائنات ندارند اکتشافِ حقائق نتوانند و تحرّی حقیقت ننمایند آن نفوس نظری سطحی دارند ۔ جهل محض‌اند و تقلید محض آنچه از آباء شنیده‌اند بآن معتقدند ابداً از خود نه دانش و هوش دارند و نه چشم و گوش اعتماد بر حکایات و روایات نمایند و بر حسب افکار اجدادِ خویش رفتار کنند و همچو گمان نمایند که سلطنتِ الهیه حادث است چنین اعتقاد دارند که این عالم وجود شش هزار ساله یا هشت هزار ساله است و پیشتر خدا خلقی و سلطنتی نداشته اگر چنین باشد نعوذ بالله الوهیت حادث است نه قدیم و حال آنکه مادام خدا بوده خلق هم داشته مادام نور بوده مستنیر هم بوده زیرا بدون مستنیر نور ظهور ندارد و بدونِ خلق خالقی ثبوت نشود الوهیت مقتضی خلق است ۔ رازق باید مرزوق داشته باشد ۔ تصوّرِ الوهیت بدون مخلوقات و کائنات مثل اینست که تصوّر سلطنتی بدونِ کشور و لشکر نمائیم ۔ پادشاه لابد کشور دارد آیا ممکن است شخصی پادشاه باشد بدونِ مملکت و رعیت ؟ این مستحیل است اگر وقتی بوده که نه لشکری بوده و نه کشوری چگونه میتوان گفت پادشاهی بوده پس لابد حق خلق داشته در این صورت چنانچه حقیقتِ الوهیت اوّل و آخری ندارد خلق او نیز اول و آخری نداشته و نخواهد داشت همیشه خدا خالق و رازق بوده همیشه محیی بوده وقتی نبوده که صفاتِ الوهیت و ربوبیت معطل بوده باشد ابداً تعطیل جائز نه این خورشید بشعاع و حرارتش آفتاب است اگر تصوّر کنیم که وقتی آفتاب شعاع و حرارت نداشته باشد

باید بگوئیم از اصل آفتابی نبوده مادام شعاع و حرارت نداشته شمس نبوده همین طور اگر بگوئیم وقتی خدا مخلوق نداشته
مرزوق نداشته باید بگوئیم خلاقی نبوده و این انکار قدمت دلیل بر حدوث ربوبیت است این واضحست که این کائنات نامتناهی
این کارخانهٔ قدرت این فضای غیر متناهی و این اجسام عظیمه شش هفت هزار ساله نیست خیلی قدیمیست امّا اینکه در تورات
ذکر شش هزار سال است این معنی دارد بظاهر نیست زیرا میفرماید خدا در هفت روز آسمان و زمین را خلق فرمود با آنکه
قبل از خلق آسمان و زمین آفتابی نبوده شرق و غربی وجود نداشته چگونه بدون آفتاب روز تحقق یابد پس معنی دیگر دارد.
مقصد اینست که سلطنت الهیه قدیم است نه حادث همیشه خلق داشته کشور و لشکر داشته و خواهد داشت لهذا فیض الهی و
تجلیات او مستمر است انقطاعی ندارد چنانچه برای شعاع و حرارت آفتاب انقطاعی نیست همچنین مظاهر مقدسهٔ الهیه که مطالع فیوضات
ربانیه اند همیشه بوده و هستند و آن مظاهر مقدسه بجهت چه ظاهر میشوند حکمت و نتیجهٔ ظهورشان اینست که در عالم انسانی صورت
و مثال الهی ظاهر شود زیرا که حقیقت عالم انسانی حائز دو صورت است و دارای دو جنبه یکی صورت و مثال الهی است و ثانی
جهت جسمانی و جنبهٔ شیطانی چه که غیر از جسم انسان را حقیقتی است که آن را قالب مثالی یا صورت و خلعت ملکوتی گویند در حینیکه
انسان می گوید من دیدم من گفتم آن کیست که می گوید من دیدم واضح است که او غیر از جسم است وقتیکه فکر می کند مثل اینست که
با خود مشورت مینماید معلوم است حقیقت ثانویه هست که با او مشورت می کند جسم نیست که با انسان رای میدهد که این کار را بکنم یا نه مضرتش
چیست و فوائدش چه چه بسیار میشود که انسان در امری ارادهٔ قطعی مینماید و بعد باندک تأمل و فکر از آن امر منصرف میشود چرا
بجهت اینست که با حقیقتی مشورت کرده و ملتفت مضرت آن امر شده لهذا از آن منصرف گشته از این گذشته در عالم رؤیا انسان
سیر می کند و حال آنکه جسم اینجاست امّا روح سائر در شرق و غرب دنیا آنکه سیر می کند کیست حقیقت ثانویه است شخص مرده
است جسمش زیر خاک است ولی روح انسان با او در خواب سوال و جواب مینماید آن کیست که انسان با او سوال و جواب
می کند او حقیقت ثانویه است پس در انسان غیر از جسم حقیقت دیگر است مثلاً جسد ضعیف میشود امّا آن حقیقت بر حالت واحد است
جسم فربه میشود و حقیقت بر حال واحد ماند جسد ناقص شود و حقیقت بر حالت اولیه مشاهده شود جسم انسان در خواب مثل مرده است
ولی آن حقیقت در سیر و حرکت است ادراک دارد گفتگو مینماید و اکتشاف امور می کند آن حقیقت قالب مثالی است و هیکل ملکوتی
نه جسم عنصری کاشف حقائق است و مدرک اشیا. اکتشاف علوم و فنون و صنائع میکند قوهٔ برقیه و سائر قوی را تسخیر مینماید
و با شرق و غرب عالم در آنِ واحد مخابره می کند واضح است که این جسم و جسد نیست اگر جسد بود بایستی در حیوان هم نمونهٔ این

کمالات باشد زیرا حیوان با انسان در جمیع قوی مشترک است پس آن قوه حقیقت ثانویه ای است که کاشف حقائق اشیاء است محیط به کائنات است واقف اسرار است هادی ملکوت است در رهبر اهل ناسوت آن حقیقت است که انسان را از حیوان ممتاز نماید لکن این حقیقت ما بین عالم الهی و رتبه حیوانی است. اگر قوه ملکوتیه غلبه نماید حقیقت انسانیه اشرف مخلوقات شود و دارای صورت و مثال الهی گردد و اگر جهت حیوانیه غالب آید از حیوان پست تر شود چه که حالات و شئونات حیوانیه در انسان ظهورش بیشتر و مضراتش شدیدتر است مثل غضب و شهوت و منازعه بقا. جنگ و جدال. خدعه و تزویر حرص و سعی از نقائص عالم انسانی و خصائص عالم حیوانی است مثلاً مانند روباه انسان بی تربیت مکار است در حیوان حرص است در انسان هم هست در حیوان تعدی و شهوت است در انسان هم هست زیرا حقیقت انسانیه جامع است لذا آنچه در حیوان است ظهورش در انسان اشد است و آن مقتضیات عالم طبیعت است ظلمات نقائص که سبب ذلت کبری است و بلیه عظمی و از جهت دیگر در انسان کمالات و فیوضات الهی است که سبب سعادت سرمدی است و مایه عزت ابدی مانند عدل و وفا صدق و صفا حکمت و تقی رحم و مروت محبت و مودت رفعت و معرفت که بسبب این کمالات انسان احاطه بحقائق اشیاء نماید و کشف اسرار کند پس حقیقت انسانیه بین ظلمت و نور است و دارای سه صورت صورت ملکوتی صورت انسانی و صورت طبیعی. صورت طبیعی ظلمت اندر ظلمت است و مایه زحمت و ذلت و سبب نزاع و جدال و حرب و قتال. اما صورت ملکوتی که منتها رتبه عالم انسانیست نور علی نور است و وسیله حصول سعادت عظمی و مراتب صلح و صلاح و عزت و علا مظاهر مقدسه الهیه بجهت این ظاهر شدند که ظلمات عالم حیوانی را بانوار صفات ملکوتی زائل فرمایند و نقائص عالم طبیعت را بکمالات الهیه مبدل کنند تا جهت ملکوتی غالب آید و صورت و مثال الهی در عالم انسانی جلوه نماید نورانیت الهی و فضائل رحمانی ظاهر شود پس این مطالع مقدسه مربی عالم وجودند و معلم عالم انسانی نفوس بشری را از ظلمات ضلالت و غفلت و نواقص و رذائل عالم طبیعت نجات دهند و بفضائل و فضائل روحانیه دلالت کنند جاهلند عالم گردند حیوانند انسان شوند. درنده اند فرشته گردند ظالم و متکبراند عادل و خاضع شوند تا انسان زمینی آسمانی شود ناسوتی ملکوتی گردد طفل رضیع مقام بلوغ یابد فقیر و ذلیل غنی و عزیز شود خلاصه اگر ظهور مظاهر مقدسه نبود جمیع بشر در صقع حیوان بودند بلکه پست تر البته اگر اطفال بشر تربیت نشوند در مدارس داخل نگردند بدون مربی جاهل و نادان مانند و اگر تلال و جبال بحال طبیعی گذارده شود جنگل و آجام گردد اثمار آبدار ببار نیارد و فواکه طیبه ندهد اما چون در تحت تربیت باغبان در آید ازهار و اثمار لطیفه دهد فیض و برکت کلیه حاصل نماید پس عالم خلقت بمقتضای طبیعت جنگل و خارزار است و مظاهر مقدسه باغبان الهی و مربی عالم انسانی که بتربیت عالم وجود پردازند

تا اشجار نفوس سرسبز و خرّم ماند لطافت و نظافت یابد و اثمار طیّبه دهد سبب زینت حدائق حقائق انسانیه گردد لهذا این فیض الهی و تربیت ربّانی مستمر است نمی شود که این فیض عظیم منقطع گردد و این جلوه رحمانی تمام شود شمس حقیقت همیشه در غروب باشد غروبی که آن را طلوعی در پی نباشد. ممانی که او را حیاتی از عقب نیاید آیا این سزاوار عالم الهی و شمس حقیقت است که در غروب ابدی ماند. و از تربیت عالم وجود ممنوع؟ لا واللّه وجود شمس برای افاضه است چگونه غروب دائمی نماید و فیض او انقطاع جوید بلکه فیض او مستمر است آفتابش همیشه طالع است و آثارش دائم و ظاهر نمیش مدام در مرور است و الطاف و مواهبش در بروز و ظهور لهذا باید همیشه منتظر و امیدوار بود و متوجه ملکوت فیوضات پروردگار که بظهور مظاهر مقدسه عالم بشر فیض جلیل اکبر یابد جهان جهان دیگر شود و عالم امکان غبطه جنت رضوان گردد امّا ظهور مظاهر الهیه باید باکمل صورت باشد و باعظم شئون و کمالات ظاهر شود یعنی با قوّتی الهی و نفوذی آسمانی تا ممتاز از سائرین باشد و در جمیع صفات و آثار اولی و اقدم مثل اینکه آفتاب از جمیع ستاره ها ممتاز است هر چند در مقام خود کواکب و نجوم نیز روشنند و در لیالی درخشنده امّا شمس را تابش دیگر است و تاثیراتش برتر باید مظهر فیض الهی نیز چنین باشد تا ثابت شود که معلّم الهی است و مربّی عالم انسانی شمس حقیقت است اعظم تجلّی است و اول جلوه آسمانی تابش و تاثیراتش بذات خود است نه اکتساب از نفوس بشری و الّا باید بگوئیم کمالاتش مأخوذ از سائرین است چگونه میشود شخصی را که دیگران تربیت کنند او مربّی عالم انسانی شود مظهر فیض الهی باید مستقل باشد نه مستقل مربّی باشد نه مربوب کامل باشد نه ناقص غنی از ماسواه باشد نه محتاج تربیت اهل دنیا جامع جمیع کمالات باشد نه محدود و محصور تا بتواند نوع بشر را تربیت کند ظلمات جهل و نادانی را زائل نماید بقوّه الهیه عالم را عالم دیگر نماید صلح عمومی را ترویج کند وحدت عالم انسانی را مروّج باشد ادیان مختلفه را متحد سازد لهذا امید چنان است که الطاف و مواهب ربّانی ظهوری شدید یابد انوار شمس حقیقت دیده های ما را روشن کند دلها را نورانی نماید ارواح را مستبشر سازد همم عالیه بخشد و حیات ابدیه دهد تا منتهی رتبه عالم انسانی نائل گردیم من نه ماه است در امریکا در اغلب شهرها در کنائس و مجامع علمی صحبت کرده ام نفوس را بوحدت عالم انسانی متذکّر نموده جمیع را بالفت و یگانگی نوع انسان خوانده ام فی الحقیقه نهایت رعایت را از اهالی امریکا دیدم الحق ملّت امریکا ملّت نجیبه است استعداد هر کمالی دارد و تحرّی حقیقت نماید و حال عزم حرکت دارم فردا میروم لذا خدا حافظی میکنم. و از برای شما تائیدات آسمانی می طلبم و عزّت ملکوتی و حیات ابدی میخواهم تا بمنتها مقامات عالم انسانی رسید و نهایت ممنونیت را از شماها دارم هیچ وقت شما را فراموش نخواهم کرد بلکه همیشه بدرگاه الهی تضرّع و زاری نمایم و شما را توفیق رحمانی و برکت و فیض آسمانی جویم. انتهی

(بدائع الآثار جلد اول ص ۴۰۵)

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم — ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء — نمبر نہم

برادرانِ روحانی :

تحیاتِ محبت ۔ تائیدِ الٰہی شاملِ حال ہو

ہزار ہزار شکر کہ خداوند عالم نے ہمیں اپنے امرِ مبارک سے فائز فرمایا۔ اور خدمتِ امر کی توفیق عطا فرمائی۔ "پیامبر" منادیِ امراللہ ہے۔ آپ اُسے شوق اور محبت کے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور چشمِ بصیرت سے پڑھتے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۲ء کا اعانہ اپنے اپنے مقام کے خزینہ دارِ محفل مقدس روحانی کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔ وہ تمام اعانات جمع کر کے "جناب آقای اسفندیار بختیاری خزینہ دارِ محفل مقدس روحانی ملی کارنر ہاؤس پرڈی روڈ کیمپ کراچی" کو ارسال فرمادینگے۔ جہاں محفل نہیں وہاں کے احباب اپنا اپنا اعانہ براہِ راست اسی پتہ پر کراچی بھیجدیں۔ یاد رہے کہ پیامبر کی سالانہ قیمت اب تین روپیہ کی بجائے چار روپے ہے۔ لہٰذا چار روپے کا منی آرڈر بھیجنا چاہیے۔ منی آرڈر کوپن میں تصریح فرمادیجئے کہ "پیامبر کی قیمت ہے"

پادشاہانِ زمین

حضرت ولیِ امراللہ شوقی ربانی کی کتاب "آمدِ یومِ موعود" سے ترجمہ

سلسلہ کے لئے دیکھو پیامبر ماہ اپریل ۱۹۴۲ء

اس کے علاوہ کتابِ اقدس میں قسطنطنیہ کے لئے یہ سخت خطاب موجود ہے :-

اے وہ جگہ جو دو سمندروں کے کناروں پر واقع ہے ! میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ظلم کی کرسی تجھ پر بچھائی گئی ہے اور نفرت و دشمنی کی آگ تیرے سینے میں بھڑک اٹھی ہے۔ اس حد تک کہ ملأ اعلیٰ اور طائفین عرش معلّیٰ رونے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نادان تجھ میں عقلمند پر حکومت کر رہا ہے۔ اور تاریکی، روشنی کے خلاف لاف زنی کر رہی ہے۔ اور تو کھلے غرور سے مخمور ہے۔ کیا تجھے تیری ظاہری شان و شوکت نے مغرور بنا دیا ہے ؟ اس کی قسم جو تمام نوعِ انسان کا پروردگار ہے وہ دن دور نہیں جب تیری یہ شان و شوکت خاک میں مل جائے گی۔ اور تیری بیٹیاں اور تیری بیوائیں اور وہ تمام لوگ جو تیرے اندر آباد ہیں آہ و بکا کرینگے۔ اس طرح تجھے علیم و حکیم خداوند خبر دیتا ہے۔

ناصرالدین شاہ کے متعلق لوحِ سلطان میں جو عکا سے انہیں بھیجی گئی تھی اور جو حضرت بہاءاللہ کا کسی ایک بادشاہ کے نام سب سے لمبا مکتوب ہے، فرمایا ہے :-

"اے پادشاہ ! میں بھی خدا تعالیٰ کے معمولی بندوں کی طرح اس کا ایک بندہ تھا اور راحت کے بستر پر آرام سے سویا ہوا تھا کہ یکایک خدا کی نسیم لطف مجھ پر ہو کر گذری اور جو کچھ ابتدائے آفرینش سے ابتک ظہور میں آیا اس کا اس نے مجھے علم دیا۔ یہ بات میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اسی غالب باخبر کی طرف سے ہے۔ اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں دنیا میں اس کے نام کی منادی کروں۔ اس حکم کی بجا آوری میں مجھے وہ وہ مصیبتیں جھیلنی پڑیں کہ انہیں دیکھ کر حق آگاہ لوگوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ میں نے نہ وہ علوم پڑھے ہیں جو لوگوں میں مروج ہیں اور نہ میں کبھی کسی مدرسہ میں داخل ہوا۔ جس شہر میں میرا مقام تھا۔ آپ وہاں کے باشندوں سے دریافت کر لیجئے آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ میں ہرگز جھوٹا نہیں ہوں۔ یہ (میرا بدن) ایک پتا ہے جسکو تیرے اسی پروردگار نے حرکت دی ہے جو سب پر غالب اور ہر طرح قابلِ تعریف ہے۔ کیا تیز اور تند ہواؤں کے

جھونکوں کے سامنے ایک پتا کبھی ٹھہر سکتا ہے؟ نہیں اسماء وصفات کے مالک کی قسم ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہوائیں جس طرف اور جس طرح چاہیں گی اُسے اُڑا لے پھریں گی۔ قدیم کے سامنے فانی چیز کا وجود نہیں۔ اسی کا حکم آیا جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور اسی نے مجھے جہان والوں میں اپنے ذکر کے ساتھ گویا کیا۔ میں اس کے حکم کے آگے بے اختیار ہوں۔ تیرا پروردگار جو نہایت مہربان۔ رحم والا ہے اسی کے ارادہ کے ہاتھ نے مجھے جدھر چاہا پھیر دیا کیا کسی شخص کو یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایسی باتیں اپنی زبان سے نکالے جن کو سنتے ہی خدا کے تمام اعلیٰ اور ادنیٰ بندے اس پر اعتراض کی بوچھاڑ کرنے لگیں اور ہر ایک اس کی مزاحمت کرے؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے قلم کو عالمِ قدم کے اسرار تعلیم فرمائے ایسی باتیں بجز اس شخص کے جو خدائے قادر و مقتدر کی طرف سے مؤید ہو اور کوئی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا "قلم اعلیٰ" مجھے مخاطب کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ تو بے خوف و خطر اور بے دھڑک ہوکر اپنی سرگذشت حضرت سلطان سے بیان کر۔ بیشک اس کا دل تیرے پروردگار رحمٰن کی چٹکی میں ہے شاید عدل واحسان کا آفتاب اس کے مشرقِ دل سے طلوع ہو۔ اس خدا کی طرف سے جو بڑی حکمت والا ہے مجھے ایسا ہی حکم ملا ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا۔

کہدے کہ اے بادشاہ! اس غلام کی طرف عدل والنصاف کی نظر ڈال۔ پھر اُن مصائب کے بارہ میں جو اس پر پڑی ہیں حق حق فیصلہ کر۔ خدا یتعالیٰ نے تجھے مخلوق کے لئے اپنا سایۂ رحمت بنایا ہے اور اہل دنیا کے لئے تیری ہستی کو اپنی قدرت کا نشان قرار دیا ہے۔ تو ہمارے اور اُن لوگوں کے درمیان فیصلہ کر جنھوں نے بغیر کسی کھلی دلیل اور روشن کتاب کے ہم پر ظلم کیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ تیرے اہل دربار اور علماء محض اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر یہ غلام خاص تیرے ہی فائدہ کے لئے تجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اس کا بجز اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ تجھے لطف وکرم کے قریب پہنچادے اور عدل کی راہِ راست کی طرف تیرا رُخ پھیر دے اور میرے اس قول کا گواہ تیرا پروردگار ہے۔ اے بادشاہ! اگر تو قلم اعلیٰ کی روانی کی آواز اور بقائی قمری کا نغمہ جو وہ خالقِ زمین وآسمان و موجدِ اسماء کے ذکر وثنا میں سدرۃ المنتہیٰ کی شاخوں پر بول رہی ہے سُن لے تو یہ آواز تجھکو ایسے اونچے مقام پر پہنچادے کہ وہاں تجلی معبود کے سوا تجھے کوئی دوسری چیز نظر نہ آئے اور تو اپنے اس ملک وسلطنت کو ایسا حقیر سمجھنے لگے کہ تجھے اس سے قطعاً نفرت ہو جائے اور اس کو اس کے طلبگاروں کے حوالے کردے اور تو خود اس اُفق کی طرف توجہ کرے جو انوار جمال (کبریائی) سے روشن ہے اور تو ملک وسلطنت کے بارِ گراں کو ہرگز نہ اٹھائے مگر صرف اس نیت سے کہ (بذریعۂ سلطنت) اپنے پروردگار بلند وبرتر کی نصرت کرے۔ اگر تو ایسا کریگا تو فرشتوں کی اعلیٰ جماعت تجھ پر رحمت بھیجے گی۔ یہ بلند مقام کیا خوب مقام ہے۔ کاش تو اس سلطنت کی مدد سے جو خدا کی سلطنت کے نام سے موسوم ہے اس مقام تک ترقی کرے اور اس مبارک مرتبہ

تک پہنچ جائے ....

اے بادشاہِ زمان! اِن آوارگانِ (دشتِ غربت) کی آنکھیں حضرت رحمٰن کے دریائے رحمت کی طرف متوجہ ہیں اور اُسی کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ ان زحمتوں کے بعد (ان کے لئے) ایک بہت بڑی رحمت اور اِن عظیم سختیوں کے پیچھے (ان کے واسطے) ایک بڑی آسانی حاصل ہو۔ لیکن (اس وقت) یہ امید ہے کہ حضرت شہریار بنفسِ نفیس معاملات پر توجہ فرمائیں تاکہ (یہ بات) مایوس دلوں کو امید دلانے کا سبب ہوجائے۔ یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے محض خیر خواہی کی غرض سے ہے اور اس قول کی صداقت پر خداتعالیٰ گواہ ہے .... کاش تو مجھ کو اجازت دیتا کہ میں تیرے حضور وہ چیز بھیجتا جسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا اور ہر ایک انصاف پسند اسبات کا یقین کرلیتا کہ "بیشک یہ شخص کتاب الٰہی کا زبردست عالمِ اسرار ہے" .... اگر مجھکو جاہلوں کی ناانصافی اور عالموں کی چشم پوشی کا خیال نہ ہوتا تو (اس مقام پر) میں ایک ایسی بات کہتا جس کو سُن کر دل خوش ہوجاتے اور اس بلندی کی طرف اُڑنے لگتے جس کی ہواؤں چلنے سے یہ آواز سُنائی دیتی ہے "بیشک اُس معبودِ یکتا کے سوا کوئی خدا نہیں"۔

اے بادشاہ! میں نے خداتعالیٰ کی راہ میں وہ تکلیفیں اُٹھائی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی ہیں .... کتنی ہی بلائیں نازل ہوچکی ہیں اور کتنی ہی ہونے والی ہیں۔ میں اُس غالب فیاض کی طرف رُخ کئے جارہا ہوں اور میرے پیچھے ایک سخت موذی سانپ دوڑا آرہا ہے۔ میرے آنسو اس قدر بہے کہ میرا بستر تر ہوگیا۔ لیکن پھر بھی مجھے کچھ غم نہیں۔ خدا کی قسم میرا سر اپنے مولا اور آقا کی محبت میں نیزہ (پر چڑھنے) کا مشتاق ہورہا ہے۔ میں جب کبھی کسی درخت کے پاس سے ہوکر گذرا ہوں تو اُس سے ضرور میرے دل نے یہ بات کہی ہے کہ "اے کاش! تو میرے نام سے کاٹا جاتا اور سولی بنایا جاتا۔ پھر میرا جسم اپنے پروردگار کی راہ میں تجھ پر چڑھایا جاتا .... خدا کی قسم! اگر دُکھ درد کے صدمے مجھے کمزور بنادیں اور بھوک پیاس کی تکلیفیں مجھ ہلاک کردیں۔ سخت پتھر میرا بستر بنایا جائے اور جنگل کے درندے جانور میرے مونس اور ہمدم کردیئے جائیں تو بھی میں مطلق فریاد اور آہ وزاری نہ کرونگا اور خداتعالیٰ کی مدد سے جو ازل کا مالک اور قوموں کا پروردگار ہے ویسا ہی صبر کرونگا جیسا کہ دوراندیش اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنے والوں نے کیا ہے اور میں ہر حال میں اللہ پاک کا شکر کرونگا۔ میں اُس کے فضل وکرم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میری اس قید کے وسیلہ سے اپنے دیگر بندوں کی گردنیں طوق اور زنجیر سے آزاد فرمائے گا اور اپنے پاک بندوں کو اپنی غالب اور نہایت بخشش والی ذاتِ پاک کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ بنالے گا۔ بیشک وہی ہر ایک دُعا کرنے والے بندہ کی دُعا قبول کرتا ہے اور ہر ایک مناجات کرنے والے کے پاس موجود ہے"۔

قیوم الاسماء میں حضرت باب نے اپنی طرف سے بادشاہ محمد شاہ کو اس طرح خطاب فرمایا ہے :-

" اے پادشاہ اسلام! کتاب کی مدد کرنے کے بعد اب تو حق کے ساتھ اس کی نصرت کر جو ہمارے لئے خدا کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ کیونکہ الحق۔ خدا نے تیرے لئے اور اُن کے لئے جو تیرے ارد گرد گھومتے ہیں قیامت کے دن اپنی راہ میں ایک بہت بڑا ذمہ وارانہ درجہ مقدر فرمایا ہے۔ اے پادشاہ! میں خدا کی قسم کھاتا ہوں اگر تو اس سے جو خدا کی سب سے بڑی نشانی ہے دشمنی کریگا خدا قیامت کے دن بادشاہوں کے سامنے تجھے دوزخ میں ڈال دیگا اور میں سچ سچ کہتا ہوں اُس دن سوائے پروردگار بلند و اعلیٰ کے اور کسی کو اپنا نام و معین نہ پائیگا۔

اے پادشاہ! اُس دن سے پہلے کہ خدا کی نشانی (ذکر اللہ) پروردگار بلند و برتر کی اجازت سے اپنے زبردست امر کے ساتھ یکایک اور ہیبت و جلال کے ساتھ آئے تو ارض مقدس (طہران) کو ان لوگوں سے پاک کر جنھوں نے کتاب کا انکار کیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں خدا نے تیرے لئے یہ فرض قرار دیا ہے کہ تو اُس کی نشانی اور اُس کے امر کے سامنے خاضع ہو اور پھر حق اور خدا کی اجازت کے ساتھ دیگر ممالک کو سر کرے۔ کیونکہ خدا نے اپنی رحمت سے تجھے اس دُنیا میں بادشاہت عنایت کی اور دوسری دنیا میں تو اس کی رضا کی جنت میں رہنے والوں کے ساتھ عرش اقدس کے پاس رہیگا۔ اے پادشاہ! دیکھنا کہیں یہ بادشاہت تجھے دھوکا نہ دے کیونکہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور بیشک یہ خدا کی طرف سے ایک فرمان کے طور پر لکھا گیا ہے "

علاوہ ازیں حضرت باب اُس لوح میں جو آپ نے محمد شاہ کے پاس بھیجی تھی فرماتے ہیں :-

" میں نقطۂ اولیٰ ہوں جس سے تمام کائنات پیدا کی گئی ہیں۔ میں وجہ اللہ ہوں جس کا نور کبھی ماند نہیں پڑسکتا میں وہ نورِ الٰہی ہوں جس کی ضیا کبھی مدھم نہیں پڑسکتی۔ .... بہشت کی تمام چابیاں خدا نے پسند فرمایا کہ میرے دہنے ہاتھ میں ہوں اور دوزخ کی تمام چابیاں میرے بائیں ہاتھ میں .... میں خدا کے کلمۂ اولیٰ کے مضبوط ارکین میں سے ہوں۔ جو کوئی مجھے پہچان لیتا ہے وہ تمام حق و صداقت کو جان لیتا ہے۔ اور تمام نیکی اور بھلائی حاصل کر لیتا ہے .... وہ جوہر جس سے خدا نے مجھے بنایا ہے مٹی نہیں ہے جس سے دوسروں کو بنایا ہے۔ اُس نے مجھکو وہ چیز عنایت کی ہے جسے دُنیا دار ہرگز سمجھ نہیں سکتے۔ نہ مومنین اُسے پاسکتے ہیں ....

میری جان کی قسم! اگر مجھ پر اُس کے امر کے اقرار کرنے کا فرض عائد نہ ہوتا جو خدا کی حجت ہے .... میں تیرے پاس یہ اعلان نہ کرتا .... اُسی سال (۱۲۶۰ھ) میں نے ایک قاصد اور ایک کتاب تیرے پاس بھیجی تاکہ شاید تو اُس کے امر کے ساتھ جو خدا کی حجت ہے ایسا برتاؤ کرے جیسا تیری بادشاہت

کے درجہ کے شایاں ہے ....

میں خدا کی صداقت کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر وہ شخص جس نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے یہ جانتا کہ وہ کس کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی بھر کبھی خوش نہ ہوتا۔ بلکہ میں تجھے اصل حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں۔ اس کا یہ عمل ایسا ہے گویا اس نے تمام انبیاء۔ اولیا اور اصفیاء کو قید میں ڈالا ہے .... حیف ہے اس پر جو بدی کرتا ہے اور مبارک ہے وہ جو نیکی کرتا ہے ....

میں خدا کی قسم کھاتا ہوں میں تجھ سے رائی کے دانہ کے برابر بھی دنیا کا مال نہیں مانگتا...... میں خدا کی صداقت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو وہ جانتا جو میں جانتا ہوں تو اس جہاں اور اس جہاں کی بادشاہت کو لات مارتا۔ تاکہ شاید تو حق کی اطاعت کے ذریعہ میری رضا کو حاصل کرے ...... اگر تو انکار کریگا تو پروردگار عالم ایک ایسے شخص کو کھڑا کریگا جو اس کے امر کو بلند کریگا اور اس میں شک نہیں کہ خدا کا حکم پورا ہو کر رہے گا۔"

پیارے دوستو! یہ جواہر۔ یہ روح میں اتر جانے والے خدائی کلمات کیسا وسیع نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتے ہیں!

زمین پر خدا کا خلیفہ یا نائب

کیا کیا گذری ہوئی باتیں ہمیں یاد دلاتے ہیں! کیسے بلند و برتر اصول یہ پیش کرتے ہیں! کیسی خوشگوار امیدیں پیدا کرتے ہیں۔ کیسے یاس آمیز خوف اکساتے ہیں! یہ مذکورہ بالا عبارتیں اگرچہ میرے موجودہ موضوع کے لئے نہایت موزوں ہیں مگر بمقابلہ اس مغلوب کر دینے والی شان و شکوہ کے جو پورا الفاظ پڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے بالکل کم ہیں۔ وہ جو زمین پر خدا کا نائب تھا اس نہایت نازک وقت میں جب اس کا امر اپنی پوری بلندی حاصل کر رہا تھا ان کو خطاب کرتے ہوئے جن میں شان و شکوہ پادشاہت اور دنیوی فرمانروائی کی طاقت مرکوز تھی بیشک اس وزن اور قوت سے ایک شوشہ بھر بھی کم نہ کر سکتا جس کا ایسے عظیم و نادر پیغام کا پیش کرنا مقتضی تھا۔ نہ تو وہ خطرات جو تیزی سے آپ کو گھیر رہے تھے اور نہ ہی وہ خوفناک مستبدانہ طاقت جو اس زمانہ کے شہنشاہانِ مغرب اور سلاطینِ مغرب کو حاصل تھی۔ ایڈریانوپل کے جلاوطن اور قیدی کو اپنے دو ظالم شہنشاہوں اور ان کے ہمعصر دوسرے پادشاہوں کو اپنا پیغام پورے زور شور کے ساتھ دینے سے روک سکی۔

باقی پھر

(مترجم عباس علی بٹ)

التوحید والشرک

جنابِ محمد صلعم روحی فداہ کی مشہور حدیث کا ٹکڑا ہے۔

اول الدین معرفتہٗ	دین کی ابتدا اور بنیاد خدا کی معرفت ہے
وکمال المعرفۃ التوحید بہٖ	اور معرفت کا کمال خدا کا موحد بننا ہے

مسلمانوں کا متفقہ اور عام دعویٰ ہے کہ آج دنیا کے پردہ پر ہمارے سوا کوئی موحد نہیں۔ اور قرآن مجید بھی مسلمانوں کے سوائے اہلِ کتاب تک کو مشرک کہتا ہے۔ لیکن جب اہلِ اسلام سے ذرا الگ ہٹ کر دوسرے مذاہب کے علماء سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اپنی آسمانی کتابوں کی سند پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو موحد ہیں۔ ہم خدا کو ایک وحدہٗ لاشریک اور قادرِ مطلق مانتے ہیں۔ ہم پر شرک کا الزام محض تہمت ہے۔

معرفتِ الٰہی کا سب سے پہلا حصہ خدائے بزرگ و برتر کی ہستی یعنی اُس ذاتِ احدیت کے وجود کو ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق مدلّل بیانات موجود ہیں۔ نمونہ کے لئے:۔

انّ فی خلق السموات والارض	زمین و آسمان کی پیدائش اور
واختلاف اللیل والنھار	رات دن کے ادلنے بدلنے میں
لاٰیاتٍ لاُولی الالباب ۝ (آل عمران)	عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں

اب اگر ہم ویدِ مقدس کے ماننے والوں یعنی ہندوؤں کے سامنے اس آیت کو پیش کرکے انھیں قرآنی توحید کی طرف بلاتے ہیں تو وہ فوراً یجروید کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ یہی مضمون آپ سے پہلے ہمارے پاس موجود ہے:۔

(۱) ترجمہ "بوقلموں کائنات اس پرماتما کی عظمت کا مظہر ہے" (یجروید ۳۱؍۳)

(۲) " تمام غیر ذی شعور اور ذی شعور مخلوق اُس کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ ہے (یجروید ۳۱؍۳)

(۳) " سورج، چاند، ستارے جو کہ آکاش میں قائم ہیں وہ اسی کی ہستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ یجروید ۱۳

اگر ہم مسیحیوں سے کہتے ہیں کہ بھائی قرآن مجید نے ہستیِ باری عزّ اسمہٗ کے متعلق جو دلیل پیش کی ہے اُسے مانو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سب کچھ بائبل میں موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے " اُس کی ان دیکھی صفتیں یعنی ازلی قدرت و الوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ صاف نظر آتی ہیں۔

(رومیوں ۱ ۱۹و۲۰)

اسی طرح اگر زردشتی لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ دساتیر کی آیاتِ ذیل پیش کرتے ہیں:۔

(۱) "یہ بات جاننی چاہئے کہ خدا ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے"۔ (دساتیر ۳)

(۲) " ہر چیز اُسی کے نور سے روشن ہے۔ اُسی کی تجلّی سے ظاہر اور اُسی کے اثرِ قدرت سے موجود ہے" (ترجمہ دساتیر) صفحہ ۴۵)

اسی طرح ذاتِ باری عزّ اسمہٗ کے ایک اور یکتا ہونے کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے کہ:۔

والٰھکم الٰہٌ واحدٌ لَآ اِلٰہ اِلَّا ھُوَ الرحمٰن الرحیم ۝ پ البقرۃ ۱۶۳	تمھارا خدا ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔
(۲) ولم یکن لہٗ شریکٌ فی الملک (الفرقان ۲)	سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں

(۳) وَلَمْ یَکُن لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ } اُس جیسا کوئی نہیں۔ (اخلاص)

بائبل کہتی ہے

"سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے" (استثناء)

"میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا خدا نہیں۔ میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں۔ (یسعیاہ)

وید کہتا ہے

(۱) "وہ ایک ہی پرماتما ہے" (یجروید)

(۲) وہ وحدہٗ لاشریک ہے (یجروید)

(۳) اے پوجا کے لائق ایشور آپ کا سوروپ لاثانی ہے۔ کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں" (یجروید)

میں بنظرِ اختصار نمونہ کے طور پر صرف چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ ذاتِ باریتعالیٰ کی ہستی۔ قدرت۔ وحدت۔ قدامت۔ علم وعظمت وغیرہ غرض جملہ صفات کے متعلق تمام کتبِ آسمانی میں بالکل یکساں بیانات موجود ہیں۔ جن میں سرِ مو فرق نظر نہیں آتا۔ یہانتک کہ خود قرآن مجید اس بات کا شاہد ہے کہ جناب محمد صلعم روحی فداہ نے جب توحیدِ قرآنی کو مشرکینِ عرب کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہم تو خود خدا کو ایک جانتے اور مانتے ہیں۔ ہمیں اس چیز کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ اس امر کی طرف قرآن مجید خود اشارہ کرتا ہے :۔

وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفیٰ۔ } ہم اِن بتوں کی اس لئے تعظیم کرتے ہیں کہ ہم کو خدا سے قریب کر دیتے ہیں

سطور مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی ہستی اور توحید کا جو عقیدہ عام طور پر مسلمانوں میں رائج ہے وہ بعینہٖ روئے زمین کے تمام مذاہب میں مانا جاتا ہے۔ پس اگر توحید صرف اسی عقیدہ کا نام ہے تو اس میں تمام دنیا کے مذاہب برابر کے شریک ہیں۔ پھر ایک کا دوسرے کو مشرک کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

پس معلوم ہوا کہ اسلام کا نظریۂ توحید صرف یہی نہیں کہ وجودِ خداوندی اور اس کے ایک ہونے کو مان لیا جائے۔ بلکہ توحید دراصل کوئی اور چیز ہے جو اس عقیدہ سے بہت بالاتر ہے۔ پس ہمیں لازم ہے کہ خدا کی کتاب میں توحید کا جو اصل منشاء پیش کیا گیا ہے اُسے معلوم کریں اور دیکھیں کہ قرآن مجید موحد اور مومن کن لوگوں کو بناتا ہے اور مشرک کس گروہ کو کہتا ہے۔

ابتداء میں جو حدیثِ نبوی صلعم کا حصہ پیش کیا گیا ہے اس کے دو جز ہیں۔ ایک معرفت اور دوسرے توحید۔ اور حدیث شریف میں معرفت کو توحید پر مقدم کیا گیا ہے۔ پس اگرچہ معرفت و توحید ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ لیکن حدیث کا اشارہ صاف طور پر اس حقیقت کو بھی روشن کرتا ہے کہ توحید بغیر معرفت ممکن نہیں اور عقیدۂ توحید سے پہلے معرفتِ الٰہی حاصل کرنا لازم ہے۔ اور عقیدۂ توحید معرفت سے خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور دین کو ماننے کے لئے معرفت ضروری امر ہے۔ صرف خدا کو ایک کہہ لینا دین کے لئے کافی نہیں۔ پس ہمیں ضروری ہے کہ وہ تدبیر تلاش کریں جس کے ذریعہ سے معرفتِ الٰہی حاصل ہو۔ کیونکہ حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ معرفت محض توحید یعنی خدا کو واحد سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ توحید زائد از زائد جزءِ معرفت ہو سکتی ہے اور معرفت میں توحید کے علاوہ اور بھی چیزیں شامل ہیں۔ انسانی قوتوں کی مناسبت سے کسی چیز کی معرفت کے لئے پہلے اُس کو حواسِ ظاہری کے ذریعہ سے محسوس کیا جاتا ہے۔ پھر عقل و ذہن کے ذریعہ سے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ذاتِ احدیت اس طرح کی معرفت سے بالاتر ہے۔ ابتک کسی انسان نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ خدا کی ہستی کو حواسِ ظاہری سے احساس کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ بانِ قدرت نے بھی آخری حکم لگا دیا ہے کہ حواسِ ظاہری کے ذریعہ سے اُس ذاتِ اقدس کو محسوس کرنا ممکن نہیں :۔

لاتدرکہ الابصار و	اس کو بصارتیں نہیں پاسکتیں
ھو یدرک الابصار و	اور وہ بصارتوں کو پاسکتا ہے
ھو اللطیف الخبیر (پ۷ انعام)	وہ لطیف اور خبر رکھنے والا ہے

پس معلوم ہوا کہ معرفت الٰہی کائنات کی عام چیزوں کی معرفت کی مانند حواس ظاہری اور عقل انسانی کے بل بوتے کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے کوئی اور طریقہ۔ کوئی اور تدبیر ہونی چاہئے۔ اور چونکہ معرفتِ الٰہی بنیاد دین ہے۔ پس یہ بھی ضروری ہے کہ ایسا ذریعہ قدرت نے ضرور مہیا کر دیا ہے جس سے معرفت الٰہی ممکن ہو۔ کیونکہ ذریعۂ معرفت اگر ناممکن ہوتا اور موجود نہ ہوتا تو حضرت خاتم الانبیاء روحی لہ الفداء بندوں کو ناممکن چیز کے حاصل کرنے کی تکلیف ہرگز نہ دیتے۔ اور معرفتِ الٰہی کو بنیاد دین ہرگز نہ فرماتے اور یہ نہ فرماتے کہ اول الدین معرفتہ

عقلِ سلیم اور ذوقِ صحیح غور کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ذاتِ احدیت کی معرفت کا اور کوئی ذریعہ بندوں کے لئے ممکن نظر نہیں آتا۔ مگر یہ کہ قدرت خود ہی بندوں پر رحم فرمائے اور بندوں میں اپنا ایک نائب ایسے اوصافِ جلیلہ کے ساتھ مبعوث کرے جس سے معرفتِ ذاتِ احدیت ممکن ہو۔ جو ایک طرف تو انسانی شکل و شمائل رکھتا ہو کہ ہم اپنے انسانی حواس و عقل کے ذریعہ سے اس سے مانوس ہوسکیں اور دوسری طرف اوصافِ خداوندی کا مظہر ہو کہ اس کے اوصاف اور اس کے کارناموں کو دیکھکر ہمارے سامنے اوصاف خداوندی کی شان نمایاں ہو۔ بالفاظِ دیگر وہ انسان تو ہو مگر ایسا انسان کہ بغیر کسی سے سیکھے اور پڑھے ہوئے اسمیں علوم بے پایاں موجود ہوں اور بلا وسائل دنیوی اس میں زبردست قوتِ غلبہ اور قدرت موجود ہو۔ یعنی یہ کہ دنیا میں اس کی کوئی بھی مدد نہ کرے اور وہ اکیلا ہی اپنے ارادوں اور اپنے دعووں کو پورا کر دکھائے اور اس کا جلال اور بزرگی اتنی زبردست ہو کہ اگر تمام دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس کو اس کے ارادوں پر عمل کرنے سے روکنا چاہیں تو نہ روک سکیں۔ پس یقینی ہے کہ ایسی مقدس و محترم ہستی کے ذریعہ سے ہم ضعیف البنیان انسانوں کو معرفتِ الٰہی حاصل ہونا ممکن ہوگا۔ اس کے علم کو دیکھکر علمِ خداوندی کا اندازہ ہوسکیگا اس کی طاقت سے آثارِ قدرتِ ایزدی نمودار ہونگے۔ اس کے غلبہ سے غلبۂ خداوندی ظاہر ہوگا۔ اور اس کے ارادہ کی پختگی اور مضبوطی سے خدائی ارادہ کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوگی۔ غرض یہ کہ اس کی معرفت خدا کی معرفت اور اس کا ذکر خدا کا ذکر اور اس کی باتیں خدا کی باتیں ہونگی۔ اور اسی مضمون کی طرف جناب رسالتمآب صلعم نے کیا خوب اشارہ فرمایا اس حدیثِ صحیح میں کہ

"زینوا مجالسکم بذکر علی ابن ابی طالب علیہ السلام
فان ذکرہ ذکری و ذکری ذکر اللہ و ذکر اللہ عبادۃ"

ترجمہ۔ "تم اپنے جلسوں کو جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ذکر سے سجاؤ۔ کیونکہ ان کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا تذکرہ خدا کا تذکرہ ہے اور تذکرۂ الٰہی عبادت ہے۔"

کس خوبی سے ثابت کیا ہے آنحضرت صلعم نے کہ اگر تم ذکر الٰہی کرنا چاہتے ہو تو براہ راست تمہارے لئے خدا کے اوصاف معلوم کرنا اور ان کا ذکر کرنا اور لوگوں کو معرفتِ الٰہی کی تعلیم دینا ناممکن ہے پس اس کے لئے بہترین اور واحد ذریعہ یہی ہے کہ تم ان نفوس مقدسہ کا ذکر کرو جن کو قدرت نے صفاتِ الٰہیہ سے متصف کر کے دنیا کے لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ اگر ذکر خدا صحیح اور درست طریقہ پر ممکن ہے تو انہیں نفوس مقدسہ کے ذریعہ سے ورنہ نہیں

قرآن مجید میں اس مسئلہ کو اور صراحت اور مزید وضاحت سے

بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ جنابِ باری ہے :۔

قُل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ پ آل عمران

"اے محمد صلعم کہدو ان لوگوں سے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھیگا"

پس معلوم ہوا کہ محمد صلعم کی پیروی کے بغیر خدا کی دوستی اور محبت حاصل ہونا ممکن نہیں اور بغیر محمد صلعم کی اطاعت کے خدا کی محبت اور اس کو پہچاننے کا دعویٰ فضول اور لغو ہے۔

ظاہر ہے کہ کسی ذات سے محبت بغیر معرفت ممکن نہیں۔ پس جب خدا کی محبت کا دعویٰ بغیر اطاعتِ محمدی لغو ہے تو دعوائے معرفت بھی بغیر اطاعتِ محمدی غلط ہے۔

پس قانونِ عقل۔ احادیث اور کتابِ الٰہی یا بالفاظِ دیگر عقل و نقل دونوں متفقہ طور پر ثابت کرتے ہیں کہ معرفت اور توحید اصل میں خدا کے مظہرِ ظہور۔ نائب اور پیغمبر وقت کی شناخت اور اطاعت کا نام ہے اور مظہرِ ظہورِ الٰہی کی معرفت کے بغیر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں خدا کی ہستی اور اس کے وجود کا قائل ہوں اور اس کو ایک مانتا ہوں تو یہ دعویٰ اگرچہ اپنی جگہ پر صحیح ہو لیکن ماننے والے کیلئے اس کا کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ بلکہ عملی طور پر ایسی معرفت ناممکن ہے پس ایسا دعویٰ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

میں چونکہ مضمون مختصر سے مختصر اور کم سے کم الفاظ میں ختم کرنا چاہتا ہوں اس لئے میں نے حدیث و قرآن سے چھوٹے سے چھوٹے حوالوں پر اکتفا کی ہے ورنہ قرآن مجید و احادیث معتبرہ میں تو اس مضمون کو متعدد مقامات پر اور مفصل بیان کیا ہی ہے۔ دیگر کتبِ آسمانی بھی اس مسئلہ کے بیانات سے بھری پڑی ہیں جو صاحبانِ مطالعہ و بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔ بلکہ قرآن مجید تو صریحی طور پر یہ کہتا ہے کہ بغیر معرفت مظہرِ ظہورِ الٰہی اگر کوئی شخص براہِ راست خدا کی معرفت اور اطاعت کا دعویٰ کرے تو وہ دعویٰ غرور اور تکبر ہے۔ اور اس کا انجام کفر ہوتا ہے۔ چنانچہ ابلیس اور آدم کی حکایت جو قرآن مجید میں مفصل طور پر اور متفقہ طور پر اور متعدد مقامات پر مذکور ہے ملاحظہ ہو۔ ابلیس خدا کی ہستی کو مانتا تھا۔ خدا کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق کہتا تھا۔ خدا کو رب کہتا تھا اور عبادت گذار بھی اعلیٰ پایہ کا تھا۔ اور کہا تو یہ بھی جاتا ہے کہ معلم الملکوت یعنی فرشتوں کو تعلیم و تربیت کرنے والا تھا لیکن اس نے آدمؑ کی تعظیم کرنے سے انکار کیا تو قدرت کی طرف سے سوال ہوا کہ یا ابلیس ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدیّ استكبرت ام كنت من العالين قال انا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين پ ۲۳ ص

ترجمہ "اے ابلیس میں نے جس کو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ پیدا کیا اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا۔ کیا تو نے غرور کیا یا تو بڑے لوگوں میں سے تھا۔ ابلیس نے کہا کہ میں اس (آدم) سے بہتر ہوں (اے خدا) تو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔"

ظاہر ہے کہ ابلیس خدا کا عبادت گذار بندہ خدا کی صفتِ خالقیت کا صاف طور پر معترف لیکن جب اس نے پیغمبر وقت یعنی آدم علیہ السلام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے سے انکار کیا۔ تو قدرت نے صاف طور پر کہدیا کہ :۔

"ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین" الٓمٓ البقرہ

ترجمہ۔ اس (ابلیس) نے انکار کیا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔"

پس ظاہر ہے کہ ابلیس کو اقرارِ وحدانیت اور اقرارِ عبودیت کسی چیز نے فائدہ نہ دیا اور تمام عبادت و اطاعت صرف مظہرِ ظہورِ الٰہی کے انکار کی وجہ سے بیکار ہو گئی اور ابلیس کافر ہو گیا۔

اس مقام پر بعض لوگ غالباً ایک شبہ وارد کریں اور وہ یہ کہ جس طرح خدا کی معرفت براہِ راست ناممکن ہے اور ضروری ہے کہ ہم ظہورِ خداوندی کی معرفت حاصل کریں تب خدا کی معرفت حاصل ہوگی۔ پس اسی طرح مظہرِ ظہورِ الٰہی کی معرفت بھی تو آسان نہیں۔ اگر کوئی آدمی جھوٹ اور غلط طور پر دنیا میں بڑا بننے کے لئے کہدے کہ میں مظہرِ ظہور اور خدا کا نائب ہوں تو کیا ایسے آدمی کی اطاعت بھی فرض ہے ؟ آدم اور ابلیس کا معاملہ تو ایک مخصوص واقعہ ہے جسمیں خود خدا نے ابلیس کو بتا دیا تھا کہ یہ مظہرِ ظہور ہے۔ پس ابلیس پر اطاعت فرض ہوگئی تھی۔ ہمیں تو خدا خود بتانے نہیں آتا۔ ہم پر یہ اطاعت کیونکر فرض ہوسکتی ہے ؟"

لیکن اوپر لکھی ہوئی آیت پر ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شبہ محض بے بنیاد ہے اور قدرت نے بندوں کو ناقابلِ برداشت تکلیف نہیں دی۔ اس آیت میں حق کا ارشاد ہے کہ میں نے آدم کو دو ہاتھوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ذاتِ احدیتُ جسم و جسمانیات سے مبرّا ہے۔ پس لفظ "بیدیّ" یہاں مجازاً کسی دوسرے معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ کلامِ عرب میں بھی اور خود قرآن مجید میں بھی اکثر مقامات پر طاقت و قدرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے "یَدُ اللہ فوق ایدیھم (پ۲۶ الفتح ۱/۱) ترجمہ اور اللہ کا ہاتھ اُن سب کے ہاتھوں سے بالاتر ہے"۔ مراد و مقصد ظاہر ہے کہ اللہ کی قدرت سب سے بڑی ہے۔ اسی طرح :۔

"تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بیدِكَ الخیر پ۳ آل عمران ۳/۲

ترجمہ۔ تو جسے چاہے عزّت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ بہتری تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔"

آیۂ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں خدائے بزرگ و برتر کی وسعتِ قدرت اور طاقت کے زبردست ہونے کو بیان کیا ہے کہ وہ کمزور جس کے پاس کوئی وسیلہ و ذریعۂ عزّت نہ ہو تو اُس کو عزت دے سکتا ہے اور وہ طاقتور اور باعزت جس کے مقابلہ سے سب عاجز ہوں تو اُسے بھی ذلیل کرسکتا ہے۔ یہ سب باتیں تیرے ہاتھ یعنی اختیار و قدرت میں ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خدا کا ہاتھ اُس کی قدرتِ کاملہ کو کہتے ہیں اور آدم کے لئے جو لفظ "بیدیّ" استعمال ہوا ہے اس کے معنی ہیں خدا کی دو طاقتیں۔ پس اب معنی یہ ہوئے کہ قدرت نے ابلیس سے کہا کہ میں نے آدم کو دو قوتیں دے کر پیدا کیا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ آدم کو جو دو قوتیں دی گئی ہیں وہ کون سی قوتیں ہیں۔

آدم کو قدرت نے جو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک کا تذکرہ تو صریحی اور مشرح طور پر موجود ہے اور وہ قوت علم لدنی ہے جس کے مقابلہ میں تمام کائنات کے علوم بے حقیقت ہوگئے۔ اور فرشتے تک بھی عاجز رہ گئے۔ اور اسی علم کے متعلق ارشادِ ربانی ہے کہ وعلم ادم الاسماء کلھا پ۱ البقرہ ۴/۲

ترجمہ اور آدم کو قدرت نے تمام اسماء تعلیم کئے۔

اور دوسری طاقت روحِ الٰہی ہے جو تمام چیزوں پر غالب ہے اور جس کے سامنے کائنات کی تمام طاقتیں ہیچ و پوچ ہیں اور وہ تمام کائنات کو شکست دیکر سب سے بالاتر رہتی ہے۔ چنانچہ جناب باری کا ارشاد ہے کہ :۔

"فاذا سوّیتہٗ و نفختُ فیہ من رُّوحی فقعوا لہٗ ساجدین پ۱۴ ۲/۸

ترجمہ۔ جب میں اُس آدم کو برابر کرلوں اور اُس میں اپنی روح پھونکدوں تو (اے فرشتو) تم اس کے سامنے سجدہ میں جھک جاؤ۔"

آیۂ مبارکہ میں لفظ سوّیتہٗ صاف بتا رہا ہے کہ یہ اسی پہلی طاقت یعنی علم لدنی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تعلیم و تربیت ہی ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی گناہ کرنے والی قوتوں کا زور کم ہو جاتا ہے

اور خیر و نیکی کی قوتیں نشو و نما پاتی ہیں اور اخلاقِ حسنہ کی اہلیت پیدا ہوتی ہے اور اُس کے اندرونی قویٰ میں اعتدال و تسویہ اور برابری پیدا ہوتی ہے۔

دوسری قوت جو زبانِ قدرت نے آیۂ مندرجہ بالا میں بیان کی ہے وہ روح ہے۔ پس دیکھنا ہے کہ قدرت نے روح کس چیز اور کس قوت اور کس طاقت کا نام رکھا ہے۔

روح کی تشریح و تفصیل کے لئے قدرت کا ارشاد ہے کہ:۔

"ویسئلونك عن الروح ۔ قل الروح من امر ربي وما اوتيتم من العلم الا قليلا" پ ۱۵ بنی اسرائیل ۱۰

ترجمہ۔ (اے محمدؐ) یہ لوگ تجھ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ پس کہدے کہ روح اللہ کے امر میں سے ہے اور تم کو علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا"

پس قدرت نے روح کو اپنے امر کا ایک حصہ بتایا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ امر اللہ کیا چیز ہے اور قدرت اپنا امر کس چیز کو کہتی ہے۔ ارشاد جنابِ باری ہے کہ انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ٥

ترجمہ۔ اللہ کا امر یہی ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا۔ پس وہ خود بخود ہو جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ روح خدا کے اُس ارادہ کا نام ہے جو سب کائنات پر غالب ہے اور جو کن فیکون" یعنی نامعلوم اور غائب طریقہ پر کام کرتا ہے اور جس کے مقابلہ کی کائنات میں کسی کو تاب نہیں۔

پس قدرت نے آدم کو یہ دو قوتیں عطا کیں اور ابلیس کو بتایا کہ دیکھ آدم کے ساتھ میری یہ دونوں زبردست قوتیں موجود ہیں اور خدا کے خلیفہ اور مظہر ظہور الٰہی کو پہچاننے کے لئے یہی دونوں قوتیں یعنی علم و غلبہ دلیل ہوتی ہیں۔ پس ابلیس کو خواہ مخواہ سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ قدرت نے بتا دیا کہ ہم نے آدم کو اپنی دلیل باہر اور ثبوت ظاہر دیکر پیدا کیا ہے اور اس دلیل اور ثبوت کے بعد کسی اور دلیل کی گنجائش نہیں بلکہ اگر پھر بھی کوئی شخص بحث کا دروازہ کھولے اور دوسری دلیلیں طلب کرے تو اس کی وہ بحث کج حجتی اور لغو ہے اور ایسی بحثیں اور شبہے پیدا کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ یہانتک کہ اس روشن دلیل کے بعد اگر نیک نیتی سے بھی اور دلیل طلب کی جائے تب بھی کفر ہی ہے۔ چنانچہ ابلیس کے معاملہ میں یہی ہوا کہ ابلیس نے ان دونوں دلیلوں کے معلوم ہونے اور قدرت کے الفاظ "خلقت بیدی" سُننے کے بعد بھی کہا کہ ابھی میں مطمئن نہیں ہوں، اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آدم مجھ سے بہتر کیوں ہے؟

"انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ٥"

"میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے"

لیکن قدرت کی طرف سے اس دلیل کا جواب نہیں ملا بلکہ صاف کہدیا کہ "فاخرج منها فانك رجيم" تو نکل جا۔ تو مردود ہے" اور "وکان من الکافرین" اور وہ منکروں میں سے تھا۔

اور یہ معاملہ کچھ آدم اور ابلیس ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام رسولانِ ماسلف کے سوانحِ حیات یہی بتاتے ہیں کہ ہر رسول کے زمانہ میں اُس کی رسالت کی دلیل یہی دو زبردست طاقتیں بتائی گئی ہیں اور اگر کسی نے اس کے علاوہ اور دلیل طلب کی تو اس کا مطالبہ مردود، اور وہ منکر و کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ میں بنظرِ اختصار اس وقت دیگر کُتب سماوی کے حوالے نظر انداز کرتا ہوں۔ صرف قرآن مجید کا ایک حوالہ نمونہ کے طور پر نقل کرتا ہوں۔

جناب محمد صلعم کو ارشادِ باری ہوتا ہے کہ تم اپنی رسالت کی دلیل لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرو کہ:۔

قُل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل
هٰذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً
(پ۱۵ بنی اسرائیل ع۱۰)

ترجمہ. کہدو اے محمد صلعم کہ اگر تمام جن وانس جمع ہوجائیں اور
آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بن کر بھی یہ ارادہ کریں کہ اس
قرآن کی مثل لے آئیں تو یہ ممکن نہیں۔"

پس اشارۂ خداوندی صاف ہے کہ قرآن مجید جو علم خداوندی
کا مجموعہ ہے اور جو دنیا کو محمد صلعم کی معرفت اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ
دنیا سے شرک وکفر کو دفع کرے اور توحید ومعرفت کو رواج دے
اگر اس قرآن مجید کے علوم یا اس کی قوتِ ہدایت اور تربیتِ خلق
کے مقابلہ میں دنیا کی تمام طاقتیں مل کر کوئی دنیاوی علم پیش کریں تو وہ
ہرگز اس کے مقابل نہ آسکیگا اور جو ہدایت وتربیت اس قرآن مجید
کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلائی جاتی ہے۔ اگر کوئی اس کو روک کر اپنے
خیالات کو رائج کرنا چاہے تو ہرگز وہ خیالات رائج نہ ہوسکیں گے یعنی
اس کتابِ الٰہی اور اس کے حامل رسول عربی کے علم لدنی اور قوتِ غلبہ
وقاہریت کا مقابلہ کائنات کی سب سے بڑی طاقتیں مل کر بھی نہیں
کرسکتیں اور ان دونوں قوتوں کو دیکھکر اور معلوم کرکے بھی اگر کوئی
شخص اس کتاب کو خدا کی کتاب نہ مانے اور اس کے احکام کو قبول
نہ کرے تو قدرت نے اس کو لائقِ غضب قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد
ہوتا ہے کہ:۔

"والذین یحاجون فی الله من بعد ما استجیب له حجتهم
داحضة عند ربهم وعلیهم غضب ولهم عذاب الیم ۰
پ۲۵ الشوریٰ ع۲

ترجمہ۔ اور جب اللہ کی تعلیم کو قبول کرلیا گیا پھر بھی کوئی حجت کرے
تو اس کی حجت مردود ہے اور اس پر خدا کا غضب ہے۔ اور اس کیلئے
رنج دینے والا عذاب ہے۔"

مقصد یہ ہے کہ جب خدا کے رسول نے دنیا میں آکر خدا کے
علم کو پیش کیا اور دنیا کے لوگوں نے اپنی عادت کے موافق اس کا
مقابلہ کیا۔ لیکن اس نے جس بات کا دعویٰ کیا تھا وہ کر دکھایا یعنی
لوگوں کے منع کرنے اور رد کرنے پر بھی اس کے ماننے والے پیدا
ہوگئے تو یہ دلیل اس کے خلیفۃ اللہ ہونے کے لئے کافی ثبوت ہے
اور اگر کوئی شخص اس کے علاوہ اور دلیل طلب کرے تو وہ مباحثہ اور
طلب دلیل بے کار ہی نہیں بلکہ باعثِ غضب وعذاب ہے۔

الغرض آمدم برسرِ مطلب۔ ابلیس باوجود اس کے کہ خدا اور
اس کے اوصاف کا قائل اور پوری طرح جاننے والا اور عبادت گذار
بندہ ہے۔ لیکن صرف ایک بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ یعنی خدا جس برگزیدہ
اور مقدس ہستی کو اپنا نائب بنا کر بھیجتا ہے ابلیس اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اسی
گناہ کی وجہ سے توحید واطاعت تمام بیکار اور بجائے موحد کے کافر
بن گیا۔

پس معلوم ہوا کہ توحید اور خدا کی معرفت بغیر معرفت ظہور الٰہی ناممکن
اور ایسا دعویٰ کفر اور جہالت محض ہے۔ اور توحید دراصل معرفت
مظہرِ الٰہی یعنی اس نفس مقدس کی معرفت کا نام ہے جو خدا کی طرف
سے ہدایتِ خلق کے لئے مبعوث ہوتا ہے اور جو علم لدنی اور قدرت
وقوتِ غلبہ ونفوذ کے ذریعہ سے تمام مخلوق کو اپنے مقابلہ میں اور اپنے
ارادہ کے مقابلہ میں عاجز کرکے دنیا میں دینِ الٰہی پھیلا دیتا ہے
پس اس کی معرفت خدا کی معرفت ہے اور اس کی تعلیم خدا کی تعلیم ہوتی
ہے اور اس کو نہ پہچاننا جہالت ہے اور اس کے علاوہ دوسرے
لوگوں کے خیالات کی پیروی کرنا خواہ وہ خیالات بظاہر کتنے ہی
خوشنما ہوں شرک اور گمراہی ہے۔"

"ظہور اللہ و لقآءُ اللہ"

گزشتہ سے پیوستہ

قرآن مجید سے ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کی اطاعت رسول کی اطاعت سے ہوتی ہے۔ خدا کا فیصلہ رسول کا فیصلہ ہی ہوتا ہے خدا پر ایمان جب ہی ایمان کہلاتا ہے جبکہ رسول پر ایمان ہو۔ خدا کی حکومت کا ظہور رسول کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ خدا کا قرب اسی قدر انسان کو حاصل ہوتا ہے جس قدر انسان رسول کی عادات وصفات عبودیت میں قرب حاصل کرتا ہے۔ اور اسی مسلمہ اصول کی بناء پر خدا کی لقاء انسان کو پیغمبر وقت کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے کیونکہ خدا تو بذاتہٖ غیب لا یدرک ہے۔

یہ بات کہ پیغمبر کے ظہور کو خدا کا ظہور کہا جاتا ہے علماء اسلام تیرہ سو برس سے تسلیم کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں رسول کریم کی نسبت فرمایا ہے یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ کہ اہل کتاب رسول کریم کے ظہور کی پیشگوئی تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ چنانچہ علمائے اسلام نے حضرت موسیٰ کی کتاب استثناء ب ۳۳ کی یہ آیت ہمیشہ ظہور رسول کریم کے بارے میں پیش کی ہے۔

"خداوند سینا سے آیا۔ شعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر جلوہ گر ہوا"

اس جگہ فاران سے خدا کی جلوہ گری سے مراد ظہور محمدی ہے جسے تمام علمائے اسلام ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں اور کسی عالم اسلام نے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ اس آیت میں حضرت موسیٰ کے ظہور اور حضرت عیسیٰ کے ظہور کو بھی جو سینا اور سعیر سے ہوا خدا کا آنا قرار دیا ہے۔ اس کلمۂ مبارک سے یہ حقیقت واضح اور مبرہن فرما دی کہ خدا کا آنا، خدا کا طلوع ہونا، خدا کا جلوہ گر ہونا پیغمبر وقت کا ظہور ہے۔ یہ کلام الٰہی کی اصطلاح ہے اور یہی حق ہے۔ کیونکہ خدائے غیب الغیب آمد و رفت، طلوع و غروب، پوشیدگی و جلوہ گری جیسے حدوثی حالات سے مبرا و منزہ ہے۔ ہاں اس کی قدرت ومشیت کا مظہر اعلیٰ پیغمبر ہوتا ہے۔ چونکہ پیغمبر میں اپنا کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ نور و ظہور ہوتا ہے وہ خدا ہی کا ہوتا ہے۔ اسلئے پیغمبر کی آمد خدا کی آمد، پیغمبر کی لقاء خدا کی لقاء ہے۔ جیسا کہ اس آیت تورات میں علمائے اسلام متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اب اب غفلت اور حقائق دین سے بے پروائی کر کے اہل بہاء کے سامنے اپنے مسلمات کا بھی انکار کیا جا رہا ہے

اسی طرح آیات لقاء میں آیت نمبر وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ" حضرت نوحؑ کا قول ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نہیں دھتکاروں گا یہ تو اپنے رب کے ملنے والے ہیں۔ خدا کے حضور میں پہنچے ہوئے ہیں یہ صاف بیان ہے کہ جو لوگ پیغمبر وقت کی رفاقت میں ہیں وہ خدا کے حضور میں داخل ہیں اور اپنے رب سے مل رہے ہیں۔ انھیں لقاء اللہ حاصل ہو رہی ہے۔

اس مضمون کی تصدیق و تائید میں ہم جناب فاضل ثناء اللہ صاحب کی تفسیر القرآن کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں:

اسی آیت وما انا بطارد الذین امنوا انھم ملاقوا ربھم
کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"اور نہ میں ایمانداروں کو جنھیں تم حقیر اور ذلیل سمجھتے ہو
تمھاری خاطر تمھارے آنے پر مجلس سے دھتکار سکتا ہوں
کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے
ہیں۔ خدا کے حضور واصل ہیں۔ ظاہری زیب و زینت
اگر ان میں نہیں تو اس کی انھیں پرواہ بھی نہیں کیا
تم نہیں جانتے کہ ؎

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس و کے را

(ملاحظہ ہو تفسیر ثنائی سورہ ہود ۱)

انھم ملاقوا ربھم صاف اور صحیح ترجمہ یہی ہے کہ وہ اپنے رب
کے ملنے والے ہیں۔ خدا کے حضور واصل ہیں۔"

حضرت نوح اپنے مومنین کو "رب سے ملنے والے اور خدا کے
حضور واصل" ٹھہراتے ہیں۔ کیا آپ بات کا اعلان نہیں کہ پیغمبر وقت
کی معرفت ولقاء حاصل کرنا خدا کی لقاء حاصل کرنا اور خدا کے حضور واصل
ہونا ہے۔

اسی طرح آیت نمبر ۱ یظنون انھم ملاقوا ربھم میں
بھی یہی مراد ہے کہ بنی اسرائیل میں سے مخلص مومنین پیغمبر وقت کے
ساتھ رہتے ہوئے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ ہم خدا کے ملنے والے ہیں
ہمیں لقائے الٰہی حاصل ہے۔

نیز اسی طرح آیت نمبر ۳ واعلموا انکم ملاقوہ میں مسلمانوں کو
تعلیم دی جا رہی ہے کہ اب ظہور محمدی میں ایمان وعرفان حاصل کر کے اس
ظہور کے ذریعے تم لوگ خدا کے ملنے والے بن گئے ہو۔ تمھیں لقاء الٰہی
کا مقام حاصل ہو گیا۔ کیونکہ ملاقوا صیغہ اسم فاعل ہے جو اپنے اصلی
معنی میں حال کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ "ملاقوا ربھم" "ملاقوا اللہ"
"ملاقوہ" ان سب الفاظ کا مفہوم یہی ہے کہ مومن جو پیغمبر وقت کی
معرفت ولقاء سے فائز ہوتے ہیں "خدا کے ملنے والے خدا کے حضور
میں واصل ہیں" یہ مرتبہ انھیں موجودہ زندگی میں ابھی حاصل ہے۔
مرنے کے بعد کے لئے موقوف نہیں اور جو آیات آئندہ زمانے میں
لقائے الٰہی کی خبر دیتی ہیں ان میں بھی یہی مدعا ہے کہ جب آئندہ
ظہور حق ہوگا اور لوگ ایمان وعرفان سے فائز ہونگے تو انھیں بھی
لقائے الٰہی حاصل ہوگی۔ جیسا کہ پہلے مومنین کو حاصل ہو چکی ہے۔

لقائے الٰہی کی شرط خداوند فرماتا ہے لقائے الٰہی کا مقام حاصل
کرنے کے لئے عمل صالح اور توحید خالص پر قائم ہونا شرط ہے۔
فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحا ولا یشرك
بعبادۃ ربہ احدا (سورہ کہف، رکوع آخری)

"جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی آرزو کرتا ہے وہ نیک عمل کرے اور
اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

اس شرط کے مطابق ہر ظہور حق میں مخلص مومنوں کو لقائے الٰہی کا
شرف وامتیاز حاصل ہوتا رہا ہے اور حاصل ہوتا رہیگا۔ جو لوگ بدعملی پر مصر
ہیں اور غیر اللہ کی محبت۔ غیر اللہ سے خوف۔ غیر اللہ کی بندگی و غلامی
کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں وہ لقائے الٰہی کا مقام بلند حاصل
نہیں کر سکتے۔

کیا لقاء اللہ بعد الموت حاصل ہوتی ہے؟

فاضل مدیر اہلحدیث نے آیات لقاء کے متعلق جو کچھ اپنی تفسیر القرآن
میں لکھا ہے اسمیں سے ایک بات ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ "انھم ملاقو
ربھم" کا ترجمہ انھوں نے یہ کیا ہے کہ "مومن اپنے رب سے ملنے والے
اور خدا کے حضور میں واصل ہیں" یہاں تصریح ہے کہ یہ لقائے الٰہی
مومنوں کو اسی زندگی میں ملتی ہے۔

(۲) یظنون انھم ملاقوا ربھم (سورۂ بقر رکوع ۳۳)
اس کا ترجمہ مولانا ثناء اللہ نے یوں کیا ہے "جن کو یقین تھا کہ اللہ کی مدد پاویں گے۔" (تفسیر ثنائی سورہ بقر)

نیز اپنی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں لکھتے ہیں "ملاقوا اللہ ای ملاقوا نصرہ" (بقرہ رکوع ۳۳) یہاں بھی لقاء اللہ کے معنی اللہ کی مدد پانا لکھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی مدد پانا جس کا یہاں ذکر ہے مرنے کے بعد نہیں بلکہ اسی دنیا کی زندگی میں ہوتا ہے۔ پس مولانا کی تسلیم کے مطابق لقاء اللہ اسی دنیا میں ہوتی نہ کہ مرنے کے بعد یہ باتیں خود تسلیم کرنے اور لکھنے کے باوجود پھر مولانا ثناء اللہ صاحب اہل بہار کے مقابلہ پر آکر اپنے مسلمات کے خلاف تحریر فرماتے ہیں کہ:

"پس ان آیات اور احادیث میں لقاء اللہ سے مراد
اللہ کی لقاء ہے جو بعد الموت ہر مومن کو حاصل ہوتی ہے
اور ہوتی رہے گی۔" (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹ رجب)

ان آیات لقاء میں کہاں لکھا ہے کہ یہ لقاء موت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور جبکہ آیات میں یہ نہیں ہے تو پھر بلا دلیل بات کیوں تسلیم کی جائے؟ چونکہ ان آیات لقاء میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ یہ لقاء موت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ خود فاضل مدیر اہلحدیث نے بھی اس کی شہادت یوں دیدی ہے کہ اس مضمون اہلحدیث میں ایک آیت سے بھی نہیں دکھایا کہ یہ لقاء بعد موت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک روایت کا سہارا لیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔"

اس روایت میں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس لقاء کا ذکر ہے وہ مرنے کے بعد مومن کو حاصل ہوتی ہے۔ پھر کیونکر ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں جو وعدۂ لقاء ہے وہ مرنے کے بعد کے لئے ہے۔ مولانا مدیر اہلحدیث نے مشکوٰۃ سے ایک روایت تو نقل فرمائی مگر اسی مشکوٰۃ کی ان احادیث صریحہ کو نظرانداز کر دیا جن میں صاف صاف لکھا ہے کہ "تم اپنے رب کو عیاناً دیکھو گے"۔ "لوگ خدا کا چہرہ دیکھیں گے" "خدا بے حجاب اور بلا ترجمان بندوں سے باتیں کریگا" "خدا مومن کو اپنے پاس کرکے اپنا کندھا اس سے ملادیگا"!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ "تم خدا کو ایسا صاف بے روک ٹوک دیکھو گے جیسے خورشید اور بدر کامل کو دیکھتے ہو" اور حضور اکرم نے اس پر یہ آیت بھی تلاوت فرمائی وجوہٌ یومئذٍ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ "یعنی اس دن تروتازہ چہرے اپنے رب کو دیکھتے ہونگے" (ملاحظہ فرمائے مشکوٰۃ باب رؤیۃ اللہ اور باب الحساب والقصاص والمیزان)

نیز اسی مشکوٰۃ کے باب رؤیۃ اللہ میں لکھا ہے مالک ابن انسؓ سے آیت الیٰ ربھا ناظرۃ کے متعلق پوچھا گیا اور کہا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ الیٰ ربھا ناظرۃ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے۔ یعنی الیٰ ثوابہ خدا کی جزا کی طرف دیکھتے ہونگے: مالک نے فرمایا جھوٹ کہتے ہیں۔ وہ آیت کلا انھم عن ربھم یومئذٍ لمحجوبون کو کیا کرینگے؟ مالک نے کہا کہ لوگ قیامت کے دن اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور کہا کہ اگر مومن قیامت کے دن اپنے رب کو نہ دیکھینگے تو خدا نے کفار کو محجوبیت سے کیوں شرم دلائی ہے کہ وہ کفار خدا سے اس دن محجوب ہوں گے۔"

کیا مولانا ثناء اللہ صاحب قیامت کے دن دیدار الٰہی اور لقاء الٰہی کا انکار کرتے ہیں؟ اور جب انکار نہیں کرتے تو یہ کہنا کہ قرآن مجید میں جس لقاء الٰہی کا وعدہ دیا گیا ہے وہ لقاء موت کے وقت حاصل ہوتی ہے کہاں تک صحیح ہے اور کیا یہ قیامت کے وعدۂ لقاء کی تردید ہے۔ اور اگر مولانا صرف بحث کی خاطر ایسی باتیں لکھتے ہیں تو تعجب ہے۔ علم کا ثمرۂ حقیقی رضائے الٰہی سے فائز ہونا ہے۔ یہ نعمت ہر تقلید سے آزاد ہو کر حاصل ہوتی ہے۔

پیغمبروں کی عجیب آزمائش

پروفیسر شیرازی مرحوم جن کا نام میرزا محمد رضا تھا۔ اور جن کی دائمی یادگار کراچی اور حیدرآباد سندھ میں موجود ہے بڑی گہری روحانیت اور لطیف قلب کے مالک تھے اور بلند روحانی مضامین کو بہت دلچسپ بنا کر بیان کیا کرتے تھے۔ میری ہدایت کا ذریعہ بھی وہی ہوئے۔ اپنے صعود سے کچھ مہینے پہلے یہ مضمون انھوں نے ہند اور برما کے پانچویں سالانہ کنونشن میں بیان کیا تھا جو کنونشن نمبر کوکب ہند جلد دوم میں چھپا تھا۔ امید ہے ناظرین کے لئے دلچسپی کا باعث اور مرحوم کے جاننے والوں کے لئے یاد تازہ کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ (حشمت اللہ)

ایک دن خدا نے اپنے تمام پیغمبروں کو طلب کیا اور اُن سے دریافت کیا۔ تم نے دُنیا میں کیا کیا؟

ہر پیغمبر نے بیان کیا کہ اتنے اتنے لوگ آپ کی عبادت ان طریقوں پر کر رہے ہیں جو ہم نے اُن کو بتائے ہیں۔ اتنے اتنے عبادت خانے ہماری یادگار میں بنائے گئے ہیں۔ ایسی ایسی عظیم الشان کتابیں ہماری تائید میں لکھی گئی ہیں۔ اور ہم میں سے ہر پیغمبر کے ماننے والے ایسے ایسے نیک کام اور ثواب کی باتیں کر رہے ہیں۔

خدا نے کہا مجھے تمھاری رپورٹ سے اطمینان نہیں ہوا۔ میں خود چل کر تمھارے ماننے والوں کا معائنہ کرونگا۔

جماعتوں کا معائنہ کرنے کے بعد خدا نے ہر پیغمبر کو اُس کی امت کی طرف بھیجا اور کہا

جاؤ۔ میرے لئے ایک انسان کا دِل لے کر آؤ۔

اُن سے کہنا۔ خدا بیمار ہے اور تھکا ماندہ ہو رہا ہے اس کے علاج کے لئے ایک انسان کے دل کی ضرورت ہے۔

تمام پیغمبر اپنی اپنی امت کی طرف یہ خدا کا پیغام لے کر گئے لیکن اُمتیوں نے کہا:۔

چلو۔ جاؤ۔ تم جھوٹے ہو۔ جو ہم سے ایک دل مانگنے آئے ہو۔ یہ تمام تعجب خیز جھوٹی باتوں سے جو آجتک ہم نے سُنی ہیں زیادہ جھوٹی ہے۔ کیونکہ آجتک کون ہے جو آدمی کا دل مانگنے آیا ہو ہمارا خدا محبت والا ہے۔ وہ خونخوار نہیں ہے جو اُسے آدمی کا دل درکار ہو۔

پس اُمتیوں نے اپنے پیغمبر کو مار کر نکال باہر کیا۔ اُنہی پیغمبروں کو جن کے نام سے لوگ گرجوں۔ مسجدوں اور مندروں میں جمع ہو کر دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور یہ پیغمبر روتے پیٹتے اپنی اُمت کا گلہ لے کر خدا کی طرف لوٹ گئے۔

مذہب کی تاریخ اٹھا کر دیکھو۔ کیا دیکھتے ہو؟

جب کبھی دین محض تقلید بن جاتا ہے اور اُس کی تمام گرمی اور جان نکل جاتی ہے تو خدا اپنے پیغمبروں کو دنیا میں اُتارتا ہے جو خدا کے اور پہلے پیغمبروں کی تعریف کرتے ہوئے آتے ہیں۔ اور لوگوں کو تاکید کرتے ہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صرف اُسی کی پرستش کریں۔ لوگ اُن کو صرف تھوڑے سے طرزِ بیان کے فرق کی وجہ سے نہیں پہچان سکتے۔ اُن کو ستاتے ہیں۔ اُن کا مذاق اُڑاتے اور ان کو مارتے پیٹتے ہیں۔

خدا انسان کا دل اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتا ہے۔ اس کو اپنے ہی کاموں کے لئے علیحدہ کرنا چاہتا ہے مگر لوگ اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور گمراہ ہوتے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں پھر ایک مرتبہ بیابان سے ایک آواز اٹھی ہے اور لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہوئے سب کچھ چھوڑنے کی تاکید کرتی ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اب کی مرتبہ بیس ہزار مرد عورت اور بچے اپنا سب کچھ قربان کرتے ہوئے اس آواز کی طرف دوڑ پڑے لیکن یہ کافی نہیں ہے۔

یہی آواز دوسرے گلوں سے نکلیگی جب تک کہ ایک دل بھی پیش کرنے سے رکا رہیگا۔ اور جب تک کہ سب مل کر اس نذر کو پیش نہ کرینگے۔ کیونکہ

آج خدا کو ساری دنیا کے دل کی ضرورت ہے۔

آج دنیا کو لڑائی جھگڑا، خونریزی ترک کر دینی چاہئے۔ دیسی، جنسی اور پولیٹیکل اختلافات چھوڑ دینے چاہئیں۔ معاشرتی، ملکی اور رسم و رواج کے جھگڑے بند کر دینے چاہئیں۔ روحانی اور عمومی طریقوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہی حضرت بہاء اللہ کا پیغام ہے اور جو کوئی اس مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے وہ بہائی ہے۔ خواہ وہ تسلیم کرے یا نہ کرے کہ وہ بہائی ہے۔

زبانی نیازمندی کا زمانہ ختم ہوا۔ اور اب وہ کبھی نہ لوٹے گا اب خلوص کا عصر شروع ہو گیا ہے ۔ (تمام شد)

پروفیسر شیرازی مرحوم نے اپنے لکچر کے اخیر میں کہا ہے:۔
"جو کوئی اس مقصد کے لئے کوشش کرتا ہے وہ بہائی ہے۔ خواہ وہ تسلیم کرے یا نہ کرے کہ وہ بہائی ہے۔"
جس لئے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

"بہائی کون ہے"؟

اس سوال کا جواب پچھلے مہینہ کے پیامبر میں درج ہے۔ مضمون کا سلسلہ تازہ کرنے کے لئے وہ حصہ پھر نقل کرتا ہوں:۔

"درحقیقت بہائی وہی ہے جو حضرت بہاء اللہ کی بعثت کو بھی تسلیم کرتا ہے اور جو دستور العمل حضرت بہاء اللہ نے دیا ہے اس پر بھی عامل ہے۔ مگر بعض لوگ حضرت بہاء اللہ کی اہمیت کو ان کی تعلیمات کی اہمیت اور ان کے مفید مطلب ہونے کے احساس کے بعد محسوس کرینگے۔ اور بعض لوگ پہلے حضرت بہاء اللہ کی ذاتی عظمت سے آگاہ ہونگے اس کے بعد ان کی تعلیمات کی بلندی سے۔

سب سے پہلی حالت تینوں صورتوں میں اصلی مقصد اور منزل مقصود ہے اور بعد کی دونوں مذکورہ حالتوں میں اس شخص کے پڑاؤ پر پہنچنے سے پہلے کے حال کی تصدیق ہے۔ ایک مثل مشہور ہے الطرق الی اللہ بعدد انفس الخلائق۔

مذکورہ بالا دونوں قسمیں ان عام مختلف راستوں کے یکجا ملان کا اجمالی بیان ہے۔

جو لوگ اہل بہاء کے طرز بیان یا اصطلاحات سے واقف نہیں یا اپنے طرز بیان کے ایسے معتقد ہیں کہ اس کے خلاف کسی طرز بیان کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں وہ مذکورہ بالا تعریف کو پڑھکر تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہیں اور بعض تو یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص بہائی نہیں ہے۔

جب تک ہمارے اس سوال کا جواب نہ دیا جائے ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس جدید اور عجیب تعریف میں کوئی مفید مطلب بات بھی مضمر ہے یا نہیں۔

جیسے بہائی تین قسم کے ہیں۔ ایسے ہی غیر بہائی بھی تین طرح کے ہیں ۔

(۱) وہ جو نہ تو حضرت بہاء اللہ کے دعاوی کو سچا مانتے ہیں نہ اُن کی ماموریت تسلیم کرتے ہیں اور نہ اُن کے دیئے ہوئے دستور العمل کو قبول کرتے ہیں۔

(۲) وہ جو اُن کی مظہریت و ماموریت پر تو ایمان رکھتے ہیں مگر اُن کے عطا کئے ہوئے دستور العمل پر چلنے سے کوتاہی یا پہلو تہی کرتے ہیں۔

(۳) وہ جو حضرت بہاء اللہ کی مظہریت کے قطعی مُنکر ہیں۔ مگر اُن کے دیئے ہوئے دستور العمل پر عامل اور اس کے مداح ہیں۔

جب آپ اس تعریف کا مقابلہ پہلی (بہائی کون ہے؟) کی تعریف سے کرینگے تو نمبر ۲۔ اور نمبر ۳ دونوں میں ملیں گے۔ صرف نمبر ایک دونوں میں الگ ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے۔

صحیح معنوں میں بہائی وہی ہے جو نہ صرف حضرت بہاء اللہ کے اصلی مقام، اُن کے دعاوی اور اُن کے دستور العمل کو تسلیم کرتا ہے بلکہ جہانتک اس کے لئے ممکن ہے اور اس سے ہوسکتا ہے عمل کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔ خواہ حشر کچھ ہی ہو۔

اس کے بعد یہ سوال کرنا بجا ہوگا کہ میں نے نمبر ۲۔ اور نمبر ۳ کو دونوں تعریفوں میں کیوں داخل کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ تغیر رفتہ رفتہ واقع ہوتا ہے اور اس درمیانی حالت میں رجحانِ طبع کے لحاظ سے تعین کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص آہستہ آہستہ درجۂ اول کی طرف قدم بڑھا رہا ہے تو رغبت اور تشویق کے پیمانہ سے اُسے بہائی کہنا صحیح ہے۔

لیکن اگر اس کا قدم رجعتِ قہقری کی طرف مائل ہے اور وہ پیچھے لوٹ رہا ہے تو غیر بہائی کہنا صحیح ہوگا۔ اور اس میں تذکر اور تنبیہ کا مفید پہلو بھی شامل ہوگا۔

مثلاً جو درخت نشو و نما کی طرف مائل ہو اور بڑھ رہا ہو وہ خواہ کتنا ہی شکستہ حال ہو۔ زندہ ہے۔

برعکس اس کے جس درخت کی جڑ کٹ گئی ہو۔ اور وہ تنزل کی طرف مائل ہو۔ وہ خواہ کتنا ہی سرسبز ہو، اس کے شاخ پتے، پھول اور پھل موجودہ حالت میں کتنے ہی اچھے ہوں لیکن چونکہ جڑ کٹ چکی، وہ موت کے منہ میں ہے۔ اور جس کا ذکر پہلے ہو چکا وہ عہد حیات اور زندگی کے پالنے میں ہے ۔

میں نے اپنے خیال بڑی صفائی کے ساتھ آپ کے سامنے رکھدیئے۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ کیا آپ اپنے شکوک شبہات یا اعتراض پیامبر کے پتے سے مجھے لکھکر فائدہ نہ پہنچائیں گے؟ (راقم مشت ع)

انیسِ حیات

جناب ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ فطری نے کتاب انیس حیات تالیف فرماکر اہل وطن پر ایک احسان کیا ہے۔ "انیس حیات" میں طبی مفید اخلاقی مضامین درج ہیں۔ ۵۰ بہترین نسخے جو مختلف امراض میں نہایت کارآمد ہیں۔ ۲۵ مفید دستکاریاں۔ اخلاقی تعلیم کا اہم ترین خلاصہ۔ یہ سب چیزیں نہایت قابل قدر ہیں۔ ۹۶ صفحات حجم۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت پانچ آنے۔ جناب مصنف سے طلب فرمایئے پتہ :۔ جناب ڈاکٹر ایم۔ ڈی فطری۔ ایوان اخلاق بھاولپور

امر بہائی اور اسلام

"بہائیت اور اسلام" کے عنوان سے اہلحدیث مورخہ ۲۴ر جولائی میں جو مضمون چھپا ہے وہ میں نے دیکھا۔ پیامبر ماہ جولائی کے صفحہ ۱۲ کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ مضمون جو ایڈیٹر صاحب پیامبر کا سمجھا گیا ہے وہ حشمت ع کا مضمون ہے۔

دراصل یہ لکچر میں نے پانچویں سالانہ کنونشن کے جلسہ بمبئی میں دیا تھا۔ اور کوکب ہند جلد دوم کے کنونشن نمبر ۹ر جولائی ۱۹۲۵ء کے صفحہ ۱۹ - ۲۲ پر [امر بہائی اور اسلام پر تقریر] کے عنوان سے چھپا ہے اور اب دوبارہ مضمون کی صورت میں چھپا۔ پس یہ کوئی نئی جرأت نہیں ہے۔

چونکہ جناب ایڈیٹر صاحب اہلحدیث نے تنقید کے ساتھ کچھ سوال شائع کرکے جواب مانگے ہیں۔ اور اس کا علم اہلحدیث کے پڑھنے والوں کو ہو چکا ہے اس لئے وہ بھی جواب معلوم کرنے کے ایسے ہی مشتاق ہونگے جیسے جناب اڈیٹر صاحب۔ لہٰذا امید ہے میرا یہ مختصر جواب ناظرین اہلحدیث تک پہنچا دیا جائے گا۔

آپ[1] کا دعویٰ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ سید الانبیاء ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے نمایاں طور پر افضل ہیں۔ یہ دعویٰ ہمیں تسلیم ہے۔ لیکن کیا آپ کی ہر دلیل اور برہان کے باوجود کوئی بھی یہودی حضرت موسیٰ سے اور کوئی بھی عیسائی حضرت عیسیٰ سے آنحضرت کو افضل مانتا ہے؟ اگر نہیں مانتا تو آپ کی دلیل اور برہان کا نقص ہے۔ یا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ پہلے پیغمبروں کے ماننے والے بعد میں آنیوالے پیغمبروں کی افضلیت ماننے سے فطرتاً عاجز اور قاصر ہیں۔ اس مسلمہ عالمگیر اصول سے آپ کیسے مستثنےٰ ہو سکتے ہیں؟

حضرت بہاء اللہ کی ظاہری قید و بند کا ذکر کرنے کے بعد پیغمبروں کی کامیابی اور ناکامی کی حقیقت کے متعلق سوال[2] کیا ہے اس کا جواب میں نے کوکب ہند جلد دوم[3] کے مضمون "[دنیوی طاقتوں کی مغلوبیت اور داعیٔ برحق کی فتح کس طرح واقع ہوتی ہے]" میں دیا ہے۔ اگر ایڈیٹر صاحب اہلحدیث اپنے اخبار میں درج کرنا چاہیں تو میں بھیجدوں۔ میرے مضمون عام طور پر مختصر ہوتے ہیں۔ زیادہ جگہ نہیں گھیرتے۔

جناب ایڈیٹر صاحب اہلحدیث کے خیال میں ہماری[4] [ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ آنحضرتؐ اور حضرت بہاء اللہ کے دعووں میں فرق نہیں جانتے۔۱۲]

میرے خیال میں حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کو جاننے والے غلطی پر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ لا نفرق بین احدٍ من رسلہ کے موضوع کو خوب سمجھتے ہیں اور تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض کے معنی بھی صحیح طور پر سمجھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں اور تاریخ ادیان اس کی گواہ ہے کہ ہر پیغمبر اپنا درجہ اور مقام ایک نئے رنگ اور روپ میں پیش کرتا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کی نظر میں حضرت موسیٰ کا مقام اور تھا۔ عیسائیوں کی نظر میں حضرت عیسیٰ کا مقام اور تھا مسلمانوں کی

۱؎ ملاحظہ ہو اہلحدیث ۲۴ر جولائی ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ کالم ۲ لغایت صفحہ ۴ کالم ایک "ہمارا دعویٰ ہے الخ"

۵؎ دیکھو صفحہ ۴ کالم ایک اہلحدیث مذکور

نظر میں حضرت محمدؐ رسول اللہ کا مقام اور تھا۔ اور بہائیوں کی نظر میں
حضرت بہاء اللہ کا مقام اور ہے۔ جولوگ اس حقیقت واقعی کو نہیں
سمجھتے وہ منتظر ہیں کہ حضرت بہاء اللہ اپنے مقام کی تعریف انہی الفاظ
والقاب سے کریں جن سے حضرت رسول اللہ نے کی۔ یہ توقع غلط ہے
حضرت بہاء اللہ کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ وہ مہدی موعود ہیں
یہ دعویٰ حضرت باب (میرزا علی محمدؐ شیرازی) کا تھا۔ (میرزا حسین علی
نوری) حضرت بہاء اللہ کا مقام اور لقب عیسائی اصطلاح میں
نزول ثانوی مسیح اور رب الجنود کہا گیا ہے۔ لیکن کتاب بیان کی جدید
اصطلاح میں حضرت باب کا لقب نقطۂ بیان اور حضرت بہاء اللہ
کا من یظہرہ اللہ ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب نے کتاب اقدس کا
جو حوالہ اپنے مضمون میں نقل کیا ہے اس کے معنی غلط کئے ہیں
ذرا سیاق وسباق کو پھر غور سے پڑھیں تو خود تعجب کرینگے
کہ ایسی غلطی کیسے ہوگئی۔

جناب اڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں [اس حوالے کے
علاوہ کئی ایک حوالجات بتا رہے ہیں کہ شیخ بہاء اللہ کا دعویٰ فرع
ہے رسالتِ احمدیہ کی]

میں نے ۱۹۰۹ء کے شروع میں حضرت بہاء اللہ کو سچا
مانا ہے۔ اس درمیان میں اُن کی تمام عربی اور فارسی کی مطبوعہ مجلدات
میرے پاس رہی ہیں۔ غالباً ہندوستان میں حضرت بہاء اللہ کی
الواح کا مجموعہ اس سے زیادہ اور کسی کے پاس نہ ہوگا۔ ان کے
علاوہ غیر مطبوعہ الواح بھی اس ۳۳ سال کے عرصے میں بہت سی
دیکھی اور غور سے پڑھی ہیں۔ لیکن مجھے تو ایک بھی حوالہ ایسا نہ ملا
جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ فرع اور اُن سے
پہلے مبعوث ہونے والے کسی بھی پیغمبر کا دعویٰ اصل ہے۔ کیا
اُن کئی حوالجات میں سے براہِ کرم صرف ۹ حوالے اہلحدیث میں
شائع فرما دیجئے جن سے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ فرع ثابت
ہوتا ہے؟ حضرت بہاء اللہ کی کتاب کو دنیا بے مثل بتاتی ہے
اور محض اس وجہ سے نہیں کہ میں بہائی ہوں بلکہ قوی دلائل سے
اسے بے مثل مانتا ہوں۔ اگر واقعی اس مسئلے کو ایسا صاف کرنا
منظور ہے کہ اہلحدیث کے ناظرین بھی سمجھنے سمجھانے میں شریک ہوسکیں
تو میرا موجودہ مضمون بلاکم وکاست چھاپ دیجئے۔ اور قرآن مجید
کی برتریت گذشتہ آسمانی کتابوں پر ثابت کیجئے اور دیکھئے کہ میں
اُس دلیل سے زیادہ مضبوط دلیل حضرت بہاء اللہ کی کتاب کی افضلیت
کی پیش کرتا ہوں یا نہیں۔

تنقیدی مضمون کے اصلی مطالبات کو لے کر میں نے ہر ایک
کا مختصر جواب دیا ہے۔ فروعی مطالبات کو اختصار کی خاطر نظر انداز
کر دیا۔ یار زندہ صحبت باقی

(راقم حشمت عبدالبہاء۔ ۲۵ر جولائی ۱۹۴۲ء)

بہائی سمر سکول دہلی میں

بہائی سمر سکول کا اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ امر اللہ کے متعلق
مزید علم وعرفان حاصل کیا جائے۔ امریکہ اور ایران وغیرہ ممالک میں
سمر سکول کے لئے باقاعدہ مقامات اور سامان فراہم ہیں۔ چند
سال سے ہندوستان میں بھی بہائی سمر سکول شروع کیا گیا ہے۔
مختلف اطراف سے احباب شریک ہوتے ہیں۔ باقاعدہ مجلسیں ہوتی ہیں
مناجات اور تلاوتِ آیات ہوتی ہے۔ کُتُبِ امری کا مطالعہ اور متعدد
مضامین پر لیکچرز اور سوال وجواب ہوتے ہیں۔ ایک ہفتہ علمی و
روحانی فضا میں صرف ہوتا ہے۔

امسال ۱۵ر اکتوبر سے ۲۲ر اکتوبر تک سمر سکول دہلی میں منعقد ہوگا

تمام دُنیا کا دین

اس کے مقاصد، تعلیمات اور تاریخ کا خلاصہ

از حضرت شوقی آفندی ولیِ امر اللہ (ترجمہ از انگلش)

اہلِ بہار کا عقیدہ ہے کہ حضرت بہآء اللہ نے جس دین کا اعلان فرمایا ہے وہ خدا کا بھیجا ہوا دین ہے۔ اس دین کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ سب وہی اس میں شامل ہیں۔ اس کی نظر وسیع اور اس کا دستور العمل علم پر مبنی ہے۔ اس کے اصول انسانوں میں محبت پھیلانیوالے اور اس کا اثر انسانوں کے دلوں میں قوتِ عمل پیدا کرتا ہے۔

اہلِ بہار کا عقیدہ ہے کہ اُن کے دین کا بانی اس بات کا اعلان کرنے کے لئے مامور ہوا تھا کہ دینی حقیقت مطلق نہیں بلکہ اضافی یا تقابلی ہے یعنی خدا کا کلام جاری رہتا ہے اور ترقی پذیر ہے۔ گذشتہ ادیان کے بانیوں کی تعلیمات اگرچہ فروعات یعنی غیر مستقل رسومات میں ایکدوسرے سے مختلف ہیں مگر وہ سب ایک ہی خیمہ میں متمکن۔ ایک ہی آسمان میں بلند پرواز ایک ہی عرش پہ مکین۔ ایک ہی کلام کے متکلم اور ایک ہی امر کے آمر ہیں"۔

اہلِ بہار نے یہ عملاً ثابت کر دکھایا ہے کہ حضرت بہآء اللہ کے دین کا بنیادی اصول وحدتِ عالم انسانی یا عالمگیر انسانی برادری ہے اور یہی اصول ارتقائے انسانی کی تکمیل و انتہا ہے۔ اُن کا یہ دعوٰی ہے کہ اس عظیم الشان ارتقاء کا اس آخری منزل (یعنی عالمگیر اتحاد) تک پہنچنا نہ صرف ضروری بلکہ قطعی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ آخری منزل آہستہ آہستہ قریب آرہی ہے اور وہی خدائی پیغام اسے قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے جس کا یہ دعوٰی ہو کہ اسکی پُشت پر آسمانی قوت کارفرما ہے۔

بہائی دین خُدا اور اس کے ظہورات (رسولوں) کی توحید یا ایکتا کا قائل ہے۔ سچائی اور صداقت کی بے روک ٹوک کھلے بندوں تلاش کرنے کے اصول کا حامی ہے۔ تمام قسم کے توہمات و تعصبات کی مذمت یا کھنڈن کرتا ہے۔ اتحاد و محبت کی تعلیم دیتا ہے اور سکھاتا ہے کہ اتحاد و محبت ہی دین کا اصل مقصد ہے۔ دین اور سائنس کو ایکدوسرے کا حامی اور مددگار سمجھتا ہے دین کو پُرامن، مہذب اور ترقی پذیر سوسائیٹی کی آخری اور تنہا بنیاد سمجھتا ہے مرد و عورت کے حقوق کی مساوات کا علمبردار ہے۔ لازمی تعلیم کا حامی ہے۔ دولتمندی اور افلاس کی باہمی کشمکش کا انسداد کرتا ہے یعنی نہ تو حد درجہ دولتمندی کا حامی ہے اور نہ انتہائی مفلسی کو پسند کرتا ہے۔ کام جو خدمت کی نیت سے کیا جائے اُسے عبادت جانتا ہے۔ ایک امدادی بین الاقوامی زبان رائج اختیار کرنے کی سفارش کرتا ہے اور ایک پائدار امن عامہ کے قائم کرنے کے طریقے بتاتا ہے اور اس کی نگرانی اور حفاظت کے لئے ذرائع مہیا کرتا ہے۔

یہ دین اُنیسویں صدی کے وسط میں ایران میں جو اُس وقت تاریک ترین ملک تھا شروع ہوا۔ شروع ہوتے ہی تعصب اور مذہبی تشدد کی قوتوں نے چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے مبشر کو شہید کیا۔ اس کے بانی کو ملک بملک جلا وطن کیا اور اس کے مروج کو قریباً ساری عمر نظر بند رکھا اس کے ماننے والوں میں سے کم ازکم بیس ہزار نفوس کو سخت سے سخت دکھ دے کر قتل و غارت کیا۔ پھر بھی یہ دین خاموشی و استقلال کے ساتھ مشرق و مغرب میں پھیلتا گیا۔ اور پھیلتا جا رہا ہے۔ اسوقت دُنیا کے کم ازکم چالیس ملکوں میں پوری طرح قائم ہو چکا ہے اور بعال ہی میں

کئی ملکوں میں دینی اور ملکی حکام نے اسے ایک علیحدہ مستقل دین مان
لیا ہے۔

اس دین کے مبشر شیراز کے رہنے والے میرزا علی محمد تھے۔ وہ
باب کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کے دن اپنی
دوہری ماموریت کا اعلان فرمایا کہ وہ ایک مستقل ظہور الٰہی ہیں اور اپنے
سے ایک بڑے ظہور الٰہی کے مبشر ہیں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ آنیوالا
ظہور اعظم نوعِ انسان کی دینی تاریخ میں ایک نئے اور بے مثل دور
کا آغاز کریگا۔

آپ کی زندگی۔ آپ کی مصیبتوں۔ آپ کے شاگردوں کی شجاعت
اور آپ کی دل ہلا دینے والی شہادت کے حالات یہاں لکھنے کی ضرورت
نہیں۔ کیونکہ آپ کی پاک زندگی کے مکمل حالات "ڈان بریکرز (بہائی
دین کے آغاز کی تاریخ) میں نہایت صاف طور پر درج ہیں۔ یہاں صرف
اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ حضرت باب کو ۹ جولائی ۱۸۵۰ء کے دن ایران
کے شہر تبریز میں ایک فوجی دستے نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ اور اسی
دن شام کو آپکے جسد مبارک کو بارکوں کے صحن سے شہر کے دروازہ کے
باہر خندق میں پھینک دیا۔ جہاں سے رات کو آپکے فداکار شاگرد اسے
اٹھا کر طہران لے گئے۔ یہاں یہ اس وقت تک چھپا کر رکھا گیا جب تک اسکو
ارض مقدس میں لے جانا ممکن نہ ہوا۔ آپ کے کچھ شاگردوں نے حضرت
عبدالبہاء کی ہدایتوں کے مطابق اس صندوق کو جس میں آپ کا جسد مبارک
تھا شدید مشکلوں اور سخت خطروں کا مقابلہ کرتے ہوئے حیفا پہنچا دیا۔
۱۹۰۹ء میں حضرت عبدالبہاء نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کئی بہائی جماعتوں
کے نمائندوں کے سامنے اس جسد اطہر کو اس روضہ مبارکہ میں دفن کیا
جو آپ نے اس کے لئے خاص طور پر بنوایا تھا۔ اس وقت سے بہائی
دین کے پیشوا ماننے والے اس مقدس مقام کی زیارت کے لئے آتے
رہتے ہیں۔ اس مقام کا تقدس ۱۹۲۱ء میں اور بھی زیادہ ہوگیا جبکہ
اس سال حضرت عبدالبہاء کا جسد مبارک بھی اسی عمارت کے ایک کمرہ
میں دفن کیا گیا۔

اس دین کے بانی حضرت بہاء اللہ ہیں۔ آپ کے ظہور کی
بشارت حضرت باب نے دی تھی۔ حضرت بہاء اللہ نے اپنے امر کا کھلا
اعلان ۱۸۶۳ء میں کیا۔ آپ اس وقت بغداد میں نظر بند تھے۔
اعلان امر کے بعد آپ نے اس نئے دین اور خدائی تمدن کے اصول
دیئے جو آپ کے دعویٰ کے مطابق آپ کے ظہور سے اس دنیا میں
شروع ہوگیا ہے۔ آپ کو بھی سخت مخالفت سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ کی
سب جائیداد ضبط کر لی گئی اور آپ کو پہلے عراق۔ پھر قسطنطنیہ۔ پھر ایڈریانوپل
اور پھر خونی اور شدید مجرموں کے قیدخانے عکا میں قید رکھا گیا۔ یہاں
۱۸۹۲ء میں ۷۵ سال کی عمر میں آپ صعود فرما گئے۔ آپ کا جسد اطہر
عکا کے شمال میں بہجی کے مقام پر ایک روضہ میں مدفون ہے۔

حضرت بہاء اللہ کے کلام مبارک کے مستند مفسر اور آپ کے دین
کے اول مروج آپ کے سب سے بڑے فرزند حضرت عبدالبہاء ہوئے۔
جنھیں اُن کے والد ماجد نے "مرکز میثاق" مقرر فرمایا اور تمام اہل بہاء
کو حکم دیا کہ ہدایت اور رہنمائی کے لئے سب عبدالبہاء کی طرف متوجہ ہوں

حضرت عبدالبہاء بچپن سے ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ اُن کے دکھ
درد میں اور تکالیف و مصائب میں ساتھ رہے۔ ۱۹۰۸ء تک آپ
قید و بند میں رہے۔ اس سال ترکی میں پرانے طرز حکومت کے
بدلنے پر سلطنت بھر میں تمام سیاسی اور مذہبی قیدی رہا کر دیئے گئے
رہائی پانے کے بعد آپ نے فلسطین کو ہی اپنا وطن بنا لیا۔ مصر۔ یورپ
اور امریکا میں سفر کئے اور ہمیشہ اپنے والد ماجد کے دین کے اصولوں کو
سمجھاتے اور اپنی روزانہ زندگی میں اُن پر عمل کر کے اُن کو جاری فرماتے
رہے اور دنیا بھر میں اپنے احباب کو عملی ترغیب دیتے اور اُن کی
رہنمائی فرماتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ حیفا فلسطین میں صعود فرما گئے۔

اور جیسا پہلے ذکر ہوا آپ کوہ کرمل پر حضرت باب کے روضۂ مبارکہ کے ایک کمرہ میں دفن کئے گئے۔

آپ کی وصیت کے مطابق میں (آپ کا سب سے بڑا نواسہ) دین بہائی کا پہلا ولی اور بیت العدل عمومی کا صدر مقرر ہوا۔ بیت العدل عمومی میرے ساتھ مل کر حضرت بہآء اللہ کے دیئے ہوئے اصولوں کے مطابق مشرق اور مغرب کی بہائی جماعتوں کے ائمہ کی رہنمائی کیا کریگا۔

حضرت عبدالبہآء کے صعود کے بعد ملی اور محلی محفلیں ساری دنیا میں قائم ہوئیں۔ یہ محفلیں وہ بنیادی پتھر ہیں جن پر بیت العدل عمومی کی عمارت تعمیر ہوگی۔

طہران کی تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ایران میں پانچسو سے زیادہ شہروں میں بہائی روحانی محفلیں قائم ہو چکی ہیں۔ دنیا کے ہر براعظم میں بہائی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ ملی محفلیں ریاستہائے متحدہ امریکا و کنیڈا۔ ہندوستان و برما۔ برطانیہ اعظم۔ جرمنی و آسٹریا ایران۔ عراق۔ مصر۔ اور سنٹرل ایشیا میں قائم ہو کر کام کر رہی ہیں۔ نفقاز۔ ترکستان اور دوسرے ملکوں میں اس قسم کی محفلیں قائم ہونے کو ہیں۔ فرانس۔ سوئزرلینڈ۔ اٹلی۔ ناروے۔ سویڈن۔ ہالینڈ۔ ڈنمارک۔ ترکی۔ رومانیہ۔ بلگیریا۔ یوگوسلاویہ۔ یونان۔ البانیہ۔ ابی سینیا۔ چین۔ جاپان۔ برازیل اور جنوبی افریقہ میں محفلیں قائم ہو چکی ہیں۔

مختلف فرقوں کے عیسائی۔ سنی اور شیعہ مسلمان۔ یہودی۔ ہندو۔ سکھ۔ زرتشتی اور بودھ مت کے پیروں نے نہایت شوق سے اس کی صداقت کو قبول کیا ہے اور اسکے خدا کی طرف سے ہونے کو مان لیا ہے۔ ان لوگوں نے دین بہائی کے زیر اثر پہلے تمام دینوں کے بانیوں کی تعلیمات کی اساسی وحدت کو سمجھ لیا ہے اور اس کے روز بروز ترقی کرتے ہوئے آئین و قوانین کی وضع اور روح کو آزادی سے مان لیا ہے۔

یہ تمام مرکز ایک واحد انجمن اور ایک واحد ادارہ کے اجزاء کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اس ادارہ کے روحانی اور انتظامی مرکز عکا اور حیفا کے دو باہم متصل شہر ہیں۔

متصاعد الی اللہ مس مارتھا ایل روٹ

مرحومہ بہائی مبلغین میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ وہ پانچ مرتبہ تمام دنیا میں پھر کر ندائے امراللہ اہل جہان کو سنا گئیں۔ بہت سے نفوس نے ان کی تبلیغ سے دولتِ ایمان و عرفان حاصل کی۔ محترمہ ان پاک ہستیوں میں سے تھیں جو دن رات ذکر الٰہی کے سوا اور کسی چیز میں مصروف نہیں ہوتیں۔ تمام عالم میں گشت کرتے ہوئے مرحومہ نے مشہور مقامات اور آثار قدیمہ دیکھنے میں بھی شوق و شغف پیدا نہیں کیا۔ انھیں صرف پاک روحوں کی تلاش تھی جن کو وہ نئی زندگی کی بشارت پہنچا سکیں۔ تمام دنیا کی یونیورسٹیوں اور سوسائٹیوں میں انھوں نے امراللہ کا پیغام سنایا۔ بکثرت کتابیں تقسیم کیں۔ علیا حضرت ملکۂ رومانیہ انھیں کی تبلیغ کی حضرت بہآء اللہ کے عرفان سے فائز ہوئی تھیں۔ ملکۂ محترمہ نے خود اپنے مضامین و اعلانات میں نہایت خوبصورتی سے اپنی تصدیق کا حال بیان فرمایا ہے۔

احباب کرام کو معلوم ہے کہ محترمہ مس مارتھا روٹ کے صعود پر حضرت ولی امراللہ شوقی ربانی نے نہایت مفصل تار کے ذریعے تعزیت فرمائی تھی۔ ایسے نفوس زکیہ کی یاد قلوب اور ارواح کیلئے تجدید حیات کا پیغام ہے احبائے ہند و برما کے دلوں میں بلکہ تمام عالم کے اہل کے قلوب میں مرحومہ کی یاد تازہ ہے۔ وہ ہمارے لئے اپنی مخلصانہ زندگی کا بہترین نمونہ چھوڑ گئی ہیں جہاں امراللہ کے مقدس و محترم مبلغین کا ذکر تاریخ میں اور مجالس احبائے الٰہی میں ہوتا رہیگا وہاں محترمہ مس مارتھا روٹ کا نام بھی روشن ستارہ بن کر چمکتا رہے گا۔

قسمت فارسی

لوحِ مُبارکِ حضرتِ عبدالبهاء

هُواللّه

ای جوانانِ قرنِ یزدان شما باید در این عصرِ جدید قرنِ ربِّ مجید چنان منجذبِ جمالِ مبارک گردید و مفتون دلبرِ آفاق شوید که مصداقِ این شعر گردید

ای عشق منم از تو سرگشته و سودائی = اندر همه عالم مشهور بشیدائی

ای عزیزانِ عبدالبهاء ایّامِ زندگانی را فصلِ ربیع است و جلوهٔ بدیع، سنِ جوانی را توانائی است و ایّامِ شباب بهترین اوقاتِ انسانی لهٰذا باید بقوّتی رحمانی و نیّتی نورانی و تائیدی آسمانی و توفیقی ربّانی شب و روز بکوشید تا زینتِ عالمِ انسانی گردید و سر حلقهٔ اهلِ عشق و دانائی و بتنزیه و تقدیس و علوِّ مقاصد و بلندیِ همّت و عزمِ شدید و علویّتِ فطرت و سموِّ همّت و مقاصدِ بلند و خلقِ رحمانی در بین خلق مبعوث گردید و سببِ عزّتِ امراللّه شوید مظهرِ موهبت اللّه گردید و بموجب وصایا و نصایحِ جمالِ مبارک روحی لاحبّائه الفداء روش و حرکت جوئید و بخصائصِ اخلاق بهائی ممتاز از سائر احزاب شوید. عبدالبهاء منتظر آنست که هر یک بیشه کمالات را شیر ژیان شوید و صحرای فضائل را نافهٔ مشکبار باشید. و علیکم البهاء الابهی ع ع

هو الله

ای ثابت بر پیمان نامه های متعدد از شمار رسید الـمنة لله که جمیع دلالت بر ایمان و الفت یاران و متانت بر عهد و پیمان داشت نهایت مسرّت حصول یافت که در این سالهای چند انقلاب که در جهان حرب مانند طوفان نوح بود با وجود این احبای حقیقی بر محبت صمیمی افزودند. و چنانکه باید و شاید ثبوت و رسوخ نمودند یقین است که تائید روز بروز تزئید یابد و سبب روشنائی ابصار و نورانیت قلوب و حیات ابدیه ارواح گردد. الحمد لله در این حرب شدید و عذاب الیم ثابت و محقق گشت که جز تعالیم الهی سبب فلاح و نجاح نه و جز شریعت سماوی حافظ عالم انسانی نیست نتیجهٔ مدنیت کبری این بود که چنین واقع گشت پس معلوم گردید که راحت و آسایش عالم انسانی و حفظ و صیانت هیئت اجتماعی بمدنیت تنها مستحیل بلکه باید منضم بتعالیم الهی گردد و بنفحات روح القدس عالم انسان زنده و تر و تازه شود و بنفوذ کلمة الله علم صلح عمومی بلند شود و الا قوای بشریه عاجز است هنوز سیل این حرب بنیان کن ساکن نشده خوف از مشاکل دیگر در پیش آمده و تهیای مهمات حربیه منظور نظر است فاعتبروا یا اولی الالباب جمیع یاران را علی الخصوص مریم خانم و ستاره خانم و مس استنارد و پروین خانم و نوری خانم و مس وردیه و مس روزه و سائرین و همچنین محترمه شاه تحیت برسان و

علیک البهآء الابهی ع ع

چگونه ممکن است پاینده باشیم؟

حضرت بهاءالله در کلماتِ مکنونه میفرماید :-

(یا ابن الانسان انت ملکی و ملکی لایفنی کیف تخاف وانت نوری ونوری لایطفی کیف تضطرب) که ترجمهٔ آن بفارسی اینست

ای پسر انسان تو مال منی یا از دارائی من هستی. و دارائی من فنا و نابود شدنی نیست چرا مضطربی.

از بیانِ مبارک واضح است که انچه را نام انسان گذاشته اند آن همیشه پاینده و تابنده است و مقصد از انسان انسانِ حقیقی است که خلق کلمهٔ خدا باشد نه این هیکل و یا هیولائی ظاهری انسان که از آب و گل پیدا شده است و بآب و گل باز میگردد چنانچه حضرت بهاءالله در جای دیگر در کلمات مکنونه میفرماید

ای پسر من (بترسم که از نغمهٔ ورقاء فیض نبرده بدیارِ فنا راجع شوید و جمالِ گل ندیده بآب و گل باز گردید)

پس معلوم شد که ما اگر در این هیکلِ جسمانی نغمهٔ ورقاءِ الهی یعنی کلماتِ مظهر ظهور را بشنویم و موجب تعالیم الهی که توسط مظهر ظهور بما میرسد عمل نمائیم هرگز بدیار فنا راجع نمی گردیم و شاهد اینکه ورقای الهی نفسِ مظهر ظهور است اینکه در لوح احمد میفرماید (هذه ورقة الفردوس تغنی علی افنان سدرة البقآء بالحان قدس ملیح) و در جای دیگر میفرماید "وکذلك یذکرکم الورقآء فی هذا السجن وما علیه الا البلاغ المبین ٥"

یعنی این است بلبلِ بهشتی که میسراید بر شاخهٔ درخت باقی بآواز پاک ملیح و جای دیگر میفرماید و چنانچه نصیحت میکند ورقاء و بر او نیست جز اینکه برساند بر شما یعنی پیغام الهی را

دانایانِ قبل نیز پیغمبران کرام و مظاهر مقدسهٔ الهیه را بهد هدانِ سلیمانی و بازانِ شاهی مثل زده چنانچه ملای رومی گوید:

گفت باز از یک پرِ من بشکند　　بیخ جغدستان شهنشه بر کند

پر و بالِ من عنایاتِ وی است　　هر کجا من میروم شه در پی است

و اینهم باید دانست که خلقتِ انسانِ حقیقی از انوار کلماتِ الهی که بواسطهٔ پیغمبران بسوی خلق میرسد و آن نور الهی گاهی خاموش نمیشود و اینکه در تورات میفرماید "خداوند گل انسان را با آب و خاک سرشت و پس روحِ خود را در انسان بدمید" خاک و گلِ عبارت از هیکل ظاهریِ انسان است که از عناصر اربعه مرکب گشته و روحِ الهی که در انسان دمیده شد عبارت از روحِ کلمات و تعالیم الهی است که بواسطهٔ ملائکه های آسمانی یعنی پیغمبران بر هیکل انسانی دمیده میشود و انسان خاکی را مظهر فیوضاتِ الهیه میگرداند و معنی خلقنا الانسان علی صورتنا ومثالنا ظاهر و آشکار مینماید و آن انسان کسی است که از خلقِ کلماتِ الهی باشد و آنچه خداوند بلسانِ انبیاء فرموده است رفتار کند و آن اختیار کردن صفاتِ حسنه الهیه است مثلاً خداوند پاک است عادل است رحمن است رحیم است کریم است و دوکه اگر تا سه روز شمرده شود بانتهای آن نمیرسیم. بلکه

بگفته سعدی مجلس تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما همچنان در اوّل وصف تو مانده ایم

هر قدر بشماریم بانتهای آن نمیرسیم ولی هر قدر میتوانیم بانوار این صفات حسنه منوّر گردیم که بواسطهٔ مظاهر اسماء و صفات الهیه یعنی پیغمبران بما رسیده و میرسد و چون اثرات این صفات فانی شدنی نیست و انوار اخلاق حسنه خاموش نخواهد شد پس انسان حقیقی هم فانی نخواهد شد. ولی در عین حال باید بدانیم که از مال خدا بودن و از انوار او منوّر بودن معنی اش شریک خدا بودن نیست زیرا خدا لاشریک است و ما نیستیم خداوند داناء مطلق است و ما نیستیم. خداوند قادر مطلق است و ما نیستیم. خلاصه خداوند همه چیز است و ما هیچ نیستیم. چنانچه ملا گفته است ؎

ای برون از وهم قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من

و امّا اینکه بعضی از شعراء بلند پروازی کرده نسبت بیشتری بخود یعنی بمقام بشریت داده اند البته از روی عشق و مستی بوده است نه از روی خودپرستی. مثلاً حافظ گوید ؎

چون نفخت فیه من روحی شنیدم شد یقین
بر من این معنی که ما زانِ ویم او زانِ ماست

یعنی وقتی این آیهٔ مبارکه را شنیدم که خداوند فرموده است "دمیدم در او روح خودم را" بر من واضح شد که ما از خدا هستیم و خدا از ماست ولی اگر این آیه را اینطور معنی کنیم که روح ما که باقیست از اوست و آنچه فانی میشود قابل اعتنا نبوده و نیست بهتر است چنانچه نعیم علیه الرحمه گفته است

جان من جان ما نمی میرد الی آخر

(اسفندیار بختیاری)

موهوم

از قلم مرحوم سیّد مهدی گلپایگانی

این کلمه ایست بسیار مختصر و در تلفظ سهل و آسان. لکن از حقیقت معنی و موضوع و افراد و انواع و اثر و نتیجه در عالم بشر بی حد و پایان. "وهم" در عربیت سهو و غلط و در اصطلاح قوّه ایست جسمانی که وظیفهٔ آن ادراک معانی جزئیه متعلق بمحسوسات است که بواسطهٔ آن گوسفند ادراک نماید که اگر از گرگ باید گریخت و با فرزند باید آمیخت و سلطنت این قوّه بر سائر قوای جسمانی مانند حکومت و نفوذ عقل است بر قوای روحانی. بعبارة اُخریٰ وهم ظلمانی در وجود انسانی سلطنتی در مقابل عقل نورانی تشکیل داده و بدان مقدار که عقل در این هیکل مکرّم مبدأ ارتقاء و علوّ و عزّت و سعادت است وهم نیز منشاء تدنّی و انحطاط و ذلّت و نکبت و شقاوتست و موهوم در اصطلاح قضایای کاذبه را گویند که در امور غیر محسوسه وهم بدان حکم کند و عقل و علم آنرا تصدیق ننماید مانند حکم بوجود جن و غول و هر امر غیر محسوس و معقول. اقلام سریعه از شرح معرّات و نکبات وارده از آن بر هیکل جامعهٔ بشری از اوّل ایام تا عصر حاضر عاجز و قاصر ماند و السن فصیحه تعداد اقسام و انواع و کیفیات و کمیات و شنائع و وخائم آنرا بانتها نرساند موهوم است که جلوه و جمال دلبر صبیح ملیح ادیان الهیه را بوقاحت و شناعت و رذالت و قباحت تبدیل نموده. موهوم است که ملل و ادیان

و اقوامِ مختلفه را بجنگ و جدال و مباغضت و منافرت با یکدیگر مبتلا ساخته جمیع انبیاء و رُسلِ الٰهی و مومنین و مقربین و مخلصین بواسطهٔ موهومات از دستِ نفوسِ جاهله غافله دوچارِ زحمت و مشقت و عقوبت و نکال گشته و در نهایت مظلومیت شربتِ شهادت چشیدند. وهم است که نژادهای مختلفه را با اینکه پرورده یک آب و خاک. و زادهٔ یک پدر و مادرند از همدیگر جُدا و بضدّیت با یکدیگر برانگیخته. وهم است که برای یک شبر کرهٔ خاک که بجهت هر ذی روحی ایامی چند محل تعیش و سکونت و استفاده و فی الحقیقه ایام حیات قبر ابدی ایشان است دول و ملل شرقیه و اروپا را باز دیاد عساکر و ذخائر و مهمات جنگی و تحمیل مصارفِ باهظهٔ آن بر رعایای بیچاره گرفتار و باوهام وطن پرستی و دولت خواهی بهدم بُنیان و اتلاف بنی نوع انسان وادار ساخته. اوهام است که ملل چین و هند و ترکیه و افریقا و ایران را از عروج بمدارج ترقی و تمدّن ممنوع و محروم گردانیده.

اینها شمهٔ از اوهام کلیهٔ عمومیه اند که بر سبیل نمونه بر آن اشارت رفت. ولی اوهام جزئیه از قبیل عقیده بوجود جن و غول و ساعتِ سعد و نحس و رمل و فال و اُمّ الصبیان و آل و تسخیرِ اجنه و ارواح و صبر و استغفار و چلّه و تیشه و استمداد از قبور و شفای ابرص و اصم و کور که عالمِ بشریت را بزحمت و فلاکتِ بی حد و حساب انداخته و از راحت و سعادت محروم ساخته از حوصلهٔ تقریر و تحریر افزون است و از حیزِ احاطه و احصاء بیرون. و این اوهام و خرافات دامِ تزویر هزاران غول بیابانی برای صید ساده دلانِ روزگار و اتلافِ جان و مالِ عوام نادان شرقیان گردیده و نفوس بیشمار را از کسب و کار باز داشته و ادارهٔ اُمور زندگانی و تهیهٔ اسبابِ تعیش و کامرانی شان را بعهدهٔ شتّی مردمان زنجیر از دنیا و مافیها بی خبر گذاشته و این اوهام را در اوقاتِ غلبهٔ ظلمتِ جهل بر عالم صاحبانِ اغراضِ شخصیه و اربابِ نفس و هوی درمیان ناس شیوع و انتشار داده وسیلهٔ جلب مقاصدِ باطلهٔ خود ساخته و بر سبیلِ توارث از مللِ سابقه باُمم لاحقه طبقاً عن طبق نقل و انتقال یافته و انبیا و رُسلِ الٰهی و حکماء و علمای ربّانی در سبیل خرق موهوم و دلالتِ ناس بشطر معلوم در هر عصر و زمان تحمّل انواعِ محن و آلام از دستِ عوام کالانعام بتحریک همان موسّسین خرافات و اوهام گردیده. پس انانکه بافداکاری و جان فشانی و حمل مصائب و متاعب بیحد و شمار جمعی را از چنگال وهم و گمان و عاداتِ فاسدهٔ پیشینیان نجات داده و تعلیماتشان در عالم نفوذ و جریان یافت. مجدداً غولانِ راهِ حقیقت خود را در زمرهٔ متدیّنین و مؤمنین مندرج و بانواعِ حیل و وسائس همان اوهام را بلباسِ دیگر مابین اُمت منتشر گردانیدند. آیهٔ مبارکهٔ قرآن (وما ارسلنا من نبی ولا رسول الا اذا تمنّٰی القی الشیطان فی اُمنیته فینسخ الله ما یلقی الشّیطان ثمّ یحکم الله اٰیاته) تائید این بیان را کفایت نماید و لب تشنگانِ علم و معرفت را بسرچشمهٔ حق و حقیقت رساند.

اکنون اثباتِ مدّعا را ببیانِ دو مثال از اوهامِ منتشره موجوده خاتمه دهیم.

اوّل مسئلهٔ تنجیم. یعنی حکم بتاثیر نجوم در اوضاع و احوال و نظام و اختلالِ ماکان و مایکون است که مصریان و بابلیان نشاه و انتشار یافت که کواکبِ سبعه سیاره را می پرستیدند.

و جمیع حوادث عالم را که بعقیدهٔ ایشان انحصار در این کرهٔ
ارض داشت بتقدیر و تدبیر و ارادهٔ آنها محول و موکول میداشتند
و سه پیغمبر بزرگوار حضرت ابراهیم و موسی و محمد ابن عبدالله
در دفع این اوهام و خرافات نهایت جد و جهد را مبذول داشتند
چنانچه شرح و تفصیل آن در تورات و قرآن مسطور و در شریعت توراة
و اسلام منهی و مذموم و معتقدان آن از حلهٔ ایمان محروم است
و در قرون اولیه احدی از سلاطین باین دو آئین مبین
قدرت و جسارت اظهار چنین عقیدهٔ نداشت چراکه مورد طرد
و تکفیر و مجازات شدید میگردید. لکن بمرور دهور غولان راه حقیقت
عقیدهٔ مزبوره را در قلوب و صدور هر دو امت جای داده
تا بحدیکه امروزه بجهت هر امر از جزئی و کلی بدون اختیار ساعت
سعد اقدام نمی ورزند و وقائع حادثهٔ روزگار را از تاثیر کوکب
اقتران آنها میشمارند باوجود آنکه در تورات مثنی فصل ۱۸
آیهٔ ۱۰ بصراحت میفرماید در میان تو کسیکه پسر یا دختر خود را
در آتش بگذارند یافت نشود و نه فال گیر و نه منجم
و نه افسونگر و نه غیب‌گو و نه ساحر و نه آشنای جن و نه تال
و نه تسخیر کنندهٔ ارواح زیرا تمامی کسانیکه باین چیزها مشغولند
مکروه خداوندند و بسبب این مکروهات خداوند خدای تو
ایشان را از حضور تو اخراج مینماید)

و در اسلام روایات بسیار مانند المنجم کذاب
و کذب المنجمون و رب الکعبة و المنجم کالکاهن
و الکاهن کالساحر و الساحر کالکافر و الکافر فی النار
از حضرت رسول و ائمهٔ هدی ورود یافته و مقصود
از منجم در تورات یا در احادیث اسلامیه کسانی هستند
که حکم بتاثیر نجوم در حوادث و وقائع ماکان و مایکون مینمایند
و اثرات سوء که از این وهم بر عالم انسانیت وارد شده
و میشود از قبیل تعطیل امور مهمهٔ لازمیه و منع نفوس از تشبث
باسباب و وسائل و انتظار سعادت از تاثیر کواکب آفل
و اغفال شیادان روزگار و ساده دلان عصر مخصوص
سلاطین و متنفذین را در اجرای مقاصد و نوایای
سیئهٔ خویش که هر دقیقه و آن در انظار ما مشهود
و حکایات عجیبه عبرت آمیز خنده آور موجود است
بشمار در نیاید ٭

خدمت ابونه داران

برادران روحانی! پس از تحیات محبت و مودت و
طلب تائید و توفیق برای آن دوستان رحمانی معروض که الحمدلله
مجلهٔ پیامبر کمافی السابق مشغول ندای امرالله می باشد. ماه بماه
بدست آن دوستان رسیده یادآوری گوناگون مینماید. یاران روحانی
نیز بالمحبت و دوستی تلقی نموده با دقت نظر ملاحظه می نمایند.

باید دوستان ابونهٔ سال جاری را بتوسط صندوقدار محفل
محلی خود بصندوقدار محفل مقدس ملی ارسال نمایند. پس از وصول
این یادآوری ابونهٔ احباب انفرادی مستقیماً با درس "جناب آقای
اسفندیار بختیاری. کارنر هاوس. پریدی روڈ کراچی فرستاده شود.

قارئین محترم را قبلاً اطلاع داده بودیم که برای سال جاری
طبق تصویب محفل مقدس ملی ابونهٔ پیامبر مبلغ چهار روپیه معین شده.
مرحمةً پائے ورق منی آرڈر مرقوم فرمائید که این مبلغ برای
یک دورهٔ پیامبر ۱۹۴۲ء میباشد تا در دفتر ابونه ثبت و قبض
صادر شود.

(مدیر)

هو الله

ای یاران جانی عبدالبهاء ! "شرق معطر نما غرب منور نما ، نور بلغار ده روح بسقلاب بخشش"
این بیت یکسال بعد از صعود از قلم میثاق صادر و ناقضان استغراب مینمودند و استهزاء میکردند
ولی الحمد لله آثارش باهر و قوتش ظاهر و برهانش واضح گشت . المنة لله شرق و غرب در اهتزاز
است و از نفحات قدس جمیع اقطار مشکبار . جمال مبارک بنص صریح در کتاب وعده فرمودند (ونرٰنکم
من افقی الابهی و ننصر من قام علی نصرة امری بجنود من الملأ الاعلی وقبیل من الملائکة
المقربین) نوید نمودند (الحمد لله) این نصرت و تائید مشهود و پدید و در قطب عالم مانند آفتاب
بدرخشید (پس ای یاران الهی) جهدی بلیغ نمائید و سعی شدید کنید تا موفق بعبودیت جمال قدیم
و نور مبین گردید . و سبب انتشار انوار شمس حقیقت شوید جسم قدید قدیم امکان را روحی جدید بدمید
و مزرعهٔ آفاق را تخم پاکی بیفشانید . بر نصرت امر قیام نمائید و لسان بتبلیغ بگشائید . انجمن عالم را
شمع هدی گردید و افق امکان را نجوم نورا شوید . حدائق توحید را طیور رحمانی شوید و گلبانگ
حقائق و معانی زنید . انفاس حیات را صرف امری عظیم کنید و مدت زندگانی را حصر در خدمت نور مبین
نمائید . تا عاقبت گنج روان ملکوتی بدست آرید و از زیان و خسران برهید . زیرا حیات بشر جمیع در خطر
اطمینان بقا در حقیقت نه با وجود این اقوام مانند سراب اوهام در موجند و گمان اوج دارند .
(هیهات هیهات) قرون اولی نیز چنین گمان مینمودند تا آنکه بموجی از امواج بتراب پنهان شدند
و بخسران و زیان افتادند مگر نفوسی که فانی محض شدند و در سبیل الهی بجانفشانی برخواستند
کوکب نورانی آنان از افق عزت قدیمه درخشید و آثار قرون و اعصار برهان این گفتار . پس شب و روز
آرام نگیرید و راحت بجوئید . راز عبودیت گوئید و راه خدمت پوئید . تا بتائید موعود از ملکوت
احدیت موفق گردید (ای یاران) افق عالم را سحاب تیره احاطه نموده . و ظلمات عداوت و بغضا و جور
و جفا و ذلت کبری انتشار یافته . جمیع خلق در غفلت عظمی و خونخواری و درندگی اعظم مناقب برایا

حضرت کبریا از بین جمہور بشر یارانرا انتخاب فرمودہ - و بہدایت کبریٰ و موہبت عظمیٰ تخصیص دادہ - تا آنکہ ما کل بجان و دل بکوشیم - جانفشانی نمائیم و بہدایت خلق پردازیم و نفوس را تربیت کنیم تا درندگان غزالان بر وحدت شوند و گرگان اغنام الٰہی گردند - و خونخواران ملائکۂ آسمانی شوند - نار عدوان خاموش گردد - و شعلۂ وادی ایمن لبقعۂ مبارکہ روشنائی بخشد - رائحۂ گلخن جفا متلاشی شود - و نفحات گلشن وفا انتشار کلی یابد - عقول ضعیف استفاضہ از عقل کلی الٰہی نماید - و نفوس خبیثۃ الانفاس طیبۂ طاہرہ جوید - این موہبت را مظاہری و این مزرعہ را دہقانی - و این باغ را باغبانی - و این دریا را ماہیانی - و این سما را کواکب نورانی - و این علیلان را طبیبانی روحانی - و این گمگشتگان را رہبرانی مہربان لازم تا بی نصیبانرا نصیب دہند و محرومان را بہرہ بخشند و مستمندانرا گنج روان گردند و طالبانرا قوت برہان بنمایند - (اللّٰھم انی اتضرّع یا مغیثی و اتذلل یا مجیری و اتوجّع یا طبیبی و اناجیک بلسانی و روحی و جنانی و اقول) (الٰہی الٰہی) قد احاطت اللیلۃ الدلماء کل الارجاء - وغطت سحاب الاحتجاب کل الآفاق - و استغرقوا الانام فی ظلام الاوہام - وخاض الظلام فی غمار الجور والعدوان - ما اری الا ومیض النار الحامیۃ المتسعرۃ من الہاویۃ وما اسمع الا صوت الرعود المدمدم من الآلات الملتہبۃ الطاغیۃ الناریہ - وکل اقلیم ینادی بلسان الخافیۃ (ما اغنی عنی مالیہ ہلک عنی سلطانیہ) قد خبت یا الٰہی مصابیح الہدیٰ وتسعرت نار الجویٰ و شاعت العداوۃ والبغضاء وذاعت الضغینۃ والشحناء علی وجہ الغبراء - فما اری الا حزبک المظلوم ینادی باعلی النداء حی علی الولاء - حی علی الوفاء - حی علی العطاء - حی علی الہدیٰ - حی علی الوفاق - حی علی مشاہدۃ نور الآفاق - حی علی الحب والفلاح - حی علی الصلح والصلاح - حی علی نزع السلاح - حی علی الاتحاد والنجاح - حی علی التعاضد والتعاون فی سبیل الرشاد - فہٰؤلاء المظلومون یفدون کل الخلق بالنفوس والارواح - فی کل قطر بکل سرور وانشراح - تراہم یا الٰہی یبکون لبکاء خلقک ویحزنون لحزن بریتک و یترأفون بکل الوریٰ و یتوجعون لمصائب اہل الثریٰ - رب انبت اباہم الفلاح فی جناحہم حتی یطیروا الی اوج نجاحہم واشدد ازورہم فی خدمۃ خلقک - و قوّ ظہورہم فی عبودیۃ عتبۃ قدسک - انک انت الکریم انک انت الرحیم - (لا الٰہ الا انت الرحمٰن الرؤف القدیم - (ع ع)

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم | اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء | نمبر دہم

ھو الآمر الحکیم

وہ (خدا) حکم فرمانے والا صاحب حکمت ہے

قل الٰہی الٰہی اشھد بوحدانیتک و فردانیتک و اعترف بما انزلتہ فی کتابک اسئلک

کہہ اے میرے خدا اے میرے خدا! میں تیری وحدانیت اور یکتائی کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اس کا اقرار کرتا ہوں

باسمک الظاھر المکنون بان تؤیدنی علی العمل بما امرتنی فیہ ای رب ترانی مقبلاً الیک و مقراً بعظمتک

میں تیرے ظاہر اور پوشیدہ نام کے وسیلے تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تو نے اپنی کتاب میں جو احکام دیئے ہیں اُن پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ اے میرے پروردگار تو دیکھ رہا ہے کہ میں

و سلطانک اسئلک بلئالی بحر رحمتک و تجلیات شمس فضلک بان تؤیدنی علی ذکرک و ثنائک بین عبادک

تیری طرف متوجہ اور عظمت و سلطنت کا اقراری ہوں۔ تیرے دریائے رحمت کے موتیوں کا اور تیرے آفتاب فضل کی جلوہ ریزیوں کا واسطہ! میری ایسی مدد فرما کہ میں تیرے بندوں کے

بالحکمۃ التی انزلتھا فی زبرک والواحک ثم اسئلک بنفوذ کلمتک العلیا و تصرف ارادتک واحاطۃ

درمیان اس حکمت کے ساتھ جو کتب و الواح میں تو نے اُتاری ہے تیرا ذکر اور تیری تعریف کرتا رہوں۔ پھر میں تجھ سے تیرے اثر کلام اور غلبۂ ارادہ اور احاطۂ مشیت کا واسطہ دیکر

مشیتک ان تعفرلی بجودک و کرمک و تکتب لی ما یجعلنی مستقیماً علی امرک و راسخاً فی حبک انت الذی

سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی بخشش و عنایت سے بخش دے اور میرے لئے وہ چیز مقدر فرمادے جو مجھے تیرے امر پر ثابت اور تیری محبت میں راسخ رکھے۔ تو ہی وہ

لا تعجزک شئونات العالم و لا تضعفک قوۃ الامم تفعل ما تشاء بسلطانک لا الٰہ الا انت

ذات پاک ہے کہ تمام عالم کی نیرنگیاں تجھے کمزور نہیں کر سکتیں۔ سارے گروہوں کی طاقت تجھے کمزور نہیں بنا سکتی۔ تو اپنی قوت و قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے

الفرد الواحد العلیم الحکیم

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا، یکتا، علم و حکمت والا ہے

کلام اللہ رب العالمین

بسم اللہ الاقدس الابہیٰ

خدا کے پاکیزہ ترین اور روشن ترین نام سے

هٰذا کتابٌ مِن لَدُنّا اِلیٰ مَن اقبل الی اللہ وانقطع عمّا سواہ الا انّہ ممّن فاز

یہ کتاب ہماری طرف سے اس شخص کی طرف ہے جو خدا کی جانب متوجہ ہوا اور غیر خدا سے الگ ہوگیا۔ بے شک وہ ان لوگوں میں سے

بلقاءِ اللہ المهیمن العزیزِ الحکیم وطاف بقعة اللہ الیٰ اَن دخل فیها باذنہ

ہے جو خدا کی لقاء سے بہرہ ور رہتے ہیں وہ خدا جو سب کا نگران سب پر غالب حکمت کا مالک ہے۔ اور اس نے جلوہ گاہِ خداوندی کا طواف کیا یہاں تک کہ

وحضر تلقاءِ العرش بخضوعٍ مُبین عمیت ابصار الّذین منعوا العباد

خدا کی اجازت سے اس میں داخل ہوا اور عرش کے روبرو نمایاں فروتنی کے ساتھ حاضر ہوا۔ ان لوگوں کی آنکھیں اندھی ہوگئیں جنھوں نے بندوں کو پروردگار

عن الورود فی فناء رحمة ربّهم الغفور الکریم وکلّما اراد اَن یحضر تلقاء

غفور و کریم کے صحنِ رحمت میں آنے سے روکا۔ اور جب کبھی بندے نے حضورِ مبارک میں آنا چاہا تو منکرینِ خدا

الوجه سکّرت ابصار الّذین کفروا باللہ ومنعوا احبّائہ عن التّوجہ الیٰ

کی آنکھیں چڑھ گئیں۔ اور انھوں نے احبائے الٰہی کو خدا کے درخشاں نورانی چہرے کی طرف متوجہ ہونے سے

وجهه المشرق المنیر یا محمّد اسمع نداء اللہ عن شطر اسمه الابهیٰ ثُمّ انظر

منع کیا۔ اے محمد! خدا کے اسمِ ابہیٰ کی سمت سے خدا کی ندا سن۔ پھر ان اہلِ قرآن پر نظر ڈال

فی اُولی الفرقان الّذین کفروا بآیات اللہ العزیز الحکیم ینسبون انفسهم الیٰ

جنھوں نے خدائے عزیز و حکیم کی آیتوں کا انکار کر دیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ کی طرف

محمّد رسول اللہ انّہ یبکی وینوح وهم لا یفقهون یعترضون علیٰ ذاتہ و

منسوب کرتے ہیں اور محمد رسول اللہ گریہ و نوحہ کر رہے ہیں اور یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ یہ لوگ اُن کی ذاتِ مبارک پر

یقتلونہ بالظّلم وباسمہ هم یفتخرون ولا یشعرون قل انّہ ینادیکم من الرّفیق الاعلیٰ

اعتراض کر رہے ہیں اور اُن کو ظلم سے قتل کر رہے ہیں اور پھر انھیں کے نام پر فخر کر رہے ہیں اور شعور سے کام نہیں لیتے۔ کہہ دے کہ محمد رسول اللہ

ویقول یا قوم هذا هو الذی بشّرناکم به وانّ هذا المحبوب العالمین هذا هو
تمہیں عالمِ بالا سے پکار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے قوم! یہ ظہور وہی ہے جس کی بشارت ہم نے تمہیں دی تھی اور یقیناً یہ تمام جہانوں کا محبوب ہے

الذی لولاه ما اظهرت نفسی وما نُزّل الفرقان والانجیل اتقوا الله ولا تتّبعوا
یہ وہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو میں اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا۔ اور قرآن و انجیل کا بھی نزول نہ ہوتا۔ خدا سے ڈرو اور ان لوگوں کے

الذین یدعونکم الی الهوی انّ هذا المنظر الابهی توجّهوا الیه من شطر قریب و
پیچھے نہ چلو جو تمہیں نفسانی خواہش کی طرف بُلاتے ہیں۔ یقیناً یہ ظہور منظرِ ابہیٰ ہے۔ سمتِ قریب و بعید سے اس کی طرف متوجہ

بعید ایاکم ان تضیّعوا حرمة الله بینکم ضعوا ما عندکم وخذوا ما اوتیتم
ہو جاؤ خبردار۔ خدا کی عزت و حرمت کو اپنے درمیان ضائع نہ کرو۔ اپنی باتوں کو چھوڑ دو اور جو کچھ تمہیں خدائے علیم و حکیم کی طرف سے

من لدن علیم حکیم یا محمّد طوبیٰ لک بما سمعت الحان ربّک وفزت بلقائه
دیا گیا ہے اُسے مضبوط تھام لو۔ اے محمد! تجھے مبارکباد کہ تو نے اپنے رب کی باتیں سُنیں اور تو اُس کی لقاء سے بہرہ ور ہوا۔ جبکہ جمالِ قدم

بعد اذ حبس جمال القدم فی السّجن الاعظم اذاً یشهد کلّ الذّرات بانّک انت
سجنِ اعظم میں قید تھا۔۔ ۔۔ تو اب تمام ذرات گواہی دے رہے ہیں کہ بیشک تو بامراد

من الفائزین اقصص علیٰ احبّائی ما رأیت وعلمت وعرفت لئلّا یمنعهم
لوگوں میں سے ہے۔ جو کچھ تو نے دیکھا اور جانا اور پہچانا ہے میرے دوستوں سے بیان کر تاکہ انہیں بلاء مالکِ اسماء

البلآء عن مالک الاسمآء کذلک یأمرک الغلام من لدن عزیز حمید
باز نہ رکھے۔ اس طرح غلام تمہیں خدائے عزیز و حمید کی طرف سے حکم دیتا ہے۔ ہم تمہیں اور اپنے تمام

انّا نوصیک واحبّائنا بتقوی الله والانقطاع عمّا سواه لیظهر منکم ما تنجذب
دوستوں کو خدائی تقویٰ اور ماسویٰ سے بے نیازی کی وصیت کرتے ہیں تاکہ تم سے وہ بات ظاہر ہو جس سے تمام جہان کے دل کھچے چلے

به افئدة العالم انّ هذا لصراط ربّک بین السّموات والارضین اشکر الله
آئیں۔ آسمانوں اور زمینوں میں یہی تمہارے پروردگار کا راستہ ہے۔ خدا کا شکر کر کہ تو اس مقام میں داخل ہوا جسے خدا نے

بما دخلت مقاماً جعله الله مطاف الملٰئکة المقرّبین ودخلت بقعة الله باذنٍ
تمام مقرب فرشتوں کا طواف گاہ بنایا ہے اور تو ہماری اجازت سے خدائی جلوہ گاہ میں پہنچا۔ اور ہمارے حکم سے باہر نکلا۔

من لدنّا وخرجت بامرٍ من عندنا انّ ربّک یفعل ما یشآء ویحکم ما یرید
یقیناً تیرا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ باہر جانے سے مغزدہ نہ ہو۔ خدا سے

لاتحزن عن الخروج فاسئل الله ان یجعلك هادم ابنیة یأجوج هذا اعظم الاعمال

درخواست کر وہ تجھے یأجوج کی بنیادیں ڈھانے والا بنا دے۔ خدائے برتر کے نزدیک یہ کام سب کاموں سے بڑھ کر ہے

عند الغنی المتعال ولکن الناس هم لایعرفون دع الابنیة الظاهرة انا قصدنا

مگر لوگ نہیں جانتے۔ ظاہری بنیادوں کو چھوڑ دو۔ ہماری مراد دلوں کی بنیادیں ہیں۔ یوں تیرا پروردگار علیم تجھے تعلیم

ابنیة القلوب کذلك یعلّمك ربك العلیم قل یا قوم لاتفسدوا فی الارض

دیتا ہے۔ کہدے اے لوگو! زمین پر فساد نہ کرو اور کسی ظالم سرکش کی پیروی نہ کرو۔ میرے

ولاتتبعوا کل جبار عنید ینبغی لاحبائی ان یدعوا الناس بالحکمة والبیان

دوستوں کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کو حکمت و بیان کے ساتھ اپنے پروردگار رحمن کی طرف دعوت دیں۔

الی ربهم الرحمن قد منع الجدال فی هذا الظهور العزیز العظیم قد منع الناس بالحجاب

اس عزیز و عظیم ظہور میں نزاع و جدال منع کر دیا گیا ہے لوگ اپنے نفسانی پردوں کے باعث عرفانِ حق سے

انفسهم لو عرفوا لنبذوا ما عندهم واقبلوا الی شطر الله الذی فیه اشرق جمال القدم

محروم ہیں۔ اگر انھیں عرفان حاصل ہو جاتے تو وہ اپنی تمام چیزوں کو چھوڑ دیں اور اس خدائی سمت کا رخ کریں جہاں جمالِ قدم

بسلطان مبین ان ربك ما اراد ضرّ احد انه هو الغفور الرحیم. واراد ان یدخل

نمایاں سلطنت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ تیرا پروردگار کسی کو دکھ دینا نہیں چاہتا۔ یقیناً وہ تو غفور رحیم ہے اور وہ چاہتا یہ ہے کہ تمام دنیا کے

من علی الارض کلّها فی ملکوته المقدس العزیز المنیر لاتنظر الی الذین ظلموا احبائی

لوگوں کو اپنے پاکیزہ پیارے روشن ملکوت میں داخل فرمائے۔ تو ان لوگوں کو نہ دیکھ جنھوں نے میرے دوستوں پر

انهم غفلوا لو عرفوا لفدوا بانفسهم فی سبیلی سوف یأتی یوم فیه یضعون بین انیابهم

ظلم وستم کیا ہے۔ وہ لوگ تو غافل ہیں۔ اگر وہ حقیقت کو شناخت کر لیتے تو میری راہ میں اپنی جانیں فدا کر دیتے۔ عنقریب وہ دن آئیگا

ویبکون علی انفسهم کذلك قضی الامر من لدن مقتدر قدیر کبّر من قبلی علی وجه احبائی

جبکہ یہ لوگ اپنے دانتوں میں انگلیاں دبالینگے اور اپنے آپ پر روئینگے۔ خدائے مقتدر قدیر کی طرف سے اسی طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ میری جانب سے

قل طوبی لکم بما فزتم بعرفانی واستقمتم علی الامر الذی زلّت عنه اقدام الذین یحسبون انهم

میرے دوستوں کو تکبیر و تحیت پہنچاؤ اور کہو تمھیں مبارکباد کہ تم میرے عرفان سے فائز ہوئے اور اس امر پر مستقیم ہوئے جس سے ان لوگوں کے

محسنون الا انهم من المفسدین یشهد بذلك حوامل عرش عظیم الحمد لله رب العالمین

قدم پھسل گئے ہیں جو اپنے آپکو نیکوکار سمجھتے ہیں (لیکن) بلاشک وہ مفسد ہیں۔ عرش عظیم کے اٹھانے والے اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں۔

تمام تعریف خدائے رب العالمین کے لئے ہے

خدا کا ظہور

بائبل مقدس کو اگر ہم خوب غور سے پڑھیں اور اُس کی آیاتِ مبارکہ کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ایک عجیب انکشاف ہوتا ہے۔ ہم پر یہ روشن ہوجاتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ وہ سب کے سب خدا کی اس پاک کتاب میں نہایت وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ سب کے سب نبی جن کی مقدس کتابوں کا یہ پاک کتاب مجموعہ ہے اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ اس ہمارے زمانہ میں خداوند خدا اور اُس کا مسیح آئینگے اور خدا کی بادشاہت کو زمین پر قائم کریں گے۔

یسوع لوقا باب ۴۔ آیت ۴۳ میں اعلان فرماتے ہیں کہ "میں خدا کی بادشاہت کے بارے میں تمھیں بتانے آیا ہوں" اور آپ کی تمام تمثیلیں زمین پر خدا کی بادشاہت کے متعلق ہیں۔ مثلاً "انگورستان کے مالک کا خود آنا" (مرقس باب ۱۲۔ آیت ۹) "کہ وہ ایک بہت بڑا دسترخوان بچھائیگا اور بہتوں کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دے گا" (لوقا باب ۱۴۔ آیہ ۱۵) اور لوگ مشرق سے اور مغرب سے۔ شمال سے اور جنوب سے آئینگے اور خدا کی بادشاہت میں رہینگے" (لوقا ۱۳ آیہ ۲۹) پولوس رسول فرماتے ہیں "ہم اُس مبارک امید اور خدائے جلیل اور اپنے منجی یسوع مسیح کے نورانی ظہور کے منتظر ہیں" (طِطُس ۲ آیہ ۱۳) خدا کا کلام میکاہ نبی پر آیا۔ یہ کہتے ہوئے "سنو تم تمام لوگو۔ سن تو اے زمین۔ کیونکہ دیکھو خداوند اپنے مقام سے آتا ہے اور وہ آئیگا اور زمین کے اونچے مقامات پر چلیگا" میکاہ ۱ آیات ۲۔ اور ۳ سلیمان نبی فرماتے ہیں "کیا خدا سچ مچ زمین پر رہیگا" (ملوک اول ۸ آیہ ۲۷) زکریا نبی فرماتے ہیں کہ خدا کے آنے پر "خدا تمام زمین کا بادشاہ ہوگا۔ اور اُس دن صرف ایک پروردگار ہوگا۔ اور اُس کا نام "فرد الوحید" ہوگا (زکریا۔ باب ۱۴۔ آیت ۹) الشعیا نبی فرماتا ہے۔ باب ۲۔ آیہ ۲ و ۳ :۔ "آخری ایام میں ایسا ہوگا کہ خدا کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائیگا اور وہ پہاڑیوں سے بلند ہوگا۔ اور تمام قومیں اس کی طرف جائینگی اور بہت سے لوگ جائینگے اور کہینگے۔ آؤ ہم خدا کے پہاڑ (کرمل) کو جائیں۔ یعقوب کے خدا کے گھر کو اور وہ ہمیں اپنے طریقے سکھائے گا۔ اور ہم اُس کے راستوں پر چلیں گے۔ کیونکہ صیہون سے خدا کی شریعت اور یروشلیم سے خدا کا کلام نکلیگا" میکاہ نبی بھی قریباً ایسے ہی لفظوں میں اس پیشگوئی کو دہراتے ہیں۔ زکریا نبی ۸ آیہ ۲۰ سے ۲۲ تک) اُس زمانہ میں ایسے ہی حالات کا ذکر کرتے ہیں "رب الافواج نے فرمایا ایسا ہوگا کہ بہت سی لوگ اور بہت سے شہروں کے رہنے والے آئینگے اور ایک شہر کے رہنے والے دوسرے شہر کے رہنے والوں کے پاس جائینگے اور

کہیگے آؤ ہم جلد خدا کے سامنے جائیں اور رب الافواج کی تلاش کریں۔ میں بھی جاؤنگا۔ ہاں بہت سے لوگ اور طاقتور قومیں یروشلیم میں رب الافواج کو ڈھونڈنے اور خداوند کے سامنے دعا مانگنے کے لئے آئیں گی"

کتاب مقدس کی بیشمار آیات میں سے یہ چند آیات ہیں جو اس بڑے واقعہ کی خبر دیتی ہیں جو آخری ایام میں ہونیوالا ہے جو شخص ان آیات کو غور سے پڑھیگا اور اس کا یہ ایمان ہوگا کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے سچ ہے تو فوراً اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا۔ اگر خدا نے آنا اور اپنے آپ کو مخلوق پر ظاہر کرنا اور اس زمین پر اپنا گھر اور قائم کرنا ہے تو وہ کس طرح ظاہر ہوگا؟ کس طریقہ سے آئیگا؟ کہاں سے آئیگا؟ کب آئے گا؟ اور جب وہ آئیگا تو ہم کس طرح پہچان سکینگے کہ وہ جو اس بات کا دعویدار ہے آیا سچ کہتا ہے؟

بائبل مقدس ان تمام سوالات کے جواب نہایت صراحت سے دیتی ہے۔ بائبل مقدس ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ محدود دل، لامحدود جوہر کو درک نہیں کرسکتا۔ مخلوق اپنے خالق کو ایسے ہی نہیں جان سکتا جیسے ایک بنی ہوئی چیز اپنے بنانیوالے کو نہیں جان سکتی۔

پس جب وہ آئیگا انسان اُسے کس طرح پہچان سکینگے۔ صرف ایک ہی معقول راستہ ہے جس کے ذریعے ہم اُسے درک کرسکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ ہماری طرح انسانی شکل وصورت میں ہمارے پاس آئے۔ کیونکہ سوائے اس طریقہ کے اور ہم کسی طرح بھی اُس کو پہچان نہیں سکتے۔ اگر وہ دائرۂ انسان سے باہر اور بالا ہوگا تو انسان اُسے پہچان نہ سکیگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا انسان کی شکل میں آئے گا تو وہ زمین پر کس طرح پہنچیگا؟ کیا وہ اچانک پورے انسانی جسم کے ساتھ آسمان سے اُتریگا۔ بائبل مقدس ہمیں سکھلاتی ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ صاف لفظوں میں لکھا ہے (کرنتھیون ۱۵ آیت ۵۰) "اب اے بھائیو! میں یہ کہتا ہوں کہ گوشت اور خون خدا کی بادشاہت کے وارث نہیں ہوسکتے"۔ پس ظاہر ہے کہ اُس کا عوالم روحانی سے مادی جسم کے ساتھ اچانک اُترنا بائبل مقدس کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ خدائی شریعت کے برعکس ہے اور سائنس اور عقل کے مغائر ہے۔ اصل میں اس معاملہ پر ہمیں زیادہ بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بائبل مقدس میں صریح لفظوں میں لکھا ہے (الشعیا ۹ آیت ۶) "ہمارے لئے ایک بچہ پیدا ہوا۔ ہمیں ایک بیٹا دیا گیا۔ اور حکومت اس کے کندھوں پر ہوگی۔ اور اس کا نام عجیب، مشیر، قادرِ مطلق خدا۔ ابدی باپ اور امن کا شہزادہ ہوگا۔"

حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں "ابدالآباد سے وہ ذاتِ اُلوہیت اپنے اعلیٰ النفس کے بیچون تقدس میں غیب رہا ہے اور سمجھ میں نہ آنے والی اپنی کینونت کے ناقابل رسائی راز میں ہمیشہ ہمیشہ تک چھپا رہیگا۔ ہزاروں نفوس جن میں سے ہر ایک موسیٰ تھا طلب الٰہی کے سینا پر خدا کی یہ منع کرنے والی آواز سن کر "تو مجھے نہیں دیکھ سکتا" مدہوش پڑے ہیں۔ لاکھوں ہی ہستیاں جن میں سے ہر ایک عیسیٰ صفت تھا اس امتناعی حکم کو سن کر کہ "تو میری ذات کو کبھی سمجھ نہیں سکتا" اپنے آسمانی اعراش پر مایوس و بے آس کھڑے ہیں۔"

حضرت بہاءاللہ اپنی ایک مناجات میں فرماتے ہیں۔ "میرے جیسے ناچیز کے لئے تیرے علم کی گہرائیوں کا اندازہ کرنا مجھے حیرت میں

ڈالتا ہے"

ایک اور مناجات میں جو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے لکھی ہوئی ہے آپ فرماتے ہیں :- "الٰہی جب میں اُس تعلق کو دیکھتا ہوں جو تجھ میں اور مجھ میں ہے تو میں کُل کائنات کو پکار پکار کر یہ کہنا چاہتا ہوں " بیشک میں خدا ہوں" لیکن جب میں اپنے آپکو دیکھتا ہوں تو میں اپنے آپ کو خاک سے بھی کمتر پاتا ہوں"

اب یہ بات رہی کہ پھر خدا کے آنے کی پیشگوئی بائبل مقدس اور قرآن شریف اور دیگر مقدس کتابوں میں کیگئی ہے اس کا مطلب کیا ہے ؟

کتاب الایقان میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں :- "چونکہ اُس ذاتِ قدیم کے عرفان کے دروازے ممکنات یعنی دنیا کی ہستیوں کے لئے بند ہیں۔ اس لئے وہ جود وکرم کا منبع ...... پاک نورانی جواہر کو روحانی عوالم سے معزز انسانی جسموں میں ظاہر کرتا ہے تاکہ وہ اس ازلی ذات اور ابدی جوہر کے آثار ظاہر کریں ۔ یہ پاک آئینے اور اس کی ذات کو ظاہر کرنے والے اس آفتاب ہستی اور جوہر مقصود کے انوار و کمالات کو پوری طرح ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کے سب نبی، اس کے سب پاک برگزیدہ اور مقبول رسول سب کے سب اس کے اسماء وصفات کے مجسمے ہوتے ہیں .... یہ پاک ہستیاں۔ یہ اصل آئینے جو ہمیشہ رہنے والے نور کو منعکس کرتے ہیں، اس غیب الغیوب کو ظاہر کرتے ہیں"۔ یہی نور موسیٰ میں تھا۔ یہی مسیح میں۔ یہی محمدؐ میں۔ یہی بدھ میں اور یہی سب خدا کے مظاہر میں تھا۔ یہ نور خدا کے ظہور کی حقیقت ہے۔ کلام جو اُس شخصیت کے ذریعہ سے دیا جاتا ہے وہ وحی ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے ؛

(باقی) (عباس)

اے بلبلانِ الٰہی!

هُوَالعَلِیُّ العَالِی الاَعلیٰ

اے بلبلانِ الٰہی! خارستانِ ذلت سے گلشنِ معنوی کی جانب دوڑو۔ اور خاکی دوستو! روحانی گھر کا قصد کرو۔ جان کو خوشخبری دو کہ جاناں نے تاجِ ظہور سر پر رکھا اور گلزارِ قدم کے دروازے کھول دیئے۔ آنکھوں کو بشارت دو کہ دیدار کا وقت آپہنچا۔ اور کانوں کو خبرِ مسرت سنا دو کہ سننے کا وقت آگیا۔ بستانِ شوق کے دوستوں کو مطلع کرو کہ یار بر سرِ بازار جلوہ نما ہے اور ہدہدانِ سبا کو آگاہ کرو کہ محبوب نے مشرف بہ بارگاہ ہونے کی اجازت دے دی۔

اے جمالِ جاناں کے عاشقو! غمِ فرقت کو سرورِ وصال سے بدل ڈالو اور زہرِ فراق کو شہدِ لقاء میں کھپا دو۔ اگرچہ آجتک عاشق طلبِ معشوق میں دوڑتے تھے اور حبیب محبوب کی جانب شتاباں تھے لیکن ان دنوں میں رحمانی بدلیوں سے خداتی فضل نکلکر ایسا چھا گیا کہ معشوق خود عاشقوں کو چاہنے لگا اور محبوب اپنے چاہنے والوں کو ڈھونڈھتا ہے۔ اس فضل کو غنیمت جانو اور اس نعمت کو کم نہ سمجھو ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو ہاتھ سے نہ دو۔ اور مٹنے والی چیزوں سے ہی دل لگائے نہ بیٹھے رہو۔ دل کی آنکھوں پر سے برقع اٹھاؤ اور دل کی بینائی پر پڑے ہوئے پردے چاک کر دو تاکہ جمالِ محبوب کو بے حجاب دیکھو اور نہ دیکھا ہوا دیکھو اور نہ سنا ہوا سنو۔

اے بلبلانِ فانی! گلزارِ بقا میں وہ پھول کھلا ہے کہ اس کے روبرو تمام پھول خار اور اس کے سامنے جوہرِ جمال ہیچ ہے۔ جان و دل سے جوش و خروش کے ساتھ نعرے لگاؤ اور روح کے ذریعہ آبِ حیات پیو اور تندہی سے کوشش کرو کہ تم بستانِ وصال میں آپہنچو اور گلِ بے مثال کی خوشبو سونگھو اور لقائے بیزوال سے حصہ پاؤ اور اس ہلتی صبا کے خوشگوار جھونکے سے بے خبر نہ رہو اور اس پاکیزہ خوشبوئے روحانی سے محروم نہ رہو۔ یہ نصیحت بیڑیوں کو توڑتی ہے اور زنجیرِ جنونِ عشق کو حرکت دیتی ہے۔ دلوں کو دلدار تک پہنچاتی۔ نورِ جان کو جاناں کے سپرد کرتی ہے۔ قفس کو توڑتی ہے اور طائرِ روحانی کی مانند آشیانِ قدس کا قصد کرتی ہے۔ کس قدر راتیں گذر گئیں اور کتنے ہی دن چلے گئے اور بہت سے وقت آخر کو پہنچے اور بہت گھڑیاں انتہا تک آگئیں اور دنیائے فانی میں مشغول ہونیکے سوا تم ایکدم بھی نہ رہ سکے۔ کوشش کرو تاکہ یہ باقیماندہ چند سانس برباد نہ ہوں عمریں بجلی کی مانند گذر جائنگی اور سر خاکی بچھونے پر جا پڑینگے۔ چارہ کار ہاتھ سے جاتا رہیگا اور سارے کام قابو سے باہر ہو جائینگے۔ شمعِ بقا بغیر فانوس کے روشن اور منور ہوگئی اور اسنے تمام فانی پردوں کو جلا دیا ہے۔ اے پروانگانِ بیپروا دوڑو اور اس آگ پر گر جاؤ۔ اے عاشقانِ بیدل و جان معشوق کے قریب آؤ اور بے رقیب محبوب کے پاس دوڑ کر پہنچو۔ گلِ مستور بے ستر و حجاب بازار میں آپہنچا اور جملہ ارواحِ مقدسہ کو وصال کی آواز دیتا ہے۔ اس کی طرف رخ کرنیوالوں کا متوجہ ہونا کیا ہی

دُنیا کی مُشکلات کا حل

آج دنیا جس طرح گوناگون مشکلات میں مُبتلا ہے اس کی نظیر قرونِ اولیٰ میں نہیں ملتی۔ جس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ آج کی مشکلات کو سلجھانے کے لئے قدیم مشکلات کے حل قطعی بیکار ثابت ہو رہے ہیں اور دنیا کے ہر گوشہ سے "نظامِ جدید" "دورِ جدید" کی آوازیں آرہی ہیں دنیا بھر کے مذہبی۔ سیاسی لیڈر موجودہ مشکلات کے سلجھانے میں سر تا پا کوشش نظر آرہے ہیں۔

یہ مُسلّمہ امر ہے کہ عصرِ حاضر اپنی ایسی پُرشوکت، قوت وقدرت سے آشکار ہوا ہے کہ اس کی نظیر ازمنۂ گذشتہ میں نہیں ملتی۔ مذہبی، تمدّنی، سیاسی شعبوں نے ایسی جدید ترین صورتیں اختیار کر لی ہیں کہ ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں قدیم اور جدید عقائد میں اتحاد ناممکن ہو رہا ہے۔ سیاسی لوگوں کے قدیم اور جدید نظریات کے اختلافات بصورتِ جنگ نوعِ بشر کا خاتمہ کئے جا رہے ہیں۔ قدیم اور جدید تمدّن باہم متحد ہوتے نظر نہیں آتے۔ قدامت چاہتی ہے کہ جدت کے پاؤں نہ جمنے دوں۔ جدت کہتی ہے کہ قدامت کا یہ آخری سانس ہے۔

چونکہ جدت اور قدامت کی کشاکش نے قدیم سیاست اور تمدّن میں ایک حیرت انگیز تغیر پیدا کر دیا ہے اس لئے ضروریات کی کڑیاں طویل اور کڑی ہو گئی ہیں۔ ایک طرف اگر بے دینی کا عام مظاہرہ ہے یعنی روحانی قحط ہے تو دوسری طرف "بھوک۔ بھوک" "روٹی روٹی" کی صدائیں ہر سمت سے بلند ہیں۔

جنھیں رہنے کو محل میسّر ہیں اور کھانے کو جو چاہیں اور جب چاہیں۔ مگر کیا انھیں امن وسکون حاصل ہے؟ جواب نفی میں ہے اور موجودہ جنگ اس پر شاہد ناطق ہے۔

پیٹ بھر کر مست ہو جانے والے اور بھوکوں کی بھوک کا خیال نہ کرنے والے سوچیں کہ ہمارے بھوکے بھائیوں کی صدائیں کہیں درِ اجابت کو تو نہیں کھٹکھٹا تیں۔ اور وہ وقت قریب تو نہیں آگیا جس کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو ان الفاظ میں متنبہ کیا جا رہا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

مذہبی مشکلات اور اُن کا حل

ایک اور بڑی چیز جو امن عامّہ میں مخل ہے وہ کسی مذہب کی غلط حمایت اور بے جا جوش ہے۔ ہمارے خیال میں اہلِ مذاہب کو اتحادِ مذاہب کے لئے انتہائی کوشش کرنی چاہئے۔ مذاہب میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو مذاہب کو بیخ وبُن سے اُکھاڑ دینا چاہتے ہیں۔ یا اس قدر

مذہب سے بیگانہ ہیں کہ وہ نام کے مذہبی انسان ہیں۔

اوّل الذکر تو مذہب سے اس لئے بیزار ہیں کہ ہر مذہب نے دنیا میں کُشت و خون کا بازار گرم کیا۔ اور مؤخر الذکر مذہبی دیوانگی میں دوسروں پر اس لئے قاتلانہ اقدام کرتے ہیں تاکہ عوام یہ سمجھیں کہ ان میں مذہبی غیرت باقی ہے۔ اگرچہ مذہب کا اُن سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔

مذاہب سے متنفر نفوس کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہئے کہ مذاہب کے بانی قابلِ احترام تھے۔ انھوں نے نوع انسان کے لئے امن و سکون کے راستے صاف کئے۔ نوع انسان کو ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لئے اپنا تن۔ من دھن نثار کر دیا۔ تاکہ نوعِ بشر عزّ و وقار کی چوٹیوں پر پہنچے۔ کیا ایسے وجود جنھوں نے مظلوموں کی حمایت کی۔ ظالموں کے ظلم کا مقابلہ کیا۔ نوعِ انسان کو ذلیل خیالات سے ہٹا کر انسانی وقار کی جانب نہ صرف متوجہ ہی کیا۔ بلکہ اس صادقوں کی جمعیت سے انسانی وقار کا ظہور بھی شدّ و مد سے ہوا۔ قابلِ احترام نہیں؟

دوسرا گروہ جو مذہبی تعلیم سے قطعی نابلد ہے انھیں تعلیم دینا ضروری ہے تاکہ وہ مذہب جیسی نورانی شئے سے منوّر ہوں اور بیجا جوش اور تعصب کو استعمال میں لاکر خلقِ خدا کی ہلاکت اور تباہی کا باعث نہ ہوں۔

اسی ضمن میں اگر مذہب کے تیسرے گروہ کا ذکر نہ کیا جائے تو بیجا ہوگا۔ یہ وہ گروہ ہے جو اپنے آپ کو دین کا عالم کہتا ہے۔ اسمیں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک دین کو صحیح سمجھنے والے اور دوسرے کج فہم۔ چونکہ دینِ انسان کو نیکی، پاکیزگی اور امن و سکون کی تعلیم دیتا ہے اور مرورِ زمانہ کی وجہ سے وہ حالات ہمیشہ نہیں رہتے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ از سرِ نو حالاتِ زمانہ کے مطابق قانون وضع ہوں۔ مگر ہر زمانہ میں دین کے کج فہم عالموں نے ہر دین کے بانی کو یہی کہکر جھٹلا دیا کہ ہمارا دین کامل ہے۔ ہمیں کسی دوسرے دین کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ زمانہ بدلتا رہتا ہے۔ حالات بدلتے رہتے ہیں اور تبدیلی حالات کے ماتحت نئی نئی مشکلات پیش آتی رہتی ہیں۔ مگر قانونِ دین کے متعلق یہی نظریہ ہے کہ یہ لاتبدیل ہے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حالاتِ زمانہ کے ماتحت اس دین کی کتاب میں سے کوئی کچھ استنباط کرتا ہے۔ کوئی کچھ نکالتا ہے۔ اور پھر یہ نقشہ ہوتا ہے کہ؎

شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

قوم مختلف گروہوں میں بٹ کر عناد و فساد کی آماجگاہ بن جاتی ہے اور وقارِ انسانی سے گر جاتی ہے اور اس کی ترقیات رو بہ تنزل ہو جاتی ہیں۔ اور قوم ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ مگر نظریہ یہی رہتا ہے کہ یہی دین کامل ہے۔ ہمیں کسی دوسرے دین کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ وہ دین خود فرقوں میں بٹ کر معدوم ہو چکا ہوتا ہے۔ اور دین اور عمل کا نام ہی نام زبانوں پر رہ جاتا ہے۔ یہ وہ ذہنی تربیت ہے جو خواص و عوام کے لئے ضروری ہے۔ یعنی بجائے مذاہب سے تنفر کے ہر ایک مذہب کے بانیوں کا احترام کیا جائے۔ اور عوام کے دل میں بانیانِ مذاہب کی عظمت کا سکہ بٹھایا جائے تاکہ آئے دن کے فساد کا خاتمہ ہو جائے جو نوعِ بشر کے امن و سکون میں مخل ہے۔

جہالت اور اُس کا دفعیہ

دوسری چیز جو نوعِ بشر کے امن و سکون میں حائل ہے وہ جہالت ہے جسے علم کی روشنی سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ لازمی طور پر اپنے بچے، بچیوں کو تعلیم دلائے تاکہ وہ صحیح بات سمجھنے کے قابل ہوں۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ

ایسا نہیں جسمیں تعلیم کام نہ دیتی ہو۔ بالخصوص لڑکیوں کی تعلیم نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ کیونکہ وہ آئندہ نسل کی مائیں بننے والی ہیں۔ بے علم انسانؔ خود ہی اندھا ہوتا ہے بلکہ اپنے اندھے پن کی وجہ سے دوسروں کے لئے بھی مخلِ امن وسکون ہوتا ہے اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ لازمی تعلیم کے لئے بے حد کوشش کریں۔

افلاس اور اس کا علاج

افلاس بھی امن وسکونِ انسانی میں بہت حد تک مانع ہے کمزور انسان اس بلاء کے ہاتھوں تنگ آکر چوری۔ ڈاکہ، بدعہدی بدخلقی، بددیانتی وغیرہ صفاتِ رزیلہ کو اختیار کرلیتا ہے اور امن عامہ اور وقارِ انسانی کے لئے بدنما داغ بن جاتا ہے۔ اس لئے تعلیم وتعلم کے سلسلہ میں کوئی نہ کوئی صنعت وحرفت سکھانے کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔ اور موجودہ تعلیم میں صنعت وحرفت کا عنصر غالب ہونا چاہئے تاکہ ہر بچہ حالتِ بلوغ کو پہنچنے پر ثروت کی سیڑھی پر ہو۔ اور اہل دُنیا کے لئے پریشانی کا سبب نہ ہو۔

تعصبات اور ان کی بیخکنی

مذہبی تعصبات کے علاوہ اہل دنیا میں تعصبات کی ایک اور طویل زنجیر ہے جو نوع انسانی کے امن وسکون میں مخل ہے۔ مثلاً ملکی تعصب۔ لسانی تعصب۔ لونی تعصب۔ قومی تعصب۔ یعنی جاپانی کو چینی سے عناد ہے۔ عربی زبان سے سنسکرت والوں کو نفرت ہے گورا کالے کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ پٹھان موچی کو ذلیل سمجھتا ہے۔ ان تعصبات کو یکسر اٹھا دینا چاہئے۔ ممالک کی فرضی لکیریں باعثِ عناد نہیں ہونی چاہئے۔ زبانیں محض افہام وتفہیم کا ذریعہ ہیں۔ کسی قوم کی خاص زبان ہونے سے وہ قوم نوعِ انسان سے خارج نہیں ہوجاتی۔ بلکہ کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دنیا کے مفکرین دُنیا بھر کے لئے ایک زبان تجویز کرلیں۔ اور دنیا بھر کے مدارس میں اسی زبان کی تعلیم ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وحدتِ لسانی کے سبب ساری دنیا ایک ہی کنبہ نظر آئیگی جو باعثِ اتحاد و یگانگت اور افزونیٔ امن وسکون ہوگا۔ اور دُنیا مختلف زبانوں کی تحصیل واشاعت کے بھاری بوجھ سے سبکدوش ہوجائے گی۔

غُلامی سے آزادی

غُلامی نوعِ بشر کے لئے ایک بدنما داغ ہے۔ بشر کا بشر کو بیچ کھانا۔ اس امر کے مُرادف ہے کہ ہم اپنے بھائی کی حیثیت ایک بھیڑ بکری سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ مگر شکر ہے کہ یہ رسم دُنیا سے اُٹھتی جارہی ہے۔

مگر غُلامی یہی نہیں بلکہ اور بھی کئی قسم کی غلامیاں ہیں۔ اور سب کی سب غُلامیاں نوعِ بشر کو پست حالی کی جانب لے جاتی ہیں آزادیٔ وجدان اور ضمیر کی دشمن ہونے کی وجہ سے نوعِ بشر کے امن وسکون میں مخل ہیں۔ مثلاً ذہنی غُلامی یعنی جو کچھ ہمارے بڑوں نے کہدیا وہی صحیح ہے۔ ہمیں اس امر کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی ذہنی غُلامی انسان کو انصاف اور سچائی کی قبولیت سے باز رکھتی ہے اس لئے چاہئے کہ ہر ایک بات کو جہانتک علم وعقل کا تعلق ہے خود اچھی طرح سمجھا جائے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ بات جسے ہم اپنے بڑوں کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ صحیح نہ ہو۔

علیٰ ھٰذا سیاسی غُلامی؛ سیاسی غلامی پُرانی مثل "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" کی قدیم یادگار ہے۔ عصرِ حاضر میں چھوٹے بڑے بیدار ہوتے جارہے ہیں کہ ہر ایک ملک کے باشندوں کو اپنے اپنے ممالک میں آزاد نظام کا مالک ہونا چاہئے اور اس آزادی کے ہوتے ہوئے جملہ آزاد نظاموں کو ایک بین الاقوامی عدالت قائم کرنی چاہئے جو اپنے لئے قوتِ اجرائیہ کی زبردست طاقت رکھتی ہو

اِس بین الاقوامی عدالت میں اقوام کے مقدمات انفصال پایا کریں جملہ ممالک کی ازسرِنو حدود بندی ہوجانی چاہئیں. تاکہ کوئی ملک دوسرے ملک پر حملہ نہ کرنے پائے۔ خلاف ورزی کی صورت میں قوتِ اجرائیہ کو کام میں لایا جاوے۔ اور اس طرح اہل دنیا کو جنگ کی مشکلات اور اس کے بھاری اخراجات سے سبکدوش کردیا جائے۔

یہ مسلم امر ہے کہ دنیا میں جبتک فاتح اور مفتوح، غالب اور مغلوب کا سوال باقی ہے نوعِ بشر میں امن وسکون ناممکن ہے ایک بین الاقوامی عدالت۔ ایک سکہ۔ ایک زبان تمام دنیا میں جاری ہوجانی چاہیئے۔ تاکہ نوعِ بشر مختلف قسم کی غلامیوں سے رہائی پائے اور امن وسکونِ انسانی جلوہ گر ہو۔

(ایم یاسے صمدانی)

نیا نظامِ عالم جلد رُونما ہونے والا ہے

حضرت بہاء اللہ ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد میرزا عباس نوری حکومت میں وزیر تھے۔ بہاء اللہ جب ۱۳-۱۴ برس کے ہی تھے کہ اُن کی دانائی کا شہرہ تمام ملک میں ہوگیا۔ جب ۲۲ برس کے ہوئے، ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اور انھیں عہدۂ وزارت پیش کیا گیا۔ لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔

۱۸۴۴ء میں حضرت سید علی محمد باب کے دعوی مہدویت سے تمام ایران گونج رہا تھا حضرت بہاء اللہ نے بھی حضرت باب کی تصدیق فرمائی۔ جس کی وجہ سے حضرت بہاء اللہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی سلسلہ میں حضرت بہاء اللہ کو طہران کے زمین دوز قید خانے میں رکھا گیا۔ تو ایک رات عالمِ رُویا میں حضرت بہاء اللہ کو یہ غیبی آواز سنائی دی:۔

"ہم تجھے تیرے ذریعے اور تیری قلم کے ذریعے مدد پہنچائیں گے۔ جو کچھ مصیبت تجھ پر آئی ہے اس سے غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر۔ عنقریب خدا زمین کے خزانے برپا کرے گا۔ یہ خزانے وہ لوگ ہیں جو تیرے ذریعے اور تیرے اُس نام کے ذریعے تیری مدد کریں گے جس سے خدا نے عارفوں کے دلوں کو زندہ کردیا ہے" (ترجمہ)

چار مہینے کی قید کے بعد آپ کو رہا کردیا گیا اور ۱۸۵۳ء میں آپ کو ایران سے بغداد بھیجدیا گیا۔ یہاں پہنچکر آپ نے اظہار فرمایا کہ جو ہادی و رہنما آنے والا تھا اور جس کا سب قومیں انتظار کررہی تھیں وہ میں ہوں۔ آپ نے تمام جہان کے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے "اے تمام جہان کے لوگو! تم سب ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ سب قومیں ایک ہوجائیں۔ تمام انسان بھائی بھائی بن جائیں سب لوگوں میں محبت واتحاد کے رشتے مضبوط ہوجائیں۔ مذہبی اختلافات اور قومی جھگڑے درمیان سے اٹھ جائیں۔

تباہ کن جنگیں برطرف ہو جائیں - یہ جھگڑے - یہ لڑائیاں یہ خونریزیاں ختم ہو جائیں - تمام لوگ مل کر ایک خاندان کی طرح زندگی بسر کریں۔

حضرت بہاء اللہ بغداد میں آنے کے بعد دو سال کردستان میں چلے گئے - دس سال بغداد میں مقیم رہے - پھر ایران اور ٹرکی دونوں حکومتوں نے مل کر آپ کو قسطنطنیہ رکھنے کے بعد آپ کو ایڈریانوپل پہنچا دیا - جہاں چار سال اور دو ماہ رکھا گیا - پھر وہاں سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ۱۸۶۸ء میں عکا فلسطین پہنچا دیا گیا - جہاں آپ اپنے یوم رحلت یعنی ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء تک مقیم رہے۔

حضرت بہاء اللہ نے دور جدید کے لئے جو پروگرام دیا ہے وہ بارہ بہائی اصول کے نام سے مشہور ہے - جس کا اختصار یہ ہے کہ (۱) تمام مذاہب حقیقت میں ایک ہیں (۲) تمام پیغمبر یا اوتار ایک ہیں (۳) تمام اقوام عالم ایک ہی قوم ہیں (۴) مذہبی ملکی - قومی - نسلی - جنسی اور لسانی تعصبات قطعاً ترک کر دیئے جائیں (۵) تمام اقوام عالم کے حقوق میں مساوات ہونی چاہیئے (۶) عورت مرد کے حقوق و مراتب میں برابری ہونی چاہیئے (۷) دین اور سائنس میں اتحاد ہونا چاہیئے (۸) دین محبت و الفت کا موجب ہونا چاہیئے (۹) تعلیم جبریہ اور عالمگیر ہونی چاہیئے (۱۰) کاروبار سب پر فرض اور عین عبادت ہے - گداگری حرام ہے (۱۱) تمام دنیا میں ایک زبان اور ایک رسم الخط ہونا چاہیئے (۱۲) تمام جہان کے لئے ایک بین الاقوامی محکمہ عدالت قائم ہونا چاہیئے - جو اقوام عالم میں امن و امان کا ذمہ دار ہو - حضرت بہاء اللہ نے عالموں - حاکموں - فلسفیوں اور ہر طبقہ کے لوگوں کو بار بار خطاب کر کے احکام دیئے ہیں - تمام جہان کے بادشاہوں کو بہت سی نصیحتیں فرمائی ہیں - چنانچہ سورۃ الملوک میں فرماتے ہیں :-

"اے بادشاہان روئے زمین ! خدا سے ڈرو اور ان حدود سے تجاوز نہ کرو جو خدا نے اپنی کتاب میں تمہارے لئے مقرر فرمائی ہیں - خوب ہوشیار رہو - خبردار ! حد سے تجاوز کرنے والے نہ ہو جانا - خبردار کسی پر رائی برابر بھی ظلم نہ کرنا - عدل کے راستے پر چلتے رہنا کہ یہی حقیقت میں راہ راست ہے۔"

بادشاہوں کو عام خطاب کے علاوہ حضرت بہاء اللہ نے خاص خاص شاہان عالم کو خصوصی طور پر مخاطب فرمایا - جن کے نام یہ ہیں (۱) نپولین تھرڈ شہنشاہ فرانس (۲) الگزینڈر دوم زار روس (۳) ملکہ وکٹوریہ شہنشاہ انگلستان (۴) ولیم اول شہنشاہ جرمنی (۵) فرانسس جوزف شاہ آسٹریا (۶) عبدالعزیز سلطان ترکی (۷) ناصر الدین شاہ ایران (۸) پائس نہم پوپ اعظم روما۔

بادشاہوں کے نام یہ تمام الواح اصل اور ترجمہ دونوں صورتوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں - ان الواح میں نئے نظام عالم کے لئے نہایت مفصل ہدایات ہیں - یقیناً دنیا کا نیا دور چلا آ رہا ہے اور جدید نظام عالم جلد رونما ہونے والا ہے۔

خوش خبری

یوم موعود یا عصر جدید

یہ زمانہ جس میں ہم موجود ہیں ایک عجیب زمانہ ہے۔ اس زمانہ کی خبر مقدس کتابوں اور پیغمبروں نے دی تھی۔ یہ زمانہ اپنی شان میں بے نظیر ہے۔ اس زمانہ میں علوم و معارف عام ہو رہے ہیں۔ وہ وہ ایجادات و انکشافات ظہور پذیر ہیں جن کی مثال دنیا کی آنکھ نے نہ دیکھی۔ انقلابات اس زور شور سے ہو رہے ہیں کہ ہر روز دنیا کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔

مادیات و جسمانیات میں نیرنگی ہے۔ عقلیات و روحانیات میں تجدد اور ترقی ہے۔ پرانی رسمیں مٹ رہی ہیں۔ نئے احکام نافذ ہو رہے ہیں صنعت و حرفت میں نئی جان ڈالی جا رہی ہے۔ تجارت میں نئے اصول جاری ہو رہے ہیں۔ مذہب اپنا پرانا لباس اتار کر نئی خلعت پہن رہا ہے۔ عقل ترقی کر رہی ہے اور یہ سب کچھ اتفاقی نہیں ہے بلکہ قدرت کے باقاعدہ پروگرام کے مطابق ظاہر ہو رہا ہے۔ کلام خدا میں اس دور حاضر کے بہت سے نام اور القاب وارد ہوئے ہیں۔ جن میں سے چند ہم یہاں ذکر کرتے ہیں

الیوم الموعود

وَالسَّمَاءِ ذاتِ البروج والیومِ الموعود وشاہدٍ وّ مشہود (پ۳۰)

الیوم الموعود یعنی وہ زمانہ جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ ابتدا سے جس قدر نبی ہوئے خدا نے سب کی زبانی ان دنوں کی خبر دی تھی

(اعمال رسل)

تمام اہل مذاہب اس دور جدید کے منتظر تھے۔ بلکہ اہل مذاہب سے گذر کر وہ لوگ جو صرف نیچر پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ بھی اصولاً اس زمانہ کے مشتاق تھے۔ کیونکہ قانون ارتقاء کے لحاظ سے وہ دنیا کے نئے دور ترقی کا آنا لازم سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ یہ زمانہ سب کا موعود زمانہ ہے۔ طبیعیین نیچرل قانون کی رو سے اور الٰہیین وعدۂ خداوندی کے مطابق اس زمانہ کا انتظار رکھتے تھے آج وہ مبارک زمانہ آگیا۔ اہل یقین مسرت سے پکار اٹھے ہیں کہ خدا کا شکر جس نے اپنا وعدہ ہمارے سامنے پورا کیا۔ مگر افسوس۔ اہل حجاب ابھی تک پردۂ غفلت میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ یوم موعود ابھی نہیں آیا۔ اور نہ معلوم کب آئیگا۔

الیوم الحق

یوم یقوم الرّوح والملٰئکۃ صفًّا لا یتکلمون الّا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔ ذٰلک الیوم الحق۔

خدا فرماتا ہے جس زمانہ میں روح حق کا ظہور ہوگا اور وہ نفوس مقدس جو اطاعت حق میں ملکۂ تامہ رکھتے ہونگے متحد و متفق ہو کر کھڑے ہونگے اور رحمٰن جن کی تائید فرمائیگا اور جو راستگو ہونگے وہی حقیقت آمیز کلام کر سکیں گے۔ یہ روز حق ہے۔

یومِ حق سے مقصود یہ ہے کہ اس کے وقوع کو کوئی روک نہیں سکتا۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ موعودِ حق حضرت بہاءاللہ کے ظہور سے جب یہ روزِ حق شروع ہوا تو بڑی بڑی سلطنتوں اور قوموں نے اُس کے وقوع کو روکنا چاہا۔ مگر تمام دنیاوی طاقتیں پامال ہوگئیں اور یہ دور شروع ہوکر ہرگز نہ رُکا۔ بلکہ عالمگیر ہوتا جا رہا ہے۔ اس دورِ حق کو روکنے والی سلطنتیں ختم ہوگئیں مگر یہ دَورِ جدید روز بروز اپنا تازہ اور نرالا اور وسیع اثر دُنیا پر ڈالتا جا رہا ہے۔ یہ یومِ حق ہے جسے کوئی طاقت باطل نہیں کرسکتی اور حقیقت شناس اس یومِ حق کو شناخت کرکے اس کے دائرۂ اثر میں آتے اور اس کے انوار سے معمور ہوتے جارہے ہیں۔

یومِ عظیم

فویلٌ للذین کفروا من مشھد یومٍ عظیم ۔ یوم یأتوننا لٰکن الظّٰلمون الیوم فی ضلالٍ مبین ہ

وہ لوگ جو انکارِ حق کرتے ہیں اُن پر جلوہ گاہِ یومِ عظیم سے افسوس ہے جبکہ وہ لوگ ہمارے حضور میں آئینگے پر ستمگار اِسوقت نمایاں گمراہی و سراسیمگی میں گرفتار ہیں۔ اس دَور کی عظمت کا ہی اثر ہے کہ تمام اہلِ حجاب مبہوت و سرگشتہ ہیں۔ جیسے آفتاب کی تیز کرنوں سے آنکھیں چکاچوندھ ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح آج آفتابِ ظہور سے لوگوں کی بصیرتیں متحیر ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے:-

حتّٰی اذا فتحت یأجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون ہ واقترب الوعد الحق فاذا ھی شاخصۃٌ ابصار الذین کفروا

یاجوج ماجوج دنیا میں پھیل جائینگے اور وعدۂ حق قریب الظہور ہوگا تو اہلِ حجاب کی آنکھیں حیرت سے مات و مبہوت ہوکر رہجائینگی

اس یوم کی عظمت یہ بھی ہے کہ ہر ایک نبی و رسول نے اس ظہورِ عظیم کی بشارتیں دی ہیں۔ اور جو کچھ اس یومِ عظیم میں انسان نے ایجادات کی ہیں وہ بھی اِس دَور کی عظمت کا نشان ہیں۔ اور ابھی تو آغاز ہی ہے وہ وہ اُمور ظہور میں آئینگے جن کی مثال چشمِ عالم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ فی الحقیقت اس زمانہ کی عظمت لوگوں کے اندازہ سے باہر ہے۔

یوم التلاق

رفیع الدرجات ذوالعرش یُلقی الروح من امرہٖ علٰی من یشاء من عبادہٖ لینذر یوم التلاق یوم ھم بارزون (مومن ع ۲)

خدا بڑے درجات عطا فرمانے والا ہے۔ صاحبِ عرش ہے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے امر کی رُوح ڈالتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو روزِ ملاقات کے لئے تیار کرے۔ جبکہ تمام انسان اپنے کمالات میں ظاہر ہونگے۔ یوم التلاق کے معنی ہیں ملنے کا دن۔ مقصد یہ ہے کہ اُس وقت انسان کو لقائے الٰہی حاصل ہوگی۔ فرماتا ہے

یاایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملٰقیہ

اے انسان! تو اپنے رب کے لئے سخت کوشش کر رہا ہے۔ آخر تو اپنے رب سے ملاقات کریگا۔

من کان یرجو لقآء اللہ فان اجل اللہ لاٰت

جو کوئی خدا کی ملاقات کا آرزومند ہے (اُسے بشارت ہو) کہ خدا کا وقت یقیناً آنے والا ہے۔

ظاہر ہے کہ ذاتِ غیب جسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور عقلیں اس کی کنہ دریافت کرنے سے قاصر ہیں، اُس کی لقاء تو محال ہے۔ ہاں اُس کی لقاء یہی ہے کہ اُس کے مظہرِ ظہور کی لقاء انسان کو حاصل ہو۔ کیونکہ خدا کی تمام تجلیات بواسطۂ مخلوق ہی نظر آتی ہیں۔ یہ قانون کُلی ہے

یوم التلاق یعنی روزِ ملاقات میں شیدائے حق انسان نے جلوۂ حق دیکھا
اور دیکھ رہا ہے اور منکرِ حق دید سے محروم ہے جیسا کہ مقرر تھا۔ کلّا
انھم عن ربھم یومئذٍ لمحجوبون ۰ منکرینِ حق اس وقت
دیدارِ پروردگار سے محروم رہیں گے۔

یوم التلاق کے معنی ہیں میل ملاپ کا زمانہ۔ آج وہی میل ملاپ
کا زمانہ آگیا ہے جس کی تیاری ہزارہا سال سے ہو رہی تھی۔ اور جو دنیا کے
بلوغ کا زمانہ ہے۔ اور یہی نوعِ انسانی کے باغ کے پھل لانے کا وقت ہے
اس یوم التلاق میں تمام دنیا باہم مل کر ایک آبادی ہوگئی ہے۔ حمل نقل
کے وسائل آسان ہوگئے ہیں۔ سفر کے رستے کھل گئے ہیں۔ مشرق،
مغرب سے اور مغرب مشرق سے مل گیا ہے۔ جنوب و شمال متحد
ہوگئے ہیں۔ وہ قومیں جو کبھی آپس میں نہ ملتی تھیں اب بغلگیر ہو رہی ہیں
نسلی فخر جو میل ملاپ میں سب سے بڑی روک تھا دنیا سے ہٹ رہا ہے
جو لوگ ہزاروں برس سے چھوت چھات کے چکر میں پڑے ہوئے تھے
اب اس پھندے سے آزاد ہو رہے ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم سے
ایسی وابستہ ہوگئی ہے جیسے گھنے درختوں کی شاخیں آپس میں ایک
دوسرے کو پکڑ لیتی ہیں۔ رشتۂ ازدواج محدود خاندانوں سے آگے
بڑھ کر نوعِ انسان میں عام ہوتا جاتا ہے۔ مذہب کے اختلافات
فنا ہو رہے ہیں۔ اتحادِ مذاہب کی روح۔ دلوں اور دماغوں کو مسرور
کر رہی ہے۔ وقت آرہا ہے جبکہ اختلافات محو و نابود ہو جائینگے اور
میل ملاپ دلوں کو ایک کر دیگا۔ سب انسان ایسے مل کر رہینگے جیسے
ایک خاندان کے افراد متحد ہو کر رہتے ہیں۔

یوم الجمع

لتنذر امّ القری ومن حولھا وتنذر یوم الجمع
لاریب فیہ (شوریٰ ع ۱)

"اے رسول ہم نے قرآن تجھ پر نازل کیا تاکہ تو مکہ اور اس کے
ارد گرد کو انجام سے ڈرائے اور تاکہ تو لوگوں کو یوم الجمع میں ٹھوکر
کھانے سے ڈرائے۔ یہ یوم الجمع یقیناً آنے والا ہے۔

یوم الجمع کے معنی ہیں اکٹھے ہونے کا زمانہ۔ سو وہ زمانہ یہی ہے
جسمیں ہم تم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں متفرق قومیں جمع
ہو رہی ہیں۔ الگ الگ پڑے ہوئے ملک جمع ہوگئے۔ نوعِ انسان
ایک ہی میدان میں جمع ہے۔

اس یوم الجمع میں عالمِ انسانی کی ایک مشترکہ بزمِ اتحاد قائم ہو
رہی ہے جسمیں تمام قوموں اور ملکوں کے قائم مقام اکٹھے ہو رہے
ہیں اور اتحادِ عالم کی کوشش کر رہے ہیں اور نئے نظام کی تیاریاں ہیں۔

اس یوم الجمع میں نوعِ انسان کے مجتمع ہونے کی بہت سی راہیں
کھل گئی ہیں جن میں سے یہ بھی ایک ہے کہ انسان گھر بیٹھے ہوئے
آج تمام دنیا سے بات چیت کر رہا ہے بلکہ جن سے باتیں کرتا ہے
انھیں دیکھ بھی سکتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو آج ہر شعبہ میں
ایک نئی اجتماعی کیفیت نمودار ہے۔ سب اہلِ علم اس زمانہ کو
عظیم الشان دورِ اجتماعیت کہتے ہیں۔

یوم التغابن

یوم یجمعکم لیوم الجمع ذٰلک یوم التغابن (سورہ تغابن ع ۲)
جبکہ خدا تمھیں میل ملاپ کے زمانہ میں اکٹھا کریگا۔ یہ تغابن کا
وقت ہوگا۔ تغابن کے معنی نقصان و خسران ہیں۔ مقصد یہ کہ
میل ملاپ کے زمانہ میں جب انسانوں کو بلایا جائیگا تو بہت لوگ
ہونگے جو میل ملاپ کو چھوڑ کر قومی نسلی۔ ملکی اور فرقہ وارانہ تعصبات
و فسادات میں مصروف ہونگے۔ یہ لوگ نقصان و خسران اٹھائینگے
تغابن کے معنی ایک دوسرے کے حقوق غبن و غصب کرنے کے

بھی ہیں۔ مقصد یہ کہ یوم الجمع میں جہاں میل ملاپ ہوگا وہاں ایسے واقعات بھی ہونگے کہ بہت لوگ ایک دوسرے کے حقوق دبائینگے اور انسانوں کو نقصانِ عظیم پہنچائینگے۔ جیسا کہ موجودہ حالات سب کے سامنے ہیں۔

تغابن کے معنی ہار جیت کے بھی ہیں۔ یعنی اُس زمانہ میں حق و باطل کی جنگ ہوگی۔ حق جیت جائیگا۔ باطل ہار جائیگا۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ حق کے مقابلہ میں بڑی بڑی سلطنتیں شکست کھا گئیں اور حق تمام عالم پر غالب ہو رہا ہے اور ہر روز حق کا جھنڈا بلند ہوتا جا رہا ہے۔ نیز بادشاہتوں اور قوموں میں ہار جیت کے لئے ایسی کشاکش ہو رہی ہے جیسی دنیا میں کبھی نہ ہوئی تھی۔

یومُ الوعید

ونفخ فی الصور ذٰلک یوم الوعید (ق پ۲۶)

اور صور پھونکا جائے گا۔ یہ وعید کا وقت ہوگا۔

جس طرح حاکم کا آنا اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے عمدہ خدمات انجام دی ہیں خوشی کا موجب ہوتا ہے مگر مجرموں کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے اسی طرح وہ زمانہ جس میں عدالت الٰہی دنیا میں اجلاس کرتی ہے اور اپنے مظہرِ ظہور کے ذریعے تمام فیصلے سنائے جاتے ہیں۔ وہ وقت حق پرستوں کے لئے عید اور مجرموں کے لئے ہولناک وعید ہوتا ہے۔ کُلٌّ کذّب الرّسل فحق وعید

وہ تمام لوگ جو خدا کے پیغام لانے والوں کی باتیں نہیں مانتے ان کے حق میں وعید ثابت ہو جاتی ہے۔

قانونِ قدرت ہے کہ بارش کے وقت اچھا درخت اچھا پھل دیتا ہے اور برا درخت برا پھل لاتا ہے۔ بارش اپنی ذات میں سراسر رحمت و برکت ہے۔

یوم الحسرة

وانذرهم یوم الحسرة اذ قضی الامر وهم فی غفلة وهم لا یؤمنون (مریم ع۲)

اے رسول! انھیں روزِ حسرت سے ڈرائیے جبکہ امر کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور وہ غفلت میں ہی پڑے ایمان سے بے نصیب رہ جائینگے۔

یوم الحسرة۔ آہ! کس قدر زور سے چھا رہا ہے۔ ایک عالم ہے جو عذابِ حسرت میں گرفتار ہے کذٰلک یریهم الله اعمالهم حسراتٍ علیهم اُن کے کام اُن کے لئے حسرت کا موجب بن رہے ہیں۔ قوموں کو حسرت کا عذاب گھیرے ہوئے ہے۔ ہم اس کے متعلق زیادہ کہنا نہیں چاہتے۔ لوگ خود اپنے حالات پر نظر رکھتے ہیں۔

آیت مذکورہ بالا میں جو بات خدائے برحق نے بیان فرمائی ہے وہ اس زمانہ کا عظیم الشان واقعہ ہے کہ مظہرِ ظہور کے ذریعے امر کا فیصلہ ہو گیا مگر غافلوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اہلِ غفلت اب بھی تقویٰ و ایمان کے خلاف قدم اٹھاتے چلے جا رہے ہیں۔ جو کہا گیا تھا وہی واقع ہو گیا۔

یومُ عسیر

فاذا نقر فی الناقور فذٰلک یومئذٍ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر (مدثر پ۲۹)

جب خدائی بگل بجایا جائیگا تو یہ وقت اہل حجاب کے لئے سخت ہوگا۔ آسان نہ ہوگا۔

اہل حجاب دورِ جدید کے حالات سے خوف و خطر میں ہیں ہر طرف سے اُن کے خیالات و مذہب پر خوفناک انقلابات آ رہے ہیں

اُن کی سیاست اُلجھن ہے۔ اُن کی روحانیت مُردہ ہے۔

روزمرہ مجلسوں میں یہ بات اکثر کہی جاتی ہے کہ بڑا خراب زمانہ آگیا ہے۔ سو جن لوگوں پر خرابی غالب ہے وہ سوا اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

لیکن اہلِ بصیرت دیکھتے ہیں کہ زمانہ عجائب وغرائب کا زمانہ ہے۔ یہ ایک دورِ جدید ہے جس میں دنیا نئی زندگی حاصل کریگی۔ جتنی تخریب ہو رہی ہے اس کا انجام بھی ایک عظیم الشان تعمیرِ جدید ہے۔ خداوند فرماتا ہے:۔

یوم یدع الداع الی شئ نکر خشعا ابصارھم یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر مھطعین الی الداع یقول الکفرون ھذا یوم عسر (القمر)

جس وقت داعیِ الہی ایک نرالی چیز کی طرف بلائیگا لوگوں کی آنکھیں نیچی ہونگی۔ وہ اپنے پستی کے گڑھوں سے اسی طرح نکلیں گے جیسے ٹڈی دل پراگندہ ہو کر نکلتا ہے۔ وہ سب داعیِ الہی کی جانب جھکے چلے جاتے ہونگے۔ منکر کہیں گے کہ "یہ بڑا سخت زمانہ ہے" واقعات سے انکار مشکل ہے۔

دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ ہزارہا سال کی مُردہ اور دبی ہوئی قومیں بھی خاکِ ذلت سے اٹھ رہی ہیں اور اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ غلام قومیں آزادی کے لئے زور مار رہی ہیں۔ وہ لوگ جو استبداد و سرمایہ داری کے پردوں میں خوابِ استراحت میں مصروف تھے عالمِ انسانی کے عام ہیجان سے خوفزدہ ہو کر چونک پڑے ہیں اور وہ بھی دل اور زبان سے کہہ رہے ہیں کہ سخت زمانہ آگیا۔

غرضکہ ان آیاتِ مبارکہ میں جو خبریں دیگئی تھیں آج وہ واقعات ہیں اور ہر ایک صاحبِ بصیرت انھیں دیکھ رہا ہے۔

ہم ناظرین سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ وہ یہ مضمون پڑھتے وقت اپنے چشم دید واقعات پر بار بار غور کریں۔ وہ جس قدر غور کریں گے اسی قدر انکشاف زیادہ ہوتا جائے گا۔

یوم الخروج

واستمع یوم ینادِ المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذلک یوم الخروج (ق پ ۲۶)

اس وقت خوب غور و توجہ سے سننا جب منادیِ حق مکانِ قریب سے پکاریگا۔ جبکہ لوگ آوازِ حق سُنینگے۔ یہی ظہور کا زمانہ ہے۔

منادیِ الہی وہی مظہرِ ظہور ہے جو وعدے کے مطابق ٹھیک وقت اور مقام پر ظاہر ہوا۔ حضرت بہاؤاللہ جو موعودِ کل ہیں اور جو اس دورِ جدید میں خدا کی سلطنتِ مطلقہ کے واحد نمائندہ ہیں آپ نے خدا کے بندوں کو خدا کی طرف پکارا۔ ہزاروں لاکھوں بندے پکار اُٹھے کہ

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا۔

اے ہمارے پروردگار ہم نے ندا دینے والے کو یہ ندا کرتے ہوئے سُنا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ۔ سو ہم تو ایمان لے آئے۔

مکانِ قریب سے صخرۂ بیت المقدس مراد ہے۔ یہی مفسرین کرام مانتے ہیں۔ صخرۂ بیت المقدس سے مقصود کوہ کرمل ہے۔ جہاں سے حضرت بہاؤاللہ نے دنیا کو دعوت دی۔ توراتِ مقدس میں بار بار آتا ہے کہ خداوند کرمل پر خیمہ گاڑیگا۔ اور تمام قومیں نئی شریعت کے لئے کوہ کرمل کی طرف روانہ ہونگی۔ چنانچہ دنیا کی سب قومیں اسی جلوہ گاہِ موعود کی جانب جا رہی ہیں۔ اور خدا کے نئے پیغام و کلام کے تحفے سب کے لئے لا رہی ہیں۔

یوم الخروج کے معنی ہیں نکلنے کا دن۔ یعنی لوگ غفلت کی قبروں سے ندائے حق سننے کے لئے نکلیں گے۔ ظاہری طور پر بھی لوگ اپنے وطنوں سے آجکل اس قدر نکلتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں متصور بھی نہ تھا۔ بلکہ ساری دنیا کاروبار اور ہنگامۂ زندگی میں نکل پڑی ہے۔

یوم البعث

ویوم تقوم الساعة یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعة کذلک کانوا یؤفکون ۰

جب ساعتِ موعود قائم ہو جائے گی تو مجرم قسمیں کھا کر کہینگے کہ وہ بغیر ساعت تو رہے ہی نہیں۔ وہ اسی قسم کے خیالات میں چکراتے رہے ہیں۔ مقصد یہ کہ جب اہل عرفان کہینگے کہ ساعت موعودہ آپہنچی ہے اور وہ یہی زمانہ ہے جسمیں ہم تم ہیں۔ یہ سن کر منکر کہیں گے کہ اگر یہی ساعت وقیامت ہے تو پھر ایسی حالت تو ہمیشہ ہی رہی ہے۔ ایسے تو کبھی بھی بغیر ساعت وقیامت کے ہم نہیں رہے۔ یوں تو روز ہی ساعت وقیامت رہی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ لوگ ایسی ہی ناسمجھی کی باتیں کر کر کے فہم حقیقت سے دور رہکر چکراتے رہتے ہیں۔ پھر آگے خدا فرماتا ہے؟

وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الیٰ یوم البعث فھذا یوم البعث ولکنکم کنتم لا تعلمون۔

اور جنھیں علم و ایمان عطا ہوا ہے وہ کہینگے کہ اے لوگو! تم کتاب الٰہی کے وعدے کے مطابق زمانۂ بعثت تک موجود رہے ہو۔ سو یہی تو یوم البعث یعنی زمانۂ بعثت ہے لیکن تم اس حقیقت سے بے خبر ہو گئے ہو۔

چنانچہ آج اہل بہاء سب لوگوں سے کہتے ہیں کہ عزیزو یہی زمانہ بعثت کا زمانہ ہے جسمیں خدا کا مظہر مصلح عالم مبعوث ہوا ہے اور جسمیں بڑے بڑے عارف و کامل انسان مبعوث ہو رہے ہیں۔ بلکہ تمام نوع انسانی ایک نئی زندگی میں مبعوث ہو رہی ہے۔ یہانتک کہ تمام اشیاء ایک نئی صورت ترقی میں مبعوث ہو رہی ہیں مگر اہل حجاب بے خبر ہیں اور اہل نظر سب کچھ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

یوم الفصل

ان یوم الفصل کان میقاتاً یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجاً و فتحت السماء فکانت ابواباً و سیرت الجبال فکانت سراباً (سورہ نبأ پ۳۰)

فیصلے کا دن ایک معین وقت ہے۔ جس دن کہ خدا کے امر عظیم کا صور اعلان بلند ہوگا۔ اور تم اے تمام دنیا کے گروہ انسانی فوج فوج ہو کر ایک میدان عظیم میں آؤ گے اور آسمان کھول دیئے جائینگے ایک بلند تمدن نمودار ہوگا اور علوم و عرفان کے اونچے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ اس باعظمت یوم میں بڑی بڑی پہاڑوں کی سی ہستیاں ریت کے ذروں کی طرح بکھرتی پھرتی نظر آئینگی یہی نبأ عظیم کی تجلی کا دن ہوگا جو تمام نبوتوں کا مقصد و مآل اور ثمرۂ ذوالجلال ہے
وھذا

یوم الدین

وما ادراک ما یوم الدین ثم ما ادراک ما یوم الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً والامر یومئذٍ للہ۔

تم کیا سمجھتے ہو یوم الدین کیا ہے؟ بار بار غور کرو اور سمجھو کہ یوم الدین کیا ہے؟ وہی دن ہے جس دن لوگ رب العالمین کی حضوری کے لئے کھڑے

پادشاہانِ زمین

حضرت شوقی ربّانی ولیِ امراللہ کی کتاب "آمدِ یومِ موعود" سے ترجمہ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو پیامبر ستمبر ۱۹۴۲ء

مضمون کی گوناگونی اور اہمیت - دلائل کی معقولیت و دل نشینی - زبان کی شوکت و عظمت، یہ سب اُمور ہماری توجہ کو جلب کرتے ہیں اور ہمارے دل حیرت میں گم ہوجاتے ہیں۔ شہنشاہ۔ بادشاہ اور شہزادے۔ وزراء و مشیر۔ پوپ۔ پادری۔ راہب اور فلاسفر۔ علماء۔ سیاست داں اور مذہبی۔ اُمراء ارض۔ تمام ادیان کے پیرو اور اہل بہاء سب کے سب اِن پیغاموں کے بانی کی وسعتِ منشاء کے اندر لائے گئے ہیں۔ اور ہر ایک کو اُس کی اہلیت کے مطابق ایسی نصیحتیں اور فہمائشیں کی گئی ہیں جن کا وہ مستحق ہے۔ اِن الواح میں جن عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے اُن کا تنوّع بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ کہیں بزرگ و برتر خدا کی ماوراءِ ادراک عظمت و وحدت کی تعریف کی گئی ہے۔ کہیں اُس کے پیغمبروں کی وحدت کا اعلان اور اُس پر زور دیا گیا ہے۔ کہیں امرِ بہائی کی یکتائی۔ جامعیت اور اس کی امکانی قوّتوں کو تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور حضرتِ باب کے ظہور کی نوعیت و مقصد کو کھول کر بتایا ہے۔ کہیں حضرت بہاءاللہ کی مصیبتوں اور جلاوطنیوں کی اہمیت و اسرار کو ظاہر کیا ہے۔ کہیں آپ کے مُبشّر اور آپ کے ہمنام پر بلاؤں کی بارش پر اظہارِ نوحہ و ندبہ کیا ہے۔ کہیں خود اپنے لئے اُس تاجِ شہادت کی تمنا جو اُن دونوں نے ایسے پُر اسرار طریقہ سے حاصل کیا تھا ظاہر کی گئی ہے اور کہیں خود اپنے ظہور کے آنیوالے ناقابلِ بیان عروج و اوج و حیرت انگیز کامیابی کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہیں اپنی ماموریت کے مختلف مراحل پر واقع ہونے والے عجیب دلگداز و رقّت انگیز وقائع بیان فرمائے ہیں۔ کہیں دُنیوی شان و شوکت شہرت و دولت و حکومت کی ناپائداری بار بار وضاحت کے ساتھ دکھائی گئی ہے۔ کہیں انفرادی اور بین الاقوامی روابط میں اعلیٰ ترین اصُول کے اطلاق کے لئے پُرزور اور مکرّر اپیلیں کی گئی ہیں۔ اور کہیں بُرے رسم و رواج کو جو نوعِ انسان کی خوشی، ترقّی، بہبودی اور اتحاد میں رُکاوٹ کا سبب ہے ترک کرنے کی فہمائش کی گئی ہے۔ کہیں بادشاہوں کو زجر و توبیخ اور علمائے ادیان کو ملامت اور نکوہش کی گئی ہے اور کہیں وزیروں اور سفیروں کو سرزنش کی گئی ہے۔ کہیں اپنی آمد کو خود باپ" کا آنا صاف صاف لفظوں میں تکرار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ کہیں ان بادشاہوں اور شہنشاہوں میں سے چند ایک کی سخت تباہی اور بربادی کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ اُن میں سے دو کو صریحاً ٹوکا ہے۔ بہتوں کو متنبّہ کیا ہے اور سب کو نصیحتیں کی ہیں۔ لوحِ سلطان میں حضرت بہاءاللہ اعلان فرماتے ہیں:-

"کاش بادشاہ کی رائے جو جہان کے لئے باعثِ زینت ہے اس بات پر جم جاتی کہ یہ بندہ اور علمائے زمانہ یکجا جمع ہوتے اور میں حضرت سلطان کے روبرو اپنی دلیلیں پیش کرتا۔ یہ بندہ اب بھی اس بات کے لئے حاضر ہے اور خدائے پاک سے اُمیدوار ہے کہ ایک اس طرح کی مجلس ترتیب دی جائے تاکہ دربارِ شاہی میں معاملہ کی اصلیت واضح اور ظاہر ہو جائے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے اور میں آپ کے تختِ سلطنت کے سامنے حاضر ہوں۔ آپ چاہے آپ میرے موافق حکم دیں یا مخالف۔"

علاوہ ازیں لوح رئیس میں حضرت بہاء اللہ نے اُس ترکی افسر کے ساتھ اپنی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے جس کے سپرد آپ کو عکا کے قلعہ بند شہر کی طرف جلا وطن کرنا تھا فرمایا ہے :۔

"ایک معاملہ ہے جو اگر تمہارے امکان میں ہو تو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم حضرت سُلطان کے سامنے پیش کرو کہ وہ دس منٹ کے لئے اس جوان کو اپنے سامنے بلائے تاکہ وہ اُس سے اُس کی صداقت کی جو حق ہے وہ شہادت و دلیل طلب کرے جسے وہ کافی سمجھتا ہو۔ اگر خدا نے اُسے اُس دلیل کے لانے کی توفیق عطا کی تو سُلطان اِن مظلوموں کو رہا کر دے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔"

اسی لوح میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ

"اُس نے (یعنی ترکی افسر نے) وعدہ کیا کہ وہ یہ پیغام سُلطان تک پہنچائے گا۔ اور جو وہ جواب دیگا اُس سے ہم کو مطلع کرے گا۔ مگر ہمیں اُس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ اگرچہ حق کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی شخص کے سامنے پیش کرے۔ کیونکہ سب اُس کی تابعداری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ مگر اِن چھوٹے بچوں اور عورتوں کی بڑی تعداد کی حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو اپنے خویش و اقارب سے اور اپنے وطن سے اتنی دور پڑی ہوئی ہیں ہم اِن اسباب پر راضی ہو گئے۔ باوجود اس کے نتیجہ کچھ بھی نکلا۔ عُمَر زندہ ہے اور سب اُس سے مِل سکتے ہیں۔ اُس سے دریافت کرو تاکہ سچائی تم پر روشن اور واضح ہو جائے۔"

اِن الواح کی طرف جو تمام دنیا کے حکمرانوں کو لکھی گئی ہیں اور جنہیں حضرت عبد البہاء "معجزہ" کہکر لکھتے ہیں، اشارہ کرتے ہوئے حضرت بہاء اللہ لکھتے ہیں :۔

"اُن میں سے ہر ایک، ایک خاص نام سے موسوم ہے۔ مثلاً پہلی کا نام "الصیحہ" دوسری کا نام "القارعۃ"۔ تیسری کا نام "الحاقۃ"۔ چوتھی کا نام "الساہرۃ" پانچویں کا نام "الطامۃ" اور اسی طرح دوسری الواح کے نام "الصاخۃ"۔ "الآزفۃ"۔ "الفزع الاکبر"۔ "الصور"۔ "الناقور" وغیرہ وغیرہ تاکہ تمام اہل زمین یقین کے ساتھ جان جائیں اور اپنی ظاہری اور باطنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ مالکِ اسماء ہر حالت میں تمام انسانوں پر غالب رہا ہے اور غالب رہیگا۔ ...... دُنیا کے آغاز سے آجتک خدا کا پیغام ایسی وضاحت کے ساتھ دیا

نہیں گیا ...... اُس کی قدرت کی تعریف ہو جو ظاہر ہوئی اور تمام جہانوں کو گھیر لیا۔ مالک العلل کے اس فعل کے ظاہر ہونے سے دو نتیجے پیدا ہوئے۔ اس نے مشرکوں کی تلواروں کو تیز کیا اور اُن لوگوں کی زبانوں کو بھی گویائی بخشی جو ذکر و ثنا کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ اُن حامل خیز ہواؤں کی تاثیر ہے جن کا ذکر ہم لوح ہیکل میں پہلے کر چکے ہیں۔ اِس وقت کُل زمین حالتِ حمل میں ہے۔ وہ دن قریب آ رہا ہے جب یہ اپنے بہترین پھل دیگی جب اس سے بلند ترین درخت پیدا ہونگے۔ دلفریب شگوفے ظاہر ہونگے اور اعلیٰ ترین آسمانی برکتیں نازل ہونگی۔ وہ نسیم بے انتہا بلند و برتر ہے جو تیرے پروردگار پاک کی قمیص سے آ رہی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی خوشبو پھیلائی اور تمام چیزوں کو نیا بنا دیا۔ مبارک ہیں وہ جو سمجھتے ہیں۔ یہ بلا شک و شبہ صاف ظاہر و برہن ہے کہ ان تمام چیزوں میں سے مالکِ ظہور نے اپنے لئے کچھ نہیں چاہا۔ اگرچہ وہ جانتا تھا کہ یہ باتیں دُکھوں، تکلیفوں اور سخت امتحانات کا سبب ہونگی۔ اس نے محض اپنی مہربانی و عنایت سے مردوں کو زندہ کرنے اور خداوند مالکِ اسماء وصفات کا امر ظاہر کرنے کے لئے اور اہلِ زمین کو دُکھوں سے چھڑانے کے لئے اپنی راحت کا خیال نہ کیا اور وہ کچھ برداشت کیا جو کسی شخص نے آج تک نہ برداشت کیا ہے اور نہ کریگا۔"

انفرادی حکمرانوں کو خطاب کی ہوئی اپنی نہایت اہم الواح کو حضرت بہاءاللہ نے ایک چھ کونی ستارہ کی شکل میں جو اشاری طرز میں جسم انسان کا نشان ہے لکھنے کا حکم دیا۔ اور اُن کے آخر میں خاتمہ کے طور پر مفصلہ ذیل الفاظ لکھے جو اس اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں جو آپ اِن پیغامات کو دیتے تھے اور پرانے عہدنامہ کی پیشگوئی کے ساتھ ان کے براہ راست ربط کا پتہ دیتے ہیں:۔

"اس طرح ہم نے قوت و قدرت کے ہاتھوں سے ہیکل کو بنایا۔ اے کاش! کہ تم جاننے والوں میں سے ہوتے! یہی وہ ہیکل ہے جس کا وعدہ تمھیں کتاب میں دیا گیا ہے۔ اس کے قریب آؤ۔ یہی وہ ہے جو تمھیں فائدہ دیگی اگر تم اُن میں سے ہو جو سمجھتے ہیں۔ اے دُنیا کے لوگو! انصاف کرو۔ کونسی فائدہ مند ہے؟ یہ یا وہ ہیکل جو مٹی کی بنی ہوئی ہو؟ اس کی طرف متوجہ ہو۔ یہی حکم تمھیں اُس خدا کی طرف سے دیا گیا ہے جو خطرے کے وقت مددگار اور خود اپنی ذات سے قائم ہے۔ اُس کا حکم مانو اور اپنے خداوند خدا کی تعریف کرو کہ اس نے تم پر عنایت کی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ حق ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ اپنے ایک کلمۂ "کُن فیکون" سے جو کچھ چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے۔"

اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ اپنی ایک لوح میں حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کو یوں خطاب فرماتے ہیں:۔

"اے فرزند کو ماننے والو! بیشک ہیکل تمھارے خدائے قادرِ مطلق و مہربان کے ارادہ کے ہاتھوں سے بنائی گئی ہے۔ پس اے لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں تم اُس کے گواہ رہو۔ کون سی بہتر ہے؟ کیا مٹی کی بنی ہوئی یا وہ تمھارے پروردگار مالکِ آیات کے ہاتھوں سے بنائی گئی ہے؟ یہی وہ ہیکل ہے جس کا وعدہ تمھیں الواح میں دیا گیا ہے۔

یہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے "اے اہلِ ادیان۔ جلدی کرو تاکہ تم اس تک رسائی پاؤ جو تمام فیوض کا سرچشمہ ہے اور ہر کافر و شک کرنے والے کی پیروی مت کرو۔"

یہ یاد رہے کہ علاوہ ان خاص الواح کے جن میں بادشاہان زمین کو انفرادی اور مجموعی طور پر خطاب کیا گیا ہے حضرت بہاء اللہ نے اور بھی الواح نازل فرمائی ہیں۔ مثلاً لوح رئیس ان میں سے ایک نمایاں مثال ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ضخیم کتابوں میں بکھری ہوئی بیشمار عبارتیں ہیں جن میں براہِ راست خطابات اور اشارات وزیروں۔ حکومتوں اور ان کے معتبر سفیروں کی طرف کئے گئے ہیں۔ جو اگرچہ اپنی جگہ بہت ضروری ہیں مگر ان خاص معانی کے حامل نہیں ہوسکتے جن کے وہ براہِ راست اور خصوصی پیغامات ہوسکتے ہیں جو خدا کے ظہور نے اپنی زبان سے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے سلاطینِ زمین کو پہنچائے ہوں۔

پیارے دوستو! اُن مصائب اور تکالیف کو بیان کرنے کے لئے جو اتنے لمبے عرصہ تک اتنے عظیم الشان ظہور کے بانیوں کو گھیرے رہے، بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ اور ان کی طرف سے دنیا کے لوگوں کی سخت بے اعتنائی کا ذکر بھی کافی ہوچکا ہے۔ اُن حکمرانوں کو پیغامات کا بھی کافی ذکر ہوچکا ہے۔ جنہوں نے اپنی خودمختاری کے بل پر جان بوجھکر ان مصائب کو بھڑکایا یا جو اپنی طاقت اور قوت کے زور سے ان کے تشدد کو کم کرسکتے تھے یا انھیں اُن کے المناک راستے سے ہٹا سکتے تھے۔

آؤ اب ہم اُن نتائج پر غور کریں جو اُن سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ ان حکمرانوں پر مختلف اور بےخطا اثر ہوا۔ اور جیسا کہ واقعات کی رفتار نے درجہ بدرجہ ظاہر کر دیا ہے اس کے نتائج برباد کن ہوئے۔ اُن میں سے ایک بہت بڑا حکمران اس خدائی دعوت کے ساتھ سخت گستاخی سے پیش آیا۔ اور اپنے وزیر کے ذریعہ ایک روکھا اور گستاخ جواب دے کر ٹال دیا۔ ایک دوسرے نے پیغام لے جانے والے قاصد کو گرفتار کروایا۔ اُسے طرح طرح کا عذاب دیا۔ لوہے کی گرم سلاخوں سے اس کے بدن کو جلوایا اور سخت وحشیانہ طریقہ سے اُسے قتل کیا۔ دوسروں نے حقارت آمیز خاموشی پسند کی۔ سب کے سب اپنے فرض کی ادائیگی میں قاصر رہے اور آپ کو مدد دینے کے لئے کسی نے کچھ نہ کیا۔ ان میں سے دو نے خاص طور پر غصہ اور رعونت کے دوہرے جذبہ کے ماتحت اس امر پر اپنی گرفت کو مضبوط کیا جسے دونوں نے مل کر برباد کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ ایک نے اپنے مقدس قیدی کو ایک ایسے شہر کو جلاوطن کیا جو شہری حیثیت سے بدنما۔ موسم کے لحاظ سے سخت قابلِ نفرت اور اس کا پانی گندہ تھا۔ دوسرے نے جو اس دین کے بانی پر تو ہاتھ نہ ڈال سکتا تھا، اس کے ماننے والوں کو جو اس کی حکومت میں رہتے تھے وحشیانہ اور سخت مظالم کا شکار بنایا۔ حضرت بہاء اللہ نے اُن پیغامات میں جو اپنے مصائب کا بیان فرمایا تھا، اس کے پڑھنے سے بھی اُن کے دلوں میں رحم پیدا نہ ہوا اور ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آپ کی فریادیں جن کی مثال نہ تو عیسائیت کی تاریخ میں کہیں ملتی ہے اور نہ اسلام میں کہیں پائی جاتی ہے متکبرانہ زعم سے رد کر دی گئیں۔ وہ خوفناک تنبیہات جو آپ نے اُن کو لکھیں غرور اور تکبر کی افزونی میں کچھ بھی اُن کی پروا نہ کی گئی۔ آپ کے دلیرانہ رجز و تحدی کو ٹھکرا دیا، اور جن سزاؤں کی آپ نے پیشینگوئی کی اس کو انھوں نے حقارت آمیز طریقہ سے دور پھینک دیا۔

ایسے کامل اور ایسے ذلیلانہ رد کے مقابلہ میں کیا ہوا؟ اور خاصکر اس پہلی بہائی صدی کے آخری سالوں میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ وہ صدی ہے جبمیں حضرت بہاء اللہ کے امر مبارک پر سخت ظلم وستم جاری رکھے گئے اور دکھ اور مصائب کی ایک بے پناہ بارشس ہوتی رہی۔ سلطنتیں خاک میں مل رہی ہیں۔ بادشاہتیں ملیامیٹ ہو رہی ہیں۔ قدیم خاندان صفحۂ ہستی سے گم ہو رہے تاجدارانِ دنیا بے آبرو ہو رہے ہیں۔ بادشاہ تلوار کے گھاٹ اُتارے جا رہے ہیں۔ زہر دے کر ہلاک کئے جا رہے ہیں۔ جلاوطن ہو رہے ہیں یا اپنے ہی ملک میں محکوم بن کر رہ رہے ہیں۔ چند ایک تخت جو باقی رہ گئے ہیں اپنے ساتھیوں کی بربادی کے نتائج کے زیر اثر کانپ رہے ہیں۔

یہ پرآشوب اور عظیم الشان عمل اُس قابلِ یادگار رات سے شروع ہوا ہے جب شیراز کے ایک غیر معروف گوشہ میں حضرت باب نے اپنے پہلے مومن کے لئے اپنی مشہور تفسیر سورۂ یوسف کا پہلا باب (قیوم الاسماء) نازل فرمایا۔ جبمیں آپ نے زمین کے بادشاہوں اور شہزادوں کے لئے اپنی دعوت کا صور پھونکا۔ پھر یہ صاف طور پر اُس وقت ظاہر ہوا جب حضرت بہاء اللہ کی وہ پیشینگوئیاں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سورۂ ہیکل میں محفوظ ہیں اور جو نیپولین سوم کی حیرت انگیز بربادی اور پوپ پائیس نہم کی ویٹیکن (پوپ کی محلسرا) میں خود عائد کردہ قید سے پہلے کہی گئی تھیں پوری ہوئیں۔ اس کی شہرت میں اُسوقت اور چار چاند لگے جب حضرت عبدالبہاء کے زمانہ میں بڑی جنگ نے رونما ہو کر ہوہینز ولرن اور ہیپسبرگ کے شاہی خاندانوں کو مٹا دیا اور قدیم طاقتور بادشاہتوں کو جمہوریتوں میں بدل دیا۔ حضرت عبدالبہاء کے صعود کے بعد جلد ہی اسمیں مزید تیزی پیدا ہوئی۔ جب ایران کے خاندان قاچار کا خاتمہ ہوا۔ اور سلطنت اور خلافت دونوں کی زبردست بربادی واقع ہوئی۔

یہ عمل اب بھی ہماری آنکھوں کے سامنے جاری ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس بے پناہ اور بربادکن جنگ کے دوران میں براعظم یورپ کے تاجدار کس طرح یکے بعد دیگرے مٹ رہے ہیں۔ بیشک جو شخص اس اٹل اور انقلاب انگیز عمل کے ظہورات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا ہے کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں اس نے کیا کیا ہے وہ لازماً اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ پچھلے سو سال میں جہانتک تاجدارانِ جہان اور خانوادہ ہائے شاہان سے اس کا تعلق ہے یہ ان کے لئے نوع انسان کی تاریخ میں نہایت ہی ہیجانِ عظیم کا زمانہ رہا ہے۔ جس نے ان کی دنیا کو بالکل پلٹ دیا ہے۔

جس وقت حضرت بہاء اللہ نے دنیا کے حکمرانوں کو اپنے پیغامات پہنچائے اور اڈریانوپل میں سورۂ ملوک ان کے لئے نازل فرمائی۔ اُس وقت اُن حکمرانوں سے سب سے زیادہ طاقتور اور صاحبِ اقتدار فرانس کا شہنشاہ اور پوپ اعظم تھے۔ سیاسی اور دینی حلقوں میں یہ دونوں بالترتیب سب سے اول درجہ میں تھے اور دونوں کو جو ذلت نصیب ہوئی وہ فوری اور بھرپور تھی۔

لوئیس بونا پارٹ (نیپولین اول کا بھائی) کا بیٹا نیپولین سوم تمام مورخین متفق ہیں اُس زمانہ میں مغرب کا سب سے بڑا اور سربرآوردہ حکمران تھا۔ اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ شہنشاہ ہی سب کچھ ہے۔ فرانسیسی پایہ تخت یورپ میں سب سے زیادہ دلکش شہر تھا۔ اور فرانسیسی دربار اُنیسویں صدی کا سب سے زیادہ شاندار اور عیش وعشرت کا متوالا دربار تھا۔

نپولین سوم کی یہ تپی اور انتہائی ہوس تھی کہ وہ اپنے چچا نپولین اول کی طرح ہو جائے اور جو کام وہ ادھورا چھوڑ گیا تھا اُسے پورا کرے۔ وہ خیالی پلاؤ پکایا کرتا۔ لوگوں کے ساتھ سازشیں کرتا۔ مگر وہ متلون مزاج۔ ریاکار اور ناعاقبت اندیش تھا۔ اس حکمت عملی سے فائدہ اٹھا کر جس کا نصب العین یہ تھا کہ نپولین اعظم کی زندگی کے متعلق شوق و اشتیاق پھر سے تازہ کیا جائے اس نے شاہی سلطنت کا تختہ اُلٹ دینے کی کوشش کی۔ وہ کوشش میں ناکام رہا اور امریکہ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ پھر فرانس پر حملہ کرنے کی کوشش کے دوران میں گرفتار کر لیا گیا اور اسے عمر قید کی سزا ملی۔ مگر وہ بچ کر لندن کو بھاگ گیا۔ ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے بعد وہ فرانس کو لوٹ آیا۔ اور انتظام سلطنت کے اُلٹ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ فرانس کا شہنشاہ بن گیا۔ اُس میں عظیم الشان اور دور رس تحریکات کو شروع کرنے کی قابلیت تو تھی مگر ان کو قابو میں رکھنے کی نہ تو اُس میں جرأت ہی تھی اور نہ فراست۔

اس شخص یعنی فرانس کے اس آخری شہنشاہ کو جو غیر ممالک کو فتح کر کے اپنے خاندان کو لوگوں میں ہردلعزیز بنانے کی دھن میں تھا اور فرانس کو بحال شدہ سلطنت روما کا مرکز بنانے کی فکر میں رہا کرتا تھا۔ عکا کے قیدی نے جسے سلطان عبدالعزیز تین دفعہ جلاوطن کر چکا تھا اپنے قیدخانہ کی دیواروں کے پیچھے سے ایک خط بھیجا جس میں یہ کھلا الزام اور ڈراونی پیشینگوئی تھی

"ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ جس بات نے تجھے بیدار کیا وہ اُن کی آہ و بکا کی آواز نہ تھی (یعنی اُن ترکوں کی جو بحر اسود میں غرق کئے گئے تھے) بلکہ وہ تیرے ہوس کی تحریک تھی۔ کیونکہ ہم نے تجھے جانچا اور تو کم نکلا ...... اگر تیرے الفاظ مخلصانہ اور سچے ہوتے تو خدا کی کتاب کو (پہلی لوح مبارک جو اُسے بھیجی گئی تھی) پیٹھ کے پیچھے نہ پھینکتا۔ جب یہ تجھے اس کی طرف سے بھیجی گئی جو طاقتور اور سب کچھ جاننے والا ہے ...... جو کچھ تو نے کیا۔ اس کے سبب تیری حکومت میں ابتری پھیل جائے گی اور سلطنت تجھ سے چھین لی جائے گی اور یہ اُس کی سزا ہوگی جو کچھ تو نے کیا ہے۔"

(باقی آئندہ)

مترجم عباس علی بٹ

قسمت فارسی

یومِ موعود رسیده است

هُوَالله

خواهران و برادران عزیز معنوی و یاران ارجمند روحانی در کشور مقدس ایران: روحی وکینونتی لمحبتکم الفداء
ازانجائیکه افراد و قاطبهٔ اهل بهاء در هر کشور و اقلیمی بالاخص یاران عزیز و قدیم ایران همواره منتظر و مترصد
اخبارات روح بخش که مُبشّر پیشرفت و موفقیت های مختلفه که نصیب احبای جانفشان خدومش میگردد میباشند
این است که موقع را مغتنم شمرده اخبارات امری خوش جانفزای این کشور پهناور را که مخصوصاً در چند ماه اخیر با تائید است
متتابعهٔ مولای حنون توانا بدان مفتخر و مؤید گشته برشتهٔ تحریر در آورده و از نظر قارئین محترم میگذارند۔
در کشور پهناور با روحانیت عاطفه وجدان و با لآخره پیروی نمودن باصول مسلّمه شرائع و ادیان الهی کم و
ذی قیمت میباشد در اقلیمی که خداپرستی و اعتراف و اقرار بوحدانیت کار مشکل و ممتنعی محسوب میگردد در سرزمینی که
در اغلب نقاط آن الی حال معبود خود را صنم و مجسمه میدانند و از پرستش و سجده نمودن بآن عار و ننگ ندارند و
هزاران صفات و خصائل دیگر که خارج از خداپرستی و وحدانیت است باید بعظمت کلام و نفوذ و قدرت حضرت
بهاءالله بیش از پیش ایمان و اعتراف نمود که در چنین کشوری افرادی را مبعوث نموده که از نور ایمان
بکلی محروم نگشته و قلوب آنهارا مانند آئینهٔ صافی برای کسب نور و حقیقت الوهیت و شناسائی ذات مقدس خود
آماده و مهیا نموده که در هر دم برای پیشرفت امر اقدسش نه از هرگونه فداکاری و جانفشانی و جانبازی دریغ نموده
و اطاعت و فرمانبرداری اوامر مولای عزیز بی همتا را بزرگترین افتخارات و سعادت خود دانند۔ در سنه جاریه محفل مقدس
روحانی بهائیان بمبئی با جازهٔ محفل مقدس ملی بهائیان هند و برما بکمک مالی احبای عزیز این اقلیم و با اجازهٔ مخصوص
منیع مبارک حضرت ولی امرالله موفق شده کتاب (یوم موعود رسیده است) تالیفی حضرت ولی امرالله
راکه قبلاً در سال ۱۹۴۱ء در امریکا بلسان انگلیسی چاپ نموده مجدداً در هندوستان سه هزار نسخه بچاپ
رسانیده و بعنوان هدیه بوسیله پست برای وزراء - امرای عالی رتبه - معاریف - علماء محققین
دانشمندان و بزرگان هند ارسال با انتشار کتاب مذکور در کشور پهناور هند (که مساحت آن باستثنای
روسیه آسیا مساوی تمام اروپا میباشد) بار دیگر علوّ عظمت جمال مبارک و کلام معجز شیم و مواعید منصوصهٔ او

که بقلم توانای گهربار شیرین دلی امرش ترجمه و نگاشته شده بود ولوله برپا نمود و عموم تشنگان وادی حقیقت و آوارگان و دلدادگان جهان پرآشوب را نوید نوینی از فرا رسیدن قرن بدیع الهی بشارت و بکالبد مردگان وادی ضلالت حیات جدیدی دمیده و قرآت و بحث در مواقیع مختلفه کتاب نقل هر مجلس و محفلی گردیده و باعث دل گرمی و تشفی قلب و نشاط ستمدیدگان گشته. قلم و بیان این عبد قاصر و عاجز از تشریح و تفسیر و تجسم روحیه کسانی است که بقرائت این کتاب نفیس موفق و مفتخر و چون اشخاص محترمی که برای آنها کتاب فرستاده شده مراسلهٔ تشکرآمیز و ضمناً اظهار عقائدی نیز کرده برای مزید اطلاع دوستان گرامی خلاصه بعضی از مراسلات را ترجمه و از نظر قارئین ارجمند میگذارند. درخاتمه با التماس دعا از طرف دوستان و طلب تائید و توفیق از درگاه حضرت بهاءالله برای ادامهٔ خدمت با تقدیم احترامات شایسته خود۔

(فدای یاران ربانی - دکتر زهنگ)

اینک خلاصه از ترجمه مراسلات

۱- منشی مخصوص والاحضرت دوک آف کلاستر درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

والاحضرت دوک آف کلاستر مرا مامور نمودند که رسید کتب (یوم موعود رسیده است) را که بنام اینجانب و اعلیحضرت پادشاه و ملکهٔ انگلستان ارسال داشته بودید محترماً اشعار دارم و تشکرات فائقهٔ ایشان را برای دریافت چنین کتاب نفیسی بشما اطلاع دهم۔

(منشی مخصوص دوک آف کلاستر)

۲- پیشکار و منشی مخصوص جناب آقای سرلشکر چیان کای شک پیشوای چین در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

جناب سرلشکر چیان کای شک پیشوای ملت بزرگ چین و همسر و بانوی بلند مرتبه چین مرا مامور نمودند که ابلاغ نمایم کتاب (یوم موعود رسیده است) که بوسیله بهائیان بنا بوده است بمن برسد تا بحال دریافت نکرده علیهذا فوق العاده متشکر و مائلم که این کتاب را بوسیله جنرل قنسولگری ما در کلکته در اولین فرصت جهت ما ارسال دارید۔

(پیشکار و منشی مخصوص سرلشکر

۳- جناب آقای پندت جواهر لال نهرو پیشوا و نماینده بزرگ هندوها در کنگره هند در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

"تشکرات فائقه خودرا برای دریافت کتاب (یوم موعود رسیده است) تقدیم. چاپ اول این کتاب راکه چندے قبل برای من فرستاده بودید مسترد داشتم باکمال دقت بعضی از مواضیع کتاب را قرائت نموده ولکن خیلے مشکل است از برای من که اظهار عقیده در این مسایل معضله مشکله که در کتاب نوشته شده بنمایم محتویات کتاب و مضامین آن بسیار عالی و نفیس است. البته عقیده شخصی من به آتیه جهان چیز دیگری است ولے معهذا نمیتوانم از ابراز تمجید و تحسین نویسنده زبردست کتاب چشم پوشی نمایم."

۴- آقای جمشید ن. ر. مهتا فرماندار سابق کراچی در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

"کتاب (یوم موعود رسیده است) را بانهایت دقت مطالعه نمودم باید اقرار و اعتراف نمود که کتابی است که الهامات و تبیانات گذشته و حال و آینده را بطور وضوح تشریح و توصیف نموده. علمای بزرگ و متقدمین امر عزیزش بدایت خود را فدا نموده حق بزرگی برای تربیت عالم بشریت دارند. مطالعه تاریخ شهدای بهائی نشان میدهد که پیروان و حواریون بهاءالله بعد از دریافت نور حقیقت و ایمان دمے آرام نگرفته و آرزوئی نداشته جز خدمت کردن بمولای عزیز خود و اشاعت امر اقدسش. بهرجهت مضامین شیرین و مهیج این کتاب ما را بعالم دیگر که در آن انوار روحانیت - اتحاد و اتفاق و ترک تعصبات بشر میباشد نوید و مژده میدهد و باید به موسس چنین دیانت بزرگی در نهایت احترام تکریم و تعظیم نمود."

۵- دیوان بهادر کرشنا لال ا م. جواهری. رئیس محاکم صالحه دادگستری ناحیه بمبئی در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

"برای هیچیک از فرزندان بشر ممکن نبوده و نیست که بدون داشتن اقتدار و نفوذ الهی بتواند دعوی بزرگی مانند پیغمبری بنماید. کتاب (یوم موعود رسیده است) را مفتخراً مطالعه نمودم مضامین و محتویات کتاب بسیار نفیس و بهترین داروی دردهای عالم بشریت است. باید کلیت بشر آرزو کند که زنده بماند و آن روزهای بزرگ و خوشی را که بهاءالله نوید داده است بچشم خود ببیند."

۶- سر. و. ت. کرشنا ماچاری نخست وزیر استان بارودا در جواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

"موضوع و مستند نظم آتیه جهان بقدری مهم و مهیج در بیچ که هر فردی از افراد شائق و مائل است از برنامه و چگونگی آن اطلاع حاصل کند. تمام جنگها و نزاعهای داخلی و خارجی فعلی عالم زاده تعصبات جاهلانه است. مرنهایان بزرگی که این مسائل معضله و لاینحل را بتوانند بسهولت حل نمایند البته راحتی بشر را تعمیم مینمایند

بنابراین با قرائت کتاب نفیس (یوم موعود رسیده است) بشارت و روح نوینی بمن داده شد چراکه محتویات آن الهاماتی است که سبب راحتی بشر میگردد.

۷- آر تور- مور- مدیر و نویسندهٔ روزنامهٔ کثیر الانتشار و معروف Statesman درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

"تشکرات فائقهٔ خودرا برای دریافت کتاب (یوم موعود رسیده است) تالیف شوقی آفندی را بدینوسیله اشعار میدارد. من از ابتدای جوانی فوق العاده شائق و مائل بودم که راجع بدیانت بهائی اطلاعاتی کسب نمایم و خوشبختانه اولین فرصت من راجع بتحقیق بهائیت موقعی بود که سفری بایران نموده در آن سرزمین که موطن اصلی بهاءالله است اطلاعاتی مفیدی کسب نمودم بعداً بیشتر خوشبخت و سعادتمند بودم که بحضور حضرت عبدالبهاء و شوقی آفندی درحیفا رسیده و من از روزیکه با مطالعهٔ کتب بهائی انس گرفته معتقدم از ساعت پیدایش حضرت اعلی مبشر این دیانت عظیم که تقریباً نزدیک بیک قرن است تغییرات کلی و بزرگی در عالم بشریت رخ داده و خواهد داد.

۸- مدیر و نویسندهٔ روزنامه تائمز آف انڈیا که بزرگترین و کثیر الانتشار و معروفترین جرائد هندوستان میباشد درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

"مسائل معتقد و بشارات و الهامات مهمی در کتاب (یوم موعود رسیده است) که بوسیلهٔ شوقی آفندی نوشته شده و در سنه ۱۹۴۱ء برای اولین دفعه درامریکا بچاپ رسیده و اکنون هم در هندوستان مجدداً چاپ نموده بعالم بشریت نوید عالم جدیدی را طبق مواعید منصوصهٔ بهاءالله موسس دیانت بهائی میدهد و باتمام شدن جنگ عالمگیر طبق پیش بینی بهاءالله در این کتاب عالم جدید و خلق جدید و نظم بدیعی برپا خواهد شد. که باید همه آرزوی دیدن آن روز را داشته باشیم.

۹- آقای دکتر پال-برن تن - درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:-

"با نهایت امتنان تشکرات فائقه خودرا برای دریافت یک جلد کتاب تالیف شوقی آفندی را بدینوسیله اشعار میدارد پس از قرائت کتاب معتقد شدم که این جهان پرآشوب و ظلمتکده بشر موقعی از جنگ و ستیز و بدبختی و بیچارگی نجات میابد که پیروی محتویات این کتاب نفیس و شخص جلیل را بنماید خیلی متاسف هستم که در موقع اقامت خود درامریکا او را با مفتخر لشرفیابی حضور عبدالبهاء و شوقی آفندی نشدم. گرچه مسائل معتقد کتاب بسیار غامض است و من نمیتوانم بیش ازاین اظهار عقیده نمایم ولی ناگزیرم اذعان نمایم که کتاب تالیف شوقی آفندی بهترین راه مستقیمی است از برای رستگاری بشریت

ومصائب این جہان۔

۱۰۔ ب۔ ج۔ وادیا رئیس سابق دانشگاہ بمبئی درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:۔
تشکرات خود را برای دریافت کتاب نفیس (یوم موعود رسیدہ است) تالیفی شوقی آفندی تقدیم۔ باآنکہ شخصاً بہائی نیستم واین اولین دفعہ است کہ موفق بمطالعۂ کتاب بہائی شدہ ام مضامین ومحتویات کتاب را تمجید وتحسین مینمایم وبنویسندۂ بزرگ آن آفرین میگویم۔

۱۱۔ سر۔ ش۔ پ۔ راموسوامی ایار نخست وزیرستان تراونکور درجواب دریافت چنین مینویسد۔
باکمال صمیمیت تشکرات وامتنان قلبی خود را بدریافت کتاب (یوم موعود رسیدہ است) تقدیم۔
من بنابرعقیدۂ ہندو کہ دارم معتقدم کہ ہر پیغمبری در دور خود مقتدر وکلام آن البتہ نفوذ کلی دارد حضرت بہاءاللہ ہم یکے از پیغمبران بزرگ میباشد۔

۱۲۔ دکتر جرج۔ ش۔ از مدرس درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:۔
"فوق العادہ از دریافت کتاب (یوم موعود رسیدہ است) متشکر وممنونم۔ ہمیشہ بنظر تکریم واحترام بکسانیکہ برای آبادی جہان ونجات بشریت کارکردہ میکنید می نگرم۔ امیدوارم ہمانطور کہ محتویات ومضامین این کتاب نوید میدہد بواسطۂ تعالیم بہاءاللہ جہان از مصائب ومظالم رہائی یابد۔

۱۳۔ ک۔ ام۔ منشی درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:۔
کتاب (یوم موعود رسیدہ است) را باکمال دقت خواندم بدون شک حضرت بہاءاللہ پیغمبر بزرگ ومؤسس دیانت بہائیت کہ احکام واوامر او بہ اساس وحدت بشر واتحاد واتفاق من علی الارض میباشد مامور از طرف خداوند بزرگ ومقتدر بودہ واگر تمام محتویات ومضامین این کتاب عمل گردد بشر روی نیکبختی وسعادت را خواہد دید۔

۱۴۔ سر تاج بہادر۔ ساپرو۔ درجواب دریافت کتاب چنین مینویسد:۔
"از صمیم قلب تشکرات فائقۂ خود را برای دریافت کتاب (یوم موعود رسیدہ است) تقدیم۔ من بانہایت شوق ودقت بعضی از قسمتہاے کتاب را قرأت نمودہ وبسیار در بہائیت مجذوب شدم وامیدوارم آتیۂ جہان طبق گفتۂ بہاءاللہ بسیار روشن ومنور باشد من از تمجید وتحسین احکام واوامر بہاءاللہ کہ بہ اساس آزادی بشر واتحاد واتفاق کلی گذاشتہ شدہ خود داری نمیتوانم بکنم۔ مجدداً خواہشمند است۔ تشکرات مرا بپذیرید۔

متجاوز از یکصد مراسلۂ تشکرات آمیز از ایالات و ولایاتِ مہمۂ ہندوستان بوسیلۂ اشخاصِ محترم و دانشمندان و مدیرانِ جرائد رسیده که اگر بخواہیم تمام آنہا را ترجمه نمائیم صفحاتِ فارسی مجلۂ پیامبر گنجایش درج آنرا نخواہد داشت این است که بہمین قدر اکتفا نموده و اگر در آتیه فرصتے دست دہد مرتباً بقیه را ترجمه و از نظرِ خوانندگان عزیز می گذراند۔ (مترجم دکتور فرہنگ)

نطقِ مبارکِ حضرتِ عبدالبہاء

ہُوَالله

ما بہاءالله را اوّل مُربّیِ عالَمِ انسانی میدانیم در زمانیکه شرق را ظلمتِ اختلاف احاطه نموده بود و مللِ مشرق زمین در نہایت عداوت و بغضاء بودند و مذاہب با یکدیگر در نہایت اجتناب و یکدیگر را نجس میدانستند و ہمیشه مشغول جنگ و جدال در چنان وقتی حضرت بہاءالله چون شمس از افقِ شرق طالع شد جمیع را بمحبّت و معاشرت دعوت فرمود و بنصیحت و تربیتِ آنہا پرداخت از ہر ملّت و مذہبی ہدایت کرد ملل و مذاہب مختلفه را التیام داد بنہایت اتحاد و اتفاق رسانید بدرجه ئے که چون در مجامعِ آنہا داخل میشوی نمیدانی کدام اسرائیلی است کدام مسلمان است کدام فارسی است و کدام مسیحی پادشاه مستبدِ ایران با جمیع علماء برخلاف قیام نمودند و بنہایت اذیت پرداختند حضرتِ بہاءالله را حبس کردند تابعینِ ایشان را کُشتند بدرجه ئے اذیت می نمودند که ہر نفسی اطاعتِ حضرت بہاءالله میکرد جان و مالش بہدر میرفت ولی آخر مقاومت او را نتوانستند و تعالیمش انتشار یافت لہذا از ایران حضرت بہاءالله را ببغداد و از بغداد باسلامبول و از آنجا ببعض عکّا فرستادند و در سجنِ عکّا صعود فرمودند من ہم در آن حبس بودم تا اعلانِ حریّت از طرف جمعیت اتحاد و ترقی شد جمیع محبوسین را آزاد کردند و من ہم بیرون آمدم امّا از تعالیم حضرت بہاءالله اوّل تحرّیِ حقیقت است

اساسِ جمیع انبیا حقیقت است وحقیقت یکی است حضرت ابراہیمؑ منادیِ حقیقت بود حضرت موسیٰؑ خادمِ حقیقت بود حضرت مسیحؑ موسسِ حقیقت بود حضرت محمدؐ مروّجِ حقیقت بود حضرتِ اعلیٰ مُبشّرِ حقیقت بود وحضرت بہآء اللہ نورِ حقیقت۔

حقیقتِ ادیانِ الٰہی یکیست درحقیقت اختلاف نیست اما تقالید چون مختلف است سبب اختلاف وجدال گشته اگر تحریِ حقیقت وترکِ تقالید شود جمیع ملل متحد گردند زیرا اختلافی درحقیقتِ ادیان نیست بلکه در تقالید است۔

ثانی تعلیم حضرت بہآء اللہ وحدتِ عالَم انسانیست کہ فرمود جمیع بندگانِ خداوند کُل را او خلق کرد ورزق میدہد بپروراند جمیع دربحرِ رحمتِ او مستغرق اند وخدا بہمہ مہربان ماچرا بیکدیگر نامہربان باشیم ما باید اطاعتِ سیاستِ الٰہی نمائیم آیا ما از سیاستِ الٰہی سیاستی بہتر میدانیم ؟

ثالث فرمود دین باعلم توام است زیرا دین وعلم ہر دو حقیقت است اگر دین مخالفِ حقیقت باشد وہم است وہر مسئلۂ دینی کہ مخالفِ علمِ صحیح وعقلِ کامل باشد شایانِ اعتماد نہ پس تقالید ورسوماتیکہ منافیِ علم و ترقی است باید زائل نمود۔

رابع دین باید سببِ اتحاد باشد قلوب را بیکدیگر ارتباط دہد حضرت مسیح وانبیای الٰہی بجہتِ اُلفت واتحاد آمدند پس اگر دین سببِ اختلاف شود نبودنِ آن مُرجّح است۔

خامس تعصبِ دینی وتعصبِ جنسی وتعصبِ وطنی وتعصبِ سیاسی سبب جدال است وہادمِ بنیانِ انسانی باید جمیع این تعصبات را ترک۔ سادس صلحِ اکبر است۔ عالمِ بشر باید درصلحِ اکبر باشد تا نورِ این صلح بر دول وملل عالَم بتابد عالَمِ انسانی آسایش نیابد۔ سابع مساواتِ حقوقِ رجال ونسا است باید نساء تربیت وتعلیم یابند تا ترقی کنند وبدرجۂ رجال رسند ازین قبیل تعالیم بسیار۔

ماھنامہ

پیامبر دہلی

جلد سوم — دسمبر سنہ ۱۹۴۲ع — نمبر یازدہم

بسمہ الوھّاب

اے میرے معبود! سب تعریف تیرے لئے سزاوار ہے کہ تو نے اپنے عرش الطاف کی سیدھی جانب بندوں کے رخ پھیر دیئے اور انھیں اپنی سلطنت و اجلال کے لئے اپنے سوا سے بے نیاز کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تیرا امر نافذ اور تیرا حکم جاری اور تیری مشیت ثابت ہے۔ اور جو کچھ تو نے ارادہ فرمایا وہ باقی (لازوال) ہے۔ ہر چیز تیرے قبضۂ قدرت میں اسیر ہے اور سب تیرے ظہور غناء کے حضور فقیر ہیں۔ پس اے میرے معبود! اور اے میرے محبوب! اور میری انتہائے آرزو! اپنے بندوں اور اپنی خلقت کے ساتھ ایسا معاملہ کر جو تیری جلالت و عظمت کے شایاں اور تیری بخشش و موہبت کے لائق ہے۔ بیشک تو ہی وہ ہے کہ تیری قدرت تمام جہانوں پر چھائی ہوئی ہے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والوں کو تیرا فضل گھیرے ہوئے ہے۔ کون ہے جس نے تجھے پکارا اور تو نے اسے جواب نہ دیا۔ اور کون ہے جو تیری طرف بڑھا اور تو اس کے پاس نہ آیا۔ اور کون ہے جس نے تیرے جمال کی طرف اپنا رُخ کیا۔ اور تیری عنایت کی نگاہیں اس کی طرف متوجہ نہ ہوئیں۔ اب میں شہادت دیتا ہوں کہ بندوں کے تیری طرف متوجہ ہونے سے پہلے ہی ان پر تیری توجہ تھی۔ اور قبل اس کے کہ وہ تجھے یاد کریں تو نے انھیں یاد کیا۔ اور تو ہی فضل والا ہے اے وہ کہ تیرے ہاتھوں میں عطا کی ملکوت اور قضا کی جبروت ہے۔ سو اے میرے معبود! اپنے طالبوں پر وہ چیز نازل فرما۔ جو انھیں تیرے ماسواہی بے نیاز کردے اور انھیں تیرے قریب کردے اور انھیں اپنی محبت و رضا کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی اس صراط امر پہ مستقیم رکھ۔ جس سے تیری مخلوق میں سے ان لوگوں کے قدم پھسل گئے جو شک میں گرفتار ہیں اور وہ جو تیرے بندوں میں سے روگردان لوگ ہیں۔ اور بے شک تو ہی مقتدر، عزیز، عظیم ہے ؁

لوحِ مبارک

از الواحِ مقدسہ حضرت بہاء اللہ جلّ ذکرہ الاعلیٰ

(اصل لوح صفحہ ۲۵ پر درج ہے)

باسمِ محبوبِ عالمیان

آج خدا کا دن ہے۔ اور سب اُس کی ہستی و بزرگی و اقتدار کے گواہ ہیں۔ بعض تو پہچان کر اس کی گواہی دیتے ہیں اور بعض گواہی دیتے ہیں مگر اُسے نہیں پہچانتے۔ اس میں نہ کبھی شک تھا اور نہ اب ہے کہ کُل درحقیقت عرفانِ الٰہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ جو اس مقام سے فائز ہو گیا وہ ساری بھلائی پا گیا۔ یہ مقام بہت بلند ہے۔ اس قدر بلند کہ اگر اس کی بزرگی پوری طرح بیان کی جائے تو کُل جہان کی قلمیں اور ساری دنیا کے کاغذ اس کے لئے کافی نہ ہونگے اور مقام کے بیان کو انتہا تک نہ پہنچا سکینگے۔ مبارک ہے وہ شخص جو آج خدا کے عصر میں اس کے مظہرِ امر اور مطلعِ آیات اور ظہوراتِ الطاف کے مشرق کی شناخت سے فائز ہوا۔ وہ مقدسین۔ مقربین اور مخلصین میں سے ہے۔ یہ مقام اگرچہ خود اُس شخص میں ایسا پوشیدہ رہتا ہے کہ وہ خود بھی اسے نہیں جانتا۔ لیکن اس کے ظاہر ہونے کا ایک وقت مقرر ہے۔

ذرا سوچئے! کتنے عبادت گذار پروردگارِ عالم سے محروم رہے اور بہت سے بے عمل اس فیضِ عظیم سے فائز ہوئے چنانچہ پہلے (انبیاء کے) زمانوں کی نسبت آپ سن چکے ہیں۔ مثلاً تمارؔ نے لقائے مختار حاصل کی اور عالم جو اپنے آپ کو نیک اور بزرگ شمار کرتا تھا محروم رہا۔

مُنزلِ آیات کے کلمات پر ذرا غور کیجئے تاکہ وہ پاک شراب جو ان میں مستور ہے آپ پی سکیں۔ کتنے ہی گنہگار ہیں جن پر رحمت جمن کی ہوائیں چلیں اور انھیں پاک و مقدس کر دیا۔ اور کس قدر عالم اور امیدوار ہیں جو اپنی ہوائے نفسانی میں پھنس کر بارگاہِ احدیت سے مردود و محروم رہ گئے ہیں۔ امر اُس طاقتور سلطان کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ہم خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ سب کو ان کاموں کی توفیق عطا کرے جو وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے۔

فرقۂ شیعہ کے علماء کو دیکھئے کہ وہ اپنے آپ کو سب دوسری قوموں سے بڑا اور بزرگ و برتر اور کامل تر شمار کرتے تھے۔ مگر امتحانی ہواؤں کے چلنے پر اپنی ہوائے نفسانی کے سبب مقامِ قرب ولقاء سے دور رہے اور حضور و

وصال کے کوثر کو نہ چکھ سکے۔ وہ اپنے آپ کو سب لوگوں سے بہترین سمجھتے تھے۔ مگر خدا کے نزدیک سب مخلوق سے پست ترین ٹھہر گئے۔ پھر بھی وہ اس بات کو نہ سمجھے اور نہ سمجھتے ہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو کلمۂ الٰہیہ کے ذریعے اپنے ارادے اور اپنی رضا و مشیّت سے پاک صاف ہو کر اس خدا کے ارادہ کو تھام رہا ہے جو سب جہان کے رہنے والوں کی مراد ہے ایسا شخص خدائے برتر کے نزدیک جواہر خلق میں سے ہے۔

اے خدا کی طرف لَو لگانے والے! بعض لوگ اپنی خواہشات کے بندے تھے اور ہیں۔ اور بعض ناموں کے غلام ہیں۔ جیسا کہ دیکھا گیا کہ انھوں نے کس قدر کتابیں اثباتِ حق میں لکھیں اور رات دن اس کی یاد میں مشغول رہے۔ مگر پھر بھی خدا کے بیانات کے ایک حرف کو بھی سمجھنے سے قاصر رہے۔ اور خدائے رحمٰن کے علم کے سمندر سے ایک قطرہ بھی نہ پا سکے۔

اِن دنوں کی قدر پہچانو! اپنی جان کی قسم۔ دنیا کی آنکھوں نے کبھی ایسے دن نہیں دیکھے۔ خدا کو سب سے مقدّس مشاہدہ کر۔ وہی اپنا جلوہ سب پر ڈال رہا ہے اور وہ ہی سب سے پاک ہے۔ توحید کے اصل معنی یہی ہیں کہ خدائے واحد کو کُل پر مہیمن جانو۔ اور اس کے جلوہ کو موجودات کے آئینوں میں مشاہدہ کرو۔ سب کو اس سے قائم اور اسی سے فیضیاب سمجھو۔ یہ ہیں توحید کے اصل معنی اور اس کا مقصد۔ بعض متوہمین سب چیزوں کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپکو اہل توحید خیال کرتے ہیں۔ نہیں۔ ذاتِ خدا کی قسم! ایسے لوگ تقلید اور تقیید و تحدید کے بندے ہیں اور رہینگے۔

توحید یہ ہے کہ ایک کو ایک جانیں اور اُسے اعداد سے پاک سمجھیں۔ نہ یہ کہ دو کو ایک سمجھیں۔ توحید کا جوہر یہ ہے کہ مطلعِ ظہورِ حق کو اور غیب منیع لایدرک کو ایک جانو۔ ان معنوں میں کہ اس کے افعال و اعمال اور اوامر و نواہی کو بغیر کسی فاصلہ و نزدیکی اور ذکر و اشارہ کے خدا کی جانب سے ہی سمجھو۔ یہ مراتبِ توحید کے مقامات کی انتہا ہے۔ مبارک ہے وہ جو اس سے فائز ہوا اور اس پر پوری استقامت سے قائم ہے۔ ان مقامات کے بارہ میں بے شمار بیانات قلمِ اعلیٰ سے جاری و نازل ہوئے ہیں۔ انشاءاللہ آپ ان کی جستجو میں رہینگے کہ عربی و فارسی بیانات جو اس ظہورِ احدیہ میں آیاتِ الٰہیہ کے مطلع سے نازل ہوئے انھیں بقدرِ قوت جمع کریں اور دیکھیں۔ اپنی زندگی کی قسم! ان کے ہر ایک کلمہ سے آپ کے دل پر علم و حکمت کے دروازے کھُل جائینگے۔ بیشک تیرا خدا علیم و حکیم ہے۔ اسی لئے اس لوح میں مختصر نازل ہوا۔ اور یہ بھی تجھپر اس کے فضل سے ہوا ہے۔ اپنی زندگی میں اس فضلِ منیع پر خدا کا شکر کر۔

وہ لوگ جنھوں نے اس پیالہ سے پیا ہے اور جو اس اعلیٰ مقام اور نورانی میدان میں پہنچ گئے ہیں ان پر لوگوں کی باتیں کچھ اثر نہیں کرتیں اور نفسانی اشارات انھیں خدا کے سمندر کے کنارہ سے دور نہیں رکھ سکتے۔

وہ لوگ جو آزمائشوں اور امتحانوں سے لڑکھڑا جاتے ہیں وہ فی الحقیقت اس مقام تک پہنچے ہوئے نہیں مثلاً وہ شخص جو نغمۂ بُلبل کو سن لیتا ہے وہ اور جانوروں کی کائیں کائیں سن کر نغمۂ بلبل سننے سے رک نہیں سکتا۔ اس جگہ فضل کے مصدر اور رحمتِ کبریٰ کے مطلع سے ہم ایک بات تمھیں سناتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کے اور کُل اہلِ دُنیا کے

اعتراض واغماض اور خدا کی طرف سے آئے ہوئے امتحانوں اور آزمائشوں کے سبب تو خدا کی راہ کو نہ چھوڑ دے اور ملک وملکوت کی ہمیشگی تک مالک جبروت کے امر اور اس کی محبت پر ثابت و مستقیم رہے۔ اور وہ ایک کلمہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ سے خدا کی کتابوں میں ظاہراً و باطناً موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فرمایا ہے۔ یَفعل اللہ ما یشآء و یحکم ما یرید۔" (خدا جو چاہتا ہے کرتا اور جیسی اس کی مرضی ہو حکم دیتا ہے) ایک شخص اگر عرفانِ خدا تک پہنچ جائے اور اسے ٹھیک ٹھیک یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید سمجھ لے تو پھر کوئی فتنہ اسے ہلا نہیں سکتا۔ کوئی حادثہ اُسے بے چین نہیں کر سکتا۔ وہ ساغرِ اطمینان پیتا اور مقامِ ایقان پر پہنچ جاتا ہے۔ مبارک ہے وہ جس نے پیا اور پہنچا اور افسوس ہے اُن پر جو اس سے دور رہے۔ ذرا غور کرتا کہ تو مالکِ مبدأ و معاد کے چشمۂ بیان کے صاف پانی سے پیے اور طیرِ روحانی کی طرح پھرتیلا ہو کر پاک معنوی فضا میں اُڑتا پھرے۔

اگر کوئی شخص اس مقام سے فائز نہیں ہوتا تو وہ اہل اللہ میں سے نہیں گنا جاتا۔ خدا کی عنایت سے اس مقام تک پہنچنا آسان ہے۔ پھر بھی بہت سے فائز نہیں ہوئے سوائے اُن کے جنہیں تیرے مقتدر و قدیر خدا نے چاہا۔ جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ عرفان کے دعویدار ہوئے ہیں اور ظاہر میں عرفانِ خدا اور اس کے ایام سے فائز ہیں۔ مگر صرف کسی ایک بات سے اسفل سافلین میں جا پڑے ہیں۔ اپنی زندگی کی قسم۔ جس نے میری ندا کو سُنا اور اس کی حلاوت کا ذائقہ پایا اُسے بادشاہوں کا خوف، اہل دُنیا کے اشارات، اہل جہان کے پردے نہ روک سکے۔ اس کے فضل کو دیکھ جو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تو اپنے گھر میں بیٹھا ہے اور حق سجن اعظم میں بےحساب بلاؤں کے ہوتے ہوتے تیرے ذکر میں مشغول ہے تاکہ تو اس کی عنایتوں سے محروم نہ رہے۔ اور اس کے الطاف سے بے بہرہ نہ ہو۔

خدا کے عرفان کے بعد سب سے بڑا کام اس کے امر پر استقامت ہے۔ اسے اختیار کرو اور راسخین میں سے ہو جاؤ۔ کوئی عمل اس سے بڑھ کر نہیں ہوا اور نہ ہے۔ یہ تمام اعمال کا بادشاہ ہے اور تیرا خدا بہت بزرگ اور جاننے والا ہے۔

اور اعمال کے بارے میں جو آپ نے چاہا ہے ان کا ذکر اس جیسی لوح میں بندوں کی کمزوری کے سبب جائز نہیں۔ خدا کے اعمال وافعال ظاہر و مشہود ہیں۔ جیسا کہ سب آسمانی کتابوں میں نازل و مسطور ہیں۔ مثلاً امانت اور راستی۔ خدا کی یاد میں دل کی پاکیزگی۔ بردباری۔ جو کچھ خدا کی طرف سے آئے اس پر راضی رہنا۔ جو کچھ وہ دے اس پر قناعت کرنا۔ اس کی طرف سے جو بلائیں آئیں اُن کے لئے صبر و شکر کرنا۔ اور کل حالتوں میں اس پر توکل رکھنا۔ یہ امور بڑے اعمال ہیں اور سب سے بڑھ کر خدا کے نزدیک مذکور ہیں۔ دوسرے احکام فرعیہ جیسا کہ ذکر ہوا اس کے تحت رہے ہیں اور رہینگے ان شاء اللہ آنجناب کو پہنچ جائینگے اور جیسا کہ الواح میں نازل ہوا ہے آپ اس پر عمل کرینگے۔ اس وقت اس سے زیادہ ان کا ذکر جائز نہیں۔ اور جو احکام آپ نے قابلِ وثوق حضرات سے سُنے ہیں یا خدا کی الواح میں دیکھے ہیں اُن پر عمل کریں بجز اس کے کہ باقی جو ہیں وہ آپ تک نہ پہنچیں۔ غرضکہ روحِ قلب خدا کی معرفت ہے۔ اس کا زیور "اللہ یفعل ما یشآء و یحکم ما یرید"

کا اقرار کرتا ہے۔ اس کا لباس خدا کا خوف اور اس کا کمال استقامت ہے۔ اس طرح خدا ظاہر کرتا ہے جس کے لئے وہ چاہتا ہے۔ بیشک وہ انھیں پیار کرتا ہے جو اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ کوئی خدا نہیں سوا اس کے وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ خدا کا شکر اور اس کی تعریف جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

جناب اخوی علیہ بہاء اللہ کو اس مظلوم کی طرف سے تکبیر منیع پہنچا دیں اور کہیں مبارک ہیں آپ کہ آپ قبلۂ عالمین کی طرف متوجہ ہوئے۔ خدا نے یقیناً آپ کے لئے ان لوگوں کا اجر مقدر کیا ہے جو لقاء سے فائز اور عرش عظیم کے سامنے حاضر ہوئے ہیں۔ اس صورت میں وطن کو واپس لوٹنا بہتر ہے کہ شاید تمھارے وہاں جانے سے بہشت کی ہوائیں بعض لوگوں پر گذریں۔ انشاءاللہ خدا کی تائیدات سے آپ اس کے امر کی تبلیغ کرنے میں مدد پائینگے۔ وہ دل جو بحر اعظم سے مل جاتا ہے اس سے جاری رہنے والی نہریں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس ملک کے اضطراب اور اس کے رہنے والوں کی شقاوت وغفلت پر نظر کر کے ہم نے حسب ظاہر آنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن ہم نے تمھارے لئے آنے والوں کا اجر لکھ دیا۔ کہو خدا کا شکر اور اس کی تعریف ہو جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے

پیامبر جلد سوم تمام

کوکب ہند اور بہائی میگزین کے بعد "پیامبر" کی اشاعت سے جو مقصد تھا۔ اس کے لئے پیامبر نے جو کام کیا ہے وہ اہل نظر کے سامنے ہے۔ اس نمبر پر جلد سوم مکمل ہو گئی ہے۔ احباب کو چاہیے کہ اپنے اپنے فائل کی جلدیں بندھوالیں۔ یہ ذخیرے نہایت بیش بہا ہیں۔ آئندہ نسلیں بھی ان سے بڑا فائدہ اٹھائینگی

ادارۂ پیامبر ان تمام معاصرین کرام کا شکریہ ادا کرتا ہے جو اپنے اپنے صحائف ومجلات پیامبر کے تبادلہ میں ارسال فرماتے رہے ہیں۔

نیز ان تمام اہل قلم احباب کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے جو پیامبر میں مقالات وتراجم بھیجکر خدمت امراللہ میں قابل قدر حصہ لیتے رہے ہیں۔ تمام احبائے کرام جو پیامبر خرید کر خود پڑھتے اور دوسروں کو دیتے رہے ہیں ادارۂ پیامبر ان کا بھی متشکر ہے

یہ بات بھی قابل یادداشت ہے کہ پیامبر کا معاملہ اپنے خریداروں سے کبھی بھی تاجرانہ رنگ میں نہیں رہا۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی دوست کی طرف سے بیرون ہند ہونے کے باعث کئی سال قیمت نہیں پہنچی۔ اور پھر انھوں نے بغیر کسی تقاضا کے آپ ہی تمام قیمت پہنچا دی۔ بعض نے قیمت سے زیادہ بھی اعانہ دیا۔ کوئی خریدار ایسا نہیں جس نے قیمت دینے میں دریغ کیا ہو۔ بلکہ سب نے نہایت خوشی سے ابونہ ادا کیا۔ چونکہ ادارہ اس معاملہ پر مسرت محسوس کرتا ہے اس لئے یہ بات ذکر کی گئی ہے تاکہ محبت کی یادگار رہے۔ —— ادارۂ پیامبر خداوند عالم کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اپنے امر کی تبلیغ اور عالم انسانی کی خدمت کیلئے تائید وقوت عطا فرمائی اور مخالفت امر میں لکھنے والے معاصرین کے جوابات میں بھی مدیر کے قلم کو علمی قدرت اور شائستگی اور سلامت روی سے ممتاز فرمایا۔ اور اس خدمت سے ارواح وقلوب نے فائدہ اٹھایا۔ فالحمد للہ رب العلمین۔

قیامت پر ایک تقریر

مدیر پیامبر نے بہائی سمر سکول دہلی میں یہ تقریر کی

جناب صدر! روحانی بھائیو اور بہنو!

الحمدللہ سمر اسکول کامیاب ہو رہا ہے۔ نہایت اعلیٰ مضامین پر درس ہو چکے ہیں اور بہت سے بہترین درس ہونیوالے ہیں۔ میرا مضمون "مسئلۂ قیامت" ہے۔

"قیامت" نہایت ہی اہم مضمون ہے۔ ہر دین و مذہب میں اس کو ضروری و لازمی اعتقاد ٹھہرایا گیا ہے۔ عقیدۂ قیامت پر ہر الہامی کتاب نے زور دیا ہے۔ ہر پیغمبر نے قیامت کے متعلق تعلیمات دی ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء اس کا بیان فرماتے رہے ہیں۔ ہزاروں سال سے قیامت کے تصورات لاکھوں کروڑوں عارفوں کو سرمست بناتے رہے ہیں۔ ہر نبی کی اُمت قیامت کے بیانات سے اپنی روحانی زندگی کا سرمایہ حاصل کرتی رہی ہے۔ بے شمار عابد و زاہد قیامت کی عظمت کا خیال کر کے تھرتھراتے رہے ہیں۔ تمام سچے مومن قیامت کے عظیم الشان منظر کا ذکر سن کر لرزہ براندام ہوتے اور آنسو بہاتے رہے ہیں۔ راتوں کو بیدار رہ کر دعائیں مانگتے رہے ہیں کہ الٰہی ہمیں قیامت میں نیک انجام بنانا۔

تمام انبیاء نے نبوت و بشارت سے دنیا کے دلوں کو گرما دیا تھا کہ قیامتِ کبریٰ کا وقت آنے والا ہے جسمیں مومن و صالح انسان بامراد ہونگے۔ رضائے الٰہی کی جنتِ فردوس پائینگے۔ خدا کے دیدار سے مشرف ہونگے۔ ابدی سرور میں خوش و خرم رہینگے اس لئے ارواحِ طیبہ بڑی امید سے قیامت کے مبارک دن کا انتظار کر رہی تھیں۔ اور سارے عالم میں ایک دوسرے کو اس یومِ عظیم کی خوشخبری سُنا رہی تھیں۔ کوئی اگر خواب میں بھی قیامت کا منظر دیکھتا تھا تو صبح اُٹھکر خوشی خوشی سب کو اپنا خواب سناتا تھا۔

پہلی الہامی کتابوں میں جس قدر بیانات قیامت خداوند عالم نے نازل فرمائے تھے وہ سب اور بہت سے دیگر بیانات قرآن مجید میں نازل فرما دیئے جن میں وہ باتیں ظاہر فرما دیں جو قیامتِ کبریٰ میں ہونے والی تھیں۔ قیامت کبریٰ کے متعلق قرآن مجید میں تکمیل و تفصیل سے اعلان فرما دیا ہے کہ اب دورِ قرآن کے بعد قیامت کبریٰ کا ہی زمانہ ہے۔

قرآن مجید قیامت کے بیانات سے بھرا پڑا ہے۔ چند ہی سورتیں ہیں جن میں قیامت کا ذکر نہیں۔ ورنہ تمام سورتیں اور سورتوں کے رکوعات میں بار بار قیامت کا ذکر ہے۔ طرح طرح سے ذکر ہے۔ تاکیدات کے ساتھ ذکر ہے۔ قیامت کے انذارات ہیں بشارات ہیں۔ تفصیلات ہیں۔ نصف قرآن کے بعد تو بہت سی سورتیں ایسی ہیں جو مکمل طور پر قیامت ہی کا بیان ہیں۔ جس قدر موجودہ ترتیب قرآن کا سلسلہ آگے بڑھتا جاتا ہے قیامت کے بیانات کا زور بھی بڑھتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ "انتیسواں اور تیسواں" دونوں پارے سراسر قیامت کے اسرار و حقائق سے پُر ہیں۔ ایسی صورت میں مضمونِ قیامت کی اہمیت کا اندازہ لگانے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں سب سے زیادہ مؤکد۔ مدلل و مفصل یہی مسئلہ ہے۔

بہت زیادہ مرکز توجہ ۔ قابل غور اور جذاب یہی مضمون قیامت ہے اگر قیامت کے بیانات قرآن مجید میں سے الگ کر دیئے جائیں تو قرآن مجید جسم بے روح کی طرح رہ جائیگا ۔ قرآن میں جگہ جگہ ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ یوم آخر کا ذکر ہوتا ہے جس پر ایمان لانا لازم اور دین کی ضروری شرط ہے ۔

کسی تخیل اور کسی لفظ کی مقبولیت اور عام جذابیت کا یہ بھی ایک ثبوت ہوتا ہے کہ ادیب و شاعر اسے لٹریچر میں گہری دلچسپی کے ساتھ کثرت سے استعمال کرتے ہیں ۔ لفظ قیامت ۔ حشر ۔ محشر ایسے الفاظ ہیں جو دورۂ اسلام کی دنیائے شاعری میں نہایت کثرت سے اد بار و شعرا کی زبان پر چڑھے رہے ہیں ۔ "قیامت و محشر" کے الفاظ نے فی الحقیقت دور آخر کی شاعری میں ہنگامۂ محشر برپا کر رکھا ہے ۔ کسی شاعر کا کلام ان الفاظ کی دلچسپ نمود سے خالی نہیں ہے ۔ ایک لفظ قیامت کے گرد ہزارہا استعارات و تشبیہات کے لشکر چکر لگا رہے ہیں ۔ جب کبھی ان الفاظ کی کوئی اچھی بندش کسی شعر میں ہو جاتی ہے تو مجلس شعراء واہ واہ کی صدا سے گونج اٹھتی ہے ۔

قیامت کو زرتشتی کتب مقدسہ میں "رستاخیز" کے نام سے یاد کیا گیا ہے ۔ سنسکرت کی مذہبی پستکوں میں "پرلے" اور "مہا پرلے" مشہور و معروف الفاظ و حقائق ہیں ۔

مختصر یہ کہ قیامت کی اہمیت مختلف پہلوؤں سے ایک روشن بات ہے ۔ فنائے کائنات قیامت کی آمد آمد کے شور سے گونج رہی ہے ۔ ایسے اہم مسئلہ پر آج میں آپ کی خدمت میں چند ضروری باتیں کہنا چاہتا ہوں ۔

معزز حاضرین ! قیامت کے متعلق جو خیال عام طور پر پھیلا ہوا ہے پہلے میں اسے بیان کرتا ہوں ۔ اس کے بعد جو صحیح مفہوم قیامت ہے وہ عرض کرونگا ۔

جیسے بہت تیز روشنی سے آنکھیں چکاچوندھ ہو جاتی ہیں ۔ ویسے ہی قیامت کے مسئلے میں ہوا کہ جس قدر یہ مسئلہ اہم اور روشن تھا اسی قدر اس کے سمجھنے میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں ۔ یا یوں فرمایئے کہ پیغمبروں کی تعلیم و تلقین کے ایک عرصہ گذرنے پر قوم کے روحانی وجدان پر کچھ ایسی ربودگی طاری ہوئی کہ وہ واضح قانون قدرت اور کلام الٰہی کے معانی کو بھول گئی ۔ اور طرح طرح کے اوہام میں گرفتار ہو گئی ۔ یہ معاملہ بہت سی تعلیمات عقائد کے ساتھ پیش آیا ۔ یہانتک کہ توحید الٰہی جیسے روشن ترین مسئلہ کی تعبیرات میں بھی امتوں نے اختلافات پیدا کر لئے ۔ ایسی ہی لغزش رفتار کا ایک مظاہرہ مسئلہ قیامت میں نمودار ہوا ۔

بیان پیغمبر اور کتاب خدا میں قیامت کی جو حقیقت بیان فرمائی گئی تھی اسے پس پشت ڈال دیا گیا اور ایک ایسا بے بنیاد عقیدہ بنا لیا گیا جو پیغمبروں کی تعلیم اور خدائی کتابوں کے سراسر خلاف اور غیر معقول ہے ۔

چنانچہ سب سے پہلی اور بنیادی غلطی یہ ہوئی کہ قیامت کو فنائے عالم سمجھ لیا گیا ۔ اور دین کے نام سے مدارس و مکاتب میں یہ تعلیم دی جانے لگی کہ قیامت اس دن کو کہتے ہیں جب تمام کائنات فنا ہو جائے گی اور اکیلا خدا رہ جائے گا ۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کسی پیغمبر نے ہرگز یہ تعلیم نہیں دی کہ قیامت فنائے کائنات کا نام ہے ۔ قرآن مجید میں ایک جگہ بھی یہ نہیں ہے کہ فنائے عالم کا نام قیامت ہے ۔ ہم کو کب سند بتائی گئی ہیں اور پیامبر میں سالہا سال سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک ہی آیت ایسی دکھا دی جائے جس میں فنائے عالم کو قیامت کہا ہو لیکن آجتک کسی عالم دین نے ایسی آیت پیش نہیں کی ۔ جو صراحت سے کہتی ہو کہ فنائے عالم کا نام قیامت ہے ۔ جو آیات پیش کی گئیں ان کا ہم نے مدلل جواب دیدیا کہ ان سے ایک خاص دن فنائے عالم کا

واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک آیت کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ پیش کی گئی اور اس کے یہ معنے کئے گئے کہ ذاتِ خداوندی کے سوا ہر شئی ہلاک و فنا ہونے والی ہے۔ ہم نے اس کے جواب میں مدلل و مفصل لکھا کہ اس بات سے کہ خدا کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے یہ ثابت نہیں ہوا کہ کسی ایک وقت میں یکدم سب چیزیں فنا ہو جائینگی اور اس دن کا نام قیامت ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذاتِ خداوندی کے سوا ہر چیز فنا پذیر ہے۔ فنا ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ بقائے حقیقی صرف خدا کے لئے ہے۔ خدا واجب الوجود ہے اور باقی ہر چیز معرض فنا میں ہے۔ ہر آن اس پر فنا کا عمل جاری ہے اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔ چیزیں پیدا ہوتی اور فنا ہوتی ہیں اور پھر پیدا ہوتی ہیں۔ کائنات میں پیدائش و فنا کے دو سلسلے مسلسل چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح اور جو کچھ فنائے عالم کو قیامت ثابت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے ہم سب کا جواب دے چکے ہیں۔ یہاں سب کا سب دہرانے کی گنجائش اور ضرورت نہیں ہے۔

ایک بنیادی آیت جو قیامت کو فنائے عالم ثابت کرنے کیلئے پیش کی جاتی ہے ہم اس کو بیان کئے دیتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ قیامت کو فنائے عالم قرار دینے میں کس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں۔

سورۃ زمر میں دو دفعہ صُور پھکنے کا ذکر ہے۔ الفاظ یہ ہیں

ونفخ فی الصّور فصعق من السمٰوات ومن فی الارض الّا من شاء اللہ ثمّ نفخ فیہ اُخرٰی فاذا ھُم قیام ینظرون	اور صُور پھونکا جائے گا تو جو لوگ سمٰوات و ارض میں ہیں بے ہوش ہو جائینگے۔ مگر جنہیں خدا چاہیگا وہ بیہوش نہیں ہونگے۔ پھر صُور پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے ہوئے دیکھتے ہونگے۔

اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا ہے کہ لوگ بیہوش ہونگے۔ یہاں ظاہر ہے کہ صرف لوگوں کا ذکر ہے۔ سب کائنات کا ذکر نہیں ہے۔ اور لوگوں کے بھی فنا اور معدوم ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ بیہوش ہونے کا ذکر ہے۔ بیہوش وہی ہوتا ہے جس کا وجود باقی ہو اور حواس ٹھیک طور پر کام نہ کرتے ہوں۔ یہ وجود کا باقی رہنا صاف صاف عدم و فنا کے خلاف ہے۔ پھر صاف طور پر فرماتا ہے ایسے لوگ بھی ہیں جو بیہوش بھی نہ ہونگے ٹھیک ہوش و حواس میں رہینگے۔ ان الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ سمجھنا کہ یہ آیت قیامت کے دن کائنات کے فنا ہونے کا بیان کرتی ہے یہ کس قدر غلط فہمی ہے جو صریح الفاظ کے ضد ہے۔ یہ بنیادی آیت ہے جس سے قیامت کے دن فنائے عالم کا عقیدہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیات کے غلط معنی کر کے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کائنات معدوم و فنا ہو جائے گی۔

پس مسئلہ قیامت میں یہ بنیادی غلطی ہے کہ قیامت کو "فنائے عالم کہا جائے۔ خود لفظِ قیامت" .... فنائے عالم کے مفہوم کو رد کرتا ہے۔ قیامت کے معنی قیام و بقا ہیں نہ کہ عدم و فنا۔ جب یہ بنیاد غلط رکھ دی گئی تو اب سب بیانات جو قیامت کے متعلق ہیں غلط بنیاد پر ہونے کی وجہ سے کج ہو گئے ہیں ؎

خشتِ اول چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

حضرات! اب آگے چلئے اور ملاحظہ فرمایئے کہ قیامت کو فنائے عالم قرار دے کر کیا کیا باتیں بنائی گئی ہیں جو کتاب اللہ اور فطرت اللہ کے خلاف ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسرافیل ایک خوفناک فرشتہ ہے جس کا سر خدا کے عرش سے لگا ہوا ہے اور اس کے پاؤں ساتویں زمین تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہزاروں سال سے منہ میں صور لئے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اسے حکم ملے اور وہ صور پھونکدے۔ صور ایک بڑا نرسنگا یا سنکھ ہے۔ جب وہ پھکے گا تو سب آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے گھبرا اٹھینگے۔ اس کی ہولناک آواز سے کان پھٹنے لگیں گے یہانتک کہ

اس کے اثر سے سب لوگ مر جائینگے۔ زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی آسمان کے پرخچے اُڑ جائینگے۔ سورج، چاند، ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑینگے اور آخرکار سب کچھ معدوم ہو جائے گا۔ اکیلا خدا رہ جائیگا۔ یہ عدم کب تک رہیگا۔ خدا ہی کو معلوم ہے۔ البتہ بعض روایات میں ہر چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔ اور اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائیگا مُردے قبروں سے نکلنے لگیں گے۔ مگر یہاں یہ خیال نہ رہا کہ جب کل کائنات اور ساری زمین معدوم ہو جائے گی تو قبریں کہاں ہونگی جن سے مُردے نکالے جا رہے ہیں۔

بہر حال کہتے ہیں کہ مُردے میدانِ محشر میں جمع ہونگے اور میدانِ محشر سرزمین شام میں ہوگا۔ جہاں وہ سب لوگ اکٹھے ہو جائینگے جو ابتدائے آفرینش سے پہلا صور پھکنے تک پیدا ہو کر مر چکے تھے۔

میدانِ محشر میں سورج سوا نیزے یا سوا میل کے فاصلے کی مقدار میں سروں پر آ جائے گا۔ جس سے لوگوں کے بھیجے اس طرح کھولینگے جیسے ہانڈیاں پکتی ہیں۔ ہر شخص کی زبان پر "نفسی نفسی" ہوگا میدانِ محشر میں لوگوں کو سخت پسینہ آ جائیگا۔ کسی کو ٹخنے تک کسی کو پنڈلی تک۔ کسی کو کمر تک۔ کسی کو سینے تک۔ کسی کو گلے تک کسی کو منہ تک۔ اپنی اپنی بدعملی کی مقدار پر پسینے کی مقدار کم زیادہ ہوگی۔ سب لوگ تمام پیغمبروں کے پاس بھاگتے پھرینگے کہ ہماری شفاعت کیجئے۔ ہر پیغمبر اپنی کوئی خطا وار یا معذوری ظاہر کریگا۔ آخر سب لوگ حضرت رسول کریم کے پاس حاضر ہونگے۔ آنحضور فرمائینگے کہ ہاں آج میں شفاعت کرونگا۔

خدا کا عرش زمین پر بچھایا جائے گا۔ عرش پر خدا جلوہ افروز ہوگا۔ خدا کے سامنے ایک ترازو کھڑی کیجائیگی خدا کے عرش کی داہنی جانب نیک لوگ ہونگے اور بائیں جانب بدعمل لوگ جمع ہونگے۔ ایک ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اس کے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ جس میں اس کے سب اعمال لکھے ہوئے ہونگے۔ حکم ہوگا کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ۔ ہر شخص پڑھیگا اور کوئی کوئی آدمی کہیگا۔ خدایا یہ جو کچھ میرے نامۂ اعمال میں لکھ دیا گیا ہے میں نے تو یہ گناہ نہ کئے تھے۔ خدا اس کو گھڑکیگا۔ تب آدمی مرعوب ہو کر چپ ہو جائے گا۔ حکم ہوگا کہ نیک و بد اعمال تولے جائیں۔ ترازو کے ایک پلڑے میں نیکیاں رکھی جائیں گی دوسرے پلڑے میں بدیاں رکھی جائینگی۔ جس کی نیکیاں زیادہ ہونگی وہ جنت کا حقدار ہوگا۔ جس کی بدیاں زیادہ ہونگی جہنم کا مستحق ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ہر آدمی کے دونوں کاندھوں پر دو فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک فرشتہ نیکیاں لکھتا رہتا ہے۔ دوسرا فرشتہ بدیاں لکھتا رہتا ہے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ فرشتے اپنی انگلیوں کو قلم بناتے ہیں اور انسان کے منہ کو دوات بناتے ہیں۔ اور انسان کا تھوک سیاہی کا کام دیتا ہے۔ بغیر معلوم کاغذ پر یہ نامۂ اعمال لکھے جاتے ہیں اور خدائی دفتر محافظ میں رکھے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن انسانوں کے ہاتھوں میں دیئے جائینگے اور وہ بھی اس طرح کہ یہ کاغذ اعمال اُڑ اُڑ کر ہر ایک کے پاس جا پہنچینگے نیکوں کے سیدھے ہاتھ میں اور بدوں کے اُلٹے ہاتھ میں جا پڑیں گے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جب خدا کے سوا سب کچھ فنا ہو جائے گا تو یہ نامۂ اعمال اور ان کا محافظ خانہ بھی فنا ہو جائے گا۔ تو کیا پھر نئے سر سے کاغذ بنا کر زود نویس کاتبوں سے یہ اعمالنامے لکھوائے جائیں گے۔ فنا ہو جانے کی صورت میں پہلے جو زندگی میں نامۂ اعمال لکھے گئے تھے اُن کا کیا فائدہ ہوا؟ کیا فعل عبث خداوند حکیم کی جانب منسوب ہو سکتا ہے؟

جب جنت دوزخ والوں کو جنت دوزخ کی طرف چلنے کا حکم ہوگا تو وہ ایک پل پر سے گذریں گے۔ جسے مسلمان پل صراط اور زرتشتی پل چینود کہتے ہیں۔ وہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا۔ اس پر اپنے اپنے اعمال کی طاقت کے مطابق سب لوگ گذریں گے۔ کوئی چیونٹی کی طرح چلیگا۔ کوئی گھوڑے کی طرح کوئی ہوا کی مانند۔ کوئی برق رفتاری سے گذر جائیگا۔ بہت سے لوگ کٹ کٹ کر نیچے جہنم میں گر گر جائینگے۔

بہت سے مسلمان اسی خیال سے کہ پل صراط پر آرام سے گذر سکیں جانوروں کی قربانی کرتے وقت مضبوط جانور لیتے ہیں کیونکہ قربانی کے جانور پل صراط پر سے گذرتے وقت سواری کا کام دیں گے۔ اس لئے جس قدر تندرست جانور ہو سواری دینے میں عمدہ ہوگا۔

اس کے بعد کیا ہوگا؟ بدکار جہنم میں داخل کئے جائینگے اور ہمیشہ اسی میں رہینگے۔ نیک عمل لوگ جنت میں داخل کئے جائینگے اور وہ اس میں ہمیشہ رہینگے۔ اور وہاں حوریں ہونگی۔ غلمان ہونگے۔ خدا سے ملاقات ہوا کرے گی اور ہمیشہ آرام کی زندگی ہوگی۔

یہ ہے قیامت کا وہ مختصر خاکہ جو عام اعتقاد میں آجکل رائج ہے۔ اگرچہ اس کی جزئیات میں بہت کچھ اختلافات ہیں اور اگرچہ اب تعلیمیافتہ کہلانے والا طبقہ ان باتوں سے بیگانہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ تو صریح دینی احکام نماز و روزہ سے بھی بیگانگی اختیار کر رہا ہے اور اگرچہ نئے علمائے اسلام بھی ان باتوں کو کچھ فراموش سا کئے ہوئے ہیں اور ان باتوں پر غور و فکر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ کیا کریں بیچارے مجبور ہیں۔ کیونکہ اب دینی حقائق کے انکشافات جدیدہ نے انھیں حیرت میں ڈال دیا ہے۔ علوم و معارف کی وسعت اور روشنی نے نظروں کو خیرہ کر دیا ہے۔ ذہنی آزادی پیدا ہو جانے کی وجہ سے لوگ کسی بے دلیل بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تقلید کا جوا اپنے کندھے پر رکھنے کے لئے اب کوئی تیار نہیں ہے۔

الغرض قیامت کا یہ نقشہ ایسا ہے کہ جب اس کی نفی پر کوئی دلیل دی جاتی ہے تو قوت حق کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان بآسانی اس نقشے کو چھوڑ دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ صرف کوئی آباء پرست مقلد ہوگا جو ان باتوں پر اڑا رہے گا۔

اگر بنیاد اعتقاد گر جائے یعنی سمجھ میں آجائے کہ قیامت فنائے عالم نہیں ہے تو آگے تمام نقشہ بدل جاتا ہے۔ جو باتیں فنائے عالم کے بعد سمجھی جاتی ہیں وہ اسی دنیا کے اندر کسی معقول پیرائے میں سمجھنے سمجھانے کی باتیں ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جو کچھ کتابوں میں کہا گیا ہے اور اس سے لوگوں نے غلط طور پر یہ نقشہ بنا لیا۔ الہامی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو ان کی باتیں سراسر معقول اور واقعات میں ثابت شدہ حقیقتیں ہیں

قیامت کا صحیح مفہوم

قیامت کا صحیح مفہوم جو کتب الہیہ اور پیغمبروں کے مقدس کلمات سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ لفظ قیامت کے معنی قیام یا برپا ہونا ہیں نہ کہ گرنا اور فنا ہو جانا۔ قیامت کلام الٰہی کی اصطلاح میں خدائی تجلی کا اپنے مظہر ظہور میں قیام کرنا ہے۔ جس کے اثر سے لوگ خدا کے لئے نیا قیام کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے "ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن" اپنے پروردگار کے قیام سے ڈرنے والے کے لئے دو جنتیں ہیں۔ اور فرماتا ہے یوم یقوم الروح والملائکۃ جبکہ روح اور فرشتے برپا ہوتے ہیں۔ روح سے مراد پیغمبر یا روح القدس جو پیغمبر کے

ساتھ آتا ہے۔ ملائکہ نفوس مقدسہ مومنین و ارواحِ ملکوتی جو ظہورِ حق کے ساتھ پاک اثرات پھیلاتی ہیں اور دنیا نئی زندگی پاتی ہے یوم یقوم النّاس لربّ العٰلمین۔ قیامت کا یومِ عظیم وہ دن ہے جبکہ لوگ خدائے ربّ العٰلمین کے لئے قائم و برپا ہوتے ہیں اور جبکہ لوگوں کا حساب و محاسبہ قائم ہوتا ہے یوم یقوم الحساب۔ اور جبکہ لوگوں میں سچا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسی لئے یومِ قیامت کا نام یوم الفصل بھی ہے۔ یعنی فیصلے کا وقت۔

اور یہ قیامت کا دن وہ زمانہ ہوتا ہے جبکہ خداوندِ عالم اپنے مظہرِ ظہور یا پیغمبر کے ذریعے اپنی تجلی برپا کرتا ہے۔ وہ پیغمبر خدا کے حکم سے قائم ہوکر ندائے الٰہی کا صور پھونکتا ہے۔ لوگوں میں ہلچل مچتی ہے لوگ خدا کے لئے قیام کرنے لگتے ہیں۔ قوموں کا محاسبہ قائم ہوتا ہے اور ان میں عدل و انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

لکلّ امةٍ رسول فاذا جآء رسولهم قضی بینهم بالحق وهم لا یظلمون	ہر اُمت کے لئے رسول ہے جب ان کا رسول آتا ہے ان میں سچائی سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا

اسی سچے فیصلہ کو عدالتِ الٰہیہ کہتے ہیں۔ جس کا ظہور پیغمبرِ وقت کے ذریعے ہوتا ہے۔ جیسا کہ صاف صاف فرمایا کہ جب رسول آتا ہے تو لوگوں میں سچائی سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ خدا کا وہ امر جو پیغمبر کے ذریعے نمودار ہوتا ہے تمام اختلافات میں فیصلہ کن ہوتا ہے۔ فاذا جآء امر اللہ قضی بینهم بالحق۔ جب خدا کا امر آتا ہے لوگوں میں سچائی سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ یہی امر اللہ وہ میزان ہے جس پر حق۔ ناحق۔ حسن و قبح۔ جائز۔ ناجائز۔ نیک و بد سب کا وزن کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمة فلا تظلم نفس شیئاً۔ ہم قیامت کے دن عدل کی میزانیں قائم کرتے ہیں جو کہ وہ خدائی بیانات ہیں جو پیغمبرِ وقت کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ارسلنا رسلنا وانزلنا معهم الکتاب والمیزان۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ ساتھ کتاب و میزان اُتاری۔ یہ میزان وہی ما انزل اللہ ہے جس کے مطابق حکم کرنا انصاف اور حق اور دیانت ہے اور اس ما انزل اللہ کے خلاف حکم کرنا کُفر، فسق اور ظلم ہے۔ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک هم الکافرون۔ هم الفاسقون۔ هم الظالمون۔ وہی چیز حقیقت میں کوئی چیز ہے جو میزانِ خداوندی پر ٹھیک اُترے۔ اور جو چیز میزانِ الٰہی پر ٹھیک نہیں اُترتی وہ عالمِ حقیقت میں لاشئے ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قیامت جو رسولِ برحق کے ذریعے قائم ہوتی ہے دنیا میں ہی ہوتی ہے نہ کہ فنائے عالم کے وقت یا فنائے عالم کے بعد۔ کیونکہ فنائے عالم کا نام قیامت تو کسی طرح ثابت اور درست نہیں ہے۔ مضامینِ قیامت میں ہم متعدد آیات سے اس حقیقت کو آشکار کر چکے ہیں۔ اور تاریخِ عالم اور کُتبِ مقدسہ اور قرآن مجید ان واقعات سے بھرے ہوئے ہیں کہ قوموں کو امر اللہ کے قبول کرنے پر کیونکر عروج حاصل ہوا۔ اور پھر امرِ حق سے روگردانی کے نتیجے میں کس کس طرح تنزّل۔ ادبار اور عذاب بھگتنا پڑا۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:-

وکأیّن من قریةٍ عتت عن امر ربها ورسله فحاسبنها حساباً شدیداً وعذّبناها عذاباً نکراً فذاقت وبال امرها وکان عاقبة امرها خسراً =	کتنی ہی بستیاں اپنے پروردگار کے امر اور اس کے پیغمبروں سے سرکش ہوگئیں تو ہم نے اُن سے سخت حساب لیا اور انھیں دردانگیز عذاب دیا تب انھوں نے اپنے کرتوت کا مزا چکھ لیا اور ان کا انجام کا خسارہ ہوا۔

..　　..　　..

اس آیت مبارکہ میں تصریح ہے کہ خدا کے امر ....

اور خدا کے رسولوں کی نافرمانی سے قوموں کو عذاب مل چکا ہے اور یہ قانون الٰہی ہے کہ وہ نافرمانوں کو عذاب دیا کرتا ہے۔ اور یہ عذاب دنیا میں ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اس کا سلسلہ چلتا ہے۔ لیکن اصل بنیاد اسی دنیا میں پڑتی ہے۔ تنزل۔ ادبار۔ غلامی۔ مفلسی۔ جہالت بدحالی۔ بیماری۔ بدکرداری۔ قربِ الٰہی سے محرومی وغیرہ سب عذاب کی زنجیریں ہیں جو منکرینِ حق کے گلے کا ہار ہو جاتی ہیں اور انھیں تباہ کر ڈالتی ہیں۔ بلکہ خدا یہ فرماتا ہے کہ منکرینِ حق یہ نہ سمجھیں کہ انھیں جو مال دولت اور اولاد ملتی جا رہی ہے یہ ان کے لئے کوئی بھلائی ہے نہیں۔ انکارِ حق کی صورت میں یہی چیزیں ان کے لئے طوقِ لعنت ہیں اور عذاب اور ہلاکتِ حقیقی کے سامان ہیں۔

قرآن مجید میں عاد۔ ثمود۔ آل فرعون وغیرہ وغیرہ اقوام کے حالات بار بار بیان فرمائے ہیں کہ کس کس طرح ان قوموں نے پیغمبروں کا انکار کیا اور اپنی بدعملی پر مصر رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہلاک و تباہ ہوئے دنیا میں بھی نامراد ہوئے۔ آخرت یعنی مرنے کے بعد بھی عذابِ الٰہی میں پڑے کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ۔ سب نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا۔ تب ان لوگوں پر خدا کا قانونِ وعید و عذاب واقع ہو گیا۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝	(خداوند عالم فرماتا ہے) کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا؟ (یقیناً کیا ہے) پھر ہم پچھلی قوموں کو ہلاک کرینگے۔ کیونکہ ہمارا قانون یہی ہے کہ ہم مجرموں کو ہلاک کیا

کرتے ہیں۔ ظہورِ حق کے جھٹلانے والوں کو اس دن ہلاکت و تباہی نصیب ہوتی ہے۔

قیامت میں صُور پھونکا جاتا ہے۔ صور پھونکنے سے مراد ندائے خداوندی کا بلند ہونا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ صُور کی بجائے ندا فرمایا ہے۔ واستمع یوم ینادِ المناد کان لگا کر سننا جس دن منادی ندا دیگا یوم ینادیھم جس دن خدا بندوں کو ندا دیگا۔ یوم یدع الدّاع جس دن داعیِ الٰہی دعوت دیگا۔ اسی داعی و منادی کو پیشوائے عالم اور سب لوگوں کا امام کہا ہے۔ یوم ندعوا کُلَّ اناسٍ بامامھم جس دن ہم سب لوگوں کو اُن کے پیشوا اور رہنما کے ذریعے دعوتِ حق دینگے۔

صُور پھکنے پر لوگ بیہوش ہو جائینگے۔ مراد یہ ہے کہ جب منادیِ الٰہی ندا بلند کریگا تو لوگ دو قسم کے ہو جائینگے۔ جیسا کہ ہر ظہورِ حق میں قانون ہے ایک اہلِ ہدایت۔ ایک اہلِ ضلالت۔ اہلِ ہدایت باہوش ہوتے ہیں۔ اہلِ ضلالت بیہوش و مدہوش ہوتے ہیں۔ یہی روحانی بیہوشی اپنے انتہائی درجے پر موتِ روحانی ہو جاتی ہے۔ اس لئے خداوند عالم فرماتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ مُردے ہوتے ہیں اور یہی مردے زندہ کئے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنی گہری بدکاری کے باعث ایسے مر جاتے ہیں کہ زندہ ہو ہی نہیں سکتے۔ قیامت کی ہلچل میں تو سب پڑ جاتے ہیں اور سب میں ایک نئی حرکت نمودار ہو جاتی ہے۔ لیکن کوئی سعادت کی طرف حرکت کرتا ہے۔ کوئی شقاوت کی جانب قدم بڑھاتا ہے۔ اسی بنا پر ایمان اور عملِ صالح اختیار کرنے والوں کو "اصحٰب المیمنۃ" برکت والے فرمایا ہے۔ اور بدعمل اور مکذبینِ حق کو "اصحٰب المشئمۃ" نحوست والے قرار دیا ہے۔

صُور پھکنے پر اہلِ استعداد نئی زندگی پاتے ہیں اور ترقیات حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر و باطن میں عروج و کمال پر پہنچتے ہیں۔

میدانِ محشر کے بارے میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ ارضِ شام ہے قرآن مجید میں بھی تصریح سے وارد ہے کہ واستمع یوم ینادِ المنادِ من مکانٍ قریب۔ کان لگا کر سننا جب منادی قریب جگہ سے ندا دے گا۔ قریب جگہ سے سرزمینِ شام مراد لی گئی۔ تفاسیر و احادیث میں نہایت کثرت و وضاحت سے یہ بات مذکور ہے اور خود آیت مذکورہ کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ مکان قریب سے مراد شام کی سرزمین ہے۔ کیونکہ وہ عرب سے متصل ہی ہے۔ جب کہ قیامت کے محل و مرکز کا اسی موجودہ زمین میں

ایک ملک کا پتہ بتایا گیا ہے بالکل واضح ہے کہ قیامت وحشر کا واقعہ اسی سرزمین پر رونما ہوگا نہ کہ فنائے عالم کے بعد۔ کیونکہ اگر فنائے عالم کے بعد قیامت وحشر کا ظہور ہوگا تو پھر اس کرۂ ارض کے کسی مقام کا پتہ بتانے سے کیا فائدہ؟ جبکہ سرے سے یہ کرۂ ارض باقی ہی نہ رہیگا

حساب وکتاب کی حقیقت یہ ہے کہ ظہور حق سے جب قیامت برپا ہوتی ہے تو قوموں کا حساب کتاب ہوتا ہے اور ان کے اخلاقیات کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ حساب ومحاسبہ یہ ہوتا ہے کہ امت کی گذشتہ موجودہ اچھی کارکردگی پر اسے ترقی دی جاتی ہے۔ وہ تازہ ایمان وعمل صالح سے فائز ہوکر اور اونچی ہوجاتی ہے اور بدعمل لوگ پہلے ایمان کو بھی ضائع کردیتے ہیں۔ ان کی پہلی قومی عزت بھی ہاتھ سے جاتی رہتی ہے نہ وہ تازہ ایمان وعمل صالح سے فائز ہوتے ہیں نہ وہ اقوام میں سرخرو ہوتے ہیں۔ بلکہ روزافزوں ادبار وہلاکت میں گرتے اور دبتے چلے جاتے ہیں۔

کتاب سے مراد کوئی فرضی نامۂ اعمال نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کے علم حضوری میں بندوں کے سب اعمال نیک وبد حرف بحرف معلوم ہیں۔ وہ خود فرماتا ہے وکفیٰ بربک بذنوب عبادہ خبیراً بصیراً۔ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر دیکھنے والا خود ہی کافی ہے۔ پھر کسی دوسرے کی اطلاع دہی اور تحریری شہادت کی اسے کیا ضرورت ہے؟ اس پر یہ بھی طرفہ تماشا ہے کہتے ہیں کہ خدا کے سامنے اپنا نامۂ اعمال پڑھ کر بھی بعض آدمی کہینگے کہ ہم نے تو یہ گناہ نہ کیے تھے۔ یہ تو یونہی بلاوجہ ہمارے نامۂ اعمال میں لکھ دیئے ہیں۔ بقول مرزا غالب ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر غالب
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟

خداوند عالم صاف صاف فرماتا ہے کہ محاسبہ کی یہ صورت نہیں ہوتی۔ ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون۔ مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق کچھ نہیں پوچھا جاتا؛ کیونکہ خداوند عالم ہر بات سے واقف ہے۔ اور انسانوں کا خدا کے روبرو اس طرح کھڑا ہونا جیسے مجرم مجسٹریٹ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، مسلمہ اصول دین کے خلاف ہے کیونکہ خدا کبھی مجسم ومحدود نہیں ہوتا۔ جس کے مقابل آدمی کھڑا ہو۔ یہ تصور ہی باطل ہے۔ کتاب اللہ ایسی باتوں کی نفی کرتی ہے۔

کتاب جو سیدھے اور الٹے ہاتھ میں دی جائیگی اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کتاب جو پیغمبر پر نازل ہوتی ہے وہی لوگوں کو دی جاتی ہے سیدھے ہاتھ میں دیئے جانے کے معنٰی یہ ہیں کہ انسان اسے سیدھے طور پر قبول کرکے صحیح طور پر سمجھتا اور اس پر عمل کرکے اصحٰب الیمین میں داخل ہوتا ہے۔ الٹے ہاتھ میں کتاب ملنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان کتاب الہٰی کو الٹے طور پر لیتا ہے یبغونہا عوجاً اسے ٹیڑھے معنٰی پہناتا ہے۔ کج بحثی کرتا ہے اور وہ اصحٰب الشمال میں داخل ہوجاتا ہے۔

میزان کی حقیقت یہ ہے کہ امر اللہ جو سراپا عدل ہے۔ میزان کل ہے، تمام امور کا فیصلہ اسی سے ہوتا ہے اور یہ میزان رسول کے ساتھ آتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے:۔

ارسلنا رسلنا وانزلنا	ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور
معھم الکتاب والمیزان	ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان
لیقوم الناس بالقسط	نازل فرمائی تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قیام کریں۔

یہی قیام جو خدا کے لئے پیغمبر وقت کی تعلیم کو عمل میں لاکر عدل وانصاف پر استقامت ہے۔ اصل حقیقت قیامت ہے جو اس قیامت میں قبر نفس وہوٰی سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے حیاتِ ابدی پاتا ہے۔ جو کوئی ظہور حق کے وقت میزانِ حق میں کم اترتا ہے خسارے میں پڑتا ہے

اس کے سوا کوئی لکڑی یا لوہے وغیرہ کی ترازو نہیں ہوتی۔ جو
قیامت کے دن لوگوں کے اعمال تولنے کے لئے کھڑی کی جاتی
ہو۔ کیا اعمال جو غیر مادی چیز ہیں کسی مادی پیمانے یا ٹکڑی سے
ناپے یا تولے جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! خدا کی کتاب ایسی غیر معقول
باتوں سے پاک ہے۔

دیدار خداوندی کے متعلق خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ذاتِ
خداوندی غیب لایدرک ہے۔ علمِ انسانی اس پر محیط نہیں ہو سکتا۔
چشمِ فانی اسے نہیں دیکھ سکتی۔ ہر شخص کا عرفان صرف اس
دائرے میں محدود رہتا ہے جو دائرۂ تجلّی مالکِ قدرت نے کسی کیلئے
مہیا فرما دیا ہو۔ انسان اپنے احساسات اور ادراکات سے بالاتر
نہیں جا سکتا۔ اور معلوم و مسلّم ہے کہ انسانی احساسات و ادراکات
عالمِ خلق میں ہی گھومتے رہتے ہیں۔ کوئی حادث و ممکن،
واجب بالذات کے مقام کا ادراک کس طرح کر سکتا ہے۔
یا کوئی محدود لامحدود کو اپنے تصوّر میں کیونکر لا سکتا ہے؟

آنکھوں سے دیکھنے کا قانون یہ ہے کہ ایک شخص کے تارِ نظر
دوسرے وجودِ مادی سے ٹکراتے ہیں تو وہ وجود نظر آتا ہے۔ لازم
ہے کہ مقابل میں وجود مادی ہو ورنہ کچھ نظر نہیں آئیگا۔ اگر یہی بات
دیدارِ خداوندی میں سمجھی جائے کہ خدا ان آنکھوں سے دکھائی دیگا تو
لازماً خدا کا وجود مادی تسلیم کیا جائیگا جو مجسّم ہو۔ اور ہر مجسّم مرکب
اور ذی اجزاء ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے۔ اس قسم کا دیدار
تسلیم کرنا عقل اور کتاب اللہ اور اصولِ دین کے سراسر خلاف اور
غیر معقول ہے۔ اب ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دیدارِ خداوندی
کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟

جبکہ مقامِ ذات میں خداوند عالم کی نسبت کوئی ذکر و فکر
ممکن نہیں ہے تو لازماً اس کی تجلّیِ قدرت کے متعلق یہی بقدرِ امکان
اظہار و بیان ہو سکتا ہے۔ نہایت واضح و مسلّم ہے کہ کائنات کے
ہر ذرّے میں قدرت کا نور نمودار ہے۔ لیکن کرۂ آفتاب،
نورِ قدرت کا ایک عظیم الشان مظہر ہے۔ اسی طرح عالمِ ہستی
کے ہر وجود فردی نوعی میں قدرتِ حق کا جلوہ ہے لیکن انواعِ خلق
میں نوعِ انسان اعلیٰ مظہرِ قدرت ہے۔ نوعِ انسان میں وہ وجودِ
مقدس جو براہِ راست خدا کی وحی اور شارعیت اور صفاتِ کمال کا
حامل ہے اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ ایسا کہ اس سے بڑھ کر اس عالمِ امکان
میں اور کوئی نہیں ہوتا۔ جیسے عالمِ مادی میں خدا نے ظاہری سورج
بنایا ہے وہ عالمِ روحانی میں آفتابِ حقیقت ہوتا ہے۔ جس طرح
اہلِ دنیا اپنے دائرۂ نظر میں سورج کو سب سے بڑا مرکزِ نور دیکھتے
ہیں۔ اور اس سے استفاضہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ دین اپنے
دائرۂ بصیرت میں پیغمبرِ وقت کو مرکزِ نور دیکھتے ہیں۔ کیونکہ یہی
امرِ قدرت کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اور جس طرح ہم سورج کے ذریعے
نورِ قدرت کو دیکھتے ہیں اسی طرح مظہرِ ظہورِ حق کے ذریعے
نورِ مطلق کی تجلیات مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہی ہے دیدارِ خدا۔ اور
یہی ہے خدا کا مقرر کیا ہوا طریق جو اس عالمِ امکان میں ممکن ہے
یہی کتبِ مقدسہ کی تعلیم کا جوہرِ مقصود ہے۔ پس قیامت میں
خدا کا دیدار اس کے مظہرِ ظہور کا دیدار ہے۔ مظہرِ ظہور کی لقاء
خدا کی لقاء ہے۔ اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اس کی
نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اس کی رضا خدا کی رضا ہے۔ اس کا
ظہور خدا کا ظہور ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے نفس کا کوئی ظہور نہیں
وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ اس میں مشیّتِ الٰہیہ کے سوا
اور کوئی شئ کارفرما نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا وجود
مقامِ فنا میں ہے اور یہاں صرف تجلّیِ الٰہی مقامِ بقا میں ہے۔
اسی نقطۂ حقیقت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے بشارت دی گئی تھی کہ

مَن کان یرجو لقاء الله فانّ اجل الله لاٰت۔ } خدا کی ملاقات کے آرزو مندوں کو بشارت ہو کہ لقائے الٰہی حاصل ہونے کا وقت یقیناً آئے گا۔

الحمدللہ کہ وہ مبارک و مسعود وقت آپہنچا۔ اور ہزارہا ارواحِ طیبہ نے لقائے الٰہی کا شرف حاصل کیا۔ اور اب بھی اپنے اپنے مدارج و مراتب کے مطابق مکاشفہ اور عالم رؤیا میں یہ نعمت حاصل کرتے ہیں اور کرتے رہینگے اور یہ عالمِ تجلیات غیر محدود ہے۔ اور اسی مقامِ بلند کے ادراک و حصول کے لئے سب پیدا ہوتے ہیں۔ یُدبّر الامر یفصّل الاٰیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون خداوندِ عالم امر کی تدبیر و تنظیم کر رہا ہے۔ آیات کی تفصیل فرما رہا ہے تاکہ تم اپنے رب کی لقاء کا ایقان حاصل کرو۔ اس لئے ہر بندۂ حق زبانِ شوق سے کہتا ہے ؎

اک نظر دیکھا جو اس نے مہربانی سے مجھے
کر دیا فائز حیاتِ جاودانی سے مجھے
بزمِ ہستی میں چلا آیا میں تیری دید کو
ورنہ کچھ مطلب نہیں تھا زندگانی سے مجھے

خداوندِ عالم نے اس کائنات میں ہر چیز کی ایک ابتدا اور ایک انتہا مقرر کی ہے۔ ایک وقتِ آغاز ہے۔ ایک وقتِ انجام۔ ایک تمہید کا زمانہ ہے۔ ایک تکمیل کا زمانہ۔ ایک سنِ طفولیت ہے ایک سنِ بلوغ۔

اس عالمگیر قانون سے کوئی چیز مستثنٰی نہیں ہے۔ اسی بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے قد جعل الله لکلّ شیءٍ قدراً۔ خدا نے ہر چیز کے لئے ایک مقررہ اندازہ ٹھہرایا ہے" وکان امر الله قدراً مقدوراً۔ خدا کا امر ایک مقررہ پیمانے پر منظم ہے۔ "اِن من شیءٍ الّا عندنا خزائنه وما ننزّله الّا بقدرٍ معلوم" ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں لیکن ہم ہر چیز کو ایک معلوم و مقررہ اندازے پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔

کائناتِ الٰہی بے شمار اور انسان کے حدودِ علم سے باہر ہے ما یعلم جنود ربک الّا ھو۔ خدا کی کائنات کے لشکروں کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہم جو کچھ کہتے اور ذکر کرتے ہیں۔ وہ اپنے اسی کرۂ ارض کے متعلق ہے۔ اس کرۂ ارض پر خدا نے انسان کے لئے جو روحانی نظام مقرر کیا ہے جسے دینِ حق سے موسوم کرتے ہیں اس کے سلسلۂ ظہور میں حضرت آدم سے ایک دور شروع ہوا جس میں انسانوں کو مناسبِ وقت ہدایات و ترقیات حاصل ہوتی رہیں اور ساتھ ساتھ نبوّت یعنی خبر دہی جاری رہی کہ ایک یومِ عظیم آنے والا ہے جو یوم اللہ، یومِ قیامتِ کبریٰ۔ الیوم الموعود وغیرہ ناموں سے موسوم ہے۔ جو طلوعِ انسانیت کا دور ہے۔ جس طرح ایک ہونہار۔ تندرست۔ ذہین بچے کے حالات اپنی زبانِ حال سے خبر دیتے ہیں کہ وہ ایک دن قابلِ قدر انسان بنے گا۔ جبکہ اس کے قویٰ درجۂ کمال کو پہنچ جائینگے۔ اسی طرح نوعِ انسان تدریجی ارتقاء کی خبر دیتی تھی۔ نوعِ انسان میں نبوت کرنے والے انبیاء خدا کی طرف سے اس نبأِ عظیم کے حامل و مبشر تھے کہ دورِ تکمیل آنے والا ہے۔ جبکہ خدا کی عظیم الشان تجلی ظاہر ہوگی۔ انسان خدا سے نہایت قرب و وصال حاصل کریگا۔ افراد و اقوام وحدت کی روح سے ایک ہو جائینگی۔ تمام دنیا ایک وطن بلکہ ایک بستی کی مانند ہو جائے گی۔ امن و امان اور وحدت و یگانگت کا دور دورہ ہوگا۔ اس مبارک زمانے میں خدا کا عظیم الشان مظہرِ ظہور جلوہ گر ہوگا۔ مومنوں کے لئے رضائے الٰہی اور ابدی کامیابی کی جنت آراستہ ہوگی۔ منکرینِ حق کے لئے قہرِ خداوندی اور نامرادی کی جہنم بھڑکے گی۔ آخر ایمان و عرفان سے دنیا اس طرح بھر جائے گی جیسے سمندر پانی سے بھرا ہوتا ہے نوعِ بشر کا باغ اپنے میٹھے پھل دے گا۔ یہ قطعی اور یقینی ہے۔ ایسا ہی

ہوکر رہیگا۔

پس حضرت آدم سے حضرت خاتم تک تمام انبیاء کرام نے یہ نبوت وبشارت دنیا کو سنائی اور نوعِ انسان کو تیار کیا کہ وہ قیامت کبریٰ کے عظیم الشان دور میں کامیاب و بامراد ہو۔ ارتقاء کے بلند مقام پر پہنچے۔ حضرت خاتم النبیین نے اس نبوت و بشارت کے دور کو ختم کر دیا اور اعلان فرما دیا کہ اب میرے زمانے کے بعد بلا فصل قیامت کبریٰ کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ اس مضمون کی چند آیات یہ ہیں:۔

نوعِ انسان ارتقاء کرتی ہوئی بلند مقام پر جا پہنچیگی۔ لترکبن طبقاً عن طبق۔ تم درجہ بدرجہ اونچے ہوتے جاؤ گے۔ تم خدا سے ملو گے۔ یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحاً فملاقیہ۔ اے انسان! تو اپنے رب کی جانب بڑھنے میں بڑی کاوش کر رہا ہے۔ سو تو اپنے رب سے ضرور ملیگا۔ اجل اللہ۔ یوم اللہ۔ خدا کا وقت۔ دورِ خداوندی یقیناً چلا آرہا ہے۔ من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لاٰت۔ جو کوئی لقائے خداوندی کا آرزومند ہے اُسے بشارت ہو کہ خدا کا مقرر کیا ہوا وقتِ ظہور ولقاء آنے والا ہے۔

اگرچہ دورِ نبوت میں بھی حسب استعداد و مدارج عالمِ انسانی کو خدا کی لقاء مظاہر ظہور کے ذریعے حاصل ہوتی رہی۔ اور ہر پیغمبر کا زمانہ ظہورِ حقیقت کی وحدت کے اعتبار سے قیامت ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ قیامت اور زندگی میں ہوں۔ سری کرشن نے فرمایا پہلے اور پچھلے میں ہوں۔ رسول اکرم نے فرمایا انا الحاشر قیامت برپا کرنے والا میں ہوں۔ لیکن پیغمبروں نے خدائی پروگرام کا یوں اعلان فرمایا کہ قیامت کبریٰ آنے والی ہے۔ ہم سب اس کی خبر دیتے ہیں۔ حضرت خاتم النبیین کی ذاتِ گرامی پر اس نبوت کے دور کا خاتمہ ہوگیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اب "اجل اللہ" آ گئی ہے۔ جاء ربک تیرا پروردگار آئے گا۔ یأتیھم اللہ۔ خدا انسانوں میں آئے گا۔ فاذا جاءت الطامة الکبریٰ۔ قیامت کبریٰ آ گئی۔ ازفت الازفہ قیامت قریب آ پہنچی ہے۔ لیس لھا من دون اللہ کاشفہ۔ خدا کے سوا کوئی اُس کا پردہ نہیں اُٹھا سکتا۔

الحمد للہ کہ سنہ ۱۲۶۰ھ میں خداوند عالم نے قیامت کبریٰ کی نقاب کشائی فرما دی۔ حضرت باب اللہ کے ذریعے پہلی بار صور پھونکا گیا۔ پھر حضرت بہاء اللہ نے دوسری بار صور پھونک دیا۔ اور یہ ولی قیامت کبریٰ جس کے سب منتظر تھے جلوہ گر ہوگئی۔ اب تمام عالمِ ہستی اُسی کے دور میں ہے۔ فالحمد للہ رب العٰلمین۔

نشر نفحات

آج انقلاب و اضطراب کے زمانے میں صرف امر اللہ کا پیغام ہی روحوں کیلئے تسکین و تسلی کا ذریعہ ہے۔ خدائی پروگرام ہی فلاح و کامیابی کا دستور العمل ہے۔ سایہ امر اللہ میں داخل ہونیوالے ہی حقیقی حفاظت گاہ میں ہوتے ہیں عالمِ انسانی میں فزع اکبر اور ہیجانِ عظیم برپا ہے۔ ظہورِ رحمت کے نفحات پھیلانے کی نہایت ضرورت ہے۔ محفل مقدس روحانی ملی بہائیانِ ہند و برما کے ماتحت بمبئی، کراچی، پونا وغیرہ سے متعدد احباب امر اللہ کے لئے باہر جا رہے ہیں۔ نیز اسی سلسلہ میں جناب عبداللہ فاضل شیرازی۔ جناب حشمت اللہ قریشی بی۔ اے۔ جناب پروفیسر پریتم سنگھ ایم۔ اے۔ جناب ڈاکٹر ایم لے صدآنی۔ جناب سید ابوالعباس رضوی۔ معز الحق علمی مدیر پیامبر مختلف اطراف و مقامات کا سفر کر چکے ہیں اور کرینگے۔ احبائے الٰہی تمام مبشرین کی کامیابی اور عالمِ انسانی کی نجات و بہبودی کے لئے مناجات کرتے رہیں

سماء اور سمٰوات

کہتے ہیں کہ آسمان ایک گنبد ہے جو زمین پر چھایا ہوا ہے
اگر کوئی آدمی زمین سے اڑ کر اوپر کو چلتا جائے تو آسمان میں جا کر
اس کا سر ٹکرائے گا۔ اور آگے نہ جا سکے گا۔ بعض کے نزدیک آسمان
میں دروازے ہیں جن میں ہو کر آسمان کے اندر جا سکتے ہیں۔ انہیں
دروازوں سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات
آسمانوں میں ہو کر خدا کے عرش تک تشریف لے گئے تھے۔ ایک آسمان
کے اوپر دوسرا آسمان ہے۔ اسی طرح سات آسمان ہیں۔ پھر عرش
ہے جس پر خدا تشریف فرما ہے۔ حکمائے یونان کہا کرتے تھے کہ
افلاک میں خرق والتیام محال ہے۔

آجکل کہا جاتا ہے کہ آسمان فضائے بسیط کا نام ہے۔

اشیائے کائنات کی تحقیقات اور ان کے متعلق صحیح
علم حاصل کرنا بہت مفید ہے۔ لیکن جب کسی چیز کا تعلق دینی عقائد
سے ہو جائے تو اس چیز کے متعلق علم صحیح کی نہایت درجہ ضرورت
ہو جاتی ہے۔

آسمان کیا ہے؟ اس حقیقت کو جاننا ہمارے لئے نہایت
لازم ہے کیونکہ کلام الٰہی میں "سماء اور سمٰوات" کے الفاظ بکثرت
وارد ہوئے ہیں اور ان کے متعلق طرح طرح کے خیالات لوگوں
میں پھیل گئے ہیں۔ سماء اور سمٰوات سے عام طور پر یہی سمجھا
جاتا ہے کہ یہ نیلی چھت سی جو دکھائی دیتی ہے پہلا آسمان ہے
اور ٹھوس دلدار چیز ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو
جب صلیب دی جا رہی تھی تو خدا نے انھیں آسمان پر زندہ بجسد عنصری
اٹھا لیا۔ اور وہ چوتھے آسمان پر رہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ
جب قیامت کا پہلا صور پھکیگا تو تمام آسمان ٹوٹ پھوٹ جائینگے
آسمان کاغذ کے تاؤ کی طرح لپیٹ لئے جائینگے۔

ان خیالات کو دیکھتے ہوئے آسمان کی حقیقت سمجھنے سمجھانے
کی بڑی ضرورت ہے۔ کیا یہ باتیں جو ذکر ہوئیں واقعی صداقتیں ہیں
یا اوہام ہیں؟ اگر یہ اوہام ہیں تو انھیں کلام الٰہی کی طرف منسوب
کرنا اور ان پر اعتقاد رکھنا سراسر ظلمت ہے۔

لہذا یہ تحقیق ضروری ہے کہ کلام الٰہی میں آسمان کی حقیقت
کیا بتاتا ہے اور قیامت کے دن آسمان کا ٹوٹنا پھوٹنا کیا معنی رکھتا ہے؟

جنوری ۱۹۴۲ء کے پیامبر میں ایک مقالہ "علم السمٰوات والارض"
شائع کیا گیا تھا جس میں سماء اور سمٰوات کے متعلق مفصل تحقیق و تدقیق
کی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ لغت عرب میں سماء کے معنی بلندی اور
بلند چیز کے ہیں۔ کتب معتبرہ لغات عربیہ سے متعدد حوالے دئے گئے
تھے اور قرآن مجید کی آیات سے بھی تائید و توضیح کی گئی تھی۔ بتایا گیا تھا کہ
سماء اور سمٰوات جن کے معنی بلندی اور بلند چیزیں ہیں مادی
اور معنوی دونوں پہلوؤں کی بلندی اور بلند چیزوں پر ان کا اطلاق
ہوتا ہے۔ یعنی مادی اور جسمانی بلندی اور بلند چیز کے لحاظ سے سماء
عربی زبان میں ہر اونچی چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ سماء النعل جوتے
کے اوپر والے حصے کو کہتے ہیں۔ بارش کو بھی عربی میں سماء کہتے
ہیں کیونکہ وہ اوپر سے آتی ہے۔ سبزے کو بھی سماء کہتے ہیں کیونکہ
وہ اوپر کو سر اٹھاتا ہے۔ بادل کو بھی سماء کہتے ہیں کیونکہ وہ اوپر ہوتا ہے

وسیع و بلند فضا کو بھی سماء کہتے ہیں۔ اور اسی ظاہری بلندی کے لحاظ سے کرّاتِ فضائی سمٰوات ہیں۔ اور کلامِ الٰہی کی آیات نقل کر کے ہم نے سماء اور سمٰوات کے اطلاقات دکھا دیئے تھے۔ ناظرین اصل مضمون میں تفصیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

پھر ہم نے کتابوں کے حوالے دیکر بتایا کہ قدیم ہیئت داں خیال کرتے تھے کہ آسمان ایک محسوس ٹھوس چیز ہے اور ستارے اس میں گڑے ہوئے ہیں اور جدید ہیئت داں کہتے ہیں کہ آسمان ہمارے اوپر کی فضا کا نام ہے جس کی کوئی حد و انتہا تصور میں نہیں آسکتی۔ اور اسی میں ستارے تیر رہے ہیں۔ اور عصرِ حاضر کے علمائے اسلام میں سے ایک جید عالم فریدی وجدی کی شہادت بھی پیش کر دی تھی کہ

"درست وہی ہے جو موجودہ ہیئت داں کہتے ہیں اور کتاب اللہ قرآن میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو گذشتہ ہیئت دانوں کے خیال کو قابلِ ترجیح ٹھہرائے" (کنز العلوم واللغۃ)

ہم نے بتایا تھا کہ سماء اور سمٰوات کا مفہوم معنوی بلندی کے لحاظ سے روحانی رفعتیں اور دینِ حق کی بلند تعلیمات ہیں۔ پھر ہم نے یہ بھی قرآن مجید کی آیات سے واضح کیا تھا کہ ہماری موجودہ تاریخ کے دور میں زمانۂ قرآن تک سات روحانی بلندیاں یعنی سات مستقل شریعتیں ہوئی ہیں۔ جو یہ ہیں۔ (۱) اسلام (۲) دینِ مسیحی (۳) دینِ یہودی (۴) دینِ صابی (۵) دینِ زردشتی (۶) ہندو دھرم (۷) بدھ دھرم قرآن مجید میں خداوند عالم نے جو "سبع سمٰوات" سات آسمان کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہی سات ادیانِ عالم مراد ہیں جو سات بڑی روحانی بلندیاں ہیں۔ جن کے زیر اثر سات بڑی امتیں برپا ہوئی ہیں۔

اس کی تائید اور تشریح میں ہم نے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ لکھی تھی جس میں خدا تعالیٰ نے سبع سمٰوات کی تفسیر لفظ "سبع طرائق" سے فرما دی ہے۔ جس کے معنے ہیں سات شریعتیں۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ سات ادیانِ عالم تاریخ کے شش ہزار سالہ دور میں پیدا ہوئے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شریعت ساتویں ہے حضرت آدم سے چھٹے ہزار کے اواخر میں ظہور فرما ہوئے تھے اس لئے قرآن مجید میں جو سمٰوات کے چھ دن میں پیدا ہونے کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے کہ یہ سات سمٰواتِ ادیان چھ ہزار سال کے عرصہ میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ خدا نے صاف فرما دیا ہے کہ ایک دن سے مراد ایک ہزار سال ہے۔

سماء و سمٰوات کے دونوں معنٰی یا مورد جو مادی پہلو اور روحانی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ہم نے ذکر کر کے کلامِ الٰہی کے حقائق کو واضح کر دیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ الفاظ جو کلام اللہ میں وارد ہوئے ہیں ان کی لغوی حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے ظاہری اور باطنی یا مادی و روحانی دونوں پہلوؤں سے جامع معنٰی مراد ہوتے ہیں جب تک کوئی زبردست وجہ ایک ہی پہلو کو مخصوص کرنے کی نہ ہو تب تک جامعیتِ کلام کو مدنظر رکھنا کلام کے لفظ اور معنی کے جمال و کمال کا ضروری و لازمی تقاضا ہوتا ہے۔

جہاں جہاں سماء، سمٰوات یا ارض کا ذکر ہو وہاں لازمی طور پر وہی مفہوم لینا چاہیئے جو قرآن کے مقصد و موضوع کا مرکز ہے جہاں مادی ارض و سماء مراد لینے کا قرینہ ہو وہاں مادی ارض و سماء مراد ہونگے۔ اصل موضوعِ قرآن کی وجہ سے روحانی معانی مقدم ہونگے۔ بخصوصاً جبکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا ہو جو روحانی پہلو کو واضح اور متعین کرتا ہو تو یقیناً وہاں روحانی معانی مراد ہونگے۔"

یہ ہے اس نقطۂ نظر کا خلاصۂ مقصد جو ہم نے پیامبر جنوری ۱۹۴۲ء کے مقالۂ "علم السمٰوات والارض" میں عرض کیا تھا۔

صحیفۂ البیان امرتسر مارچ ۱۹۴۲ء میں جناب خواجہ محمد عباد اللہ اختر نے مقالۂ "علم السمٰوات والارض" پر تنقید فرماتی

جس کا جواب ہم نے پیامبر اپریل ۱۹۴۲ء میں بعنوان "سبع سموات"
عرض کیا تھا۔ اس پر جناب خواجہ صاحب نے اکتوبر ۱۹۴۲ء کے البیان
میں ایک مضمون سپرد قلم فرمایا ہے۔ پیامبر اور البیان کے مکالمے کا
مختصر خلاصہ اور نئی گذارشات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس سے
حقیقت سما کی بحث میں مادی پہلو پر روشنی پڑتی ہے :۔

پیامبر | ہم نے سماء کے مادی معنی پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا
"آسمان صرف فضائے وسیع کا نام ہے کسی ٹھوس دلدار چیز کا نام
نہیں۔ (پیامبر جنوری)

البیان | سموات وارض وہی مادی اشیاء ہیں جو ہم برہنہ
آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ (البیان مارچ)

پیامبر | جناب نے یہ توضیح نہ فرمائی کہ وہ سماء جسے برہنہ آنکھ
سے ہم سب دیکھتے ہیں کیا چیز ہے۔ جسے آسمان کہا جاتا ہے کیا وہ کوئی
ٹھوس چیز ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آسمان اتنا موٹا دلدار ہے
کہ پانچسو سال میں یہ موٹائی طے کی جا سکتی ہے اور اسمیں ستارے
گڑے ہوئے ہیں یا یہ کہ آسمان نام ہے فضائے بلند کا جسمیں بے شمار
ستارے اور سیارے موجود و متحرک ہیں۔ سماء یا آسمان کے متعلق
جناب کا کیا خیال ہے۔ اگر آپ اسے ایک ٹھوس چیز خیال فرماتے ہیں
تو کیا قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے۔ اور اگر جناب آسمان کو ایک
فضائے وسیع یقین کرتے ہیں تو ہم آپ متحد ہیں" (پیامبر اپریل)

البیان | ہم نے لکھا تھا کہ سموات وارض وما بینہما مادی محسوسات
ہیں۔ فاضل مدیر اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس کی بھی توضیح
ہونی چاہئے کہ محسوسات کیا شئے ہیں؟"

"جو کچھ محسوس ہوتا ہے مادہ ہے جس کی مختلف صورتیں اور
تین حالتیں ہیں۔ جن میں سے ایک ٹھوس بھی ہے۔ یہ امر کہ سموات
محض فضائے بلند و وسیع و لا متناہی و بسیط ہیں جیسے حضرت علی
بطور حقیقت ثابتہ سمجھتے ہیں۔ میں جہاں تک میری ذاتی رائے ہے
ایسا نہیں سمجھتا" (البیان اکتوبر)

پیامبر | یہ بات کہ آسمان ٹھوس چیز ہے اسی کے متعلق ہم نے
جناب سے مطالبہ کیا ہے کہ کیا قرآن سے ثابت ہے؟ جناب کی
ذاتی رائے جس کی بنیاد قرآن پر نہ ہو اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔
اب تک تو جناب نے اس کے ثبوت میں کوئی آیت قرآن پیش نہیں
فرمائی۔ اب تلاش کر کے پیش فرما دیجئے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ
سماء یا آسمان فضائے بسیط نہیں بلکہ ایک ٹھوس دلدار چیز ہے
یہی بات زیر بحث ہے کہ کیا آسمان ایک ٹھوس چیز ہے۔ ہاں فضائے بسیط
کو سماء ہم بھی کہتے ہیں اور اس فضائے بسیط میں جو کرات
یا ستارے یا سیارے ہیں بلندی کے مادی مفہوم کے اعتبار سے
انھیں سموات کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیات سے ہم نے
عرض کر دیا تھا۔ اور چونکہ یہ فضائی کرات تعداد میں صرف سات نہیں
ہیں تو سبع سموات یا سات آسمان کی تحدید میں یہ کیسے مراد ہو
سکتے ہیں؟ "سبع سموات" سماء یا بلندی کے معنوی اعتبار سے
سات ادیان عالم ہیں جو روحانی معنی میں بلند چیز ہیں۔

البیان ۔ ہم نے فاضل ممدوح (مدیر پیامبر) کی توجہ تورات
پیدائش ب ۱ و ۲ کی طرف مبذول کی۔ وہاں ارشاد ہے سموات
والارض وما بینہما کی تخلیق ستۃ ایام میں ہوئی (البیان اکتوبر)

پیامبر | ہم عرض کر چکے ہیں کہ تورات کتاب پیدائش میں بھی
فضا کو آسمان کہا ہے (ب ۱) نیز قرآن مجید میں سماء فضائے وسیع
کو بھی کہا ہے اور سبع سموات سے مراد سموات ادیان ہیں۔
اپنی اپنی جگہ دونوں مفہوم درست ہیں۔

نیز ہم نے عرض کیا تھا کہ مادی سموات وارض اور ان کی تخلیق
سے ہمیں کب انکار ہے جس کے لئے کتاب پیدائش کا حوالہ دیا گیا ہے

لیکن اس نکتہ کو حل فرمایئے کتاب پیدائش میں یہ لکھا ہے کہ "خدا نے فضا کو بنایا" اور "خدا نے فضا کو آسمان کہا"۔ لیکن یہ اس کتاب میں کہاں لکھا ہے کہ سات آسمان بنائے۔ (پیامبر اپریل)

البیان ۔ سمٰوات تورات میں بصیغۂ جمع استعمال ہوا ہے۔

(البیان اکتوبر)

پیامبر ۔ تو اس سے مراد بلند کرّات ہو سکتے ہیں جو اعداد میں سات سے بہت زیادہ ہیں۔ سبع سمٰوات یا سات آسمان تورات میں کہاں لکھے ہیں؟ فأتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین

البیان ۔ قرآن کی ہر ایک آیت سے جہاں تخلیق کا مذکور فی ستۃ ایام تورات ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ (البیان اکتوبر)

پیامبر ۔ تورات میں ہرگز نہیں لکھا کہ خدا نے چھ دن میں سات آسمان بنائے۔ خواجہ صاحب کا یہ دعویٰ ہے تو کوئی آیت تورات میں سے پیش فرمائیں جس میں لکھا ہو کہ خدا نے چھ دن میں سات آسمان بنائے نیز ہم نے اپریل کے پیامبر میں خواجہ صاحب سے مطالبہ کیا تھا جس کا جواب انھوں نے نہیں دیا۔ اب ہم پھر وہ مطالبہ دہراتے ہیں۔ محترم خواجہ صاحب جواب عنایت فرمائیں کہ توریت میں آسمان و زمین کو ایک ایک دن میں بنانے کی تصریح ہے اور قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے کہ دو دن میں زمین کو بنایا۔ دو دن میں آسمان کو بنایا۔ یہاں توریت اور قرآن مجید میں بیّن اختلاف ہے۔ ان دونوں میں تطبیق کیا ہے۔ جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں تخلیق کا مذکور فی ستۃ ایام تورات ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے حالانکہ ایسا ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرآن اور تورات میں صریح اختلاف ہے

نیز قرآن مجید میں لکھا ہے کہ خدا نے دو دن میں زمین کو بنایا۔ چار دن میں زمین کی دیگر اشیاء بنائیں۔ پھر اس کے بعد دو دن میں سات آسمان بنائے۔ اور تورات میں لکھا ہے کہ آسمان دوسرے دن ہی بنایا۔ یہاں بھی قرآن و تورات دونوں کے بیان مختلف ہیں۔ بقول آپ کے قرآن میں تخلیق کا مذکور تورات ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے تو قرآن و تورات کی ان سب باتوں میں تطبیق کر کے دکھایئے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون۔ ہمیں خواجہ صاحب کے جواب باصواب کا نہایت شوق سے انتظار ہے۔

پیامبر ۔ جب آسمان فضائے بسیط ہے تو سات عدد آسمان کیا معنیٰ؟

(پیامبر اپریل)

البیان ۔ آپ کے دونوں دعوے کہ سمٰوات اور فضائے بسیط ایک دوسرے پر دلیل ہیں ایک دائرہ میں چکر لگاتے ہیں کہ سمٰوات فضائے بسیط ہیں تو سبع بے معنی اور سمٰوات سبع ہیں تو فضائے بسیط نہیں ہو سکتے۔

پیامبر ۔ ہم نے سماء کو فضائے بسیط کہا ہے نہ سبع سمٰوات کو فضائے بسیط کو بھی وسعت و بلندی کے اعتبار سے سماء کہتے ہیں۔ سمٰوات بھی بلند کرّات فضائی کو ان کی بلندی کے باعث کہتے ہیں۔ فضائے بسیط میں سات عدد کیا معنیٰ؟ فضائے بسیط تو ایک ہی فضا ہے اسی کو سماء کہتے ہیں اور سمٰوات فضا کو نہیں کہتے بلکہ ان بلند کرّات کو جو فضا میں موجود ہیں۔ اور فضا خلا نہیں بلکہ مادّہ کی خاص حالت جو ہوا اور ایتھر اور اس سے بھی لطیف اور لطیف تر صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر جناب یہی خیال رکھتے ہیں تو پھر اس امر میں ہمیں آپ سے اتفاق ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ فضا اس بیان کے مطابق بھی سات عدد نہیں۔ ایک ہی ہے۔ پھر آپ سات آسمان کیسے کہیں گے؟ اگر کرّاتِ فضائی کو کہیے گا تو وہ بھی سات نہیں۔ سات سے بہت ہی زیادہ ہیں۔ ہم آپ کا جواب نہایت شوق سے سُنیں گے۔

پیامبر ۔ جناب نے آیت تو لکھ دی اور مدیر پیامبر کے بیان کردہ معنی پر اعتراض بھی کر دیا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ جناب کے نزدیک سبع سمٰوات سے کیا مراد ہے؟

البیان ۔ حضرت ملّی ہم سے دریافت فرماتے ہیں کہ سمٰوات کی نسبت

ہمارا اپنا خیال کیا ہے؟ وہی کچھ ہے جو اولی الالباب (۳:۱۹۱) تذکر و تفکر سے خیال کرتے ہیں کہ سمٰوات والارض وما بینھما کی تخلیق باطل نہیں۔ پیامبر - جواب واضح ہونا چاہیے۔ حقائق کے انکشاف میں ایسی گنجلک باتیں مفید نہیں۔ ہمارے نقطۂ نظر کو غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ ہمارے سوالات کو نہایت توجہ سے حل فرمائیے تاکہ سمآء و سمٰوات کی حقیقت واضح ہو جائے۔ پہلے قرآن مجید سے یہ حقائق روشن ہو جائیں پھر ہم تازہ کلام الٰہی سے بھی ان حقائق پر روشنی ڈالیں گے۔ اور کسی حد تک کئی بار ہم پیامبر میں ایسا کر بھی چکے ہیں پھر بھی ہم جناب محترم اور تمام محقق دوستوں کی خدمت کے لئے بجان و دل حاضر ہیں۔

والسلام مع الاکرام

دُنیادار کا نظریۂ دین

(محترمہ شیریں فوجدار کے قلم سے)

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مذہبی دنیا میں کساد بازاری کا بڑا سبب اس کے علماء، پادری اور پنڈتوں کا عوام پر رعب ڈالنا اور متکبرانہ و مغرورانہ رویہ اختیار کرنا ہے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اگر دین واقعی دین ہے تو اسمیں انتظام، صحیح اصول اور عبادت کے مسلمہ طریقوں کا ہونا لازمی ہے۔ مگر یہ تمام ضروریات نہایت سادگی سے پوری ہو سکتی ہیں عبادت میں حسن خوبی کا ہونا ہمیشہ مرغوب رہا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ اس کا ہونا لازمی ہے۔ مگر ایک مہذب زمانہ اس کا مقتضی ہے۔

ہماری شہری زندگی، مناظر قدرت کے شرافت پیدا کرنے والے اثرات سے محروم ہے۔ (اس زمانہ میں وہ شہر درحقیقت خوش قسمت ہیں جن میں تازہ ہوا آتی ہے اور نیلا آسمان دکھائی دیتا ہے) پس ہمیں عبادت میں حسن پیدا کرنے کے لئے بناوٹی چیزوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ ہماری عبادت گاہوں کی تعمیر کی تہ میں یہی کوشش مخفی ہے کہ ہمیں عبادت کے لئے روح انگیز اور مناسب ماحول مہیا کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ گاتھی محراب' دعا میں جڑے ہوتے ہاتھوں کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اونچا مینار خدا کی طرف اشارہ کرتی ہوئی انگشتِ التماس ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ حسن سادگی پسند ہے۔ موجودہ فن کی ناکامیابی کی وجہ اس کی تدلیس ہے۔ جوں جوں خلوص کم ہوتا گیا۔ نقاشی کے عظیم الشان مذاہب کمزور ہوتے گئے۔ انسانی کارکردگی اور کامیابی کا راز' جو کام ہم کر رہے ہیں اس کام کی شانِ موزونیت میں ہے۔ مشہور فرانسیسی مصنف "اناتول فرانس" اس حقیقت کو اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ ہمیں یہ بتاتے ہوئے کہ بڑے بڑے کاموں کو کرنے کے لئے کیا کیا باتیں ضروری ہیں وہ لکھتا ہے "کسی چیز کا اندازہ لگا لینا ہی کافی نہیں ہے۔ اس پر اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے۔" رسومات کی بہتات عبادت میں ریاکاری کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔ ہر چیز کے لئے ایک حد مقرر ہے۔ حسن بھی ایک حد تک ہی اچھا رہتا ہے۔ وہ گنہگار

جو اپنے گناہ سے توبہ کرنے کے لئے اپنے سر کے بل کھڑے ہو کر خدا سے معافی مانگنے پر اصرار کرتا ہے اسے معافی ملنے کا اتنا خیال نہیں ہوتا جتنا اسے اپنے اس مضحکہ انگیز بازیگری کا خیال ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ شخص اتنا ریاکار نہیں جتنا وہ شخص جو خدا سے فریاد کرتے وقت لمبے چوڑے الفاظ گلا گھونٹ گھونٹ کر نکالتا ہے۔ روزی کمانے کیلئے دنیا دار چالاک اور گہرا ہو سکتا ہے۔ مگر عبادت کے وقت مسجد، گرجے یا مندر میں وہ ایک بے شعور بچے کی مانند ہوتا ہے۔ وہ خدا کے قریب ہونے سے گھبراتا ہے۔ وہ ایسا محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک مزدور ہے جو بادشاہ کے سامنے آیا ہے۔ اسی طرح جب ہم عبادت کی ظاہری باتوں کو چھوڑ کر ان اعتقادات کا جائزہ لیتے ہیں جو دین کی پشت و پناہ ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی سادگی کا تقاضا موجود ہے معمولی انسان کی روح خدا کی طرف ایسے ہی پھرتی ہے جیسے ایک پھول سورج کی طرف گھومتا ہے۔

پس دنیا دار اگر دیندار ہے تو اس لئے نہیں کہ اسے دیندار ہونا چاہئے بلکہ وہ دیندار اس لئے ہے کہ اسے دیندار ہونا پڑتا ہے۔ اس کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ خدا ایک بہت بڑی قوت کہیں ضرور ہے۔ خدا کی قوت یا خدا کے مقصد کو جاننا وہ زیادہ ضروری نہیں سمجھتا۔ مگر یہی خدا کے مقصد اور اس کی قدرت کی حفاظت کرنے کے بہانے سے مولوی، پنڈت اور پادری دنیا داروں میں ہڑبونگ اور تفرقہ ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے لمبے چوڑے لیکچر اور بڑی بڑی دلیلیں دیکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خدا فلاں بات کر رہا ہے اور ان کی دلیلوں کے خلاف جو دلیلیں دی جائیں وہ ان کو بڑے تشدد کے ساتھ دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور عموماً اپنا زور غیر ضروری رسم و رواج کو پورا کرنے پر خرچ کر ڈالتے ہیں۔ لوگ ایسی باتوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے کہ مسیح پانی پر کیوں چلا۔ یا محمدؐ نے چاند کے دو ٹکڑے کیوں کئے یا زرتشت اپنی پیدائش کے وقت کیوں ہنسا۔ دینی تجربہ کے بڑے حقائق کیلئے ان میں سے کوئی بھی چیز ضروری نہیں۔ عام لوگ منطقی نہیں ہوتے مگر اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ان کی اندرونی دینی تحریکات کی شہادت دینی پاک کتابیں دیتی ہیں اور ان کی مؤید ہیں۔ دین ہمارے انفرادی احساسات کا نام ہے مگر ان احساسات کی تعدیل، عقل اور روزمرہ کے تجربہ کی روشنی میں ہونی لازمی ہے۔

میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتی ہوں کہ پہلے تو میں کئی سال تک دین کی تلاش کرتی رہی اور بہترین دین کی تلاش میں لگی۔ بہت کچھ ذہنی مشقت کے بعد میں نے دین پایا۔ مگر کہاں پایا؟ ظاہری رسوم یا پوجا پاٹ میں نہیں۔ نہ کسی عقیدۂ مذہبی کے مقدس کھنبوں میں بلکہ اپنے دل کے اطمینان و سکون میں دین کے طالب کو جلوۂ حق کا ایسا ہی انتظار کرنا چاہئے جیسا ایک شاعر شاعرانہ وجدان کا انتظار کرتا ہے۔ خدا کی موجودگی اکثر تنہا راستوں میں یا نسیم سحری کے جھونکوں کے ساتھ محسوس ہوتی ہے۔ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتی ہوں کہ میں نے بہترین دین پالیا ہے۔ میرا ایسا کہنا شاید اچھے اچھے متمدن لوگوں کو بھی پسند نہ آئیگا۔ مگر میں دلیری سے یہ کہتی ہوں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ سب سے بہتر دین وہ ہے جو خدا اور اس کی مخلوق کے لئے ہمارے سچے اور گہرے احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ بعض ہندو دھرم کو دوسرے دھرموں سے بہتر خیال کرتے ہیں۔ بعض اسلام کی تعلیمات کو اچھا سمجھتے ہیں۔ مگر میں نے دین بہائی کو اس زمانہ میں بہتر پایا۔ اور میں نے اس کو قبول کیا۔ بہائی دین سب کا جامع ہے۔

حقیقت میں ماحول اور ابتدائی رجحانات کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے مگر مجھے اس بات کا پکا یقین ہے کہ دنیا دار سچے دین کے پانے سے اس لئے محروم رہتا ہے کہ وہ ادیان کی ظاہری شان و شوکت سے

مرعوب ہو جاتا ہے۔ موجودہ ادیان کے رسم و رواج کے بندھنوں میں بندھا ہوا وہ زندگی کی رَو میں بہتا چلا جاتا ہے۔ اگر ہمارے دینی امور کے مہتمم واقعی دنیا دار کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ان کو لازم ہے کہ وہ عبادت میں سادگی پیدا کریں اور دینی رسم و رواج کو دین کے ابتدائی اصول کے ساتھ مطابق بنائیں۔ مثلاً حق و صداقت" وحیِ الٰہی کے بموجب پیش کریں وہ اپنی خود ساختہ اہمیت کو بھول جائیں اور دنیا دار کو اس بات کا احساس کرنے میں مدد دیں کہ خدا اپنے کلام میں ایسا ہی پایا جاتا ہے جیسے دن میں نور۔

ہندوستان کی زمین ہمیشہ سے دین کی حاصل خیز زمین رہی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ اب بھی یہ ملک عصرِ حاضر میں دنیا کو روحانیات کی تعظیم و تکریم کے لئے مجبور کریگا۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ نمایاں جو حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ ترقی کی بہترین شکل اور بڑائی و عظمت کا سب سے بہتر طریقہ مستقل اخلاقی و روحانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان جو روحانیات کا ہمیشہ سے گہوارہ رہا ہے عصرِ حاضر کی افسوسناک مادیت کے خلاف ایک زبردست رکاوٹ ہیگا۔

ہندوستان کے مختلف حصص میں بہائیوں کی محافل میں جا کر دیکھا کہ انمیں ہر فرقہ۔ ہر مذہب اور ہر دین کے لوگ موجود ہیں۔ اور وہ آپسمیں ایسی محبت و الفت سے رہتے ہیں کہ میں احساس کرتی ہوں کہ میں نے کہیں ایسا سکون خیز حسن نہیں دیکھا۔ اُن کی عبادت رسم و رواج سے ایسی ہی مبرا ہے جیسے خاموشی آواز سے مبرا ہے۔ نہ تو ان میں کوئی دینی مولوی۔ پنڈت۔ پادری یا دستار ہے۔ نہ کوئی لا یعنی رسم ہے۔ سادہ۔ دیانتدار۔ خاکسار لوگ سادگی۔ دیانتداری اور خاکساری کے ساتھ اپنے خدا کی طرف اپنا دل اٹھاتے ہیں۔ یقیناً کوئی تہذیب یا تمدن اس سے بہتر زیبائش کا مقتضی نہیں ہوسکتا کوئی عبادت ان لوگوں کی عبادت سے بلند و برتر نہیں ہوسکتی جن کی دعا نوعِ انسان کی خدمت ہے۔

مَولُودِ خوش صفات

دہلی ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۴۲ء بموقع محفل عمومی جشنِ میلاد حضرت بہاء اللہ عز اسمہ[1]

۱
جہاں میں اس کی ولادت ہے آج اے احمد ۔۔۔ ہر ایک شانِ مقدس میں جو ہے فرد و احد
ثنا و وصف کی اس کے نہیں ہے کوئی حد ۔۔۔ ظہورِ ذاتِ صمد لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ

۲
عجیب عقدہ ہے۔ لیکن ہے اس کا حل بھی عجیب ۔۔۔ نہیں ہے حق سے حقیقت میں کوئی دور و قریب
شریک کوئی ہے اس کا نہ ہمسر اور رقیب ۔۔۔ ہے آپنا آپ وہ محبوب اپنا آپ حبیب

۳
نہیں ہے اس کے سوا کوئی دوسرا موجود ۔۔۔ وہی ہے موجدِ کُل کائنات و سِرِّ وجود
ہر ایک شان میں ہر شان کا وہ مالک ہے ۔۔۔ سوائے اس کے نہیں کوئی دوسرا معبود

۴
ثنا مسیح نے کی کہہ کے آسمانی پدر ۔۔۔ رسولِ پاک نے لَمْ یُولَد و یَلِد کہہ کر
جُدا ہے طرزِ ثنا۔ لیک مدعا ہے ایک ۔۔۔ ہر اک ثنا سے ہے یعنی ثنائے حق برتر

۵
ہیں اعتبار پہ قائم تمام توصیفات ۔۔۔ ہر ایک وصف سے برتر ہے درحقیقت ذات
جو کچھ کسی نے کہا حدِ وصف کے اندر ۔۔۔ وہ سب بجا ہے مگر در حدودِ محدودات

۶
اگر ہے اس کی ثنا اس کو لا و لد کہنا ۔۔۔ تو لفظِ والد و مولود سے نہ کیوں ہو ثنا
حقیقی معنوں میں بالذات ہے وہ والدِ کُل ۔۔۔ تجلیات میں مولودِ خوش صفات بنا

۷
پکارے ارض و سما مرحبا۔ مبارک باد ۔۔۔ خدا کا یومِ عظیم آگیا مبارک باد
تمام پردۂ اوہام اٹھے جاتے ہیں ۔۔۔ طلوعِ نیّرِ دورِ بہا مبارک باد

۸
بنایا اہلِ زمیں نے جسے نزاع کا دن ۔۔۔ قسم خدا کی ہے تکمیل و ارتفاع کا دن
تمام قوموں میں۔ دینوں میں اور حقائق میں ۔۔۔ ہے خود تضاد کے جوہر میں اجتماع کا دن

۹
ہٹے گا وہم دوئی کا ہر اک نشان احمد ۔۔۔ مگر ابھی ہے عیاں رمزِ امتحان احمد
بنے گا رشکِ جناں ایک دن جہان احمد ۔۔۔ خدا کی حمد کر کامل ہوا بیان احمد

[2] سیولد لنا الولد یسمّٰی عجیبًا مشیرًا الٰہًا قدیرًا۔ ابًا ابدیًا (کتاب نقدس اقتباس)

باسم محبوب عالمیان

یوم، یوم الله است و کلّ ماسواه بر هستی و عظمت و اقتدار او گواه بعضی شناخته و گواهی داده و برحق گواهی میدهند ولکن او را نشناخته اند شکّی نبوده و نیست که کلّ در حقیقت اولیه لعرفان الله خلق شده اند من فاز بهذا المقام قد فاز بکلّ الخیر و اینمقام بسیار عظیم است بشأنیکه اگر عظمت آن بتمامه ذکر شود اقلام امکانیه و اوراق ابداعیه کفایت ننماید و ذکر اینمقام را بانتها نرساند طوبی از برای نفسیکه در یوم الله بعرفان مظهر امر و مطلع آیات و مشرق ظهورات الطافش فائز شد اوست از مقدسین و مقربین و مخلصین اگرچه اینمقام در خود او بشأنی مستور باشد که خود او هم ملتفت نباشد ولکن ظهور آن را وقتی مقرر است مشاهده نما چه بسیار از ناسکین که از ربّ العلمین محروم مانده اند و چه بسیار از تارکین که باین فیض عظیم فائز گشته اند چنانچه در اعصار قبل شنیده اید مثلاً تمار بلقاء مختار فائز شد و عالم که خود را از اخیار و احبار میدانست محروم ماند قدری تفکر در کلمات منزل آیات نمائید تا از رحیق صافی که در آن مکنونست بیاشامید چه بسیار از عصاة که اریاح رحمت رحمن مرور نمود و ایشانرا طاهر و مقدس فرمود و چه مقدار از عاملین و آملین که بهواهای نفسیه تمسک جستند و از شطر احدیه ممنوع و محروم ماندند امر در قبضهٔ قدرت سلطان مقتدر است نسئل الله ان یوفق الکلّ علی ما یحبّ و یرضی مشاهده در علمای فرقهٔ شیعه نمائید که خود را اعلیٰ و اعظم و اجل و اکمل از سائر امم میشمردند و بعد از هبوب اریاح امتحان و ظهور جمال رحمن بهوی از کمین قرب و لقا بعید ماندند و از کوثر حضور و وصال نیاشامیدند. خود را بهترین خلق میشمردند و پست ترین آن نزد حق مذکور و مع ذلک شاعر نشده و نیستند

نیکوست حال کسیکه از اراده و رضا و مشیّت خود بکلمهٔ الهیه طاهر شد و باراده مُرادِ عالمیان پیوست اوست از جواهر خلق نزد حق متعال المتبتل الی الله بعضی از عباد عبدهٔ هوی بوده و هستند و بعضی عبدهٔ اقوال چنانچه مشاهده شد که چه مقدار از کتب در اثبات حق نوشتند و لیالی و ایام بذکر او مشغول بودند مع ذلک حرفی از بیانات حق را ادراک ننمودند و لعمرک از بحر علم رحمن فائز نشدند.

قدر این ایام را بدان لعمری ما رأت عین الابداع شبهها و حق را مقدس از کل مشاهده کن. اوست مجلّی بر کل و مقدس از کل اصل معنی توحید اینست که حق وحده را مهیمن بر کل و مجلّی بر مرایای موجودات مشاهده نمائید کل را قائم باو و مستمد از او دانید اینست معنی توحید و مقصود از آن. بعضی از متوهمین باوهام خود جمیع اشیاء را شریک حق نموده اند و مع ذلک خود را اهل توحید شمرده اند لا و نفسه الحق آن نفوس اهل تقلید و تقیید و تحدید بوده و خواهند بود توحید آنست که یک را یک دانند و مقدس از اعداد شمرند نه آنکه دو را یک دانند و جوهر توحید آنکه مطلع ظهور حق را با غیب منیع لایدرک یک دانی باین معنی که افعال و اعمال و اوامر و نواهی او را از او دانی من غیر فصل و وصل و ذکر و اشاره اینست منتهی مقامات مراتب توحید طوبی لمن فاز به و کان من الراسخین در اینمقامات بیانات لاتحصی از قلم اعلی جاری و نازل باید انشاء الله در صدد آن باشید که بیانات عربیه و فارسیه که در این ظهور احدیه از مطلع آیات الهیه نازل شده بقدر قوه جمع نمائید و مشاهده کنید لعمری لیفتح من کل کلمة علی قلبک باب العلم و الحکمة ان ربک لهو العلیم الحکیم لذا در این لوح مختصر نازل شده هذا من فضله علیک اشکر ربک فی ایامک بهذا الفضل المنیع نفوسیکه از این کاس آشامیده اند و باین مقام اعلی و رفرف اسنی فائز گشته اند کلمات ناس در ایشان تاثیر ننماید و اشارات نفسانیه آن نفوس را از شاطی بحر احدیه منع نکند و اینکه بعضی از افتتانات و امتحانات لغزیده و میلغزند آن نفوس فی الحقیقه باینمقام فائز نشده اند مثلاً اگر شخصی ندای ورقاء را فی الحقیقه استماع نماید البته بنعیق حیوانات از او ممنوع نشود در اینمقام کلمهٔ از مصدر فضل و مطلع رحمت کبری بر تو القا

میسنمائیم تا از اعراض و اغماض عباد و من فی البلاد و امتحانات قضائیه و افتتانات محدثه از صراطِ احدیّه باز نمانی و بدوام مُلک و ملکوت بر امر و حبّ مالکِ جبروت ثابت و مستقیم مانی - و آن کلمه کلمه الیست که لم یزل و لایزال در کتبِ الهیّه ظاهراً و باطناً بوده و آن هنیت که میفرماید یفعل الله ما یشاء و یحکم ما یرید - اگر نفسی بعرفانِ حق فائز شد و او را لیفعل ما یشاء و یحکم ما یُرید فی الحقیقه دانست دیگر از هیچ فتنه ممنوع نشود و از هیچ حادثه مضطرب نگردد اوست شاربِ کأسِ اطمینان و اوست فائز بمقامِ ایقان طوبیٰ لمن شرب و فاز و ویل للبعدین قدری تفکّر نما تا از زلال سلسال بیانِ مالکِ مبدأ و معاد بیاشامی و چون طیرِ روحانی خفیف شوی و بهواهای قدسِ معنوی پرواز کنی - و اگر نفسی باینمقام فائز نشود از اهلِ حق محسوب نبوده و نخواهد بود و فوز باینمقام بعنایتِ حق سهل و آسان بوده مع ذالک اکثری فائز نشده اند الامن شآء ربک المعتدر القدیر - چنانچه مشاهده شد بعضی از نفوس ادعای عرفان نموده اند و در ظاهر بایام الله و عرفانِ آن فائز مع ذلک بامری از امور باسفل سافلین راجع شده اند لعمری من سمع ندآئی و وجد منه حلاوة بیانی لن تمنعه سطوة الملوک ولا اشارات من علی الارض ولا حجبات العالمین فضل را مشاهده کن بمقامی رسیده که تو در محلِ خود ساکنی و حق در سجنِ اعظم مع بلایای لاتحصیٰ بذکر تو مشغول تا از عنایاتش محروم نمانی و از الطافش ممنوع نشوی و بعد از عرفانِ حق اعظم امور استقامت بر امر اوست تمسک بها و کن من الراسخین هیچ عملی اعظم از این نبوده و نیست اوست سلطانِ اعمال و ربک العلی العظیم - و آنچه از اعمال خواسته بودید در مثل این الواح ذکر آن جائز نه لاجلِ ضعفِ عباد و لکن اعمال و افعالِ حق مشهود و ظاهر چنانچه در جمیع کتبِ سماویه نازل و مسطور است مثل امانت و راستی و پاکی قلب در ذکرِ حق و بُردباری و رضای بما قضی الله له و القناعة بما قُدّر له و الصبر فی البلایا بل الشکر فیها و التوکل علیه فی کلّ الاحوال این امور از اعظم اعمال و اسبق آن عند حق مذکور و دیگر مابقی احکام فرعیه در ظلّ آنچه مذکور شد بوده و خواهد بود ان شآء الله آنجناب میرسد و بما نزّل فی الالواح عامل خواهند شد حال زیاده بر این ذکر آن جائز نه و آنچه از احکام از موثقین شنیده اید و یا در الواحِ الهیه مشاهده نموده اید عامل گردید تا بما بقی آن فائز شوید باری روحِ قلب معرفت الله است و زینتِ او اقرار بانه یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید و ثوبِ آن تقوی الله

وکمالِ آن استقامت کذلک یبیّن الله لمن اراده انّهٗ یحبّ من توجّه الیه لا اله الّا هو الغفور الکریم.
الحمد لله ربّ العلمین جناب اخوی علیه بهاء الله را تکبیرِ منیع از قبلِ مظلوم برسانید قل نعیماً لک بما اقبلت
الی قبلة العالمین. قد قُدّر لکم اجر من فاز بلقائه وحضر لدی عرش العظیم دراینصورت رجوع
بوطن احسن است که شاید از رجوعِ شما نفحاتِ حبّیه بر بعضی مرور نماید وانشاء الله بتأییداتِ حق
بتبلیغِ امرش مؤیّد خواهند شد قلب که ببحرِ اعظم متّصل شد البتّه از او انهارِ جاریه بظهور خواهد رسید
نظر باضطرابِ این ارض وشقاوت وغفلتِ اهلِ آن برحسب ظاهر اذنِ ورود ندادیم ولکن قد کتبنا لکم
اجر الواردین. قل الحمد لله ربّ العلمین

آیاتِ بیان

اقتباس از کتاب مستطاب بیان

"امروز هیچ علمی انفع از برای عبد نیست که بطورِ انصاف نظر در آیاتِ بیان نموده که حقیقتِ حق را بعینِ انصاف مشاهده نماید تا آنکه از لقای مظهری که لقاء او لقاء الله است و رضای او رضاء الله است محتجب نماند زیرا که کلّ خلق شده اند از برای همین. چنانکه خداوند نازل فرموده الله الّذی رفع السّموات بغیر عمدٍ ترونها ثمّ استوی علی العرش وسخّر الشّمس والقمر کلّ یجری لاجلٍ مسمّی یدبّر الامر یفصّل الآیات لعلّکم بلقاء ربّکم توقنون ۵"

"هرکس که خداوند در قرآن وعدهٔ جنّت داده بود در یوم قیامت راجع بشجرهٔ محبّت خود فرموده وانیست اعلی عُلوّ درجاتِ جنّت که برضاء الله فائز گردند وباقرار بتوحیدِ او متلذّذ. وآنهائیکه خداوند وعدهٔ نار فرموده بود راجع بکلمهٔ نفی فرموده وآنها در آن نفی معذّب شده زیرا که هیچ عذابی اعظم از احتجاب عن الله وایمان باو نیست"

"قسم بذاتِ مقدّسِ خود که هیچ جنّتی از برای این خلق اعلی از ظهورِ من وآیاتِ من نیست و هیچ ناری اشدّ از احتجاب بمن وآیاتِ من نیست."

"مُراد از یوم قیامت یومِ ظهورِ شجرهٔ حقیقت است.

ومشاہدہ نمی شود کہ احدے از شیعہ یوم قیامت را فہمیدہ باشد بلکہ ہمہ موہومات امرے را توہم نمودہ کہ عند اللہ حقیقت ندارد وانچہ عند اللہ و عند عرفِ اہلِ حقیقت مقصود از یومِ قیامت است اینست کہ از وقتِ ظہورِ شجرۂ حقیقت در ہر زمان بہر اسم الیٰ حینِ غروب آن یومِ قیامت است۔"

"واز حینِ ظہورِ شجرۂ بیان الیٰ مایغرب قیامتِ رسول اللہ ہست کہ در قرآن خداوند وعدہ فرمودہ کہ اول آن بعد از دو ساعت و یازدہ دقیقہ از شب پنجم جمادی الاول ۱۲۶۰ھ کہ سنہ ۱۲۷۰ بعثت می شود اول یومِ قیامت قرآن بودہ والیٰ غروب شجرۂ حقیقت قیامتِ قرآن است زیرا کہ شئے تا بمقامِ کمال نرسد قیامتِ او نمی شود وکمالِ دینِ اسلام الیٰ اول ظہور منتہی شد واز اول تا حینِ غروب اثمار شجرۂ اسلام انچہ ہست ظاہر می شود وقیامتِ بیان در ظہورِ من یظہرہ اللہ ہست۔"

"خداوند کل را وعدہ بیوم قیامت دادہ زیرا کہ یوم ی است کہ کل عرض برخدا می شوند کہ عرض بر شجرۂ حقیقت باشد وکل بلقاء اللہ فائز می گردند کہ لقاء او باشد۔ زیرا کہ عرض بذاتِ اقدس ممکن نیست ولقاءِ او متصور نہ۔ وانچہ در عرض ولقاء ممکن است راجع بشجرۂ اولیہ است"

ہیچ شئے از محبوب خود محتجب نگشتہ کہ اگر از کلامِ آن حکمے صادر شود الیٰ یوم القیمۃ خواہد شد و ہمان اہل جنت در جنت متنعم و اہلِ نار در نار معذب خواہند بود وحال کہ یومِ قیامت است محلِ فصلِ قضا در این جبل است۔

"خداوند لم یزل ولا یزال قرب و بعدِ او بکل اشیاء بر حدِ سواء بودہ۔ ہیچ شئے بالنسبۃ باو اقرب از شئے نیست یا البعد چہ عرش در فوقِ سموات باشد بزعمِ متوہمین یا مقرِ شجرہ کہ عن اللہ ناطق است

"وذاتِ الہی لم یزل ولا یزال ظہورِ آن عینِ بطون است وبطونِ او عینِ ظہورِ اوست وانچہ از ظہور اللہ ذکر می شود مراد شجرۂ حقیقت است کہ دلالت نمی کند الا براو۔

"وانچہ ذکر استواءِ او بر عرش شدہ استوارِ ظہورِ اوست بر قدرت نہ این عرشِ جسد کہ سریر یا کرسی در فوق ارض باشد یا فلکِ اطلس۔

"اگر نظر کنی از ظہورِ اول کہ آدم اول باشد الیٰ مالا نہایہ ذات شئے نمی بینی الا اللہ ونمی توانی عارف شوی بمظہرِ الوہیت الا از شجرۂ ظہورِ او کہ مشیتِ اولیہ باشد زیرا کہ غیرِ این در امکان ممکن نیست۔"

"ہر ظہور بعد علتِ ظہورِ قبل است عند اللہ لظہور اشرفیت زیرا کہ خلقِ عیسیٰ از برای ظہورِ رسول اللہ شد چنانچہ خلقِ قرآن از برای خلقِ بیان وخلقِ بیان از برای

ظهور من یظهره الله۔

آثارِ ظهورِ حقیقت در هر ظهورے تحفه ایست من قبل الله از برائے او در ظهورِ بعدِ او که نشائے اُخرائے اوست۔

در ظهورِ مشیتی بارتفاعِ نفسِ ظهور کلمات آن هم مرتفع تر است از کلماتِ قبل او بل اوّل نشاءِ اولیٰ و ثانی نشاءِ اُخریٰ عندالله و عند اولی الافئده محقق است بلکه نیست اوّل الّا از برای ثانی و نه ثانی الّا از برائے ثالث و نه ثالث الّا از برای رابع الی مالانهایه لها بها منها الیها همان قدر که فضلِ رسول الله است بر عیسیٰ همان قدر فضلِ قرآن است بر کتابِ قبل و همین قسم در ظهورِ بعد و در ظهورِ بعدِ بعد لیس لامر الله من حدٍ ولا لما یتجلی الله من تعطیل۔

و اگر شبهه اعظم بودنِ قرآن نزد اولوا الافئده نیست بر کتابِ الف در ظهوراتِ بعد هم شبهه نخواهد ماند و نیست ظهورِ بعد الّا بعینه ظهورِ اوّل بنحوِ اشرف و نه کتابِ او الّا همان کتابِ اوّل بنحوِ اشرف۔

و ظهورِ مشیت در هر ظهور، ظهورِ مهیمنه بر کل است ظهوراتِ جزئیه در ظلِ او ذکر می شود۔ مثلاً اگر چه از ائمه یا شیعیان ظهور الله مرتفع می گردد در ظلِ ظهورِ رسول الله مستظل می گردد۔

شکی نیست که از برائے خداوند عوالم و اوادم مالانهایه بوده و غیر از خدا کسی محصی آنها نبوده و نیست۔

جنت در هر زمان کمالِ آن زمان است و امروز کمال در بیان است نه در دون آن و در ظهور من یظهره الله در کتابِ او الی مالانهایه همین قسم ترقی می نماید۔

چه بسا نفسیکه در ظهورے مومنین و در ظهور دیگر در نار و چه بسا نفسیکه در ظهورِ قبل در نار و در ظهورِ بعد در جنت و از برائے ظهور الله نه اوّل بوده نه آخر۔

و لم یزل و لا یزال این شانِ مشیت بوده عندالله و خواهد بود و هیچ ظهورے نمی شود الّا آنکه از مومنین بآن ظهور از برائے ایمان بظهورِ بعد عهد گرفته می شود که اگر وفا کنند احدے در نار نمی ماند۔

کل خیرے که در بیان ظاهر شود راجع باوّل من قال بلیٰ میگردد که تصدیقِ نقطهٔ حقیقت را نموده و اوّل خلقِ او در علیین واقع شده و کل شئون دونِ خیر راجع باوّل من قال لا میگردد و اوست نارے که فوقِ آن در بیان نیست و او جنتے است که فوقِ آن در بیان نیست الی ظهور من یظهره الله

در هر ظهورِ مشیتی ساعت بحقیقتِ اوّلیه اوست۔
اگر در ظهورِ او خبرے از قبل او نزد کسے ذکر شود لائق است ذکر ان الساعة آتیة لا ریب فیها که مدلول بر علوِ اوست و امروز ساعت نفسِ بیان است که می آید مردم را و حکم میکند بر ایشان الی یوم القیمه۔

عید میلاد

در تہنیت و مبارکبادی جشن ولادت باسعادت قلب عالم امکان مظہر ذات پاک یزدان حضرت بہاءاللہ جل ذکرہ

بتاریخ ۱۲- نومبر سنہ ۱۹۴۲ء بموقع جشن عید میلاد در بہائی ہال بمبئی خوانده شد

ساقیا ساغر بلور ضیاء است مبارک بادا
دلبرا مژدهٔ از تارج بہاء است مبارک بادا
خبرے تازه ز ارباب صفا آمده است مبارک بادا
ہاتفی گفت بآواز ہمین میگویم

عید مولود بہاء است مبارک بادا

شجر فیض الٰہی بجہان پر ثمر است
عاشق بی خبر از خویش چرا بی خبر است
شاہد مقصد من لؤلؤ و دُرِ گہر است
که ز سر دفتر افلاک برین میگویم

عید مولود بہاء است مبارک بادا

عاشق وصل بہاء نرگس ریحان بطلب
عاشقی را تو ز پروانهٔ جانان بطلب
تشنه گر تو بیا شربت ایمان بطلب
آنچه استاد ازل گفت ہمین میگویم

عید مولود بہاء است مبارک بادا

چشم جادوی صنم رویت دیدار بہاست
حسن اخلاق اُمم مطلع انوار بہا است
صفت جود و کرم خلقت کردار بہاست
گر که آشفته نگردی بتو این میگویم

عید مولود بہاء است مبارک بادا

بلبل باغ سمن عارف بستان وفا
فخر گلزار چمن ساقی ایوان صفا
مصدر خلق حسن مخزن اسرار خفا
جلوه گر آمده با اہل زمین میگویم

عید مولود بہاء است مبارک بادا

ز عتیقی روش عیش و مسرت آموز
ز بہائی صفت مہر و محبت آموز
سخن کبر بنه عدل و مروت آموز
که نجات است در این دین مبین میگویم

عید مولود بہاء است مبارک بادا

تقدیم کننده اقل العباد رحمت اللہ عتیقی

ذوق التجاء

از کلامِ حضرت نبیل علیہ الرضوان

دگرم شرر زده بر روان شجرِ بهات بها بها
دگرم کشانده بطورِ جان جذبِ سنات بها بها

دل و دین نمانده مرا بکف که نثار خاکِ رهت کنم
سر و جان نه درخورِ این شرف که شود فدات بها بها

نه رهم بشهرِ بقا دهی که ببر کنم قمصِ بقا
نه بسوی بحرِ فنا رهی که شوم فدا ت بها بها

تو که جان بجسم جهانیان بیکی نظاره دمیده
چه شود که گاه گهی فتد نظرے بمات بها بها

بسما زِ نای تو زمزمه به ثریٰ ز اسم تو همهمه
دلِ دلبرانِ جهان همه دود از فقات بها بها

سر و جانِ جملهٔ اولیا شغفاً لحبّ تو شد فدا
بنظاره در طلبِ لقا همه انبیات بها بها

اثرے نمانده ز ذاتِ من که بهم وَرَد سبحاتِ من
چه شود که از ظلماتِ تن دهیم نجات بها بها

دگرم نمیٔ سر و کارِ نے بجزم تو دلبر و یارِ نے
دلِ من یکے و هزارِ نے شده مبتلات بها بها

چه شود به پیش بخوانیم ز زلالِ نور چشانیم
به بساطِ روح نشانیم بیک التفات بها بها

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد چہارم جنوری سنہ ۱۹۴۳ء نمبر اوّل

مناجات

ای خدا ذوقِ نکتہ دانی دہ — رہ سوی نکتۂ نہانی دہ

چشم را نورِ حق شناسی دہ — گوش را ہوشِ حق ستانی دہ

قلب را جستجوئے حق جوئی — روح را رزقِ آسمانی دہ

عمر را زندگیِ جاویدان — جانِ باقی بعمرِ فانی دہ

جملہ را با مقربانِ حضور — ہم نشینی و ہمزبانی دہ

ظلماتست جملۂ کلمات — تو ازان آبِ زندگانی دہ

لفظِ معنی بقدرِ دانشِ ماست — تو بالفاظِ ما معانی دہ

انچہ میباید- انچہ میشاید — ماند انیم انچہ دانی دہ

انک انت قاضی الحاجات

عالم الغیب رافع الدرجات

تقدیس

خداوند عالم فرماتا ہے:۔

" بتقوی اللہ تمسک نمائید و بذیل تقدیس تشبث کنید"

تقویٰ اختیار کرو اور پاکیزگی کا دامن مضبوط تھام لو۔

" تقدیس ہی وہ اعلیٰ مقام ہے جو انسان کی شان کے لائق ہے۔ اسی مقام پر پہنچکر انسان معراج کمال حاصل کرتا ہے۔ بغیر تقدیس کے کوئی خوبی میسر نہیں ہوتی۔ گناہ کی آلودگی وہ دلدل ہے جسمیں پھنس کر انسان قعرِ ذلت میں گرجاتا ہے اور اسی راہ سے ابدی ہلاکت میں گرفتار رہتا ہے۔

تقدیس انسان کے لئے وہ خلعت ہے جس سے انسان بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبول حاصل کرتا ہے۔ اور بقائے دوام کی عزت و راحت پاتا ہے۔ پاکیزگی ہی وہ قلعہ ہے جو کوئی اسمیں داخل ہوتا ہے سرمدی امن و امان میں رہتا ہے۔

جو روح گناہوں سے آزاد ہوتی ہے ہمیشہ کی خوشی اسی کے لئے ہے اور وہ اس طرح عالم ہستی میں رہتے ہوئے سب سے بالاتر رہتی ہے جیسے پھول پانی پر تاج کی مانند رہتا ہے جو روح گناہوں اور بد اخلاقیوں میں آلودہ ہوتی ہے وہ مادی دنیا کے بحرِ ظلمات میں اس طرح ڈوب جاتی ہے جیسے پتھر پانی میں غرق ہو جاتا ہے۔ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے

" اے میرے بندے! دنیا کے بندھن سے اپنے آپکو رہائی دے اور اپنے نفس کے قید خانے سے اپنے آپکو آزاد کر۔ وقت کو غنیمت سمجھ کہ یہ وقت جو اب حاصل ہے پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ اور پھر تو اس عمر کو ہرگز نہ پائے گا۔"

چونکہ کیچڑ میں لتھڑے ہوئے پروبال اُڑنے پر قادر نہیں ہوتے۔ اس لئے انسان کو لازم ہے کہ غفلت و اوہام کی کیچڑ میں پھنسنے سے اپنے آپ کو بچائے۔ کینہ اور حسد کی دلدل سے محفوظ رہ کر تقدیس و عرفان کے آسمان پر بلند پرواز ہو۔

جسم اور جسمانی چیزیں انسان کی غلام ہیں۔ لیکن بہت لوگ ہیں اپنے غلاموں کے غلام بنے ہوئے ہیں ؎

جب تک انسان خام ہوتا ہے
خواہشوں کا غلام ہوتا ہے

اور یہی چیزیں جو انسان کی غلام بنائی گئی ہیں جب انسان ان کو اپنا مخدوم و مقصود بنالیتا ہے تو پھر یہی چیزیں اس کے لئے مہلک اور دشمنِ جان ثابت ہوتی ہیں۔

خداوندِ عالم فرماتا ہے:۔

" دوست کی یاد میں مگن رہو اور دشمن سے بچتے رہو تمہارے دشمن تمہاری وہ چیزیں ہیں جنھیں تم نے اپنی خواہشِ نفسانی سے جمع کر رکھا ہے اور اپنی جان کو اُن میں آلودہ کر لیا ہے۔ جان تو جانان کی یاد کے لئے ہے۔ اُسے پاک و پاکیزہ رکھو۔"

اور فرماتا ہے:۔

" تم زمین کی طرح سراپا تسلیم ہو جاؤ تاکہ تمہاری

زمین ہستی سے خوشبودار رنگا رنگ اور پاکیزہ گلزارِ عرفان نمودار ہو جائیں اور تم آگ کی مانند تیز اور گرم ہو جاؤ تاکہ غفلت کے گہرے پردوں کو جلا ڈالو۔ اور غفلت کے پردوں میں پڑے ہوئے سرد جسموں کو محبتِ الٰہی کی گرمی سے زندہ اور قائم رکھو۔ اور تم ہوا کی مانند لطیف بنو۔ تاکہ تم میری محبت کی تقدیس کے خلوت خانے میں داخل ہو جاؤ"۔

منادیِ غیب پکار رہا ہے:۔

"اے فرزندِ وجود! تیرا دل میری فرودگاہ ہے میرے اترنے کے لئے اسے صاف ستھرا کر۔ تیری روح میرا جلوہ گاہ ہے میری جلوہ آرائی کے لئے اسے پاک و پاکیزہ رکھ"۔

آسمانِ رحمت سے صدا آ رہی ہے:۔

"اے چلتی پھرتی مٹی! میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور میں تیرے پاس ہوں اور تو مجھ سے بے تعلق اور بے آس بنا ہوا ہے۔ تیرے گناہ کی تلوار نے تیرے درختِ امید کو کاٹ ڈالا ہے"۔

"اے خاک پر اگنے والی گھاس! یہ کیا بات ہے کہ شکر میں تنے ہوئے ہاتھ سے تو اپنے کپڑے کو نہیں چھوتا۔ نفسانی خواہشوں کے میل کچیل سے بھرا دل لے کر میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے اور میرے پاک مقامات میں آنا چاہتا ہے"۔



نیکی اور نیک آدمی

وہ مالک جس نے سب کو بنایا ہے اُسی کی رحمت میں سب کے لئے پناہ ہے۔ جو کوئی اس کی رحمت کے سایہ تلے زندگی بسر کرتا ہے۔ سب سے بڑا خوش نصیب ہے۔

خدائی رحمت کا ایک بڑا نشان یہ ہے کہ انسان کے دل میں دوسروں کے لئے رحمت کے جذبات موجزن ہونے لگتے ہیں۔ انسان کا دل تعصب سے پاک ہو جاتا ہے اور مخلوقِ الٰہی سے محبت کا برتاؤ کرنے لگتا ہے۔ سب کی بھلائی چاہتا ہے۔ جس شخص کے دل کی یہ حالت ہو وہ سمجھ لے کہ اس پر خدا کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔

دنیا کی سب نعمتیں خدا کی رحمت ہیں۔ لیکن دل کا محبت گاہ بن جانا بڑی رحمت کا ظہور ہے۔ ایمان اور نیکی رحمتِ الٰہی کے محبوب اثرات ہیں۔ نہایت مستعدی سے رحمت کی جستجو کرنی چاہئے۔ جو لوگ کمزوروں کی دستگیری کرتے ہیں قدرت کا ہاتھ ان کی دستگیری کرتا ہے۔ جو لوگ ظالموں کو دباتے ہیں اور مظلوموں کی مدد کرتے ہیں وہ سچے بہادر ہیں۔ خدا ان کا حامی ہوتا ہے۔ باہمت و شجاع وہ لوگ ہیں جو بے خوف ہو کر امرِ حق کو قبول کرتے ہیں۔ اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ جو غیر خدا سے ڈرتے ہیں وہ شرک سے دور نہیں جو انسان با اخلاق ہوتا ہے قدرت دلوں میں اس کی عزت پیدا کر دیتی ہے۔ جو لوگ کلام الٰہی پر یقین رکھتے ہیں وحیِ الٰہی کی خوشگوار ہواؤں میں زندہ رہتے ہیں۔ جو مقدس روحیں

اسرارِ حقیقت کی تلاش میں سرشار رہتی ہیں۔ انھیں ایک لازوال خزانہ ملتا ہے۔ وحیِ الٰہی کا ہر کلمہ ایک جامِ حقیقت ہے۔ جس کی خوشبو سے حیاتِ ابدی کا دماغ معطر ہوتا ہے۔ ہر پیغمبرِ حق بادۂ وحدت کا ساقی ہوتا ہے۔ شرابِ معنوی کے پینے والے سراپا عقل وہوش ہوتے ہیں۔ جذباتِ نفسانی میں مبتلا رہنے والے کوثرِ روحانی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جلوۂ حقیقت آفتابِ عالمتاب کی مانند ظاہر و آشکار ہے۔ لیکن مجازی آنکھیں دید سے محروم ہیں۔ فطرت جذبۂ شوق سے لبریز ہے۔ لیکن مادیت کا حجاب نظر کو مرکز تک نہیں پہنچنے دیتا۔ شعلۂ اشتیاق پورے طور پر بھڑک اُٹھے تو تمام پردے جل جائیں۔ اور اُس محبوب کا جلوۂ نور دکھائی دے جائے جو سب نوروں کا نور ہے۔ اس کام کے لئے ایک عظیم محرک لازم ہے۔ ایک سچے ہادی و رہنما کی ضرورت ہے۔ جن کی فطرت پر غبار نہیں آیا وہ جلوۂ مقصود کو بے حجاب دیکھ لیتے ہیں۔ آنکھ جب تندرست ہوتی ہے تو سب کچھ خود بخود دیکھتی ہے۔ اور باایں ہمہ ذرا سے پلک سے آنکھ ڈھک جاتی ہے اور ساری کائنات نظر سے چھپ جاتی ہے۔ ہمیشہ دھیان رکھنا چاہیے کہ چشمِ بصیرت پر کوئی حجاب نہ آجائے۔ جو لوگ روحانی بیداری میں ہوشیار رہتے ہیں وہ صحیح علم و عمل پر ایسے قائم رہتے ہیں کہ دنیا بھر کی خوبیں اور طاقتیں انھیں ہٹا نہیں سکتیں۔ وہ دوسروں کو بھی اچھی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ اپنے اقوال سے بھی نصیحت کرتے ہیں اور اعمال سے بھی بہترین نمونہ دکھاتے ہیں۔ وہ اچھے پاکیزہ اخلاق سے دلوں کو مسخر کرتے ہیں۔ ان کے پاک اعمال دینِ حق کے کامیاب مبلغ ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب سے علم و معرفت کے چشمے نکلتے ہیں۔ ان کی باتوں میں زندگی بخش اثر ہوتا ہے۔ عالمِ غیب سے انھیں فیوضِ الٰہی پہنچتے ہیں۔ ایسے لوگ روحانی طبیب ہوتے ہیں جو دل کی بیماریوں کو اچھا کرتے ہیں۔ اُن کا سراپا امانت کی قمیص سے آراستہ ہوتا ہے۔ راستبازی اُن کا لباس ہوتا ہے۔ وہ روحانی کمالات میں ترقی کرتے ہیں۔ یہانتک کہ تمام عالم سے اونچے مقام پر جا پہنچتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر لوگوں کی آنکھ کھل جائے تو سب لوگ حق پرستی کے لئے جان فدا کر دیں۔ سیدھی سادھی بات یہ ہے دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو سچائی اور اچھائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ ہر انسان کی روح بھلائی کو چاہتی ہے۔

ایک یہ بھی حقیقت ہے کہ نیک آدمیوں کی عزت و عظمت سب کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بُرے اخلاق و اعمال اور بُرے آدمیوں سے سب کو گھن آتی ہے۔ یہ ایک فطری اور قدرتی بات ہے۔ اس سے حق و صداقت کی عظمت آشکار ہو جاتی ہے۔

جنابِ فاضل علمی

آخر نومبر میں طویل تبلیغی سفر کے لئے دہلی کو تشریف لیگئے ہیں آپ اُن مقامات کا بھی دورہ کرینگے جہاں نئی محافل اور جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ تاکہ وہ ان جماعتوں کی تنظیم کرسکیں۔ ایدہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کا موجودہ پتہ یہ ہے:۔

"پریم نگر۔ علیگڈھ۔"

رفتارِ جنگ اور جدید تمدّن

تین سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا کہ مغربی جنگ کے شعلوں میں جہاں مغربی دنیا بھسم ہو رہی ہے وہاں مشرقی دنیا بھی ان شعلوں کی لپٹوں سے جھلس رہی ہے۔ بڑی بڑی حکومتیں پریشان ہیں۔ روسار مضطرب ہیں۔ اُمرار متفکر ہیں۔ غربار بے چین ہیں۔ علمار مضطرب تو جہلار منقلب ہیں۔ یہ اضطراب و انقلاب صرف اس لئے ہے کہ دنیا بھر کے علمار۔ مُدبّرین اور سیاسیون کو بتایا جاتے کہ حقیقی علم۔ صحیح تدبیر۔ بہترین سیاست کا جاننے والا صرف اور صرف خدائے عالم الغیب ہی ہے۔ جو ہمیشہ ہمیشہ سے ضرورت کے وقت اپنے بندوں کو اپنے فرستادہ کے ذریعے حقیقی علم۔ صحیح تدبر اور بہترین سیاست دیتا رہا ہے۔ اور دُنیا کی کوئی طاقت ایسی نہ تھی خواہ علمی ہو یا سیاسی جو اس خدائی علم اور سیاست کو پھیلنے سے روک سکی ہو۔

آج سے تقریبًا ایک صدی پہلے حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعظم نے دنیا بھر کے علمار و مُدبّرین اور سیاسیون کو گوناگون طریق سے مطلع فرمایا کہ عصرِ حاضر کے لئے جس علم اور تدبر اور سیاست کی ضرورت ہے خداوند عالم نے کامل طور پر اس علم و سیاست کو میرے ذریعے ظاہر کر دیا ہے۔ جو شخص بھی اس صحیح علم اور سیاست سے استمساک نہ کریگا پستی کے جہنم میں گرایا جائیگا۔

دنیا بھر کے نام نہاد علمار اور سیاسیون نے اس ناصح مشفق کی آواز پر کان نہ دھرا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علمار کے غلط علم سے اقوام گمراہ ہوئیں۔ اور سیاسیون کی غلط سیاست نے اقوامِ عالم کو جہنم کا نمونہ بنا دیا۔

عالم انسانی کی اس عبرتناک جہنمی موت کو دیکھ کر ماہرین سیاست دنیا کے مستقبل میں جس "نظام جدید" کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ ایک ماہر قانون کے الفاظ میں ہم درج کرتے ہیں۔

دہلی کے اخبار "رفتار جنگ" کے صفحہ ۵ پر بعنوان "ایک چینی ماہر قانون کی رائے" لکھا ہے:۔

"چین کے ایک مشہور ماہر قانون وانگ چنگ ہوئی نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ جنگ کے بعد دنیا کے نظام کی بنیاد قوموں اور نسلوں کی مساوات کے اصول پر ہونی چاہئے اور یہ جماعت کثرت رائے سے جو کچھ فیصلہ کر دے اسی کی سب حکومتیں پابند ہوں ہتھیاروں کا استعمال ممنوع ہونا چاہئے۔ سوائے اس صورت کے کہ بین الاقوامی جماعت کسی ملک کو اپنی حفاظت کے لئے اسکی اجازت دے۔ بین الاقوامی بری۔ بحری اور ہوائی پولیس ہونی چاہئے جو ایک بین الاقوامی عدالت کے ماتحت ہو۔ معاشی معاملات کے طے کرنے کے لئے بھی ایک بین الاقوامی ادارہ ہونا چاہئے۔ دنیا کے مختلف ملکوں کو چاہئے کہ اپنی حفاظت کے لئے گروہ بنالیں۔"

ایک ماہر قانون کی یہ تقریر جسے آج بنظر استحسان دیکھا جا رہا ہے آج سے تقریبًا ایک صدی پہلے بہائی تعلیمات میں مکمل اور مفصل طور پر پیش

کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد البہاء؛ حضرت بہاء اللہ جل اسمہ الاعلیٰ کی
تعلیمات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ کہ

"مسئلہ صلح عمومی کے متعلق حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ
ایک محکمہ کبریٰ بنانا چاہئے۔ کیونکہ تمام قوموں کی جماعت اور
لیگ آف نیشنز اگرچہ وجود میں آچکی ہے لیکن پھر بھی وہ
صلح عمومی کا مقصد پورا نہیں کرسکتی۔ لیکن وہ محکمۂ کبریٰ
وہ لیگ اقوام جس کو حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ہے وہ
اس فرض کو نہایت طاقت وقوت کے ساتھ ادا کرسکتی ہے
اور وہ یہ ہے کہ ہر سلطنت وملت کی پارلیمنٹ اپنی اکثریت
واقلیت کے مطابق اسے دو یا تین مدبر آدمیوں کو
منتخب کرے جو تمام حکومتوں اور قوموں کے حقوق
اور قوانین اور عالم انسانی کی ضروریات سے واقف
ہوں۔ اور ان منتخب شدہ اشخاص کے متعلق دار الامرا
یا مجلس حکام یا مجلس وزراء یا صدر جمہوریت یا بادشاہ
تصدیق کرے تاکہ یہ لوگ اس سلطنت وملت کے
منتخب نمائندے سمجھے جائیں۔ یہ محکمۂ کبریٰ ایسے
اشخاص سے مرکب ہوگا۔ اور تمام عالم انسانی
اسمیں شریک ہوجائیگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر
نمائندہ اپنی ملت یا سلطنت کا قائم مقام ہوگا
جب یہ محکمہ کسی بین الاقوامی عدالت کا بالاتفاق
یا کثرت آراء سے فیصلہ کریگا تو مدعی یا مدعا علیہ
دونوں کو چون وچرا کی گنجائش نہ ہوگی۔ جس وقت
کوئی سلطنت اس محکمۂ کبریٰ کے اٹل فیصلہ کو
التوا میں ڈال دے گی یا اس کے نفاذ میں تاخیر
کریگی تو تمام عالم انسان اس کے خلاف کھڑا
ہوجائے گا۔ کیونکہ اس لیگ اقوام کی پشت پر
تمام سلطنتیں ہونگی۔ غور کیجئے کس قدر مضبوط
اصول ہے۔ لیکن کسی محدود اور بے طاقت
جماعت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔"

(رسالہ صلح کل صفحہ ۲۳ - ۲۴)

مختصر یہ کہ رفتارِ جنگ اپنی سرعتِ رفتاری سے زر اور
زور کی طاقتوں کو کچلتے ہوئے عالمِ انسانی کے ذہنوں کو
اس اصولِ اتحادِ بشر کے قریب لا رہا ہے۔ جسے عصرِ حاضر
کے لئے خدا نے مقرر فرمایا۔ کاش زر اور زور کے بل بوتے
پر حکومت کرنے والے آج بھی اس سنہری اصول، خوبصورت
مضبوط اور مکمل اصول حکومت کو سمجھیں۔ اور ماہرانِ قانون
اس اصول حکومت کو حکومتوں کے سامنے زور وشور سے
پیش کریں۔ تاکہ نوعِ بشر گہوارۂ امن میں چین کی زندگی
بسر کرے۔ ورنہ سیاسیون اور حکومتوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ
عصر حاضر کے مستقبل کے لئے خدا نے آج اسی اصولِ حکومت
کو پسند فرمایا ہے جو نافذ اور جاری ہوکر رہیگا۔ اور دنیا کا
کوئی علم اور کوئی طاقت اسے نہ روک سکیگی۔ ع

بر رسولان بلاغ باشد و بس

ایم۔ اے۔ صمد آگاہی۔ دہلی

علمائے اسلام سے چند سوالات

(۱)

عذابِ قبر

اردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ جید برقی پریس دہلی کے صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے :-

"عائشہ نے رسول اللہ صلعم سے عذابِ قبر کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا قبر کا عذاب حق ہے"

(بخاری و مسلم)

اسلامی معتقدات کے مطابق جیسا کہ محولہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر قبر کا عذاب حق ہے۔ تو کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ

(۱) منکر نکیر قبر کے اندر کیسے داخل ہوتے ہیں؟

(۲) مردہ قالب میں روح کیونکر واپس آجاتی ہے؟

(۳) اگر قبر ستر گز مربع کھل جاتی ہے تو اوپر کی مٹی نیچے کیوں نہیں گرتی (۴) قریب کی قبروں کے مردے کہاں چلے جاتے ہیں (۵) جلنے والے۔ ڈوب جانے والے مردوں کے لئے یہ برحق عذاب کیونکر ثابت ہے (۶) اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ وہ (یعنی کافر قبر میں) ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیگا۔ یہاں تک کہ خدا اس کو اس جگہ سے (یعنی قبر سے) اٹھائے۔ (ترمذی) (مشکوٰۃ المصابیح اردو ص۴۹) جبکہ ڈوبنے والے کی قبر سمندر کی مچھلیاں ہوں؟

اگر کہا جائے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جو انسان کو مرنے کے بعد ملتی ہے تو

(الف) قبر کے ستر گز کھلنے اور کافر کو دبانے کا کیا مطلب ہے؟

(ب) اس قبر میں کافر کو ۹۹ یا ۷۰ اژدہوں کے کاٹنے اور ڈسنے کے کیا معنی ہیں؟ (مشکوٰۃ المصابیح ص۵۱) کیا ان اژدہوں سے مومن خوف نہ کھائینگے؟

(ج) آنحضرت صلعم نے فرمایا "میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں کے اندر فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔ یعنی تم کو آزمایا جائیگا اور یہ امتحان فتنۂ دجال کے قریب قریب ہوگا۔"

(مشکوٰۃ المصابیح اردو ص۴۲)

پس اگر قبر سے مراد مرنے کے بعد ملنے والی جگہ ہے تو اس قبر کے مردوں کو فتنۂ دجال کے قریب امتحان سے کیا تعلق؟ جبکہ ظہور دجال اس دنیا میں ہے اور اس کے فتنہ و امتحان کا تعلق زندوں سے ہے نہ کہ مردوں سے؟

(2)

برزخ

(۱) اگر قیامت تک ارواح برزخ میں رہینگی اور انھیں جنت اور دوزخ کی سی راحت یا تکلیف قیامت تک پہنچتی رہیگی تو

(الف) اس راحت اور رنج میں وہ دو آدمی کیسے مساوی ہو سکتے ہیں جو ابتدائے آفرینش میں مرے (مومن یا کافر) اور جو عین اس وقت مرے جبکہ

آسمان اور زمین کی ہر شے مع برزخ فنا ہو جائیگی اور صرف
خدا ہی کی ذات باقی رہ جائے گی۔ اور اس کے بعد مومن
اور کافر جنت اور دوزخ میں داخل کر دیئے جائینگے

(ب) جبکہ قبر کے معنی برزخ ہیں اور عذاب قبر برحق ہے
اور یہ قبر قیامت کے دن ختم ہو جائیگی۔ تو عین قیامت
کے دن مرنے والوں کے لئے یہ عذاب قبر کیونکر برحق
ثابت ہوگا جبکہ قبر ہی ختم ہو چکی؟

(ج) برزخ کی راحت اور تکلیف کیونکر مجرا دی جائے گی؟

(3)

فنائے کُلّی

(۱) کہا جاتا ہے کہ صور کے نفخۂ اول کے وقت زمین و آسمان کی
ہر شے محو و معدوم ہو جائے گی اور صرف ذاتِ خداوندی
باقی رہ جائے گی۔ یہ عقیدہ قرآن کریم کی مفصلہ ذیل آیات
کے مخالف ہے:-

(الف) ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات ومن فی
الارض الا من شآء اللہ (الزمر)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کے
رہنے والے بیہوش ہو کر گر جائینگے۔ لیکن وہ جسے خدا چاہے"
پس جبکہ صور کے نفخۂ اول کے وقت فنائے کلی
ثابت نہیں بلکہ بیہوش ہونا ثابت ہے۔ تو فنائے کلی کا
عقیدہ غلط ہے تو اگر صَعِقَ کے معنی موت کئے جائینگے
تو بھی الا من شاء اللہ کے ظل میں بعض لوگوں کو موت سے
مستثنیٰ تسلیم کرنا ہوگا۔ اور اگر کہو کہ نفخ صور اول میں اہل برزخ
یا موسیٰ علیہ السلام بیہوش نہیں ہونگے تو بھی صرف خدا کی
ذات اکیلی نہ رہی۔ اور فنائے کلی ثابت نہ ہوئی۔ الغرض

دوگونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
عذاب فرقتِ لیلیٰ و صحبتِ لیلیٰ

(ب) شیطان نے کہا انظرنی الیٰ یوم یبعثون (الاعراف ۱۴)
مجھے اس وقت تک مہلت دیجئے جبکہ یہ لوگ مر کر جی اٹھیں
فرمایا انک من المنظرین' تو ان میں سے ہے جن کو
مہلت دی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور اس کے ساتھی لوگوں
کے مر کر جی اٹھنے تک فنا نہیں ہونگے۔ ورنہ یوم یبعثون
تک مہلت ثابت نہیں ہوگی۔ اور اگر مہلت درست ہے
تو فنائے کلی ثابت نہیں ہوگی۔ یعنی یہ کہ صرف اور صرف
خدا ہی کی ذات اکیلی رہ جائے گی۔ حالانکہ لوگوں کے مر جانے
پر شیطان اور وہ لوگ جو مہلت دیئے گئے ہیں زندہ رہینگے
کیونکہ ان کی مہلت یوم یبعثون تک ہے۔ یعنی مر کر جی
اٹھنے تک۔ پس خدا کی ذات اکیلی نہ رہی اور فنائے کلی
ثابت نہ ہوئی۔

4

یوم البعث

(۱) یوم البعث میں منکرین دو موتوں اور دو زندگیوں کے مقر ہیں
(المومن ۱۱) یہ دو موتیں اور دو زندگیاں کون سی ہیں؟

(الف) اگر کہا جاتا ہے کہ ایک موت نیستی کی حالت ہے جس سے
انسان پیدا ہوا۔ اور ایک ظاہری موت۔ تو صور کے
نفخۂ اولیٰ کے وقت فنائے کلی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدا
کی ذات کے ساتھ اہلِ برزخ ہونگے۔

(ب) اور اگر نفخ صورِ اولیٰ کے وقت اہلِ برزخ کی موت تسلیم کرو۔ تو فنائے کلی تو ثابت ہوگئی۔ مگر موتیں دو کی بجائے تین ہوگئیں۔ جو منشائے قرآنی کے خلاف ہے

(ج) اور اگر ایک موت ظاہری اور ایک نفخ صورِ اولیٰ کی موت تسلیم کرو۔ تو چونکہ نفخ صورِ اولیٰ میں مرنے والوں کے ساتھ ہی برزخ ختم ہوگیا۔ اس لئے نفخ صورِ اولیٰ سے مرنے والوں کی ایک ہی موت ثابت ہوئی اور یہ بھی کلامِ الٰہی کے خلاف ہے۔

(د) اگر نفخ صورِ اولیٰ سے مرنے والوں کے ساتھ پیدائش سے پہلے کی موت لگا کر دو موتیں کہو تو بعض کے لئے تین اور بعض کے لئے دو موتیں ثابت ہوئیں۔ اور کلیہ غلط ہوگیا۔ جو کلامِ الٰہی کے منشاء کے خلاف ہے۔

(ہ) نیز برزخ کے متعلق یہ الفاظ ہیں:-

ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون (المومنون: ۱۰۱)

اور ان کے سامنے (یعنی مرنے والوں کے سامنے) برزخ ہے اس دن تک جو اٹھائے جائیں۔

پس برزخ کا یوم البعث تک رہنا ضروری ہے۔ اس لئے

(۱) خدا کی ذات اکیلی نہ رہی اور فنائے کلی ثابت نہ ہوئی۔

(۲) پیدائش سے پہلی حالت کا نام موت رکھنا غلط ہے کیونکہ موت نام ہے زوالِ حیات کا نہ کہ عدم اور نیستی کا

(۳) جس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلا کہ موت ایک ہی ثابت ہوئی یعنی ظاہر طور پر مرنا۔ برزخ چونکہ یوم البعث تک ہے اس لئے دوسری موت ثابت نہیں۔ پس دو موت اور دو حیات کے کیا معنی ہوئے؟

(۵)

حشرِ اجساد

کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم انسانوں کو اسی جسم کے ساتھ کھڑا کریگا جیسا کہ فرمایا:- ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانه (القیٰمۃ ۳،۴)

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کرینگے؟ ہاں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے (سارے) اعضاء کو پورا کریں۔

افریقہ کے وحشی جو انسانوں کو کھا کھا کر پلے ہیں اگر قیامت کے دن ان وحشیوں کے جسموں سے ذرات لیکر کھائے ہوئے انسانوں کے اعضاء کو پورا کیا گیا تو افریقہ کے بیشمار وحشیوں کے اجسام عدمِ محض ہو جائینگے۔ در این صورت یہ لوگ جنت اور دوزخ میں کیونکر جائینگے؟ اور ان کا حساب کتاب کیونکر ہوگا؟ اگر کہو کہ دوسرے انسانوں کے ذرات لیکر ان کے جسم پورے کئے جائینگے تو دوسرے انسان عدم ہو جائینگے۔ در این صورت وہ لوگ نہ جنت میں بھیجے جا سکتے ہیں نہ دوزخ میں؟

(۲) اور اگر کہو کہ ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون ○ (الواقعہ ۵۶: ۶۱) یعنی ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری شکل بدل کر لائیں اور تمہیں اس صورت میں پیدا کریں جو تم نہیں جانتے" کے ماتحت ان لوگوں کی شکل جدا اور بنا دے گا تو نئے بنے ہوئے لوگوں نے جب کوئی نیک یا بد کام کیا ہی نہیں کیونکہ یہ ابھی ابھی بنائے گئے ہیں تو جنت کا انعام اور دوزخ کی سزا کس عمل کی پاداش ہوگی؟

(۳) جبکہ قانونِ حرکت کے ماتحت ہر ساتویں سال جسم کا ہر ذرہ بدل جاتا ہے تو ستر سالہ بڈھے نے اپنی عمر میں دس قالب اختیار کئے۔ ان دس قالبوں میں سے جزا یا سزا کا مستحق

کون سا قالب ہوگا ؟

(6)

دیدارِ خداوندی

(۱) قرآن کریم میں ہے" یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون (رعد) یعنی دینِ اسلام کی تدوین وتکوین اور قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ کی تشریح وتفصیل کا مُدعا منتہیٰ یہ ہے کہ تم لقائے ربّانی کا یقین کرلو۔

اور آنحضرت صلعم نے ایک خطبۂ حج میں فرمایا (اے لوگو!) عنقریب تم اپنے پروردگار سے ملوگے۔ وہ تم سے تمھارے اعمال کو پوچھیگا۔" (اردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ص۱۰۵)

پس نصِ قرآنیہ وحدیثیہ کی رو سے سوال یہ ہے کہ کیا خدا کی ملاقات اور اس کی رو بہ رو گفتگو ممکن ہے؟ اگر ممکن ہے تو دو بدو گفتگو کرنے والے اور ملاقات کرنے والے کا تجسم لازم آتا ہے۔ کیونکہ بغیر تجسم دو بدو گفتگو اور ملاقات ناممکن ہے اور لزومِ تجسم خدا کے حدوث پر دال ہے اور ہر حادث فانی ہے۔ جو ذاتِ خداوندی کے منافی ہے۔ پس بتایا جائے کہ ملاقاتِ خدا اور اس کا اعمال انسانی کے متعلق پوچھ گچھ کرنا کیونکر ممکن ہے؟

(۲) قرآن کریم میں ہے جآء ربک (الفجر) اے محمدؐ تیرا رب آئیگا۔" اور حدیث شریف میں ہے کہ زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس گئے اور ان سے حجاج کے مظالم کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا کہ صبر کرو: اس لئے کہ آئندہ جو زمانہ آئے گا وہ زمانہ گذشتہ سے بدتر ہوگا۔ اور اسی طرح اس کے بعد کا زمانہ اس سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ تم خدا سے جاملو۔ یہ بات میں نے تمھارے نبی صلعم سے سُنی ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح اردو ترجمہ ص۸۷)

قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کا رب آئیگا۔ اور وہ اپنے رب سے ضرور ملینگے۔ نیز یہ کہ رب سے ملنے سے پہلے پہلے کا زمانہ بدترین ہوگا۔ یعنی مسلمانوں کی بدترین حالت رب سے ملاقات کے وقت سے رو بہ اصلاح ہوجائے گی۔ کیونکہ اہل اسلام کی بدترین حالت لقائے ربانی تک ہی بیان کی گئی ہے۔ توکیا یہ لقاءِ ربانی اہل اسلام کو اسی دنیا میں حاصل ہوگی؟ تاکہ اہل اسلام کی بدترین حالت رو باصلاح ہوجاتے؟ اور اگر فنائے عالم کے بعد خدا سے ملاقات ہوگی تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ فنائے عالم تک اہل اسلام کی حالت بدترین ہی رہیگی۔ دراین صورت

(الف) مہدی ومسیح کی آمد اور ان کے اہل اسلام کی حالت کو بہتر بنانے کی پیشینگوئیاں بیکار ہوئی جاتی ہیں۔ کیونکہ بقول آنحضرت صلعم مسلمانوں کے لئے مستقبل کی ہر گھڑی بد سے بدترین ہے۔ حتّٰی تلقوا ربکم۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ دراین صورت کوئی مہدی۔ مسیح' امتِ محمدیہ کا مصلح قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(ب) فنائے عالم کے بعد اہل اسلام کی حالت بہتر ہوگا کوئی باعثِ فخر نہیں ہے۔ کیونکہ اسوقت نوعِ بشر کا ہر فرد جزائے اعمال کی وجہ سے بہتر ہوجائیگا۔ نہ کہ مسلمان من حیث القوم بہتر ہوجائینگے۔

(۳) حدیث شریف میں ہے کہ

(الف) "خدا تعالے تم پر مخفی نہیں ہے۔ وہ کانا نہیں ہے اور مسیح الدجال کانا ہے۔"

(ب) "خبردار دجال کانا ہے اور تمھارا پروردگار کانا نہیں ہے۔"
(اردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ص۸۸۵)

ان احادیث میں اللہ اور رب کو مسیح الدجال کے بالمقابل رکھکر فرمایا کہ اللہ اور رب تو کانا نہیں مگر دجال کانا ہے۔

یہاں اللہ اور رب کو دجال کے بالمقابل کیوں رکھا ہے؟
اگر کہو کہ دجال ادعائے الوہیت و ربوبیت کرے گا۔ تو ہوگا تو آخر
انسان ہی پھر حقیقی اللہ اور رب کے بالمقابل اسے کیوں رکھا؟
کیا حقیقی اللہ اور رب کے بالمقابل یہ تمیز کافی نہیں؟ کہ وہ انسان ہے
اور کوئی انسان حقیقی اللہ اور رب نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص اس صورت میں
کہ بقول اہل اسلام اسم اللہ کا اطلاق بجز حقیقی اللہ غیب منیع
لا یدرک کے کسی انسان پر ہوتا ہی نہیں۔ پھر غیب لا یدرک
کے بالمقابل رکھ کر کہنا کہ اللہ کانا نہیں اور دجال کانا ہے کیا خصوصیت
رکھتا ہے؟ جبکہ مقابلہ دجال اور مسیح کا ہے نہ کہ اللہ اور دجال کا

؟ ؟ ؟

پیغامِ صلح کے نامہ نگار سے چند سوالات

اخبار پیغام صلح لاہور مجریہ ۱۲ر نومبر ۱۹۴۲ء کے صفحہ ۱ پر لکھا ہے

"تورات شریف کی طرح قرآن مجید کا بھی یہی مذہب ہے
کہ ایک مدعیِ ماموریت کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے
کا مترادف ہے"

(۱) جماعت احمدیہ آف لاہور جناب مرزا صاحب کو ایسا ہی مدعیِ ماموریت
خیال کرتی ہے جیسا کہ جناب سید احمد بریلوی کو "تیرھویں صدی
کا مجدد" مانتی ہے۔ اور اسلام کے یہ بارھویں خلیفہ مدعیِ ماموریت
ہونے کی حیثیت سے قتل ہو گئے (دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱ سطر ۲)

پس اگر قرآن شریف کا یہ مذہب ہے کہ "ایک مدعیِ ماموریت
کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے کا مرادف ہے" تو کیا
جماعت احمدیہ آف لاہور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کے بارے میں یہ اعلان کرے گی؟ کہ حضرت موصوف چونکہ مدعیِ ماموریت
ہونے کی حیثیت میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس لئے قرآن مجید کے
مذہب کے مطابق سید احمد بریلوی (نعوذ باللہ) ملعون تھے۔

(۲) اور اگر تورات شریف کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایک مدعیِ ماموریت
کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے کا مترادف ہے" تو کیا جماعت
احمدیہ آف لاہور حضرت یحییٰ کے بارے میں یہ اعلان کرے گی
کہ حضرت موصوف چونکہ مدعیِ ماموریت ہونے کی حیثیت میں
اس لئے تورات شریف کے مذہب کے مطابق حضرت یحییٰؑ
(نعوذ باللہ) ملعون تھے۔ کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہے
کہ حضرت یحییٰ قتل ہو گئے (دیکھو اخبار الفضل ۱۷ر ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۲)
نیز خود تورات شریف سے بعض انبیاء کا فی الواقع قتل ثابت ہے
(ملاحظہ ہو تفسیر بیان القرآن صفحہ ۶۲)

(۳) حضرت مسیح کو واقعہ صلیب ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا۔
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱)

اس واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح پر کیا وحی نازل ہوئی؟
کتنے عرصہ تک وحی نازل ہوتی رہی؟ وہ وحی کس قوم کے پاس
ہے؟ ان امور کا تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں۔ جو اس بات کا
قطعی ثبوت ہے کہ واقعہ صلیب کے ساتھ ہی حضرت مسیح ختم
ہو گئے۔ اگر ختم نہیں ہوئے تو واقعہ صلیب کے بعد کی وحی اور

اس قوم کا ثبوت جس قوم کو وہ وحی سنائی گئی پیش کرنا چاہئے مگر واقعۂ صلیب کے بعد کی وحی اور اس وحی کے سننے والی قوم کا ثبوت نہ ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ حضرت مسیح کی شہادت واقعۂ صلیب سے ہو چکی ہے - درایں صورت جماعت احمدیہ لاہور کے لئے دو ہی راستے ہیں - ایک یہ کہ وہ واقعۂ صلیب کے بعد کی مسیحی وحی اور اس قوم کا تاریخی ثبوت بہم پہنچاتے جس قوم کے پاس واقعۂ صلیب کے بعد کی وحی کا مجموعہ ہو - اور اگر یہ ثبوت بہم پہنچ نہ سکے جیسا کہ یقیناً بہم نہیں پہنچایا سکتا - تو تسلیم کرے کہ واقعۂ صلیب کے ذریعے حضرت مسیح کی شہادت واقع ہو گئی - اور اعلان کرے کہ "تورات شریف کے مذہب کے مطابق (نعوذ باللہ) حضرت مسیح کا قتل ملعون ہونے کے مترادف ہے ۔"

(۴) جبکہ تورات شریف کے مذہب کے مطابق ایک مدعیِ ماموریت کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونے کے مترادف ہے" اور مسیح کا قتل ہونا یہودیوں پر نہ کھلا - اور خدا نے ۶۰۰ سال بعد اس عقدہ کو کھولا - تو ۶۰۰ سال کے درمیانی عرصہ کے یہودی حضرت مسیح کو (نعوذ باللہ) ملعون سمجھنے میں کیوں حق پر نہیں ہیں؟ جبکہ حضرت مسیحؑ واقعۂ صلیب کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر کسی یہودی کے سامنے نہیں آئے "تا خدا کی طرف سے اتمامِ حجت ہو جاتی - اور یہود سمجھ جاتے کہ "مدعیِ ماموریت قتل نہیں ہوا کرتا - اور خدا نے جو فیصلہ نازل کیا وہ ۶۰۰ برس بعد - درایں صورت حضرت مسیح اور آنحضرت صلعم کے درمیانی زمانہ کے یہود تورات شریف کے مذہب کے مطابق حضرت مسیح کو (نعوذ باللہ) ملعون سمجھنے میں قطعی حق بجانب ہونے چاہئیں - کیا احمدی جماعت آف لاہور یہ اعلان کرے گی؟ کہ اس ۶۰۰ برس کے زمانہ کے یہودی حضرت مسیح کو ملعون سمجھنے میں حق پر تھے؟ ورنہ ثابت کرنا پڑیگا کہ کہ فلاں فلاں یہودی نے حضرت مسیح کو بعد صلیب زندہ دیکھکر ان کی زندگی کا اعلان کیا تھا - اور اس اعلان پر فلاں فلاں یہودی ایمان لائے تھے - یا خدا نے ۶۰۰ برس کے اندر اندر فلاں فلاں شخص پر یہ وحی کی تھی کہ مسیح قتل نہیں ہوا - کیونکہ وہ مدعیِ ماموریت تھا -

اگر ہمارے مجیب کو ان سوالات کا جواب نہ آئے جیسا کہ ہم بانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ رہتی دنیا تک وہ اور ان کے ہم خیال جواب نہیں دے سکینگے تو انھیں اپنے اس غلط عقیدہ سے رجوع کر لینا چاہئے کہ "مدعیِ ماموریت قتل نہیں ہو سکتا" اور تورات شریف اور قرآن مجید کے حقیقی مذہب کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے -

"ایڈیٹر اہلحدیث سے چند سوالات"

؟؟؟

قادیان اپنے پیشوا کو آج دنیائے اسلام کے سامنے "موعود اسلام" کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے - چنانچہ پیغام صلح کے نامہ نگار کے جواب میں ہم نے پیامبر مئی ۱۹۴۳ء میں کہا تھا کہ قرآن کریم اور احادیث کی رو سے "موعود اسلام" جو مصلحِ اسلام ہے - وہ لقائے ربانی کا مصداق ہے - اور اس مقام اور دعوے سے جناب مرزا صاحب اور بارہ سو برس کے مدعیانِ اصلاح اسلام کو دور کا بھی تعلق نہیں ہے - البتہ تیرہ سو برس میں اس مقام کا ادعاء صرف حضرت بہاء اللہ جلّ اسمہ الاعلیٰ ہی نے

کیا ہے اور وہی صادق مصلح اسلام ہیں۔ اس پر فاضل مُدیر المحدیث لکھتے ہیں کہ۔

"اِن آیات اور احادیث میں لقآء اللہ سے مراد اللہ کی لقاء ہے جو بعد الموت ہر مومن کو حاصل ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی"۔ (المحدیث ۹ر جون ۱۹۴۲ء ص۲)

ہم نے جو حدیث قرآن کریم کی آیات کے بعد پیش کی تھی۔ وہ یہ ہے:۔

"ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لئے (یعنی مسلمانوں کے لئے) کوئی ایسا سال نہیں ہے کہ وہ ایک کے بعد دوسرا سال ہے مگر تمھارے لئے بدترین نہ ہو پہلے سال سے (تمھاری یہ حالت اس طرح بد سے بدترین ہوتی چلی جائے گی۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ حضرت انس سے یہ بھی روایت ہے کہ تم پر کوئی سال اور کوئی دن نہیں آئیگا۔ مگر وہ آنے والا دن اور آنیوالا سال گذشتہ دن اور گذشتہ سال سے بدترین ہوگا۔ یہانتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے۔ یہ حدیث بخاری اور نسائی نے روایت کی ہے"۔ (حجج الکرامہ ص۲۶۹)

(پیامبر مئی ۱۹۴۲ء ص۱۷)

اسی حدیث میں صریح طور پر مسلمانوں کی حالت کے یوماً فیوماً بد سے بدترین ہوتے جانے کا تذکرہ ہے اور اسی کی حد لقاء ربانی ہے۔ یعنی مسلمانوں کی بدترین حالت لقائے ربانی تک رہیگی۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ صادق مصلح اسلام یا موعود اسلام "لقاء ربانی" کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ اور تیرہ سو برس میں اس مقام کا دعویٰ کسی مصلح اسلام یا "مدعی موعود اسلام" کی طرف سے پیش نہیں کیا گیا۔ خواہ جناب میرزا صاحب ہوں یا کوئی دوسرا مسلمان مدعی اصلاح اسلام یہی وجہ ہے کہ اہل پیام مدعی قادیان کو صادق "موعود اسلام" تسلیم نہیں کرتے۔ ایڈیٹر المحدیث فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اور اس حدیث شریف میں جو لقائے ربانی کی پیشگوئی ہے۔ وہ ہر مومن کو بعد الموت حاصل ہوتی ہے اور ہوتی رہیگی۔ اس پر ہم جناب اڈیٹر صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ

(۱) اگر یہ پیشگوئی (متعلقہ لقائے ربانی) ہر مومن کی موت سے متعلق ہے۔ تو کیا ہر مومن کی حالت موت سے پہلے پہلے بدترین ہوتی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو مومن لقائے ربانی کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی حالت موت سے پہلے بدترین تھی۔ من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ پس یہ پیشگوئی در این صورت بھی پوری نہ ہوئی اور اگر جواب نفی میں ہے تو لقائے ربانی کی حد اور اس سے پہلے بدترین حالت کے کیا معنے ہیں؟

(۲) اگر مسلمانوں کی بدترین حالت "موعود اسلام" کے ظہور تک ہی رہیگی۔ کیونکہ "موعود اسلام" بدترین حالت کو بہترین بنانے کے لئے ہی ظاہر ہوگا۔ تو بدترین حالت کی حدبندی ہوگئی۔ اس صورت میں "موعود اسلام" "لقائے ربانی" کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی بدترین اور بہترین حالت میں حدِ فاصل "لقائے ربانی" ہے۔ در این صورت لقائے ربانی اسی دنیا میں ہوئی نہ کہ مرنے کے بعد۔ اور اگر کہو کہ مرنے کے بعد تو کیا المحدیث کو یہ تسلیم ہے کہ مسلمانوں کی حالت فنائے عالم تک بدترین ہی رہیگی؟ کیونکہ مسلمانوں کی بدترین اور بہترین حالت میں حدِ فاصل "لقائے ربانی" ہے۔ جو بقول المحدیث مابعد الموت ہے۔ اور

موت سے پہلے مسلمانوں کے لئے بوجہ آنحضرت صلعم ہر آنے والا دن بد سے بدترین ہے۔ بہتری کی کوئی گھڑی اس قوم کے لئے نہیں ہے۔

(۳) اگر اس حدیث (متعلقہ لقاء ربانی) کی رو سے فناءِ عالم تک مسلمانوں کے لئے ہر آنے والی گھڑی بدترین ہی ہے تو مہدی اور مسیح کے ظہور و نزول کا انتظار کیوں ہے؟ جبکہ بقول آنحضرت صلعم ہر مسلم کے لئے لقائے ربانی تک ہر آنے والی گھڑی بدترین ہے نہ بہترین۔

(۴) مرنے کے بعد اگر خدا سے ملاقات مسلّم ہے تو خدا کا تجسّم لازم آتا ہے اور تجسّم حدوث کا مقتضی ہے۔ اور حدوث فنا کا مقتضی ہے۔ تو اہلحدیث خدا کو فانی خیال کرتا ہے؟ اگر نہیں تو خدا کی ملاقات بغیر تجسّم کیونکر ممکن ہے؟

(۵) جب خدا کا تجسّم غیر ممکن ہے تو اس کی ملاقات کا امکان بھی نہ رہا۔ پس مرنے کے بعد بھی خدا کی ملاقات نہ ہوئی۔ گیا دریں صورت مومن مرکر بھی بدترین حالت ہی میں رہیگا۔ جبکہ بدترین اور بہترین حالت مسلم میں "حدفاصل" صرف لقاء ربانی ہی ہے۔

المستفسر

ایم اے۔ صمد آئی دہلی۔ 42-11-29

قیامت کے متعلق پیشنگوئیاں

(از قلم مدیر ھیرلڈ آف دی سوتھ" آسٹریلیا کا ماہانہ میگزین جولائی ۱۹۴۲ء)

مترجمہ پروفیسر پریتم سنگھ

مذاہب عالم میں دین اسلام سب پہلے دینوں کا مصدق ہے جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ الہام کا سلسلہ جاری ہے۔ اس صحیفے میں حضرت محمدؐ عالم انسانی کا ارتقاء تسلیم کرتے ہوئے یوم قیامت کے موضوع کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ اس دن اعمال کے مطابق سزا اور جزا ہوگی۔ اس دن کا اشارہ دراصل یوم ظہور کی طرف ہے۔ اور سب پیشنگوئیاں اسی دن کے متعلق ہیں اور سب پیغمبروں نے یہ نبأ عظیم پہلے سے دے رکھی تھی۔

بات یہ ہے کہ مفسرین شروع سے ہی تحت اللفظی معنی کرتے آئے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں۔ اب معاملہ کھل گیا ہے اور عقدہ حل ہوگیا ہے۔ قیامت مادی اشیاء کی نہیں۔ بلکہ قیامت کی حقیقت اور ہی ہے جو موہوم اور ضعیف اعتقادات قیامت کے لفظ کے ساتھ وابستہ ہیں وہ اب دور ہوگئے ہیں۔ اور راستہ صاف کر دیا گیا ہے۔ الہامات کا سلسل ہونا اب سمجھ میں آگیا ہے۔ پہلے ہماری توجہ صرف الفاظ کی طرف ہوا کرتی تھی۔ اور عقل انسانی بھی ناقص تھی۔ اب تک بھی امتیں جو اس نئے علم سے مطلع نہیں وہ اسی غلطی میں مبتلا ہیں اور تحت اللفظی الجھن میں پڑی ہوئی ہیں اور یہ نہیں جانتیں کہ ہر بعد کا صحیفہ پہلے صحیفے کی چابی ہمارے ہاتھ میں دیتا ہے۔ فی زمانہ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات ہی عالم انسانی کی مشکلات کا حل اور

اس کی ہدایت کا موجب ہو سکتی ہیں۔

مثلاً قرآن میں لکھا ہے :-

" ایک دن ہم سب لوگوں کو مع اُن کے رہنماؤں کے بُلائینگے اور اُن کے داہنے ہاتھ میں اُن کا اعمال نامہ ہوگا اور وہ اُسے پڑھینگے اور اُن سے بال بھر بے انصافی نہ ہوگی "

(سورہ ۱۷ - آیت ۷۳)

" اس دن صور پھونکا جائے گا اور جو لوگ آسمان میں ہیں یا زمین پر خوف زدہ ہو جائینگے۔ سوائے اُن لوگوں کے جن کو خدا بچائے گا۔ اور سب عاجزانہ لباس میں خدا کے روبرو آئینگے۔" (سورہ ۲۷ - آیت ۸۰)

" اور جس کو خدا ہدایت کریگا وہ ہدایت پاتے اور جس کو وہ گمراہ کریگا، اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا سوائے خدا کے اور قیامت کے دن ہم سب کو جمع کرینگے اور اُن کے سامنے ہونگے اندھے اور گونگے اور بہرے اور جہنم اُن کا گھر ہوگا۔ جب دوزخ کی آگ بجھنے لگیگی تو ہم پھر اس کو روشن کردینگے۔ (سورہ ۱۷ - آیت ۹۰)

" کہدو تم اس بات کا یقین کرو یا نہ کرو۔ جن لوگوں کو پہلے سے علم ہے وہ تو ضرور جب اُن سے مفصلہ ذیل الفاظ کہے جائینگے اُن پر لبیک کہینگے۔ جلال اسی خدا کے لئے ہے جس نے آج اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے " (سورہ ۱۷ - آیت ۱۰۸)

انجیل مقدس میں تحریر ملتا ہے :-

" ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجیگا اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزوں اور بدکاروں کو اس کی بادشاہت میں جمع کرینگے اور انھیں آگ کی بھٹی میں ڈال دینگے۔ وہاں رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا اس وقت راستباز اپنے باپ کی بادشاہت میں آفتاب کی مانند چمکینگے۔ جس کے کان ہوں وہ سن لے "

(متی کی انجیل باب ۱۳ آیت ۴۱-۴۳)

" اور اس وقت میکائیل مقرب فرشتہ جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اٹھیگا اور وہ ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ ابتدائی اقوام سے اس وقت تک کبھی نہ ہوا ہوگا۔ اور اس وقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا رہائی پائے گا

(دانیال باب ۱۲ - آیت ۱)

" کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ ابتک ہوئی اور نہ ہوگی " (متی کی انجیل باب ۲۴ - ۲۱)

" اور جب یہ باتیں ہونے لگیں تو سیدھے ہو کر سر اوپر اٹھانا۔ اس لئے کہ تمھاری مخلصی نزدیک ہوگی "

(لوقا کی انجیل باب ۲۱ - ۲۸)

[نوٹ از مترجم - اس سے اوپر کی آیت یہ ہے :-
" اس وقت لوگ ابن آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے بادل میں آتے دیکھینگے "]

حضرت بہاء اللہ کے کلماتِ مبارکہ غور طلب ہیں۔ فرماتے ہیں

" لوحِ محفوظ اسی دن کے نام سے آراستہ ہے۔ یہ خدا کا دن ہے۔ اس دن میں سوائے اس کے جمال کے اور کوئی شئے دکھی نہ جائیگی اور کوئی چیز ذہن میں نہ لائی جائے گی۔ جب وہ ظاہر ہوا تو سب دنیا کی قومیں لرز اٹھیں اور علماء حیران اور ششدر رہ گئے اور سمجھدار لوگ گھبرا گئے سوائے ان کے جو اس کے قرب میں تھے اور جو نزدیکی کی شراب میں مست تھے۔ اور وہ بول اٹھے اے سب کے دلوں کے محبوب تعریف تیرے لئے ہے۔

یہ ہے وہ دن سب دنوں کا سرتاج جسمیں محبوب ظاہر ہوا ہے وہ جو ابد سے سب کا محبوب رہا ہے
اے اہل عالم! جان لو! کہ ایک ناگہانی عذاب تمھارے درپے ہے اور سخت بلا آنے والی ہے
تمھارے اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ میرا رحم سب مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور میرا فضل ہر ذرّہ کائنات پر جاری وساری ہے۔ مگر بدکاروں کے لئے میری سزا سخت ہے۔ اور میرا غضب بہت خوفناک ہے
جو لوگ ناقدیات میں مبتلا ہیں اور خداوندِ عظیم سے غافل ہیں۔ وہ اس کے غضب سے بچ نہ سکیں گے اور ان کے لئے عذاب نزدیک ہے۔ وہ ہے قادر اور سب کا مالک۔
وہ اس عالم کو ایسی غلاظت سے پاک کر دے گا اور اپنے مقربین کو اُسے ورثہ میں دے گا۔
تب اس کا خدائی علم بلند ہوگا۔ تم مطمئن رہو اور اسی پہ توکل رکھو۔ اے میرے بندو اگر ایسے دن میں اس دنیا میں تمھاری مرضی کے برخلاف کچھ واقع ہو تو غمگین مت ہونا کیونکہ تمھارے لئے خوشی اور آرام کے دن بھی آنیوالے ہیں۔" (حضرت بہاءاللہ)

ظہورِ خداوندی

واشرقت الارض بنور ربھا

تیری آمد نے زمانے کو منور کر دیا — طلعتِ حق نے طلوعِ مہرِ انور کر دیا

ہر طرف خوشبوئیں پھیلی ہیں تری آیات کی — نکہتِ الٰہی نے عالم کو معطر کر دیا

سینا و ساعیر و فاراں اور ارضِ قدس ہیں — جلوہ فرما ہو کے خود باطن کو ظاہر کر دیا

حضرتِ موسیٰ ہوئے بیہوش جس سے طور پر — اس تجلی کا اجالا تو نے گھر گھر کر دیا

علم اور عرفان کی کچھ اس طرح بارش ہوئی — اہلِ علم و عقل و حیران و ششدر کر دیا

درسِ ایقان دیکے اپنے طالبوں کو سربسر — بحرِ علمِ پاکِ قرآں کا شناور کر دیا

ہو رہی ہے امر سے تیرے بپا خلقِ جدید — رازِ یحییٰؑ منکشف مردے جلا کر کر دیا

اولیں اور آخریں سب آج یکجا ہو گئے — تیری جنتوں نے بپا عالم میں محشر کر دیا

(لا تریٰ فیہا عوجاً ولا امتاً)

پست قوموں کو خیالِ ارتقا آنے لگا — خاکساروں کو بھی بالا اور برتر کر دیا

بندہ و صاحب نہیں اب اور نہ محمود و ایاز — سب کو ہم رتبہ بنا کر ایک جوہر کر دیا

طبقۂ نسواں کی مظلومی و حالِ زار پر — رحم فرما کر انھیں مردوں کا ہمسر کر دیا

کچھ نہ پستی اور بلندی کا نشاں باقی رہا — ہر طرف ہموار و یکساں اور برابر کر دیا

(ذالک جزاءھم جھنم بما کفروا واتخذوا آیاتی ورسلی ھزوا - ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت کانت لھم جنت الفردوس نزلا)

تیری توقیعات کی تکذیب اور تضحیک نے — والیانِ ملک کو معزول و مضطر کر دیا

تیرے فرمانوں کو جھٹلایا تھا جن اقوام نے — ان کے ہاتھوں ہی نے ان کا حال بدتر کر دیا

جو تری آیات پر ایمان لائے بالیقیں — ان کو لطفِ بیکراں سے پاک و اطہر کر دیا

جنت الفردوس میں تیرے وہ مہماں ہو گئے — قیدِ ہر خوف و خطر سے ان کو باہر کر دیا

صابری جیسے غریقِ بحرِ عصیاں ہیں بہت
ان کو بھی امیدوارِ آبِ کوثر کر دیا

(محمد حسین صابری انبیٹھی)

خدا کے وجود کا عقلی ثبوت

اکتوبر ۱۹۴۲ء میں جو مدرسہ تابستانی بہائیان ہندوستان ہوا تھا۔ اسمیں میں نے بھی اپنے تبلیغی تجربے بیان کئے تھے اور اس بات پر زور دیا تھا کہ دین اور پیغمبر دونوں کی سچائی کی بنیاد خدا کے وجود پر ہے۔ اگر خدا کا وجود عقلی دلیل سے ثابت ہوسکتا ہے تو پھر پیغمبر اور اس کے لائے ہوئے پیغام کی سچائی بھی عقل تسلیم کرسکتی ہے ورنہ نہیں۔ میرے تجربے میں اکثر لوگ حتیٰ مولوی۔ پادری۔ پنڈت اور دوسرے بزرگ جو اپنی پوری عمر دینی خدمت میں گذارتے ہیں وہ خود بھی عقلی طور پر مطمئن نہیں ہیں کہ خدا ہے یا نہیں۔ اس لئے بہائیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی پوری کوشش اس میں صرف کریں کہ اُن کے دوست پڑوسی اور جان پہچان والے مرد اور عورت عقلی ثبوت سے خدا کے وجود کا یقین کریں اس مشورہ کے ساتھ ہی میں نے جو عقلی دلیل اور ثبوت اپنے ذاتی تجربے میں سو فیصدی کامیاب اور ایسا سادہ پایا تھا کہ ہر شخص جس نے پوری گفتگو سن کر سمجھنے کی کوشش کی تو خواہ پڑھا لکھا تھا یا نہیں اس کا اطمینان ہوگیا۔ آج اُسی دلیل کو پیامبر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ براہ کرم جو صاحب اس کو آخر تک پڑھ کر سمجھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں وہ مجھے اپنی رائے سے مستفید فرمائیں۔ خاصکر اگر مشورہ کا پہلو یہ ہو کہ کون سا حصہ کس طرح اور زیادہ آسان طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ یا یہ کہ کون سا حصہ مبہم رہ گیا جس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی۔

علم اور فلسفہ کے جن موجودہ اور گذشتہ عالموں کے نوشتے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اُن کے بیان دو طرح کے نظر سے گذری ہیں۔ ایک وہ جو کہتے ہیں کہ خدا کا وجود عقل سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ دوسرے وہ جو کہتے ہیں کہ جب کبھی ہم نے کوئی چیز دیکھی تو یا اُس چیز کے اندر یا باہر یا اوپر یا ساتھ یا فوراً پہلے یا فوراً بعد خدا کو دیکھا۔ انھی میں سے بعض تو یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ خدا کے سوا نہ کچھ ہے اور نہ خدا کے سوا اور کچھ دیکھا سمجھا۔ سوچا یا جانا ؟

سادہ علم۔ اور فلسفہ اور شہرت کے لحاظ سے دونوں شہیر روزگار ہیں۔ اب وہ کیا کریں جو ان دونوں کو حکیم و دانا اور دونوں کے قول کی دقعت کرتے ہیں ؟ مقلدین محض کے لئے البتہ کوئی چارہ ہی نہیں۔ لیکن اگر موجودہ تعلیم اور تربیت نے کوئی بڑا کام کیا ہے تو وہ یہ کہ تقلید کا بیڑا غرق کرکے ہر کس و ناکس کو تحری حقیقت کا صحیح سبق سکھا کر تحقیق کا گرویدہ بنا دیا۔

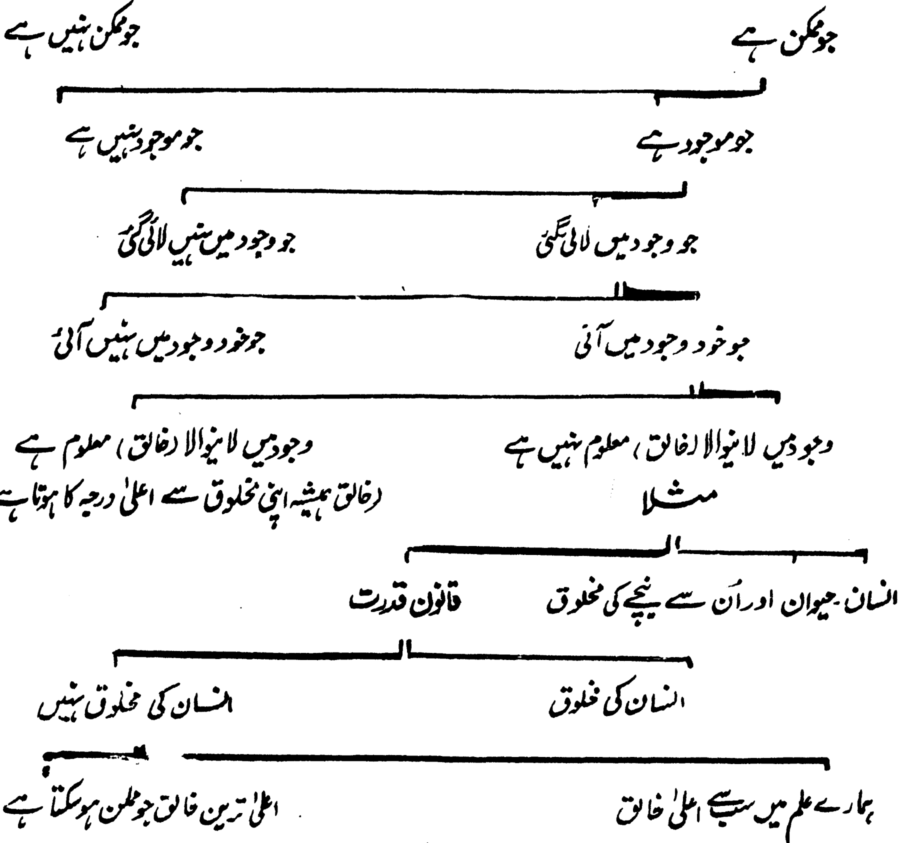
اِس مضمون میں بھی اُن ہی لوگوں سے خطاب ہے جو اس بلند ترین حقیقت کی تحقیق کے لئے اپنی سلیم اور سادہ عقل کے بل بوتے پرکمر باندھ چکے ہیں اور چند گم کردہ راہ دانا لوگوں کے کہنے سے اور اپنے سچے پیغمبروں اور ان کے خدا کے وجود سے انکار کرکے گمراہ ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جس شخص نے اس دشتِ ناپیداکنار کی سیاحی کی ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں کہیں (علم کا) گلزار ہے۔ کہیں (عقل کا) لالہ زار۔ کہیں (تصور کی) گلکاریاں ہیں۔ تو کہیں (تخیل) کی رنگ آمیزیاں۔ کہیں (موجودِ حال کا) بازار ہے تو کہیں موجودِ ماضی (یعنی مفقودِ حال) کا محافظ خانہ۔ کہیں مستقبل کی (اُمیدیں) ہیں تو کہیں مستقبل کی (مایوسیاں) یعنی امکانات احتمالات محالات اور مہملات کی بھول بھلیاں۔

اس دشت کی سیاحی میں صرف ایک ساتھی ساتھ لینے کے قابل ہے۔ جس کا نام (مسلمہ تجربہ) ہے۔ مسلمہ تجربہ کے علاوہ اور کسی کا مشورہ نہایت درجہ خطرناک ہے۔ جس راستہ پر چلنے کا مشورہ (مسلمہ تجربہ) دے اُس راہ پر چلنا۔ اور جس طرف جانے سے منع کرے اُس طرف جانے سے پرہیز۔ یہی شرطِ سیاحت ہے۔ ورنہ گمراہی اور بھول بھلیوں کی پریشانی اور اُلجھنیں سامنے ہیں۔

لیجئے اب ہم تصورات کے سرے سے اپنا سفر شروع کرتے ہیں اور "جو کچھ بھی انسان کے (تصور) میں آسکتا ہے" اس کی سیر کرتے ہیں۔ سیر کرتے کرتے ہم اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں سے دو راستے پھٹتے ہیں۔ ایک طرف اگر ہم جائیں تو (جو ممکن ہے) وہ دیکھیں گے۔ اور دوسری طرف (جو ممکن نہیں ہے)۔ مسلمہ تجربہ مشورہ دیتا ہے۔ اُسے دیکھ کر کیا کروگے (جو ممکن نہیں) تو اُسے دیکھیں (جو ممکن ہے)۔ آگے چل کر پھر دو راستے پھٹتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو (موجود ہے) دوسری طرف وہ (جو موجود نہیں) یہاں سے پھر ایک تراہا ملتا ہے (مسلمہ تجربہ) بتاتا ہے منطق کی تقسیم اور عقل کی مسلمہ تحقیق کی رو سے (جو موجود ہے) وہ دو قسم کا ہے۔ ایک وہ (جو وجود میں لایا گیا) اور ایک وہ (جو وجود میں نہیں لایا گیا) منطق کی تقسیم کے صحیح قاعدہ کی رو سے اور کوئی تیسری قسم ممکن ہی نہیں۔ جو چیزیں (وجود میں لائی گئیں) وہ بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو (خود وجود میں آئیں) دوسری وہ (جو خود وجود میں نہیں آئیں) جو (خود وجود میں نہیں آئیں) وہ پھر دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم وہ جن کا (وجود میں لانے والا معلوم ہے) دوسری قسم وہ (جن کا وجود میں لانے والا معلوم نہیں ہے) مثلاً جتنی ایسی چیزیں ہیں جو انسان کی بنائی ہوئی ہیں۔ یا جانوروں کی بنائی ہوئی ہیں اُن کا (وجود میں لانے والا معلوم ہے) کہ انسان یا حیوان ہے۔ لیکن خود آدمی۔ جانور۔ درخت۔ پھول پھل۔ چاند۔ سورج یا ایسی ہی اور بہت سی چیزیں ہیں جن کے متعلق عقل صرف اتنا بتاتی ہے کہ یہ (خود وجود میں نہیں آئے) لیکن ان کا وجود میں لانیوالا معلوم نہیں ہے) ان کے علاوہ ایک اور چیز ہے۔ وہ (قدرت کے قانون) ہیں۔ ان کا وجود میں لانے والا (خالق) بھی معلوم نہیں ہے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بعض مسلمات کو یاد کر لیا جائے۔
منطقی قانون کے لحاظ سے صرف وہی تقسیم صحیح ہے جس میں ایک طرف (ایک قسم) اور دوسری طرف اس کے علاوہ (باقی سب) ہو۔ یہ (نہیں) بڑھانے سے ہوتا ہے۔ مثلاً تمام رنگ کی صحیح تقسیم یہ ہے (سفید رنگ) (سفید رنگ نہیں) تمام جانوروں کی صحیح تقسیم (گھوڑا) (گھوڑا نہیں) اب جو رنگ سفید ہے۔ اس کے علاوہ تمام رنگ (سفید نہیں) ہیں گھوڑے کے علاوہ باقی تمام جانور (گھوڑے نہیں) ہیں۔ اس قسم کے لحاظ سے دیکھیے۔ یہ تقسیم بصورتِ نقشہ صحیح ہے یا نہیں :۔



ہمارے مسلّمہ تجربہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی قانون خود بخود وجود میں نہیں آتا۔ اس کا وجود میں لانے والا خواہ معین اور معلوم نہ ہو مگر ہوتا ضرور ہے۔ پس (قانونِ قدرت) یا تو (انسان کی مخلوق) ہے۔ یا (انسان کی مخلوق نہیں) اگر (انسان کی مخلوق نہیں) اس لئے کہ خود انسان پر حاوی اور حاکم ہیں تو پھر ان کا خالق یا تو وہ ہے جو (ہمارے علم میں سب سے اعلیٰ خالق) ہے یا وہ ہے (جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں) ہے

اگر عقل کی رو سے منطق کی صحیح تقسیم کے قاعدہ کی پابندی کرتے ہوئے تمام امکانی صورتوں کو زیرِ غور رکھنے کے بعد۔ معقول ترین نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قدرت یا قوانینِ قدرت کا خالق وہی ہو سکتا ہے (جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں) اور اس خالق میں اور صفات کے علاوہ وجود کی صفت ہونا ضروری ہے تو سادہ عبارت میں عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ (ایک وجود ایسا ہے جو قدرت کا بھی خالق ہے اور جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں) دیندار اسی وجود کو خدا کہتے ہیں۔ (حضرت عبدالبہاء)

قسمتِ فارسی

کانفرانس ادیان در کراچی

چندی قبل محفل مقدس روحانی بهائیان کراچی باطلاع محفل مقدس روحانی ملّی بهائیان هند و برما کانفرانس بنامِ کانفرانس جمیع ادیان تشکیل و سخنورانِ هر دین و آئینی را بسخن رانی در آن انجمن نورانی دعوت نمود و همچنین از محفل مقدس روحانی ملّی بهائیان هند و برما درخواست نمود که هر کس را صلاح دانند برای سخن رانی در بارهٔ تاریخ و تعالیم امرِ مقدس بدیع بهائی بآن انجمن اعزام دارند لهذا محفل مقدس ملّی جناب شیخ حشمت الله قریشی را انتخاب و اعزام نمودند و جناب مانکجی سرهرمزدجی میته نیز که برای حضور در سمر اسکول "مدرسهٔ تابستانی" بدهلی رفته بودند و نطقی مبسوط در یکی از کالج یا دار العلوم دهلی داده بودند و سپس در لاهور نیز چند نطق داده وارد کراچی شدند بصدارتِ کانفرانس فوق الذکر مفتخر گشتند یعنی سه روز نهم و دهم و یازدهم نوامبر طول کانفرانس بود در روزِ اوّل در بارهٔ عقائدِ هنود و سیکه معیّن شده بود و صدرِ جلسه آنروز رئیس سابق بلدیه جناب حاتم علوی و ناطقین از طرفِ هنود جنابان لکدمل چله رام و لاله گنپتراۓ تلوار بودند و از طرف سیکهها جناب سردار جگبت سنگه بودند ولی افتتاح جلسه کانفرانس رئیس سابق بلدیه جناب جمشید نسروانجی میته نمود و پس از تلاوت مناجات و سرود بهائی کانفرانس رسمی گردید و جناب جمشید نسروانجی که قبلاً برای صدارت کلّیه کانفرانس معیّن شده بودند چون جناب مانکجی یا منی میته وارد کراچی شده در آن جلسه حاضر بودند صدارتِ کانفرانس را بایشان واگذار نمودند.

روز دوم کانفرانس که دهم نوامبر واقع بود صدر جلسه رئیس کنونی بلدیه جناب سهراب کتراک پسر سر هرمزدجی کتراک بودند و ناطقین از طرفِ یهودیان مستر ابے تلکر معلم سینده مدرسة الاسلام و مستر هسکل مدیر کرامر اسکول از طرفِ مسیحیان و مهتر هرمزدجی دانیا از طرفِ زرتشتیان نطق نمودند و روزِ سوم که یازدهم نوامبر بود صدر جلسه جناب سادوتی ایل واسوانی عالِم و محررِ مشهور سینده بود و ناطقین از طرفِ اسلام جناب شمس العلماء داکتر داود پوته و از طرفِ بهائیان جناب شیخ حشمت الله قریشی بودند و پس از انجام نطقهای ناطقین و شرح مبسوطی که صدرِ جلسه در بارهٔ حقائق ادیان بیان نمود جناب منی میته که هر روز در جلسات حاضر بود و سمت صدارت کلّیه کانفرانس را داشت شرح بیشتری راجع باهمیت این کانفرانس در این ایام و کامیابی این کانفرانس بطورِ شایان بیان نمود و مانندِ هر روز که کانفرانس بتلاوتِ مناجات شروع و اختتام می یافت کانفرانس برخواست کرد روز دوازدهم نوامبر

بمناسبت عید سعید میلاد هیکل مقدس حضرت بهاءالله جلّ ذکره اغلب از اعیان و اشراف و عرفای شهر بمجلس جشن و صرف چای و عصرانه دعوت شده بودند و عدهٔ زیادی در باغچهٔ حظیرة القدس که شبیه بهشت برین است مجتمع و پس از صرف چای و شربت و شیرینی و تلاوت مناجات حضرت عبدالبهاء ارواحنا فداه جناب شیخ حشمت الله قریشی قیام نموده حقیقت و اهمیت تعالیم حضرت بهاءالله جلّ ذکره را چنان بیان نمودند که حاضرین خود را فراموش کرده در فضای با صفای روح پرواز مینمودند و خود را در عالمی دیگر تصور میکردند. مجدّد در آخر محفل مناجاتی بلحن فارسی از طرف یکی از جوانان بهائی تلاوت شد و رئیس محفل مقدس روحانی کراچی با مزاح و شیرین سخنی اهل مجلس و مهمانان را خوش آمدید و تشکر گفت و مجلس بپایان رسید جناب منی میته خیال حرکت بمبئی داشت ولی جناب سهراب کتراک از طرف انجمن جوانان زرتشتی نطقی در هال مدرسهٔ دخترانهٔ زرتشتیان موسوم به ماما گلزنی اسکول در تاریخ سیزدهم نوامبر و جناب جمشید نسروانجی میته نطقی دیگر برای ایشان در تیاسفی هال در عصر روز چهاردهم نوامبر ترتیب دادند و مشارالیه حرکت خود را تأخیر انداختند باضافه رئیس محترم بلدیه جناب سهراب کتراک برای شرف افزائی ایشان "منی میته" در بنگلهٔ مشهور پدرشان کتراک ویله مجلس ضیافت عصرانهٔ مفصلی تشکیل و اغلب وزراء و اراکین دولت و بلد را دعوت و تعارفات لازمه را بعمل آوردند و از مهمان عزیز خود درخواست کردند که شرح تعالیم بدیع را گوشزد حاضرین نماید. چنانچه در حقیقت سروش معنوی و ایزدی بود که از گفتارشان نمودار گردید. و نطق سوم منتی یا دیبه کرمشیل کالج و نطق چهارم در کاسمو پلیتن مادرن انگلیش هائی سکول و نطق پنجم از طرف ویکشنی سماج ترتیب داده شد. خلاصه اقامت جناب منی میته در کراچی بیش از یکهفته تقریباً نه روز طول کشید و هر صبح و ظهر و عصر و شب در منزل یکی از بزرگان یا برای صحبت یا بضیافت دعوت بودند و اخبار یومیه بلد در هر لغت انگلیسی، سیندهی، گجراتی، اردو فی کل از تعالیم امرالله که توسط احبا ابلاغ شده بود منتشر و زینت بخش اوراق بود ولی البته قارئین محترم میدانند که اینها از برکت تعالیم مبارکه است که خلق عالم را جلب و جذب میکند نه شئونات اشخاص و افراد بهائی. چنانچه حضرت عبدالبهاء میفرماید قوله عزّ بیانه :-

"آنچه کند او کند ما چه توانیم کرد
یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید است
پس سر تسلیم نه و توکل بر رب رحیم آ به
والبهاء علیک ع ع"

در خاتمه موفقیت کل را از درگاه حضرت احدیت راجی و ملتمسم

(فدای یاران ربانی اسفندیار بختیاری)

بچه دلیل ظهور جمال قدم جلت قدرته اعظم ظهورات است

ارباب درایت دانند که نوع انسان از بدو خلقت همواره محتاج و نیازمند به تربیت و هدایت و رهنمائی بوده و الی الابد خواهد بود هادی و رهنمایندهٔ انسان و کسیکه بشر را به حقیقت عظیمه‌اش آگاه می سازد باید دارای روح و قوهٔ مافوق قوت و توانائی بشری باشد تا او را هدایت و رهبری تواند و از عالم جهالت و بیچارگی نجات داده به پهن دشت سبز و خرم انسانیت دلالت کند. این هدایت کنندگان و رهبران و راهنمایان انبیای عظام و پیغمبران کرامند که با روح الهی در هیکل انسانی جلوه و ظهور نموده و با تعالیم الهی و دستورات خداوندی این اشرف مخلوقات را رهنمائی کرده‌اند تاریخ شاهد صادق ما است که گرچه در میان ملل عالم نفوس خارق العاده با قدرت و شوکت تمام ظاهر شده و چندی در این محیط جلوه نموده اند ولیکن این جلوه‌ها چون مبنی و مبدئی نبوده و مستمد از روح غیبی نه با از میان رفتن صاحب آن همه مآثر او نیز پایان یافته است. قدرت ناپلیون و شوکت فرعون و توانائی امجد ملوک ساسان و روم و هزاران هزار امثال اینها شاهد صدق این مدعا است. ولی مظاهر الهی با آنکه در آغاز امر در نظر عامه بی اعتبار و بظاهر مردود و منفور بوده و هزاران گونه صدمات و مشقات را تحمل نمودند و در هر مورد و مقام از خلق اذیت و آزار دیدند و برخی از مظاهر الهیه با نثار جان نیز پرداختند و پس از درگذشتن صاحبان ظهور خواص و اصحاب شان نیز از این جرعه ها نوشیدند و جمعی اسیر و ذلیل و قتیل گشتند ولکن پایان کار غلبه قدرت رحمانیه محقق شد و اعداء و دشمنان مقهور گشتند و بخاکستر خذلان نشستند و خاک بدبختی و سیه روزگاری بر سر بیختند و بکیفر اعمال وحشیانه رسیدند.

صاحبان این قوهٔ باطنی که پیغمبران الهی هستند هر یک در اعصار مختلفه در عالم ظاهر و تا باندازه که بحال بشر مفید دیدند دستورات مقدسه باقتضای عصر فرمودند زیرا انبیای الهی بزرگان و طبیبان روحانی هستند که نبض عالم را در دست قدرت گرفته و درمان را بمقتضای امراض تجویز نمایند و چون عالم بشری دائماً در تنزل و تغییر است و امراض آن گوناگون گردد لابد درمان و دوا را هم تغییر و تبدل لازم و بدیهی است.

همه پیغمبران دارای یک شأن و مقام نبوده و هر یک کیفیت قیام به هدایت بشر ننموده اند بلکه هر یک را مقامی مخصوص و کیفیتی معلوم و مشهود بوده و هست آنچه انبیاء و پیغمبران قبل از این قرن اعظم ظاهر گشته اند هر یکی در یک و یا چند مملکت به نشر تعالیم مقدسه پرداخته اند زیرا وسائل موجودهٔ کنونی در آن ازمنه

درمیانِ بشر موجود نبود - نوعِ انسان با وسائلِ اولیه با همدیگر مرتبط بوده رسانیدنِ این دستورات به همه جا امری مستحیل بود وبعلاوه دو قطعهٔ عظیمه امریکا و استرالیا مجهول وساکنین بر قدیم را از وجود بر جدید اطلاعی نبود، همهٔ رسولانِ الهیه در کتبِ مقدسهٔ خود بشارت داده‌اند که روزی فرا خواهد رسید که مولای کل در عالمِ وجود جلوه وظهور خواهد فرمود و عدل و داد در کلِ اقطار شائعه. جهان تدریج خواهد نمود جهان قطعهٔ واحده گردد وعالمِ بشری از ظلمتِ جنگ وجدال رهائی یابد ادواتِ جنگ وجدال بآلاتِ حرث و زرع متبدل شود و نوعِ انسان بار دیگر جنگ را نیاموزد.

چنین ظهورِ اعظمی را در هر کتابی باسامیِ مخصوص ذکر نموده‌اند چنانچه بیوم الله و ظهور الله واشالها ذکر گشته و جمیع مظاهرِ الهیه آرزوی چنین روزی را می‌کشیدند که در آن روز بلقای معبود و مسجود نائل آیند چون میقاتِ این ظهورِ اعظم رسید و موسمِ آن گشت که اعظمِ آمالِ انبیاء و پیغمبران تحقق پذیرد وجمالِ الهی از ورای حجباتِ نور بی پرده ظاهر گردد وجمالِ قدم واسمِ اعظم حضرت بهاء الله جلت قدرته از کشورِ کهن و تاریخی ایران ظاهر و در دارالسلام بغداد اظهارِ امر فرمودند و آیهٔ مبارکه «والله یدعوا الی دار السلام ویهدی من یشاء الی صراط مستقیم» مصداق یافت شریعتِ اعظم تشریع شد و حضرت بهاء الله جلت کبریائه دستورات وتعالیمی فرمود که کافل صحتِ نوعِ انسان است وچون موضوعِ این مقاله ذکرِ دلائلِ اعظمیتِ این ظهورِ اقوم واتم از سائرِ شرائع و ظهورات است لذا با توضیحاتِ نه ۹ گانه واز لهٔ تسعهٔ ذیل براهینِ اعظمیتِ این ظهورِ اعظم را از سائرِ ادیان و شرائعِ الهیه مذکور داشته تفاوتِ آنرا باولی الافئده وصاحبانِ قلوبِ پاک واگذار می‌نمائیم.

(۱) دلیلِ اول بر اعظمیتِ ظهورِ جمالِ قدم جلت قدرته داشتنِ مبشرِ عظیمی مانند حضرت بابِ اعظم نقطهٔ اولی عز ذکره است. زیرا اصحابِ ادیانِ گذشته اگرچه هر کدام دارای مبشر و یا مبشرین بودند که بظهورِ شان بشارت دادند ولیکن آن مبشرین را نسبت بحضرتِ اعلیٰ مقامی نبود زیرا ظهورِ حضرتِ باب از همهٔ ظهوراتِ انبیائِ سابقه مهم‌تر بوده بدرجهٔ آنکه مطابقِ اخبار ونصوصِ صریحهٔ اسلامیه ظهوراتِ سابقه را با ظهورِ حضرتِ باب نسبتی برای مقایسه نیست، احادیث و آثارِ کثیره مدل و مشعر بر این مطلب مهم است. چنانچه از احادیثِ صحیحهٔ اسلامیه است که (العلم سبعة وعشرون حرفاً فجمیع ماجاءت به الرسل حرفان ولم یعرف الناس حتی الیوم غیر الحرفین واذا قام القائم اخرج الخمسة والعشرون حرفاً) یعنی علم عبارت از بیست و هفت حرف است وانچه از علوم که انبیاء از ازلِ ظهورِ آدم الی خاتم علیهم السلام آورده‌اند دو حرف از این بیست و هفت حروف بوده وچون قائم قیام فرماید ۲۵ حروفِ دیگر را خواهد آورد و در این مقام مشهود و مبرهن می‌گردد که قدر و مقامِ حضرتِ ربِ اعلیٰ از مقاماتِ جمیع انبیاء از آدم الی خاتم بیشتر بوده وبعلاوه آثارِ ظاهره از آنحضرت اقوی دلیل و اعظم برهان

بر صدقِ این گفتار است مثلاً در مؤمنین اولیه انبیای قبل ملاحظه نمائید که از عوام الناس و از نفوسی که در آغاز از طبقاتِ بسیار پست بودند بهیچوجه دارای رسمی و اسمی نبودند تشکیل شده بود چنانچه اعظمِ حواریینِ حضرت مسیح علیه السلام شمعون ملقب به پطرس بود که مطابق تاریخ کنیسه از حسابِ ایام هفته عاجز بود و چون بصیدِ ماهی می رفت هفت بسته غذا می بست و روزی یک بسته صرف می نمود و چون بسته هفتم تمام می شد می دانست که روز شنبه فرا رسیده و باید فردا برای عبادت به کنیسه حاضر گردد و این شخص در شبی که حضرت مسیح را صلیب و شهید نمودند مطابق نصِ انجیل سه مرتبه از مولای خود تبرّی جست»

و همچنین در دورهٔ حضرت رسول اکرم ص بنصِ صریح قرآن اعداء بآنحضرت اعتراض نموده گفتند (ما نراك الّا بشراً مثلنا و ما نراك اتبعك الّا الّذين هم اراذلنا بادی الرّای) یعنی نمی بینیم ترا مگر انسانی چون خودمان و متابعت ترا ننموده اند مگر اراذلی که بادی الرّای و جاهل و نادان هستند و مقصودِ شان این بود که حال اولی العلم والغنا مؤمن نشدند - ولی در ظهور ربّ اعلی روح ماسواه فداه جمعی کثیر از علماء راشدین و فقهای راسخین بآن طلعتِ ربّانی مؤمن و موقن شدند که شمارهٔ آنان بچهار صد نفر بالغ گشته و این نفوس مقدّسه چنان بمحبتِ آنحضرت برخاستند و استقامت نمودند که از هستی و اسم و رسم و نام و ننگ و اموال و عیال و اطفال گذشتند و جان را فدای محبتِ جانان نمودند و با خون خویش شهادت بر حقانیتِ صاحب الامر دادند و همچنین در آیات و کتبِ انبیای قبل باید نظر نمود - حضرت موسی احکام عشرهٔ تورات را نازل فرمود و حضرت مسیح از خود کتابی بیادگار نگذاشتند انجیل را بعد از شهادتِ آنحضرت حواریین نوشتند -

کتاب قرآن که اعظم حجّتِ الهی در میان اهلِ اسلام بوده باآنکه حضرت رسولِ اکرم ص از اهلِ عربستان بودند و زبانشان عربی بود - معذالک کتاب قرآن در مدّتِ ۲۳ سال برآنحضرت نازل گشت ولی حضرت اعلی باآنکه در دورهٔ جوانی و عنفوانِ شباب و از اهلِ فارس بودند و لسانِ عرب نیاموخته در مدّتِ شش سال و کسری در حالی که بلایا و صدمات من جمیع الجهات حضرتش را احاطه نموده بود گاهی سرگون به تبریز و زمانی بماکو و وقتی به چهریق می گشتند در ان قلاع شامخه قریب ۹۵ برابر قرآن آیات الله بلسان فارسی و عربی بدیع نازل فرمودند و خود آنحضرت با اینهمه مقاماتِ عظیمه که قطرهٔ از دریای عظمتش مذکور گردید خطاب به مقصود بزرگوار و معبود عالی قدرِ خویش یعنی حضرت بهاء الله جلّت قدرته نمودند در کتاب قیّوم الاسماء می فرماید (یا بقیّة الله قد فدیت بکلّی لك و رضیت السّبّ فی سبیلك و ما تمنّیت الّا القتل فی محبّتك و کفی بالله العلیّ معتصماً قدیماً) و مکرّر در الواحِ مقدسه اش آرزوی فدا در سبیلِ محبّتِ حضرتش فرموده و در کمترین آثاری است که حضرت نقطهٔ اولی مقصود از ظهور خود را بشارت بطلوعِ ظهوری اعظم و اتم که صاحب آن ظهور را بمن یظهره الله و بقیّة الله و بهاء الله نامیده ذکر فرموده باشد این خود یکی از دلائل بسیار بزرگ بر اعظمیتِ ظهور حضرت بهاء الله از سائرِ ادیانِ الهیه است»

(۲) دوّمین دلیل بسیار واضح، عظمیتِ این ظهور امنع ابهی اخبار و بشاراتی است که مظاهر قدسیهٔ الهیه در ادوار گذشته در بیانِ اعظمیتِ این ظهور فرموده اند. در قرآن شریف می فرماید (خلق الله السموات والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش) ایامِ شش گانه منظور و مقصود شش ظهور مقدسه است که در عالم ظاهر گشته و خداوند در روز هفتم بر عرش جلال مستوی گردد. آشنایانِ معارفِ الهیه این بشارتِ عظیمه را جز به ظهور مقدس حضرت بهاءالله جلّت کبریائه تعبیر نتوانند نمود وکذلک در قرآن می فرماید (والله یدعوا الی دار السلام ویهدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم) یعنی خداوند دعوت می کند بسوی دار السلام و هدایت می نماید براه راست کسی را که بخواهد. مصداقِ بشارتِ مذکور ظهور مقدس حضرت بهاءالله عزّ کبریائه از دار السلام بغداد است وکذلک بهمانگونه که مذکور شد در کتبِ مقدسه تورات و انجیل و کتب زردشتیان و همچنین در کتب عرفا و ادبا و شعراء حتی در کتاب شاهنامه باین ظهور اعظم وعدهٔ صریحه داده شده و انبیاء عظام و اولیاء کرام آرزوی شان وصول باین یوم عظیم و حضور در محضر انور مولای بزرگوار شان بوده است.

(۳) سوّمین دلیل بر اعظمیتِ این ظهور جلیل ظهور علوم و فنونِ محیّرة العقول است که غالباً بل اغلب پس از این ظهور امنع اعلی در عالمِ وجود ظاهر و بسبب ارتباطِ عالم وجود شده. در ادوار انبیای سابق و قبل از دورهٔ حضرت بهاءالله موانع جسمیه برای حصولِ ارتباط بین عالم بشری موجود و وسائلِ نقلیه و خطوطِ ارتباطیه و وسائل مخابره و غیره مفقود و نصف کرهٔ ارض مجهول و ممکن نبود که از مظاهر الهیه ممالکِ معلومهٔ آن عصر را هم همه با یکدیگر مرتبط دارد و نبودنِ معارفِ کامله در میانِ نوع بشر مانع عمدهٔ دیگری برای تحقق این آمال بود ولی امروز بقوّهٔ نافذهٔ الهیه جمیع قطعاتِ مجهوله معلوم و اختراع وسائل و وسائطِ ارتباطِ نوع انسان را آسان نموده پیدا شدنِ اتومبیل در راه آهن و کشتی های بخاری و بالاتر از همه هواپیما چنان راهها را نزدیک و ممالکِ شائعهٔ عالم را بیکدیگر رابطه و اتصال داده که هرکس مسافرت با شتر و الاغ و یا اسب را بخاطر آرد از خوف بر خود بلرزد و همچنین اختراع تلگراف و تلفون و بی سیم و رادیو و امثال ذلک رابطهٔ مهمتری را ایجاد می نماید که پیشینیان در عالم رؤیا تحقق این امور را مشکل می پنداشتند این همه آثار و اثمار زائیدهٔ این عصر و قرنِ مبارک است و اینهمه ترقیاتِ علوم و فنون و اختراعاتِ محیّر العقول از اثراتِ این دورِ عظیم و چون عالم رو بکمال سوق داده شده و ملل عالم در سود و زیان و غیره آن سهیم مانند سلسلهٔ زنجیر بیکدیگر متصل گشته اند دیانتی چون امر بهائی لازم تا با احکام مقدسه عمومیش این عالم را در ظلِ خیمهٔ یک رنگ وحدتِ عالم انسانی وارد نماید.

(۴) چهارمین دلیل بر اعظمیتِ این ظهورِ مبارک اینکه آنچه انبیاء از قبل مبعوث شدند بظاهر از نفوس صاحب قدر عصر خود نبودند. بلکه بهمانگونه که متبحرین در تاریخ اطلاع دارند حضرت موسیٰ به شبانی و حضرت محمد به شترداری و سایر پیغمبران با مور دیگر می پرداختند بعلاوه بعضی از انبیاء قبل از آنکه به نبوت برگزیده شوند اهلِ ارض نسبت های ناللائقه بآن وجودات مقدسه دادند ولی حضرت بهاءالله شخصاً در ایران از دودمانِ وزارت و امارت بود و بعلاوه حضرتش در بدو جوانی به امتیاز کامل از سائرین معروف و نفوسی از وزراء و اعیان که با پدر حضرت بهاءالله نهایت عداوت را داشتند کمال احترام را نسبت بحضرت بهاءالله

مرعی میداشتند چنانکه حاجی میرزا آقاسی که اعداءِ عدوّ جناب آقا میرزا بزرگ نوری بود همواره کمالِ احترام را نسبت بحضرت بهاءالله مجری میداشت و میرزا تقی خان امیرکبیر با آن همه سیاست و تدبیر در محضر حضرت بهاءالله اظهار عجز و ناتوانی نمود و از این گذشته کوچک ترین امر ناشایسته را نتوانستند بحضرتش منسوب دارند جز آنکه علمای عصر هم در کمالات معنویه حضرتش متحیّر و حیران گشته و بی اختیار بر عظمت و جلالِ ملکوتیش آفرین گفتند.

(۵) پنجمین دلیل بر اعظمیتِ این ظهور امنع اعلی شهادتِ نفوسِ دانشمند و عقلای عصر و حتّی نفوسی که نهایت عداوت و دشمنی را داشتند بر اعظمیتِ آن ذاتِ اقدس است چه تاکنون مشاهده نشده که در دورهٔ هیچ پیغمبری نفوسی که عداوت و دشمنی نسبت بآن ظهور داشتند بر عظمت و قدر جلال شان آن صاحب امر شهادت دهند ولی در این دورِ مکرّم علاوه بر عقلاء و دانشمندان و نفوس بی طرف نفوسی نیز که عدو و دشمن بودند بی اختیار بزرگواری حضرتش را ستودند و انکار این اقتدار الهیه را نتوانستند. چنانچه مرحوم حاجی میرزا حسین خان میرالدوله سپه سالار اعظم که سفیر کبیر ناصرالدین شاه پادشاه ایران در دربار عثمانی و منتهی جهد و کوشش او شوراندن دولتِ عثمانی بر علیه حضرت بهاءالله بود چون بایران آمد در مجالس و محافل رسمی دولتی ذکر عظمتِ جمال قدم را نمود و آن مظهر مجد و جلال را بستود.

کذلک مستر براون معروف انگلیسی که عداوتش نسبت بامر بهائی بر احدی مستور نیست در مقدمه که بر کتاب نقطة الکاف نوشته اقرار به عظمت و جلالِ لانهایه بحضرتِ بهاءالله نموده و مخصوصاً در سفری که در عکاء بحضور حضرتش مشرّف گشته گوید (قدرت و جلالی دیدم که همواره در نظرم بوده هرگز فراموش نخواهم نمود) و چون افول شمس حقیقت جمالِ قدم جلّت اقتداره از افقِ امکان واقع گردید در شهر عکاء علمای عالیقدر مللِ مختلفه نظیر کلیمی مسیحی مسلمان به لغت و ثنای حضرتش پرداختند و مرثیه های جانگداز در این مصیبت سرودند که در کتب و تواریخ مثبوت و هیچ تاریخی نظیر چنین واقعه را قبلاً ثبت ننموده است (الفضل ما شهدت به الاعداء)

(۶) دلیل ششم بر اعظمیتِ این ظهور جلیل تعالیم و دستوراتِ بدیعهٔ منیعه است که در هیچ یک از ادیانِ عالم سابقه نداشته و جمالِ ابهی عزّ اسمه الاعلی باقتضای این ظهورِ کلّی آسمانی تعالیم مهیمنه باهلِ عالم فرموده اند که با اینکه هیچ یک از اهل عالم علی العجاله ظاهراً در ظلّ این شریعتِ اقوم مستظل نگشته اند ولی برخی از آن دستورات و تعالیم مقدسه در عروق و شریانِ عالم امکان جاری گشته و بمعرض اجراء و عمل گذاشته اند و برخی از آن تعالیم مهیمنه که کافلِ سعادتِ اهلِ عالم و نوعِ بشر است عبارت از صلح عمومی، وحدتِ عالم انسانی، تساوی حقوقِ مرد و زن، وحدتِ اساس ادیانِ الهی، تعلیم اجباری، تاسیس محکمهٔ عمومی بین المللی که به بیت العدل نامیده می شود. ازاله و ترکِ تعصباتِ جاهلانه. تعدیل معیشتِ عمومی و امثالها می باشد عقلاء و دانایانِ عالم تصدیق می نمایند که رهانندهٔ نوعِ انسان از این اسقام و آلام و ناخوشیهای مستولیه گوناگون این تعالیم مبارکه است و همچنین دستوراتِ جامعهٔ عالمیکه برای نظامِ عالمِ انسانی از طرف حضرت بهاءالله و حضرت عبدالبهاء و

حضرت ولیّ امرالله شوقی ربّانی ارواحنا لقدرتهم الفدا تدوین و توضیح گشته در این مختصر نگنجد بحر را گنجایش اندر جوی نیست

(۷) دلیل هفتم بر اعظمیت این ظهور اظهر و شریعت اعظم وجود عهد و میثاق الهی و تعیین مقام مقدس مبیّن و ولیّ امر مبارک است - چون در ادیان سالفه ملاحظه شود مشاهده خواهد شد که آنچه اختلافات و انشقاقات در ادیان الهیّه هویدا شد واسطه مصرح و مکتوب نبودن نام جانشین هر پیغمبری بود. انشقاق دیانت حضرت مسیح به شقوق و شعب بی اندازه و انقسام دیانت و درس فلسفه به دو طریقه. و تفریق بحر ذخّار اسلام به خلیجهای متفاوته و حصول تفرقه در میان این مذاهب و وقوع حروب هائیکه بواسطه متصرح نبودن نام جانشین هر پیغمبر بود ولی در این دور افخم و قرن اکرم جمال قدم در کتاب مستطاب اقدس در دو موضع مقام مقدس تبیین کلمات و توضیح دستورات را بمقتضای عصر و زمان به یکتا غصن مقدس مبارک منشعب از اصل قدیم یعنی حضرت عبدالبهاء ارواحنا لرمسه الاطهر فدا آن وجود مبارکی که دوستان و دشمنان بر عظمتش گواهی دادند تفویض فرمود و بعلاوه در کتاب عهدالهی حضرت بهاءالله این مقام منیع را تائید فرمود و از برکت این نص عظیم با آنکه ناقضین کمال جد و جهد بر انهدام کاخ رفیع شریعت الله کردند چنان شکست خوردند و از میدان بدر رفتند که آرزوی این انشقاق و انشعاب را بگور بردند و خائباً خاسراً محسّراً بتراب راجع گشتند. حضرت عبدالبهاء ارواحنا لمظلومیته الفداء در دوره مبارک امرالله را در شرق و غرب عالم از اقصی سواحل آسیا تا ابعد نقاط قارهٔ شمالی امریکا نشر و ترویج فرمودند و الواح و وصایای مبارک همایون غصن اقدس منشعب از دو شجرهٔ مبارکه یعنی حضرت شوقی ربّانی ارواحنا لتراب مقدمه الفداء را ولیّ امرالله و مرجع اهل بهاء و رئیس لاینعزل بیت العدل اعظم معین فرمودند و به ملکوت ابهی صعود نمودند و این شریعت الهی از خطر انشعاب و انشقاق برهید و فرمانروای کشتی مطلق عالم وجود به ید اقتدار حضرت شوقی ربّانی گذاشته شد.

(۸) دلیل هشتم بر اعظمیت این ظهور امنع حصول ثمرات عظیمه از این تعالیم و دستورات مبارک است زیرا بدون کوچکترین عنف و جبری بواسطه تعالیم و دستورات الهیه قوه نافذه ربّانیه در عالم ظاهر گردید که ملل متباغضه که هزاران سال عدوی قهار و دشمن خونخوار یکدیگر بودند و بر روی یکدیگر شمشیر کشیده و تشنه خون هم بودند در ظل این شریعت مقدسه وارد و چون برادر بل مهربان تر گردیدند در ایران ممکن نبود شخص مسلمان زردشتی و کلیمی را انسان حقیقی داند و یا آنکه با آنان هم سفره شود. بلکه آنان را نجس میدانست و روز بارانی زردشتیان و کلیمیان حق خروج از خانه را نداشتند زیرا چون زمین مرطوب بود و آن نفوس طریق را می پیمودند اراضی نجس می شد و چه ظلمها و ستمها که روا می داشتند ولی قدرت معنوی حضرت بهاءالله بطوری این نفوس متباغضه را در ظل خیمه دیانت واحده جمع نمود که برادروار بر سر یک سفره جمع گشتند و نوشیدن گرگ و میش آب را از یک چشمه مصداق یافت و همچنین در امریکا که جنس سفید از سیاه متنفر و تنفرشان فوق العاده معروفست

بدرجه‌ئی که از کوچه‌ئی که سیاهی عبور نماید شخص سفید پوست عبور را از آن کوچه عار میدارد.

این دو نوع متباغض و مختلف در ظلّ شریعت بهائی بدرجه‌ئی محبّ گشتند که یکدیگر ازدواج نمودند و فرق و جدائی را از میان برداشتند و از ان گذشته بهائیان یک مملکت با بهائیان مملکت دیگر و حتی با جمیع اهل عالم در نهایت درجهٔ محبت هستند اگر یک نفر از بهائیان از اقصی ممالک شرق با بعد ممالک غرب رود بهائیان او را چون دیده عزیزه دارند و مقدمش را گرامی شمرند و با یک صمیمیت خارج از وصف او را خدمت کنند. بالجمله قدرت قلم اعلی چنان بدون جبر و عنف مدائن قلوب را تسخیر فرمود و نمونهٔ محبتی در عالم ظاهر فرمود که شبه آن را چشم عالم ندیده و در تاریخ مذکور نگشت

این هنوز اوّل آثار جهان افروز است   باش تا خیمه زند لشکر سلطان ایاز

(۹) دلیل نهم که اعظمیت این ظهور کلی الهی یعنی شریعت حضرت بهاءالله جلّ شأنه نزول آیات عظیمه و کتب مقدسه است که شبه آن در عالم وجود ظاهر نشده و علاوه بر اینکه آثار و کلمات این ظهور بحدی است که خارج از احصاء است و اگر شخصی تمام ایام عمر را مصروف دارد مطالعه همه آیات این ظهور اعظم را از عهده نیاید بکلمات مقدسهٔ الهیه بلسان فارسی و عربی بدیع در این شریعت اقوم نازل و هر گونه مسائل غامضه با ثر قلم اعلی شرح و توضیح داده شده. آنچه را که در کتب آسمانی سابقه اهل بیان ادیان از درک و فهمش عاجز بودند تبیین گشته. مسائل علمیه که علمای فن از ادراکش عاجز بودند با بیانی بس شیرین و بسیط بالحان مختلف تشریح گشته و از این گذشته رسائل و الواح صادره از قلم افخم جمال قدم و اسم اعظم خطاب بملوک و سلاطین عالم در حالیکه مسجون در سجن اعظم عکاء بودند و خطابهای مهیمنه بر مداران ارض و تذکر شان بوظائف محوله بالیشان اعظم دلیل بر اقتدار لانهایه حضرت بهاءالله است. و طالبان حقیقت تا خوض در کتب مقدسه این ظهور مبارک تعمق ننمایند بر حقیقت این گفتار کما ینبغی واقف نخواهند گشت. اینک نمونهٔ از آیات متعالیه صادره از قلم اعلی یعنی کلک اطهر حضرت بهاءالله زینت این مقاله می نمائیم.

قوله جلّت کلماته:

"کلمة الله در ورق پنجم از فردوس اعلی. عطیهٔ کبری و نعمت عظمی در رتبه اولی خرد بوده و هست. اوست حافظ وجود و ناصر و معین او. خرد پیک حق است و مظهر اسم علّام. باو مقام انسان ظاهر و مشهود. اوست دانا و معلّم اوّل در دبستان وجود اوست راهنما و دارای رتبهٔ علیا. از یمن تربیت او عنصر خاک دارای گوهر پاک شد و از افلاک گذشت. اوست خطیب اوّل در مدینهٔ عدل. در سال نه جهان را به بشارت ظهور منور نمود. اوست دانای یکتا که در اول دنیا بمرقاة معانی ارتقا جست و چون باراده رحمانی بر منبر بیان مستوی بدو حرف نطق فرمود. از اوّل بشارت وعد ظاهر و از ثانی خوف وعید. از وعد و وعید بیم و امید ظاهر و باین دو اساس نظم عالم محکم و برقرار تعالی الحکیم ذوالفضل العظیم."

و همچنین میفرمایند:

فانظر و العالم کهیکل انسان. انّه خلق صحیحاً کاملاً فاعترته الامراض بالاسباب المختلفة المتغایرة

وما طابت نفسه فی یوم بل اشتد مرضه بما وقع تحت تصرف اطباء غیر حاذقة الذین رکبوا مطیة الهوی وکانوا من الهائمین .... والذی جعله الله الدریاق الاعظم والسبب الاتم لصحته هو اتحاد من علی الارض علی امرٍ واحدٍ و شریعةٍ واحدةٍ وهذا لم یکن ابداً الا بطبیبٍ حاذقٍ کاملٍ مؤید لعمری هذا لهو الحق و ما بعده الا الضلال المبین "

وهمچنین میفرماید :-

"ای دانایان امم ، از بیگانگی چشم بردارید و به یگانگی ناظر باشید باسبابیکه سبب آسایش و راحت عموم اهل عالم است تمسک جوئید"

وهمچنین میفرماید :-

"نزد اهل بهاء افتخار بعلم و عمل و اخلاق و دانش است نه بوطن و مقام"

وهمچنین میفرماید :-

"قبول این سجن اعظم نظر بخلاصی اعناقست از سلاسل نفس و هوی و قبول این ذلت نظر بعزت من فی الارض بوده چه که این نفحهٔ رحمانیه از برای حیات بریه آمده زود است که اشراق شمس کلمه را از جمیع اطراف مشاهده نمایند. انتهی"

انچه ذکر شد قطره از اقیانوس مواج اعظمیت این شریعت مبارک بود بدیهی است دانایان عظام و عقلای ذوی القدر جهان از عهدهٔ شرح ذرهٔ از آثار جلال این خورشید حقیقی برخواهند آمد تا چه رسد باین ذرهٔ ناقابل.
مقالهٔ خود را با ذکر قسمتی از اشعار جناب نعیم شاعر شهیر بهائی بپایان می رسانیم

تا خدا خلق این بهی دین کرد — عالمی را بهشت آئین کرد
فطرت کل چو بر محبت بود — خلق را دین بطبق تکوین کرد
مشکل هر طریق آسان ساخت — معضل هر طریق تبیین کرد
پی نظم معاش و حسن معاد — وضع نیکوترین قوانین کرد
پی تکلیف دست و چشم و زبان — انچه شایسته بود تلقین کرد
بهر اصلاح ملک و ملت و دین — خلق را تابع سلاطین کرد
آخر الامر با بیان صریح — مرکز عهد خویش تعیین کرد
پیکر نا تمام گیتی را — بطراز کمال تزئین کرد

تمت النقطة الاولی للکاف
تمت الکلمة الاولی للکون
... شهر الکمال ۹۶ بدیع مطابق ۱۸ مرداد ماه ۱۳۱۸ شمسی
(اقل فؤاد اعظم صادقی)

پند نامه

از اشعار مرحوم میرزا قابل آباده‌ٔ

هو الناصح

ای اهل بهاء همت کامل بنمائید   اثبات حقیقت بدلائل بنمائید
با قوهٔ قدسیه و برهان الهی   کشف همه اسرار و مسائل بنمائید
کوشید و خروشید و بجوشید چه دریا   کاز اهل جهان حل مشاکل بنمائید
زاعمال پسندیده و اخلاق حمیده   بر خلق جهان عرض خصائل بنمائید
تبلیغ و هدایت همه خلق جهان را   فرض است تشبث بوسائل بنمائید
با خلق خوش و حسن سلوک و روش نیک   در مأدبهٔ الهیه داخل بنمائید
محجوب و ضالند بکوشید که شاید   زاحجاب در آورده و واصل بنمائید
مستغرق دریای ضلالند خلائق   با فلک عمل راه بساحل بنمائید
چون موسی و قتید هزاران ید بیضا   اندر بر فرعون مجادل بنمائید
با موعظهٔ حسنهٔ لینه ره را   هر فرقهٔ کور و کر و غافل بنمائید
آفاق جهان پر ز غریوات و هیاهو   کوشید که بل رفع غوائل بنمائید
با عدل بگیرید ابر خلق لغشاء   بل با همه بافضل معامل بنمائید
با مشهد مصفای بیانات مبارک   از کام جهان دفع حناظل بنمائید
ز آیات الهی که بود حجت قاطع   تفصیل میان حق و باطل بنمائید
این خلق علیلند و شما ئید طبیبان   بر دفع علل داروی کامل بنمائید
در خوان کرم نعمت تقدیس مهیاست   زین مائدهٔ قدس تناول بنمائید
از روی حقیقت بدر حضرت مختار   اندر دل اسحار تبتل بنمائید
با عجز و تضرع بسوی قاضی حاجات   ترتیل مناجات و نوافل بنمائید
ز الواح جمال قدم و مرکز میثاق   با شوق و شعف کسب فضائل بنمائید
از آب فضائل جسد و قلب و روان را   پاک از دنس و لوث رذائل بنمائید
دلها همگی پاک نمائید ز لغضا   و از نار محبت چه مشاعل بنمائید

هر نفس بهر شهر مکلف بضیافت   گر دیده که تشکیل محافل بنمائید
صوم است و صلوة است که مأمور بآنید   معمول بامر شه عادل بنمائید
تحصیل معاش از حرف و حرث و تجارت   واجب شده همت بمشاغل بنمائید
از بهر اقدس عجزه راه اعاشه   ز ایتام و شیوخ و ز ارامل بنمائید
تشکیل امانت بفقیران و مساکین   فرض است بکل دفع تکاهل بنمائید
فرض است ابر اهل بها تزکیة القوت   هم تزکیه دون مآکل بنمائید
در کور بها نهی صریح است تکدی   جهدی که جهان پاک ز سائل بنمائید
انفاق لدی الحق بود از سید اعمال   بذلی بره مالک باذل بنمائید
بر النفس مأموره بتبلیغ حمایت   حتم است بکل رفع تغافل بنمائید
فضلاً لاحبا شده فرمان بحقوقی   در مأدبه اش کوشش عاجل بنمائید
تعلیم بنات است و بنین امر الهی   بل فضل گر این موهبه حاصل بنمائید
در امر بکوشید که بل فضل بها را   همواره بخود کافل و شامل بنمائید
البته صد البته که دوری و تنفر   ز افیون که بود هالک قاتل بنمائید
افیون و دخان نهی و حرام است بتصریح   پرهیز از این خاسر سافل بنمائید
پرهیز از آن باده که او هوش و خرد را   همواره کند خامد و ذاهل بنمائید
از قتل و زنا غیبت و بهتان بگریزید   بیزاری از این ورطهٔ هائل بنمائید
فرمان الهیه بود صیقل ارواح   طاهر دل و جان را ز مصاقل بنمائید
در راه اوامر و نواهی الهی   سالک شده تا طی منازل بنمائید
گر امر بها نیست باو ذائق گوارا   از ذائقه‌ها دفع علائل بنمائید

تائید بپائی طلب از درگه سبحان
اندر دل اسحار چه قابل بنمائید

ماہنامہ

پیام بہائی دہلی

جلد چہارم فروری سنہ ۱۹۴۳ء نمبر دوم

ھُوَ اللہ

ای بندۂ خدا! ہر بندگی بندیست و ہر عبودیت کمندی مگر بندگیِ درگاہ الٰہی

اے خدا کے بندہ! جو کوئی بھی بندہ ہے وہ ایک بندش میں بندھا ہے۔ ہر قسم کی عبودیت اور غلامی ایک کمند ہے

کہ آزادگی است این عبودیت درد را درمان است و این بندگی زخم را

صرف خدا کی درگاہ کی غلامی آزادی ہے۔ یہی غلامی ہر درد کی دوا ہے اور ہر زخم کے لئے مرہم رحمانی ہے

مرہمِ رحمٰن آزادگی بدل است نہ بجسم و فرزانگی بروح است نہ

آزادگی دل سے ہوتی ہے نہ جسم سے فرزانگی اور عقلمندی روح سے ہوتی ہے نہ

بقوانینِ سیاسیِ پر اسم پس تو از خدا بخواہ کہ بندۂ حلقہ بگوش

بڑے بڑے نام والے سیاسی قانونوں سے۔ پس تو خدا سے دعا کر کہ جمالِ ابہیٰ کا حلقہ بگوش غلام بنا دے اور تو درگاہ کبریاء میں سچی عبادت کرنے والا ہو جائے۔ خدا کا جلال تیرے اوپر اور

جمالِ ابہیٰ باشی و عبدِ صادقِ درگاہِ کبریاء والبہاء علیک و علیٰ

کلِّ ثابت علیٰ میثاق اللہ

اُن سب پر ہو جو خدا کے عہد و پیمان پر ثابت ہیں

ع ع

قوانینِ الٰہی

ذیل کا مضمون ایک تقریر کا خلاصہ ہے جو اہلِ قرآن کی جمعیت میں ہوئی۔ اہلِ قرآن وہ جماعت ہے جو روایت وحدیث سے منکر ہے۔ تقریر تمام سامعین نے توجہ سے سُنی۔ اور بعد کو کچھ سوالات بھی کئے گئے جن کے جوابات دیئے گئے۔ مجلس مسرت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ (محفوظ الحق علمی مدیر پیامبر از علی گڑھ)

سُنّت اللہ

سنت کے معنٰی ہیں طریقہ۔ دستور۔ قاعدہ۔ قانون۔ سنت اللہ یعنی "خدا کا مقرر کیا ہوا طریقہ"۔ اسی کو "قانونِ قدرت" بھی کہتے ہیں۔ ہر قانونِ الٰہی محکم اور اٹل ہے۔ کبھی غلط نہیں ہو سکتا ٹوٹ نہیں سکتا۔ بند نہیں ہو سکتا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے

سنت اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (فتح ع ۱) خدا کا قانون جو پہلے سے چل رہا ہے اور تم آئندہ بھی قانونِ الٰہی کو بدلتے ہوئے ہرگز نہ پاؤ گے۔ سنت اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (احزاب ع) خدا کا قانون گذشتہ زمانے کے لوگوں میں جاری رہا ہے اور تم خدائی قانون کو آئندہ بھی بدلتے ہوئے کبھی نہ پاؤ گے۔ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ (فاطر ع) تم سنت اللہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم سنت اللہ کو واپس لوٹتا ہوا کبھی نہ پاؤ گے۔ یعنی سنت اللہ یا قانونِ الٰہی نہ بدلتا ہے۔ نہ اپنے عمل سے باز رہتا ہے۔ جیسے پہلے اس کا اثر عالمِ خلق پر محیط تھا آئندہ بھی اسی طرح محیط رہیگا۔ قانونِ الٰہی ایک زندہ اور قوی عامل ہے۔ جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا سب پر غالب رہتا ہے۔ ہمیشہ جاری رہا ہے اور جاری رہیگا۔ لامبدل لکلمات اللہ (انعام ع) خدا کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ لاتبدیل لکلمات اللہ (یونس ع) خدا کی باتیں اٹل ہیں۔

ظاہر ومسلّم ہے کہ وقت وقت پر پیغمبر کا بھیجنا۔ نئی شریعت و کتاب وحی کا نازل کرنا سنت اللہ ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے ابتک جاری ہے۔ چونکہ سنت اللہ بدل نہیں سکتی اس لئے نئے پیغمبر کا مبعوث ہونا۔ نئی کتاب وشریعت کا نازل ہونا ایک لازمی امر ہے۔ (اور اہل بہاء اس وقت دنیا کو مژدہ سنا رہے ہیں کہ خداوند عالم نے نئی کتاب و شریعت نازل فرمادی ہے۔ سنت اللہ کو سمجھنے والوں اور قانونِ قدرت کو ماننے والوں کا فرض ہے کہ اہل بہاء کی آواز پر کان دھریں) سنت اللہ بدلتی اور رکتی نہیں۔ وحی وشریعت کی آمد سنت اللہ ہے۔ پس وحی وشریعتِ جدیدہ کا آنا بند نہیں ہو سکتا۔

قرآنِ مجید اس حقیقت کی تائید وتفصیل کرتا ہے۔ حضرت آدم کے وقت خداوند عالم نے اعلان فرمایا تھا اما یأتینکم منی ھدی اے بنی آدم! میری طرف سے تمہیں ہدایت آتی رہے گی۔ واقعات شاہد ہیں کہ خداوند عالم بہت سے پیغمبروں کے ذریعہ وقت وقت پر احکام وشرائع بھیجتا رہا ہے۔ اسی سنتِ جاریہ کے سلسلے میں آئندہ بھی

وحی و شریعت جدیدہ بھیجے گا۔ چنانچہ اس لاتبدیل قانون کے مطابق قرآن مجید میں تصریح کے ساتھ پیغمبروں کی آمد اور آیات کے نزول کا وعدہ و اعلان فرماتا ہے۔ یا بنی آدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی۔ اے بنی آدم! تم میں سے میرے پیغمبر تمہارے پاس آتے رہیں گے۔ میری آیات بیان کریں گے۔ فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون تو جو لوگ تقویٰ اور اصلاح اختیار کریں گے انھیں خوف و غم نہ ہوگا۔ والذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنھا اولئک اصحٰب النار ھم فیھا خالدون۔ اور جو لوگ پیغمبر برحق کو جھوٹا بتائیں گے اور ہماری آیاتِ وحی کو جھٹلائیں گے اور ہمارے احکام کے مقابلہ میں تکبر کریں گے وہ آگ والے ہیں۔ اسی میں پڑے رہیں گے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ اعراف ع ۴)

ارسالِ رسل کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین فمن آمن و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہ (انعام ع ۵) ہم مرسلین کو خوش خبری دینے والے اور خطرات سے آگاہ کرنے والے بنا کر بھیجتے ہیں اور بھیجیں گے۔ سو جو لوگ ایمان لائیں گے اور اصلاح اختیار کریں گے انھیں خوف و غم نہ ہوگا۔

نُرسِلُ صیغۂ مضارع ہے جو مستقبل کا مفہوم بھی رکھتا ہے۔ اور ارشاد ہے انا کنا مرسلین (دخان ع ۱) ہم اپنا امر و حکم بھیجنے والے ہیں

خدائی قانون اور وعدہ صاف و صریح ہے کہ پیغمبر آتے رہیں گے اور یہ وعدہ قرآن مجید میں بھی دیا ہے۔ اس لئے روشن ہوگیا ہے کہ قرآن مجید کے بعد بھی وحی و شریعت یا جدید کتاب الٰہی اور پیغمبر کا ظہور ہوگا۔ یہ ایسی صاف باتیں ہیں جن میں کوئی ایچ پیچ نہیں ہے۔ پیغمبروں کا آنا سنتِ الٰہیہ ہے جو سب کو معلوم ہے۔ اسی سنتِ الٰہیہ کے ماتحت حضرت ابراہیم اور پھر حضرت موسیٰ اور اپنے وقت پر حضرت مسیح اور بعد ازاں حضرت محمد رسول اللہ کی بعثت ہوئی۔ اسی سنتِ جاریہ کے مطابق اب حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا ظہور ہوا ہے۔ اور لاکھوں حق پرستوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا جو ہر روز بڑھتے جا رہے ہیں اور انکار کرنے والے روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے:۔

سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولن تجد لسنتنا تحویلا (بنی اسرائیل ع ۸)	اے رسول! ہم نے تجھ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے ان میں بھی یہ قانون کام کر رہا تھا اور تم آئندہ بھی ہمارے قانون کو پلٹا ہوا نہ پاؤ گے۔

حضرت بہاء اللہ لوح السلطان میں فرماتے ہیں کہ

"ہم لوگ عالم خلقت میں مظاہر الٰہی (پیغمبروں) کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانتے تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق رہا جنھوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا سمجھا"؟

اور فرماتے ہیں:۔

قد بعثنی اللہ وارسلنی الیکم بآیات بینات (کتاب اقتدار ص ۵۲)	مجھے خدا نے مبعوث فرمایا اور کھلی کھلی آیات دے کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔

فطرت اللہ

خداوند عالم نے انسان کو بہترین فطرت عطا فرمائی ہے۔ نیکی۔ پاکی۔ حق پرستی روح انسانی کو محبوب ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے

انہ لحب الخیر لشدید (والعادیات ع ۱)	انسان اچھائی اور بھلائی کی محبت میں بڑا پکا ہے۔

یعنی انسان کے اندر بڑی مضبوطی سے یہ بات موجود ہے کہ وہ

اچھائی کو پسند کرتا ہے اور بھلائی کو چاہتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے خداوند عالم فرماتا ہے:۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا وعملوا الصلحات	یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین پیمانے پر بنایا ہے (یعنی انسان کی فطرت نیک اور اچھی ہے) پھر ذرا اپنی فطرتِ اصلیہ پر غبار چڑھا

لیتے ہیں ہم انھیں نیچوں کے نیچ اور بدترین کر دیتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان اور عملِ صالح اختیار کرتے ہیں (وہ احسن تقویم و فطرتِ اصلیہ پر قائم رہ کر بلند و بہتر ہوتے ہیں)

انسان کی فطرتِ اصلیہ کو قائم رکھنے اور برسرِ ظہور لانے کے لئے خداوند عالم پیغمبروں کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجتا ہے۔ شریعت اور احکام نازل فرماتا ہے دنیا کی تاریخ اور مذاہب و اقوام کے واقعات کا ریکارڈ اس کا گواہ ہے فطرتِ اصلیہ یہ ہے کہ انسان سچائی اور اچھائی پر قائم رہے۔ اسی غرض سے خدا پیغمبروں کو بھیجا کرتا ہے۔ کتاب نازل فرماتا ہے

ارسلنا رسلنا وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط	ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمائی تاکہ لوگ اعتدال و انصاف پر قائم رہیں

اب ظاہر و مسلّم ہے کہ جیسے پہلے زمانوں میں انسان فطرتِ اصلیہ سے غافل ہو کر گمراہی میں پڑتا رہا اور اُسے اُٹھانے کے لئے پیغمبر آتے رہے۔ ہر پیغمبر احسن تقویم کا سب سے اعلیٰ مظہر ہوتا تھا۔ وہ اپنی فطرتِ اصلیہ سے دوسروں کی فطرت کو متاثر کر کے بیدار کرتا تھا اور انھیں اچھائی اور بھلائی پر قائم کر دیتا تھا۔ بہت سے انسانوں کی سوئی ہوئی فطرت جاگ اٹھتی تھی۔ موجودہ زمانے میں بھی انسان نے اپنی فطرتِ اصلیہ پر بہت غبار ڈال لیا ہے۔ بے دینی کا غبار ہے۔ دین کے نام سے تعصب کا غبار ہے۔ اوہام کا غبار ہے۔ غلط عقائد اور برے اعمال کا غبار ہے۔ فرقہ بندی اور اختلافات کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ مرض بڑھ جانے پر طبیب اور علاج کی سخت ضرورت پیش آتی ہے۔ گذشتہ زمانوں میں جتنی ضرورت پیش آئی تھی اس سے ہزاروں درجہ بڑھ کر آج مصلح روحانی کی ضرورت ہے۔ انسانیت کی فطرت بڑے زور سے اصلاح اور تصلیح کی طلبگار ہے۔ خداوند عالم کا کلام بھی پکار رہا ہے کہ فاقم وجھک للدین حنیفا۔ اے انسان! یکسو ہو کر دین میں اپنی پوری توجہ صرف کر۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ دین حق پر قائم ہو جانا ہی فطرتِ اصلیہ پر قائم ہونا ہے) خدا کی دی ہوئی فطرت پر قائم ہو جا۔ جس پر خدا نے لوگوں کو بنایا ہے لا تبدیل لخلق اللہ خدا کا بنایا ہوا قانونِ فطرت اور خلق میں اس کا عمل و اثر اٹل ہے۔ ذلک الدین القیم۔ یہی سب کو قائم رکھنے والا دین ہے۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون مگر بہت سے لوگ جہالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں"۔

پس قانونِ فطرت کے مطابق موجودہ ظلمت و خرابی میں انسانوں کو فطرتِ اصلیہ پر قائم کرنے کے لئے مصلح روحانی حضرت بہاء اللہ کے نام سے جلوہ گر ہے۔ اور لاکھوں انسانوں کی سوئی ہوئی فطرت کو جگا کر انھیں بلند مقام پر قائم کر چکا ہے۔ اس نے امراضِ قلوب کو شفا بخشی ہے۔ غافلوں کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیئے ہیں۔ مدہوشوں کو ہوشمند بنا دیا ہے۔ گم گشتہ راہوں کو منزلِ مقصود پر پہنچا دیا ہے۔

اور جیسے لباس اور غذا کا انسانی عمر کی مناسبت سے بدلا جانا ضروری ہے ویسے ہی فطرتاً نوعِ انسان کی طفولیت کے احکام و شرائع بلوغ کے وقت کارآمد نہیں ہو سکتے۔ اسی اصول پر وقتاً فوقتاً سنئے احکامِ خداوندی نازل ہوتے رہے ہیں اور متعدد کتابیں اُتری ہیں اب بھی حالات اور اقتضاءِ وقت بہت کچھ بدل گئے ہیں۔ اس لئے اب بھی نئی کتاب و شریعت خداوندِ عالم نے بھیج دی ہے جو وقت کے مناسب حالات میں فطرتِ انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔

قانونِ مقدار

خلق کل شیٔ فقدرہٗ تقدیرًا (فرقان ع) خدا نے ہر چیز کو بنایا ہے اور اُسے ایک مقررہ انداز پر رکھا ہے قد جعل اللہ لکل شیٔ قدرًا (طلاق ع) خدا نے ہر چیز کی ایک مقدار مقرر کی ہے انا کل شیٔ خلقنٰہ بقدر (قمر ع) ہم نے ہر چیز کو ایک انداز سے بنایا ہے

ہر چیز کا پیمانہ اور اندازہ یہ ہے کہ ہر چیز کی ابتداء اور انتہا ہے۔ اس کے لیے ظرفِ زمان و مکان ہے۔ اس کی مقدار معین ہے اس کے اثر و عمل کا ایک مقررہ دائرہ ہے۔ کیونکہ اس عالم محدود میں لامحدود شیٔ تو آ نہیں سکتی۔ جو کچھ یہاں ظاہر ہوتا ہے کیف و کم اور مکان و زمان کی حدود میں محدود ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:۔

ان من شیٔ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدرٍ معلوم (حجر ع)	کوئی چیز ایسی نہیں جس کے بے انت خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم ہر چیز کو ایک مقدارِ معلوم پر ہی عالم ظہور میں لاتے ہیں

اور فرماتا ہے:۔

وکان امر اللہ قدرًا مقدورًا (احزاب ع)	خدا کا امر تکوین و تشریع ایک مقررہ پیمانے پر ہے۔
وکل شیٔ عندہٗ بمقدار (رعد ع)	خدا کے نزدیک ہر چیز مقدار سے وابستہ ہے

ظاہر و مسلم ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک وقت تھا۔ ہر شریعت کا ایک [illegible] تھا۔ جب ایک کتاب و شریعت کا دور ختم ہوگیا خداوندِ عالم نے [illegible] کتاب و شریعت بھیج دی۔ یہ سنت اللہ عالم میں کام کرتی رہی ہے [illegible] کا عمل جاری رہا ہے اور رہیگا۔ جیسے قانونِ مقدار کے مطابق پہلے ہر ایک پیغمبر کا ایک زمانہ تھا۔ ہر ایک کتاب و شریعت کا ایک وقت تھا اور ہر اُمت کا ایک دَور تھا جو اپنی مقدار پوری کر کے ختم ہو گیا۔ اور اس کے بعد دوسرے پیغمبر اور دوسری کتاب و شریعت کا زمانہ آیا۔ واقعاتِ عالم اور کتبِ الٰہیہ شاہد و ناطق ہیں۔ اسی قانونِ مقدار کے ماتحت شریعتِ قرآن کا ایک وقت تھا جو اَب پورا ہو چکا ہے۔

دنیا میں اس بات سے تو کوئی منکر نہیں کہ شریعت و اُمتِ قرآن کا ایک وقت مقرر ہے لیکن مسلمان کہتے ہیں کہ وہ وقت جو شریعت و اُمتِ قرآن کے لئے مقرر ہے دنیا کے آخر تک ہے۔ مگر خود قرآن مجید اس بات کی تردید کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس شریعت و اُمت کا مقررہ وقت ایک ہزار سال اور کچھ سال ہے۔ نہ یہ کہ دنیا کے آخر تک۔ چنانچہ یہ بات ہم قرآن ہی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

شریعتِ اسلام کے متعلق فرمایا ہے ذٰلک امر اللہ انزلہٗ الیکم (طلاق ع) یہ خدا کا امر و حکم ہے جو تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ ففسق عن امر ربہ (کہف ع) ابلیس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ ثم جعلنٰک علیٰ شریعۃٍ من الامر (جاثیہ ع) پھر ہم نے اے رسول! تجھے امر کی راہ پر کر دیا۔

پس خدا کے دین کو امر اللہ بھی کہتے ہیں۔ اب ملاحظہ ہو خداوندِ عالم شریعت و امت کی مقدار زمانۂ قیام بیان فرماتا ہے۔

یدبر الامر من السماء الی الارض خداوند عالم امر اسلام کی تدبیر کر رہا ہے آسمان سے زمین کی طرف۔ ثم یعرج الیہ فی یومٍ کان مقدارہٗ الف سنۃٍ مما تعدون۔ پھر زمانۂ تدبیر (یعنی قرون ثلٰثہ) کے بعد یہ امر اسلام خدا کی طرف اٹھ جائے گا۔ ایک دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے تمہارے حساب سے۔ پس ایک ہزار سال اور کچھ سال شریعت و امتِ اسلام کا زمانہ ہوا۔ جو اَب پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے شریعتِ اسلام کا

وقت تمام ہو کر اب نئی شریعت کا دَور ہے۔

اُمّت کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ یوم موعود میں امت سے پوچھا جائے گا کم لبثتم فی الارض عدد سنین تم روئے زمین پر کتنے سال قائم رہے قالوا لبثنا یومًا او بعض یوم ؏ کہیں گے کہ ہم ایک دن اور دن کا کچھ حصّہ قائم رہے۔ ایک دن اصطلاحِ قرآن میں ہزار سال اور دن کا کچھ حصّہ نصف سے کم۔ ایک ہزار دو سو ساٹھ سال پر دورِ اسلام ختم کر کے حضرت باب کے ظہور سے خداوندِ عالم نے نیا دَور شروع فرمایا۔

اس آیتِ مبارکہ میں امرِ اسلام کی مدّت اور مقدارِ عمر صریح الفاظ میں ایک ہزار سال اور کچھ سال بیان فرما دی ہے۔ قانونِ مقدار کے مطابق زمانۂ اسلام کی مقدار کس قدر واضح اور روشن کر دی گئی ہے۔ پھر بھی اگر مسلمان یہی کہتے ہیں کہ دنیا کے آخر تک ہمارا دَور ہے تو وہ ان گذشتہ اور مُردہ اُمتوں کی سی بات کہتے ہیں جن کے دَور ختم ہو چکے اور وہ ہلاک و برباد ہوئے پر بھی آج تک یہی کہہ رہی ہیں کہ ہمارا اور ہمارے مذہب کا دَور رہتی دنیا تک ہے۔ جیسے پہلی قوموں کی بات قانونِ قدرت کے خلاف اور غلط ہے ویسے ہی مسلمانوں کی بات بھی غلط اور قانونِ قدرت و قرآن مجید کے خلاف ہے۔

عجیب بات ہے کہ عین اَدبار و زوال کے اندر رہتے ہوئے قومیں یہ کہتی ہیں کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے حالِ زار پر روتی بھی ہیں۔ وقت ایسا آ جاتا ہے جب عموماً لوگ زوال سے مضطرب ہو جاتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔

وانذر الناس یوم یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الیٰ اجلٍ قریب نجب دعوتک ونتبع الرسل۔
لوگوں کو خطرے سے آگاہ کر دو کہ جب عذاب آ جاوے گا تو ظالم کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی مدت کیلئے مہلت دے کہ ہم تیری دعوت کو قبول کریں اور پیغمبروں کی پیروی کریں۔

خداوند عالم اس کے جواب میں فرماتا ہے۔

اولم تکونوا اقسمتم ما لکم من زوال (ابراہیم)
کیا تم قسمیں کھا کر نہ کہتے تھے کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔؟

سو اب تمھیں کیسا زوال نصیب ہوا ہے؟ مسلمانوں کو بھی اس آسمانی ندا سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ وہ بھی عین زوال میں مبتلا ہو کر یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔ زبانِ قدرت انھیں للکار رہی ہے کہ کیا نہیں دیکھتے کہ تم زوال میں گرفتار ہو اور پھر بھی کہتے ہو کہ ہمیں زوال نہ ہوگا۔ اور جبکہ اپنی بُری حالت پر روتے ہو تو خود سمجھ لو کہ تمھارا یہ کہنا کہ ہمیں زوال نہ ہوگا کس قدر حقیقت سے دور ہے!

اب تمھارے زوال کا وہی علاج ہے جو پہلے تھا کہ جب عرب میں تمھارے اسلاف ضلالت میں پڑے ہوئے تھے اور خداوند عالم نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور قرآن نازل کیا۔ تمھارے اسلاف میں سے جنھوں نے ایمان اور عملِ صالح اختیار کیا وہ زوال سے نجات پا کر ترقی کے آسمان پر جا پہنچے۔ آج تم بھی اگر زوال سے نکل کر رفعت و ترقی چاہتے ہو تو امر اللہ کو قبول کرو۔ ظہورِ حق پر ایمان لاؤ عملِ صالح اختیار کرو۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

وتلک القریٰ اھلکناھم لما ظلموا وجعلنا لمھلکھم موعدا (کہف)
اور یہ بستیاں ہیں جنھوں نے بیجا کام کئے تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا اور انکی ہلاکت کیلئے وعدہ گاہ مقرر کر دیا تھا۔

اپنے وعدے کے مطابق آج یوم موعود میں فرماتا ہے

لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرۃ بل زعمتم ان نجعل لکم
جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار بنایا تھا آج پھر تم اسی حال میں ہمارے پاس آئے ہو بلکہ تم اس زعمِ باطل میں مبتلا ہو چکے تھے

؏ مائۃ الف او یزیدون - او بمعنی واو

موعدًا۔ (کہف ۸ع)	کہ ہم تمہارے لئے وعدہ گاہ نہ بنائینگے

سو اب وہ وعدہ گاہ آپہنچا۔

قانونِ اجل

ماخلق اللہ السمٰوات والارض وما بینھما الا بالحق واجلٍ مسمّی (روم ع)	اللہ نے سموات وارض اور ان میں کی سب چیزیں حق وحکمت اور مقررہ وقت سے وابستہ بنائی ہیں۔
کلٌّ یجری الیٰ اجلٍ مسمّی (لقمان ۳ع)	ہر چیز ایک مقررہ وقت تک چلتی ہے۔
کلٌّ یجری لاجلٍ مسمّی (رعد ع)	ہر چیز ایک مقررہ وقت کے لئے چلتی ہے۔

ان آیاتِ بیّنات میں قانونِ اجل بیان فرمایا ہے کہ ہر چیز کی عمر ہوتی ہے۔ ایک آغاز اور ایک انجام ہوتا ہے۔ زندگی و حرکتِ عمل کی ایک مدّت مقرر ہوتی ہے۔ جب وہ مدّت ختم ہوجاتی ہے ہر چیز حرکتِ عمل سے رُک جاتی ہے۔ یہ قانون ساری کائنات میں جاری وساری ہے۔ کوئی چیز اس سے مستثنیٰ نہیں۔ ہر شریعت اور ہر اُمت بھی اسی قانونِ اجل کے ماتحت ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

لکلِّ اُمۃٍ اجل فاذا جاء اجلھم لایستأخرون ساعۃً ولا یستقدمون (اعراف ع - یونس ع)	ہر امت کے لئے ایک مقررہ وقت ہے۔ جب ان کا آخری وقت آجاتا ہے تو وہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے رہ سکتے ہیں۔
ماتسبق من امۃٍ اجلھا وما یستأخرون (مومنون ع)	کوئی اُمت اپنے مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوتی۔

کتاب وشریعت کے بارے میں فرماتا ہے:۔

ماکان لرسولٍ ان یأتی بآیۃٍ الا باذن اللہ	کوئی پیغمبر حکم خدا کے بغیر ایک آیت بھی نہیں لاتا اور نہیں لائے گا۔
لکل اجلٍ کتاب۔ یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہٗ امّ الکتاب (رعد ع)	ہر دَور کے لئے ایک کتاب شریعت ہے خدا جو کچھ چاہتا ہے محو کرتا ہے اور کریگا اور جو کچھ چاہے برقرار کرتا ہے اور کریگا اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔

صریح طور پر فرمادیا ہے کہ ہر اُمت کے لئے ایک مقررہ دَور ہے اور ہر دَور کے لئے ایک کتاب شریعت ہے۔ امتِ محمدیہ بھی ایک امت ہے۔ قانونِ اجل کے مطابق اس اُمت کا بھی ایک مقررہ وقت تھا۔ اور اس مقررہ وقت کے لئے کتاب شریعت قرآن مجید معلوم ومسلّم ہے یہ اُمت اپنا وقت پورا کرچکی۔ جیساکہ آیت "الف سنۃ" سے واضح ہے اس وقت کی کتاب بھی اپنا کام پورا کرچکی۔ اس لئے اب خداوند عالم نے دوسری کتاب شریعت نازل فرمادی اور دوسری اُمت برپا کردی جسے دنیا اہل بہاء کے نام سے پہچانتی ہے۔

قانونِ تمادی

عالمِ خلق میں ہر چیز کی ایک عمر ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک وقت پیدا ہوتی ہے۔ طفولیت کے زمانے سے گذرتی ہے۔ شباب وجوانی میں آتی ہے۔ پھر بڑھاپے میں پہنچکر کمزور ہوجاتی ہے۔ آخرکار اجلِ معیّن ختم ہوتے ہی موت کے دروازے میں داخل ہوتی ہے۔ افراد اور اقوام سب کا یہی حال اور مآل قانونِ قدرت میں مقرر ہے۔ تمام افراد کے حالات روزمرہ مشاہدے میں آرہے ہیں۔ اقوام واُمم کے واقعات چشمِ عالم کے سامنے ہیں۔ اسی حقیقت کو خداوندِ عالم یوں بیان فرماتا ہے

اللہ الذی خلقکم من ضعفٍ ثم جعل من بعد ضعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ	اللہ وہی ہے جس نے تمہیں کمزور حالت میں بنایا۔ پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا

[illegible] | [illegible] کیا ہے۔

یہی [illegible] والی اُمت کا بھی [illegible]

دنیا کی نظر کے سامنے ہے۔ کس طرح کمزور حالت سے قوت و عروج حاصل کیا۔ اور اب پھر قوت و ترقی کے بعد کس طرح کمزوری و تنزل میں آپڑے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مخلوق کی ہر چیز پر تمادی عارض ہوتی ہے۔ لازوال اور بے تغیر صرف ذاتِ خداوندی ہے۔ قوم اور اُمت پر تمادی عارض ہونے کا ذکر خداوند عالم یوں فرماتا ہے:۔ مسلمانوں کو ان لوگوں کی طرح

ولا تکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم (حدید ع) | نہ بننا چاہئے جنھیں گذشتہ زمانے میں کتاب الٰہی دی گئی۔ پھر اُن پر مُدت دراز ہو گئی۔ سو اُن کے دل سخت ہو گئے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ قوم پر رفتہ رفتہ طویل وقت گذر جاتا ہے تو قوم کا دل اصلاح سے دور ہو کر سخت ہو جاتا ہے۔ وہ ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتی ہے۔ قساوتِ قلبی کے اثر سے اخلاق ضائع ہو جاتے ہیں باہمی ہمدردی اور محبت سرد پڑ جاتی ہے۔ وہ قوم خدا کو دل سے بُھلا کر گمراہی کے غار میں گر جاتی ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے

فویلٌ للقاسیۃ قلوبھم عن ذکر اللہ اولٰئک فی ضلالٍ مبین (زمر ع) | سخت دلوں کے لئے ہلاکت ہے جو یادِ الٰہی سے بے پروا ہیں۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

بل متعنا ھٰؤلاء وآباءھم حتیٰ طال علیھم العمر (انبیاء ع) | ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا۔ یہاں تک کہ انکی عمر دراز ہو گئی۔ تمادی عارض ہو گئی۔

• ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے:۔

ولٰئک الذین حق علیھم | یہی لوگ ہیں جن پر خدائی [illegible]

القول فی اُمم قد خلت من قبلھم من الجن و الانس انھم کانوا خٰسرین (احقاف ع) | ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بھی گذشتہ مردہ قوموں میں مل کر خسارے میں پڑ گئے ہیں۔

اب تمام اقوامِ عالم پر نظر ڈال کر دیکھئے تو دکھائی دیتا ہے کہ سب اقوام خدا سے دور جا پڑی ہیں۔ دین سے انھیں کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں نے بھی خدا کو بُھلا دیا ہے۔ وہ سخت دل ہو گئے ہیں۔ ان پر تمادی عارض ہو گئی ہے۔ ان میں قبولِ حق کا وہ مادہ نہیں رہا جو انھیں دنیا میں ممتاز کرتا تھا۔ نہ ان کے دینی اداروں میں وہ روح ہے جو پہلے تھی۔ قرآن بھی اپنا اثر ختم کر چکا ہے۔ اب قرآن دلوں میں وہ عظیم تبدیلی پیدا نہیں کرتا جو پہلے کرتا تھا۔ ایسی حالت میں نئی کتاب الٰہی اور پیغمبر حق کا ظہور لازمی ہے۔ جیسا کہ اہل کتاب کے ایسے ہی حالات ہو جانے پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ نئی کتاب الٰہی اور نیا ظہورِ حق ہو چکا ہے۔ جس طرح حق پرست اہل کتاب نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا تھا ویسے ہی سچے مومن قرآن حضرت بہاء اللہ کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ اور جس طرح سخت دل اہل کتاب نے حضرت محمد رسول اللہ کی دعوت کو رد کر دیا تھا اور آج تک رد کر رہے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور روحانیت سے بے بہرہ ہیں حضرت بہاء اللہ کی دعوت حق کا انکار کر رہے ہیں۔ جیسے بالآخر دنیا پر دعوتِ محمدیہ غالب آگئی تھی حضرت بہاء اللہ کی دعوت بھی غالب آچکی ہے۔ اور آئندہ اور بھی قوت سے غلبہ دکھائے گی۔

قانونِ بدأ و اعادہ

اللہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہٗ (یونس ع) — کہدو کہ اللہ آغاز پیدائش کرتا ہے اور پھر دوبارہ کرتا ہے

وھو الذی یبدؤ الخلق ثم یعیدہٗ (روم ع) — وہی پہلی بار بناتا ہے ۔ پھر وہی دوبارہ بناتا ہے ۔

اللہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہٗ (روم ع) — اللہ خلق کو شروع کرتا ہے اور پھر اسے مکرر بناتا ہے ۔

آیاتِ مبارکہ میں صاف فرمایا ہے کہ خداوند عالم خلق کو ایک بار پیدا کرکے دست کش نہیں ہو جاتا ۔ بلکہ پھر سلسلۂ خلق چلاتا ہے ۔ ایک نسل کو پیدا کرتا ہے اور پھر اس کی جگہ دوسری نسل پیدا کرتا ہے ۔ ایک قوم کو برپا کرتا ہے اور پھر اس کا جانشین دوسری قوم کو بناتا ہے ۔ ایک شریعت کی ماننے والی اُمت کو بناتا ہے اس کا دور ختم کرکے دوسری نئی شریعت کو ماننے والی اُمت قائم کرتا ہے یہ قانون مستمر ہے ۔ دنیا میں خدا ایسا ہی کرتا رہا ہے اور ایسا ہی کرتا رہیگا یبدؤ ۔ یعید ۔ مضارع ہیں جو استمراری معنی دیتے ہیں ۔ جس سے بلا شک واضح ہو گیا کہ آئندہ بھی خدا ایسا ہی کرتا رہیگا ۔ پس نئی امت کا پیدا کرنا ۔ خدا کا دائمی قانون ہے ۔ جس کا عمل پہلے بھی رہا اور آئندہ بھی رہے گا ۔ قوموں اور امتوں کی پیدائش کے واقعات روئے زمین پر عالم آشکارا ہیں ۔ سب جانتے ہیں اور سب دیکھتے ہیں ۔ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی پرانی یا نئی اُمت کا فرد ہے ۔ یہ واقعات چشم عالم کے سامنے ہیں ۔ اسی بات کو خداوند عالم یوں ظاہر فرماتا ہے ۔

اولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہ ۔ ان ذٰلک — کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ خدا کس طرح نئی آفرینش کرتا ہے ۔ پھر دوبارہ اسے کرتا ہے ۔ یہ خدا کا معمولی کام ہے ۔

علی اللہ یسیر ۔ قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدأ الخلق ثم اللہ ینشئ النشأۃ الاخرۃ ان اللہ علیٰ کل شیٍٔ قدیر (العنکبوت ع) — (اگر انھوں نے یہ خدائی کام نہیں دیکھا تو اب ظہورِ محمدی میں دیکھ لیں) ان سے کہدو ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ خدا نے (ظہورِ محمدی کے ذریعے) کس طرح نئی مخلوق بنائی ہے ۔ خدا اسے دوسری اٹھان میں پھر اٹھائے گا ۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔

اس آیت مبارکہ میں صاف وعدہ ہے کہ امتِ محمدیہ جو اس وقت پیدا کی گئی ہے ۔ پھر دوبارہ نئی زندگی میں اٹھائی جائے گی سورۂ اعراف میں اسی بات کو یوں بیان فرماتا ہے :-

کما بدأکم تعودون فریقاً ھدیٰ و فریقاً حق علیھم الضلالۃ ۔ — مسلمانو! جس طرح خدا نے تمھیں اب آغاز کیا ہے پھر لوٹ کر تم اسی طرح کے ہو جاؤ گے ۔ یعنی ایک فریق ہدایت پر ایک فریق گمراہ (جیسا کہ ظہورِ محمدی میں ہوا تھا)

صریح وعدۂ اعادہ فرماتا ہے ۔

کما بدأنا اول خلق نعیدہٗ وعداً علینا انا کنا فاعلین (انبیا) — جیسے ہم نے پہلی خلق بنائی ہے اُسے دوبارہ بنائیں گے ۔ یہ ہمارا حتمی وعدہ ہے ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے ۔

خداوند عالم نے اپنے اٹل قانون اور پختہ وعدے کے مطابق حق پرست امت کو دوبارہ بنایا ہے جو اس دورِ جدید میں برپا ہوئی ہے سورۂ روم میں یہ فرما کر کہ تمھیں کمزور حالت سے بنایا اور قوت دی ۔ اور قوت کے بعد پھر کمزوری اور بڑھاپا دیا ۔ یہ بھی فرماتا ہے کہ

یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیر (روم ع) — خدا جو کچھ چاہے گا پیدا کرے گا ۔ وہی ہے سب کچھ جاننے والا اور ٹھیک اندازہ مقرر کرنے والا

پس ٹھیک مقررہ پروگرام کے مطابق نئی اُمت عالم خلق میں نمودار ہو گئی

یہ خدا کے علم و اقتدار کا زبردست نشان ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

قانونِ احیاء و اماتت

واللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا ان فی ذلک لاٰیۃ لقوم یسمعون (نحل ع) | خدا نے بادل سے پانی اتارا جس سے مردہ زمین کو جلا دیا۔ اس قدرتی عمل میں سننے والوں کے لئے نشان ہے۔

وینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتھا ان فی ذلک لاٰیۃ لقوم یعقلون (روم ع) | خدا بادل سے مینہ برساتا ہے۔ مری ہوئی زمین کو اس کے ذریعے زندہ کردیتا ہے۔ اس خدائی کام میں عقل سے کام لینے والوں کیلئے نشان ہے

فانظر الیٰ اٰثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتھا ان ذلک لمحیی الموتیٰ۔ (روم ع) | خدا کی رحمت کے اثرات کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کی موت کے بعد اُسے زندہ کردیتا ہے۔ یقیناً وہی مُردوں کو جلانے والا ہے۔

مردوں سے مراد حقیقتِ انسانیت کے مردہ ہیں۔ جن کے متعلق فرمایا

فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ٥ (روم ع) | اے پیغمبر! تو مُردوں اور بہروں کو اپنی دعوتِ حق نہیں سُنا سکتا جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

مسلمانوں کو اسی حقیقی موت سے نکال کر زندہ کیا تھا اور پھر دوبارہ موت اور پھر زندگی کی خبر دی تھی۔

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (روم ع) | اللہ وہ ہے جس نے تمھیں بنایا اور تمھیں رزق دیا۔ پھر تمھیں موت دیگا۔ پھر تمھیں زندہ کرے گا۔

قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم | کہدے کہ اللہ تمھیں (ابظہور محمدی میں)

ثم یجمعکم الیٰ یوم القیٰمۃ لاریب فیہ ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون (جاثیہ ع) | زندہ کریگا۔ پھر تمھیں ماریگا۔ پھر تمھیں قیامت کے دن تک جمع کریگا جسمیں شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اسی قومی زندگی کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور پھونکا تھا اور مردے جو مدفن کے تھے جن کا ذکر آیاتِ ذیل میں ہے۔

استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (انفال ع) | خدا رسول کی بات مانو جب وہ تمھیں اس چیز کے لئے پکارتے ہیں جو تمھیں زندہ کرتی ہے۔

زندہ ہونے والے مومنوں کا ذکر ان الفاظ میں ہے کہ

افمن کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمٰت لیس بخارج منھا (انعام ع) | وہ جو مردہ تھا ہم نے اُسے زندہ کردیا اور اُسے مشعل نور دیدی۔ جسے وہ لوگوں میں لئے پھرتا ہے کیا اس شخص کی مانند ہے جو کہ اندھیریوں میں پڑا ہے نکل ہی نہیں سکتا۔

کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (بقرہ ع) | مسلمانو! تم مردے تھے۔ خدا نے تمھیں زندہ کردیا۔ پھر خدا تمھیں ماریگا پھر تم اسی کی جانب متوجہ کئے جاؤ گے

یہی بات یہودی قوم کے متعلق فرمائی ہے۔ کہ

ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون (بقرع) | پھر ہم نے تمھاری موت کے بعد تمھیں زندہ کردیا تاکہ تم شکر گذار بنو

اسی قومی زندگی کو نشور کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جیسے مادی طور پر پانی کی بارش ہوتی ہے اسی طرح قوم کے لئے نئی زندگی کا پانی اُتارا جاتا ہے

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحاباً فسقنٰہ الیٰ بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتھا | خدا وہ ہے جس نے ہوائیں بھیجیں وہ ہوائیں ابر کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم اُسے مردہ بستی کی طرف چلا دیتے ہیں اور

کذلک النشور (فاطر ع) — اس کے ذریعے مُردہ زمین کو جِلا دیتے ہیں۔ اِسی قانون کے مطابق قومی زندگی ہوتی ہے۔

اسی قومی زندگی کو نشور اور خروج فرمایا ہے:۔

واحیینا به بلدۃً میتا کذلک الخروج (ق ع) — ہم نے مینہ سے مردہ بستی کو زندہ کیا۔ اسی طرح قوم کا نئی زندگی میں نکلنا ہوتا ہے

خاص طور پر وعدہ فرماتا ہے کہ دعوتِ حق دیکر ہم تمھیں نئی زندگی دینگے

ومن آیاته ان خلقکم من تراب ثم اذا دعاکم دعوۃً من الارض اذا انتم تخرجون (روم) — اور اس کے نشانوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمھیں خاک سے بنایا پھر جب وہ تمھیں پستی میں سے اُٹھنے کی دعوت دیگا تو تم نکل کھڑے ہوگے۔

چنانچہ یہی لفظ مسلمانوں کے لئے فرمایا۔ خروج کی حقیقت بتادی

کنتم خیر اُمّۃ اخرجت للناس۔ — تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو۔

یوم الخروج کا وعدہ اور ہمیں ندائے حق سننے کی تاکید فرماتا ہے:۔

واستمع یوم ینادِ المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یوم الخروج (ق) — اور کان لگا کر سُننا جس دن کہ منادی الٰہی قریب کی جگہ سے ندا بلند کریگا جبکہ لوگ آوازِ حق سنیں گے یہی ہوگا یوم الخروج نئی زندگی میں نکلنے کا دن

قانونِ تبدیل و تنسیخ

جب کبھی خدا تعالیٰ اپنا نیا کلام نازل کرتا ہے اور کسی حکم کو بدل کر دوسرا حکم دیتا ہے تو حقیقت ناشناس پکار اُٹھتے ہیں کہ یہ پیغمبر جو نیا کلام لایا ہے مفتری ہے۔ درحقیقت یہ لوگوں کی جہالت ہے کہ وہ قانونِ الٰہی اور اختیار و قدرتِ ربانی سے منکر ہوجاتے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

اذا بدّلنا آیۃً مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزّل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لایعلمون (نحل ع) — جب ہم ایک آیت و حکم کو بدل کر اس کی جگہ دوسری آیت و حکم لائینگے اور اللہ جو کچھ رفتہ رفتہ نازل کریگا اسے خوب جانتا ہے تو نئی آیت آنے پر لوگ پیغمبر سے کہینگے تو مفتری ہے۔

پیغمبر تو مفتری نہیں بلکہ اکثر لوگ علمِ حقیقت سے بے بہرہ ہیں اور فرماتا ہے

ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا (بقرہ) — ہم کوئی آیت و حکم منسوخ کرتے ہیں یا کرینگے یا اسے بھلاتے ہیں اور بھلائینگے تو اس سے بہتر آیت و حکم لائینگے یا اس کی مانند لے آئینگے۔

آیت کے الفاظ کھلے طور پر قانونِ تبدیل و تنسیخ کو دائمی و تکراری بتارہے ہیں کہ آئندہ بھی آیات بدل کر دوسری آیات دی جائینگی اور بعض احکام منسوخ کرکے ان جیسے یا ان سے بہتر احکام دیئے جائینگے اس قانون کے مطابق اب نئے دور میں خداوند عالم نے بہت سے قوانین دیئے ہیں جو شریعتِ فرقانیہ کے احکام سے بہتر ہیں۔ جن کی تفصیل اپنے مقام پر ملاحظہ ہوسکتی ہے۔ جس طرح احکامِ شریعت میں تبدیل و تنسیخ ہوتی ہے اسی طرح امت کی بھی تبدیلی ہوتی ہے۔

واذا شئنا بدّلنا امثالھم تبدیلا۔ — جب ہم چاہیں گے تمھیں بدل کر تم جیسے اور لوگ لے آئینگے۔

وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ( ) — تم روگردان ہوجاؤ گے تو تمھارے بدلے خدا اور قوم لے آئے گا۔

اور فرمایا

تیرا رب بے پروا اور صاحب رحمت ہے۔ جب چاہیگا تمھیں لیجائیگا

اور تمہارے بعد تمہاری جگہ جسے چاہتا ہے لے آئیگا۔ جیسے تمہیں دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ بلاشک تمہیں جو وعدہ دیا جارہا ہے البتہ آکر رہیگا اور تم روک نہیں سکتے۔

قانونِ نشو و ارتقا

وانّہٗ ھو امات واحییٰ	خدا نے مارا اور جلایا ہے اور
وانّہٗ خلق الزوجین	اسی نے نر و مادہ کا جوڑا بنایا ہے
الذکر والانثیٰ من	ایک ہی نطفے سے جو گرایا جاتا ہے
نطفۃٍ اذا تمنیٰ وانّ	اور اسی کے ذمہ ہے دوسری
علیہ النشاۃ الاخریٰ (النجم)	اٹھان۔ اٹھانا۔

جیسے مادی تولید کا سلسلہ دائمی و جاری ہے ویسے ہی روحانی ولادت کا سلسلہ بھی برابر چلتا رہیگا۔ پہلے لوگ مر جائیں گے تو بھی دوسرے لوگ اٹھائے جائینگے۔

نحن قدرنا بینکم الموت	ہم نے تمہارے اندر موت مقرر
وما نحن بمسبوقین	کردی ہے اور ہم اس بات سے
علیٰ ان نبدّل امثالکم	پیچھے نہیں رہ سکتے کہ تمہاری جگہ
وننشئکم فیما لا تعلمون	تم جیسے اور لوگوں کو لے آئیں اور

تمہیں ایسی حالت میں اٹھائیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

جیسے شخص کی مادی زندگی اس کی روحانی زندگی کے لئے دلیل ہے ویسے ہی قوم کی پہلی زندگی اس کی دوسری زندگی کے لئے ایک نشان و ثبوت ہے۔

ولقد علمتم النشاۃ	تم پہلی اٹھان کو جان چکے ہو
الاولیٰ فلولا تذکرون	سو اب دوسری نشاۃ کو کیوں نہیں
(واقعہ ع ۲)	سمجھتے۔

حیات ایک حقیقت ہے جس کے مختلف پہلو ہیں۔ فردی قومی - جسمانی - روحانی - دنیاوی - اخروی - ایک پہلو کو سمجھ لینے سے دوسرا پہلو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ سورۃ انشقاق میں فرمایا ہے کہ انسان نہایت ہی جدوجہد کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں اپنے ترقی دینے والے رب سے جا ملیگا۔ تب جسکو کتاب الٰہی سیدھے ہاتھ میں ملیگی وہ بڑا خوش ہو کر اپنے گھر والوں میں لوٹے گا۔ اور جس شخص کو کتاب پس پشت ملیگی وہ ہلاکت و بربادی کو اپنی طرف بلائیگا۔ جیسے شفق کی سرخی جو آفتاب کا اثر ہے آہستہ آہستہ گم ہو جاتی ہے اسی طرح کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والے کا نورِ ایمان غائب ہو جائے گا۔ اور جس طرح چاند بڑھتے بڑھتے چودھویں رات میں بدرِ تمام ہو جاتا ہے اسی طرح اہل ایمان کلام الٰہی کے آفتاب کی روشنی سے استفادہ حاصل کر کے منور ہو جائینگے اور بلند ترین اور روشن منازل پہ پہنچ جائینگے۔ چنانچہ نہایت وضاحت سے اس قانونِ ارتقا کو بیان فرماتا ہے۔ لترکبنّ طبقاً عن طبق "کہ تم یقیناً درجہ بدرجہ اونچے چڑھ جاؤ گے۔ پستی سے نکل کر بلند ہو جاؤ گے۔

قرآن مجید نے جس بلند مقام کے لئے اُمت کو تیار کیا تھا اس کو اچھی طرح سمجھنا اور یوم موعود میں نئے ظہورِ حق اور نئی کتاب اللہ پہ ایمان لانا ہی وہ اسباب ہیں جن کے ذریعے یہ نشو و ارتقا حاصل ہوگی۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ لوگوں نے ہمیشہ پیغمبرِ وقت کو فریب کار۔ جادوگر۔ کذاب۔ نجومی۔ روزگار۔ اور غرض مند قرار دیا۔ اور اس کی باتیں سن کر کہا ہم نے پچھلے دین میں یہ باتیں بالکل نہیں سنی ہیں۔ اس لئے اس نئے پیغمبر کی باتیں نری من گھڑت ہیں۔ کیا انھیں حضرت پر خدا کی وحی و کتاب آتری ہے۔

خداوند عالم ان باتوں کے جواب میں فرماتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی و کتاب کی حقیقت سے ہی بے خبر اور شکوک میں مبتلا ہیں۔ مادی عیش و آرام میں پڑے ہوئے ایسی باتیں بنا رہے ہیں

عذابِ الٰہی کا مزہ چکھ لینگے تو ایسی باتیں بھول جائینگے۔ کیا خدا کی رحمت کے خزانوں پر ان کا قبضہ ہے؟ کیا سمٰوات وارض اور اشیاء پر ان کی حکومت ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ جب یہ بات نہیں ہے تو انھیں چاہئے کہ خدا کے مقرر کردہ اسباب و ذرائع سے فائدہ اٹھاکر ارتقاء حاصل کریں (بہترین زندگی اور دین میں ارتقاء حاصل کرنے کے اسباب خدا کے مقرر کردہ پیغمبر پر ایمان اور کتاب اللہ کی پیروی ہیں اگر ان اسباب کو پس پشت ڈال دینگے تو لوگ ہلاک ہونگے) خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ خود تو زمینی و آسمانی نعمتوں کے مالک نہیں ہیں۔ اس لئے

فلیرتقوا فی الاسباب جندٌ ماھنالك مھزوم من الاحزاب۔ کذبت قبلھم قوم نوح وعاد وفرعون ذوالاوتاد وثمود وقوم لوط و اصحٰب الایکۃ اولٰئك الاحزاب۔ ان كلٌ الا كذب الرسل فحق عقاب ٥ (ص ع)	ان لوگوں کو چاہئے کہ خدا کے مقرر کردہ اسباب میں داخل ہوکر ارتقاء حاصل کریں (دیکھو) اسی مقام پر قوموں میں سے جھنڈ کے جھنڈ ہمت ہار چکے ہیں۔ چنانچہ ان سے پہلے قوم نوح۔ عاد۔ فرعون ذوالاوتاد۔ ثمود۔ قوم لوط۔ اصحاب ایکہ یہ سب جماعتیں (جو پیغمبرِ وقت کو پہچاننے اور ماننے سے محروم رہیں) ان سب نے یہی کیا کہ پیغمبروں کو جھٹلایا اور سزا پائی۔

یہاں آیت مبارکہ "فلیرتقوا فی الاسباب" نے ثابت کردیا ہے کہ جہاں ہر مقصد کے لئے اسباب ہیں وہاں انسانی اور دینی ارتقاء کے لئے کتاب اللہ اور پیغمبر وقت پر ایمان سب سے بڑا سبب ہے۔ اور جب ان اسباب سے ارتقاء وابستہ ہے تو خود یہ اسباب بھی وقت کے مناسب ارتقاء کرتے ہیں۔ وحی الٰہی ہمیشہ اپنی ارتقائی تشکیل میں جلوہ گر ہوتی رہی ہے۔ نیز آیت مبارکہ لترکبن طبقاعن طبق واضح کرتی ہے کہ انسان برابر بلندی کی جانب ارتقاء کررہا ہے۔ اس لئے زمانہ کی رفتارِ ترقی کے ساتھ ساتھ وحی و شریعت الٰہی بھی ارتقائی صورت میں نمودار ہوتی ہے اور اب بھی ہوئی ہے۔

اس قانونِ ارتقاء کی بنا پر احکام جدیدہ وقت وقت پر پیغمبروں کے ذریعے نازل ہوتے رہے ہیں۔ جس کا بیان خداوند عالم نے یوں فرمایا ہے لكل اجل كتاب۔ ہر دور کے لئے ایک کتاب ہوتی ہے۔ اس لئے نئی کتاب کے نزول کا سبب صرف یہی نہیں کہ پہلی کتاب پر اختلافات کے پردے پڑگئے ہیں بلکہ نئی کتاب کے آنے کی بڑی اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ زمانہ چونکہ ترقی کرگیا ہے اور پہلے احکام موجودہ وقت کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے نئی کتاب اور نئے احکام کی آمد ضروری ہے۔ ورنہ دین رفتار زمانہ سے پیچھے رہ جائے گا اور وقت سے پیچھے رہے ہوئے احکام پر عمل کرنے والی قوم بھی ترقی کی ہوڑ میں پیچھے رہ جائے گی اور پس ماندہ اقوام میں شامل ہوجائیگی۔ زمانہ آگے نکل جائیگا۔ اور پس ماندہ امت آخر اپنے دین پر بھی عمل کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے گی۔ جیسا کہ پرانی شریعتوں اور قدیم مذہبوں کے تمام پیرؤں کا حال سب کی نظروں کے سامنے ہے کہ وہ ہزار کوشش کے باوجود اپنے مذہب کو قائم نہیں کرسکتے۔ بجائے اس کے مذہب کی روحانی طاقت انھیں تیز رفتار بناتی وہ لوگ خود مذہب کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کامیاب نہیں ہوتے۔ پریشان ہوکر اپنے حال زار پر روتے اور بلبلاتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ الٰہی ہمیں پھر اگلی سی روحانیت اور شان و شوکت عطا فرما دے۔ مگر مشرق و مغرب جنوب۔ شمال میں کہیں بھی یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ حیرت و حسرت بڑھتی جاتی ہے۔ اس تمام مصیبت کا علاج یہی ہے کہ سب لوگ وقت پر نظر ڈالیں اور آج جو دعوت خداوند عالم کی طرف دی جارہی ہے اُسے قبول کریں۔ اور روز بروز ارتقاء کا بلند مقام حاصل کرتے جائیں۔

قانونِ اکمال و اِتمام

سنت اللہ کے مطابق عالمِ خلق میں ہر چیز کی مقدار زمان و مکان وحدود کے لحاظ سے متعین ہوتی ہے قانون قدر کے ماتحت ہر چیز کا اندازہ معلوم مقرر ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر ہم ہر چیز کو ایک قدرِ معلوم پر ہی دنیا میں نازل کرتے ہیں۔ لامتناہی چیز اس متناہی دنیا میں نہیں آسکتی۔ اس عالم مقید ومحدود میں کمالِ مطلق کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر چیز کا اکمال بھی مقررہ حدود میں ہوتا ہے۔ کمالِ اضافی عالم میں ظاہر ہوتا ہے نہ کہ کمالِ مطلق۔ اسی طرح کسی چیز کے اتمام کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے دائرے میں پوری ہے۔ نہ یہ کہ اب یہ چیز دوسرے دائرے میں کسی طرح ظہور پذیر ہی نہیں ہو سکتی اتمام کے معنی یہی ہیں کہ جس قدر اس ظرف میں سما سکتی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے اس میں بھرپور کر دی گئی۔ جیسے ایک بچے کو غذا میں دودھ دیا جاتا ہے وہ بچے کے لئے پوری غذا ہے۔ جو لباس بچے کو اس کی عمر و قد کے لحاظ سے پہنایا جاتا ہے وہ اس کے لئے پورا ہے۔

اکمال و اتمام ایک عام چیز ہے۔ جو اپنے ہر مقام کے اعتبار سے جدا جدا ہے اور سب جگہ اکمال و اتمام ہی ہے۔

سورۂ نحل ع ۱ ملاحظہ فرمایئے۔ خدا تمہیں پیدا کرتا ہے۔ کان۔ آنکھ۔ دل دیتا ہے۔ رہنے کے لئے مکان عطا کرتا ہے۔ چمڑے کے خیمے مہیا کرتا ہے۔ اُون اور صوف کے کپڑے۔ ٹھنڈی چھاؤں۔ پہاڑوں میں آرامگاہیں قمیص اور زرہیں عنایت فرماتا ہے۔ ان چیزوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کذٰلک یتمّ نعمتہٗ علیکم لعلکم تسلمون ٥ اسی طرح اپنی نعمت تم پر پوری کرتا رہتا ہے تاکہ تم اس کی اطاعت کرو۔

ان آیاتِ مبارکہ میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو عام طور پر انسانوں کو روزمرہ ملتی رہتی ہیں۔ اور روزمرہ کے عمل کو خداوند عالم اتمامِ نعمت کہتا ہے۔ تو اتمام نعمت ایک عالمگیر اور ہر وقت کا قانون ہے جس کا ظہور ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہاں آیت میں اتمامِ نعمت سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ یہ چیزیں انسانوں کے کسی خاص گروہ کو دے دی گئیں۔ اب دوسروں کو نہیں مل سکتیں۔ اسی طرح جب دینی نعمت کے اتمام کا ذکر ہو تو وہاں بھی اس قانونِ عام کو نہ بھولنا چاہئے اور مقصد کو صحیح طور پر سمجھنا چاہئے کہ پہلے بھی نعمت دین کا اتمام ہوتا رہا ہے اور اب ہم پر ہوا ہے اور آئندہ اور لوگوں پر بھی ہوگا۔ جب کبھی یہ نعمت کسی کو دی گئی اس کے مناسب حال پوری پوری دی گئی۔ خدا کا کوئی عمل ناقص نہیں ہوتا

انا لموفوھم نصیبھم غیر منقوص (ھود ع ۹)	ہم انھیں اُن کا حصّہ پورا ہی دیتے ہیں۔

سورۂ یوسف میں فرماتا ہے:۔

ویتمّ نعمتہٗ علیک و علیٰ اٰل یعقوب کما اتمّھا علیٰ ابویک من قبل ابراھیم و اسحٰق	اے یوسف! خدا تجھ پر اپنی نعمت کا اتمام کریگا جیسا کہ وہ پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم و اسحٰق پر اتمامِ نعمت کر چکا ہے۔

اگر اتمامِ نعمت کے معنی نعمت ختم کر دینا اور روک دینا ہو تو پھر جو چیز پہلے حضرت ابراہیم و اسحٰق پر ختم ہو چکی وہ حضرت یوسف کو کیا مل سکتی ہے؟ اور مسلمانوں کو تو ملنا محال ہے۔ لیکن نہیں اتمامِ نعمت ایک قانون اور عملِ مستمر ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے اور رہیگا۔ حضرت ابراہیم پر اتمامِ نعمت ہوئی۔ پھر حضرت یعقوب پر۔ پھر حضرت یوسف پر پھر اور انبیائے کرام پر۔ حضرت عیسیٰ پر حضرت محمد رسول اللہ پر اور اُن کے زیر سایہ مسلمانوں پر اتمامِ نعمت ہوئی۔ اور اب حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ اور متبعین پر اتمامِ نعمت ہوئی۔

آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی میں اس بات کا اظہار فرمانے کے بعد کہ میں تم پر اتمامِ نعمت کر چکا ہوں۔ اس سے چند آیات آگے چل کر پھر فرماتا ہے:-

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون ○	خدا تمھیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا مگر یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر گذار رہو۔

.. .. ..

نعمت پوری کر چکنے کے بعد پھر نعمت پوری کرنے کا ارادہ قابلِ غور بات ہے۔ اس سے اتمامِ نعمت کا قانون اور اس کی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

پارۂ سیقول ع۲ میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم مسجد حرام کو قبلہ بنائے رکھو تاکہ لوگ تمھیں الزام نہ دیں اور تم لوگوں سے نہ ڈرو۔ مجھی سے ڈرو تاکہ میں تم پر اسی طرح اتمام نعمت کروں جس طرح اب ایک صاحبِ کتاب رسول بھیجکر تم پر اتمامِ نعمت کی ہے۔ فرماتا ہے:-

ولاتم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون کما ارسلنا فیکم رسولا یتلو علیکم اٰیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ○	اور تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں اور تاکہ تم اسی طرح ہدایت پاؤ جس طرح اب ہم نے تم میں رسول بھیجا ہے جو ہماری آیات تم پر پڑھتا ہے اور تمھیں پاک صاف کرتا ہے اور تمھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ اسرار و شرائع و اخبار تمھیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

رسول کریم علیہ التسلیم کے بعد پھر اتمام نعمت اور صاحبِ کتاب پیغمبر کی بعثت کا مژدہ سنایا ہے۔ اسی نعمت عظمیٰ کے لئے ہر نماز میں دعا و التجا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نمازی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے اور خداوندِ عالم سے درخواست کرتا ہے

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔	خدایا ہمیں راہِ راست پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ جنھیں تو نے اپنی نعمت عطا فرمائی ہے

اور وہ (نعمت پانے والے) نبیؑ و صدیق و شہید و صالح ہیں جنھیں خداوندِ عالم نے دین و شریعتِ الٰہیہ کی عظیم الشان نعمت عطا فرمائی تھی۔ بندوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ دین و شریعتِ الٰہیہ کی نعمتِ عظمیٰ خدا سے طلب کرتے رہیں۔ کیونکہ فیضِ خداوندی اور نعمتِ الٰہی کی عطا بند نہیں ہے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے

ما کان عطاء ربک محظوراً (بنی اسرائیل ع۲)	تمھارے ترقی دینے والے خدا کی عطا روکی نہیں گئی ہے۔
بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء	خدا کے دونوں ہاتھ فیض و عطا فرمانے کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔ جیسے چاہے دیتا ہے۔

اس مبدأ فیاض میں بُخل نہیں ہے۔ اس کا فیض وسیع اور ابدی ہے۔ جس کی تشکیلات بے شمار ہیں۔

کیا امامِ غائب پیدا بھی ہوئے تھے؟

مجلۂ پیامبر بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء میں "امامِ غائب" کے عنوان سے ایک مضمون پیش کیا گیا تھا۔ جس میں فرقۂ شیعہ کی نہایت مبسوط جامع اور معتبر کتاب "بحار الانوار" جلد ۱۳ کے متعدد حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت امامِ غائب کے روزِ ولادت، تاریخِ ولادت اور سنۂ ولادت، نیز آپ کی مادرِ گرامی کے متعلق بے شمار اور اہم اختلافات ہیں اور قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی ولادت کس دن ہوئی۔ کس تاریخ کو ہوئی اور کس سنہ میں ہوئی۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کون تھیں۔ حتیٰ کہ جناب حکیمہ دخترِ امام محمد تقی علیہ السلام جن کی شخصیت فرقۂ شیعہ کے نزدیک معمولی نہیں ہے، ان کے بیانات بھی یکساں نہیں ہیں۔ ان اختلافات کو دیکھتے ہوئے ہم نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ حضرت امامِ غائب کی ولادت یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتی۔ ہمارے بعض احباب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ کون سا مسئلہ ہے جس میں اختلافات نہیں ہیں اس لحاظ سے تو ہمیں تمام مختلف فیہ مسائل کا انکار کر دینا پڑیگا۔ اگر حضرت حجت ابن الحسن کی تاریخِ ولادت۔ سنۂ ولادت وغیرہ کے متعلق اختلافات ہیں تو ان اختلافات سے یہ نتیجہ کس طرح برآمد ہوا کہ آپ کی ولادت ہی نہیں ہوئی۔ یہ اختلافات زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت کا دن تاریخ اور سنہ متعین نہیں کیا جا سکتا لیکن ولادت بہر حال ثابت ہے خواہ وہ کسی تاریخ کو ہوئی ہو اور کسی سنہ میں ہوئی ہو۔ ہمیں ان دوستوں کے اس اظہارِ خیال کے بعد بھی اپنی ہی رائے پہ اصرار ہے اور ہم ان کے خیال سے بالکل متفق نہیں۔ کیونکہ ایسی ہستی جو موعودِ قرآن ہو اور جس کی آمد آمد کے لئے ایک ہزار سال سے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ دعائیں کی جا رہی ہوں اور جس کی آمد پر زمینِ مُردہ میں زندگی کی رُوح پھونکے جانے کا انحصار ہو اس کے متعلق یقینی طور پر یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کس دن پیدا ہوئی۔ وہ تاریخ کیا تھی۔ سنہ کیا تھا، تاریخ کا ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ لیکن ہم ان احباب کی خاطر اس حادثہ پر صبر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اچھا خاک ڈالیے ان اختلافات پر۔ تھوڑی دیر کے لئے ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ خیر دن تاریخ اور سال اور ماں کا نام اگر معین نہیں تو نہ سہی۔ بہر حال ان روایات میں یہ ضرور لکھا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا۔ لیکن جب ہم ان روایات پر نظرِ غائر ڈالتے ہیں اور واقعاتِ ولادت کا از روئے درایت امتحان کرتے ہیں تو ہمارے لئے اس فرزند کی ولادت کا فرض کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور صریح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ تمام روایات مجہول ہیں۔ ان میں صداقت کا شائبہ تک نہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان واقعات کے بیان کرنے والوں نے اپنی شخصی و ذاتی اغراض کے حصول کے جوش میں اپنی واجب الاطاعت اور لازم الاحترام ہستیوں کی پوزیشن کو بھی خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ یہ واقعاتِ ولادت کیا ہیں ہم ان کو ذیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ فیصلہ قارئینِ محترم پر چھوڑتے ہیں۔ گذشتہ مضمون میں ہم نے یہ لحاظ رکھا تھا کہ ہمارے قلم سے کوئی ایسی روایت درج نہ ہو جائے جس کے راوی کی حیثیت کسی نوع سے بھی مجروح ہو۔ اس لئے ہم نے سب سے بہتر اور مستند گواہ.

جناب حکیمہ دختر امام محمد تقی علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا۔ جناب حکیمہ کی ہستی فرقہ شیعہ کی مسلمہ ہستی ہے جو حضرت امام حسن عسکری کی پھوپھی بیان کی جاتی ہیں۔ یہ محترمہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت کے شروع سے برابر موجود رہی ہیں اور آپ ہی نے دایہ ہونے کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ آیئے حضرت حجۃ کی ولادت کی کہانی خود ان کی زبانی سنیئے:

(۱) جناب حکیمہ موسیٰ بن محمد قاسم سے بیان کرتی ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ آج رات کو ہمارے ساتھ افطار کیجئے۔ کیونکہ آج نصف شعبان ہے۔ آج رات کو خدا بہت جلد اپنی حجت کو ظاہر کریگا۔ اور وہی روئے زمین پر حجت خدا ہوگا۔ میں نے امام سے عرض کیا کہ اس کی ماں کون ہے فرمایا نرجس۔ میں نے عرض کیا آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میں نرجس میں کوئی اثر حمل نہیں پاتی۔ فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گئی۔ نرجس خاتون آئیں اور میرے پاؤں سے موزہ اتارنے لگیں اور کہنے لگیں اے سیدہ من! آپ کی رات کس طرح گذری۔ میں نے کہا کہ آپ ہی میری اور میرے متعلقین کی سردار ہیں۔ نرجس خاتون نے میرے اس قول کا انکار کیا اور کہا یہ آپ کیا فرماتی ہیں۔ میں نے کہا اے میری بیٹی! آج شب کو خداوند عالم بہت جلد آپ کو ایک ایسا جوان عطا کریگا جو دنیا و آخرت میں بزرگ ہے۔ پس نرجس خاتون شرم سے اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ جب میں نماز عشاء سے فارغ ہوئی تو روزہ افطار کیا اور سو گئی۔ نصف شب گذرنے پر بیدار ہوگئی۔ نماز شب ادا کی۔ نرجس خاتون ابھی تک محو خواب تھیں اور ولادت کا کوئی اثر ان میں نہ پایا جاتا تھا۔ تعقیب ثانہ کے بعد میں پھر سو گئی۔ اس کے بعد مضطرب ہو کر پھر بیدار ہو گئی اب نرجس بھی بیدار ہوئیں اور نماز میں مصروف ہو گئیں۔ میرے دل میں شک گذرنے لگے۔ دفعتہ امام حسن عسکری نے اپنی نشست گاہ سے آواز دی کہ اے پھوپی عجلت نہ کیجئے کیونکہ ولادت نزدیک ہے۔ میں سورہ الم سجدہ پڑھنے لگی کہ دفعتہ نرجس مضطرب ہو گئیں۔ میں بھی گھبرا ہی گئی۔ اور میں نے کہا کہ اسم اللہ علیک۔ کیا آپ کچھ محسوس کرتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اپنے دل کو تسلی دیجئے۔ کیونکہ یہ کیفیت کیفیت ولادت ہے۔ جس کے متعلق میں کہہ چکی تھی۔ اس کے بعد میری اور نرجس کی بھی آنکھ لگ گئی۔ اور میں اس مولود کی حرکت سے بیدار ہوئی۔ میں نے اس کے اوپر سے کپڑا اٹھایا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ بچہ اپنے اعضائے ہفت گانہ کے ساتھ سجدہ میں ہے۔ میں نے اس کو اٹھا لیا۔ سینہ سے لگایا۔ دیکھا کہ آلائش ولادت سے بالکل پاک ہے۔ امام حسن عسکری نے مجھے پکارا کہ اے پھوپی! میرے بیٹے کو لاؤ۔ میں نے تعمیل کی۔ آپ نے بچہ کی رانوں کے نیچے اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس کے پیروں کو اپنے سینہ سے لگا کر اپنی زبان اس کے منہ میں دی اور اس کے چشم و گوش پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا کہ اے فرزند کلام کرو۔ پس بچہ نے کہا کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ اس کے بعد امیر المومنین اور تمام ائمہ پر یکے بعد دیگرے درود بھیجا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اے پھوپی اس کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیجئے تاکہ یہ ان کو سلام کرے۔ اور پھر میرے پاس لے آیئے۔ میں لے گئی۔ بچے نے اپنی ماں کو سلام کیا۔ میں بچہ کو پھر امام کے پاس لائی۔ آپ نے فرمایا کہ اے پھوپی! ولادت کے ساتویں روز اس کو پھر میرے پاس لایئے۔ میں شب ولادت کی صبح کو حضرت کی خدمت میں گئی تو میں نے بچہ کو نہ دیکھا۔ میں نے کہا آپ پر قربان۔ بچہ کیا ہوا۔ فرمایا میں نے اس کو اس کے سپرد کر دیا جس کے سپرد مادر موسیٰ نے موسیٰ کو کر دیا تھا۔ ولادت کے ساتویں دن میں حضرت کی خدمت میں گئی۔ سلام کر کے بیٹھ گئی۔ فرمایا کہ میرے بیٹے کو

لاؤ۔ میں نے تعمیل کی۔ حضرت نے اس کے ساتھ وہی عمل کیا جو شبِ ولادت کو کیا تھا۔ اپنی زبان اس کے منہ میں دی۔ گویا کہ آپ اس کو دودھ یا شہد پلا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے فرزند باتیں کرو۔ بچے نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ الخ

اس حدیث کے راوی موسیٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق عقبہ خدمت گار امام حسن عسکری سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ حکیمہ نے سچ بیان کیا ـــــــ

ولادت کے اس واقعہ کو موسیٰ بن جعفر نے حکیمہ سے سُنا اور جب یقین نہ آیا تو عقبہ خدمتگار امام حسن عسکری سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی ورنہ جناب حکیمہ جیسی ہستی کے بیان کی تصدیق کرنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر عقبہ خادم کی تائید بھی قابلِ غور ہے۔ ایک نامحرم شخص اس واقعہ کو شروع سے آخر تک کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ بچہ کی ولادت کے وقت اپنے مرد بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں اور صرف عورتیں موجود ہوتی ہیں۔ اور وہی تمام فرائض انجام دیتی ہیں۔ بہرحال اس روایت میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱) حکیمہ امام علیہ السلام سے دریافت کرتی ہیں کہ آپ کا فرزند کس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ تو ان کو جواب ملتا ہے کہ نرجس کے بطن سے۔ یہ جواب سن کر حکیمہ امام علیہ السلام سے فرماتی ہیں کہ میں تو نرجس میں حمل کا کوئی اثر نہیں پاتی۔ اس کا جواب امام نے یہ دیا کہ نہیں ایسا ہی ہوگا۔ عام قاعدہ ہے کہ حاملہ عورت کا حمل ابتدائی چند مہینوں کے اندر ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ گھر کے دوسری لوگ محلہ کی آنے جانے والی عورتیں شکل و صورت سے پتہ لگا لیتی ہیں کہ یہ عورت حاملہ ہے یا نہیں۔ اس کو بھی جانے دیجئے۔ حمل کے آخری ایام میں خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ وضع حمل کی مدت میں چند گھنٹے ہی رہ گئے ہوں حمل کا پوشیدہ رہنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ جناب حکیمہ کی آمد و رفت اس گھر میں برابر رہتی تھی۔ یوں بھی وہ نہایت تجربہ کار خاتون تھیں۔ انھوں نے پے در پے تین اماموں کا زمانہ دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ کتنی ضعیف العمر ہونگی اور اس لحاظ سے ان کو ان معاملات کا کس قدر تجربہ ہوگا۔ ان کو استقرار حمل کے زمانہ سے لیکر وضع حمل کے وقت تک یہ معلوم ہی نہ تھا کہ نرجس خاتون حاملہ بھی ہیں یا نہیں۔ اگر واقعی وہ حاملہ تھیں تو ہر وقت کی نشست و برخاست رکھنے والی خاتون جناب حکیمہ کو نرجس خاتون کے حاملہ ہونے کا علم نہ ہونا بے حد تعجب خیز ہے۔ چنانچہ جب انھوں نے یہ سُنا کہ نرجس خاتون کے بطن کر فرزند پیدا ہوگا تو وہ حیران ہوئیں اور اپنی اس حیرت کے ازالہ کے لئے وہ نرجس کے پاس گئیں اور ان کا بغور معائنہ کیا۔ اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد بھی یہ تجربہ کار خاتون اسی نتیجہ پر پہنچتی ہیں کہ نرجس خاتون حاملہ نہیں ہے۔ اور انھوں نے دیانتداری کے ساتھ اپنی تحقیقات کے نتیجہ کو امام علیہ السلام کے سامنے رکھ ہی دیا۔ اور فرمایا کہ میں نرجس خاتون میں حمل کا کوئی نشان نہیں پاتی۔ کیا آپ کا یہ واضح بیان اس بات کی وضاحت نہیں کرتا۔ کہ نرجس خاتون حاملہ نہ تھیں۔ پس جب ان کا حاملہ ہونا ہی ثابت نہیں تو پھر ولادت حجۃ بن الحسن کس قاعدہ سے ثابت کی جا سکتی ہے۔ نہیں بتایا جا سکتا کہ وہ کونسا قانون ہے جس کے ماتحت ایک حاملہ عورت کا حمل وضع حمل کے وقت تک تحقیقاتِ کامل کے باوجود ثابت نہ ہو اور ولادت وقوع میں آجائے۔ اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو جناب حکیمہ کا صرف یہی ایک فقرہ کہ "میں نرجس میں حمل کا نشان نہیں پاتی" اس تمام روایت کو نہ صرف مشکوک ثابت کرتا ہے بلکہ بالکل پایۂ اعتبار سے گرا دینے کے لئے کافی ہے۔ ہم نے احتیاطاً اس فقرہ کی یہ تاویل کی کہ غالباً راوی جناب حکیمہ کے بیان کو اچھی طرح واضح نہیں کر سکا۔ آپ نے یہ فرمایا ہوگا کہ میں نرجس میں وضع حمل کے آثار نہیں پاتی۔ یعنی نرجس حاملہ تو ہیں لیکن موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وضع حمل آج ہی

ہوجائیگا۔ لیکن جب ہم نے ان کے دوسرے بیانات پر نظر ڈالی تو
مجبوراً ہمیں اپنی اس زبردستی کی تاویل کو افسوس کے ساتھ واپس لینا پڑا۔
ان دوسرے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھی طرح تحقیقات کرنے
کے بعد بھی جناب حکیمہ کو نرجس خاتون کے حاملہ ہونے کا یقین نہیں ہوا۔
ہم ان بیانات کو آئندہ پیش کرینگے۔ ابھی ہمیں اسی روایت کے دوسرے
حصوں پر غور کرنا ہے۔

(۲) اسی روایت میں جناب حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ جب بچہ پیدا
ہوا تو اس نے سجدہ کیا۔ ماں کو سلام کیا۔ وحدانیت الٰہی اور رسالت
محمدی کا اقرار کیا۔ اور حضرات ائمہ معصومین پر درود وسلام بھیجا۔
صرف اتنا ہی نہیں۔ جناب حکیمہ کے دوسرے بیانات میں تو یہاں تک موجود
ہے کہ اس بچے نے توریت و انجیل و زبور و قرآن کو بھی پڑھ ڈالا۔
یہ واقعات سراسر **خلاف فطرت، خلاف عقل اور خلاف قرآن ہیں**
جو لوگوں نے جوشِ عقیدت وارادت یا ولادتِ امام غائب کے معاملہ
کو اہم بنانے کے لئے تصنیف کئے ہیں۔ اور منسوب کر دیئے جناب حکیمہ
کی طرف۔ اس موقع پر یہ کہا جانا ممکن ہے کہ یہ واقعات خلاف فطرت و
خلاف قرآن نہیں ہیں۔ حضرت مسیح کا گہوارہ میں کلام کرنا قرآن مجید سے
ثابت ہے۔ اگر مسیح کا گہوارہ میں کلام کرنا ہم فرض بھی کرلیں تو اس کا جواب
صاف ہے۔ مریم عذرا کو یہودیوں کی تہمت سے بچانے کے لئے۔
قدرت نے یہ انتظام کیا کہ مسیح گہوارہ میں باتیں کریں۔ لیکن امام
حسن عسکری کے گھر میں خدا کو کیا ضرورت پیش آئی تھی اور حضرت حجۃ
بن الحسن کے کلام کرنے سے اس وقت مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا۔

(۳) اس روایت میں تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ جب حکیمہ
شب ولادت کی صبح کو دوبارہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے دولتکدہ
پر تشریف لے گئیں تو انھوں نے بچے کو نہ دیکھا۔ ماں کی گود خالی دیکھکر
امام سے دریافت کیا کہ بچہ کیا ہوا۔ تو امام نے جواب دیا کہ میں نے اسکو
اس کے سپرد کر دیا جس کے سپرد مادر موسیٰ نے موسیٰ کو کیا تھا۔

اول تو حضرت حجۃ بن الحسن شیعہ مسلمات کی بنا پر شب میں پیدا
نہیں ہوئے بلکہ طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ اس وقت تک
حکیمہ وہیں موجود تھیں اور اگر مان لیا جائے کہ قریب صبح صادق ولادت
ہوئی تو حکیمہ کا بچے کو باپ کے پاس لے جانا۔ وہاں بچہ کا شہادتیں ادا
کرنا۔ درود وسلام بھیجنا۔ قرآن و توریت و زبور و انجیل کا ورد کرنا۔
اور بعض روایات مندرجہ بحار الانوار کی بنا پر تمام صحف انبیاء و مرسلین کا
پڑھنا۔ ان تمام باتوں کے وقوع میں آنے کے لئے بھی کافی وقت درکار
ہے۔ اس تمام کارروائی کے ختم ہونے تک یقیناً کافی دن چڑھ چکا ہوگا
اور ان تمام واقعات کے وقوع میں آنے تک یعنی کافی دن چڑھے تک
حکیمہ خانۂ امام حسن عسکری میں موجود رہی ہیں۔ پھر ان کا یہ فرمانا کیا
معنی رکھتا ہے کہ میں شب ولادت کی صبح کو جب حضرت کی خدمت میں
گئی تو میں نے بچے کو نہ دیکھا۔ کیا اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روایت
سراسر جعلی ہے۔ علاوہ بریں جناب حکیمہ نے بچہ کو کیوں نہ دیکھا۔ بچہ کا کیا
حشر ہوا۔ اس واقعہ کو حکیمہ خود امام سے دریافت کرتی ہیں تو امامؑ
جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ اس کے سپرد کر دیا گیا۔ جس کے سپرد موسیٰؑ
کر دیئے گئے تھے۔ ہم اس کلام امام سے کیا سمجھیں۔ موسیٰ تو دریا میں ڈال
دیئے گئے تھے تو کیا اس کا یہی مطلب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بچہ بھی سپرد دریا
کر دیا گیا۔ یا اس ارشاد امام سے یہ سمجھنا چاہئے کہ مادر موسیٰ نے موسیٰ کو
خدا کے سپرد کر دیا تھا۔ اسی طرح یہ بچہ بھی خدا کے سپرد کر دیا گیا۔ ان دونوں میں سے
جو مطلب بھی آپ چاہیں سمجھ لیجئے۔ دونوں صورتوں میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچہ
پیدا تو ہوا مگر وفات پاگیا۔ چنانچہ ایک تاریخی واقعہ اس بچے کی وفات
کی تائید کرتا ہے اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب امام حسن عسکری جب آپکے
بھائی جعفر نے دعوائے امامت کیا تو علامہ شلمغانی نے ممبر پر چڑھ کر
جعفر پر لعنت بھیجی۔ اور یہ کہا کہ امام حسن عسکری کے بعد ان کا ایک فرزند

موجود ہے جو غائب ہے۔ اس کے جواب میں جعفر نے کہا کہ میرے بھائی نے لاولد ہونے کی حالت میں وفات پائی ہے۔ ایک بچہ پیدا ہوا تھا اس کی قبر موجود ہے۔ آؤ قبر کھود کر اس کی لاش دکھا دوں۔ لیکن شیعہ حضرات جعفر کے اس قول کو تسلیم نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ جعفر کو جعفر کذاب کہتے ہیں۔ اچھا غلط سہی۔ لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ ہمیں بحار الانوار میں ایک اور روایت ملتی ہے جس کے راوی ابراہیم بن ادریس ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ

"امام حسن عسکری نے میرے پاس ایک گوسفند بھیجا۔ اور فرمایا کہ اس کو میرے فلاں بیٹے کے لئے عقیقہ کرو۔ خود کھاؤ اور اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ میں نے تعمیل حکم کی۔ اس کے بعد جب میں خدمتِ آنحضرت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے بیٹے نے وفات پائی" (دیکھو بحار الانوار ص۱۱)

لیجئے چھٹی پائی۔ اگر ایک طرف جنابِ حکیمہ کی شہادت ہے کہ حضرتِ حجت پیدا ہوئے تو دوسری طرف امام علیہ السلام کے بھائی جعفر بن امام علی نقی اور ابراہیم ابن ادریس جو حضرت امام کے معتقدین میں شامل ہیں دونوں کی شہادت یہ ہے کہ اس بچے نے وفات پائی۔ جہانتک روایت کا تعلق ہے انصاف سے دیکھئے کہ ولادتِ حضرت حجت یقینی ہے یا اُن کی وفات یقینی ہے یا ولادت و وفات دونوں مشکوک ہیں۔ کم از کم ولادت و وفات دونوں کو مشکوک تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ پس ایک ایسا عقیدہ ہرگز جزوِ ایمان نہیں بنایا جا سکتا جس کی بنیاد مشکوک بیانات پر قائم ہو۔

اب ایک اور روایت ملاحظہ ہو:-

(۲) محمد بن عبداللہ مطہری بیان کرتے ہیں کہ وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد میں حکیمہ کے پاس گیا اور حجتِ خدا کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو فرمایا کہ اے محمد! خدا روئے زمین کو حجتہ اللہ ناطقہ و صامتہ سے خالی نہیں رکھتا۔ اور امامت کو خدا نے حسن و حسین کے علاوہ کسی اور شخص میں قرار نہیں دیا۔ اور یہ اس لئے کہ

یہ دونوں سب سے افضل ہیں۔ خدا نے حسین کو اولادِ حسن پر فضیلت دی۔ جس طرح اولادِ ہارون کو اولادِ موسیٰ سے افضل قرار دیا اور ضروری ہے کہ امت میں حیرت واقع ہو تا کہ باطل پرست شک کریں۔ اور حق پرست خالص ہو جائیں۔ یہاں تک کہ مخلوق کی حجت خدا پر نہ رہے۔ اور ضروری ہے کہ یہ حیرت امام حسن عسکری کے بعد واقع ہو۔ میں نے کہا کہ اے میری سردار! کیا امام حسن عسکری کا کوئی فرزند ہے؟ حکیمہ ہنسی۔ اور فرمایا بیٹا نہ ہوتا تو حجتِ خدا کون ہوتا۔ میں نے ابھی تم کو خبر دی کہ حسن و حسین کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے امامت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ حجتِ خدا کی ولادت کا حال سنائیے۔ تو حکیمہ نے کہا کہ میری ایک کنیز تھی۔ جس کا نام نرجس تھا۔ میرا بھتیجا میرے پاس آیا اور اس کی طرف گھورنے لگا۔ میں نے کہا کہ اے سیدمن! میرا خیال ہے کہ تم اس کنیز کو دل دے بیٹھے ہو۔ تو کیا میں اس کو تمھارے پاس بھیجدوں؟ اس نے کہا مجھے اس سے عشق نہیں ہے لیکن اس کو دیکھکر مجھے تعجب ضرور ہے۔ میں نے کہا تعجب کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ بہت جلد اس کنیز سے ایک فرزندِ بزرگ پیدا ہوگا۔ جو زمین کو عدل و داد سے بھر دیگا۔ جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ میں نے کہا تو میں اس کو تمھارے پاس بھیجدوں؟ تو امام حسن عسکری نے فرمایا کہ میرے باپ سے اجازت حاصل کیجئے۔ میں لباس بدل کر اپنے بھائی (امام علی نقی) کے گھر گئی۔ سلام کر کے بیٹھ گئی۔ ابھی کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ امام علی نقی نے فرمایا کہ اے حکیمہ نرجس کو حسن عسکری کے پاس بھیجدو۔ میں نے عرض کیا۔ میں اسی غرض سے آئی تھی۔ میں نے کنیز کو آراستہ کیا اور حسن عسکری کو دیدیا۔ اور میں نے دونوں کو کچھ دن اپنے گھر رکھا۔ اس کے بعد میں نے دونوں کو اپنے بھائی کے گھر بھیج دیا۔ پھر میرے بھائی کی وفات ہوگئی اور حسن عسکری اُن کے جانشین ہوئے۔ میں اُن کی زیارت کو گئی۔ جس طرح اپنے بھائی کی زیارت کو جایا کرتی تھی۔ ایک روز جب میں امام حسن عسکری کی خدمت میں گئی۔ تو نرجس میرے پاس آکر میرے موزہ اُتارنے لگی۔ میں نے کہا آپ میری سردار ہیں

بھتا میں اپنے پاؤں تمہارے ہاتھوں میں نہ دوں گی کہ آپ موزہ اتاریں۔ بلکہ مجھکو آپ کی خدمت کرنی چاہیئے۔ امام حسن عسکری نے ہماری گفتگو سنی تو فرمایا کہ اے پھوپی: خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ میں غروبِ آفتاب تک وہیں رہی۔ میں نے نرجس کو پکارا اور کہا کہ میرے کپڑے لاؤ تاکہ اپنے گھر جاؤں حضرت نے فرمایا کہ آج کی رات اسی جگہ قیام فرمائیے۔ آج شب کو وہ ولدِ کریم پیدا ہوگا۔ جس کے سبب خدا زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کریگا میں نے عرض کیا کہ کس کے بطن سے ہوگا حالانکہ میں نرجس میں آثارِ حمل نہیں پاتی۔ تو فرمایا کہ نرجس ہی سے ہوگا۔ میں نرجس کے قریب گئی۔ اُس کی پُشت کو دیکھا اور حمل کا کوئی اثر نہ دیکھا۔ پس حضرت کی خدمت میں گئی اور ان کو خبر دی۔ حضرت ہنسے اور فرمایا کہ آج کی رات صبح کے وقت اس کا حمل ظاہر ہوگا۔ اس کی مثال مادرِ موسیٰ کی مثال ہے کہ کوئی شخص اس کے حمل سے مطلع نہیں ہوا۔ کیونکہ فرعون' حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرڈالتا تھا۔ یہ مولود بھی مثل موسیٰ ہے۔ میں اسی رات صبح تک منتظر رہی جاگتی رہی اور نرجس اس طرح سو رہی تھیں کہ کروٹ تک نہ بدلتی تھیں۔ جب آخر شب ہوئی تو تڑپ کر اٹھی۔ میں نے سینہ سے لگایا اور حال پوچھا تو کہا وہ بات ظاہر ہوگئی جس کی خبر امام نے آپ کو دی ہے۔ ناگاہ امام نے صدا دی کہ انا انزلناہ پڑھو۔ میں پڑھنے لگی کہ دفعتہ میں نے سُنا کہ مولود بھی شکمِ مادر میں وہی پڑھتا ہے جو میں پڑھتی ہوں اور اس نے مجھے سلام کیا۔ میں مضطرب ہوگئی اور رونے لگی۔ امام نے فرمایا کہ خدا کے کاموں میں تعجب نہ کرو۔ خدا ہم کو شیر خوارگی کی حالت میں اپنی حکمت سے گویا کرتا ہے اور جب ہم بڑے ہوجاتے ہیں تو ہم کو اپنی حجّت قرار دیتا ہے۔' کلامِ امام آخر تک نہ پہنچا تھا کہ نرجس میری نظروں سے غائب ہوگئی۔ گویا کہ میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل ہوگیا۔ میں فریاد کرتی ہوئی امام کے پاس دَوڑی۔ آپ نے فرمایا کہ واپس جاؤ۔ نرجس کو تم اسی جگہ دیکھو گی۔ میں واپس گئی۔ نرجس موجود تھیں۔ اور میں ان کے اندر نور دیکھ رہی تھی۔ اس نور نے میری آنکھوں کو خیرہ کردیا۔ دفعتہ میں نے اپنے برابر ایک لڑکا دیکھا۔ جو زانو کے بل سجدہ کررہا تھا۔ اور انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کرکے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان جدی رسول اللہ وابی امیر المؤمنین کہتا تھا۔ اس کے بعد اس نے تمام ائمہ کا یکے بعد دیگرے نام لیا۔ یہانتک کہ اپنا نام لیا اور کہا اللھم انجزلی وعدی واتمم لی امری وثبت وطاتی واملأ الارض بی عدلاً وقسطاً۔ امام حسن عسکری نے کہا کہ مجھے دیجئے۔ میں بچّہ کو ان کے پاس لے گئی اور کھڑی ہوگئی۔ اس حالت میں کہ بچہ میرے ہاتھوں پہ تھا۔ اس نے حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے اس کو لے لیا۔ فوراً ہی چند مُرغ آپکے سَر پر اُڑتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت نے ان میں سے ایک کو پکارا۔ اور اس سے کہا کہ اس بچّہ کو لے جا۔ حفاظت کر اور ۴۰ روز میں میرے پاس آ۔ پس مُرغ نے اس کو اٹھالیا اور آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ اور تمام مُرغ اس کے پیچھے پیچھے اُڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھکو سپرد کرتا ہوں وہ چیز جو مادرِ موسیٰ نے تیرے سپرد کی تھی۔ نرجس رونے لگی حضرت نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ کیونکہ اس مولود کے لئے تمہارے سوا دوسرے کا دودھ پینا حرام ہے اور جلد ہی تمہارے پاس واپس آئیگا۔ جس طرح موسیٰ اپنی ماں کے پاس واپس آگئے تھے۔ اس کی تصدیق کلامِ خدا یوں کرتا ہے کہ فرددنا ہ الیٰ اُمّہ کی تقرّ عینھا ولا تحزن۔ میں نے عرض کیا کہ یہ مرغ کون ہے۔ فرمایا روح القدس تھا جو ائمہؑ پر موکل ہے اور ان کی تربیت کرتا ہے۔ حکیمہ نے کہا کہ ۴۰ روز بعد آنحضرت نے مجھے بلایا۔ میں گئی۔ تو میں نے ایک لڑکے کو دیکھا جو چل پھر رہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو طفلِ دو سالہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ انبیاء و اوصیا کی وہ اولاد جو امام بنتی ہے ان کی نشو و نما تمام لوگوں کی نشو و نما کے خلاف ہوتی ہے۔ ہمارا ایک ماہ کا بچہ دوسروں کے ایک سال کے بچہ کے برابر ہوتا ہے۔ ہمارا بچہ شکمِ مادر میں کلام کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے۔ عبادت خدا کرتا ہے

اور شیر خوارگی کے وقت ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حکیمہ نے کہا کہ میں ہر چالیس روز کے بعد اسکو دیکھا کرتی تھی۔ یہانتک کہ امام حسن عسکری کی وفات سے چند روز پہلے وہ بچہ پورے انسان کے قد و قامت کے برابر ہوگیا۔ اور پھر میں نے اس کو نہ پہچانا اور امام حسن عسکری سے عرض کیا کہ یہ مرد کون ہے جس کے سامنے آنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نرجس کا بیٹا اور وہی میرے بعد خلیفہ ہے۔ میری وفات اب بہت جلد ہوگی۔ تم اسی کی اطاعت کرنا۔ چند روز بعد امام نے وفات پائی۔ لوگوں نے آپ کی نسبت جھوٹی باتیں مشہور کیں۔ قسم بخدا۔ میں صبح و شام قائم کو دیکھتی ہوں۔ اور وہ مجھکو ان باتوں کا جواب دیتے ہیں جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ قسم بخدا میں جس وقت کوئی بات پوچھتی ہوں تو وہ پہلے ہی اس کا جواب دیدیتے ہیں۔ انھوں نے تیرے آنے کی خبر مجھے کل رات دیدی تھی۔ اور مجھ سے فرمایا تھا کہ میں تجھ سے تمام باتیں سچ سچ کہدوں۔ محمد بن عبد اللہ راویِ حدیث کہتے ہیں کہ حکیمہ نے مجھے وہ باتیں بتائیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ اس لئے میں نے حکیمہ کی صداقت کا یقین کرلیا۔"

ہم نے روایت مذکورہ کو تمام وکمال درج کردیا ہے تاکہ اربابِ ہوش اندازہ کرسکیں کہ شیعہ راویوں نے حضرت قائم آلِ محمد کے مسئلہ کو طلسم ہوشربا بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی افسانہ تراشی اور غلط گوئیوں کے باعث حضرات ائمہ طاہرین پر دھبہ آتے تو آئے مگر ان کی اپنی اغراض کے حصول میں فرق نہ آئے۔ سب سے زیادہ افسوس ہمیں اس بات کا ہے کہ شیعہ صاحبان ایک ہزار سال سے ان بے سروپا افسانوں پر سر دھنتے چلے آتے ہیں اور ان روایات کے ایک ایک حرف کو وحیِ آسمانی سمجھتے ہیں۔

روایتِ ماسبق میں حکیمہ فرماتی ہیں کہ شبِ ولادت میں امام حسن عسکری نے ایک شخص کو بھیجکر ان کو اپنے گھر بلایا۔ اس بیان میں وہ فرماتی ہیں کہ وہ خود ہی امام حسن عسکری کے گھر تشریف لے گئی تھیں۔ کہ امام نے حضرت حجت کی ولادت کی ان کو خبر دی۔ پہلی روایت میں فرماتی ہیں کہ ۱۵ ارشعبان کو امام نے خبر دی کہ یہ بچہ نرجس کے بطن سے ہوگا۔ اس بیان میں فرماتی ہیں کہ شبِ ولادت سے بہت عرصہ پہلے امام حسن عسکری اس بچہ کی پیدائش کی خبر دے چکے تھے۔ اس اختلاف بیان کے علاوہ یہ بات ایکمرتبہ پھر قابلِ غور ہے کہ جب بہت عرصہ پہلے جبکہ امام کا تعلق نرجس سے ہوا بھی نہ تھا حکیمہ کو نرجس کے بطن سے حضرت حجت کی ولادت کی خبر مل چکی تھی۔ تو وہ برابر نرجس کے حمل کا اندازہ کرتی رہی ہونگی۔ حتیٰ کہ شبِ ولادت کو آپ امام سے پوچھتی ہیں کہ فرزند کس کے بطن سے پیدا ہوگا۔ حالانکہ نرجس میں تو حمل کا نشان تک نہیں۔ اور جب امام نے فرمایا کہ نہیں نرجس ہی کے بطن سے ہوگا۔ تو ان کو نرجس کے قریب جاکر ان کی پشت کو دیکھنا پڑا۔ اور پھر بھی ان کی رائے یہی قائم ہوتی ہے کہ نرجس حاملہ نہیں۔ اور یہ دوسری شہادت ہے جس سے نرجس کا حاملہ تک نہ ہونا ثابت ہے۔

یہاں ہم پھر اپنے اس اعتراض کو دہراتے ہیں کہ ایامِ حمل کے پورا ہونے کے بعد ایک حاملہ عورت کے حمل کا نشان تک نہ پائے جانے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ لیکن اس روایت میں حمل کا پتہ نہ لگنے کی ایک وجہ بھی نظر آتی ہے۔ امام اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ اس کی مثال مادرِ موسیٰ کی سی ہے کہ کوئی شخص بھی ان کے حمل سے مطلع نہیں ہوا۔ کیونکہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرڈالتا تھا۔ اگر درحقیقت یہ بیان درست ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ مادرِ موسیٰ کے حمل ظاہر نہ ہونے کی وجہ تو یہ تھی کہ ایسا نہ ہو فرعون کو خبر ہوجائے اور وہ مادرِ موسیٰ کا پیٹ چاک کرڈالے۔ لیکن امام حسن عسکری کے وقت کی حکومت حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک نہیں کررہی تھی۔ پس جب پیٹ چاک ہونے کا کوئی خوف ہی نہ تھا تو حضرت حجۃ کا حمل پوشیدہ رکھنے میں کیا مصلحت تھی۔ علاوہ برایں یہ بات بھی قطعی غلط ہے کہ موسیٰ کا حمل ایسا مخفی تھا

کہ اگر کوئی مادرِ موسیٰ کا امتحان کرتا تو بھی حمل کا پتہ نہ چلتا۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ کوئی شخص اس امر کی طرف توجہ نہ کر سکا کہ مادرِ موسیٰ حاملہ ہیں اس کے علاوہ یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ فرعون حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتا تھا۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اور لڑکوں کو مار ڈالتا تھا جیسا کہ قرآن مجید شہادت دیتا ہے۔

اس کے بعد حکیمہ ایک اور بات بیان کرتی ہیں جو انھوں نے بیانِ ماسبق میں بیان نہیں کی۔ یعنی نرجس کا فرزند شکمِ مادر میں انا انزلناہ کی تلاوت کرتا تھا اور آوازِ تلاوت شکمِ مادر سے باہر آ رہی تھی۔ یہ محیر العقول واقعہ جناب حکیمہ برداشت نہ کر سکیں چنانچہ فرماتی ہیں کہ "میں مضطرب ہو کر رونے لگی۔ جناب حکیمہ کی طرح جو شخص بھی اس واقعہ کو سُنے گا وہ حیران رہ جائے گا۔ ہمیں بھی حیرت ہوئی۔ لیکن ہماری یہ حیرت بہت جلد دور ہو گئی جبکہ آگے چل کر اسی روایت میں ہم نے پڑھا کہ امام نے فرمایا خدا کے کاموں میں تعجب نہ کرو وہ ہم کو حالتِ شیر خوارگی میں اپنی حکمت سے گویا کرتا ہے۔ بچہ کا شکمِ مادر میں کلام کرنے کی مثالیں عالمِ فطرت میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے حضرت بن الحسن کا شکمِ مادر میں تلاوتِ قرآن کرنا ہمیں تسلیم نہیں ہے۔ لیکن اگر واقعی یہ واقعہ پیش آیا۔ اور اس کی وجہ وہی ہے جو امام فرماتے ہیں (اگرچہ ہمیں یقین نہیں ہے کہ یہ کلامِ معصوم ہے) تو شیعہ علما براہ مہربانی عقلی و نقلی معتبر دلائل سے ثابت کریں کہ خدا کا انبیا و اوصیا کو حالتِ شیر خوارگی میں بے ضرورت گویا کرنا کس حکمت و دانائی کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی ثابت کریں کہ انبیاء و اوصیا حالتِ شیر خوارگی میں کلام کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ واقعہ درست ہوتا کہ ائمہ طاہرین حالتِ شیر خوارگی میں یا شکمِ مادر میں کلام کرتے رہے ہیں تو جناب حکیمہ جیسی معمر، تجربہ کار، جہاندیدہ خاتون کو جو امام علی نقی اور امام حسن عسکری کو شکمِ مادر میں اور حالتِ شیر خوارگی میں دیکھ چکی تھیں اور ان ہر دو اماموں کو انھوں نے ضرور شکمِ مادر یا بحالتِ شیر خوارگی کلام کرتے دیکھا ہوگا۔ وہ اس واقعہ کو دیکھ کر کیوں حیران ہوئیں اور نہ صرف حیران بلکہ خوف سے مضطرب و پریشان بھی ہو گئیں۔ اس سے صاف ظاہر و ثابت ہے کہ یہ روایت مبنی بر حقیقت نہیں بلکہ جناب حکیمہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دی گئی ہیں۔

اس کے بعد نرجس خاتون حکیمہ کی نظروں سے غائب ہو جاتی ہیں اور پھر وہیں موجود ملتی ہیں اور حکیمہ ان کے جسم سے ایک نور نکلتا ہوا دیکھتی ہیں جو ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ اور اسی اثناء میں دفعتہً وہ ایک نومولود بچہ کو سجدہ میں مصروف پاتی ہیں۔

اس امر کی وضاحت کی ضرورت ہے کہ نور کی کیا حقیقت ہے۔ وہ کیا شئے ہے اور وہ کیونکر نرجس کے بدن سے اٹھتا ہوا معدوم ہوا؟ اب تک دنیا ایسی روشنی اور نور کے تصور سے بالکل بے خبر ہے جو مادی طور پر انسانی بدن سے پھوٹ کر نکلے اور دوسروں کی آنکھوں کو چندھیا دے۔

بعد ازاں چند مرغ بالائے ہوا نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو امام پکارتے ہیں۔ وہ نیچے آتا ہے۔ آپ اپنے فرزند کو یہ کہتے ہوئے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ جا اس کو لے جا ۴۰ روز تک اس کی حفاظت کر اور ۴۰ روز کے بعد واپس لا۔ وہ آسمان پر لے جاتا ہے۔ حکیمہ دریافت کرتی ہیں کہ یہ مرغ کون تھا۔ تو امام فرماتے ہیں کہ روح القدس تھا جو ائمہ کی تربیت کیا کرتا ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ روح القدس کیا چیز ہے۔ اور کیا روح القدس مرغ کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہے؟ اور یہ کہ اگر وہ مرغ روح القدس تھا تو اس کو بلانے کی کیا ضرورت تھی وہ برائے تربیت خود آتا اور خود آیا تھا۔ اور پھر امام نے ۴۰ روز تک حفاظت کرنے کے لئے اس کو اپنا بچہ کیوں حوالے کیا؟ کیا ماں اپنے بچہ کی بہتر حفاظت نہ کر سکتی تھی۔ اور جب یہ بچہ قانونِ فطرت کے مطابق دودھ پیتا تھا اور ۴۰ روز کے بعد بھی آسمان سے واپس آ کر اس نے ماں کا دودھ پینا شروع کیا تو پھر آسمان پر چالیس روز تک یہ بچہ بغیر دودھ کے کیونکر زندہ رہا؟ کیا حضرات علمائے شیعہ اس بیان کو جامۂ معقولیت پہنانے کی کوشش کریں گے؟

حکیمہ فرماتی ہیں کہ جب مرجع بچہ کو ۴۰ روز کے لئے لے گیا تو میں ۴۰ روز کے بعد امام کے بلانے پر ان کے گھر گئی۔ تو میں نے ایک لڑکے کو چلتے پھرتے دیکھکر عرض کیا کہ یہ تو طفل دو سالہ معلوم ہوتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ انبیا واوصیار کی وہ اولاد جو امام بنتی ہے اس کی نشو ونما عام لوگوں کی نشو ونما کے خلاف ہوتی ہے۔ ہمارا ایک ماہ کا بچہ دوسروں کے اکیسال کے بچے کے برابر ہوتا ہے۔"

یہ بیان بھی بالکل فرضی اور خلافِ حقیقت ہے۔ ابھی آپ پڑھ آئے ہیں کہ جناب حکیمہ نے موسیٰ بن جعفر سے بیان کیا کہ میں شب ولادت کی صبح کو دوبارہ خدمتِ آنحضرت میں پہنچی۔ لیکن اس روایت میں فرماتی ہیں کہ میں ۴۰ روز کے بعد امام حسن عسکری کے گھر گئی۔ دونوں بیانوں میں اختلاف ہے۔ فرمائیے صحیح کون سا ہے۔ ۴۰ روز کے بعد جب وہ دوبارہ ان کے گھر گئیں تو انھوں نے ۴۰ روزہ لڑکے کو دو سالہ لڑکے کے برابر دیکھا یہ بات سراسر خلافِ فطرت ہے۔ پھر اس خلافِ فطرت واقعہ کو مطابقِ فطرت بنانے کے لئے ایک اور فرضی بات امام کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انبیاء واوصیا کی امام بننے والی اولاد کی نشو ونما دوسروں کے بچوں کی نشو ونما کے خلاف ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بات صریحاً غلط ہے۔ عجیب بات ہے کہ پیغمبر اسلام تو اپنے لئے "انما انا بشر مثلکم" (میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں) فرمائیں لیکن جانشین پیغمبر اس کے خلاف فرمائیں۔ ہم مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ واقعات کی روشنی میں یہ بات ثابت کی جائے کہ انبیاء واوصیاء کی امام بننے والی اولاد کی نشو ونما دوسرے انسانوں کے خلاف ہوتی ہے۔ یہ معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ حکیمہ تو اسی بیان میں یہاں تک فرماتی ہیں کہ میں ہر ۴۰ روز کے بعد اس بچہ کو دیکھا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ یہ بچہ امام حسن عسکری کی وفات سے چند روز پہلے پورے انسان کے قد وقامت کے برابر ہو گیا اور پھر میں نے اس کو نہ پہچانا۔ اور میں نے امام سے عرض کیا کہ یہ مرد کون ہے جس کے سامنے آنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ نرجس کا بیٹا۔ کیا اب بھی یہ روایت مطابق قانون عقل سمجھی جائے گی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ پانچ سال کا بچہ پورے انسان کے قد وقامت کے برابر ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ خود غرض لوگوں کو کسی نہ کسی طرح ایک فرضی انسان کا عقیدہ لوگوں سے تسلیم کرانا تھا۔ جب ایک لڑکے کی پیدائش مشہور کر دی گئی تو انھوں نے سوچا کہ مشہور شدہ سنہ ولادت کے حساب سے امام حسن عسکری کی وفات تک فرضی امام کی عمر صرف ۵ سال قرار پاتی ہے۔ کہیں کچھ سمجھدار لوگ یہ اعتراض نہ کریں کہ ایک نابالغ لڑکا اور وہ بھی پنجسالہ کیونکر امام ہو سکتا ہے تو انھوں نے ایک اور فرضی بات کا اضافہ کیا اور لکھدیا کہ خدا کی قدرت نے اس پنجسالہ لڑکے کو پورا انسان بنا دیا اور وہی واجب الاطاعت امام ہے۔ لیکن یہ بات بھی نہ نبھ سکی۔ کیونکہ اس کے بعد حکیمہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا۔ میں ہر صبح وشام امام کو دیکھتی ہوں اور وہ ان مسائل کا جواب دیتے ہیں جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات شیعہ مسلمات سے ہے کہ وفات امام حسن عسکری کے بعد امام دوازدھم [12] غائب ہو گئے اور ۶۹ سال تک اپنے نائبین کی وساطت سے لوگوں کے مسائل کا جواب دیتے رہے۔ نائبین کل چار [4] تھے۔ جن میں سے سب سے پہلے نائب عثمان بن سعید تھے۔ جب عثمان بن سعید کی پہلی نیابت مسلمہ حضرات شیعہ ہے تو جناب حکیمہ کی نیابت بالبداہتہ باطل ہے۔ غرض تمام روایت غلط اور خلافِ عقل اور مصنوعات سے لبریز ہے اور کسی طرح بھی حضرت امام غائب کی ولادت کے اثبات کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتی۔

(۳) ولادت حضرت حجۃ علیہ السلام کے متعلق جناب حکیمہ کے دو بیان پیش کئے جا چکے ہیں۔ موصوفہ کا ایک بیان اور ملاحظہ ہو

حسین بن حمدان بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے چند معتبر لوگوں نے بیان کیا کہ حکیمہ نے بیان کیا "میں جب کبھی امام حسن عسکری کی خدمت میں جاتی تھی تو دعا کرتی تھی کہ خدا آپ کو فرزند عطا کرے۔ ایک روز حسب دستور میں ان کو دعائیں دے رہی تھی کہ حضرت نے فرمایا کہ

اسے پھوپی۔ آپ جس مولود کی خدا سے دُعا کیا کرتی تھیں وہ بہت جلد آج کی شب پیدا ہوگا۔ یہ شب جمعہ تھی۔ شعبان کا مہینہ تھا اور ۲۵۵ھ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج شب کو ہمارے ساتھ افطار کیجئے۔ میں نے کہا اے میرے سردار! وہ مولود کس سے پیدا ہوگا۔ فرمایا نرجس سے۔ میں نے عرض کیا مجھکو نرجس کے مقابلہ میں کوئی کنیز پیاری نہیں معلوم ہوتی میں نرجس کے پاس گئی۔ انھوں نے حسب دستور میرا استقبال کیا۔ میں نے اسی وقت جھک کر ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ لیکن انھوں نے مجھکو ایسا کرنے سے روکا۔ انھوں نے مجھکو سیدہ کہا۔ میں نے بھی ان کو سیدہ کہا۔ انھوں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں نے کہا تم پر تمام دنیا فدا ہو۔ انھوں نے میرے اس قول سے انکار کیا۔ میں نے کہا انکار نہ کرو۔ آج رات خدا تم کو ایسا بیٹا عطا کریگا جو دنیا وآخرت میں بزرگ ہے۔ وہ میری باتوں سے شرما گئیں۔ میں نے اُن کو غور سے دیکھا۔ لیکن ان کے اندر آثارِ حمل نہ دیکھے اور میں نے امام حسن عسکری سے عرض کیا کہ میں نرجس میں حمل کا کوئی نشان نہیں دیکھتی۔ آنحضرت مسکرائے اور فرمایا کہ ہم اوصیاء کا حمل پیٹ میں نہیں ہوا کرتا۔ ہمارا حمل پسلیوں میں ہوتا ہے۔ ہم رحم سے باہر نہیں آتے بلکہ ماں کی داہنی ران سے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نورِ خدا ہیں اور ہم کو نجاست آلودہ نہیں کرتی۔ تا آخر — (بحار الانوار باب ولادت)

جناب حکیمہ کے سب سے پہلے بیان پر تنقید کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ جناب حکیمہ کے بیانات سے نرجس خاتون کا حاملہ ہونا تک ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے ثبوت میں ہم نے ان کا یہ فقرہ پیش کیا تھا کہ "میں نرجس میں آثارِ حمل نہیں پاتی" اس کے بعد ہم نے عرض کیا تھا کہ ہم نے احتیاطاً اس فقرہ کی یہ تاویل کی کہ شاید جناب حکیمہ کا مطلب یہ ہے کہ آج حملِ نرجس وضع ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ لکھنے کے بعد عرض کیا تھا کہ جناب حکیمہ کے دوسرے بیانات کو دیکھکر ہمیں اپنی یہ زبردستی کی تاویل بھی افسوس کے ساتھ واپس لینا پڑی۔ ان بیانات میں سے ایک یہ بیان ہے جو زیرِ بحث ہے۔ حدیث مذکورہ میں حکیمہ فرماتی ہیں کہ مجھے نرجس میں آثارِ حمل معلوم نہیں ہوئے تو میں نے امام سے عرض کیا کہ نرجس کو حمل نہیں ہے۔ تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ہم ائمہ کا حمل پیٹ میں نہیں ہوتا۔ اگر پیٹ میں ہوتا تو تم کو آثارِ حمل معلوم ہوجاتے۔ ہمارے نزدیک حضرات علمائے شیعہ اور ان کے قابل احترام معتقدین کی تشفیٔ خاطر کے لئے یہ روایت بہت ہی کافی ہے۔ کیونکہ نہ صرف جناب حکیمہ بلکہ خود حضرت امام حسن عسکری کی شہادت بھی مہیا ہوگئی۔ کہ نرجس کے پیٹ میں حضرت حجۃ ابن الحسن کا حمل نہیں تھا۔ اگر پیٹ میں حمل ہوتا تو حکیمہ کو ضرور معلوم ہوجاتا۔ ان تمام روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو فرقۂ شیعہ کا مبنائے عقیدہ ہیں شیعہ صاحبان کو متفقہ طور پر اعلان کر دینا چاہیے کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ماں نرجس خاتون یقیناً نہ تھیں۔ کیونکہ امام حسن عسکری اور ان کی پھوپی کا متفقہ بیان ہے کہ نرجس حاملہ نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام غائب کا حمل نرجس کے پیٹ میں نہیں تھا بلکہ داہنی ران میں تھا اور اس کی وجہ یہ کہ حضرت علی علیہ السلام سے لیکر حضرت امام حسن عسکری تک تمام ائمہ اپنی اپنی ماؤں کے شکم سے نہیں بلکہ داہنی ران سے پیدا ہوئے۔ اور داہنی ران سے پیدا ہونے کی وجہ یہ کہ وہ خونِ نفاس کی نجاست سے آلودہ نہ ہونے پائیں۔ اس کے متعلق راقم الحروف کیا عرض کرے۔ شیعہ حضرات خود انصاف کے ساتھ غور کرلیں اور سوچیں۔ ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ آپ ان راویوں کے مقابلہ میں جناب امام حسن عسکری اور اُن کی قابلِ احترام پھوپی جناب حکیمہ کی ذلت و اہانت کو ہرگز گوارا نہ کرینگے اور یقین کرینگے کہ یہ بیانات ہرگز ہرگز لسانِ امامت سے صادر ہو سکتے ہیں اور نہ جناب حکیمہ سے بلکہ نہایت جسارت اور گستاخی کے ساتھ ان بیانات کو جناب حکیمہ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔

اب تک ہم نے جنابِ حکیمہ کی ان روایات کو قلمبند کیا ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السّلام کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا۔ اسی سلسلہ میں جنابِ حکیمہ کا ایک اور بیان سن لیجیے۔

(۴) احمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں ۲۶۲ھ میں حکیمہ دختر امام محمد تقی علیہ السلام سے ملا۔ اور پس پردہ ان سے گفتگو کی۔ اور ان کے دین و طریقہ کے متعلق ان سے سوال کیا۔ حکیمہ نے ان حضرات کے نام میرے سامنے بیان کئے جن کی امامت کی وہ معتقد تھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے ائمہ میں سے ایک حجتہ ابن الحسن بن علی ہیں۔ اور آپ نے حضرت حجتہ کا نام بتایا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا مجھکو آپ پر قربان کرے کیا آپ نے حجتہ ابن الحسن کو دیکھا ہے؟ جن کی آپ مجھکو خبر دے رہی ہیں۔ یا ان کی خبر آپ تک پہنچی ہے۔ آپ نے کہا کہ امام حسن عسکری نے حجت علیہ السلام کے بارے میں اپنی ماں کو ایک خاص مکتوب لکھا تھا۔ جب میں نے اس خط کو دیکھا تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ وہ فرزند کون تھا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ وہ پوشیدہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حکیمہ سے جب یہ بات سنی تو میں نے کہا کہ جب وہ پوشیدہ ہیں تو شیعہ بوقت ضرورت کس کے پاس جائینگے اور کون شخص ان کی مشکلات کو حل اور شبہات کو رفع کریگا۔ تو حکیمہ نے کہا کہ حجت علیہ السلام کی دادی جو کہ امام حسن عسکری کی ماں ہیں۔ شیعوں کو ان کے پاس جانا اور اپنی مشکلات کو ان سے حل کرنا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ایسی وصیت کرنے میں کس کی تقلید کی ہے کہ شیعوں کو ایک عورت کے سپرد کر دیا۔ تو حکیمہ نے کہا کہ انھوں نے حسین ابن علی علیہ السلام کی پیروی کی ہے۔ اس لئے کہ امام حسین نے بظاہر اپنی بہن زینب دختر علی کو وصیت فرمائی تھی اور یہ بات اس طرح تھی کہ جو کچھ علوم و مسائل امام زین العابدین سے ظاہر ہوتے تھے وہ تمام امر امام زین العابدین کے پوشیدہ رکھنے کے لئے زینب کی جانب منسوب ہوتے تھے۔ پس یہی حال قائم علیہ السلام کے متعلق مادر امام حسن عسکری کا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم تو صاحب اخبار و احادیث ہو کیا تمھارے پاس یہ روایت نہیں ہے کہ امام حسن عسکری کی میراث ان کی زندگی میں تقسیم کر دی جائے گی۔ (دیکھو بحار الانوار صفحہ ۱۶۰ جلد ۱۳)

حضراتِ شیعہ کے ہاتھوں میں جنابِ حکیمہ سے بڑھ کر اور کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس نے بیان کیا ہو کہ حضرت حجتہ ابن الحسن اس کی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوئے۔ لیکن مذکورہ بالا روایت نے سب سے پہلا اور سب سے آخری چشم دید گواہ بھی ان کے ہاتھوں سے کھو دیا۔ تمام عمارت منہدم ہوگئی اور تمام سابقہ بیانات پر پانی پھر گیا۔ اس بیان میں وہی جنابِ حکیمہ جو متواتر بیانات دے رہی تھیں کہ میں نے امام غائب کی قابلہ ہونے کے فرائض انجام دیئے اپنے اس بیان میں فرماتی ہیں کہ حضرت حجت میرے سامنے تو پیدا نہیں ہوئے ہاں میں نے ایک خط میں ان کی پیدائش کا حال پڑھا تھا جو امام حسن عسکری نے اپنی ماں کو لکھا تھا۔ اور امام حسن عسکری کی والدہ ہی سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ ہیں۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ نیز ایک مرتبہ اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام غائب اور قوم کے درمیان نوابِ اربعہ کام نہیں کرتے تھے بلکہ درمیانی سفیر امام غائب کی دادی تھیں۔ پس ان حالات میں ہمارا یہ دعویٰ بعینہٖ روشن کی طرح ثابت ہے کہ امام دوازدہم کی ولادت کی کوئی یقینی و عینی شہادت موجود نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مصنف جنات الخلود کا بیان بھی پڑھ لیجئے جو ولادت حضرت امام غائب کے سلسلہ کی ایک مصیبت خیز کڑی ہے۔

مصنف مذکور اپنی تصنیف مذکور میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ایک روایت کے مطابق دو لڑکے رکھتے تھے اور پانچ لڑکیاں۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے دو لڑکے تھے اور دو لڑکیاں۔ لڑکوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک علی بن محمد ملقب بہ نقی علیہ السلام تھے

اور دوسرے موسیٰ۔ اور لڑکیوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک لڑکی کا نام فاطمہ اور دوسری کا امامہ تھا۔

اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کے یہاں حکیمہ نام کی کوئی لڑکی ہی نہ تھی۔ یا کم از کم حکیمہ کا وجود مشکوک ضرور ہے جب جناب حکیمہ ہی کا وجود شک و شبہ سے خالی نہیں تو پھر وہ بیانات بھی شک و شبہات سے خالی تسلیم نہیں کئے جا سکتے جو آپ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ ان ضعیف۔ مجروح۔ مشکوک اور خلافِ عقل روایات کے علاوہ وہ کون سی روایات ہیں جن سے حضرت امام دوازدہم کی ولادت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے۔

نتیجہ

(۱) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس دن پیدا ہوئے

(۲) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس تاریخ کو پیدا ہوئے

(۳) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس سنہ میں پیدا ہوئے

(۴) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری کس کے بطن سے پیدا ہوئے

(۵) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری پیدا بھی ہوئے یا نہیں

(۶) قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت حجۃ ابن العسکری زندہ بھی رہے یا نہیں

(۷) قطعی اور یقینی طور پر حضرت حجۃ ابن العسکری کی ولادت کے واقعات فطرت عقل ونقل کے خلاف ہیں۔

(۸) قطعی اور یقینی طور پر حضرت حجۃ ابن العسکری کی عینی گواہ جناب حکیمہ کا وجود ثابت نہیں ہے

(۹) پس حضرات شیعہ کو غیر قطعی اور غیر یقینی روایات کی تقلید سے آزاد ہو کر ایک فرضی وجود کے عقیدہ سے دست بردار ہو جانا چاہئے اور حضرت قائم آلِ محمد کے مسئلہ کی چھان بین یقینی دلائل کی روشنی میں از سر نو کرنی چاہئے۔ (سید ابو العباس رضوی جارچوی)

خدا کے وجود کا عقلی ثبوت

پیامبر ماہ جنوری سنہ ۱۹۴۳ء میں اس عنوان سے جو مضمون چھپا ہے اس کے متعلق بعض ناظرین نے مجھے توجہ دلائی ہے کہ ایک مقام پر کتابت کی غلطی ہو گئی ہے۔ یعنی سیدھے ہاتھ کو (جو خود وجود میں نہیں آئی) ہونا چاہئے۔ اور اُلٹے ہاتھ کو (جو خود وجود میں آئی) پس ناظرین براہ کرم اسی طرح تصحیح کریں۔ اور چونکہ بعض دوستوں نے مزید سوال بھی کئے ہیں جن کا جواب دلچسپی سے خالی نہیں۔ اور جواب سمجھنے کے لئے نقشہ دیکھنا ضروری ہوگا۔ اس لئے تصحیح شدہ نقشہ بھی اس جواب کے ساتھ چھپ رہا ہے۔ ۱۲

جو کچھ بھی انسان کے تصور میں آسکتا ہے

جو ممکن ہے　　جو ممکن نہیں ہے

جو موجود ہے　　جو موجود نہیں ہے

جو وجود میں لائی گئی　　جو وجود میں نہیں لائی گئی

جو خود وجود میں نہیں آئی　　جو خود وجود میں آئی

وجود میں لانیوالا (خالق) معلوم نہیں ہے　　وجود میں لانیوالا (خالق) معلوم ہے

(خالق ہمیشہ اپنی مخلوق سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے)

مثلاً

انسان　　حیوان اور ان سے نیچے کی مخلوق　　قانون قدرت

انسان کی مخلوق ہے　　انسان کی مخلوق نہیں ہے

ہمارے علم میں سب سے اعلیٰ خالق　　اعلیٰ ترین خالق جو ممکن ہو سکتا ہے

اگر تفصیل دیکھنے کی ضرورت ہو تو ماہ جنوری کا پیامبر ملاحظہ کریں

اس نقشہ کی بنیاد چند مسلمہ تجربے ہیں جن کو ہر شخص تسلیم کرتا اور مانتا ہے۔

۱۔ جو زبر ہے وہ اس سے اعلیٰ ہے جو زیر ہے۔ یعنی حاکم اپنے محکوم سے۔ خالق اپنی مخلوق سے اعلیٰ ہے۔

۲۔ کوئی قانون خود بخود وجود میں نہیں آتا۔ اس کا وجود میں لانیوالا خواہ معلوم اور معیّن نہ ہو۔ مگر ہوتا ضرور ہے۔

۳۔ کوئی قانون خود بخود جاری نہیں ہوتا۔ اس کو جاری اور نافذ کرنے والا اور نافذ رکھنے والا ضروری ہے۔ اگر نہ ہو تو قانون توڑنے والے کو خود بخود سزا نہیں ملتی۔ بلکہ رفتہ رفتہ وہ قانون بالکل مٹ جاتا ہے جیسا کہ منسوخ شدہ شریعتوں کا حال ہو رہا ہے۔

۴۔ ہر ادنیٰ طبقہ موجودات کی اعلیٰ ترین صفات اس طبقہ سے اعلیٰ درجہ کے اندر نہ صرف موجود ہوتی ہیں۔ بلکہ اُن صفات سے اعلیٰ تر صفات بھی موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً جمادات کی جو صفات اعلیٰ تر مانی جائیں وہ سب نباتات میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ بڑھنے پھولنے اور پھلنے کی اعلیٰ تر صفت بھی ہے۔ ایسے ہی جانور جو اعلیٰ تر طبقہ ہے اس میں جمادات اور نباتات کی اعلیٰ ترین صفات کے علاوہ نقل و حرکت اور حواسِ خمسہ کی اعلیٰ تر صفات موجود ہیں۔ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس میں جمادات نباتات اور حیوانات کی تمام اعلیٰ صفات کے علاوہ بہت سی اعلیٰ تر صفات ہیں جو اُن میں نہیں ہیں۔ منجملہ تنظیم و ایجاد کا مادہ اور قوانینِ قدرت میں جزوی تصرف کی قدرت وغیرہ۔

پس قانونِ قدرت اس لئے انسان کی مخلوق نہیں کہ خود انسان پر حاوی اور حاکم ہے۔ اور قانونِ قدرت کا خالق یا تو وہ ہے جو (ہمارے علم میں سب سے اعلیٰ خالق) ہے۔ یا وہ ہے جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں۔

عقل کے مسلمہ تجربہ نمبر ۱ کی رو سے اس خالق کو نہ صرف اپنی مخلوق سے اعلیٰ تر ہونا چاہئے بلکہ مسلمہ نمبر ۴ کی رو سے اُن تمام موجودات کی اعلیٰ ترین صفات بھی اُس میں ہونی چاہئیں جو اس سے ادنیٰ طبقہ میں موجود ہیں اور کچھ صفات ان سے اعلیٰ تر بھی۔

اس نقشہ کی رو سے قانونِ قدرت سے شروع کر کے اگر اوپر کی طرف صعود کریں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا [وجود میں لانے والا (خالق) معلوم نہیں ہے] لیکن وہ بھی [خود وجود میں نہیں آئے] بلکہ [وجود میں لائے گئے] اور اب بھی [موجود ہیں] اور اس فیصلہ کی بنیاد صرف وہی امکانات ہیں جو [انسان کے تصور میں آسکتے ہیں]

اسی طرح ان کے خالق کے متعلق جب ہم نقشہ میں اوپر کی طرف صعود کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو وجود میں لانے والا خالق کوئی نہیں ہے۔ مگر وہ خود موجود ہے۔ اس کا امکان انسان کے تصور سے بھی باہر نہیں ہے۔ اور نہ (منطقی قانون کے مطابق صحیح تقسیم) کے خلاف ہے۔

سوال: خالق اور مخلوق دونوں میں مُشترک کیا ہے؟

جواب۔ دونوں انسان کے تصور میں آسکتے ہیں۔ امکان کے اندر ہیں اور موجود ہیں۔ (نقشہ ملاحظہ ہو)

سوال۔ اس خالق میں کیا چیز زیادہ ہے جو اس کی مخلوق میں نہیں ہے؟

جواب۔ یہ خالق کسی کا مخلوق نہیں ہے۔ اور جو کچھ بھی ممکن ہے اس میں بھی اعلیٰ ترین ہے۔

پس مسلمہ تجربہ کی رو سے عقل کا فیصلہ ہے کہ ایک ایسا

خالق موجود ہے جس سے اعلیٰ تر خالق ممکن نہیں۔ جس کے اعلیٰ ترین ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کو وجود میں لانیوالا خالق کوئی نہیں۔ اور جو کوئی وجود بھی ایسا موجود ہو جس کا (وجود میں لانے والا خالق معلوم نہیں ہے) مگر جو ہمارے قیاس کے مطابق (خود وجود میں نہیں آیا) بلکہ غالباً (وجود میں لایا گیا) تو جب تک اس کا وجود میں لانیوالا خالق یقینی طور پر معلوم ہو۔ عقل کی سفارش ہے کہ بجائے متعدد غیر معلوم اعلیٰ خالق ماننے کے صرف ایک اعلیٰ ترین خالق کو ان سب کا خالق مان لیں۔

دیندار اسی غیر مخلوق خالق کو خدا کہتے ہیں۔

اس مزید تشریح کے بعد غالباً اب وہ ابہام بھی رفع ہو گئے جن کے متعلق بعض دوستوں نے خط کے ذریعے سوال کیا تھا۔

اب ایک اور پہلو پر نظر ڈالئے

جن لوگوں کی عقل نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ صحیح تقسیم کی رو سے تمام موجودات کی ایک قسم ایسی ہے جو وجود میں لائی گئی۔ یعنی مخلوق ہے اور دوسری قسم ایسی ہے جو وجود میں نہیں لائی گئی۔ یعنی مخلوق نہیں۔ اگرچہ موجود ہے۔ تو جب وہ کسی چیز کو دیکھیں گے ان کے ذہن میں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا ہم اس چیز کو مخلوق مانیں یا نہ مانیں۔ یعنی اس چیز کا خالق ہے یا نہیں ہے۔

پہلے آپ اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ اور اس کے بعد ان لوگوں کے قول پر غور کیجئے جو کہہ گئے ہیں کہ

"جب کبھی ہم نے کوئی چیز دیکھی تو یا اس چیز کے اندر یا باہر یا اوپر یا ساتھ فوراً پہلے یا فوراً بعد خدا کو دیکھا۔"

کیا اب بھی یہ کہنا صحیح مانا جا سکتا ہے کہ :-

"خدا کا وجود عقل سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا"

یا یہ صحیح ہے کہ

عقل اگر کسی چیز کا وجود ثابت کر سکتی ہے تو خدا کا وجود بھی ثابت کر سکتی ہے۔ ورنہ کسی چیز کا وجود ثابت نہیں کر سکتی۔

(حشمت عبد البہا)

محفل مقدس ملی بہائیان ہندوستان و برما

نے

امسال اپنے اجلاس منعقدہ دہلی میں ایک کمیٹی انتخاب کی ہے جس کے ذمہ یہ خدمت ہے کہ اردو زبان میں جو مضامین امر بہائی کے خلاف شائع ہوں ان کا جواب تجویز کرے اور حتی المقدور انہی اخبارات یا رسالوں میں شائع کرانے کی کوشش کرے۔

پس رسالہ پیامبر کے پڑھنے والوں سے بالعموم اور بہائیان ہندوستان سے بالخصوص درخواست ہے کہ جو مضمون امر بہائی کے خلاف دیکھیں اور جسے جواب کے قابل سمجھیں اس کو ذیل کے پتے پر روانہ کر دیں۔ تاکہ کمیٹی مناسب کارروائی کرے اور جو فرض اس کے ذمہ کیا گیا ہے اس کو ادا کر سکے۔

نیز وہ محققین جو دین بہائی کے متعلق سوالات کرنا چاہیں براہ راست ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں :-

شیخ حشمت اللہ قریشی۔ روبرو گردوارہ قرولباغ دہلی

قسمت فارسی

کلام اللہ بلسان اللہ

باسمہ الناطق بلسان قومہ

می گویند که خداوند با برگزیدگانی چند کلام فرموده و بعضی از اینها را انبیاء و بعضی را رسول می نامند و باوجودیکه کلام خداوند بلسانِ قومِ این انبیاء و مرسلین نازل شده مردمان آنرا لسان اللہ گفته و مومنین آن قوم بر اقوامِ دیگر افتخار نموده لغت و زبانِ خود را لسان اللہ اعتقاد کرده و لغاتِ دیگر را ساقط از اعتبار دانسته اند - چرا چنین کرده؟ و آیا این قول و فعلِ ایشان مطابقِ آیاتِ الہی است که در دست موجود است یا نتیجہ افکار غیر معتبرِ آن قوم و خلافِ تعلیماتِ الہی است؟

میگویند خداوند اجازه فرموده که تمام نامهای او را بر غیر اللہ ببرند - حرجی نیست و عیبی نه - مثلاً عادل - رحیم - کریم - سلطان - قهار جبار و سائر نام های خداوند - اگر برای یکی از بندگان او که صفتی از این صفاتِ الہی از او ظاهر باشد ذکر نمایند عیبی نه و جائز است ولی اسم اللہ مخصوص است بذاتِ او - و ذکر کردنِ این اسم ذات برای غیر اللہ حرام و خلافِ تقدیس و تنزیہ باری و علم توحید و کونِ تجرید و تعظیم او تعالیٰ شانہ میدانند - و اگر کسی سهواً و یا عمداً مرتکب این ذکر شود گمان می برند که عارفِ حقیقی نیست - سینه او گشوده نشده - در بحرِ عرفانِ الہی شناوری ننموده و تا سماءِ قربِ الہی پرواز نکرده - نزدِ پرده های نور نه ایستاده - و از ورای چادرِ عصمت صدای روح پرور یا حبیبی انظر ترانی نشنیده است -

پس کلام اللہ یعنی چہ؟ لسان اللہ یعنی چہ؟ ناطق بلسان قومہ یعنی چہ؟ قومہ یعنی چہ؟

کلام اللہ لسان میخواہد - لسان وجہ میخواہد - وجہ هیکل میخواہد - هیکل تشکل میخواہد - تشکل تشخص میشود - و بعد از تشکل و تشخص ذکر محدود بودن بحدود - صعود و نزول - دخول و خروج - ظهور و شهود - غرض سائر شیون که منافی تقدیس و تنزیہ الہی است جائز بل واجب میشود - و برای همچنین خداوندی نمیتوان گفت غیب منیع لایدرک است - پوشیده است - اجازه نیست کسی بسوی او قدم بپاید - حتی فهم و ادراکِ انسان باو نمیرسد -

مثلاً كان و يكون مقدساً عن الاذكار والاسماء مقدس بوده و خواهد بود از هر ذکر و هر اسم ومنزهاً عما يدركه اهل الانشاء - و برتر است از هرچہ که در فهم عالم بگنجد -

السبيل مسدود والطلب مردود - راهِ وصول بسته شده و طلب مردود بوده -

نوٹ:- این حوالجات در پایانِ مقاله تشریح شده -

ص۶۳ انّہ لا یعرف بالافکار ولا یدرک بالابصار

او را نمی توان فہمید با فکر و نمی توان یافت با بصارتِ روح۔

علی ما ھو علیہ من علوّ علوہٖ وسموّ سموّہٖ [ص]

بہ حیثی کہ او ہست در بلندیِ مقامِ بلندِ خود و برتری شانِ برترِ خود

پس کلام اللہ یعنی چہ ؟

یعنی کلامی کہ رسول اللہ بخدای خود نسبت دہد مثلی کہ حضرت رسولِ مقبول صلوۃ اللہ علیہ وآلہ قرآن مجید و فرقانِ حمید را بباری تعالیٰ نسبت داد و حضرت روح اللہ کلماتیکہ برا و نازل شد بپدرِ آسمانی منسوب نمود و حضرت کلیم آن قانون الٰہی را بنام مکلم طور ذکر فرمود و حضرت خلیل و انبیای بنی اسرائیل بشارات و نبوات را منزول از سماءِ ارادہ من ھو ھو۔ یھوہ ۔ نیز کہ منم بیان کردند و در کتب و بیانِ قوم نیست مقصدے غیر از این از کلام اللہ۔

پس لسان اللہ یعنی چہ ؟

لسان اللہ در عصر قرآن لسانِ عربی و قبل از ان تا ایامِ خلیل لسانِ عبرانی و قبل از ان لسانِ سریانی و قبل از زبانِ سریانی بابلی وغیرہ چنانچہ در اخبار انبیای بنی اسرائیل موجود است۔

پس لسان اللہ یعنی لسانِ آن رسول اللہ ایکہ ادّعا میکند از طرفِ خداوند پیامی آوردہ و در کتب و زبانِ قوم نیست مقصدی غیر از این از لسان اللہ۔

پس ناطق بلسان قومہٖ یعنی چہ ؟ و قومہٖ یعنی چہ ؟

یعنی کلامیکہ نازل میفرماید بر رسولی بہ لسان قومِ آن رسول چنانچہ دیدیم کہ از آدم تا خاتم خداوند زبان و کلماتِ قومِ رسولِ خود را برای نزولِ کلامِ الٰہی انتخاب میںمود کہ در این تخصیص قومیت نظر بولادتِ آن رسول اللہ در آن قوم بودہ است۔

پس تخصیص کلمۂ اللہ فقط وفقط برای ذاتِ باری جائز نہ ۔ و در کلامِ الٰہی و لسانِ قوم و بیانِ علماء و عرفاء اسلام چہ در عربی و چہ در فارسی استعمالِ این کلمہ برای غیرِ ذاتِ قدم یعنی برای رسول او موجود و محقق است ۔ نیز ثابت شد کہ ساحتِ آن ذات مقدس از جمیع جہات و منزّہ از جمیع اسماء و صفات بود تا چہ رسد ببعضی از کلمات چنانچہ میفرماید

ص۱۰۲ حق لم یزل و لایزال مقدس از صعودٌ و نزولٌ و حدودٌ و اقترانٌ و ارتباطٌ بودہ و خواہد بود و اشیاء در امکنۂ حدود موجود و مشہود [ص۳]

ویطلق علیہ اسم الباطن لانّہ لا یوصف بوصف ولا یعرف بما ذُکر گذاشتہ میشود برا و اسم الباطن چونکہ نمیتوان وصف کرد او را بہیچ وصفی و نمیتوان شناخت او را از ہیچ ذکرے۔

لانّ ما ذکر ھو احد اثرہٖ فی عالم الذکر چونکہ ہر ذکری کردہ شود آن ذکر اثری است از او در عالمِ ذکر

فتعالیٰ من ان یُعرف بالذکر

و مقامِ او بلند تر است از اینکہ شناختہ شود بذکری

او یدرک بالفکر [ص۵]

یا فکر بساحتِ او برسد

ص۱۰۷ تعالیٰ تعالیٰ بان یتخلل بشیٔ او یحدّد بحدٍّ او یقترن بمعانی الابداع لم یزل کان مقدّسًا عن دونہ و منزّھًا عمّا سواہ۔

بلند و برتر است او از اینکہ متخلل شود در ہیچ چیزے و یا حدّے از حدود اختیار نماید یا نزدیک شود تا آنچہ کہ

خلق شده همیشه مقدس بوده از غیرِ خود ومنزّه است از سوای خود.

نشهد انّه کان واحداً فی ذاته وواحداً فی صفاته وکل فی قبضة قدرته المهیمنة علی العالمین ۵

ما گواهی میدهیم براینکه او در ذاتِ خود واحد بوده و درصفاتِ خود یکتا بوده همه در قبضهٔ قدرت او هستند که بر تمام عوالم مهیمن است.

ص۲۲ آنچه در رتبهٔ ممکن ذکر میشود محدود است بحدوداتِ امکانیه وحق مقدس ازآن لم یزل بوده ونبوده با او احدی نه اسم ونه رسم ونه وصف ولایزال خواهد بود مقدس از کلّ ماسواه. ۶

کلمه از کلماتِ قوم نیست که مدارجِ تنزیلی را طی کرده بساحتِ تنزیهِ صرفِ او رسیده باشد وازاین دائرهٔ محیطهٔ لفظِ (الله) خارج نیست. چنانچه دریکی از الواح میفرماید. امید وثیق آنکه در الفاظ لوح مبارک بمعنی کلمهٔ کل بنظرِ دقیق تعمق فرمایند.

ص۸۹ کل الفاظ درآن ساحت در رتبهٔ واحد مذکور مثلاً لویقول ولدت کقوله لم یلد و لم یولد.

اگرچه برحسب ظاهر تنزیهِ الهی از شبه ومثل ونظیر منتهی مقامِ عرفانِ انام است چنانچه بین ناس هم این مقام اعلیٰ وارفع است.

ولکن این امتیاز هم نظر بقبول حق است و باراده او محقق شده. چنانچه

درکورِ فرقان وبیان مشیت الهیه بتنزیهِ صرف وتقدیسِ بحت تعلق گرفته

لذا در افئدهٔ عباد تجلّیِ این بیانات ثابت و ظاهر والّا

آن بحرِ قدم از جمیعِ این کلماتِ محدثه مقدس وساحت اقدس ازجمیع این بیانات منزه.

نظر باید باصل امرِ الهی باشد نه بعلو ودنوِ مراتبِ عرفانِ لفظیه که بین بریّه محقق شده ۵

(حشمت عبدالبهاء)

حواله جات این مضمون از الواح مبارکه

بانشانهای زیرین بیابند

- ۱ اقتباس از کتاب اقتدار مطبوعهٔ بمبئی بخط نستعلیق مشکین قلم ص۱۰۸
- ۲ 〃 〃 〃 ص۶۳
- ۳ 〃 〃 〃 ص۱۰۷
- ۴ 〃 〃 〃 ص۶۲
- ۵ 〃 〃 〃 ص۱۰۷
- ۶ 〃 〃 〃 ص۷۲
- ۷ 〃 〃 〃 ص۸۹



ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد چہارم — مارچ ۱۹۴۳ء — شمارہ سوم

بشاراتِ یومُ اللہ

بہاریں دو طرح کی جلوہ گر ہیں آج عالم میں ۔ بہارِ بے خزاں اک۔ ہے خزاں پوشیدہ دوم میں

بہارِ جاوداں تکمیلِ وحدت بن کے آئی ہے ۔ دوئی کا دم لبوں پہ ہے خزاں کے پیچ اور خم میں

دوئی کا وہم دُنیا میں بہارِ جنگ لایا ہے ۔ کہ رنگیں پھول پھل ہیں غرق جس کے خون اور غم میں

جو اِس دنیا میں آتا ہے وہ ماتم کرتا آتا ہے ۔ بنی تھی کیا یہ دُنیا خاصکر ماہِ محرم میں

تمام اولادِ آدم کی حقیقت ایک آدم ہے ۔ بھلا کیا فرق از روئے حقیقت تم میں اور ہم میں

دوئی جبتک ہے باقی۔ ہے ہر اک درد و اَلم باقی ۔ ہوا معلوم رشتہ ہے دوئی میں اور ماتم میں

ہُوِیّت کی ہوائے ہوش افزا مُژدہ دیتی ہے ۔ دوئی مِٹتی ہوئی دیکھو گے کچھ دن بیش اور کم میں

وہ دن مشہور دن آپہنچا با اجلالِ ربانی ۔ تھی جس کی آمد آمد کل کُتبہائے مکرم میں

وہ ساری نہریں جو جاری ہوئی تھیں بحرِ اعظم سے ۔ اَب آتے آتے آکر مِل گئیں سب بحرِ اعظم میں

لقائے حق ہے جنّت۔ ناشناسی اصل دوزخ ہے ۔ حقیقت میں یہی ہے فرق جنّت اور جہنم میں

ہے آمد آسمان سے صف بصف حور و ملائک کی ۔ وہ شمعِ کبریا روشن ہوئی پھر بزمِ آدم میں

جمال اور حُسن اور اَسرار اور انوار اے احمد
جو کچھ تیرے سخن میں ہیں کہاں آئینۂ جَم میں

کلام اللہ رب العلمین

تبارك الّذی ینطق بما ینتفع به العالم ولکنّ القوم فی حجاب مبین ۵

وہ ذات بابرکات ہے جس کے کلام سے تمام جہان فائدہ اٹھاتا ہے مگر لوگ ایک نمایاں پردے میں پڑے ہوئے ہیں

انّا اردنا ان نقرّبهم الی الملکوت وهم اختاروا لانفسهم بیوتاً کبیت العنکبوت نشهد انّهم من الخاسرین۔

ہم انھیں عالم ملکوت میں پہنچانا چاہتے ہیں اور وہ اپنے لئے مکڑی کے جالے کی مانند گھر پسند کر رہے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ نامراد ہیں۔

قد حضرت النعمة وهم لا یأکلون۔ قد ظهرت الحجّة وهم لا یعرفون۔ قد نزّلت الایات وهم لا یفقهون وقد ظهرت البیّنات وهم علی اعقابهم منقلبون[1]

انّا اظهرنا السّبیل فضلاً من عندنا وانّه لهو الصّراط المستقیم والمخلصون علیه یمرّون

ہم نے اپنے فضل وکرم سے راستہ صاف اور نمودار کر دیا ہے اور یقیناً وہی سیدھا راستہ ہے اور اخلاص مند اس پر گذرتے چلے جا رہے ہیں۔

تمسّکوا بکتاب الله وما نزّل فیه انّه ینفعکم فی کلّ عالمٍ من عوالم ربّکم المقتدر القدیر

کتاب اللہ کو مضبوط تھامو اور جو احکام کتاب اللہ میں نازل ہوئے ہیں اُن پر عمل کرو۔ یہی چیز تمھارے پروردگار کے جہانوں میں سے ہر ایک جہان میں تمھیں مفید ہے۔

طوبیٰ لمن وجد حلاوة النّداء الّذی ارتفع من شطر الکبریاء وعمل ما امر به من العلیم الخبیر۔

[1] ترجمہ: نعمت حاضر ہے اور وہ کھاتے نہیں۔ حجت ظاہر ہوگئی اور وہ ناشناس ہیں۔ آیات نازل ہوچکیں اور وہ سمجھتے نہیں۔ اور بینات ظاہر ہوچکیں اور وہ روگرداں ہیں۔

اسے تیار لباد جس نے جانب کبریائی سے بلند ہونے والی ندا سنی اور علیم و خبیر خدا کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیا۔

لا ینفعکم الیوم شیء ولا مھرب لکم الا بان تتوبوا و ترجعوا الی الله العزیز الحمید هل نفع کسریٰ ماعنده من الکنوز او قیصر ماعنده من القصور لا و عمری ان انتم من العالمین۔

آج کوئی چیز تمھیں فائدہ نہیں دے سکتی اور خدائے عزیز و حمید کی طرف رجوع اور توبہ کے سوا تمھارے لئے کوئی جائے فرار نہیں۔ کیا کسریٰ کے خزانے اُسے کچھ فائدہ پہنچا سکے اور کیا قیصر کے محلات اس کے کچھ کام آ سکے؟ مجھے اپنی قسم۔ تم جانتے ہو کہ سب بے کار ثابت ہوئے۔

تبارک الذی انزل الکلمة و فصل بها بین البریه انه لهو المفصل الحکیم۔ وجعلها خمر الحیوان لاهل الامکان و کوثر البقاء لمن فی السموات و الارضین ان الذی فاز بها قد فاز بما اراد مولیه الکریم۔ والذی استکبر انه من اهل الخسران یشهد بذلک لسان الرحمن فی هذا المنظر المنیر۔

وہ ذات بابرکات ہے جس نے اپنا کلمہ نازل کیا۔ اور اس کے ذریعے جہان میں تمام امور کی تفصیل فرما دی۔ یقیناً وہ تفصیل فرمانے والا صاحب حکمت ہے۔ اور اس کلمہ کو اہل عالم کے لئے شراب حیات بنا دیا۔ جو شخص اس سے فائز ہوا اپنے خداوند کریم کے مقصد سے فائز ہوا۔ اور جس نے تکبر کیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ اس روشن منظر میں خداوند رحمن کی زبان اس بات کی گواہ ہے۔

قد ضل سعی الذین کفروا سوف یرون انفسهم فی عذاب الیم

امر حق سے انکار کرنے والوں کی تمام کوشش ضائع ہو گئی۔ وہ عنقریب اپنے آپ کو دردناک عذاب میں مبتلا دیکھینگے۔

شهد الله انه لا اله الا هو ینزل من سماء الفضل ما شاء و اراد انه لهو المنزل الحکیم قد تزین الملکوت المقدس بالکتاب الاقدس طوبی لمن تمسک به و ویل للغافلین۔ ان الذی عمل بما نزل فیه انه من اهل البهاء فی هذا اللوح البدیع

خدا گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ آسمانِ فضل سے جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ یقیناً وہی نازل فرمانے والا صاحبِ حکمت ہے۔ ملکوتِ مقدس کتاب اقدس سے مزین ہوگیا ہے۔ جو شخص کتابِ اقدس کو مضبوط تھام رہا ہے اسے مبارکباد اور غافلوں کے لئے ہلاکت ہے۔ جو شخص کتاب اقدس کے احکام پر عمل کرتا ہے وہ اس لوحِ بدیع میں اہلِ بہاء میں سے ہے۔

قد هاج عرف الريحان من نفحات الوحي وماج بحر الايقان من هذا الهبوب العزيز البديع۔

وحی کی خوشگوار ہواؤں سے خوشبو کی لہر اٹھیں اور اس پیارے اور نئے جھونکے سے ایقان کے سمندر میں موجیں آنے لگیں۔

كونوا آية الاطمينان لاهل الامكان ونفحات الرحمن بين العالمين۔

تمام اہلِ جہان کے لئے تم نشانِ اطمینان ہو جاؤ اور سب جہانوں میں خداوند رحمٰن کی رحمت کے جھونکے بنو۔

طوبىٰ لمن حمل البلآء في حب الله انه من اهل هذا المقام الكريم لا تحزن من شيء قل يا اهل البهآء اذا اخذتكم الاحزان في ارضٍ عليكم بارضٍ اخرىٰ انها واسعة من الله العزيز الحكيم۔

اسے مبارکباد جس نے خدا کی محبت میں مصیبت برداشت کی۔ یقیناً وہ اس بزرگ مقام کے لوگوں میں سے ہے۔ کسی چیز سے غمزدہ نہ ہو۔ کہدے اے اہلِ بہاء جب تمھیں کسی جگہ رنج و غم گھیر لیں تو دوسری جگہ چلے جاؤ۔ بے شک سرزمین خدائے عزیز و حکیم کی طرف سے وسیع ہے۔

اقتباسات از کتاب مجموعۂ اقدس و الواح
صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۵

پادشاہانِ زمین

سلسلہ کے لئے دیکھو پیامبر بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء

حضرت بہاء اللہ کی پہلی لوح مبارک کا جو شہنشاہ کے ایک وزیر کے ذریعہ بھیجی گئی تھی جو نتیجہ ہوا وہ ان الفاظ سے قیاس کیا جا سکتا ہے جو لوحِ ابنِ ذئب میں منصوص ہیں :-

"مگر اس نے اس کا (پہلی لوح کا) جواب نہ دیا۔ سجنِ اعظم میں ہماری آمد پر ہمیں اس کے وزیر کی طرف سے ایک خط ملا۔ جس کا پہلا حصہ فارسی زبان میں تھا۔ اور آخری حصہ خود اس کے اپنے خط میں تھا۔ اس میں اس نے نہایت اخلاص کے ساتھ یہ لکھا تھا "آپکے حکم کے مطابق میں نے آپ کی لوح پہنچا دی تھی۔ مگر ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے قسطنطنیہ میں اپنے سفیر اور ان علاقوں میں اپنے قونسلوں کو آپ کے متعلق سفارشات لکھ بھیجی ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی کچھ خدمت کروں تو آپ مطلع کریں اور میں اس خدمت کو بخوشی انجام دونگا" اس کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس عبد کا مقصد یہ سمجھا کہ ہم نے مادی مدد کے لئے درخواست کی ہے"

اپنی لوحِ مبارک میں حضرت بہاء اللہ نے شہنشاہ کے ارادوں کے خلوص کو آزمانے کے لئے عمداً ایک عاجزانہ اور متانت آمیز لہجہ میں اپنی مصیبتوں کا بیان کر کے ذیل کے کلمات اسے لکھے :-

"دو بیان جو پادشاہِ زمان کی زبان سے نکلے ان مظلوموں کے کانوں تک پہنچے ہیں یہ بیانات حقیقت میں تمام بیانات کے بادشاہ ہیں اور پہلے کبھی کسی بادشاہ کی زبان سے سننے میں نہیں آئے ہیں۔ پہلا بیان روسی حکومت کے اس سوال کا جواب تھا کہ اس کے خلاف جنگ (جنگ کریمیا) کیوں کی گئی تھی۔ آپ کا جواب یہ تھا "ان مظلوموں کی آہ و بکا نے جو بلا جرم والزام بحیرۂ اسود میں غرق کر دیئے گئے مجھے صبح کے وقت سوتے سے جگا دیا۔ اس لئے میں نے تیرے خلاف جنگ کی" مگر ان مظلوموں نے اس سے بھی بڑھ کر ظلم برداشت کئے ہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ مصیبتیں اٹھائی ہیں

اُن لوگوں کے (جو بحیرۂ اسود میں غرق کئے گئے تھے) مصائب فقط ایک دن کے تھے۔ مگر ان بندوں کی مصیبتیں ۲۵ سال سے جاری ہیں۔ اور ان ۲۵ سال کے دوران میں ہر لمحہ ان پر ایک نئی مصیبت وارد کی گئی۔ دوسرا اہم بیان جو درحقیقت دنیا میں ایک عجیب وغریب اعلان تھا یہ تھا:۔ "مظلوموں کا بدلہ لینا اور بے چاروں کی مدد کرنا ہمارا فرض اور ہماری ذمہ واری ہے۔"

"شہنشاہ کے عدل و انصاف کی شہرت نے بہت سے نفوس کی اُمید اور آس بندھادی ہے۔ بادشاہ زمان کی شان کے شایاں ہے کہ وہ مظلوموں کے حالات کی تفتیش کرائے اور کمزوروں کی حفاظت کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دنیا میں نہ تو کوئی ایسا مظلوم ہوا ہے اور نہ ہے جیسے کہ ہم ہیں اور نہ ہم جلاوطنوں کی طرح کوئی بیکس ہے۔"

یہ لکھا ہوا ہے کہ اس پہلے پیغام (پہلی لوح نپولین) کے ملنے پر اس مکار اور مغرور شہنشاہ نے اسے زمین پر پھینک کر کہا کہ "اگر یہ شخص خدا ہے تو میں دو خدا ہوں۔"

بہ معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ دوسری لوح مبارک کے لیجانیوالے نے سپاہیوں اور پہرہ داروں سے بچنے کی غرض سے اسے اپنی ٹوپی میں چھپایا تھا اور اس طرح وہ اسے اُس فرانسیسی ایجنٹ تک پہنچا سکا تھا جو عکاء میں رہتا تھا اور جس نے بقول مطالع الانوار مؤلفہ جناب نبیل اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا۔ اور اسے شہنشاہ کے پاس بھیجدیا۔ یہ شخص اس لوح مبارک میں لکھی ہوئی پیشگوئی کے پورا ہونے پر حضرت بہاء اللہ پر ایمان لے آیا تھا۔

دوسری لوح کے عبرت انگیز اور عقوبت خیز کلمات کا مفہوم بہت جلد ظاہر ہوا۔ وہ شخص جس نے اپنی شخصی اغراض کے لئے جنگ کریمیا چھیڑی تھی۔ جس کے دل میں شہنشاہ روس کے خلاف شخصی دشمنی تھی جو ۱۸۱۵ء کے عہدنامہ کے پرخچے اُڑانے کے لئے بے چین تھا تاکہ حادثۂ موسکو کا بدلہ لے۔ جو اپنے عہد کو فوجی شہرت اور جاہ و جلال کے عہد کے طور پر مشہور کرنا چاہتا تھا خود ایک ایسی آفت و افتاد میں پڑا جس نے بہت جلد اُسے خاک میں ملادیا۔ اور فرانس کو اُس کے اعلیٰ ترین درجہ سے گراکر دنیا کی قوموں میں چوتھے درجہ کی طاقت بنادیا۔

۱۸۷۰ء میں جنگ سیڈان نے فرانسیسی شہنشاہ کی قسمت پر تقدیر جزا کی مہر لگادی۔ اس کی تمام فوج نے ہزیمت اُٹھاکر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس وقت تاریخ میں یہ سب سے بڑی ہزیمت و شکست خیال کی گئی۔ ایک کچل دینے والا تاوان زبردستی لیا گیا۔ وہ خود قید کرلیا گیا۔ اُس کا اکلوتا بیٹا ولیعہد کچھ سال بعد جنگ زولو میں لڑتا ہوا کام آیا۔ سلطنت تباہ ہوگئی۔ اور شہنشاہ کے سارے ارادے خاک میں مل گئے۔ جمہوری حکومت کا اعلان کردیا گیا۔ اس کے بعد پیرس محصور ہوگیا۔ اور آخرکار اسے اطاعت قبول کرنی پڑی۔ اور ایک ہیبت ناک سال پیش آیا جس میں ایسی خانہ جنگی واقع ہوئی جو جنگ جرمن و فرانس سے بھی زیادہ خونریز و سفاک تھی

ولیم اول پادشاہ پروشیا اسی محل میں بطور شہنشاہ اعلان کیا گیا جو لوئیس چہاردہم کی قوت اور جلال کی زبردست یادگار اور نشان تھا وہ قوت اور جلال جو کچھ حد تک جرمنی کو نیچا دکھاکر حاصل کیا گیا تھا۔

ایک ایسی آفت کے ذریعہ معزول ہوکر جس کی دھوم چاردانگ عالم میں پھیل گئی۔ اس جھوٹے اور شیخی خورے بادشاہ کو اپنے آخری دم تک وہی جلاوطنی اٹھانی پڑی جس کی اس نے حضرت بہاء اللہ کے متعلق سنگدلی سے کچھ پروانہ کی تھی۔

ایسی ہی ذلت جو اگرچہ اتنی شاندار نہ تھی مگر تاریخی نقطۂ نظر سے اس سے بھی زیادہ معنی خیز تھی پوپ پائیس نہم کا انتظار کر رہی تھی اس شخص کو جو اپنے آپ کو حضرت مسیح کا خلیفہ سمجھتا تھا حضرت بہاء اللہ نے لکھا کہ "وہ کلمہ جو بیٹے (حضرت عیسیٰ) نے ظاہر نہ کیا تھا اب ظاہر کردیا گیا ہے" اور کہ "وہ انسانی ہیکل میں بھیجا گیا ہے" یعنی وہ خود وہ کلمہ تھا اور وہ خود ہی "باپ" تھا۔ اس شخص کے پاس جو اپنے آپ کو بندۂ بندگانِ خدا کہتا تھا "موعودِ کلِ زمان" نے اپنے درجہ کو پوری کاملیت کے ساتھ ظاہر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "وہ جو خداوند خدا ہے بادلوں کے سایہ تلے آگیا ہے" اس شخص کو جس کا دعویٰ تھا کہ پطرس رسول کا جانشین ہے حضرت بہاء اللہ نے آگاہ کیا کہ "یہ وقت وہ وقت ہے کہ چٹان (پطرس) پکار پکار کر ..... کہہ رہی ہے دیکھو! باپ آگیا ہے اور جو وعدے ملکوت میں تم سے کئے گئے تھے پورے ہوگئے۔" اس شخص کو جو تین تاجوں کا پہننے والا تھا اور جو بعد میں پوپ کے محل میں پہلا نظر بند ہوا حکماً کہ خدائی قیدی نے حکم دیا تھا کہ "محلوں کو ان کے لئے چھوڑدے جو ان کے متمنی ہیں" اور "آرائش کے تمام زیورات کو بیچ دے" جن کا تو مالک ہے اور "انہیں خدا کی راہ میں خرچ کردے" اور "اپنی بادشاہت کو بادشاہوں کے لئے ترک کردے اور اپنے گھر سے ملکوت کی طرف متوجہ ہوکر باہر نکل آ۔"

کاونٹ مستائی فرٹی۔ بشپ عمولہ جو پطرس رسول کے منصب افضلیت کے آغاز سے لیکر اسوقت تک ۲۵۴ واں پوپ تھا اور جو حضرت باب کے اعلان کے دو برس بعد پاپائی تخت پر بیٹھا تھا اور جس کی پاپائی حکومت تمام پہلے پوپوں سے زیادہ عرصہ تک رہی تھی۔ ہمیشہ اس بل (فرمان پوپ) کے لئے یادگار رہیگا جس سے اس نے مبارک کنواری (حضرت مریم) کے متعلق امیکولیٹ کنسیپشن (عقیدۂ معصومیت حضرت مریم کے متعلق کہ ان کی فطرت گناہ سے اصلاً وازلاً پاک تھی) (۱۸۵۴ء) کا اعلان کیا کہ وہ کلیسیا کا ایک عقیدہ ہے۔ اس کا ذکر کتاب ایقان میں بھی کیا گیا ہے۔ یہ پوپ نئے عقیدۂ معصومیت پوپ (۱۸۷۰ء) کے لئے بھی یادگار رہیگا۔

یہ شخص فطرتاً آمرانہ مزاج کا تھا۔ بھدا سیاست داں صلح و آشتی سے بے رغبت اپنے تمام اختیار بچاکر رکھنے پر تلا ہوا۔ اگرچہ اقتدار پاپائی کے ڈھنگ کو اختیار کرکے اپنے درجہ کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے اور اپنے روحانی اختیار کو بڑھانے میں کامیاب ہوا۔ مگر آخرکار اس دنیاوی حکومت کو قائم رکھنے میں ناکامیاب ہوا جو اتنی صدیوں سے کیتھلک کلیسیا کے سردار یعنی پوپ کے ہاتھ میں رہی تھی۔

یہ دنیوی حکومت امتداد زمانہ کے سبب گھٹتے گھٹتے بہت مختصر سی رہ گئی تھی۔ اس کی تباہی کے قبل جو سال گذرے ان میں بہت اتار چڑھاؤ ظہور پذیر ہوئے۔ جوں جوں حضرت بہاء اللہ کے امر مبارک کا آفتاب نصف النہار کی طرف چڑھتا گیا تھا۔ وہ سائے جو پطرس رسول کی اس گھٹتی ہوئی وراثت کو گھیرے ہوئے تھے گہرے ہوتے گئے۔ حضرت بہاء اللہ کی لوح مبارک جسمیں پوپ پائیس نہم کو خطاب کیا گیا اس کی تباہی کو اور بھی قریب کردیا۔ ان برسوں میں اس کے گھٹتے ہوئے اقبال پر ایک سرسری نظر کافی ہوگی۔ نپولین اول نے پوپ سے اس کی ریاست چھین لی تھی۔ ویں کی کانگرس نے اسے پھر اپنے رئیس کے طور پر قائم کیا اور اپنے نظام کو پادریوں کے ہاتھوں میں سپرد کردیا۔

رشوت ستانی ۔ بدانتظامی ۔ اندرونی نقضِ امن اور مذہبی ظلم وستم کی بحالی نے ایک مورخ کو یہ لکھنے پر مجبور کیا "اٹلی اور شاید یورپ کے کسی حصہ میں ترکی کے علاوہ اس طرح حکومت نہیں کی جاتی جس طرح اس کلیسیائی ریاست میں کی جاتی ہے"

روما' مادی اور اخلاقی کھنڈرات کا شہر تھا۔ بغاوتوں اور بلووں کے سبب آسٹریا کو مداخلت کرنی پڑی۔ پانچ بڑی طاقتوں نے وسیع اصلاحات کے جاری کرنے کا تقاضا کیا۔ جن کو جاری کرنے کا پوپ نے وعدہ تو کیا مگر جاری نہ کر سکا۔ آسٹریا نے پھر دباؤ ڈالا۔ فرانس نے اسکی مخالفت کی۔ دونوں ۱۸۳۸ء تک پاپائی ریاست میں ایک دوسرے کی گھات میں لگے رہے اور جب وہ اپنے اپنے ملک کو واپس لوٹ گئے تو خود مختاری کا پھر خاتمہ ہوگیا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود پوپ کی رعایا میں سے بعض نے اس کی دنیاوی حکومت کا انکار کیا جو ۱۸۴۸ء میں اس کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اندرونی پیچیدگیوں نے اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا اور وہ آدھی رات کے وقت روما سے ایک معمولی پادری کے بھیس میں بھاگ نکلا۔ روما میں جمہوری سلطنت کا اعلان کر دیا گیا۔ بعد میں فرانس نے پھر اسے پہلی حالت پر بحال کر دیا۔ سلطنت اٹلی کا وجود میں آنا۔ نپولین سوم کی متلون حکمتِ عملی۔ سیڈان کی آفت وشکست۔ کلیرنڈن کا پیرس کی کانگرس میں پاپائی حکومت کی بدعملیوں کو الم نشرح کرنا۔ جنگِ کریمیا کا "بیمار یورپ" کے طور پر ختم ہونا ان سب واقعات نے اس لڑکھڑاتی حکومت کی قسمت پر تقدیر کی مہر لگا دی۔

۱۸۷۰ء میں جب حضرت بہاء اللہ پائیس نہم کو اپنی لوح ارسال فرما چکے تھے بادشاہ وکٹر عمانیول اول نے پاپائی ریاستوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اور اس کی فوجیں روما میں داخل ہو کر اس پر قابض ہوگئیں۔ اس پر قبضہ ہونے سے ذرا پہلے پوپ لیٹیران (سینٹ یوحنا کا گرجا روما میں) کو گیا۔ اور باوجود پیری اور آنسوؤں سے چہرہ شرابور ہونے کے رکوع کی حالت میں سکالا سانٹا پر چڑھ گیا اگلی صبح کو جونہی بمباری شروع ہوئی اس نے حکم دیا کہ سینٹ پیٹر کے گنبد پر سفید علم چڑھایا جائے۔ تباہ وغارت ہونے پر بھی اس نے "جدید انقلاب" کو ماننے سے انکار کیا۔ اپنی ریاستوں پر حملہ آوروں کے حق میں کفر کا فتویٰ لگایا۔ بادشاہ عمانیول کو "ڈاکو بادشاہ" کہا۔ اور اعلان کیا کہ وہ ہر ایک دینی اصول سے بے پروا۔ ہر ایک حق کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا اور ہر ایک قانون کو پامال کرنے والا ہے"!

روما وہ دائمی مدینہ جو جلال وشہرت کے پچیس سو سال گذار چکا تھا۔ اور جس پر پوپوں نے دس صدیوں تک خود مختارانہ حکومت کی تھی آخر کار ایک نئی حکومت کا پایۂ تخت ہوگیا۔ اور اس ذلت کا تماشہ گاہ بن گیا جس کا ذکر حضرت بہاء اللہ نے کیا تھا۔ اور جو پوپ نے خود اپنے اوپر عائد کی تھی۔ "بڈھے پوپ کے آخری سال" اس کی سوانحعمری لکھنے والا ایک مورخ لکھتا ہے "غم وغصہ سے بھرے ہوتے تھے" اس کی جسمانی کمزوریوں پر یہ اضافہ اور ہوا کہ اسے بارہا روما کے عین وسط میں دین کی توہین ہوتے دیکھنی پڑی۔ دینی عہدہ داروں کو لٹتے ہوئے اور عدالت میں ماخوذ ہوتے ہوئے۔ بشپ اور دیگر پادریوں کو اپنے اپنے کام سے زبردستی روکتے ہوئے دیکھنا پڑا"!

۱۸۷۰ء کی پیدا شدہ حالت کو سدھارنے کے لئے ہر ایک کوشش ناکامیاب رہی۔ پوسن کا آرچ بشپ پوپ کے لئے بسمارک کی سفارش حاصل کرنے کے لئے وارسائی گیا مگر وہاں اس کا استقبال بہت بے دلی سے کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جرمنی میں ایک کیتھولک پارٹی بنائی گئی تاکہ جرمن چانسلر پر سیاسی دباؤ ڈالا جائے۔ مگر یہ سب بیکار ثابت ہوا۔ وہ زبردست عمل جس کا ذکر ہو چکا ہے اپنے اٹل راستے پر چلتا گیا۔ حتیٰ کہ ابتک جبکہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے دینی حکومت کی نام نہاد بحالی نے کچھ عرصہ پہلے اس زبردست بادشاہ کی بیچارگی

اور بے کسی کو اور بھی الم نشرح کر کے رکھ دیا ہے۔ ایک وقت تھا جب پوپ کا نام سن کر بادشاہ کانپتے تھے اور جب اس کی حکومت اور مداخلت کے سامنے وہ خوشی سے سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔ یہ دینی حکومت جو مدینۂ پوپ کے چھوٹے سے شہر تک محدود ہے اور باقی تمام روما دنیاوی حکومت کے ماتحت ہے۔ اطالوی حکومت کے وجود کو بلا شرط و شروط ماننے کے بعد حاصل کی گئی تھی۔ حالانکہ اطالوی حکومت کے وجود کو ماننے کے لئے برسوں تک ضد اور ہٹ کی گئی تھی۔ عہدنامہ لیٹران نے جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ اس سے روما کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہوگیا ہے ایک دنیاوی طاقت کو بلاشک اس غیروں سے محصور پاپائی شہر کے متعلق آزادیٔ عمل کا یقین دلا دیا ہے۔ جو خطرہ اور اندیشہ سے خالی نہیں ہے۔ ایک کیتھولک مصنف لکھتا ہے کہ اس دائمی شہر کی دو روحیں ایک دوسرے سے جدا کر دی گئی ہیں اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ایکدن یہ پہلے سے بھی زیادہ زور کے ساتھ ایکدوسرے سے ٹکرائینگی۔

پاپائی فرمانروا اپنے پیش روؤں میں سب سے طاقتور کے عہدِ حکومت کو یاد کرے۔ مثلاً انوسینٹ سوم جس نے اپنی پاپائی حکومت کے ۱۸ سال میں بہت سے بادشاہوں اور شہنشاہوں کو تخت پر بٹھایا اور معزول کیا۔ جس کے فرمان نے قوموں کو عیسائی عبادت کرنے سے محروم کیا جس کے سفیر کے پاؤں پر انگلستان کے بادشاہ کو اپنا تاج رکھنا پڑا۔ اور جس کے حکم سے چوتھی اور پانچویں صلیبی جنگ لڑی گئی۔

کیا وہ عمل جس کا اوپر ذکر ہوچکا ہے اپنے دوران میں ان پُرآشوب سالوں میں جو نوعِ انسان پر آنیوالے ہیں اسی ملک کے اندر پھر ایک ایسا غوغا و شورش پیدا کریگا جو اس سے بھی زیادہ تباہ کن ہو۔ جو ابتک اس نے پیدا کی ہے۔

حضرت بہاء اللہ کی حین حیات میں تیسری سلطنت اور خاندان نپولین کا خراب اور نابود ہوجانا اور پوپ اعظم کی دنیاوی حکومت کا تباہ ہونا ان سے بھی بڑی بلاؤں اور آفتوں کا پیش خیمہ تھا اور جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عبدالبہاء کے زمانہ کے نشان تھے۔ وہ قوتیں جو ایک ایسی جنگ نے آزاد کردیں جس کے پورے مفہوم کا ابھی تک اندازہ نہیں کیا گیا اور جسے اس موجودہ جنگ کا جو سب جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہے مقدمہ کہہ سکتے ہیں ان خوفناک بلاؤں کا سبب متصور کی جاسکتی ہیں ۱۹۱۴ء–۱۸ء کی جنگ نے خاندانِ رومانو فنت سے معزول کیا اور اس کے خاتمہ پر دونوں خاندان یعنی ہیپسبرگ اور ہوہینزولرن کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ (باقی باقی)

نئی بہائی تقویم

آسمانِ ظاہری اور آسمانِ دین

جنوری ۱۹۴۲ء کے پیامبر نے مقالہ "علم السموات والارض" میں بتایا تھا کہ سمآء کے معنی ہیں اونچائی - بلندی - اونچی چیز - ارض کے معنی ہیں نیچائی پستی - نیچی چیز - اس کی شہادت میں لغت عربی کی کتابوں کے حوالے بھی دیئے تھے - کنز العلوم واللغۃ - مختار الصحاح - کلیات ابی البقاء - مفردات راغب - محیط المحیط وغیرہ کی عبارات پیش کی تھیں -

قرآن مجید کی آیات سے بھی لفظ سمآء و ارض کے لغوی معنی دکھا دیئے تھے - چنانچہ آیات ذیل میں سمآء کے معنی اونچائی اور بلندی ہیں كانما يصعد فی السمآء (پ۸ انعام ع۱۵) گویا وہ شخص بڑی دقت سے اونچائی پر چڑھ رہا ہے فليمدد بسبب الی السمآء (پ۱۷ حج ع۲) اسے اوپر کی طرف ایک رسی باندھنی چاہئے اصلها ثابت وفرعها فی السمآء (پ۱۳ ابراہیم ع۴) اس درخت کی جڑ اپنی جگہ خوب جمی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں بلندی میں پھیلی ہوئی ہیں -

سمآء کے بالمقابل ارض ہے - جس کے معنی نیچائی - پستی یا نیچی چیز ہیں - اسی لئے زمین کو ارض کہتے ہیں - کیونکہ زمین سب کے پاؤں تلے رہتی ہے نیز فضائے بلند کے مقابلے میں نیچی ہے -

پیامبر نے قرآن مجید کی آیت بھی لفظ ارض کے معنی بتانے کیلئے لکھی تھی - اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ "کہ وہ خود ہی پستی کی طرف جھک گیا" لفظ سماء اور ارض کے لغوی معنی بیان کر کے بتایا تھا کہ لفظ سمآء ظاہری اونچائی کے اعتبار سے آسمان پر ہی اطلاق پاتا ہے - مگر یہ تحقیق طلب ہے کہ آسمان کیا چیز ہے؟ کیا آسمان کوئی ٹھوس چیز ہے؟ کیا آسمانوں کی تعداد سات ہے؟ اگر قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آسمان کوئی ٹھوس چیز ہے تو پھر کیا ہے؟ اگر صرف فضائے بلند کا نام ہے جیسا کہ موجودہ خیال ہے تو کیا یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے؟

پیامبر جنوری ۱۹۴۲ء میں مقالہ "علم السموات والارض" شائع ہوا تھا - رسالہ البیان امرتسر مارچ ۱۹۴۲ء میں اس مقالے پر کچھ تنقید کی گئی - پیامبر اپریل ۴۲ء میں اس تنقید کا جواب دیا گیا - اکتوبر ۱۹۴۲ء میں ہمارے جواب کا جواب البیان میں نکلا - پیامبر دسمبر ۴۲ء میں اس کا جواب ہم نے بعنوان سمآء اور سموات شائع کیا - البیان جنوری ۱۹۴۳ء میں سماء اور سموات پر مجیبانہ بحث کی گئی ہے - جس کے متعلق ہم ذیل میں چند ضروری امور عرض کرنا چاہتے ہیں -

آسمان کیا ہے؟

لفظ سمآء پر بحث کرتے ہوئے ہم نے پیامبر جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۲ پر لکھا تھا "علم ہیئت کے انکشافات نے ثابت کر دیا ہے کہ آسمان کوئی ٹھوس چیز نہیں ہے - کتاب کنز العلوم واللغۃ میں ہے کہ آسمان نامحدود فضائے بلند ہے" - المنجد میں ہے کہ آسمان وہ چیز ہے جسے ہم اپنے اوپر نیلے گنبد کی مانند زمین کو گھیرے ہوئے دیکھتے ہیں اور جو فضائے وسیع زمین کے ہر طرف پھیلی ہوئی ہے -"

پیامبر اپریل ۱۹۴۲ء میں ہم نے فاضل مقالہ نگار البیان کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ سماء یا آسمان کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے - اگر آپ اسے ایک ٹھوس چیز خیال فرماتے ہیں تو کیا قرآن مجید سے یہ بات

ثابت ہے؟ اور اگر جناب آسمان کو ایک فضائے وسیع یقین کرتے ہیں تو ہم اور آپ متحد ہیں۔ ؟

جناب موصوف نے البیان اکتوبر ۱۹۴۲ء میں فرمایا (نحل آیت ۷۹) "السماء اس آیت میں سماء دنیا ہے۔ آپ اسے شوق سے فضائے بسیط کہیں لیکن ہے یہ بھی مادہ"

اس کے متعلق پیامبر دسمبر ۱۹۴۲ء میں ہم نے مکرر واضح طور پر لکھا ہے کہ "فضائے بسیط کو بھی وسعت و بلندی کے اعتبار سے سماء کہتے ہیں اور فضاء خلاء نہیں بلکہ مادہ کی خاص حالت جو ہوا اور ایتھر اور اس سے بھی لطیف اور لطیف تر صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر جناب یہی خیال رکھتے ہیں تو پھر اس امر میں ہمیں آپ سے اتفاق ہے"

پیامبر اپریل ۱۹۴۲ء میں ہم کتاب پیدائش تورات کی یہ آیت بھی درج کر چکے ہیں کہ "تب خدا نے فضا کو بنایا" "اور خدا نے فضا کو آسمان کہا"

جبکہ فاضل موصوف جنوری ۱۹۴۳ء کے البیان میں سماء کو "دخان" اور "ایتھر" بتاتے ہیں تو ہمارا اور اُن کا خیال متحد ہے۔

سات آسمان کیا ہیں؟

جبکہ آسمان دخان اور ایتھر ہے تو اب یہ بات قابلِ غور ہے کہ سات آسمان سے کیا مُراد ہے؟ فاضل مقالہ نگار البیان جنوری ۱۹۴۳ء میں فرماتے ہیں کہ "یہ میری ذاتی رائے ہے جو آیاتِ قرآنی پر مبنی ہے کہ سبع سموات جن کا تسویہ دخانی سماء سے ہوا وہ سلسلہ ہے جس کی ایک کڑی سماء الدنیا ہے اور الارض سے وابستہ ہے۔"

پھر اس رائے میں تردد کرکے ایک اور رائے ظاہر فرماتے ہیں کہ "اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سموات یوں تو بیشمار ہیں لیکن اُن کی تقسیم سات طبقات میں ہوسکتی ہے۔"

موصوف کا یہ بیان اس بات کی شہادت ہے کہ وہ ابھی تک سبع سموات کا یقینی مفہوم نہیں جانتے۔ احتمال و تشکیک میں مبتلا ہیں۔ کیا قرآن مجید اس بارے میں کوئی صاف بات بیان نہیں کرتا؟ یا خود جناب موصوف ابھی تک قرآن مجید سے کوئی یقینی بات نہیں سمجھ سکے؟ حسب فرمان قرآن احتمالی و ظنی بات حق و حقیقت کے مقام پر کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔" نیز جبکہ سماء یا آسمان دخان یا ایتھر ہے تو پھر اسمیں تقسیم محض فرضی ہوسکتی ہے کیونکہ ایتھر کے متعلق البیان کے اسی مقالے میں درج ہے کہ ایتھر علی الاتصال چلا گیا ہے اور اس میں کوئی وقفہ اور شگاف نہیں"

پھر جناب فاضل مقالہ نگار البیان اپنے اسی مقالے میں فرماتے ہیں کہ "قرآن کسی نظریہ کو جو قدیم ہیئت دانوں کا ہو یا جدید ہیئت دانوں کا بطور حقیقتِ ثابتہ بیان نہیں فرماتا" "قدیم نظریہ بطور حقیقتِ ثابتہ تسلیم کیا گیا" "جدید نظریئے نے پہلے کو غلط ٹھہرایا" "کسے معلوم ہے کہ آئندہ علمی اکتشافات اسے بھی غلط ٹھہرائیں"

ایسی صورت میں "سبع سموات" سات آسمان کی جو احتمالی تعبیر جناب فاضل موصوف نے کی ہے کہاں تک قابلِ اعتماد ہوسکتی ہے؟ اور اسے قرآن عظیم جیسی کتاب "لاریب فیہ" میں ایمان و اعتقاد اور تفسیرِ صحیح کا درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے؟

کہیں یہ عمل ویسا ہی تو نہیں جیسا یونانی خیالات سے دب کر پہلے مفسرین نے سموات کی تفسیر فرمائی تھی؟ جس کی شکایت اب یوں کی جارہی ہے کہ قرآن کو فلسفۂ یونانی کی مصطلحات میں اُلجھا کر دور از کار بحثیں پیدا کردی گئیں اور نظام بطلیموس کو قرآن پر چپکانے کی کوشش کی گئی۔ جس طرح آجکل کے دانش فروش موجودہ علم ہیئت کے مسائل قرآن پر چپکا رہے ہیں۔

(ترجمان القرآن ابوالکلام)

سمٰوات

سمٰوات یعنی فضائی کرّات بے شمار ہیں۔ اللّٰہ الّذی رفع السّمٰوات بغیر عمدٍ ترونھا۔ خدا وہ ہے جس نے فضائے بلند کرکے کرّوں کو جنھیں تم بغیر ستونوں کے دیکھتے ہو بلند کر رکھا ہے۔ ھُوالذی خلق اللّیل والنّھار والشّمس والقمر کلٌّ فی فلکٍ یسبحون۔ وہ خدا ہی ہے جس نے رات دن اور آفتاب و ماہتاب بنائے۔ سب کے سب اپنے اپنے گھیرے میں تیر رہے ہیں" "یسبحون" کے لفظی معنٰی ہیں "تیر رہے ہیں" اس سے صاف معلوم ہوا کہ اجرام سماوی کسی ٹھوس چیز میں گڑے ہوئے نہیں بلکہ کھلی فضا میں تیر رہے ہیں" (پیامبر جنوری ۱۹۴۲ء)

فاضل مقالہ نگار البیان فرماتے ہیں "جب یہ امر ثابت شدہ ہے اور مدیر ممدوح (مدیر پیامبر) تسلیم کرتے ہیں کہ کرّات یا ستارے یا سیارے سمٰوات ہیں (دسمبر ۱۹۴۲ء پیامبر) تو کیا یہ ٹھوس نہیں؟

عرض ہے کہ مدیر پیامبر نے کرّات کے ٹھوس ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا البتہ یہ یقیناً کہا ہے کہ سمآء جو فضائے وسیع ہے ٹھوس نہیں ہے۔ جسے فاضل مقالہ نگار البیان بھی دخان اور ایتھر کہتے ہیں۔ اس تبادلۂ افکار کا نتیجہ یہ نکلا کہ سمآء یا آسمان کے فضاء۔ دخان۔ ایتھر ہونے میں طرفین کو اختلاف نہیں ہے۔ کرّاتِ فضائی کو سمٰوات کہتے ہیں بھی دونوں متفق ہیں۔ اب یہ بحث رہ جاتی ہے کہ مدیر پیامبر نے روحانی پہلو سے سمآء کو روحانی بلندی یا آسمان دین بتایا ہے اور سبع سمٰوات سے سات ادیانِ حق مراد لئے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

زبان عرب میں سمآء کے معنٰی بلندی اور بلند چیز ہیں۔ بلندی ظاہری اعتبار سے بھی ہوتی ہے اسی اعتبار سے فضائے بلند کو سمآء اور بلند کرّوں کو سمٰوات کہا جاتا ہے۔ اور بلندی معنوی اعتبار سے بھی ہوتی ہے جیسے درجے کی بلندی۔ عزت کی بلندی۔ اور جیسے لفظ نور کا مصداق ظاہری اعتبار سے آفتاب۔ ماہتاب کی روشنی اور چراغ کی روشنی بھی ہے۔ پھر معنوی اعتبار سے عقل کی روشنی۔ علم کی روشنی۔ دین کی روشنی پر بھی نور کا اطلاق ہوتا ہے۔ "سبیل" کے معنٰی راستہ ہیں۔ یہ زمین کے راستہ پر بھی اطلاق پاتا ہے اور دینی راستہ پر بھی سبیل کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایک لفظ کے موارد استعمال مادّی اور روحانی پہلو سے اپنے اپنے مقام پر دونوں بجا ہوتے ہیں۔ اسی طرح "رفع" یا رفعت" ظاہری بلندی اور باطنی بلندی دونوں پر حسب موقع اطلاق پاتا ہے جیسے آیات "رَفع السّمٰوات"۔ رفع سمکھا"۔ رفع ابویہ علی العرش" وغیرہ میں رفع ظاہری مُراد ہے۔ اور آیات رفع بعضھم درجات" رفع بعضکم فوق بعض" رفعناہ مکاناً علیاً" لرفعناہ بھا وغیرہ میں معنوی رفعت مراد ہے۔ بالکل اسی طرح لفظ "سمآء" کے معنٰی بلندی ہیں۔ "سمآء" ایک موقع پر ظاہری بلندی یا بلند چیز پر اطلاق پاتا ہے اور دوسرے موقع پر روحانی و معنوی بلندی یا بلند مرتبہ چیز پر اطلاق پاتا ہے چنانچہ فاضل مقالہ نگار البیان مارچ ۱۹۴۳ء ص۱۲ پر فرماتے ہیں آیت واستکبروا عنھا لاتفتح لھم ابواب السّمآء ولا یدخلون الجنّة کے معنٰی یہ ہیں کہ "مستکبرین کے لئے آسمان کے دروازے اور جنّت کا داخلہ بند ہے"۔ یہ ابواب السماء یا آسمان کے دروازے کیا چیز ہیں؟ کیا ایتھر میں دروازے ہیں۔ کیا ابواب السّماء سے مُراد رفعتِ روحانی کے ابواب نہیں ہیں؟ اور فرماتے ہیں "قرآنِ عظیم نے عالمِ انسانی کے لئے آسمانی راستوں کو کھول دیا ہے۔ وسخّر لکم ما فی السمٰوات"۔ یہ آسمانی راستے کیا چیز ہیں؟ روحانی رفعتوں کے سوا اور کیا مُراد ہے؟

پس فاضل مقالہ نگار البیان کے اعتراف سے بھی ثابت ہو گیا کہ سمآء یا سمٰوات کا اطلاق مادّی معنٰی کے علاوہ روحانی رفعت پر بھی ہوتا ہے۔

سماء اور سموات کے اطلاقات معنوی مفہوم پر قرآن مجید میں بہت ہیں۔ چنانچہ آیت مبارکہ لو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن" میں سموات دین مراد ہیں۔ یعنی اگر حق ان منکرین حق کے تابع ہوجائے تو تمام روحانی و دینی رفعتیں تباہ و برباد ہوجائیں اور نظام دینی کے اندر رہنے والے خراب ہوجائیں نہ یہ کہ اگر حق منکرین حق کا تابع ہوجائے تو کرات فضائی خراب ہوجائیں یا اُن میں خلل آجائے۔ دنیا بھر میں منکرین حق موجود ہیں۔ کرات برباد نہیں ہوئے۔

حق وصداقت کے سموات وارض یعنی نظام روحانی کا بیان اس قسم کی آیات مبارکہ میں بھی ہے خلق اللہ السموات والارض بالحق ان فی ذلک لایۃ للمؤمنین (عنکبوت ع) خدا نے حق وصداقت کے ذریعے بلندیاں اور پستی بنائی ہے۔ اس امر میں ایمان لانے والوں کے لئے ایک نشان ہے۔ جیسے فرمایا کہ یحق اللہ الحق بکلماتہ خدا اپنے کلمات کے ذریعے حق کو حق ثابت کر رہا ہے۔ اسی طرح خلق اللہ السموات والارض بالحق کے معنی یہ ہیں کہ حق کے ذریعے بلندیاں اور پستی بنائی ہیں۔ یہ نظام دینی کا ظہور ہے۔ دین حق نے کتنی ہی قوموں کو ترقیات کی بلندیوں پر پہنچا دیا اور کتنی ہی قوموں کو انکار حق کی سزا میں پست کردیا۔ خلاصہ یہ کہ نظام روحانی جسے دین کہتے ہیں اسی کو حق وصداقت کے آسمان و زمین کہا ہے۔

سبع سموات حق

چونکہ ہر علم کا اپنا موضوع الگ ہوتا ہے جس علم کی کتاب ہوتی اسی علم کی بحث کرتی ہے۔ قرآن مجید کا موضوع دینی و روحانی حقائق وامور ہیں علم ہیئت و فلکیات قرآن مجید کا موضوع نہیں ہے۔ روحانی بلندی پیدا کرنا اور انسان کو پستی سے بچانا اس کا مقصد اصلی ہے۔ پس روحانی بلندی و پستی کے حقائق کا انکشاف وبیان قرآن مجید کا دائرۂ موضوع ہے اسی دائرے میں بیانات قرآن کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جہاں جہاں سماء اور سموات یا ارض کا ذکر ہے وہاں قرآن کے موضوع اصلی کی بنا پر روحانی معانی مقدم ہونگے خصوصاً جبکہ آیت میں کوئی ایسا لفظ وقرینہ ہو جو روحانی پہلو کو واضح و متعین کرتا ہو تو یقیناً وہاں روحانی معانی مراد ہونگے اور جہاں جہاں ظاہری مادی پہلو کے معنی ثابت ہوں وہاں وہی مراد ہونگے۔

پس اب ملاحظہ فرمائیے کہ السموات السبع اور سبع سموات جو آیات قرآن مجید میں آیا ہے اس سے مراد سات کرات فضائی تو ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ سموات مادی یعنی کرات صرف سات نہیں بیشمار ہیں۔ اس لئے سات سموات سے مراد سات روحانی رفعتیں ہیں جن سے تمام بلندیاں وابستہ ہیں۔ یعنی سات ادیان عالم جن کے زیر سایہ اقوام عالم نے روحانی ترقیات کی ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے

اللہ الذی خلق سبع سموات
ومن الارض مثلھن
یتنزل الامر بینھن
لتعلموا ان اللہ علیٰ
کل شیء قدیر (طلاق ع)

خدا وہ ہے جس نے سات بلندیاں سات شریعتیں اور انہی کے مطابق سات ماتحت رہنے والی امتیں بنائیں جن کے درمیان امر دین نازل ہوتا رہا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ سب کچھ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس نے ہر چیز کا ٹھیک اندازہ مقرر کردیا ہے۔

سبع سموات کی تشریح خود خداوند عالم نے سبع طرائق سے فرما دی ہے۔ طرائق، طریقۃ کی جمع ہے۔ طریقہ اور شریعۃ ہم معنی ہیں۔ فرماتا ہے:-

ولقد خلقنا فوقکم
سبع طرائق وما کنا
عن الخلق غافلین۔
(پ ۱۸ مومنون ع)

ہم نے تمہارے اوپر سات طریقے (سات ادیان) بناتے ہیں اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوتے۔

اس آیت میں لفظ سبع طرائق، سبع سموات کی جگہ لایا گیا ہے

اس سے زیادہ توضیح اور اس سے احسن تفسیر جو خدا نے خود فرما دی ہے اور کیا ہو سکتی ہے؟ پس سبع سموات (سات بلندیاں) سبع طرائق (سات شریعتیں) ہیں۔ یعنی دینِ اسلام۔ دینِ مسیحی۔ دینِ موسوی۔ دینِ صابی۔ دینِ زرتشتی۔ ہندو دھرم۔ بودھ دھرم۔ سات امتوں کا بیان بھی قرآن مجید میں فرما دیا ہے جو سات شریعتوں کے نیچے پیدا ہوئیں اور نشوونما پائی۔

تاریخِ عالم میں دو قسم کی امتیں ہیں۔ (۱) امم وثنیہ (۲) امم غیر وثنیہ ششش ہزار سالہ تاریخ میں حسب ذیل سات امتیں معلوم و موجود ہیں (۱) مسلمان (۲) عیسائی (۳) یہودی (۴) صابی (۵) زرتشتی (۶) ہندو (۷) بودھسٹ۔

پہلی پانچ امتیں غیر وثنیہ ہیں۔ چھٹی اور ساتویں دو امتیں وثنیہ ہیں۔ جن کا موجودہ قومی نشان بت پرستی ہے۔

اِن سات ادیان و امم کے بنانے کا زمانہ جو قرآن مجید میں بیان فرمایا وہ ستۃ ایام یعنی چھ ہزار سال ہے۔ کیونکہ اصطلاحِ خداوندی میں یوم ایک ہزار سال کا نام ہے ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون۔ ایک یوم تیرے رب کی اصطلاح میں انسانی حساب کے ایک ہزار سال کا نام ہے (حج) خداوند عالم فرماتا ہے اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام اللہ وہ ہے جس نے یہ سموات ادیان اور بساطِ امم اور ان کے متعلقات ششش ہزار سالہ دور میں بنائے ہیں۔ سات ادیان جن کا ذکر ہوا ششش ہزار سالہ دور تاریخ کے اندر بن چکے ہیں۔ جن میں سے ساتواں دینِ اسلام ششش ہزار سالہ دور کے اندر ہی چھٹے ہزار کے اواخر میں ظہور کر چکا تھا۔ اور اس کی حکومت کا دور ساتواں ہزار اور دو سو ساٹھ سال کا عرصہ تھا جو پورا ہو چکا ہے۔ جس کا ذکر تفصیل سے اپنے مقام پر کیا گیا ہے سورۂ سجدہ کی آیت ستۃ ایام کے بعد یہی ذکر مسلسل چل رہا ہے جیسیں فرمایا ہے یدبر الامر من السماء الی الارض کہ خداوند عالم سارِ شریعتِ اسلام سے لے کر بساطِ امت تک امر دین کی تدبیر و تنظیم کر رہا ہے۔ احکام نازل فرما کر انھیں جاری اور قلوبِ امت میں قائم کر رہا ہے ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون۔ اس تدوین و اجراء کے بعد یہ امر نظامِ اسلام خدا کی طرف ایک یوم میں اٹھ جائیگا جس کی مقدار تمہارے حساب سے ایک ہزار سال ہوگی۔

۱۲۶۰ھ میں خداوند عالم نے حضرت باب کے ذریعے دورِ سابق کے اختتام اور نئے دور کے آغاز کا اعلان فرما دیا۔

اِس بیان پر اعتراضات اور اُن کے جوابات

مذکورہ بالا بیان جو سماء کے معنوی پہلو سے تعلق رکھتا ہے اور سبع سموات سے مراد سات ادیانِ عالم لئے گئے ہیں اس پر جناب خواجہ عباد اللہ صاحب مقالہ نگار البیان نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات ہم پیامبر میں دے چکے ہیں اور بعض اعتراضات کے جوابات ذیل میں دیئے جاتے ہیں

(۱)

قرآن کی کسی بھی آیت میں مذکور نہیں کہ سبع سموات، ستۃ ایام میں خلق ہوئے۔ کتبِ مقدسہ کی کس آیت کی بنا پر آپ نے دعوائے تخلیقِ سبع سموات فی ستۃ ایام کیا ہے؟ (البیان جنوری ۱۹۶۳ء ص۲۲)

جواب

جس ششش ہزار سالہ دور کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کا بیان قرآن مجید کے سوا کوئی اور کتاب نہیں کرتی۔ کیونکہ قرآن مجید کے وقت ہی تو چھ ہزار سالہ دور کے آخری ایام تھے۔ ستۃ ایام میں سبع سموات کا بننا ہم نے قرآن مجید سے سمجھا ہے۔ سورۂ سجدہ میں فرمایا ہے کہ خدا نے سموات و ارض چھ ایام میں بنائے ہیں۔ سیاق و سباق بتاتا ہے کہ یہ سمواتِ دین اور ارضِ امم کا ہی ذکر ہے اور اس کے ساتھ تصریح فرمائی ہے کہ امر شریعتِ محمدیہ کیلئے ایک ہزار اور کچھ سال مدت ہے، وضاحت سے

ارشاد فرماتا ہے کہ ایک یوم سے مراد ہزار سال ہے۔ جب یہاں دین کے سمٰوات اور ارض کے بنانے کا وعدہ ستۃ ایام چھ ہزار سال ہے اور سورۂ طلاق میں تصریح ہے کہ یہ سمٰوات سات ہیں۔ جنھیں سورۂ مومنون میں سبع طرائق (سات ادیان) فرمایا ہے تو خود قرآن نے صاف صاف بتادیا ہے کہ سبع سمٰوات ادیان ستۃ ایام دورِ شش ہزار سالہ میں بنے ہیں۔

(۲)

دین تو ایک ہی ہے جو دین اللہ اور دین الحق ہے اور قرآن میں اسلام سے تعبیر کیا گیا ہے اور کل کائنات کا دین الفطرت ہے۔ ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض "۔ اس لئے قرآن میں اگر نظریۂ سمٰواتِ ادیان صحیح ہوتا اور یہ سبع شداد ہوتے تو ادیان بصیغۂ جمع استعمال ہوتا۔ لیکن کہیں نہیں۔ تمام قرآن میں دین بصیغۂ واحد استعمال ہوا ہے "۔ (البیان اکتوبر ۱۹۴۲ء ص۱)

جواب

جب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ سماء سے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں سماء دین اور سمٰوات سے مراد سمٰواتِ شرائع ہیں جیسا کہ ہم نے آیاتِ قرآن مجید سے دکھادیا ہے تو پھر سماء کو دین اور سمٰوات کو ادیان کہنے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں دین اگر بصیغۂ جمع نہیں آیا تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ نظریۂ سمٰواتِ ادیان غلط ہے جیسے ایک سماء یا پتھر میں بے شمار کرّات ہیں جو بلند ہونے کی وجہ سے سمٰوات کہلاتے ہیں۔ اسی طرح دینِ حق اپنی حقیقت کے لحاظ سے دینِ واحد ہے۔ مگر تشریعی تشکیلات چونکہ متعدد ہیں اس لئے ایک ایک تشکیل کے لحاظ سے متعدد دین یا "ادیان" کہلاتے ہیں۔ ہمیں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے:۔

لکلٍ جعلنا منکم شرعۃً ومنہاجاً (مائدہ ع) ہم نے تم امتوں میں سے ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت اور ایک طریق مقرر کیا ہے۔ تو یہ متعدد شریعتیں ہوئیں۔ ان متعدد شریعتوں کے لحاظ سے متعدد ادیان کہنا بالکل درست ہے۔ خدا تعالیٰ بہت سے رسولوں کا ذکر فرما کر کہتا ہے انزل معھم الکتاب۔ رسولوں کے ساتھ کتاب نازل کی کیا ایک ہی کتاب سب رسولوں کو ملی۔ نہیں بلکہ متعدد کتابیں ملی تھیں۔ لیکن ان کی معنوی وحدت وجنسیت کے اعتبار سے کتب کی جگہ کتاب فرمایا جو کسی طرح غلط نہیں ہے۔ جب رسولوں کی متعدد کتابیں اور متعدد شریعتیں ہوئی ہیں تو ایک خاص دائرے کے لحاظ سے ایک شریعت کو ایک دین قرار دینا اور جمع ادیان استعمال کرنا بالکل صحیح و درست ہے۔ دینِ حقیقی کی وحدت اپنی جگہ ایک حقیقتِ مسلّمہ ہے۔ اسی حقیقتِ واحدہ کی یہ سات تشکیلات ہیں جنھیں سبع طرائق اور سبع سمٰوات فرمایا ہے۔ بولنے اور لکھنے والے علماء اور مورخین اور اہلِ زبان لفظ ادیان بصیغۂ جمع بولتے اور لکھتے ہیں۔

(۳)

کوئی مشہور مقام ایسا نہیں جس میں رسول مبعوث نہیں ہوا۔ اور اب مختلف ممالک میں ان کی امتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے چھ اور سات کا تعین امرِ واقعہ نہیں۔ (البیان مارچ ص۴)

جواب

ستۃ ایام دنیا کا شش ہزار سالہ دور ہے اس دورِ تاریخ میں دینِ ویدک دھرم۔ بودھ دھرم۔ دینِ زرتشتی۔ دینِ صابی۔ دینِ موسوی۔ دینِ عیسوی۔ دینِ محمدی۔ یہ سات تشکیلاتِ دین ہیں جنھیں سبع طرائق اور سبع سمٰوات فرمایا ہے۔ ان سے پہلے بیشک دنیا موجود تھی اور دینِ خداوندی بھی تھا پیغمبر بھی تھے۔ لیکن اس شش ہزار سالہ دورِ تاریخ میں یہ سات مستقل ادیان اور ان کی امتیں تھیں جن کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ان کے سوا کوئی مستقل دین وامت موجود ہے تو ثبوت پیش کیجئے اور اس امت کی کتاب دینی اور رسولِ الٰہی کا نشان دیجئے۔

(۴)

حضرت نوح اور ان کے ماتحت انبیاء کل عالم انسانی میں مبعوث ہوئے۔ حضرت ابراہیم اور ان کے بعد رسل امم سامیہ میں مبعوث ہوتے رہے۔ چونکہ ہر ایک رسول کی ایک امت ہے اس لئے صرف امم سامیہ کے مسلمانوں کی فہرست چھ سات سے تجاوز کر جاتی ہے۔ (البیان مارچ حاشیہ ص۱۲)

جواب

جزاک اللہ۔ خوب فرمایا۔ "حضرت نوح اور ان کے ماتحت انبیاء کل عالم انسانی میں مبعوث ہوئے" تو بلحاظ اصل دین کے سب کا دین وہی تھا جو حضرت نوح لائے تھے۔ باقی انبیاء جو ان کے ماتحت مبعوث ہوئے وہ خواہ کتنے ہی ہوں یہ سلسلہ ایک ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت زرتشت کے بعد بہت سے پیغمبر ایران میں ہوئے مگر سب ایک ہی دین کے پیرو تھے۔ اس لئے دین زرتشتی ایک ہی دین شمار ہوتا ہے۔ پس اگر ایک سلسلے میں بہت سے ایسے پیغمبر آئے جو کسی بڑے پیغمبر کے ماتحت تھے تو وہ ایک ہی دین اور ایک ہی سلسلہ رہا۔ اس طرح یہ سات ادیان جن کا قرآن مجید سے ہم نے ذکر کیا مستقل ادیان ہیں۔

(۵)

مجوس اور ہندو اور بودھوں سے

دریافت فرمائیں کہ وہ کس باوا آدم سے اپنا دور شروع کرتے ہیں اور ان کی شریعتیں کب نازل ہوئیں اور کب تک جاری رہیں۔ ویدوں کی تدوین کا زمانہ محققین کے نزدیک ہزار ہا سال قبل از مسیح ہے اور ہندو تو کہتے ہیں کہ آفرینش سے موجود ہیں۔ مصری کتبوں سے مصر کے حالات مسیح کی پیدائش سے دس ہزار سال پیشتر کے معلوم ہو چکے ہیں۔"

(البیان جنوری ۱۹۴۳ء ص۲۵)

جواب

ہم کب کہتے ہیں کہ دین کا سلسلہ صرف چھ ہزار سال سے چلا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دین کی موجودہ تشکیلات اور ان تشکیلات کے ماتحت یہ امتیں جن کا ذکر قرآن مجید کرتا ہے اور جن کا وجود اب بھی ہے شش ہزار سالہ دور تاریخ کی پیداوار ہیں۔ وہ دین کب شروع ہوئے اور ان کی کتابوں کی کب تدوین ہوئی یہ تاریخ کی نظر میں ٹھیک ٹھیک متعین ہو یا نہ ہو ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہر ایک دین کی وہ تشکیں جو ظہور محمدی کے وقت تھی اُن ہی معلوم و موجود تشکیلات کو سبع طرائق یا سبع سموات کا نام دیا ہے۔

(۶)

جس آیت سے سات اُمتیں اخذ کی گئی ہیں اسی میں والذین اشرکوا صیغہ جمع ہے۔ اس لئے اشرکوا میں ہندو اور بدھ کے علاوہ اور بھی ہونے چاہئیں اور کم از کم تین ہوں۔ اگر صیغہ تثنیہ ہوتا تو کچھ بات تھی۔ (البیان مارچ ۱۹۴۲ء ص۱۴)

جواب

والذین اشرکوا میں لاکھوں کروڑوں انسان شامل ہیں تو صیغہ جمع لانا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ الذین اشرکوا سے مراد اگر دو قومیں ہوں تو صیغہ تثنیہ ہونا چاہئے۔ ہاں اگر صرف دو فرد ہوں تو صیغہ تثنیہ ہوتا ہے۔ اور جبکہ دو قومیں مراد ہیں جو کروڑوں افراد پر مشتمل ہیں تو صیغہ جمع ہونا نہایت مناسب ہے۔

اسی سورۂ حج میں مسلمان۔ یہودی۔ عیسائی۔ صابی۔ زرتشتی اور الذین اشرکوا (ہندو اور بدھ) کا ذکر ہے۔ اسی کے ذرا آگے یہ آیت ہے جس میں اہل حق اور منکرین حق دو جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے خداوند عالم فرماتا ہے:۔ "ھٰذٰانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّھِمْ" یہ دو فریق ایک دوسرے کے خلاف ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ یہاں ھٰذٰان خصمان تثنیہ ہے اور اختصموا فعل بصیغہ جمع فرمایا ہے۔ اختصما نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ دونوں جماعتیں ہیں جن میں کروڑوں آدمی ہیں۔ اسی طرح چونکہ الذین اشرکوا میں کروڑوں افراد شامل ہیں اس لئے صیغہ جمع لایا گیا ہے۔ اگر الذین اشرکا ہوتا تو یہی سمجھ میں آتا کہ دو شخص مشرک ہیں اس لئے تثنیہ نہیں لایا گیا۔ والسلام

کیا امامت اور غیبت حضرت حجۃ ابن الحسن ثابت ہے؟

جناب سید ابوالعباس رضوی چارجوی نے ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء کے رسالے پیامبر میں ایک بصیرت افروز مضمون لکھا تھا جسمیں یہ دکھایا تھا کہ مرحوم مجلسی علیہ الرحمہ کی مستند کتاب بحار الانوار کی تیرھویں جلد میں جو روایات درج ہیں ان سے زیادہ معتبر روایات امام غائب کی پیدائش کے متعلق موجود نہیں ہیں۔ اور ان روایات کی بنا پر عقل یہ تسلیم نہیں کر سکتی کہ آپ پیدا بھی ہوئے تھے۔
ماہ فروری ۱۹۴۳ء کے پیامبر میں پھر ان روایات پر مفصل بحث اور جرح کر کے یہ دکھایا کہ سنتِ الٰہی۔ قانون قدرت اور تاریخ اسلام کی رو سے ان روایتوں کے مضمون قابلِ قبول نہیں ہیں۔ بلکہ موہومات کا ایک مجموعہ ہے۔
موجودہ مضمون میں یہ بحث کی ہے کہ امام غائب کے تقرر اور تعین اور اس کے بعد غیبت کے متعلق جو راوی اور انکی روایات ہیں وہ بھی قبول کرنے کے لائق ہیں یا نہیں؟
امام غائب کے ظہور کے اُن طالب حضرات سے جو انکا نام سن کر ابھی تک عجل اللہ فرجہٗ کہتے ہیں خصوصًا اور شیعہ علماء سے عمومًا تقاضا ہے کہ ان مضامین کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر پیدائش امام غائب اور تقرر و تعین کے متعلق جو روایتیں ان مضامین میں بیان کی ہیں ان سے بہتر روایتیں یا زیادہ قابل اعتماد راوی یا بحار الانوار کی تیرھویں جلد سے زیادہ مشہور و مستند کتاب پیش کر کے امام غائب کی پیدائش۔ ان کا تقرر امامت و غیبت ثابت کر سکتے ہیں تو بسم اللہ کریں ورنہ اس موہومات کے مجموعہ سے دست بردار ہوں اور ملت کو بھی آگاہ کر دیں۔ کیونکہ آنیوالا آ چکا۔ اب کوئی حقیقتِ منتظرہ باقی نہیں ہے۔ والسلام!

(حشمت اللہ)

ماہ فروری ۱۹۴۳ء کے مضمون "کیا امام غائب پیدا بھی ہوئے تھے" میں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت مشکوک اور قطعی غیر یقینی ہے آپکی امامت و غیبت پر بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن اس خیال سے کہ عقیدۂ حجۃ ابن الحسن کے تمام پہلو اچھی طرح روشن ہو جائیں مناسب ہے کہ چند باتیں آپکی امامت و غیبت کے متعلق بھی عرض کر دی جائیں۔

حضرت امام حسن عسکری نے سنہ ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ آپکی وفات کے بعد آپ کا وہ مزعومہ فرزند جس کی تاریخ ولادت کا پتہ ہے نہ روز ولادت کا اور نہ اس کی ولادت کا سال معلوم۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی ولادت بھی مشکوک ہے۔ پانچ سال کی عمر میں معدودے چند راوی کہتے ہیں کہ عہدۂ امامت پر فائز ہوا اور اس ننھی سی عمر میں قیادتِ قوم کا بارِ گراں اس کے کمزور کاندھوں پر ڈال دیا گیا۔ مگر وہ بھی ایسے کہ خود نظروں سے ہمیشہ پوشیدہ اور امام حسن عسکری کوئی تحریری وصیت موجود نہیں۔

اس مضمون کے پڑھنے والے غور فرمائیں کہ کیا پانچ برس کا بچہ رہنمائی قوم کے فرائض ادا کر سکتا ہے اور یہ واقعہ قانون عقل۔ قاعدۂ فطرت۔ سنتِ الٰہی اور شریعتِ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں! بہرحال یوم ولادت سے ۵ سال کی عمر تک تقریبًا روپوشش اور ۵ برس کی عمر میں بالکل روپوشش ہو جاتا ہے۔ اس روپوشی کی حالت میں قوم کی مشکلات کیونکر حل ہوئیں۔ اس بارہ میں بہت کچھ اختلاف ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ لوگ جو مسائل مجھ سے دریافت کرتے ہیں وہ میں اس بچہ یعنی امام غائب سے حل کر لیتی ہوں اور جواب دیتی ہوں۔ (دیکھیے بحارالانوار باب ولادت حضرت حجۃ)

(۲) حکیمہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی مشکلات امام غائب کی دادی سے حل کریں۔ (دیکھیے بحارالانوار باب ولادت ص۲۹۶)

ان دو بیانوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کمسن و نابالغ امام فطرت کے مطابق خاموش تھا۔ اور اس کی طرف سے جناب حکیمہ یا امام حسن عسکری کی والدہ قوم کی مشکلات حل کرتی تھیں۔

(۳) بحارالانوار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات امام حسن عسکری کے بعد چونکہ امام کی تعیین باقاعدہ عمل میں نہیں آئی تھی اور اس زمانہ کے شیعہ اس مسئلہ میں حیران و پریشان ہوئے کہ اب ہم کس کی طرف رجوع کریں تو شیعہ جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک جماعت نے جعفر ابن امام علی نقی علیہ السلام کو امام تسلیم کر لیا۔ جعفر مذکور نے خود بھی دعوی امامت کیا اور بیان کیا کہ امام حسن عسکری لاولد فوت ہوئے ہیں۔

(۴) جعفر کے دعوی امامت نے اصحاب حضرت امام حسن عسکری میں کھلبلی مچا دی۔ ان اصحاب میں سے عثمان بن سعید عمری نے اس راز کا انکشاف کیا کہ جعفر کا دعویٰ غلط ہے۔ امام مرحوم کا ایک فرزند موجود ہے اور نظروں سے پنہاں ہے اور وہی امام ہے۔ میں ان کا نائب ہوں۔ تمام قوم میری طرف رجوع کرے۔ عثمان بن سعید عمری کی اس حکمت عملی کی تائید بعض دیگر اصحاب امام مرحوم نے بھی کی اور اس طرح شیعوں کا کچھ حصہ عثمان بن سعید عمری کے ساتھ ہو گیا۔ لوگ مسائل پوچھتے۔ عثمان بن سعید عمری ان مسائل کو نابالغ حجت خدا کے پاس لے جاتے اور تحریری جواب لاتے، خمس و زکوٰۃ کا روپیہ وصول کر کے امام کے پاس پہنچاتے۔ اور اس روپیہ کی رسید روپیہ دہندگان کے حوالے کر دیتے تھے۔ "زمین وجود امام سے کبھی خالی نہیں رہتی" اس عقیدہ کی موجودگی میں تحقیقات کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اور کوئی خدا کا بندہ اگر پوچھتا کہ عثمان ابن سعید عمری کا یہ دعویٰ کیونکر ثابت ہے جبکہ وہ معصوم نہیں تو جواب حاضر تھا کہ امام حسن عسکری کے اصحاب کیا کاذب ہو سکتے ہیں؟ لیکن جب عثمان بن سعید سے پوچھا گیا کہ بھائی کم از کم امام غائب کا نام تو بتا دو تو عثمان جواب دیتے ہیں کہ نام بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ لکھا ہے کہ عثمان بن سعید نے بیان کیا کہ میرے پاس امام کی توقیع آئی ہے کہ جو لوگ میرا نام دریافت نہ کریں ان کی جزا بہشت ہے اور جو لوگ دریافت کریں ان کی جزا جہنم ہے (دیکھو بحارالانوار صفحہ ۱۵۱-۱۵۲)

اب کس کی مجال تھی کہ عثمان امام کی طرف سے کوئی رسید لا کر دیتے اور وہ پوچھتا کہ اس خط پر یا اس رسید پر امام کے دستخط کیوں نہیں ہیں؟ لطف یہ ہے کہ عثمان بن سعید جو حضرات شیعہ کے نزدیک نہایت معتبر ثقہ امین اور نائب امام ہیں، وہ تو فرماتے ہیں کہ شیعوں کے لیے امام غائب کا نام تک پوچھنا جائز نہیں اور نہ مجھ پر ان کا نام بتانا حلال ہے۔ لیکن حضرات علمائے شیعہ سے کوئی امام غائب کا نام پوچھے تو صاف ارشاد ہو گا کہ م۔ح۔م۔د یعنی محمد ابن حسن عسکری اور اس کی سند یہ پیش کی جائیگی کہ یواطی اسمہ اسمی یعنی فرمایا رسول اللہ نے کہ قائم آل محمد کا نام میرا نام ہو گا کیا ہم اس موقع پر یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث رسول عثمان بن سعید عمری نائب امام دوازدھم کو بھی یقیناً معلوم ہوگی۔ پھر عثمان بن سعید نے حضرت حجۃ کا نام پوشیدہ کیوں رکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عثمان بن سعید حدیث مذکور کو درست نہ سمجھتے تھے اور امام غائب کا نام کچھ اور تھا جو آج تک شیعہ حضرات کو معلوم نہیں ہے۔ اور اگر یہ حدیث درست ہے تو انھوں نے صاف صاف حدیث کیوں نہ پڑھ دی۔

عثمان بن سعید عمری کے انتقال کے بعد اُن کے بیٹے ابوجعفر امام غائب کے سفیر مقرر ہوئے۔ ان کی سفارت ابھی عمل میں آئی ہی تھی کہ امام حسن عسکری کے دوسرے اصحاب باوفا جنھوں نے مصلحتاً عثمان بن سعید کے دعوی کی تائید کر دی تھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور مخلف دعا وی کئے۔ اُن میں سے ایک محمد بن نصیر نصیری تھے۔ جن کا دعوی تھا کہ میں پیغمبر ہوں اور مجھکو امام علی النقی نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے

ان اصحاب میں سے ایک احمد بن ہلال کرخی تھے۔ اُن کا دعوی تھا کہ ابوجعفر امام زمان کے وکیل نہیں ہیں۔ جب بعض شیعوں نے کہا کہ کیا تم امام حسن عسکری کی تصریح کے مطابق ابوجعفر کا وکیل ہونا تسلیم نہیں کرتے تو انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت نے میرے سامنے ابوجعفر کو وکیل ہرگز نہیں بنایا۔

امام حسن عسکری کے ایک اور صحابی ابوطاہر محمد بن علی بن ہلال تھے۔ جنھوں نے ابوجعفر کی وکالت سے انکار کیا اور دعوی کیا کہ امام غائب کا سفیر میں ہوں۔ چوتھے صحابی حسین ابن منصور حلاج تھے جنھوں نے ابوجعفر عمری کی وکالت کا انکار کیا اور خود وکیل ہونے کا دعوی کیا۔

غرض مسلسل چار اشخاص ۳۲۹ھ تک فرقۂ شیعہ اور امام غائب کے درمیان سفارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور دوسرے اصحاب امام حسن عسکری ان کی مخالفت کرتے رہے۔ اور کوشش کرتے رہے کہ لوگ ان کی سفارت کو تسلیم کرلیں۔ اور یہی وہ اصحاب خاص حضرت امام حسن عسکری تھے جنھوں نے عثمان بن سعید عمری کے دعوی کی تائید کی تھی۔ اب غالباً اس مضمون کے ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ ان اصحاب کے تائید کرنے کی وجہ کیا تھی کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ عثمان بن سعید عمری کے زیادہ باوقعت ہونے کی وجہ سے مصلحتاً یہ لوگ خاموش ہو رہے اور موقع کے منتظر رہے۔ جب عثمان کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے موقع کو غنیمت جانا۔ اور وہی فائدہ اٹھانا چاہا جو عثمان بن سعید اٹھا رہے تھے اور ان کی تائید مبنی بر حقیقت نہ تھی۔

شیعہ علماء امام حسن عسکری کے اصحاب محمد بن نصیر۔ احمد بن ہلال۔ ابوطاہر محمد بن علی اور حسین ابن منصور کو مدعی کاذب سمجھتے ہیں۔ اور عثمان بن سعید ابوجعفر۔ حسین ابن روح۔ اور علی ابوالحسن سمری کو دعوی وکالت امام غائب میں صادق سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان صادق اصحاب کے ہاتھ میں بھی امام غائب کے نائب اور سفیر ہونے کا کوئی ناقابل تردید ثبوت نہیں ہے کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان سب کا دعوی باطل ہے، نہ کوئی وکیل تھا۔ نہ کوئی امام۔

براہ کرم حضرات علمائے شیعہ اس مسئلہ کو صاف کریں کہ جبکہ امام غائب کے سفیر ہونے کے مدعی حسب ذیل اشخاص ہیں

(۱) والدہ حضرت امام حسن عسکری (۲) جناب حکیمہ (۳) عثمان بن سعید عمری (۴) ابوجعفر عمری (۵) حسین ابن روح (۶) ابوالحسن سمری (۷) احمد بن ہلال کرخی (۸) ابوطاہر محمد بن علی بن ہلال (۹) حسین ابن منصور حلاج۔

اِن میں سے صرف آپ کے مسلمہ چار خط کشیدہ اصحاب کے سفیر بین القوم والامام ہونے کا ناقابل تردید ثبوت کیا ہے؟

چوتھے نائب ابوالحسن سمری کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو معتقدین نے پوچھا کہ تم ہم کو کس پر چھوڑتے ہو تو انھوں نے جیب سے امام غائب کی آخری وصیت نکالی جس میں لکھا تھا۔

"اے علی ابن محمد سمری خداوند عالم تیرے دینی بھائیوں کو تیری وفات کی مصیبت میں اجر عظیم عطا فرمائے تو چھ روز کے اندر مرجائیگا۔ پس تو تیار رہ اور وکالت کے بارے میں کسی کے متعلق وصیت نہ کر جو تیری وفات کے بعد تیرا جانشین ہو۔ کیونکہ اب غیبت کبریٰ واقع ہوگی۔ پس میرا ظہور نہ ہوگا مگر خدا کی اجازت سے اور یہ ظہور جب ہوگا کہ مدت غیبت طولانی ہوجائیگی اور دل

سخت ہو جائینگے۔ اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ عنقریب میرے کچھ شیعہ میرے دیکھنے کا دعویٰ کرینگے آگاہ رہو کہ جو شخص سفیانی کے خروج اور صدائے آسمانی سے پہلے میرے دیکھنے کا دعویٰ کریگا وہ کذاب اور مفتری ہے۔"

اگر حضرت امام غائب کی مذکورہ بالا آخری وصیت کو غور سے پڑھا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ تحریر علمائے علوم علم لدنی حضرت ائمہ طاہرین معصومین کے لب و لہجہ کے بالکل خلاف ہے۔ لکھا ہے کہ اب میرا ظہور اس وقت ہوگا جبکہ دل سخت ہو جائینگے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ کیا اس وصیت کے وقت دل سخت نہیں ہو گئے تھے۔ کیا زمین ظلم و جور سے بھری ہوئی نہ تھی۔ ۲۶۰ برس کا زمانہ حضرات معصومین نے انتہائی مظلومیت کے عالم میں بسر کیا تھا اب دلوں کی سختی اور زمین کے ظلم و جور سے پُر ہونے کا عالم دیکھو کہ خود حضرت امام غائب کو اپنے قتل سے خوف کھا کر ایک نامعلوم مدت تک کے لئے غائب ہو جانا پڑا۔ اب تو خدا کے فضل سے کروڑوں شیعہ موجود ہیں۔ رات دن ظہور کی دعائیں مانگتے ہیں اور جان و مال نثار کرنے کو موجود ہیں حتیٰ کہ ایران خالص شیعوں کی حکومت ہے۔ اب ان کو کیا خوف ہے۔ ظہور کا زمانہ تو دراصل وہی زمانہ تھا جس زمانہ کے ظلم و جور سے گھبرا کر آپ کو روپوش ہونا پڑا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے کچھ شیعہ میرے دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرینگے۔ جو لوگ جھوٹا دعویٰ کرینگے کیا ان کے لئے امام "میرے شیعہ" کا لفظ استعمال فرما سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ ارشاد امام ہی نہیں ہے۔ ہمیں اس وصیت کے صحیح یا غلط ہونے میں بھی کچھ اصرار نہیں ہے لیکن اگر اس کو ارشاد امام تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرات علمائے شیعہ کو بحار الانوار سے وہ تمام باب خارج کر دینا چاہئے جو ان لوگوں کے بیانات پر مشتمل ہے جنھوں نے حضرت امام غائب کو راستوں میں۔ گذرگاہوں میں۔ جنگلوں اور بیابانوں میں دیکھا ہے اور اعلان کر دینا چاہیے کہ یہ تمام لوگ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ امام اپنی آخری وصیت میں فرماتے ہیں کہ خروج سفیانی سے پہلے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے امام کو دیکھا ہے وہ کذاب اور مفتری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حجۃ ابن الحسن کی ولادت و امامت و غیبت اور نواب اربعہ کی نیابت کسی معقول شہادت سے ثابت نہیں اور نہ وجود امام دوازدھم کا عقیدہ کسی محکم و متین بنیاد پر قائم ہے۔ حضرات علمائے شیعہ کی خدمت میں ہماری یہ گذارش ہے کہ وجود امام غائب کو معقول اور مستند روایات و احادیث کی روشنی میں ثابت فرمائیں۔ لیکن ثابت کرتے وقت اپنے مسلمہ حسب ذیل معیار روایات و احادیث کو پیش نظر رکھیں:۔

روایات و احادیث کی صحت و عدم صحت کا معیار

وہ خبر جو پیغمبر اسلام یا ائمۂ معصومین کے کسی قول یا فعل کا اظہار کرے حدیث کہلاتی ہے۔

(۱) حدیث کے بیان کرنے والے اگر اس قدر کثرت سے ہوں کہ مبنی بر کذب اور جعلی حدیث پر ان سب کا متفق ہونا محال ہو تو ایسی حدیث حدیثِ **متواترہ** کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک ہزار اشخاص جو وقتِ واحد میں موجود نہ ہوں اور ایک دوسرے سے آشنا نہ ہوں اگر کوئی حدیث بیان کریں تو یہ حدیث **یقیناً صحیح** ہوگی اور دلیلِ قطعی قرار پائے گی۔

(۲) وہ حدیث جس کے بیان کرنے والوں کی تعداد اتنی قلیل ہو کہ کسی جعلی حدیث پر ان کا متفق ہو جانا عادتاً محال نہ ہو تو ایسی حدیث **احاد** کہلاتی ہے جو دلیلِ ظنی قرار پائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی خارجی اور یقینی قرینہ موجود ہو۔ اور علمائے شیعہ اس بات پر متفق ہیں کہ

کہ ظنی دلائل اس وقت تک اصولی مسائل میں قابلِ استدلال نہیں جبتک کہ کوئی قرآنی آیت تائید نہ کرے۔

متواتر حدیث بھی اس وقت یقینی اور صحیح قرار پائے گی جبکہ حسب ذیل دو شرطیں پائی جائینگی :۔

(۱) حدیث میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ محسوس بحواس خمسہ ظاہری ہو - مثلاً اگر سو اشخاص یہ خبر دیں کہ انھوں نے رسول یا امام سے یہ سُنا یا یہ کرتے ہوئے دیکھا تو یہ حدیث متواتر ہوگی۔

(۲) سلسلۂ رواۃ اپنے تمام طبقات میں حدِ تواتر تک پہنچتا ہو - یعنی ۱۰۰ اشخاص جنھوں نے ایکدوسرے کو نہ دیکھا ہو اور مجلسِ واحد میں حدیث پر متفق نہ ہوتے ہوں ایسے دوسرے ۱۰۰ اشخاص سے کہ وہ بھی مذکورۂ بالا صفات سے متصف ہوں کوئی حدیث بیان کریں اور یہ ۱۰۰ اشخاص ایسے ہی دیگر ۱۰۰ اشخاص سے نقلِ حدیث کریں یہانتک کہ یہ سلسلہ حضرت رسول یا حضراتِ ائمہ تک منتہی ہو جائے تو اس صورت میں تواتر ثابت ہو جائیگا اور ایسی حدیث بالکل یقینی ہوگی - لیکن اگر سو آدمی پانچ یا سات آدمیوں سے نقلِ حدیث کر رہے ہیں اور یہ پانچ یا سات اشخاص حضرت رسول سے روایت کریں تو ایسی حدیث متواتر نہ ہوگی - کیونکہ پانچ یا سات اشخاص کا کسی جعلی حدیث پر متفق ہو جانا عادتاً محال نہیں ہے۔"

حدیث کی تعریف اور اس کی صحت کا معیار بیان کرنے کے بعد ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا معیار پر جو فرقۂ شیعہ کا مسلّمہ معیار ہے یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی فرزندِ نرینہ رکھتے تھے جو آپ کے بعد آپ کا جانشین قرار پایا۔

بحار الانوار کے صفحات کو بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ وجودِ امام دوازدھم کو صرف ایک عورت - ایک نامعلوم الاسم کنیز اور ایک غلام کے بے سروپا بیانات کی بنا پر یقینی تسلیم کر لیا گیا ہے - حالانکہ ایسے عظیم الشان اصولی مسئلہ کا تصفیہ صرف ایک عورت - ایک نامعلوم الاسم کنیز اور ایک غلام کے بیانات سے کر لینا کسی قاعدہ سے جائز نہیں ہے۔

پھر حجتِ خدا کون تھا؟

شیعہ عقیدہ ہے کہ جناب رسالتمآب اور ائمۂ معصومین کی احادیث و روایات کی بنا پر یہ مسئلہ بالکل طے شدہ تھا کہ قائم آلِ محمدؐ کے عہدہ پر امام حسن عسکریؑ کا فرزند فائز ہوگا - لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگا - اس کی پہلی غیبت کم ہوگی - دوسری طولانی ہوگی - اگر ایسی کچھ احادیث و روایات ہیں تو ہمیں بھی ان سے انکار نہ ہوگا - لیکن ہمیں ان احادیث کی ضرورت ہے جو کم از کم اس معیار کے مطابق ہوں جو ہم نے صفحاتِ ماسبق میں پیش کیا ہے - پھر ان احادیث و روایات کو واقعات سے بھی تطبیق دینی ہوگی - اگر واقعات نے ان احادیث کا ساتھ نہ دیا تو یہ تمام روایات مبنی بر کذب سمجھی جائینگی - واقعات کا جہانتک تعلق ہے اچھی طرح یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کا وجود امامت - غیبت نوابِ اربعہ کی سفارت ہرگز ثابت نہیں ہے - اس لئے وہ تمام احادیث و روایات جعلی ہیں جن میں مذکورہ بالا عقائد موجود ہیں اور جو پیغمبرِ اسلام اور ائمۂ طاہرین سے منسوب ہیں — اگر ایسی احادیث موجود ہیں جو شیعہ عقائد کی تائید کرتی ہیں تو بحار الانوار میں ایسی احادیث و روایات کا ذخیرہ بھی کافی موجود ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ عقائد متعلق قائم آلِ محمد پہلے سے طے شدہ نہ تھے - پس ان دونوں قسم کی احادیث و روایات کی صحت اور عدمِ صحت کا بہترین معیار صرف واقعات ہی ہوسکتے ہیں اور واقعات کی کسوٹی پر شیعہ عقائد ثابت نہیں ہیں - پس

جب معیارِ قیامت کی کسوٹی نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت امام حسن عسکری کے بعد سلسلہ امامت کا خاتمہ ہوگیا تو اب حضرات شیعہ کی طرف سے ایک اور سوال پیش ہے۔ اپنی اہمیت کے اعتبار سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں اور یہ موضوع تشنۂ بحث رہ جائیگا اگر اس سوال کو حل نہیں کیا گیا اور وہ سوال حسب ذیل ہے۔

سوال

مخلوق گنا ہگار و خطا کار ہے۔ ہادیِ حقیقی خداوند عالم پر فرض ہے کہ وہ کسی ایسی طاقت کو ہر وقت روئے زمین پر برقرار رکھے جو مخلوق کی رہنمائی کرتی رہے۔ یہ طاقت امام کہلاتی ہے۔ اس لئے زمین وجود امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اور جب خالی نہیں رہ سکتی تو ثابت ہوا کہ سلسلۂ امامت امام حسن عسکری پر ختم نہیں ہوسکتا۔ آپکے بعد امام کا رہنا واجب ہے۔ اور یہ امام حجت ابن العسکری کے سوا کوئی نہیں۔ اگر ان کی امامت یا ان کا وجود باطل ہے تو مخالفین پر کسی دوسرے شخص کی امامت کا ثبوت دینا واجب ہے۔

جواب

بیشک یہ سوال ایک اصولی سوال ہے۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ مخلوق گنا ہگار و خطا کار ہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے ہر وقت ایک رہنما کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمیں اس سے اختلاف ہے کہ یہ راہنما صرف امام ہی کے نام سے موسوم ہو۔ امامت صرف ایک اصطلاحی منصب ہے جو صرف دورِ اسلام کی ایک زبان یا اصطلاح قرار پائی۔ ورنہ اسلام سے پہلے اس لفظ کے وجود سے زمین ہمیشہ خالی رہی ہے۔ ہاں رہنما سے زمین کبھی خالی نہیں رہی۔ اسی لئے حضرات ائمۂ طاہرین نے اس رہنما کا نام حجۃ خدا رکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ یہ حجت خواہ ظاہر و مشہود ہو خواہ خائف و مستور ہو" حجتِ خدا کا لفظ ایک جامع لفظ ہے اور اسمیں شک نہیں کہ حجتِ الٰہی ہمیشہ موجود رہی ہے۔ مخلوق پر سب سے پہلی حجت کتاب دوسری حجت صاحب کتاب۔ تیسری حجت جانشین صاحب کتاب ہے جو مفسرِ کتاب ہوتا ہے۔ چوتھی حجت علمائے حق ہیں۔ قرآن مجید سے بھی یہی چاروں حجتیں ثابت ہیں۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں یہی چاروں حجتیں رہی ہیں۔ مثلاً دورِ موسوی میں حضرت موسیٰ حجت تھے۔ ان کے بعد انبیائے بنی اسرائیل اور ان کے بعد علمائے یہود اور ان سب کے ساتھ کتاب تورات حجت تھی۔ چنانچہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔ انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدًی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء۔

ترجمہ:۔ "ہم نے تورات اتاری۔ جو ہدایت اور نور سے معمور تھی۔ خدا کے فرمانبردار انبیائے مرسلین اور ربانیین اور احبار یہودیوں (۱۰) کتاب کے ذر[illegible] فیصلے کیا کرتے تھے۔ کیونکہ (یہ (انبیاء و ربانی و احبار) کتاب الٰہی کے محافظ اور نگران تھے"

دورِ عیسوی میں انجیل۔ حضرت مسیح۔ حوارئین مسیح حجت تھے اور ان کے بعد علمائے انجیل حجت تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے واتیناہ الانجیل فیہ ھدًی و نور۔ مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ وھدًی وموعظۃ للمتقین ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ۔ یعنی ہم نے مسیح کو انجیل دی جسمیں ہدایت و نور ہے جو مصدق تورات ہے۔

ہدایت اور نصیحت ہے متقین کے لئے۔ اہل انجیل کو ان باتوں کا حکم دینا چاہیے جو انجیل میں خدا نے نازل کی ہیں۔

پس اسی طرح دورِ محمدی میں سب سے بڑی حجت قرآن مجید ہے۔ پھر پیغمبرِ قرآن۔ اس کے بعد ائمہ اور ان کے بعد علماءِ قرآن حجت تھے۔ اس مقام پر شاید شبہ ہو کہ علمائے قوم حجتِ الٰہی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ معصوم نہیں اور حجتِ الٰہی کو معصوم ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی آپ نے علمائے یہود و علمائے انجیل کے متعلق قرآن مجید کا فیصلہ پڑھ لیا ہے۔ کتاب الٰہی فرماتی ہے کہ خدا نے علمائے یہود اور علمائے انجیل کو فیصلے کا حق دیا تھا۔ لہٰذا ان کا فیصلہ معصوم تھا۔ اسی طرح دورِ اسلام میں بھی ہوا۔ جنابِ رسالتمآب نے علم کتاب ائمہ طاہرین تک پہنچایا اور ائمہ طاہرین سے علم قرآن علمائے اسلام کی جانب منتقل ہوا۔ آج قرآن کی کوئی ایسی آیت نہ ملیگی جس کی تفسیر کتبِ تفاسیر میں نہ ہو اور غالباً یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ اپنے لئے حدیث رسول علماء اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل پیش کیا کرتے ہیں۔ پس جبکہ حضرات علماء کے پاس ایک ایسی عمدہ سند موجود ہے جس کی رو سے وہ انبیائے بنی اسرائیل کے مساوی قرار پاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اگر وہ حدودِ الٰہی کے ماتحت رہ کر ہدایت کریں تو ان کا فیصلہ معصوم نہ ہو۔ لہٰذا حضرت امام حسن عسکری کی وفات کے بعد جو علماء حدودِ الٰہیہ قرآن اور تفاسیر ائمہ طاہرین کے مطابق قومی مسائل کا حل کرتے رہے وہی علمائے حق تھے اور وہی حجتِ الٰہی تھے اور ان کا فیصلہ معصوم تھا۔ چنانچہ بارہویں اور تیرھویں صدی کے درمیانی زمانہ میں ہم کو شیعہ علماء میں سے دو بڑی تاریخی ہستیاں ملتی ہیں۔ جنہوں نے اپنے زمانہ کی ان تعلیمات کے خلاف سخت آواز اٹھائی جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ائمہ طاہرین کے خلاف مسلمانوں میں عموماً اور شیعوں میں خصوصاً پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دو تاریخی ہستیاں شیخ احمد احسائی اور علامہ سید کاظم رشتی کے نام سے مشہور ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت امام حسن عسکری کے بعد حضرت امام غائب کے مشکلات سے لبریز عقیدہ کو تسلیم کئے بغیر بھی مخلوق علمائے برحق کے معصوم فیصلہ سے محروم نہیں رہی۔ اگر اب بھی تشفی نہ ہوتی ہو اور شیعہ علماء ہم سے یہ مطالبہ کریں کہ چونکہ علماء معصوم نہیں ہیں اس لئے امام حسن عسکری کے بعد ہر زمانہ میں ایک ایسے معصوم شخص کو ثابت کرو جو منصوص من اللہ والرسول ہو تو ہم عرض کرینگے کہ آپ مسیح کی وفات سے حضرت رسول اکرم کے زمانہ تک ایسے اشخاص کو ثابت فرمائیں جو منصوص من اللہ اور منصوص من الرسول ہوں۔ اس کے جواب میں آپ جو کچھ ارشاد فرمائیں وہی ہماری طرف سے بھی سمجھیں۔

آپ بھی کیوں نہ سوچیں؟

ہمارا دین ہمارے لئے بہت اچھا ہے۔ ہم ایک نیا مذہب کیوں اختیار کریں؟

ہمارے دینی تعلیم دینے والے مذہبی پیشوا ہمارے لئے اور سب سے اچھے تھے۔ ہم کسی نئے تعلیم دینے والے یا مذہبی پیشوا کی پیروی کیوں کریں اور ایک نئے پیغمبر کو کیوں مانیں؟

وہ کون سی نئی تعلیم ہے جو حضرت بہاء اللہ نے دی ہے؟

حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں ہمیں کوئی بات نئی نہیں دکھائی دیتی۔ یہ تو سب وہی تعلیمات ہیں جنھیں ہم پہلے سے مانتے چلے آرہے ہیں۔

محفل روحانی بہائیان کراچی نے ۹۔۱۰۔ اور ۱۱ نومبر ۱۹۴۲ء کو کراچی میں ایک کنفرانس مذاہب منعقد کی تھی۔ ۱۲ نومبر کو ہر سال حضرت بہاء اللہ کی پیدائش کی یادگار میں ایک جلسۂ عام اور ضیافت بھی کیا کرتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ہر مذہب کے نمائندوں کو دعوت دی تھی کہ اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات پیش کریں۔ چنانچہ پہلے دو دن سناتن دھرم آریہ سماج۔ سکھ۔ سودی۔ زردشتی۔ عیسائی نمائندوں نے اپنی اپنی مذہبی تعلیمات پیش کیں اور ساتھ ہی ساتھ کچھ تھوڑے سے بیان کے اختلاف سے وہ سوال اور خیال بیان کئے جن کو اس مضمون کے شروع میں درج کر دیا ہے۔ محفل روحانی بہائیان کراچی کی درخواست پر محفل ملی بہائیان ہندوستان نے راقم الحروف کو بہائی نمایندگی کے لئے انتخاب کیا تھا۔ اس کے لئے تیسرا دن مقرر تھا۔ اور اسی دن مسلمان نمائندہ بھی اپنا لکچر دینے والا تھا۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ ان سوالوں کا جواب کانفرنس کے سامنے پیش کروں۔ اور سوال وجواب چھپوا کر جلسہ میں تقسیم بھی کرا دیئے تھے۔ اس ورق کا ترجمہ مختصر تفسیر کے ساتھ ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

ان ضروری مسئلوں پر خوب غور کیجیے

سوال:- ہمارا دین ہمارے لئے بہت اچھا ہے۔ ہم ایک نیا مذہب کیوں اختیار کریں۔

جواب:- دنیا میں بے شمار سچائیاں اور حقائق ایسے ہیں جن کو سال بسال نت نئے رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے اور ہر دفعہ کوئی پرانی بات کسی نئے رنگ میں پیش کی جاتی ہے تو کوئی نہ کوئی نیا فائدہ اور نیا پہلو ایسا روشن ہو جاتا ہے جو پرانے طرز بیان سے

روشن نہ تھا۔ اور اس نئے پہلو کے روشن ہو جانے کی وجہ سے بیسیوں اونچ نیچ ہو جاتے ہیں۔ تو کیا اس فائدہ کے باوجود نئے رنگ کو اس لئے الگ چھوڑ دینا چاہئے کہ پرانے رنگ سے اتنے نہ سہی مگر پھر بھی ابھی کچھ نہ کچھ تو کام چلتا ہی ہے۔ اگر ڈاکٹری زراعت۔ شاعری فلسفہ۔ انجینئری وغیرہ سب میں نئے رنگ کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے دنیا اس لئے انکار کرے کہ وہی پرانی بات ایک نئے رنگ میں بیان کی جا رہی ہے تو کیا دنیا میں کوئی ترقی ممکن ہے اور کیا ترقی کے معنی یہی نہیں ہیں کہ پرانی بات کسی ایسے نئے رنگ میں کی جا رہی ہے جو زیادہ مفید ہے ؟

سوال: ہمارے دینی تعلیم دینے والے مذہبی پیشوا ہمارے لئے اور سب پیشواؤں سے اچھے تھے۔ ہم کسی نئے تعلیم دینے والے یا مذہبی پیشوا کی پیروی کیوں کریں ؟ اور ایک نئے پیغمبر کو کیوں مانیں ؟

جواب (۱): ایسا کون سا پیغمبر ہے جو صرف اپنے ماننے والوں کو تعلیم دینے آیا تھا ؟ کیا حضرت موسیٰ کے ماننے والے یہودی پہلے سے موجود تھے ؟ یا جب حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ کو پیغمبری ملی تو ان کو ماننے والے ہزاروں بلکہ لاکھوں پہلے سے موجود تھے ؟ کیا حضرت زردشت، زردشتیوں کو تعلیم دینے کے لئے آئے تھے یا حضرت عیسیٰ نے حضرت موسیٰ کے ماننے والوں کو تعلیم دی اور ان میں سے عیسائی بنے۔ حضرت محمد نے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے مسلمان بنائے اور حضرت زردشت نے اپنے سے پہلے پیغمبر کے ماننے والوں میں سے زردشتی پیدا کئے۔ غرضیکہ ان میں سے ہر بعد میں آنے والے پیغمبر نے اپنے سے پہلے گذرنے والے پیغمبر کے ماننے والوں کو تعلیم دی۔ اور ان میں سے اپنی امت چنی۔

جواب ۲: کیا کوئی بھی پیغمبر ایسا گذرا ہے جس نے یہ تعلیم دی ہو کہ میرے بعد جو پیغمبر مجھے سچا اور میری تعلیم کو اچھا اور خدا کی طرف سے بتا کر میری تعلیم جیسی تعلیم دے اسے ہرگز نہ ماننا ؟ کیا ہر پیغمبر نے اپنے بعد آنیوالے پیغمبر کی پیشگوئی نہیں کی ہے اور اپنے ماننے والوں سے تاکید نہیں کی ہے ؟ کہ جب وہ آئے تو اسے ضرور ماننا۔

جواب ۳: کیا حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ نے ان لوگوں کو سخت سست اور برا بھلا نہیں کہا ہے۔ جنھوں نے ان پیغمبروں کو ان کی زندگی میں ماننے اور ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے انکار کیا ؟ یا یہ کہا کہ تم سے پہلے جس پیغمبر کو خدا نے بھیجا تھا وہ خدا کا آخری پیغمبر تھا۔ اس کے بعد اب خدا کسی کو پیغمبر نہیں بنائے گا۔ اب اگر کوئی خدا کی طرف سے آئے گا تو وہ گذشتہ پیغمبر کے برابر نہیں بلکہ اس سے چھوٹا اور اسی کے دین کو پھیلانے والا ہوگا۔ جو لوگ یہ بہانے بنا کر پیغمبروں کو ان کی زندگی میں ماننے سے انکار کرتے ہیں ان کو جب ہر پیغمبر نے برا بھلا کہا ہے تو پھر آج ہم کیسے سوال کر سکتے ہیں کہ نئے پیغمبر کو کیوں مانیں ؟

سوال: وہ کون سی نئی تعلیم ہے جو حضرت بہاء اللہ نے دی ہے ؟ ہمیں تو کوئی بات نئی نہیں دکھائی دیتی ؛ ہم تو پہلے سے ہی ان تعلیمات کو مانتے ہیں !!

جواب (۱): کیا جتنے پیغمبر حضرت بہاء اللہ سے پہلے گذرے ہیں۔ ان سب کی بنیادی تعلیم ایک نہیں ہے ؟ کیا سب پیغمبروں کی تعلیم

حقیقت ایک ہی نہیں ہے ؟ اگر سب کی تعلیم ایک ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم سب پیغمبروں میں سے صرف ایک آدھ کو چھانٹ لیں اور باقی کو یا کسی ایک کو ماننے سے انکار کریں ؟ بعض مذہب والے ہیں جو سینکڑوں پیغمبروں کو خاص اپنا پیغمبر مانتے ہیں اور بعض صرف ایک یا دو پیغمبروں کو۔ ان دونوں جماعتوں میں سے کس جماعت کو اپنی میراث پر فخر کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اس کو جو سیکڑوں پیغمبروں کی دانائی اور تعلیم کی وارث ہے یا جو صرف ایک آدھ پیغمبر کی شاگرد ہے ؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ ایک آدھ پیغمبر کی شاگرد جماعت اس سے حسد رکھتی ہے جو سینکڑوں پیغمبروں کی تعلیم کی وارث ہے ؟ کیا اسی لئے وہ اس دوسری جماعت کے ذریعہ خواہ بصورت نیابت ہی کیوں نہ ہو اس میراث کی بھی وارث ہونا چاہتی ہے ؟ کیا یہی وجہ تو نہیں ہے کہ عیسائی توریت و زبور اور دوسری کتابوں کو جو پرانے عہد نامے کے نام سے مشہور ہیں اپنا بتاتے ہیں اور حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم تک تمام پیغمبروں کو مسلمان اپنا پیغمبر بتاتے ہیں ؟

اگر اپنے پیغمبر سے پہلے آنیوالے پیغمبروں اور اُن کی تعلیم کو سچا اور اچھا بتانا ٹھیک ہے اور فخر کی بات ہے تو پھر یہودی کیوں نہ حضرت عیسیٰ حضرت محمد حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کو سچا مانیں اور اچھا بتائیں اور عیسائی، مسلمان، زردشتی، ہندو، بدھ کیوں نہ اس طریقہ کو اختیار کریں۔

جواب (۲)۔ کیا ایسا بھی کوئی دین ہے جس نے یہ تعلیم دی ہو کہ نیک خیال، نیک گفتار، اور نیک کردار، مذہبی زندگی کا جوہر اور اصل بنیاد نہیں ہیں ؟

جواب (۳)۔ کیا اس شخص کو اچھا دیندار مانا جا سکتا ہے جس کے خیال اور قول و فعل کا نتیجہ اچھا نہ نکلے ؟

اس مضمون کے پڑھنے والوں سے بھی اب میں وہی درخواست کرتا ہوں جو میں نے کراچی کی مذہبی کانفرنس میں اپنی تقریر سننے والوں سے کی تھی کہ آپ ان سوال اور جواب پر پورے غور کے ساتھ سوچیں اور اپنے وسیع مطالعہ اور گہرے مذہبی تجربہ سے اُن کا حل ڈھونڈھ نکالیں۔ اس کے لئے اگر آپ خدا سے بھی دعا کریں اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مدد مانگیں تو وہ ضرور آپ کی مدد کریگا۔ ساتھ ہی آپ کو اس کا ایک ثبوت ذاتی تجربہ کی بنا پر بھی ملجائیگا کہ خدا اپنے بندوں سے تعلق رکھتا ہے اور دل سے جو دعا کی جائے اُسے سنتا ہی نہیں بلکہ جواب بھی دیتا ہے۔

اب ذرا اس نکتہ کی طرف بھی توجہ کیجئے :-

دین ایک جاری سلسلہ ہے | خدا ایک پوری کتاب لکھ رہا ہے۔ ہر دین اس کتاب کی ایک فصل ہے۔ ہر پیغمبر اس کی قلم تحریر ہے۔ ہر فصل کا پڑھنے والا بعد والی فصل کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ ہر بعد والی فصل اُس خیال اور نقشے کو جو اس سے پہلے والی فصل میں بیان کیا گیا تھا ایک منزل آگے بڑھاتی ہے۔ ان میں سے ہر فصل اہم ہے اور کتاب کے مصنف کا مقصد بتاتی ہے بشرطیکہ سب فصلوں کو ایک دوسرے کی روشنی میں پڑھا جائے۔ لیکن اگر کسی فصل کو اسکی اگلی اور پچھلی فصلوں سے جدا کر دیا جائے تو وہ معنی خبط ہو جاتے ہیں جو مصنف نے اس فصل میں خود رکھے تھے اور اسکے مقصد کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً کسی فصل میں بیان کیا ہے کہ جدا جدا افراد کی تربیت کیونکر کی جائے۔ کسی اور فصل میں ہے کہ پوری قوم کی تربیت اور تنظیم کیونکر ہو۔ آج حضرت بہاء اللہ کی قلم اعلیٰ وہ دستور العمل بیان کرتی ہے جسکی رو سے تمام مختلف اور متعدد اقوام کی شیرازہ بندی کر کے عالم انسانی کو ایک انجمن واحد کی صورت میں منظم اور مرتب کیا جا سکتا ہے۔ والسلام

(حشمت عبد البہاء)

قسمتِ فارسے

برخی از نصائح مرکز عہد و میثاق

درلزومِ حفظِ مراتب میفرماید :-

باید حفظ مراتب نمود و قانونِ وجودی و ما منا الا لہ مقامٌ معلوم را مراعات کرد۔ اصاغر باید رعایت و احترامِ اکابر کنند و اکابر باید عنایت و مہربانی درحقِ اصاغر نمایند جوانان باید خدمت و حرمتِ پیران نمایند و پیران باید محافظت و رعایتِ جوانان نمایند این حقوقِ متبادلہ است نہ چنان باشد کہ ہرکس خودرای و مستقل الفکر باشد۔

درلزومِ اطاعت و انقیاد میفرماید

حضراتِ محفلہ ایادی علیہم بہاء اللہ ہرگاہ درمجلس قراری بفرمایند کُل باید اطاعت و انقیاد نمایند و درکمال سرور و رضا مجری دارند زیرا این اطاعت فرض و واجب است ہرنفسی وحدہٗ پی بعواقب امور نبرد آنچہ الیوم لازم است نداند و رأی مصیب ندارد اگر چنین باشد کہ مختارِ مطلق باشد و ہرچہ پسندیدہ بیسند مجری دارد بکلی شیرازۂ امور از ہم دررود و امور مختل گردد۔ و پریشانیِ صوری و معنوی دست دہد۔

درلزومِ اطاعتِ محفل میفرماید

لہٰذا باید کہ ہریک از احباب تصوری نماید و امر مہمی بخاطر آرد مراجعت بمجلس حضور حضرات ایادی علیہم بہاء اللہ و ہشت نہ و عشرۂ و علاوہ نماید ہرگاہ حضرات ایادی تجویز نمودند معمول دارد و الا فلا۔ ص ۳۷۰ الی ۳۷۳

فقرۂ از کتاب اللہ کہ مدل براینست

یا حزب اللہ علمای راشدین کہ بہدایتِ عباد مشغولند و از وساوسِ نفسِ آمارہ مصئون و محفوظ ایشان از انجم سماءِ عرفان نزدِ مقصودِ عالمیان محسوب احترامِ ایشان لازم ایشانند عیونِ جاریہ و انجم مضیئہ و اثمار سدرۂ مبارکہ و آثارِ قدرتِ الہیہ و بحورِ حکمتِ صمدانیہ طوبیٰ لمن تمسّک بہم انہ من الفائزین فی کتاب اللہ ربّ العرشِ العظیم البہاء من لدی اللہ ربّ العرش والثّریٰ علیکم یا اہل البہاء و اصحاب السفینۃ الحمراء و علی الّذین سمعوا ندائکم الاحلیٰ و عملوا بما اُمروا فی ہذا اللوح العزیز البدیع۔ ص ۳۷۳

درلزومِ مشورت میفرماید

ای جمع درامورِ کُلی و جزئی انسان باید مشورت نماید تا بانچہ موافق است اطلاع یابد شور سبب تبصر در امور است و تعمق در مسائلِ مجہول انوارِ حقیقت از رُخِ اہلِ مشورت طالع گردد و معینِ حیات درچمنستانِ حقیقتِ انسان جاری گردد۔ انوارِ عزتِ قدیمہ بتابد و سدرۂ وجود باثمارِ بدیعہ مزین شود ولی باید اعضای مشورت در نہایتِ محبت و اُلفت و صداقت با یکدیگر باشند اصولِ شور از اعظمِ اساسِ الٰہی و باید افرادِ ملت در امورِ عادیہ نیز شور نمایند ص ۳۶۹

ع ع

در لزوم اتحاد میفرماید

درخصوص اتحاد مرقوم شد این امر اساس دین الله است واگر این محکم نگردد عاقبت بنیان بکلّی برافتد وکل نفوس در خسرانِ مبین افتند در این خصوص جهدِ بلیغ وسعی شدید نمائید که الزمِ امور است زیرا کارهای بزرگ درپیش است وعدم اتحاد ایادی وعدمِ الفتِ دوستان بایکدیگر مانع وحائل گشته واگر چنین بماند وقت ازدست خواهد رفت ومن بعد ثمری ننماید وسببِ ندامت وپشیمانیِ کل گردد ومذلّت عموم را احاطه نماید زود تدارکِ این کار را بنمائید

ص ۴۹۵

در لزومِ مدح وستایش یکدیگر

امرِ جمالِ قدم روحی لاحبائه الفدا عبارت از حقیقتِ محبت است وسببِ اتحاد والفت تا کلّ امواجِ یک بحر گردند ونجومِ باهرهٔ اوجِ نامتناهی یک فلک لئالیِ اصدافِ توحید گردند. وجواهرِ متلألئهٔ معدنِ تفرید بندهٔ یکدیگر گردند ونیایش وستایش وپرستش همدیگر کنند زبان بمدح وستایش هریک از احبا گشایند ونهایت شکرانه را از یکدیگر نمایند نظر بافقِ عزت کنند وبانتساب آستانِ مقدس جز خیر یکدیگر نه بینند وجز نعتِ یکدیگر نشنوند وبجز مدح وستایشِ یکدیگر کلمهٔ برلسان نه رانند

(صفحه ۳۴۸)

در لزوم جلوگیری از عیبجوئی میفرماید

ای یارانِ الهی اگر نفسی غیبتِ نفسی نماید این واضح ومشهود است که ثمری جز خمودت وجمودت نبارد. اسبابِ تفریق است واعظم وسیلهٔ تشتیت اگر چنانچه نفسی غیبتِ دیگری کند مستمعین باید درکمالِ روحانیت وبشاشت او را منع کنند که از این غیبت چه ثمری وچه فائده ای آیا سبب رضایتِ جمالِ مبارک است یاعلّتِ عزتِ ابدیهٔ احبای الهی آیا سبب ترویج دین الله است ویاعلتِ تثبیتِ میثاق الله نفسی مستفید گردد ویاشخصی مستفیض لاوالله بلکه چنان غبار بر قلوب نشینند که دیگر نه گوش شنود ونه چشم حقیقت رابیند.

ص ۲۴۱

در مدحِ ستائش میفرماید

ولی اگر نفسی بستائشِ دیگری پردازد وبمدح وثنا لسان بگشاید مستمعین بروح وریحان آیند وبنفحات الله مهتز گردند قلوب را فرح وسرور آید وارواح را بشارت احاطه کند که الحمدلله درظلّ کلمهٔ الهی نفسی پیدا شده که مرکزِ خصائل وفضائلِ عالمِ انسانی است ومظهرِ عواطف والطافِ حضرتِ رحمانی رخِ روشن دارد وزبانی ناطق. درهر انجمن روحی پرفتوح دارد وجانی مؤید بنفحاتِ حضرتِ رحمن. حال کدام یک خوشتر ودلکشتر. ع ع

(ص ۲۴۲)

مجلدی از الواح مبارک حضرت عبدالبهاء که کاتب بسیار خوشخطی در ایران نوشته ونزد آقای دکتور خلیل فرهنگ بود از ایشان گرفته زیارت وبعضی الواح آنرا سواد برداشتم چون جناب دکتور درشرف حرکت ومسافرت از دهلی بودند سواد را با مجله با اصل کتاب مقابله کرده ام لذا نظر بمزید احتیاط صفحاتِ کتاب را یادداشت نموده ایم واز مشارالیه تمنا دارم اگر اشتباهی یافتند بنده را آگاه نمایند تا اصلاح شود.

چون سالِ نود ونهم تقویم بیانی نزدیک بپایان رسیده وفقط یکسال صدهٔ اول بیانی باقیمانده لذا برخی از نصائح ووصایای مبارک مرکز عهد ومیثاقِ الهی بعنوان یادآوری در این شمارهٔ پیامبر معروض شد. امیدوارم موردِ استفادهٔ عموم واقع گردد (عصمت)

مژده باد مژده باد مژده باد

اوّلین معبد بهائی در مغرب زمین که از حیث ساختمان و قشنگی نیز از اوّلین عمارت قرنِ اوّل بهائی بشمار میرود و سنگِ اوّلین پایهٔ آن در ۱۹۱۲ء بدست حضرت عبدالبهاء بشرحِ ذیل که از قلمِ مرحوم مرزا محمود زرقانی در صفحه ۶۴ کتاب جلد اوّل بدائع الآثار نوشته است گذاشته شده است در این سنه موجب تلگراف واصله از حضورِ مبارکِ حضرت ولیّ امرالله ارواحنا فداه اتمام و اکمال یافته است۔

مرزا محمود زرقانی در کتاب بدائع الآثار جلد اوّل در صفحه ۶۳ و ۶۴ میفرماید:-

"روز ۱۴ جمادی الاولیٰ (اوّل ماه مایو ۱۹۱۲ء) صبح در حالتیکه سواد بعضی از عماراتِ شهر و فضای باغ مقابل را از درب بالاخانه ملاحظه می فرمودند شرحی از ایّامِ اوائلِ سجنِ اعظم و مصائبِ جمالِ قدم بیان می نمودند تا آنکه آمد و شدِ احباب شروع شد و تلگرافِ بشارت و نصرتِ جمالِ ابهیٰ بجامعِ شرق از قسمِ اطهر صدور یافت پس بگفت‌گو و اظهار عنایت با احبّا پرداختند و ساعتی بعد بزمینِ مشرق الاذکار بیرونِ شهر که برای این بناء عظیم خریده شده بود عازم شدند و آنروز احباب جمیع در آنجا مجتمع بودند و خیمه برای محفل لقاء و تشرّف احباء زده بودند

اوّل سوانح دَورِ آنروز مین گردش فرمودند و حدود را ملاحظه نمودہ بعد زیرِ خیمه ایستادند و جمعیتِ احبا ہمه حلقه طائف و متوجه وجهِ انور بودند در آنحالت نطقِ فصیح در قوّۂ خارق العادۂ امرحضرت بهاءالله و اجتماعِ نفوسِ شرق و غرب در ظلّ کلمة الله و ذکر مشرق الاذکار عشق آباد و امریکا فرمودند و بعد محلِّ سنگِ بنا تشریف بردند و امة الله مس ملز آلتی از طلا که بجهتِ آنروز از پیش ساخته بود تقدیم نمود که با آن آلت اوّل بدستِ مبارک جای سنگِ بنا را کندند بعد ملتزمینِ رکاب مبارک یک یک بحفرِ زمین مشغول و مفتخر گشتند آنگاه وکلای مجامع امریکا را حسب الامر صلا زدند و ہریک تیشۂ زد و خاکِ پاکی برداشت بعد از قبلِ احبای شرق نفوسی را نیابت عنایت فرمودند که ہریک بالنّیابه از جمعی بخدمت مفتخر آمد منجمله مہتر اردشیر بہرام سروش از قبلِ احبای پارسیان جناب سیّد اسدالله از قبلِ دوستانِ فرقانیان جناب دکتور ضیاء بالنّیابه از دوستانِ عرب و امة الله قدسیه خانم اشرف ایرانی از قبل اماء الله شرق ہریک بحفر مشغول چون نیابتِ کل باتمام رسید سنگِ مُبنیاد را بدستِ مبارک گذاردند پس ازان یک یک احباء را نوازش فرمودہ حرکت کردند ولی اکثر احباب آنروز در آنجا ماندند و ناہار را در زیرِ خیمه صرف نمودند امّا عصر در تالار ہوتل لِنکن محفلی از احباء خیلی آراسته و نطق مبارک درخصوص کمالاتِ روح و مدنیتِ الٰہی بود و قبل و بعد مجلس ہم متصل احباب و اغیار مشرف می شدند و در اطاق مُبارک بسوال و جواب مشغول و مشعوف بودند ؛

دلائلِ حقانیتِ حضرت بہاء اللہ عز اسمہٗ

(از اثر طبع جناب مولوی عبد اللہ وکیل کشمیری)

شاہِ ابہا دلبرِ ما طلعتِ پروردگار — حجّتِ آیاتِ یزدان از وجودش آشکار

اولین حجّت ندا لیش در زمین و آسمان — دعوتِ حق شد مسلّم از برائے کردگار

استقامت در سبیلِ ادّعا اندر بلا — ایستادن نزدِ اعدا در میان کارزار

آیتِ باقی کتاب اللہ بدستش ہمچو سیف — دافعِ اوہام و ظلمت چون خورِ نصف النہار

گرچہ قرآن ہست فرقان از برای ہر بصیر — اقدس والواح روشن کرد چشمِ روزگار

حاکمِ حکمِ سماوی واضعِ دینِ بدیع ، — کس نباشد جز خدای قادر ذوالاقتدار

امّتِ نو کرد پیدا در جہان بس جان نثار — خالقیت شد عیان از خالقِ ذوالاختیار

بر زمین در خلق استقرارِ دینِ مستقل — دینِ حق را حجّتی باشد بزرگ و استوار

ہست اعجاز و کرامت ہا اگر برہانِ حق — معجزاتِ او ببین چون بحرِ ناپیدا کنار

لوحِ ناپلیون و برلین و رئیس نامور — لوحِ ایران لوحِ برہان حالِ رقشا یادآر

الغرض در ذاتِ پاکِ شاہِ ابہیٰ سر بسر — ہر دلیل و حجّت آمد مستقیم و پایدار

تا عیان گردد بعالم قدرتِ بازوئے حق — منکرِ یزدان نیابد از حذا راہِ فرار

ذاتِ حق لایدرک ولایوصف آمد در ازل — شاہِ اِبہیٰ مطلع آن شمس غیب برقرار
یفعل اللہ مایشا ہم یحکم است از ما یرید — حکمران در ہیکلِ انسان و بر ابرے سوار
یک تنہ بے برگ و سامان در جہانِ پرخطر — بانیِ دینِ الٰہی مالکِ روزِ شمار
ہرکہ شد محروم از عرفانِ این شمس الضحیٰ — کبر و نخوت شد حجابش چون شبِ یلدای تار
منکرِ دینِ بہا تکذیبِ قرآن می کند — دور ماند زین حماقت عاقلِ پرہیزگار
من کہ رہ بردم بسوی گلشنِ امرِ بہا — یافتم ایمان و ایقان از صداقت گوشدار

ہست عبد اللہ عبدِ آستانت یا بہاء!
بی بضاعت آمدہ او بر درت اُمیدوار

تقویمِ بدیعِ بہائی

در این سنہ باوجود قلتِ وسائلِ طبع و چیزہای لازمہ باز ہم لجنۂ مطبوعات و نشریاتِ بہائی از فضل و عنایتِ الٰہی از خدمت باز نماندہ امسال ہم بطبع دو رقم تقویم دیواری یکی با حروفِ فارسی و دیگری انگلیسی کہ بر تختۂ برتا مزیّنہ لیکن مشرق الاذکار شیکاغو امریکا است موفق گشتہ قیمت انگلیسی ہشت آنہ و فارسی چہار آنہ بدون پست

آدرس :- کتب خانہ ملّی بہائی ہال کراچی

ماہنامہ

پیامبر دہلی

جلد چہارم — اپریل سنہ ۱۹۴۳ء — شمارہ چہارم

مُناجاتِ عیدِ رضوان

هُوَ الاقدس الابھیٰ

وہ پاک تر روشن تر ہے

سبحانک یا ربنا الرحمٰن هٰذا یوم من ایام عیدك الّذی سمیته بالرضوان واظهرت فیه

تو پاک ہے اے ہمارے پروردگار مہربان! آج تیری عید رضوان کے دنوں میں سے ایک دن ہے۔ تونے اس میں تمام زمین و آسمان والوں پر

سلطانك علیٰ من فی ارضك وسمائك بعد الّذی کل قاموا علیٰ ضرك واطفاء نورك وفیه اشرقت شمس احدیتك

اپنی سلطنت کا نیا ظہور فرمایا جبکہ سب لوگ تجھے ضرر پہنچانے اور تیری روشنی کو بجھانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور اسی دن تیرا

من افق الغیب علیٰ من فی الغیب والشهود اسألك یا الٰهی به وبالّذی جعلته مشرق وحیك ومطلع الهامك

آفتاب احدیت افق غیب سے تمام غیب و شہود والوں پر نمودار ہوا۔ یا الٰہی! میں اس دن کا اور اس کا واسطہ دے کر جسے تونے اپنا مشرقِ وحی اور مطلع الہام

بان تقدر لاحبائك خیر الدنیا والاخرة وتجعلهم من الّذین لا یشغلهم ما سواك عن ذکرك وثنائك

بنایا ہے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے احباب کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی مقدر فرمادے اور انھیں ان لوگوں میں داخل کر جنھیں جہان بھر کی کوئی

ثم قوّ قلوبهم علیٰ شان لا یخوفهم اقتدار الّذین کفروا بك وبآیاتك ای رب انر ابصارهم بنور معرفتك

چیز تیرے ذکر و ثنا سے غافل نہیں کرسکتی۔ پھر ان کے دلوں کو ایسا قوی بنادے کہ تیری ذات و آیات کے منکروں کی قوت و قدرت انھیں ذرا بھی نہ ڈرا سکے۔

وقلوبهم ببهاء وجهك ثم اجعل افئدتهم وانفسهم متحدة لیتحد باتحادهم اهل مملکتك

اے میرے پروردگار! ان کی آنکھوں کو اپنے نورِ معرفت سے اور ان کے دلوں کو اپنے چہرے کی روشنی سے منوّر فرمادے۔ پھر ان کے دلوں اور جانوں کو ایسا متحد

انك انت المقتدر علیٰ من فی ملکوت امرك وخلقك انك انت العزیز الکریم

فرمادے کہ ان کے اتحاد سے تیری مملکت کے باشندے متحد ہو جائیں۔ یقیناً تو اپنے امر و خلق کی ملکوت میں رہنے والوں پر پورا اقتدار رکھتا ہے۔ بیشک تو

والحمد لك یا اله العالمین

غالب و کریم ہے۔ سب تعریف تیرے ہی لئے ہے اے تمام جہانوں کے معبود!

تبلیغ و مبلغ

امر حق لوگوں تک پہنچانا بزرگترین عمل ہے۔ سب سے اول خداوند عالم خود تبلیغ کرتا ہے اور اپنے ماموروں مرسل کو اپنا حکم پہنچاتا اور سمجھاتا ہے۔ مرسل الٰہی کا دل پاک صاف آئینہ ہوتا ہے۔ وہ فوراً امر اللہ کو قبول کرلیتا ہے اور دوسرے بندوں کو اس امر کی تبلیغ شروع کرتا ہے جب پاک دل انسان ندائے حق سنتے ہیں شوق سے لبیک کہتے ہیں اور دوسروں کو تبلیغ کرنے لگتے ہیں۔ سرزمین تبلیغ حق کی صداؤں سے گونج اٹھتی ہے۔ تبلیغ کرنے والوں کو خداوند عالم ابدی عزت کا تاج پہناتا ہے۔ مبلغین حق ساقی کوثر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں بندگان خدا جام حقیقت پیتے ہیں۔

آج دین خداوندی میں ہر شخص تبلیغ کرنے کے لئے مامور ہے سب پر فرض ہے کہ وہ امر اللہ کی تبلیغ کریں اور خدائی تعلیمات سب کو پہنچادیں۔ ہر حالت میں تبلیغ پر کمربستہ رہیں اور یقین رکھیں کہ افق ابہیٰ سے تائیدات نازل ہونگی۔ ملأ اعلیٰ کے لشکر مدد کریں گے۔

تبلیغ امر اللہ میں شجاعت و استقامت بہترین جوہر انسانیت ہے ایسی دلی قوت سے تبلیغ کرنی چاہئے کہ مضطرب اور متزلزل قلوب مطمئن مستقیم ہوجائیں۔ افسردگی تازگی سے بدل جائے اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑجائے۔ امر اللہ کا پیغام مردوں کو جلا دینے والا صور ہے۔ زبان و بیان اور اعمال و اخلاق سب ہی سے تبلیغ ہونی چاہئے۔ قلبی جذبات اور دلائل و بینات باہم مل کر تبلیغ کریں۔ قدرت نے ہر کام کے لئے ایک ذریعہ مقرر کیا ہے۔ جیسے ہاتھوں اور اوزاروں سے مکان تعمیر کئے جاتے ہیں پرحکمت بیان سے دلوں کے محل بنائے جاتے ہیں۔ قوت بیان کے لشکروں سے دلوں کی بستیاں فتح کی جاتی ہیں۔ مبلغ کی نظر ہمیشہ افق اعلیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ غیر اللہ کو مشت خاک سمجھے۔ اپنے ظاہر و باطن کو تمام منہیات سے پاک و پاکیزہ رکھے۔ اس کے سر پر بے نیازی کا تاج ہو اور اس کا سراپا لباس تقویٰ سے مزین ہو مبلغ جدال و نزاع سے ہمیشہ دور رہے۔ زبان محبت ہی دلوں پر قبضہ کرتی ہے۔ کوئی دل دکھانے والا کلمہ منہ سے نہ نکلے۔ ہر مبلغ کو شیریں زبان ہونا چاہئے۔ کسی کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے۔ اگر کوئی سختی و جفا کرے تو اس کے حق میں دعا کرنی چاہئے۔ جو نعمت اپنے پاس ہو وہ دکھا دینی چاہئے۔ قبول ہو تو بہتر ورنہ بے رحمی کرنے والے کو خدا کے سپرد کرنا چاہئے۔ کسی کے لئے حزن و ملال کا موجب نہ بننا چاہئے ہمیشہ محبت کی فضا میں پرواز کرنی چاہئے۔ تقدیس و تقویٰ۔ عفت و عصمت۔ بے نیازی و فداکاری روح تبلیغ ہیں۔ قول کی سچائی، عمل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ عمل سے ہی انسان کا رتبہ و مقام ظاہر ہوتا ہے۔ ہر عمل اور ہر قول کلام الٰہی کے مطابق ہونا چاہئے۔ اقوال کی خوشبو اور اعمال کی برقی لہر دلوں کو جذب کرلیتی ہیں۔ مبلغ امر اللہ کی تمام گفتگو پیغام الٰہی پہنچانے میں محدود ہونی چاہئے۔

مبلغ امر اللہ کو غیبی تائید پہنچتی ہے۔ جب دل بحر اعظم سے متصل ہوجاتا ہے تو علم و عرفان کی نہریں بہنے لگتی ہیں۔ جب کوئی خالص مخلص ہوکر تبلیغ پر قائم ہوتا ہے تو عالم غیب سے فیض پہنچتا ہے۔

مبلغ طبیب روحانی ہوتا ہے جو اسمِ اعظم کے تریاق سے
لوگوں کو امراضِ باطنی سے شفا دیتا ہے۔ اسرارِ الٰہی کا اظہار کرتا
ہے۔ دلوں میں نئی زندگی کی روح پھونکتا ہے۔ وہ کلام الٰہی کی روشنی میں
چلتا ہے۔ انسانی اقوال کی حکایت و روایت میں مصروف نہیں ہوتا۔
وہ شجاعت اور قوتِ قلبی کے ساتھ نہایت نرم دل ہوتا ہے۔ ہر ایک کی بات
سنتا ہے۔ انسانی ادب و احترام کا پورا لحاظ رکھتا ہے وہ پرجوش
تبلیغ کرتے ہوئے شیریں بیان ہوتا ہے وہ مناسب زمین میں تخم ریزی
کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بنجر زمین میں اپنی قوت تبلیغ صرف کرنے سے
احتیاط کرتا ہے وہ اُن مصائب کو جو اُسے راہ تبلیغ میں پیش آئیں
خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ یہ مصائب
دین کے چراغ کیلئے تیل ہیں وہ چشم بصیرت سے دیکھتا ہے کہ زمانہ میں تاثیر
امراللہ کی ہوائیں چل رہی ہیں تمام کائنات پھولا پھل رہی ہے۔ امراللہ کی
تعلیمات عصر جدید کی روح ہیں دنیا ان تعلیمات کے قبول کرنے کو تیار ہے
انسان پرانے خیالات کو چھوڑ کر امراللہ کے پروگرام کی طرف قدم بڑھا رہا
ہے

چونکہ لوگ عقل و فہم کے درجات میں مختلف ہیں۔ اس لئے تبلیغ کا اثر
سب پر یکساں نہیں ہوتا۔ دین حق جنت عرفان ہے تحقیق پل صراط ہے۔ کوئی
اس پل صراط پر سے بجلی کی مانند گذر جاتا ہے۔ کوئی تیز رو گھوڑے کی رفتار اور
کوئی چیونٹی کی چال چلتا ہے۔ بعض انسان پتھر ہوتے ہیں جن پر کوئی کلام
اثر نہیں کرتا بعض دل آئینے کی مانند شفاف ہوتے ہیں ان میں نورِ حق
کی کرنیں فوراً نمودار ہو جاتی ہیں بعض لوگ عرصے تک تحقیق میں مصروف
رہتے ہیں اور کافی دیر میں منزل مقصود پر پہونچتے ہیں مبلغ ہمیشہ اختلافِ
عقول و استعداد کو مدِ نظر رکھتا ہے ہر شخص کی فہم کے مطابق کلام کرتا ہے ظرف
کے مطابق دیتا ہے اور قانون تدریج کو کبھی فراموش نہیں کرتا وہ جانتا ہے
کہ ایک بیج آہستہ آہستہ بڑھتا اور درخت بنتا ہے اس لئے وہ تبلیغ میں دیر
ہونے سے مایوس نہیں ہوتا۔ بعض بعض لوگ بیس بیس سال تک تبلیغ پانے
کے بعد تصدیق کرتے ہیں اور پھر نہایت پختہ ہوتے ہیں۔

ایک صاحب چار سال تک مطالعہ اور تحقیق کرتے رہے اور اس طرح
کہ دن کا زیادہ وقت اسی کام میں صرف کرتے تھے بعض صاحبان نے کہا
بھی کہ اتنا عرصہ مطالعہ میں تمام کر دینا اور کوئی نتیجہ نہ نکلنا عجیب بات ہے
لیکن چونکہ طبائع مختلف ہیں اس لئے مبلغ کے نزدیک یہ کوئی عجیب بات
نہیں۔ آخر چار سال کے بعد جب مطالعہ کرنے والے صاحب نے امراللہ کی
تصدیق کی تو وہ اس قابل تھے کہ دوسروں کو بھی مفصل تبلیغ کر سکیں چنانچہ
انہوں نے خود کہا کہ اگر میں مطالعہ و تحقیق میں یہ چار سال نہ لگاتا تو اب
جو خدمت تبلیغ کر سکتا ہوں نہ کر سکتا بلکہ وہ چار سال اب صرف کرتا۔

ایک صاحب کو تبلیغ کی گئی وہ اس قدر مائل ہوئے کہ روزانہ پورا دن
تحقیق میں صرف کرتے رہے ایک ہفتہ مسلسل مشغول رہنے کے بعد پورے
اطمینان سے تصدیق سے فائز ہوئے اور اب خدمت امر میں مشغول ہیں

ایک صاحب کو جب تبلیغ کی گئی تو وہ کلمات مکنونہ سُن کر اس قدر متاثر
ہوئے کہ برابر ایک ہفتہ روزانہ علی الصباح تشریف لاتے رہے اور الواح
سنتے رہے۔ انھیں الواح سُنائی جاتی تھیں انکی حالتِ خضوع یہ تھی
برابر آنسو بہتے تھے۔ آٹھ دن کے بعد نویں دن اُنہوں نے کہا کہ میں امراللہ
کی تصدیق کرتا ہوں۔ تصدیق کے بعد نہایت مستقیم رہے۔

غرض یہ کہ جنہیں تبلیغ کی جاتی ہے ان کے حالات بھی مختلف ہوتے
ہیں لیکن جب وہ امراللہ کو قبول کر لیتے ہیں تو سب مقبول و محبوب
ہیں اور ہر ایک کے باطنی درجات کو خداوند عالم ہی خوب جانتا ہے۔

اطلاع پیامبر کی سالانہ قیمت چار روپے مقرر ہے جو اس پتہ
پر بھیجنی چاہیے (جناب اسفندیار بختیاری خزینہ دار ملی
کارنر ہاؤس۔ پریڈی روڈ۔ کیمپ کراچی)

رجائی اور قنوطی

دنیا میں امید بڑی چیز ہے تمام کاروبار اسی امید پر کیا جاتا ہے کہ اس سے ہمیں ایسا منافع ہوگا جس سے ہماری زندگی قائم رہیگی اگر غور سے دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ تمام جہان میں ایک حرکت عمل کسی نہ کسی اُمید سے وابستہ ہے۔ سچ ہے "دنیا بامید قائم"

کتنا ہی بڑا کاروبار ہو یہ یقین ہو جانے پر کہ اس میں ہرگز اب کسی فائدہ کی اُمید نہیں ہے انسان فوراً اُسے ترک کر دیتا ہے

اس دنیا میں انسان دو قسم کے ہیں آشا وادی یا نراشا وادی یعنی ایک وہ جو امید کو پسند کرتے ہیں اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی آس نہیں توڑتے دوسرے وہ جو ناامیدی میں گرفتار رہتے ہیں ذرا سی تکلیف پہونچنے پر بھی بے آس ہو جاتے ہیں آجکل کی اصطلاح میں ان دونوں کیفیتوں کو رجائیت اور قنوطیت کہتے ہیں۔ قانون قدرت یہ ہے کہ انسان حالات سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ جب ایک قوم کو عرصے تک مغلوبیت میں رہنا پڑتا ہے تنزل و ادبار بداخلاقی و بربادی میں گرفتار رہنے کے باعث قوم بہت حد تک پست خیال اور مایوس ہو جاتی ہے دلوں میں ایسی ناامیدی جاگزین ہو جاتی ہے جو قوائے عمل کو مضمحل کر دیتی ہے قوم باوجود لاکھوں وعظ و تاکیدات کے عمل کی طرف جوش سے قدم نہیں اُٹھاتی۔ ان کے دل اُمید سے خالی اور مایوسی سے بھرے ہوتے ہیں اس لئے انہیں نئی زندگی حاصل ہونے کا یقین نہیں رہتا اگر کوئی بڑی سے بڑی آواز بھی انہیں سُنائی جائے کہ آؤ تمہیں یہاں نئی زندگی ملیگی تو قوم اس آواز پر کان نہیں لگاتی کیونکہ سمجھتی ہے نئی زندگی ملنا دشوار ہے اور یہ خیال کرتی ہے کہ یہ نئی زندگی کی پکار بھی بس ایک فریب ہے

بڑی بڑی قومیں ہزاروں سال سے دنیا میں موجود ہیں بارہا خدا کے پیغمبروں نے آواز دی کہ آؤ زندگی حاصل کرو۔ مگر پرانی قوموں نے اس آواز پر توجہ بھی نہ کی کیونکہ ان قوموں کو یہ اُمید نہ تھی کہ ان پیغمبروں کے پاس نئی زندگی ملیگی بلکہ پیغمبروں کی باتوں کو فریب ہی سمجھا۔ ہاں جن لوگوں کو یہ امید ہو گئی کہ یہاں نئی زندگی مل سکیگی وہ پیغمبروں کی طرف بڑھے اور انہوں نے نئی زندگی پائی۔

اس قانون طبعی کے مطابق ہر قوم میں رجائی اور قنوطی دو قسم کے لوگ رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کی جب حالت ابتر ہو گئی تھی تو ایک گروہ نے کہا کہ اس قوم کو خدا نے برباد کر دیا ہے اب انہیں وعظ و نصیحت کیوں کرتے ہو امید رکھنے والوں نے کہا کہ ہم اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں اور امید بھی رکھتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اصلاح اختیار کر کے ہلاکت سے بچ جائیں کسی قوم پر جس وقت زیادہ عرصہ گذرتا جاتا ہے وہ اور کمزور ہوتی جاتی ہے اور اس میں ناامیدی کا اثر زیادہ پھیلتا جاتا ہے

جب دل خدا سے دور ہو جاتے ہیں تو خشکی اور مایوسی غالب آجاتی ہے جب قوم میں گناہ بڑھ جاتا ہے تو گناہ کی تلوار امید کے درخت کی جڑ کاٹ ڈالتی ہے جب ہمدردی و محبت کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو افراد ایک دوسرے سے ناامید ہو جاتے ہیں یگانگت معدوم ہو جاتی ہے بیگانگی کا زور ہوتا ہے بے اعتمادی پھیل جاتی ہے تب قوم میں سے امید کی روح غائب ہو جاتی ہے۔ قنوطیت عام طور پر چھا جاتی ہے۔

ایک طرف قوم کا ادبار میں مبتلا ہونا دوسری طرف یہ اعتقاد رکھنا کہ اب کوئی پیغمبرِ خدا یا مصلح ربانی نہیں آسکتا اور بھی قوم کو خشک و مایوس بنا دیتا ہے چنانچہ جوگ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانۂ ظہور میں قنوطیت میں مبتلا تھے وہ کہا کرتے تھے

ءاذا ضللنا فی الارض	جبکہ اپنے ملک میں ہم تباہ و
ءانا لفی خلقٍ جدید	برباد ہو چکے ہیں تو کیا اب ہم نئے
۔ ۔	سرے سے ٹھیک بن جائینگے؟

خداوندِ عالم ان لوگوں کی مایوسی کا سبب بتاتا ہے کہ

بل ھم بلقآء ربھم	بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار
کفرون ۰	کی لقاء و ربوبیت سے غافل و منکر ہو رہے ہیں

اس لئے وہ اپنے نشو و ارتقاء سے مایوس ہو رہے ہیں۔ اس حقیقت کو کتاب مقدس میں مندرجہ ذیل مکاشفہ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے حزقیل علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے خداوند کی روح میں اُٹھا لیا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اُتار دیا۔۔۔۔ دیکھ وہ نہایت سوکھی تھیں اور اس نے مجھے کہا اے آدم زاد! کیا یہ ہڈیاں جی سکتی ہیں ...... اُن سے کہہ کہ اے سوکھی ہڈیو! خداوند کا کلام سنو ...... دیکھو میں تمہارے اندر روح ڈالونگا اور تم جیو گے ...... سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور جب میں نبوت کرتا تھا تو ایک شور ہوا۔ اور دیکھ ایک جنبش ہوئی اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ نسیں اور گوشت ان پر چڑھ آئے ...... ان میں روح آئی اور وہ جی اُٹھے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے ایک نہایت بڑا لشکر"

اس مکاشفہ کے معنیٰ | حزقیل علیہ السلام فرماتے ہیں "تب اس نے مجھے کہا کہ اے آدم زاد! یہ ہڈیاں سارے اہل اسرائیل ہیں۔ دیکھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں اور ہماری امید جاتی رہی ہم تو بالکل فنا ہو گئے۔ اس لئے تو نبوت کر اور ان سے کہہ کہ خداوند یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے میرے لوگ میں تمہاری قبروں کو کھولونگا اور تمھیں تمہاری قبروں سے باہر نکالوں گا اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤنگا۔ میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا اور تم جیو گے۔ اور میں تم کو تمہاری سرزمین میں بساؤنگا تب تم جانو گے کہ مجھ خداوند نے کہا اور پورا کیا۔ خداوند فرماتا ہے (کتاب حزقیل باب ۳۷)

سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر ہے کہ

"ظہورِ محمدی کے وقت بھی جبکہ بنی اسرائیل تباہی میں مبتلا تھے بار بار مایوسی کی باتیں کرتے تھے۔ خداوند عالم انھیں یقین دلاتا تھا کہ وقت آنے والا ہے جبکہ سابق وعدۂ الٰہی عنقریب پورا ہوگا۔ امید رکھو۔ مگر وہ ملتِ مایوس یہی کہتی تھی کہ جب ہم بالکل فنا ہو چکے ہیں۔ ہم سوکھی ہڈیاں ہو گئے ہیں اور بکھر گئے ہیں تو کیا اب نئے بن کر جی اٹھینگے؟ خداوند عالم نے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ تم اپنے دل کو سراسر پتھر یا لوہا یا اور کوئی سخت چیز بنالو تو بھی وہ خالق فطرت جس نے پہلے تمھیں بہترین قوم بنایا تھا پھر بھی تمھیں پہلی سی حالت میں لے آئیگا۔ یہ سن کر بنی اسرائیل سر مٹکا مٹکا کر کہنے لگے کہ یہ بات کب ہوگی؟ خداوند عالم نے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ یہ بات عنقریب ہی ہوگی۔ جس وقت کہ خداوند عالم تمھیں پکاریگا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے آؤ گے" (یعنی جب ظہورِ موعودِ اعظم ہوگا۔ چنانچہ اب ظہور حضرت بہاء اللہ کے زمانے میں بنی اسرائیل یہود کو تمام دنیا سے بلاکر فلسطین میں بسایا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا تھا کہ میں تمھیں بنی اسرائیل کی سرزمین میں لاؤنگا۔"

مایوسانہ ذہنیت والوں کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے کہ کیا یہ آدمی خیال نہیں کرتا کہ ہم نے اسے ایک قطرے سے بنایا اور اب وہ جھگڑتا ہے۔ وہ اپنی خلقت و فطرت کو بھول گیا ہے اور تمثیلی کلام کر کے

کہتا ہے کہ پُرانی ہڈیوں کو اب کون جِلا سکتا ہے؟

خداوند عالم فرماتا ہے کہدو کہ وہی جِلا سکتا ہے جس نے پہلے انھیں اُٹھایا اور وہ سب کچھ پیدا کرنا جانتا ہے۔

کیا وہ جس نے سموات و ارض کو بنا ڈالا ہے وہ قادر نہیں کہ ان لوگوں کی مانند اور لوگ پیدا کردے کیوں نہیں وہ خلاق علیم ہے (سورہ یٰسین)

قوموں کی ذہنیت بہت حد تک ملتی جُلتی ہے اس لئے پے درپے قومیں مایوسی کا شکار ہوتی رہتی ہیں چنانچہ اسی قسم کے بعض اور لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے خداوندعالم فرماتا ہے۔

خدا زندگی اور موت دیتا ہے لیل و نہار کا پے درپے آنا ہی ایک قدرتی نشان ہے کہ ہر روشنی کے بعد تاریکی اور تاریکی کے بعد روشنی آتی ہے کیا ان کی عقل انہیں رہنمائی نہیں کرتی۔ یہ لوگ عقل سے فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ پہلی قوموں کی طرح بے ہودہ باتیں بناتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ جب ہم مرکر خاک اور بکھری ہوئی ہڈیاں ہوگئے ہیں تو کیا اب ہم اُٹھائے جائیں گے؟ ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو یہی وعدہ دیا گیا مگر ہمارے نزدیک تو یہ اگلوں کی فرضی و خیالی باتیں ہیں اس کے جواب میں خداوندعالم فرماتا ہے ان سے پوچھو کہ زمین اور زمین کے رہنے والے کس کے قبضے میں ہیں؟ تمہارا علم اس کے متعلق کیا ہے؟ جواب میں یہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کے قبضے میں سب کچھ ہے ان سے کہدو کہ تو پھر تم سمجھ سے کیوں کام نہیں لیتے کہ جس کے قبضے میں سب کچھ ہے وہ مردہ قوم کو پھر زندگی و تازگی عطا کرسکتا ہے اور لیل و نہار کے انقلاب سے تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اگر اب قوم پہ ادبار کی رات ہے تو کل ترقی کا دن نمودار ہوسکتا ہے اور ہوگا۔ (ملاحظہ ہو سورہ مومنون ع ۵)

نئی زندگی حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ نئی دعوت الٰہی پر لبیک کہا جائے ورنہ بغیر اس کے تباہی بڑھتی ہی جائیگی۔

سورہ بنی اسرائیل میں خداوندعالم فرماتا ہے جس کا جوہر مطلب یہ ہے کہ خدا کی ہدایت پر چلنے والا ہی ہدایت یافتہ ہے اور جو کوئی اس مقام سے بھٹک جائے اُسے کوئی رہنما نہیں مل سکتا بلکہ جب ظہور حق ہوتا ہو تو ہم ایسے لوگوں کا یہ حشر کرتے ہیں کہ وہ زندگی کی روشنی سے اندھے رہ جاتے ہیں حق بات کہنے اور سننے سے گونگے اور بہرے ہوتے ہیں جہاں وہ پناہ لیتے ہیں وہی ان کے لئے آگ ہوتی ہے جب کبھی وہ آگ بجھتی ہے ہم اُسے بھڑکا دیتے ہیں۔ ان کا یہ بُرا حشر اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ہماری آیات و احکام کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اب جبکہ ہم ہڈیاں ہوکر بکھر چکے ہیں تو کیا نئے سرے سے اُٹھائے جائیں گے؟

خداوندعالم جواب میں فرماتا ہے کہ خیال نہیں کرتے کہ خالق السموٰت والارض تم جیسے اور لوگ بنا سکتا ہے اور ان لوگوں کے لئے خدا نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے مگر ظالم تو مقررہ وقت کا اور ہر امر واقعی کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ناشکری میں قدم بڑھائے جاتے ہیں۔

سورہ ق میں فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ ان میں سے ہی ایک آگاہ کرنے والا پیغمبر آگیا وہ کہتے ہیں کہ یہ تعجب انگیز بات ہے کہ ہم جو بے روح ہوکر خاک ہوگئے ہیں تو پھر پہلی اچھی حالت کی طرف لوٹینگے یہ لوٹنا تو موجودہ حالات میں بعید از قیاس ہے۔ خداوندعالم فرماتا ہے کہ یہ منکر لوگ سرزمین میں سے کم ہوتے جاتے ہیں یعنی نئی زندگی پا رہے ہیں۔ نئی کتاب اور نئے پیغمبر کا ظہور نئی زندگی اور امید کا سب سے بڑا دروازہ ہے جو مایوس دلوں کو امیدوار بناتا ہے اور نئی زندگی میں لاکھڑا کرتا ہے ایسی عظیم رحمت سے ناامیدی انہیں لوگوں کا کام ہے جو حق و حقیقت سے دور و مہجور رہتے ہیں لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون خدا کی رحمت سے اہل حجاب ہی ناامید ہوتے ہیں ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون اپنے ترقی دینے والے خدا کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو دنیا میں برباد و گم گشتہ ہیں۔

دُنیا کا مرض اور اِس کا علاج

دنیا میں اس وقت جو قتل و غارت۔ بربادی و تباہی ہو رہی ہے یہ سب کچھ ہمارے ہی اعمال کی شامت ہے اس لئے اس آفت کو دور کرنے، اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی ذمہ داری بھی ہم پر ہی ہے یہ آفت دنیا پر اس طرح آئی کہ لالچ۔ تکبر۔ نفرت۔ قوت کی خواہش اور بدلہ لینے کی چاہت نے لوگوں کے دلوں پر اپنا تسلط جما لیا ہے۔ دنیا کی ہر ایک قوم دوسری قوم پر فوقیت حاصل کرنا چاہتی ہے۔ موجودہ جنگ ان ہی خواہشات کا نتیجہ ہے۔ ہر ایک قوم خودغرضی سے اپنے ہی فائدہ کو مدنظر رکھ رہی ہے۔ یہ بلا دنیا سے فوراً دور ہو سکتی ہے اگر دنیا سے خودغرضی دور ہو جائے اگر ہر ایک شخص دنیا میں اپنے ذہن سے خودغرضی کو دور کرنے کی کوشش میں لگ جائے تو یہ بلا دنیا سے اُٹھ سکتی ہے جوں جوں ہم خودغرضی سے پاک ہوتے جائیں گے اسی قدر ہماری آنکھیں کھلتی جائیں گی اور ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی جائیگی کہ ساری دنیا کے انسان ایک ہیں اس طرح ملکوت آلٰہی اس دنیا میں جو اس وقت جہنم بن رہی ہے قائم ہو جائیگا

موجودہ دنیا کے تمام ادارے خواہ وہ سیاسی ہوں، سماجی ہوں یا اقتصادی خودغرضی پر مبنی ہیں پھر بھلا یہ ادارے دنیا کو امن و امان کیسے دے سکتے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم ان اداروں کو نئے سرے سے درست کریں اور ان کی بنیاد وحدت عالم انسانی یا منش ماتر کی ایکتا پر رکھیں۔ جب تک دنیا کے اداروں کی بنیاد اس اصول پر نہ رکھی جائیگی دنیا میں امن قائم نہ ہوگا۔ یہ اصول مشرق کے لئے کوئی نیا اصول نہیں ہے مغرب کے لئے ہو تو ہو۔ اُپنشدوں اور ویدوں میں اس اصول کی تعلیم بیج روپ میں موجود ہے ہمارے سارے علم کی انتہائی کوشش یہ ہو کہ ہمیں اپنے آپ کا علم حاصل ہو اگر ہم اس علم کو پوری طرح حاصل کرلیں اور دنیا کا ہر فرد بشر اس علم کو حاصل کرے تو دنیا بربادی اور تباہی سے ہمیشہ کے لئے بچ جائیگی۔

یہ سنہری اصول دنیا کو ایک بار پھر حضرت بہآءاللہ کے وسیلے دیا گیا ہے آپ کی تعلیمات کا محور یہی اصول ہے۔ جب "معرفت نفس" کا علم حضرت بہآءاللہ کی تعلیمات کے ذریعہ عام اور سہل الحصول ہو جائیگا تو اس سے وہ غلط فہمیاں جو اس وقت قوموں میں بربادی اور تباہی کا سبب ہو رہی ہیں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ ہر شخص اپنے فرائض کا احساس پوری طرح کرنے لگ جائیگا اور احساس کا نتیجہ فرائض کی پُر شوق انجام دہی ہوگا۔ دنیا میں وحدت کا دور دورہ ہو جائیگا ہر شخص احساس کرے گا کہ تمام انسان ایک ہیں اور ہر ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرے گا۔ رواداری۔ برادری۔ ہمدردی۔ تحمل اور بُردباری ہر شخص کی نہاد میں ہوگی۔ اور دنیا سے جنگ ہمیشہ کے لئے اُٹھ جائیگی یہ ہے وہ انقلاب جو دنیا میں حضرت بہآءاللہ کی ایک تعلیم کے ذریعہ پیدا ہوگا اسی طرح حضرت بہآءاللہ کی کل تعلیمات جو آپ کے نئے انتظام عالم میں مفصل دی گئی ہیں دنیا میں پھیل کر دنیا کو ملکوت آسمانی میں تبدیل کر دینگی۔ قارئین کرام اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ امر بہائی اور دیگر تحریکات دینی میں جو اس وقت ہر مذہب میں اُٹھ رہی ہیں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ جتنی دوسری

تحریکات ہیں ان میں فقط اصول دئے گئے ہیں مگر ان اصولوں کو چلانے کے لئے کوئی وسائل نہیں بتائے گئے مگر امر بہائی میں جہاں اصول دئے گئے ہیں جو دنیا کے موجودہ امراض کا شافی علاج ہیں وہاں ان اصولوں کو جاری کرنے کے لئے وسائل بھی کافی دئے گئے ہیں سب سے بڑا وسیلہ یہ ہے کہ امر بہائی کی پشت پر خدائے قادر مطلق کی قوت اور طاقت ہے جو اس کے اصولوں کو بلا دنیوی ذرائع کے نافذ کر رہی ہے۔

نیل کنٹھ لٹو
سری نگر (کشمیر)

عروسی

پسر بہرام الٰہی جناب حبیب اللہ اور دختر مہربان خسرو پیرین خانم کی شادی کی تاریخ ۱۰ جنوری ۱۹۴۳ء بروز اتوار پونہ میں مقرر کی گئی تھی یہ ایک ایسا شاندار جلسہ تھا جس میں ہر قوم کے معتبر اشخاص موجود تھے

پونہ کی محفل روحانی نے جلسہ کی صدارت کے لئے جناب فاضل ڈاکٹر نعمانی صاحب کو انتخاب کیا تھا جلسہ کی ابتدا مناجات سے کی گئی لوح ازدواج اور نکاح خوانی کے بعد جناب ڈاکٹر نعمانی نے بہائی نکاح کی نسبت تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ بہائی مذہب میں شادی کے قانون اتنے آسان کر دئے گئے ہیں کہ ہر کس و ناکس فائدہ اٹھا سکتا ہے فی الواقع یہ قانون باعث رحمت ہیں دوسری قوموں میں شادی کی رکاوٹوں کا بیان کرتے ہوتے کہا کہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں خاندان قرض کے دریا میں ڈوبے جا رہے ہیں اور لاکھوں انسان تباہی اور بربادی میں مبتلا نظر آتے ہیں

بہائی شادی میں دولہا اور دلھن اور جانبین کے والدین ان چھ اشخاص کی رضامندی درکار ہے اور وہ متفق الرائے ہو کر محفل مقدس روحانی کو التماس کرتے ہیں کہ نکاح خوانی ہونی چاہئے۔ اس کے سیدھے سادے قانون جو محبت و اتفاق کے پھولوں سے معطر ہیں۔ اور آپ حضرات نے ابھی مشاہدہ فرمایا ہے کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ ان اصولوں سے بہتر خوشتر اور آسان تر اصول کسی بھی ملک یا قوم میں پائے جاتے ہیں؟ اگر کسی فرد کو معلوم ہو تو وہ مجھے کرم فرما کر بتائے۔ میں ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرونگا۔ کوئی نہیں بتا سکتا چونکہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ اگر کوئی شخص دنیا کا کونہ کونہ چھان ڈالے پھر بھی ایسے قانون سوائے بہائیوں کے اور کسی جگہ نہیں پائے جائیں گے۔

بعض قوموں میں سینکڑوں لڑکیوں کا بیاہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ لڑکوں نے ہزاروں روپیوں کی رقم کا مطالبہ کیا ہے جو بیچاری لڑکیاں یا ان کے والدین دے نہیں سکتے۔ بعض قوموں میں شادی کے لوازمات اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ جو بیچارے لڑکے یا ان کے والدین متحمل نہیں ہو سکتے غرضیکہ شادی ان کے نزدیک بجائے رحمت کے زحمت بن جاتی ہے۔ ایک نقطہ کے فرق نے تو خدا سے جدا کر دیا اگر خدا کی تعلیمات کے مطابق ہے تو رحمت ورنہ زحمت ہی ہے اس کے بعد جناب موصوف نے دولہا اور دلہن اور ان کے والدین کو مبارکباد دی اور پھول و عطریات شیرینی اور شربت کے تقسیم کرنے کی اجازت دی مجمع پُر رونق تھا شادمانی اور خوشی کی ایک عجیب کیفیت پائی جاتی تھی مبارکبادی کے نعرے بلند تھے

ہر شخص اس محفل میں بشاش نظر آتا تھا

پندرہ منٹ کے وقفہ کے بعد جناب صدر نے پھر محفل شروع کردی اور جناب فاضل ڈاکٹر فرہنگ صاحب نے انگریزی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ قومیں ترقی کے مدارج پر چڑھتی ہیں اور ایک معیّن وقت کے پورے ہوتے ہی ان کی اجل آجاتی ہے خداوند کریم ٹھیک اس وقت پر اپنے مظہر کو بھیجتا ہے جو قیامت برپا کرتا ہے اور ایک ایسی روح اس قوم میں پھونکتا ہے کہ دیکھنے والے حیرت میں پڑ جاتے ہیں حضرت بہاء اللہ نے لوگوں میں سچی ہمدردی اور انسانیت پیدا کر دی ہے جو آج بہائیوں میں نظر آ رہی ہے

جناب فرخ افنان صاحب نے بزبان فارسی بہائیوں کی خلوص نیتی اور ان کے اخلاق پر بیان فرماتے ہوئے کہا کہ میں دنیا کے مقامات پر گیا ہوں حتّٰی کہ یورپ وغیرہ کی بھی میں نے سیر کی ہے مگر جہاں بہائیوں کو پایا وہاں ایسا معلوم ہو کہ میں اپنے گھر میں ہی ہوں یہ تمام باتیں بہائی امر کی ہی بدولت ہیں

جناب صدر نے انگریزی میں سمنگ اَپ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں رئیس محفل روحانی آقائے اسفندیار یگانگی اور سکریٹری جناب شاہ بہرام موبدزادہ اور دیگر اعضائے محفل روحانی کا تہ دل سے ممنون ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں ایسے مجمع میں حاضر ہوں کہ جو روح وریحان سے مملو ہے۔ تائید جمال مبارک شامل حال ہے۔ اگر بچشم حقیقت دیکھا جائے تو گو شکل وصورت سے متعدد ہیں لیکن ان میں ایک ہی روح جلوہ گر ہے۔ جناب موصوف نے حضرت بہاء اللہ کے فضل وکرم کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مظہر الٰہی نے بارہ اصول دیکر ہم انسانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور جس پر عمل کرنے سے یقیناً نجات مل سکتی ہے آگے چل کر انہوں نے بتایا کہ انسان جسمانی لحاظ سے جانور سے مشابہت رکھتا ہے مگر عقل وشعور میں وہ سب مخلوق سے ممتاز ہے جسم مانند بلّور کے ہے اور روح مانند نور۔ بلور کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو مگر وہ نور کا محتاج ہے جسم میں نقص کتنا ہی کیوں نہ ہو مگر روح برقرار رہتی ہے مثلاً ایک شخص کا ہاتھ کٹ جائے یا ایک شخص کی آنکھ پھوٹ جائے پھر بھی روح برقرار رہتی ہے مگر روح کے نکل جانے سے جسم کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو بیکار ہو جاتا ہے اگر انسان تعلیمات الٰہی یا روح القدس سے متصل ہو جاتا ہے تو حیات ابدی پاتا ہے۔

پس ہم پر فرض ہے کہ تحرّی حقیقت کریں۔ سچائی کی تلاش یا ستیتا کی کھوج کرتے رہیں تاکہ ہم روح القدس سے مستفیض ہو کر خدا کے علمبردار ہو جائیں یہ زمانہ دور الکشف کا ہے بستیہ یوگ کا آرنبھ ہے یہ قرن رب الجلیل ہے جنگ وجدل بہت جلد کافور ہو جائیں گے اور عنقریب دنیا میں صلح عمومی قائم ہو جائیگی دنیا جو آج رنج وبلا کا گھر نظر آتا ہے فردوس بریں بن جائیگی۔ حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کی بدولت تعصبات کی جڑیں کٹ جائیں گی۔ دشمنی۔ عداوت بغض وکینہ۔ نفاق ونفرین وغیرہ وغیرہ کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔ لوگ آپس میں شیر وشکر کی طرح مل جل کر رہیں گے۔ ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوگا کہ یہ بہشت ہے یہ جنّت الٰہی ہے۔

والسلام۔ (رپورٹر)

بہائی کنونشن

الحمد للہ۔ چودھواں سالانہ کنونشن بمقام پونا منعقد ہو رہا ہے۔ جسمیں تمام اطرافِ ہند سے احباب اور نمایندگان تشریف لائینگے ذیل کی تاریخیں مقرر ہیں:۔

۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹ر اپریل سنہ ۱۹۴۳ء

عروج و نزول دین

پیاری بہنو! اور پیارے بھائیو!

میرے مضمون کا عنوان "عروج و نزول دین" ہے یعنی دین کا بڑھنا اور گھٹنا۔ عام طور سے دنیا میں ہر دھرم اور دین کے ماننے والے کا یہ خیال ہے کہ اس کا دھرم یا دین ناقابل زوال ہے۔ آؤ ہم اس خیال کو سائنس اور قدرت کے قوانین کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھیں کہ یہ خیال سچا ہے یا نہیں۔ دنیا میں جب ہم نگاہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس میں کچھ قانون ہیں جن کے مطابق یہ بڑا انتظام چل رہا ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ایک وقت موسم بہار کا ہوتا ہے چاروں طرف پھول ہی پھول دکھائی دیتے ہیں دنیا میں جس طرف بھی نظر پڑتی ہے ہر چیز جوانی کے جوبن میں دکھائی دیتی ہے آہستہ آہستہ بہار کا موسم گرمیوں کے موسم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھل پک جاتے ہیں رسدار ہو جاتے ہیں۔ گرمی کا دور دورہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر گرمیوں کے بعد خزاں کا موسم آتا ہے درختوں پر سے پتے جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں اور درخت بالکل ننگے ہو جاتے ہیں سب طرف بربادی کے آثار پھیلنے لگتے ہیں خزاں کے بعد سردی کا موسم آتا ہے سب چیزیں سرد ہو جاتی ہیں بربادی پر سردی کا حملہ اور بھی انہیں برباد کر دیتا ہے۔ جب بربادی انتہا کو پہونچتی ہے تو پھر موسم بہار شروع ہونے لگتا ہے۔ جس قانون کے ماتحت یہ عمل ہوتا رہتا ہے اس کا نام قانون دوران رکھا ہے دنیا کے انتظام میں اس قانون کو آپ ہر جگہ پر پائیں گے۔

دوسرا قانون جو دنیا میں ہم دیکھتے ہیں وہ قانون حرکت ہے حرکت درحقیقت زندگی ہے اور سکون موت کا نام ہے۔ حرکت ہمیشہ کسی مرکز کے گرد ہوتی ہے یعنی زندگی کا ایک مرکز ہے جس کے گرد زندگی گھومتی ہے۔ اسی طرح سے قدرت کی ہر ایک شئے جو زندہ ہے وہ حرکت کرتی ہے اور اس کی حرکت کسی مرکز کے گرد ہوتی ہے۔

(۳) قدرت کا ایک اور قانون قانون تبدیلی ہے یعنی دنیا کی کوئی چیز ایک حالت پر قائم نہیں رہتی اور ہر چیز بدلتی رہتی ہے ہر ایک چیز قانون تبدیلی کے ماتحت ہے اس کا ثبوت کچھ مشکل نہیں ہمارا ہر روز کا مشاہدہ ہے دنیا میں ہر سکنڈ حالات بدلتے رہتے ہیں اور نئے حالات نئے اعمال کا تقاضہ کرتے ہیں۔

(۴) قدرت کا ایک اور قانون قانون ارتقا ہے یعنی ہر ایک چیز ترقی کرتی جاتی ہے۔ قانون ارتقا میں گویا سب قانون آجاتے ہیں قانون دوران کا عمل قانون تبدیلی کے زیر اثر دنیا کو ترقی کے زینہ پر چڑھاتا جا رہا ہے

آؤ اب ہم ان قوانین کو دین یا دھرم پر چسپاں کر کے دیکھیں۔ دین یا دھرم بھی ایک وقت شروع ہوتا ہے یہ گویا اس کی بہار ہوتی ہے پھر اس کا دور دورہ تمام دنیا پر ہو جاتا ہے اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ جوانی ڈھل کر خزاں میں تبدیل ہو جاتی ہے اور آخر کار دین یا دھرم بالکل منجمد ہو کر رہ جاتا ہے جب یہ حالت انتہا کو پہونچتی ہے تو دین یا دھرم کی دنیا میں پھر بہار آتی ہے پس کوئی دین نیا نہیں ہوتا بلکہ قانون دوران کے ماتحت دین میں مختلف قانون تبدیلی اپنا عمل کرتا اور دین میں حرکت قائم رکھنے کے لئے یہ چکر چلتا رہتا ہے

مگر چونکہ قانون ارتقا بھی موجود ہے اس لئے ہر دور کے آخر میں جب نیا دور شروع ہوتا ہے تو گویا دنیا ترقی کے زینہ پر ایک قدم آگے رکھتی ہے

(۵) ان سب قوانین کو حرکت کا قانون حاوی ہے کیونکہ حرکت کے بغیر یہ قوانین کچھ بھی نہیں حرکت کا ایک مرکز کے گرد گھومنا لازمی ہے دنیا کی حرکت کا مرکز سورج ہے اسی طرح دین کی حرکت کا مرکز آفتاب روحانی یا مشیت الٰہی یا عقل کل یا پیغمبر یا اوتار ہے۔ پس اگرچہ ہر دور کے بعد وہی سورج ہوتا ہے مگر ارتقا کے ماتحت وہ نیا کہلاتا ہے مثلاً پیر کے دن بھی وہی سورج تھا اور منگل کے دن بھی وہی مگر وہ پیر کا سورج کہلاتا ہے اور یہ منگل کا یہ ایک برج میں ہوتا ہے اور وہ دوسرے میں سورج ایک ہی ہے برج علیحدہ علیحدہ ہیں اسی طرح آفتاب روحانی ایک ہی ہے اور اوتار یا پیغمبروں کے روپ جدا جدا ہیں

(۶) پس اے بہنو! اور بھائیو! لوگوں کا عام طور پر یہ کہنا کہ ہمارا دین یا دھرم لازوال ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کہنا قوانین قدرت کے خلاف ہے اسی طرح لوگوں کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ہمارا دین یا دہرم ہمارے لئے کافی ہے ہم کیوں ایک نئے دھرم کو قبول کریں؟

کیونکہ اول تو کوئی دین یا دہرم نیا ہی نہیں ہوتا قانون قدرت کے مطابق دین پھر سے تازہ ہوتا ہے مگر چونکہ قانون ارتقا اور قانون تبدیلی کا عمل بھی ہوتا ہے اس لئے پھر سے تازہ کئے ہوئے دین میں کچھ تبدیلیاں ہوتی ہیں جو کہ نئے حالات کے مطابق ہوتی ہیں اگر ہم ان تبدیلیوں کو نہیں مانتے اور اسی پرانے دین پر جمے رہتے ہیں تو ہم روحانی طور پر مر جاتے ہیں یعنی انسان کی ایک حقیقت جو روحانی حقیقت ہے وہ مردہ رہتی ہے۔

پس ہر ایک انسان پر یہ فرض ہے کہ وہ تحری حقیقت کرکے یعنی سوچ سمجھکر اپنی جسمانی زندگی کے دور میں نئی روحانی حیات حاصل کرکے فائدہ اٹھائے۔ (دیکھو بہرام معنوی مولفہ جناب ڈاکٹر رحیم۔ ای لتقانی نولاپور)

پیامبرؑ کی رفتار

خدا کے فضل سے کوکب ہند اور بہائی میگزین کے بعد "پیامبر" کی اشاعت منظم طور پر جاری ہے۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس مشکلات کے دور میں بھی پیامبر اپنی رفتار میں کامیاب ہے۔

پیامبر میں جو مذاکرات دیگر معاصرین سے ہوتے رہتے ہیں وہ تمام اہل نظر کے نزدیک متانت کا بہترین نمونہ ہیں حتیٰ کہ کسی اختلاف رکھنے والے شخص کو بھی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ کیونکہ پیامبر کے مضامین اس بات کا پورا اہتمام رکھا جاتا ہے کہ نفس مسائل پر علمی دلائل سے روشنی ڈالی جائے۔ شخصیات سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا۔ انسانی ادب و احترام کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔ دین کو لڑائی جھگڑے کا باعث نہیں بنایا جاتا۔ حقیقت میں یہ ایک غیبی تائید جو ادارہ پیامبر کو حاصل ہے۔ باوجودیکہ بعض مخالفت کرنے والے پیامبر کے مقابلہ میں مقام ادب سے گر جاتے ہیں۔ پھر بھی پیامبر اپنے مقام وقار کو نہیں چھوڑتا۔ پیامبر کو امید ہے کہ مخالفت میں لکھنے والے بھی آخرکار پیامبر کی اس رفتار سے متاثر ہونگے اور اگر متاثر نہ ہوں تو وہ ذمہ دار ہیں۔ پیامبر اپنی شائستہ رفتار نہیں چھوڑ سکتا۔ کیونکہ آج دین خداوندی میں نہایت تاکید کے ساتھ ایسے احکام دئے گئے ہیں اور لکھنے اور بولنے والوں کو ہر مقام پر ادب و وقار پر قائم رہنا چاہئے۔

خیالات کے لحاظ سے جو اختلافات لوگوں کو اہل بہاء سے ہے اس کے متعلق بھی اہل بہاء یقین رکھتے ہیں کہ مستقبل میں لوگوں کی نظریں ضرور وسیع ہونگی۔ اور وہ امر اللہ کی روشنی کو دیکھکر اس کے جمال کے گرویدہ ہو جائینگے۔ اور اپنے اندر ایسے احساسات بیدار پائینگے جو اس سے پہلے نہ تھے۔

قیامت کی دیوار منہدم

اَلَایَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ہ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ
کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے جسدن لوگ ربّ العلمین کے سامنے کھڑے ہونگے

کتاب ایقان میں حضرت بہاء اللہ نے یوم قیامت کی آیات کو جو قرآن مجید اور دیگر کتب مقدسہ میں وارد ہوئی ہیں بے نقاب کر دیا۔ اب ان آیات کے معنی جو اصل منشائے خداوندی ہے خوب سمجھ میں آتے ہیں۔ آج سے قریبًا ایک صدی پہلے تک جو تفاسیر بزرگانِ دین نے لکھی تھیں وہ ان کی اپنی سمجھ اور علم کے مطابق ہیں۔ چونکہ اس وقت اہل حقیقت سے اُمت بے خبر ہو چکی تھی۔ اس لئے ان بزرگوں نے جو کچھ لکھا اور بیان کیا وہ قابلِ ستائش ہے۔ کیونکہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو چراغ ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ پس وہ بزرگوار اپنے علم وعقل کی روشنی سے کام لیکر دین کی خدمت کرتے رہے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ لیکن اب جبکہ آفتابِ حقیقت طلوع ہو چکا ہے پھر بھی انہیں قیاسی خیالات پر قائم رہنا درست نہیں۔

اہل بہاء نے ان دنوں یوم قیامت کی بڑی دیوار کو جو فنائے عالم کے نام سے تمام مسلمانوں میں مشہور ہے منہدم کر دیا۔ یہ دیوار اسلامی عقائد میں کچھ اس طرح جاگزیں ہو چکی ہے کہ بچے سے لے کر بوڑھے تک اور جاہل سے لیکر عالم تک سب اسے مانتے ہیں۔ حالانکہ کلام الٰہی میں کہیں اس کا پتہ اور نشان نہیں ہے۔ اہل اسلام کے موجودہ عقائد کے لئے جو متعلقہ قیامت۔ حشر ونشر۔ میزان وصراط ہیں اس دیوار (عقیدہ فنائے عالم) کا رہنا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو خیالی اور قیاسی قیامت اور اس کی کہانی باقی ہی نہیں رہتی۔ یہ دیوار اس موجودہ دنیا کو دوسری دنیا سے جہیں حساب وکتاب ہونا بتایا جاتا ہے الگ کرتی ہے۔ اگر یہ دیوار گر جائے تو پھر حساب وکتاب والی کسی اور دنیا کا وجود باقی نہیں رہتا جب وہ خیالی دنیا باقی نہ رہی تو پھر یوم قیامت میں جو کچھ ہونا ہے جس کا ذکر کتاب الٰہی میں موجود ہے وہ کہاں ہوگا؟ ظاہر ہے کہ وہ اسی جہان میں اور اسی زمین پر اور موجودہ قانونِ فطرت کے مطابق ہی ہوگا۔ اس لئے مسئلہ فنائے عالم بروزِ قیامت اہلِ اسلام اور اہل بہاء کے اختلافات کا سو فیصدی فیصلہ کرنیوالا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر فنائے عالم ثابت ہو جائے تو جو کچھ قیامت کے متعلق پرانی تفاسیر اور کتب میں لکھا ہے صحیح ہوگا۔ اگر ثابت نہ ہو تو اہل اسلام کو ناچار اسی راستہ کی طرف آنا پڑیگا کہ جس کی طرف حضرت بہاء اللہ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی راستہ باقی ہی نہیں رہتا۔ اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ ہ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ہ (کیا تم اس بات تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم بڑے غافل ہو۔)

علمائے ہند میں کوئی بھی اس مسئلہ پر بحث کے لئے تیار نہیں ہوا۔ صرف اخبار اہلحدیث امرتسر چند قدم چلا اور رہ گیا۔

حالانکہ پیامبر نے کئی ایک مقالات لکھے مگر کسی طرف سے توجہ نہیں ہوئی۔ علماء کے روزمرہ بحث ومباحثہ کا دارومدار انھیں چند مختلف فیہ مسائل تک محدود ہے جو صدیوں سے زیر بحث چلے آتے ہیں۔ حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یوم قیامت ہی کیلئے تیار کیا تھا اور حضور کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ اس یوم عظیم (قیامت) میں میری امت سب سے زیادہ کامیاب اور بامراد ہو۔ لیکن اہل اسلام اسے بالکل فراموش کئے ہوئے ہیں۔ ان کی مثال ان بچوں کی سی ہے جو اپنے باپ کے بعد گھر کے معمولی سامان کی تقسیم کے لیے دست وگریباں ہو رہے ہوں اور باپ نے جو ایک بہت بڑے مخفی خزانے کی خبر دے کر بار بار وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے غافل نہ ہو جانا کیونکہ وہی اصلی چیز اور ہمیشہ باقی رہنے والا خزانہ ہے، بھولے ہوئے ہیں اور حصول ساز وسامان کی محبت میں پڑ کر اپنی ہستی کو بھی فراموش کر چکے ہیں۔ فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا انا نسینکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون ○
(پس اس دن کو بھولنے کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔ ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا اور اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے دائمی عذاب کا مزہ چکھو)

(۱) کیا حضرات علمائے اسلام اس خیال میں ہیں کہ یوم قیامت میں دنیا کی فنا کا مسئلہ قرآن مجید میں صاف اور صریح موجود ہے اور ثابت کیا جاسکتا ہے اگر ایسا ہے تو ان آیات کو مع تشریح وتوضیح کے پیش کیوں نہیں فرماتے؟ توجہ نہ کرنا یا ادھوری بات کرکے رہ جانا۔ یا بالکل ہی خاموشی اختیار کرلینا تو کچھ معقول نہیں۔ اس سے تو یہی یقین ہوتا ہے کہ علمائے کرام کا پہلو اس مسئلہ میں بالکل کمزور ہے۔

(۲) یا اس خیال میں ہیں کہ موعود قرآن ظاہری ساز وسامان اور فوج ولشکر لیکر آئیگا۔ اس لئے جب ایسا کوئی مدعی کھڑا ہوگا تو دیکھا جائیگا لیکن کیا وہ نہیں جانتے کہ اسی خیال میں تو اہل کتاب بھی آجتک مستغرق ہیں۔ ان کی تمنا اور خواہش اور قیاسی خیالات کے مطابق ان کے موعود ظاہر نہیں ہوتے اس لئے یہ سب قومیں محروم اور ناکام رہ گئیں اور ابتک خدا تعالیٰ کے عذاب وغضب میں مبتلا ہیں۔ دنیا کی شان وشوکت تو کتاب الٰہی میں نہ پہلے کوئی چیز تھی اور نہ اب ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل والآخرۃ خیر لمن اتقی۔

(۳) کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کے بعد شریعت کا آنا بند ہوگیا۔ یہ خیال تو عقلمند دنیا کے نزدیک معقول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شریعت اگر پہلے آتی رہی ہے تو آئندہ کیوں نہ آئیگی۔ کلام الٰہی کی تو کہیں حد نہیں ہونی چاہئے۔ تاہم اگر اسی خیال پر دارومدار ہے تو بتائیں کہ خود قرآن مجید نے ایسا کہاں فرمایا ہے۔ صرف تقلیداً ایک بات کہتے جانا کہ جس کا کلام الٰہی میں نہ کہیں ثبوت ہے نہ ذکر اہل علم کی شان کے شایاں نہیں ہے۔

(۴) کیا وہ اس گمان میں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے اسلئے آئندہ کوئی خدا کی طرف سے نہیں آسکتا۔ بیشک آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا۔ نہ اب نبوت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ساری نبوتیں اسی یوم عظیم (قیامت) ہی کیلئے تھیں چنانچہ فرمایا بعثت انا والساعۃ کھاتین میں اور قیامت ایسے متصل ہیں جیسے یہ دو انگلیاں (تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار ص)

(الف) الساعۃ سے کیا مراد ہے اور دو انگلیوں کا مطلب کیا ہے۔ یہ بھی فرمائیں کہ (ب) اللہ یحکم بینکم یوم القیمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون[1] کا ظہور یوم قیامت میں کسطرح ہوگا۔ کیا اللہ تعالیٰ (ذات غیب الغیب) خود بنفس نفیس تخت پر اجلاس فرماکر فیصلہ فرمادینگے؟ (ج) کیا قرآن مجید میں ایسا ذکر بھی کہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اختلافات کا کبھی پہلے فیصلہ فرمایا ہو۔ اگر ہے تو وہ کس طرح تھا؟ — کیا علمائے کرام پر واجب نہیں کہ وہ مسئلہ قیامت کی اہمیت کا خیال فرماتے ہوئے علم وانصاف کے ساتھ تدبر وتفکر کرنے کیلئے کھڑے ہوں؟ والسلام

(محمد حسین صابری از بریلی)

[1] اللہ حکم وفیصلہ فرمائیگا درمیان تمھارے قیامت کے دن اس چیز میں کہ جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (پ ۱۷ ج)

بہائی زِندگی

(دہلی۔ حفلِ نوروز میں ایک بہائی بچّے کی تقریر)

بزرگو! اور بھائیو!

بہائی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج پہلی مرتبہ اظہار خیالات کی جرأت کر رہا ہوں یوں تو اس دنیا میں ہزاروں آئے اور چلے گئے لیکن انسان کو یہاں اپنی زندگی کے کچھ ثمرات دکھانے چاہئیں بے ثمر آدمی بقول حضرت عیسیٰ ایک بے ثمر درخت کے مانند ہے جو صرف جلانے ہی کے کام آسکتا ہے بہائی کے اصل معنیٰ ہیں وہ شخص جو دنیا سے محبت کرے انسانوں سے محبت کرے مخلوق کی خدمت کرے امن عامہ اور یگانگت عمومی کے لئے کوشاں رہے

ایک موقعہ پر حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو بہائی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہو وہ پہلے ہی سے بہائی ہے اور برعکس اس کے اگر کوئی پچاس سال سے اپنے کو بہائی کہے اور تعلیمات پر عمل نہ کرے وہ ہرگز اپنے کو بہائی کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو ظہورات خداوندی کو نہیں پہچانتا اسکی مثال اس پودے کی ہے جو سایہ میں اُگا اور نہیں جانتا کہ سورج کیا چیز ہے اور اس کی گرمی اور روشنی سے محروم رہتا ہے۔ خدائی ظہورات بھی اس دنیا میں انسانوں کے واسطے اس سورج کی طرح ہوتے ہیں جس سے دنیا کا ہر ذرّہ فیض پاتا ہے اور بالکل اس طرح آج کے زمانے میں اس دنیا کے روحانی سورج حضرت بہاؤاللہ ہیں وہ شخص جو حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات سے بے بہرہ اور غافل ہے اس کی مثال بھی بالکل اس پودہ کی سی ہے جو خدائی عرفان سے بالکل محروم ہے چونکہ اصل معنوں میں بہائی زندگی بسر کرنے کے لئے ہر بہائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ براہ راست حضرت بہاءاللہ کی طرف متوجہ ہو جو آج اس عالم میں روحانی سورج کی حیثیت سے درخشاں ہیں اور ان کی تعلیمات کے ذریعہ عالم انسانی کی نشو ونما ہو سکتی ہے۔

ہر ایک بہائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت بہاءاللہ میں جمال خداوندی کو پہچانے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو امر بہائی اس کے لئے صرف بے معنی لفظ ہے۔ بہائی کو نہایت آزادی۔ بہادری سے سچائی کی تلاش کرنی چاہئے اس کی تلاش صرف مادی ذرائع تک ہی محدود نہ ہونی چاہئے بلکہ روحانیت سے بھی برابر کام لینا چاہئے۔ اس کو تمام ذرائع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور تلاش حق کرنی چاہئے اور جب تک خاطر خواہ یقین نہ ہو جائے جب تک کسی بات کو نہ ماننا چاہئے اگر ایک سچا طالب جس کا دل دنیا کے تمام تعصبات سے پاک ہے کبھی بھی جمال الہٰی کو ماننے میں غلطی نہیں کھا سکتا ہے خواہ کسی شرق سے جلوہ گر ہو۔ مظہر الہٰی کو پہچاننے کا مطلب ہے اس سے محبت کرنا اور دنیا کی ہر چیز سے محبت کرنا کیونکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی بنائی ہوئی ہے ایک اصلی بہائی محبت کا مجسمہ ہونا چاہئے وہ ہر شخص سے صاف دل سے محبت کرے کسی سے نفرت نہ کرے۔ ہر ایک بہائی ہر قسم کے تعصبات سے بالکل پاک ہونا چاہئے بہائی جو ایسا نہیں ہے وہ حضرت بہاؤاللہ کے فرمان کے مطابق ملکوت الہٰی میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہے

ہر ایک بہائی کے لئے فرض ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی صنعت وحرفت یا تجارت سیکھے اور اختیار کرے کیونکہ خدا نے آج اس کو عبادت قرار

دیا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے انسان دنیا کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے اور اس سے بہت سے ایسے کام ہو سکتے ہیں جو اس کے اپنے اور اپنی نوع انسان کے واسطے مفید ہو۔ آج ہر ایک بہائی پر تعلیم فرض ہے کیونکہ خدا کی مرضی یہی ہے کہ دنیا میں کوئی بے علم نہ رہے تعلیم میں لڑکا لڑکی دونوں میں کچھ فرق نہیں دونوں کو برابر تعلیم دینی چاہئے اگر کسی شخص کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ لڑکی کو پہلے تعلیم دے کیونکہ وہ آگے چل کر ماں بنے گی اور آیندہ نسلوں کا دارومدار انہی کی تعلیم پر ہے کیونکہ بچے کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اور اولاد کی تعلیم دینے کا فرض ماں باپ پر ہے۔

ہر ایک بہائی پر تبلیغ فرض ہے ہر ایک بہائی نہایت بہتر مقرر اور مباحث ہی بنکر مبلغ نہیں بن سکتا بلکہ اسکی روزمرہ زندگی اس کے ہمسایوں اور ساتھ رہنے والوں کے لئے بہترین تبلیغ ہے۔ بہائی کے لئے دوسروں لوگوں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہونی چاہئے کہ دیکھنے والا اس کے اعمال سے سمجھ جائے کہ یہ بہائی ہے اعمال کا اثر زبان سے زیادہ ہوتا ہے اور وہ تبلیغ جو صرف الفاظ تک محدود ہو کبھی ہرگز دوسروں کو نہیں پہنچ سکتی، اخلاق و آداب کے متعلق حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں

"اے اہل عالم تمہیں ادب کی نصیحت کرتا ہوں فی الحقیقت ادب تمام خوبیوں کا ذرا ہے مبارک ہے وہ شخص جو اسکی چادر سے ملبوس اور ادب کے نور سے منور ہے۔ ادب و تعلیم سے آراستہ شخص ایک بڑے مقام کا مالک ہے امید ہے کہ یہ سب لوگ اس سے فائز ہوں گے، اس پر قائم رہیں گے اور اس کا لحاظ رکھیں گے ہم اعظم کے قلم سے یہ اٹل حکم جاری ہوا ہے"۔ ہر ایک بہائی کا فرض ہے کہ وہ ہر شخص سے نرمی اور محبت سے پیش آئے کبھی کسی کی دل شکنی نہ کرے کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے خطا سے ہر بہائی کو درگذر کرنا چاہئے کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوئی ہو۔ حضرت بہاءاللہ فرماتے ہیں

"اے پسر انسان جب تک تو خود خطاکار ہے کسی انسان کے گناہوں پر دم نہ مار اگر تو اس حکم کے خلاف کرتا ہے تو میرا نہیں اس کا میں خود گواہ ہوں"۔ غیبت ایک بدترین گناہ ہے اس سے بچنا فرض ہے دوسروں کی عیب جوئی کیجائے اپنے اعمال پر غور کرنے سے انسان بہت سے عیب چھوڑ سکتا ہے

حضرت بہاءاللہ کی دی ہوئی تعلیم وہ تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے انسان انسانیت کے اعلیٰ مقام تک پہونچ سکتا ہے۔

ناصر عباس نورانی ۔ نوگانوی

جشن عید رضوان

۲۱ اپریل کو عید اعظم کا پہلا دن ہے۔ ۲۹ کو دوسرا دن ۔ اور ۲ مئی کو تیسرا دن ہے۔ ان دنوں تمام دنیا میں عید منائی جائیگی۔ ہندوستان میں بھی جہاں جہاں احباب ہیں جشن عید کا انتظام ہوگا مخصوصاً بمبئی ۔ کراچی ۔ پونا ۔ شولاپور ۔ کلکتہ ۔ دہلی ۔ لاہور ۔ امرتسر حیدرآباد دکن ۔ بنگلور ۔ کڈوائی ۔ حیدرآباد سندھ ۔ کوٹہ راجپوتانہ احمد آباد ۔ سورت ۔ کانپور ۔ علیگڈھ ۔ بریلی ۔ سری نگر ۔ کرکی افغانان پنجاب ۔ بھاولپور وغیرہ کے بہائی گروپ اور محافل اس جشن اعظم میں خدا کے فضل پر خوشیاں منائیں گے اور نغمات روحانی پھیلائینگے انشاءاللہ دہلی میں ۲۱ اپریل کو اردگرد کے احباب بھی تشریف لائینگے۔ جلسہ عمومی کا بھی انتظام ہوگا۔ امید ہے کہ قرب و جوار کے دوست و احباب خاص طور پر کوشش کرکے تشریف لائیں۔

ساری دُنیا کے لئے اَب عقل ہے درکار ایک!

غزل

(محفل نوروز میں پڑھی گئی)

۱ راستے لاکھوں ہیں۔ لیکن۔ منزلِ دلدار ایک — دیدہ و دل ہیں ہزاروں۔ مرکزِ دیدار ایک[1]

۲ گرچہ زنگارنگ ہیں فانوس اور شمع و چراغ — نور سب کا ایک ہی ہے۔ مطلع الانوار ایک

۳ اسم و رسم و رنگ و صورت مختلف گر ہیں تو کیا — ہے مُراد دیر و کعبہ۔ سبحہ و زُنّار ایک

۴ چرخ پر تارے بہت ہیں۔ اُن کی محفل ایک ہے — گُل ہیں گوناگوں چمن میں۔ لیک ہے گلزار ایک

۵ غور کرکے ہم نے دیکھا۔ عالمِ کثرت تمام — مختلف سودے ہیں لیکن گرمیِ بازار ایک

۶ چشمِ کثرت کے لئے ضدّین ہیں نور اور نار — چشمِ وحدت کے لئے ہے اصلِ نور و نار ایک

۷ چشمِ ظاہر کے لئے دو چیز ہیں گُل اور خار — ہے مگر چشمِ حقیقت بیں میں گُل اور خار ایک

۸ ہے دوئی باطل۔ دوئی کی بھی حقیقت ایک ہے — ایک کی تکرار دو[2] ہے۔ دو ہے بالتکرار ایک

۹ ایک دریا میں ہزاروں موجیں اُٹھتی دیکھئے! — محوِ دریا ہو کے پھر موجیں ہیں آخر کار ایک

۱۰ ایک سے ہے ایک بڑھ کر جنگ جو۔ جنگ آزما — ہو رہا ہے اِک بشر کے واسطے خونخوار ایک

۱۱ اختلافِ دہر کی اب ہو رہی ہے انتہا — دہر ہو گا امرِ حق سے منتہائے کار ایک

۱۲ ایک تھے ہم۔ دو ہوئے۔ پھر ایک ہونا ہے ضرور — ساری دنیا کے لئے اب عقل ہے درکار ایک

۱۳ عقل ایسی چاہیے بالا ہو جو اضداد سے — تاکہ ہونے کے لئے ہو کُل جہاں تیار ایک

۱۴ تھی جو کچھ حکمت دوئی کی آشکارا ہوگئی — جلوۂ کثرت پکارا "ہے جمالِ یار ایک"

۱۵ جیسے اِک نقطہ سے صورت یاب ہیں سارے حروف — کُل حقائق کا یوں ہی ہے مرجعِ اسرار ایک

۱۶ موجبِ حرفِ دوئی ہے قدرتِ پروردگار — دائرے ہیں مختلف۔ ہے گردشِ پرکار ایک

۱۷ نقطۂ آخر سے آخر نقطۂ اوّل ملا — ہوگئے اس دورِ اعظم میں تمام ادوار ایک

۱۸ سارا عالم ایک وطن ہے۔ ساری قومیں ایک قوم — سب کے سب حاضر ہوں۔ ہو کر برسرِ دربار ایک

۱۹ ہر غزل تیری ہے احمدؔ نغمۂ صورِ جلال
حشر کرتے ہیں بپا ہر دم ترے اشعار ایک

التوحید والشرک

دوسری قسط

اور کس قدر صریح طور پر بیان ہوا ہے یہ مضمون حدیث میں کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیہ (ترجمہ) جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانہ کے مظہر ظہور الٰہی (امام) کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

میں بہ نظر اختصار اسوقت اس حدیث شریف کی مزید تشریح نظرانداز کرتا ہوں۔ پھر کسی وقت فرصت ہوئی تو انشاء اللہ ناظرین کی ضیافتِ روحانی کے لئے اس حدیث کے معانی مع اسناد پیش کرونگا۔ اس وقت صرف اتنا ہی سمجھ لینا چاہئے کہ اصطلاح دینی میں امام اُسی نفسِ مقدسہ کو کہتے ہیں جو کہ بجانب اللہ مامور بہ ہدایت ہو اور اس کے ساتھ علم لدنی اور قوتِ غلبہ موجود ہو۔

پس توحید و معرفت دراصل معرفتِ مظہر الٰہی کا نام ہے اور اس مقدس ہستی کے بغیر بندے اگر خدا خدا پکارتے رہیں تو وہ خدا تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے اور کوئی عالم اور کوئی صوفی اور کوئی مجتہد اور کوئی راہب اور کوئی فاضل بغیر معرفتِ مظہر ظہور اگر لوگوں کو توحید کی تعلیم بھی دے تو وہ اس کے دماغ کے اوہام ہونگے اور خدا سے اُن کو کوئی علاقہ نہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:-

"کلما میزتموہ باوھامکم فی ادق معانیکم فھو مخلوق مثلکم و مردود الیکم۔" (ترجمہ)

اگر تم خدا کو اپنے اوہام اور خیالات کے ذریعہ انتہائی باریکیاں پیدا کرکے بھی پہچانو تو وہ باریکیاں تمہاری ہی مثل مخلوق اور تمہاری ہی طرف لوٹتی ہیں۔"

یعنی تم اپنے دماغی خیالات کے ذریعے خدا کو نہیں پہچان سکتے۔ کیونکہ قادرِ مطلق اور قدیم و ازلی ذات حادث اور مخلوق چیزوں سے پہچانی نہیں جا سکتی۔ اس کے لیے تو خدائی علم اور حاملِ علمِ لدنی ہی کی ضرورت ہے اور وہ ذاتِ مظہرِ ظہور کے سوائے اور ممکن نہیں۔ پس خدا کو پہچاننا ہو تو معمولی انسانوں کے خیالات کی پیروی نہ کرو بلکہ مظہرِ ظہور کے ذریعے پہچانو اور قرآن مجید تو صاف طور پر کہتا ہے کہ یہ لوگ جو اپنے دماغی خیالات کے ذریعے خدا کی معرفت کے مدعی ہوتے ہیں وہ خود بھی اور ان کے ماننے والے بھی سب مشرک ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہے:-

"ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ۔ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السمٰوات ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون (پ ۱۱ یونس ع ۲)

(ترجمہ) اور یہ لوگ (یعنی مشرکین عرب) اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کی تعظیم کرتے ہیں جو انھیں نہ نفع پہنچائے نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔ کیا یہ اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہیں جس کو وہ زمین و آسمان میں جانتا نہیں؟ اللہ ان کے اس شرک سے پاک اور بزرگ و برتر ہے۔"

اس آیۂ مبارکہ میں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ مشرکین عرب جن بتوں کی پوجا کرتے تھے ان کو خدا نہیں مانتے تھے۔ بلکہ خدا کی درگاہ میں سفارشی اور شفاعت کرنے والا مانتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ خدا کے خاص بندوں کی

شبیہیں یا تصویریں ہیں اور انھوں نے ہم کو خدا سے ملایا ہے اور معرفت الٰہی کرائی ہے۔ یہی خدا کی درگاہ میں ہماری مدد کریں گے۔ باقی خدا تو ایک اور قدرت والا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے خیالات بالکل بے بنیاد تھے جن کا کہیں وجود ہی نہ تھا پس خدا نے اسی بنا پر کہدیا کہ یہ تو ایسی باتیں ہیں جن کا زمین و آسمان میں کہیں بھی وجود نہیں۔ یعنی معمولی آدمیوں کی وہمی باتیں ہیں اور ان لوگوں کی باتیں مان لینا شرک ہے۔ ظاہر ہے کہ مشرکین عرب باوجود اس کے کہ خدا کو ایک ہی مانتے تھے صرف اپنے گذشتہ علمار کے خیالات کی تقلید اور محمد صلعم کو تسلیم نہ کرنے کی بنا پر مشرک قرار دیئے گئے ورنہ جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں ایک کے سوائے دو خدا کا ماننے والا نہ کبھی کوئی تھا نہ اب ہے۔

اور اسی طرح یہود و نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے کہ

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم وما امروا الا ليعبدوا الٰها واحدا لا اله الا هو سبحنه عما يشركون ـ التوبه

(ترجمہ) اور یہ لوگ (یہود و نصاریٰ) اللہ اور عیسیٰ ابن مریم کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو رب بناتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ایک ہی خدا کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے سوائے کوئی خدا نہیں۔ یہ جو شرک کرتے ہیں خدا اس سے پاک و پاکیزہ ہے۔

قرآن مجید نے کس قدر صریح طور پر بیان فرمایا ہے کہ شرک حقیقی یہ ہے کہ لوگ خدا کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی تعلیمات کو تو چھوڑیں اور اپنے علمار اور احبار اور رہبان۔ صوفیوں۔ مجتہدوں۔ مفتیوں۔ پیروں اور درویشوں کے دماغی تخیلات اور اوہامی تفاسیر کی تقلید کرنے لگیں اور واقعی بات تو یہ ہے کہ اگر مخلوق میں سے ایک یا زیادہ آدمی خدا کو بجائے ایک اور وحدہٗ لاشریک کے دو یا زیادہ ماننے لگیں تو اگرچہ یہ عقیدہ غلط اور بالکل خلاف واقعہ ہے اور اپنی جگہ پر کذب محض ہے لیکن اس سے خدا کو تو کوئی نقصان پہنچتا ہی نہیں مخلوق کی دنیاوی زندگی میں بھی کوئی برا نتیجہ فوری نہیں معلوم ہوتا۔ برخلاف اس کے نام نہاد علمار کے تخیلات اور اوہام کی پیروی سے اور ان کے خود ساختہ خیالات کی تقلید سے دین کا اصل منشا ہی گم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے علماء کے خیالات میں اختلاف ہوتا ہے اور اسی اختلاف کی بنا پر گروہ بندیاں اور فرقہ آرائیاں ہوتی ہیں اور امن عامہ خطرے میں پڑ جاتا ہے اور جا بجا فسادات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

زمانۂ حال کی رفتار سے یہ بات آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے اور مزید بیان کی احتیاج نہیں۔ ہر روز مذہب کے نام پر ہزاروں قتل و غارت لوٹ مار۔ زدوکوب اور فسادات کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں اور یہ سب مذہبی علمار کی خود ساختہ ہدایات و نصائح سے پیدا ہوتی ہیں۔ میں ان تفصیلات میں نہ پڑنا چاہتا ہوں نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں

پس جب علمائے وقت اپنے دماغی تخیلات و اوہام دین کے اصول و تعلیمات میں داخل کرنا شروع کرتے ہیں تو پہلے تو ان میں آپس اختلاف شروع ہوتا ہے اور ان کے مقلدین الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں اور یہیں سے تعصب اور نفاق کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور دین کا مقصد اصلی یعنی دنیا کا امن تباہ و برباد ہونا شروع ہوتا ہے اور انسانوں میں بجائے محبت کے دشمنی۔ بجائے صلح کے نفاق اور بجائے امن کے فتنہ و فساد پیدا ہونا شروع ہوتا ہے۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ میرے دماغ کی تخلیق ہے اور صرف ایک معمولی قسم کا اندازہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ واقعتاً ایسا ہو یا نہ ہو۔ میں یہ سب کچھ اپنی طرف سے نہیں عرض کرتا بلکہ زبان قدرت قرآن مجید بھی بعینہٖ اسی مسئلہ اور اسی نظریہ کو بیان کر رہی ہے اور خدائے بزرگ و برتر نے خود اپنی کتاب میں فیصلہ کر کے بتا دیا ہے کہ دین میں فرقہ بندی اور ٹکڑے ہو جانا ہی علامت شرک ہے۔ چنانچہ جناب باری عزاسمہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ

ولا تكونوا من المشركين الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا

کل حزب بما لدیھم فرحون (پ ۲۱ الروم ع ۴)

(ترجمہ) اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو یعنی اُن لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اپنے دین میں فرقے بناتے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ جو وہ خود رکھتا ہے اسی میں مست اور مگن ہے۔"

اس آیۂ مبارکہ میں تصریح اور تفصیل کے ساتھ بتایا کہ دین میں ٹکڑے کرنے والے علمائے دین و مفتیان شرعِ متین اور ایسے فضلائے دہر و علمائے عصر جو اپنے دماغی تخیلات اور اوہام باطلہ دین میں داخل کرکے مخلوق کو ہدایت کے حیلے سے گمراہ کرتے ہیں وہ درحقیقت خود بھی مشرک ہیں اور مخلوق کو بھی شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ پس قدرت نے یہ آیۂ مبارکہ نازل فرماکر اپنے بندوں پر بڑا رحم اور کرم اور بڑی شفقت و رحمت فرمائی۔ گویا کہ ڈوبتوں کو ترادیا اور کھلے لفظوں میں بتادیا کہ خدا کے دین میں جب تک فرقہ بندی نہ ہو اس وقت تک جوہر صدق اور روح ہدایت اس میں باقی رہتی ہے اور ایسے دین سے توحید و معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن جب کسی دین میں فرقہ بندی ہو جائے تو سمجھ لو کہ سچائی رخصت۔ ہدایت غائب اور توحید و معرفت ناپید ہو چکی اور اب اس دین میں شرک ہی شرک ہے۔

لیکن خدائے بزرگ و برتر علیم و خبیر ہے۔ گذشتہ و آئندہ سب کو جانتا ہے اور ساتھ ہی بڑا مشفق و مہربان اور بندوں پر رؤف و رحیم ہے اس کی مہربانی اور رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ اُسے علمائے سوء کی شرارتوں اور فریب کاریوں کا خوب علم ہے جو اپنے حلوے مانڈے کے لئے دینِ الٰہی میں فرقہ بندی کرکے بندگانِ الٰہی کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اس نے اپنے مخلص اور صاحب تقویٰ بندوں کے لئے علمائے سوء کے ایسے دھوکوں اور اس شرک کا علاج بھی مہیا کر دیا اور مصرح اور مشرح طور پر بتادیا اور جتادیا کہ دیکھو شرک و کفر کی وبا کا دفعیہ اور شرک پھیلنے کی بیماری کا علاج صرف ایک ہی طریقہ سے ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ

جب دنیا میں شرک عام ہو جاتا ہے تو قدرت خود اپنا ایک صاحب کتاب مظہر ظہور دنیا میں مبعوث فرماتی ہے۔ اسی کی تعلیمات، اسی کی تربیت، اور اسی کے تصرف سے توحید کی روشنی پھیلتی ہے اور ظلمتِ شرک کا پردہ چاک ہوتا ہے اور اس کے علاوہ دفع شرک اور حصولِ توحید کے لئے تمام صورتیں بیکار ہیں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:-

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین
منفکین حتی تاتیھم البینۃ ۔ رسول من اللہ
یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (پ ۳۰ البینۃ)

ترجمہ کافرین اہل کتاب اور مشرکین (گمراہی سے) علیحدہ ہونے والے نہ تھے جبتک کہ ان کے پاس ثبوت و دلیل یعنی بیّنہ نہ آئے۔ اور وہ بیّنہ خدا کا رسول ہے جو اُس پر پاک و پاکیزہ رسالے پڑھے جن میں خدا کی مضبوط کتابیں ہیں"

یعنی بغیر صاحب کتاب رسول کے شرک و کفر کا وبال دور نہیں ہو سکتا۔ اور کتاب بھی پاک و پاکیزہ ہو۔ جو کتاب ان مشرکوں کے پاس ہے اس کے معانی اور تفاسیر میں انھوں نے اپنے اوہام کو داخل کر لیا ہے اس لئے وہ پاک و پاکیزہ نہیں رہی۔ اس لئے وہی پاک و پاکیزہ کتاب جو رسولِ حق لائے ان کو شرک و کفر سے پاک کر سکتی ہے اور اُن کو موحد اصلی بنا سکتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ظلمت شرک بغیر نور مظہر الٰہی دفع نہیں ہو سکتی اور مشرکوں کو موحد اور کافروں کو مومن بنانے کے لئے نئی کتاب الٰہی کی ضرورت ہے۔

پس محترم ناظرین کی خدمت میں بصد ادب التماس ہے

کہ ذرا غور اور انصاف سے ملاحظہ فرمائیں کہ آج مذہبی دنیا میں کیا شور برپا ہے اگرچہ ہر مذہب کا پیرو اور ہر آسمانی کتاب کا ماننے والا یہی دعویٰ کرتا ہے کہ میں موحد ہوں اور میں خدا کو ایک مانتا ہوں لیکن خدا نے جو علامت شرک بتائی ہے یعنی علماء پرستی اور دین میں فرقے پیدا کرنا اور گروہ بندی کرنا۔ یہ ہر طرف عام ہے۔ کوئی مذہب اور کوئی دین اور کوئی آسمانی کتاب

ایسی موجود نہیں جس کے ماتحت اور جس کے ماننے والوں میں متعدد فرقے اور بہت سے گروہ موجود نہ ہوں۔ اور مسلمانوں کا تو یہ عالم ہے کہ اگر کوئی قرآن مجید کا پرستار یہ کہے کہ میں صرف مسلمان ہوں تو کوئی اس کے مسلمان ہونے کا یقین نہ کریگا جب تک اس کے ساتھ سنی۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ شیعہ اثنا عشری۔ اصولی۔ اخباری۔ شیخی۔ ششِ امامی اسمٰعیلی وغیرہ وغیرہ نہ لگتا ہو۔ گویا تنہا اسلام کوئی چیز نہیں۔ اصل مذہب تو فرقہ بندی ہے اور جبتک کوئی شخص کسی نہ کسی فرقہ میں داخل نہ ہو اس کا اسلام بھی مشکوک ہے۔ اور اس کی زندگی بھی مشکل۔

ایسی صورت میں جو معیار خدا کی طرف سے سورۂ بینہ میں معین فرمایا گیا ہے اس کے ماتحت واجب ولازم ہے اور ضروری ولابدی ہے کہ خدائے رحمٰن ورحیم کی رحمت پھر جوشش میں آئے اور وہ ایک صاحبِ کتاب مظہرِ ظہورِ الٰہی مبعوث فرمائے تاکہ اس نفسِ مقدس کے فیوضات اور اس نئی کتاب کی تعلیمات کی برکات سے دنیا پر انوارِ توحید روشن ہوں اور ظلمتِ شرک دفع اور خدائی بینہ دنیا میں ثابت وقائم ہو۔

پس میں ناظرین کرام کو بشارت دیتا ہوں کہ

مبارک ہو!

خدا کا بینہ آپہنچا!

جو دنیا کو ظلمتِ شرک سے نکال کر نورِ توحید کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔

یعنی جمالِ اقدسِ ابہیٰ حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعلیٰ

نے

دنیا میں تشریف فرما کر اعلان کر دیا اور قدرت کا پیام لوگوں تک پہنچا دیا کہ:۔

"قل قد اتی المختار فی ظلل الانوار لیحیی الاکوان
من نفحات اسمہ الرحمٰن (کتاب مبین ص۶۱)

کہدو روشنیوں کے سایہ میں ہوکر وہ مالک ومختار آپہنچا
تاکہ تمام کائنات کو اپنے رحمٰن نام کی خوشبو کی لپٹوں سے
زندہ کر دے"

اور آج کے دن صرف اسی ظہورِ اعظم یعنی حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ آج کے زمانہ میں صرف میں ہی علم لدنی کا مالک ہوں اور خدائے بزرگ وبرتر نے عصرِ حاضر میں اور موجودہ وقت کے لئے صرف مجھے ہی اپنا علم لدنی دیکر بھیجا ہے۔ اور جس طرح اس سے قبل قرونِ سابقہ یعنی پچھلے وقتوں میں خدا کے رسول دُنیا میں ایسا علم لدنی لے کر آئے تھے جس کے سامنے سب علم والوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں آج میں بھی وہی علم لدنی باحسنِ وجوہ لیکر آیا ہوں۔ بلکہ اس سے بھی وسیع واعلیٰ وافضل۔ اور اس علم کے مقابلہ میں کسی کو بھی مجال دم زدن نہیں۔ چنانچہ زبانِ قدرت سے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"اعلموا ان الشرائع قد انتہت الی الشریعۃ
المنشعبۃ من البحر الاعظم اقبلوا الیہا امراً
من لدنا انا کنا حاکمین۔ (کتاب مبین ص۳۴)

اور تم سب اس بات کو سمجھ لو اور جان لو کہ تمام شریعتیں (اس)
بحرِ اعظم سے نکلنے والی شریعت پر ختم ہوگئیں۔ پس تم اس شریعت
کی طرف آگے بڑھو۔ ہمارا حکم یہی ہے اور ہم ہی حاکم ہیں۔"

پس آج حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ کا عام اعلان اور صلائے عام ہے کہ جس طرح گذشتہ مظاہرِ الٰہی اور رسولانِ ماسلف کا علم، خدائی علم تھا اور دنیا میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ اسی طرح جو علم آج میں لےکر آیا ہوں وہ تمام علومِ اولین وآخرین میں سب سے بالاتر ہے اور میری لائی ہوئی شرائع میں تمام گذشتہ شرائع جذب ہوگئی ہیں۔

اور اسی طرح دوسری خدائی نشانی غلبہ و نفوذ کے متعلق ارشاد ہی۔

"اے میرے سیاح! میرا امر عظیم ہے عظیم۔ جسے تمام آسمانوں اور زمینوں کے لشکر بھی نہیں روک سکتے۔ اگر تو اپنے پروردگار کے ذکر کی شیرینی اُس کی آیتوں میں سے ایک آیت میں بھی پائے تو تو فوراً مدہوش ہو کر گر پڑے۔"

(ترجمہ از لوح مبارک منقول از پیامبر جلد سوم نمبر جون ۱۹۴۲ء ص)

پس جس طرح گذشتہ رسولوں کے لئے قوتِ غلبہ اور نفوذِ ارادہ دلیل قرار دیا گیا تھا اسی طرح آج حضرت بہاء اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ خدائی دلیل یعنی قوتِ غلبہ و نفوذ اور پختہ اور مضبوط ارادہ اور جو کہنا اُسے کر دکھانا یہ طاقت مجھے ایسی کمل دی گئی ہے کہ کل کائنات مل کر مقابلہ کرے تو بھی میرے امر کو نہیں روک سکتی۔

پس بشارت ہو کہ

آج وہی بینۂ الٰہی پوری پوری دلیلوں اور براہین و ثبوت کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہوا ہے اور باعلانِ عام دنیا کو نئی زندگی کی خوشخبری دے رہا ہے۔ اس کے پاس وہ علم لدنی ہے جو تمام انبیاء و مرسلین سلف کو عطا ہوا۔ بلکہ اس سے بھی افضل و اعلیٰ۔ اور اپنے ان علوم الٰہی سے دنیا کو زندگی بخش رہا ہے۔ اسی کے پاس آج وہ طاقت و قدرت و قوت و غلبہ و نفوذ موجود ہے جو تمام مرسلین سابقین اور انبیائے اولین کیلئے دلیل و برہان اور بینۂ الٰہی قرار دیگئی تھی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ :-

قد جاء الغلام ليحيى العالم و يتحد من على الارض كلها سوف يغلب ما اراده الله (کتاب مبین ص۱۳)

(ترجمہ) بتحقیق یہ بندہ آیا ہے تاکہ دنیا کو زندگی بخشے اور تمام روی زمین کے لوگوں کو متحد کر دے۔ اللہ نے جو ارادہ کیا ہے وہ عنقریب غالب ہو کر رہے گا۔

پس آج کی خرک بھری دنیا میں صرف حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعلیٰ ہی خدا کی دلیل اور بینۂ الٰہی ظاہر کر کے لوگوں کو اصلی توحید کی طرف بلا رہے ہیں جو واقعی اور اصلی توحید ہے اور جس سے دل روشن۔ سینے معمور اور طبیعتیں مسرور ہو جاتی ہیں اور محبت عمومی اور امن و سلامتی کی زندگی ملتی ہے۔

چنانچہ آپ توحیدِ اصلی کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

ثم ايدهم يا الهى على التوحيد الذى انت اردته وهو ان لا ينظر احد احدا الا و قد ينظر فيه التجلى الذى تجليت له به لهذا الظهور الذى اخذت عهده

(ماخوذ از مناجات حضرت بہاء اللہ منقول از پیامبر جلد سوم نمبر ۶ جون ۱۹۴۲ء ص)

اے خدائے بزرگ و برتر! تو اپنے بندوں کو ایسی توحید حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما جس کا تو نے ارادہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ کسی دوسرے کو دیکھے تو اسمیں وہی چمک اور روشنی دیکھے جس کے ذریعے تو نے اس ظہور کو تسلیم کرنے کے لئے اس کا دل روشن کیا ہے۔"

پس آپ واضح طور پر اشارہ فرماتے ہیں اس امر کی جانب کہ آج پھر دنیا میں توحید اصلی جاری ہو رہی ہے اور خدا کے بندوں کو حکم ہے کہ جب تم کسی سے ملو اور توحید کے متعلق باتیں سُنو تو خبردار ایسی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہونا جو بندوں کے دماغ کی پیداوار ہوں بلکہ ہمیشہ یہ تلاش کرو کہ مظہر ظہور کی ارشاد کی ہوئی باتیں کس کے منہ سے نکلتی ہیں۔ جو مظہر ظہور کی بات کہے اُسے سُنو ورنہ کسی دوسری بات کی طرف توجہ نہ کرو۔

دُعا ہے کہ خدا ہمیں اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس ظہور اعظم و موعود کل امم کی طرف سچے دل اور انصاف اور دیانت داری سے متوجہ ہوں جو اعلیٰ دلائل اظہر بینات۔ خدا کی بہترین حجت اور اعلیٰ ثبوت لے کر دُنیا کی ہدایت اور اشاعتِ توحید کے لئے مبعوث ہوا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر ہمیں ہمت و جرأت دے اور اس امر عظیم میں ہماری امداد فرمائے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

مرکزِ میثاق حضرت عبدالبہاء کی چند نصیحتیں

پیامبر ماہ مارچ کے فارسی حصے میں (برخی از نصائح مرکزِ عہد و میثاق) کے عنوان سے الواحِ مبارک کا اقتباس چھپ چکا ہے۔ بعض احباب نے خواہش ظاہر کی کہ اس دفعہ ان کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا جائے تاکہ اردو دان اصحاب کے لئے بھی مفید ہو۔ چونکہ پہلی صدی کے ننانوے سال گذر چکے اور صرف ایک سال باقی ہے اور اس سال میں بعض کاموں کی تکمیل کرنی ہے۔ امید ہے کہ اس مقصد کے لئے بھی یہ اقتباس کارآمد ہوگا۔ اس خیال سے کہ ہر شخص کو فائدہ پہنچ سکے خواہ وہ فارسی بالکل بھی نہ سمجھتا ہو ترجمہ کسی قدر آزاد ہے۔ لیکن حتی المقدور اصل مفہوم کے مطابق ہے۔ (حشمت عبدالبہاء)

فرماتے ہیں۔ چھوٹے بڑے کا لحاظ ضروری ہے

حفظ مراتب (یعنی چھوٹے بڑے کے رتبہ کا لحاظ کرنا) بہت ضروری ہے اور اس قانون وجودی کی رعایت بھی ضروری ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جس کا مقام اور مرتبہ معین نہ ہو۔ کم عمر والوں کو چاہیے کہ بڑی عمر والوں کی عزت اور ان کا احترام کریں۔ اور بڑی عمر والے چھوٹی عمر والوں کے ساتھ عنایت اور مہربانی سے پیش آئیں۔ جوانوں کو چاہیے کہ بوڑھوں کی خدمت اور عزت کریں اور بوڑھے جوانوں کی حفاظت اور رعایت کریں۔ یہ حقوق متبادلہ ہیں (یعنی ایک کا بدلہ دوسرا) ایسا نہ ہو کہ ہر شخص خود رائے اور مستقل الفکر ہو جائے (یعنی اپنی رائے کو سب سے اچھا سمجھے اور کسی سے مشورہ لینا اچھا نہ سمجھے)

فرماتے ہیں اطاعت اور پابندی ضروری ہے

حضرات محفلہ ایادی (یعنی محافل مقدس روحانی کے ممبر) علیہم بہاء اللہ جب کبھی جلسہ میں کوئی قرار داد ریزولیوشن تجویز کریں تو سب اطاعت اور پابندی کریں اور پوری خوشی اور رضامندی کے ساتھ اس پر عمل کریں کیونکہ یہ اطاعت فرض اور واجب ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ نہیں سمجھتا کہ کن باتوں کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اور نہیں جانتا کہ آج کس بات کی ضرورت ہے نہ ہر ایک کی ہر رائے صحیح ہے۔ اگر ایسا ہو کہ ہر شخص مختار مطلق بن جائے اور جو کچھ اس کی نظر میں پسندیدہ ہو اُسے کر بیٹھے تو کام کا شیرازہ بکھر جائے گا اور کاروبار میں بڑا خلل ہو جائیگا۔ اور ظاہری و باطنی (یعنی جسمانی و روحانی) پریشانی میں پھنس جائیگا۔

فرماتے ہیں محفلِ روحانی کی اطاعت ضروری ہے

اس لئے احباب میں سے جس کسی شخص کے خیال میں کوئی بات یا ضروری تجویز آئے وہ جلسہ میں حضرات ایادی (یعنی محفل مقدس روحانی کے ممبران) علیہم بہاء اللہ وثنائہ وعزۃ وعلائہ کے سامنے پیش کرے۔ اگر حضرات ایادی (یعنی محفل مقدس روحانی) نے اس تجویز کو پاس کر دیا تو اُس پر عمل کرے ورنہ نہیں۔

کتاب اللہ (حضرت بہاء اللہ کی الواح) کی وہ عبارت جو مذکورہ بالا مضمون کی سند ہے۔

اے حزب اللہ! علمائے راشدین جو بندوں کو ہدایت کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور جو نفسِ امارہ کے وسوسوں سے محفوظ اور مصئون ہیں

وہ اس (شخص) کے نزدیک جو سارے جہان کا مقصود (پیارا) ہے عرفان کے آسمان کے تارے مانے گئے ہیں۔ ان کا ادب (اور احترام) کرنا لازم (ضروری) ہے۔ یہ لوگ بہتے ہوئے چشمے۔ چمکتے ہوئے تارے۔ سدرۂ مبارکہ کے پھل۔ خدا کی قدرت کے آثار اور (خدا کی) حکمتِ صمدانی کے سمندر ہیں۔ مبارک ہے وہ جو ان لوگوں سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ عرش عظیم کے پروردگار خدا کی کتاب میں فائزین میں سے شمار کیا گیا ہے۔ بہاء (نازل) ہو تم پر خدا کی طرف سے جو عرش اور فرش کا مالک ہے۔ اے اہل بہاء اور اے سرخ کشتی کے بیٹھنے والو! اور ان پر جو تمہاری میٹھی آواز سنتا ہے اور اس عزیز اور بدیع لوح میں جو حکم دیا گیا اس پر عمل کرتا ہے۔

فرماتے ہیں مشورت ضروری ہے

اے جماعت! ہر بڑے اور چھوٹے معاملہ میں انسان کو چاہئے کہ مشورت کرے تاکہ جو بات موافق (اور مناسب) ہو اس کا علم حاصل ہو۔ مشورہ کرنے سے معاملات پر روشنی پڑتی ہے اور مجہول (یعنی جن کا علم کم ہو) معاملات کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے حقیقت کا نور ان کے چہروں سے چمکتا ہے جن سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ اور زندگی بخشنے والا پانی انسان کی حقیقت کے باغ میں بہتا ہے۔ عزتِ قدیمی کا نور تیز ہوتا ہے۔ اور وجود کے درخت میں تازہ پھل اس کی زینت کو بڑھاتے ہیں۔ لیکن مشورہ میں شریک ہونے والے اعضاء (ممبر) ایک دوسرے کے ساتھ نہایت درجہ محبت۔ الفت اور صداقت برتیں۔ مشورہ کرنے کا اصول (خدا کی بنیادی تعلیمات) میں سے سب سے بڑا اصول ہے اور ملت کے افراد کو چاہئے کہ معمولی (روزمرہ کی) باتوں میں بھی مشورہ کریں۔

فرماتے ہیں اتحاد اور اتفاق ضروری ہے

اتحاد کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ یہ بات خدا کے دین کی بنیادی تعلیم ہے اگر یہ بنیاد مضبوط نہ ہو تو کسی وقت عمارت بالکل ڈھے جائیگی۔ اور ہر شخص خسرانِ مبین میں گرفتار ہو جائیگا۔ اس بات کے لئے نتیجہ بخش کوشش اور سخت محنت سے کام لو۔ یہ سب باتوں سے زیادہ ضروری بات ہے۔ کیونکہ بہت بڑے بڑے کام کرنے ہیں اور ایادی (یعنی ممتاز لوگوں) میں اتحاد کا نہ ہونا اور دوستوں (یعنی ہر فرد) میں ایک دوسرے سے محبت نہ ہونا رکاوٹ اور جدائی کا سبب ہے۔ اگر حالت ایسی ہی رہی تو وقت ہاتھ سے جاتا رہیگا اور پھر کچھ پھل ہاتھ نہ لگیگا۔ اور سب کو ندامت اور پشیمانی نصیب ہوگی اور ذلت سب کو گھیر لیگی اس کا علاج بہت جلد کرو۔

فرماتے ہیں ایکدوسرے کی تعریف کرو

میری روح جمالِ قدم کے پیاروں پر سے قربان ہو۔ حضرت بہاءاللہ کا حکم یہ ہے کہ سچی محبت کرو اور اتحاد و الفت کا سبب بنو۔ تاکہ سب ایک ہی سمندر کی موجیں بن جائیں اور ایک ہی آسمان کی بلندی میں چمکتے تارے ہو جائیں۔ توحید کی سیپ کے موتی اور تفرید کی کان کے چمکدار جواہرات بن جائیں۔ ایک دوسرے کے غلام ہو جائیں اور ایکدوسرے کی تعریف۔ توصیف اور پرستش کرنے لگیں ہر (بہائی) دوست کی تعریف میں زبان کھولیں اور ایک دوسرے کا زیادہ سے زیادہ شکرانہ ادا کریں۔ عزت کے افق کی طرف نظر اٹھائیں اور آستان مقدس سے نسبت پیدا کریں۔ ایک دوسرے کی بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھیں اور ایک دوسرے کی تعریف کے علاوہ اور کچھ نہ سنیں اور ایک دوسرے کی تعریف کے علاوہ زبان پر کوئی لفظ جاری نہ کریں۔

فرماتے ہیں عیب جوئی کی روک تھام ضروری ہے

اے یاران الٰہی! اگر کوئی شخص کسی شخص کی غیبت کرے تو یہ بات بالکل صاف اور ثابت ہے کہ خاموشی اور سرد دلی کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

(غیبت) پھوٹ کا سبب اور جدائی کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرے تو سننے والے کامل روحانیت اور بشاشت کے ساتھ برائی کرنے والے کو منع کریں (اور کہیں) کہ اس غیبت سے کیا نتیجہ اور کیا فائدہ۔ آیا اس سے جمالِ مبارک کی رضامندی حاصل ہوگی یا خدا کے پیاروں کو عزتِ ابدی ملیگی۔ آیا خدا کے دین کے پھیلنے کا سبب ہوگا۔ یا خدا کا میثاق اس سے مضبوط ہوگا کسی شخص کو فائدہ ہوگا یا کسی کو فیض پہنچیگا۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا بلکہ قلوب پر ایسا غبار بیٹھ گا کہ نہ کان سنیں گے اور نہ آنکھ حقیقت کو دیکھیگی۔

ستائش کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

لیکن اگر کوئی شخص کسی کی تعریف اور بھلائی کرے اور مدح وثنا میں زبان کھولے تو سننے والے خوشی اور مسرت سے بھر جائینگے۔ اور خدا کی خوشبودار ہوائیں ان کو مسرور کردیں گی۔ دل فرحت اور سرور سے پُر ہو جائینگے۔ ارواح کو بشارت احاطہ کریگی کہ الحمد للہ کلامِ الٰہی کے سایہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو عالمِ انسانی کی خصلتوں اور فضیلتوں کا مرکز ہے۔ جو خداوند رحمٰن کے لطف وکرم کا مظہر ہے۔ جس کا چہرہ روشن ہے اور جس کی زبان ناطق ہے۔ ہر انجمن میں با اثر طریق سے شریک ہوتا ہے اور اس کی جان کو خدا کے رحمانی نفحات کی تائید حاصل ہے اب دونوں میں سے کون سی حالت زیادہ اچھی اور زیادہ دلکش ہے؟

(ع ع)

دفتر پیامبر دہلی قرول باغ

پوسٹ آفس کے نئے انتظام میں "دہلی قرول باغ" ایک مستقل ڈاکخانہ ہے دفتر پیامبر کو خطوط بھیجنے والے حضرات "نئی دہلی" یا "قرول باغ دہلی" نہ لکھا کریں۔ صرف اس طرح تحریر فرمایا کریں :۔

"دفتر پیامبر دہلی قرول باغ"

(منیجر)

مشرق الاذکار امریکہ

امریکہ میں جو مشرق الاذکار یعنی معبد بہائی تعمیر ہو رہا تھا۔ الحمد للہ اب اس کی تعمیر تکمیل کو پہونچگئی ہے اس مشرق الاذکار کا سنگ بنیاد حضرت عبدالبہا روحنا فداہ نے اپنے دست مبارک سے رکھا تھا یکم مئی ۱۹۱۲ء کی صبح کو احباب حضرت عبدالبہا کی خدمت میں حاضر ہونے لگے حضرت عبدالبہا اس وقت احباب کے سامنے حضرت بہاء اللہ کے حالات و واقعات مصائب بیان فرمارہے تھے پھر ایک تار تمام مشرق ومغرب کے احباب کو مشرق الاذکار کی بنیاد رکھنے کے متعلق دیا گیا جو خود حضرت عبدالبہا نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا ایک گھنٹے بعد حضرت عبدالبہا مشرق الاذکار کی زمین پر تشریف لے گئے احباب وہاں جمع تھے اور ایک شاندار خیمہ بلند تھا حضرت عبدالبہا نے سواری پر ہی زمین کے گرد پھر کر ملاحظہ فرمایا۔ پھر خیمہ کے نیچے کھڑے ہوکر ایک فصیح وبلیغ تقریر فرمائی پھر سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے سونے کی وہ کدال جو آج ہی کیلئے تیار کی گئی تھی مس ملز نے حضرت عبدالبہا کی خدمت میں پیش کی جس سے حضرت عبدالبہا نے سنگ بنیاد کیلئے زمین کھودی پھر احباب زمین کھودنے لگے۔ پھر تمام نمایندگانِ امریکہ نے ایک ایک کرکے کدال چلائی۔ تھوڑی تھوڑی مٹی نکالی۔ پھر مشرق کے احباب کی نیابت میں چند احباب کو ارشاد ہوا جنھوں نے احبائے مشرق کی نیابت میں زمین کھودی۔ اس کے بعد حضرت عبدالبہا نے اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا ۱۹۱۲ء سے اب تک برابر تعمیر کا کام ہوتا رہا جو اب مکمل ہوگیا ہے۔ ہر سال ہزارہا اشخاص اس عظیم الشان اور دورِ جدید کی بے مثل عمارت کو دیکھنے آتے ہیں اور وہاں سے روح امر اللہ کا اثر و احساس لے کر جاتے ہیں۔

قسمت فارسی

گلدستۂ گلستانِ عبدالبهاء

لئالی مخزونه ایست که در سفر اروپا و امریکا از قلم اطهر صادر گشته است جناب دکتور فرهنگ از کتاب بدائع الآثار استخراج و جمع آوری نموده :-

گلزارِ اول

سوالات ارباب جرائد و محترمین مبنی بر مقصد از مسافرت مبارکۂ اروپا و امریکا

موقعیکه هیکل مبارک در داخل کشتی عازم امریکا بودند شخص محترمی که صاحب مطبعه بزرگی در امریکا بود بحضور مبارک مشرف و از قصدِ مسافرت بامریکا سوال نمود. فرمودند :-

"من برحسب دعوتهای محافلِ صلح بامریکا میروم زیرا اساسِ این امر صلح عمومی و وحدتِ عالم انسانی و مساوات بین بشر است چون این عصر عصر انوار است و قرن اسرار لابد این مقصد جلیل عالمگیر شود و این امرِ اعظم محیط شرق و غرب گردد"

در کلیولند در هتل او کلدیس از استقرار هیکل اقدس چند نفر از روزنامه نویسها مشرف شده از جمله یکی از آنها سوال نمود پیام مبارک چیست؟ فرمودند :-

"پیام من وحدت عالم انسانی است و صلح عمومی. و تطبیق مسائلِ دینیه با علوم صحیحه. تساوی حقوق عموما و دفع تعصب دینی و جنسی و وطنی و سیاسی و بیان حقیقتِ ادیان الٰهی و منع تقالید و اوهامات مذهبی و تربیتِ نساء بدرجه که حقوقشان با رجال مساوی شود و تعدیل معیشت افرادِ بشر که اگر امیر بسریرِ عزت جالس است فقیر هم خانه و حصیری داشته باشد و همچنین تاسیسِ مدنیت روحانیه

و تعدیل اخلاق عالم انسانی و وحدت اساس ادیان الهیه که اگر امم عالم پی به حقیقت ادیان برند چون حقیقت یکی است متحد شوند امّا بسبب تقالید در اختلاف و جدال مانند چه که تقالید مختلف است .

در سانفرانسیسکو عدّه از مدیران جرائد بحضور مبارک مشرف از جمله مدیر جریده پست را طرف خطاب خود قرار داده فرمودند :-

"در این قرن نورانی جمیع امور تجدید شده علوم تجدّد یافته فنون جدید پیدا شده . صنایع جدیده ظاهر گشته افکار جدیده جلوه نموده اکتشافات جدیده پدید شده اختراعات جدیده بمیان آمده فی الحقیقت عالم وجود عالم جدید گشته لهذا اساس دین نیز تجدید یابد .

بمدیر جریده بولتین فرمودند :-

"خداوند انسان را بصورت و مثال خود خلق کرده ولی بالعکس از حیوانات درنده بی رحم تر و بی باک تر است زیرا حیوان درنده هر روزی برای خوراک نهایت یک شکار مینماید ولی انسان بی رحم روزی صد هزار نفر را برای شهوت و ریاست میدرد . اگر گرگی گوسفندی را بدرد آن را میکشند امّا اگر شخصی صد هزار نفر را بخاک و خون آغشته او را مارشال و جنرال گویند و تعظیم و تکریم کنند اگر انسانی انسانی را بکشد یا خانه را بسوزاند او را قاتل و مجرم خوانند امّا اگر اردوئی را برباد نماید و مملکتی را زیر و زبر کند او را فاتح نامند و پرستش کنند اگر کسی یک دولار را بدزدد او را حبس نمایند امّا اگر خانمان رعایا را غارت و شهری را تالان کند او را سردار نامند و آفرین گویند .

وقتی در لوس انجلز مخبرین جرائد بحضور مبارک مشرف شدند خطاب بآنها فرمودند :-

"در عالم وجود دو مدنیت موجود مدنیت مادّیه و مدنیت الهیه . فلاسفه موسس مدنیت مادّی بوده اند و انبیای الهی موسس مدنیت آسمانی مثلاً فلاسفه یونان تأسیس مدنیت جسمانی نموده حضرت مسیح تأسیس مدنیت روحانی فرمودند مدنیت مادّیه سبب سعادت دنیویه است و مدنیت الهیه وسیله سعادت سرمدیه اگر مدنیت الهیه که جامع است تأسیس شود مدنیت مادّیه نیز اکمال یابد کمال روحانی چون حاصل شود کمال جسمانی نیز حاصل است امّا مدنیت جسمانیه تنها کفایت نکند کمال جسمانی سبب

حصول کمالاتِ روحانی نگردد. بلکه مزید جنگ و جدال شود و علت حرب و قتال با وجود این عجب است که مدنیتِ الهیه کلی فراموش شده و جمیع در آن مستغرقند اینست که شب و روز آرام ندارند دائماً در حرب و قتالند هر روز خونریزی و خرابی است و زحمت و پریشانی و تدارکِ حربِ عمومی و تباهیِ عالمِ انسانی.

مدیر یکی از جرایدِ مشهورِ شکاغو بحضورِ مبارک مشرف شده سوال از پیام مبارک مینماید - پیامی از فمِ اطهر خطاب بعالمِ انسانی بوده میفرمایند :-

"الحمد لله قرون ظلمانی گذشت قرن نورانی آمد - الحمد لله آثارِ اوهام و تقالید زائل شد و عقول و افکارِ بشر توسیع یافت اختراعات تجدید یافت علوم و فنون تجدد یافت مشروعات تجدد حاصل نمود اکتشافات تجدد یافت جمیع اشیاء تجدد یافت قوانین عالم تجدید پیدا نمود لهذا اقتضاء چنان بود که آئین الهی نیز تجدد یابد حقیقتِ ادیان الهیه تجدید شود زیرا تعالیم الهیه فراموش شده جز تقالیدی در دست نمانده بود اساس ادیانِ الهی یکی است و آن حقیقت است و مورثِ محبت و الفت و سبب وحدت عالم انسانی اما تقالید مختلف است و علتِ اختلاف و هادم بنیانِ رحمانی پس بشارت باد بشارت که شمس حقیقت تجلی نمود - بشارت باد بشارت که نورانیت آسمانی آفاق را احاطه کرد. بشارت باد بشارت که آهنگِ ملأ اعلیٰ بلند شد بشارت باد بشارت که نفثاتِ روح القدس حیات بخش است و عالمِ انسانی در تجدد ای اهل عالم بیدار شوید بیدار ای احزاب و امم هشیار گردید هشیار بنیانِ نزاع و جدال را براندازید از تقلید و تعصب که سببِ درندگیست بگذرید تا بحقیقت پی برید - و انوار وحدتِ عالمِ انسانی مانند آفتاب ظاهر و عیان گردد علمِ صلحِ عمومی بلند شود الفت و اتحادِ کامل بین اجناس و ادیان و اوطان حاصل گردد - عالمِ انسانی آسایش جوید و صورت و مثالِ الهی یابد - اینست پیامِ من.

هیکلِ مبارک موقعیکه در ترن از سنسناتی بعزمِ واشنگتن عازم دکتری در ترن بحضورِ مبارک مشرف و مقصد از سفرِ مبارک بامریک جویا شد، فرمودند :-

مقصودِ من الفت بین احزاب است و ترکِ تعصب و ضغینه و بغضا تا ملل و امم عالم با یکدیگر برادر شوند جمیع خیرخواهِ جنسِ بشر گردند نه آنکه بجنگ و جدال پردازند و مصیباتی مثل بالکان پیش آید خونها ریخته شود خانمانها خراب و ویران گردد تا این وقوعاتست عالمِ انسانی آسایش نیابد خیمهٔ صلحِ عمومی بلند نشود وحدتِ عالمِ انسانی حصول نجوید ما همه اغنامِ الهی هستیم و جمیع نوعِ انسان

و بندگانِ یزدان و خداوند بجمیع مهربان و فیوضاتش نسبت بهمه یکسان. شصت سال
پیش حضرت بهاءالله در ایران اساسِ چنین تعالیمی نهاد ترویج صلح عمومی و وحدتِ عالمِ انسانی
فرمود پادشاه ایران و سلطان ترکی ما را بحبس انداختند بیست هزار نفر از ما کشتند که شاید این امر
محو شود و این تعالیم حضرت بهاءالله فراموش گردد ولی با وجود این تعرضات روز بروز امر حضرتِ
بهاءالله بلندتر گشت تا امور منقلب و مشروطه برقرار شد و من آزاد گشتم و از سجنِ عکا بممالکِ
افریقا و اروپا و امریکا سفر نمودم و نفوس را باین تعالیم مبارکه خواندم و امم و احزاب را بوحدتِ اساسِ
ادیان و ترک تعصب و جدال و تقالید و اوهام دعوت نمودم.»

موقعیکه هیکل مبارک با سکله لیورپول نزولِ اجلال فرمودند جمعی از وقایع نگارانِ جرائد از ورودِ مبارک مسبوق بودند
تشرف حاصل نموده سوال از مسافرت و مقصد مبارک کردند. فرمودند :-
من از امریکا می‌آیم نه ماه در آن ممالک مسافر بودم در اکثر کنائس و مجامع نطق کردم جمیع را بوحدتِ عالمِ انسانی
خواندم و به صلح عمومی صلح بین ملل صلح بین ادیان. صلح بین اجناس و صلح بین اقالیم دعوت نمودم فوائد صلح را
بیان کردم مضراتِ جنگ و جدال را شرح دادم و اعلان نمودم که اساس ادیانِ الهی یکی است و این
اختلافات از تقالید است اگر اهالی ادیان تقالید را ترک کنند کل متفق شوند خلاصه جمیع را دعوت
به محبت و اتحاد نمودم و بر ترویج صلح عمومی دلالت کردم تا بین بشر جدال و نزاع نماند جمیع یک خاندان شوند
و در نهایت محبت و الفت با یکدیگر معاشرت و سلوک نمایند و شرق و غرب دست در آغوش شوند.
این تعالیم در قلوب خیلی تاثیر نمود در هر مجمعی جمعی در صلح عمومی متفق گشتند حالا در امریکا نفوس خیلی مائل
به صلح اند و امید چنان است که نتائجِ مهمه حاصل شود مقصدِ من از سفر بلندن همین است.

در لندن عده از اربابِ جرائد و مخبرین بحضورِ مبارک مشرف شدند چون پرسیدند وجود مبارک از کجا تشریف
می‌آورند و مقصدِ مبارک از این سفر چیست. فرمودند :-
«از امریکا میآیم نه ماه در صفحاتِ امریکا بودم بهر شهرے رفتم در کنائس و مجامع هر مدینه‌ای صحبت
داشتم و در کانفرانسهای عدیده مثل کانفرانس لک مهانک مدعو بودم و در دارالفنونها حاضر همه جا
بدعوت برای محبت رفتم و اساس گفتگوی من تعالیم حضرت بهاءالله بود. که بموجب آن تعالیم کل را
دعوت نمودم بصلح عمومی بین ادیان و صلح عمومی بین اجناس و صلح عمومی بین دول و اقالیم و دلائل بر وجوب صلح

اقامہ نمودم و به براهین عقلیه ثابت و محقق داشتم که امروز اعظم و الزم امور صلح عمومی است و سبب آسایش عالم انسانی و اعظم وسیلهٔ حل مشکلات زیرا این قرن، قرن انوار است قرن ترقی عقول و افکار است قرن تربیت نفوس و ارواح است قرن ظهور اسرار کائنات است و عصر طلوع شمس حقیقت است عصر صلح و سلام است و محبت و التیام سزاوار انیست که در چنین عصری جمیع ملل متفق شوند جمیع ادیان متحد گردند اقالیم، اقلیم واحد شوند چه عالم انسانی حکم شجرهٔ واحد دارد و ادیان و ملل مثابهٔ اغصان و افنان آن پس باید در نهایت الفت باشند از حرارت شمس حقیقت تربیت یابند و از باران موهبت نشو و نما نمایند تا عالم انسانی نورانی شود و رحمانی گردد و نهایت اتفاق بین بشر حاصل شود و اتحاد بین ملل تحقق یابد فی الحقیقه مجامع صلح بسیار منعقد و نفوس خیلی طالب و با نهایت اذعان این ندا را استماع نمودند حال به اروپا آمدم الحمد لله در این شهر کانفرانس صلح تشکیل شده و این بسیار سبب سرور است که در این مرکز مهم وکلای ملل تاسیس چنین کانفرانسی شود لهذا امیدوارم که صلح عمومی تتابد و این ملت نجیبه و دولت عادله موفق بآن شود که این اساس متین صلح عمومی که بنیان آسایش نوع انسانی است در اینجا تاسیس شود حرب بالکان بانتها رسد و حقوق طرفین محفوظ ماند و محافظه گردد و الا شرارهٔ آتش عالمگیر شود علی الخصوص اروپا که مانند جبه خانه پر از مواد التهابیه است و منتظر یک شراره است که اروپا را زیر و زبر نماید پس چاره جز صلح عمومی نماند امروز این امر اعظم امور است که از خدا میخواهم که میسر شود امریکا و اروپا در مدنیت مادیه نهایت ترقی نموده روز بروز در ترقی است امید است مدنیت الهیه نیز در این ممالک تاسیس شود یعنی مدنیتی که انبیای الهی تاسیس نمودند و تعلق بعالم اخلاق و تربیت روحانی دارد و سبب ترقیات معنویهٔ عالم انسانیست۔

جمعی از اشخاص محترم در حال لندن که بحضور مبارک مشرف شدند چون مقصد سفر مبارک را سوال نمودند با نهایت قدرت و هیمنه جواب فرمودند:۔ که

این آمده ام تا مدنیت الهیه را ترویج نمایم مدنیتیکه حضرت بهاء الله در شرق تاسیس فرمود مدنیتی که خدمت بعالم اخلاق نماید مدنیتی که سبب صلح عمومی است ۔ مدنیتی که مروج وحدت عالم انسانی است۔

یکی از وقائع نگاران جرائد صبح زود در پاریس در بیت مبارک مشرف گردید ۔ از جمله بیانات مبارکه باو این بود:۔

بناپارت در عالم ملک یکی از نفوس عظیمه بود ولی فتوحاتش محدود بود منتهی شد و نتائجش مفقود لکن نفوسیکه

ندا بملکوتِ الهی میکنند فیوضاتشان ابدیست و سلطنتشان سرمدی. ملاحظه کنید که سلطنتِ ملوکِ عالم منتهی شد
امّا سلطنتِ حواریان باقی و دائم و غیر محدود است زیرا آنچه تعلق بامر الله دارد هر خدمتیکه منسوب بآستانِ
الهیست محدود بحدود نیست پس انسانِ عاقل را سزاوار اینست که ندا بملکوت الله نماید حیاتِ ابدی بخشد
اینست سلطنتِ باقیه و قوهٔ قاهره که بمحبت الله حصول یابد - امیدواریم ازاین ملاقات نتائج حسنه مانند ملاقاتِ
زمینِ پاک و بارانِ بهاری باشد و همچو نسیم سحر از ازهار و شگوفه گلهای معطر گردد.

تبریک و تهنیت

درحالتی که هنوز نسیم جانفزای نوروزی وزان و گلها از جلوه افروزیِ
عیدِ اعظم رضوان خرّم و خندان است کارکنان بنگاه مجلّهٔ شریفهٔ پیام
پیام دوستی و مودّت و تبریکاتِ صمیمانهٔ خود را بعموم خوانندگانِ گرامی تقدیم
داشته مزید موفقیت و کامرانی کل را از درگاهِ ربانی سائلند.

تبریک عید نوروز

از جناب مهربان زائر مشرقی بمبئی

عید نوروز آمد و جانها همه سرشار شد — باد فروردین وزید و کاشف اسرار شد

آن شجر خشکیده کز ظلمت باد خزان — باز از باد بهاری زنده و جاندار شد

چشمه‌ها خشکیده بود از کثرت سرما و یخ — آبها از چشمه جاری گشت و هم افشار شد

در چمن جز ناله زاغ و زغن صوتی نبود — حال جای بلبل شوریده در گلزار شد

باغ و بستان سبز و خرم از نسیم نوبهار — سنبل و سوسن پریشان تر ز زلف یار شد

غنچه لب شگفته و اشگوفه‌ها لب خنده زن — لاله پر ژاله چون خال رخ دلدار شد

لاله بر لب داغ دارد از فراق روی دوست — شکر لله دوست آمد موسم دیدار شد

گو به یعقوب زمانه نور چشمت شد عیان — پس به کنعان ده بشارت دیده پر انوار شد

نور چشم اهل عالم شوقی غصن بهاء — آنکه نامش در وصیت بارها تکرار شد

آن در بحرین امکان بود پنهان در صدف — از دو موج بحر انسان این در شهوار شد

ساقی بزم الست مایه فخر زمان — عالم کون و مکان را صاحب و سردار شد

با جنود اسم اعظم فتح شهرستان جان — بر علیه اهل عدوان او علم بردار شد

رایت صلح عمومی زد فراز ملک دل — آیت امر بهاء را در جهان اخبار شد

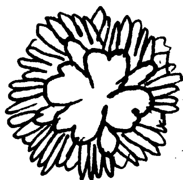
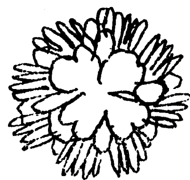
غرب را بر شرق پیوست و جنوبش بر شمال — شصت اقلیم جهان را حامل اسرار شد

هر کجا بینی ندای اسم اعظم مرتفع — بر زبان هر شریفی این سخن گفتار شد

مالک ملک عبودیت ولی امر حق — حضرت شوقی ربانی مرا غمخوار شد

آرزو دارم ببوسم خاک پای اقدسش — خاک پای اقدسش چون سرمه در انظار شد

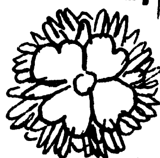
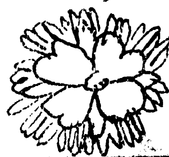
روز و شب دارد امید خاک بوسی درش
گرچه زائر در حضورش خوارتر از خار شد

ہُو اللہ

ساقی از غیبِ بقا برقع بر افگن از عذار | تا بنوشم خمرِ باقی از جمالِ کردگار
آنچه در خمخانه داری نشکند صفرای عشق | زان شرابِ معنوی ساقی همی بحری بیار
تا که این مستورِ شیدائی درآید در خروش | تا که این مخمورِ ربانی برآید زین خمار
تا نگردی فانی از وصفِ وجودای مردِ راه | کی چشی خمرِ بقا از لعلِ نوشین نگار
نارِ عشقی بر فروز و جمله هستیها بسوز | پس قدم بردار و اندر کوی عشاقان گذار
پای نه بر فرقِ ملک آنگه درآ در ظلِ فقر | تا به بینی ملکِ باقی را کنون از هر کنار
گر خیالِ جان همی هستت بدل اینجا میا | ور نثارِ جان و دل داری بیا و هم بیا
رسمِ ره اینست اگر وصلِ بها داری طلب | گر نباشی مردِ این ره دور شو زحمت میار
گر همی خواهی که گردی واقف از اسرارِ عشق | چشمِ عبرت برگشا بربند راهِ افتخار
تا به بینی طورِ موسیٰ طائف اینجا آمده | تا به بینی روحِ عیسیٰ را ز عشقش بیقرار
تا بیابی دفترِ توحید از زلفینِ دوست | تا بخوانی مصحفِ تجرید از خدّینِ یار
هین بکش خمرِ فرح از چشمهٔ حیوانِ عشق | تا بفرزی سر اندازی همی در پای دار
تا که برپرند اطیارِ وجود از سجنِ تن | تا فضای لامکان در ظلِ صاحب اقتدار

مردگانند در این بادیه اندر رهِ دوست | ای مسیحای زمان یکنفسِ گرم برآر

درویشِ جهان سوخت از این شعلهٔ جانسوزِ الٰهی
وقت آنست کنی زنده از این نغمهٔ زار

Jayyed Press, Delhi.